



11-11-11
page 18

BRITISH
LIBRARY







حق کا پی آیت محفوظ

میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا نام ہے - نظارہ میں شانِ وفا کا گمان ہے

ادوین مہاجریت

جلد اول

ملک الشعرا مثنوی و ارکا پرشاد صاحب فن لکھنؤ
لالہ رام و متہ مل انیسٹریٹ نمبر ۱۱۱۱ کتب لہار کیسٹ لہار
نے

صرف ٹائٹل، کاشی رام پریس لاہور میں چھپوایا

۱۹۲۶ء

شیوہرت لال و راجن کی دیگر تصانیف

۲	جھگت جھگوت بھگتی	۴	علاج روانی	۶	روحانی اشار
۵	سندر چوڑی	۷	روحانی آدرش	۸	بھگتی بوگ
۱۰	راجھن کا عطر	۳	گھر کا راستہ	۹	کرم بوگ
۸	خانہ داری کی فلاسفی	۲	شیر کی گرج	۱۲	راج بوگ
۸	پنجابی سورما	۴	سادھو کی صلا	۱۱	انمول سوتیلی لال
۱۰	پنجابی سورما	۵	کبیر بھگت	۱۳	کبیر بوگ
۱۰	گورکھی دو حصہ	۳	نسلی اس	۱۴	کبیر بچک
۱۲	ہاری مانائیں	۶	راجہ رسالو	۱۵	وچار کلید رم
۱۲	گورکھی ۱۰۰	۷	جھگت بڑا	۱۶	گیان کلید رم
۱۲	سچی دیویاں گورکھی	۵	سنت بڑا	۱۷	کاسیائی کی کھن
۱۲	" " " ہندی	۶	دلچسپیاں	۱۸	علم خیال
۱۲	" " " استریاں	۷	ہاری زندگی و شولہ	۱۹	فانوس خیال
۱۲	سستی بڑانت مندی	۸	لکھا کھنڈ	۲۰	فانوس خیال
۱۰	راجوٹی کا دوا	۴	طوفان جنگ	۲۱	بیرنگ خیال
۲	مندی	۱۲	ہاری مانائیں	۲۲	میں خیال
۴	بھارت کی شجاع	۴	ہندو مانائیں	۲۳	آئینہ خیال
۸	عالم استریا ہندی	۸	سچی استریاں	۲۴	یوگ سکھی سن
۶	چنڈو کا شاکا سہ	۸	شاہی بھگت	۲۵	آب شد

لال رام ناتل اینڈ سنز ناہران کتب خانہ

ॐ

भूर्भुवः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य धीमहि ।
धियो यो नः प्रचोदयात् ।



चित्र लाला रामदत्ता महल पुस्तकां वाला
लोहारी दरवाजा लाहौर ॥

ہما بھارت

حصہ اول

آدھرب

ادھیائے اول

یہ رُودادِ زمانہ سرگزشتِ پاسبانی ہے
شنیدہ کہنے کو دراصل آنکھوں کی زبانی ہے

ادھ کے اور مقدس مقامات میں ٹیشار (نمیکھا) شرکھ عرف نیمسارن،
ضلع سیتاپور کا وہ متبرک تیرتھ ہے جہاں علائقِ دُنیوی کولات مارکر ناپستی
کو دنیا کی نعمتوں پر ترجیح دینے والے رشی مہرے صرف وید بدھوں کی زندگی
کا مزہ لٹتے اور روشن ضمیری کی غیبی طاقتوں سے لوک پر لوک
بنانے والی عقلی و عملی ایجادوں سے آریہ ورت کو رُوئے زمین کا
سرتاج بنائے ہوئے تھے۔ اُن کی ٹوٹی چھوٹی گھاس پھوس کی کٹیوں
میں جلنے والے ادھی کے چراغ میں قدرت نے وہ روشنی پیدا

کر رکھی تھی۔ جو دوپہر کے آفتاب اور پور ناشی کے چاند کی آنکھیں
چوندھیاتی اور نور حقیقی میں اپنی ٹرپ دکھاتی تھی۔ یہاں کے تپوں کی
خاک کے ذرے آج بھی چشم حقیقت کے لئے آئینہ کا کام دیتے ہیں جن
میں آج کل کی روشنی میں اپنا منہ دیکھنے والوں کو وہ مقدس صورتیں دیکھ
کر آنکھیں نیچے کر لینا پڑتی ہیں جن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے صفر نے
سارے برصغیر کو محدود کر کے وہ قدرت دکھائی۔ کہ جبرین کا مشور
معروف سنسکرت کا فاضل یورپ کی علمی ییافت کا نفس نا طہق
مشر میکس مور انگشت بدنداں ہو کر پکار اٹھا۔ کہ یورپ کی سب
ایجادیں بیچ۔ سائنس کے سارے کتب و ایسات۔ آریہ کے ایک صفر کو
دنیا کی کوئی سائنٹیفک ایجاد نہیں بیچ سکتی۔ صرف ایک صفر نے وہ
کرامات دکھائی ہے کہ خواہ کتنی اعلیٰ سے اعلیٰ ایجادیں ہوں مگر کوئی تعلیم
یافتہ ملک کوئی صنعتِ حضرت کا بانی بھارت ورش کے سامنے سرواچی
نہیں کر سکتا۔ آج نیمسارن وہ نیمسارن نہیں جس کی آب و ہوا کی تاثیر نے
علوم و فنون کو نشو و نما دیکر چار دانگ عالم میں علمی روشنی پھیلائی۔
دنیا کے چتے چتے پر کسب و فنون کے باغ لگا دیئے۔ اب وہاں خاک
اُڑتی ہے۔ غول صحرائی بانگ بے ہنگام سے کانوں کے پردے پھاڑتے
ہیں۔ مگر ہم آج کل کا ذکر نہیں کرتے۔ اُس زمانے کی خبر دیتے ہیں۔ جب
دنیا کی تمام مقدس صورتوں کا نظارہ صرف اُسی مقام پر دین و دنیا کی
زندہ جاوید عظمتیں پیش نظر کرتا تھا۔ اور جس کی برکتیں اس وقت بھی آریہ
ورت کی خاک کو فوٹے زمین پر بسنے والوں کے لئے اکیر بنائے ہوئے ہیں وہ
یورپ کی پنچرادی دنیا کو بھارت ورش سے تعلق نہیں۔ آریہ ورت نے خواب
میں بھی طوفانِ نوح نہیں دیکھا۔ اس وقت موجودہ ہندوستان کا
بخیم قبائل دوپہر کا آفتاب ہو رہا تھا۔ اس کی اخیر تقدیر کی کرنیں پامال توڑتی ہوئی
رسائل تک چاندنی چٹنگ رہی تھیں۔ وہی مقدس مقام ہے۔ اور وہی
عہد نیاک فرجام۔ دوپہر کے دن پورے کر رہا ہے۔ عمر کے آخر ہی حصے

میں کچھ ہی کسراقی رہ گئی۔ سوت جی غیوں اور رشیوں کے دلوں میں گھول
 کے ذریعے سے مغفرت و حقیقت کے بیج بولتے اور وعظ و نصح کی لڑیوں
 میں قیمتی موتی پروتے ہوتے ہیں۔ کشف و رموز کی گتھیاں سلجھتی ہیں۔ قایق
 و خفایق کے معے حل ہوتے ہوتے ہیں۔ دنیا کی عیش و عشرت پر لات مار کر بڑے
 بڑے راجے ہمارا جے عبادت و ریاضت کو نیچے زندگی اور حقیقت شناسی
 و معرفت دانی کو سنیاں آشرم کی کماٹی سمجھے ہوئے ست سنگ کا وہ
 آئندہ لڑتے نظر آتے ہیں۔ جس کا دینیوی زندگی میں نام و نشان بھی نہ تھا۔
 نوجوانی کے جس سرنگار رس پر طبیعت لوٹ ہو کر نفس پر قابو رکھنے والوں کو بھی
 دین و دنیا سے بے خبر کر دیتی تھی۔ بیراگ نے اُسے کچھ اور کا اور کر دیا ہے
 کیسی ہی نور کی تصویر ہو ان کی چشم حقیقت میں چمٹے کا کراہیت پیدا
 کرنے والا ڈھانچہ طبیعت گھٹانے والا اور خون اوپر پھیل ڈھالنے والا
 سانچہ۔ مل موڑ بنانے والی کل۔ ناک تھوک بہانے والے نل سے زیادہ نہیں۔
 کیسا ہی قیمتی عقیقہ بن۔ کیسا ہی بیش بہا لعل خشن ہو۔ اُن کی نگاہ میں کلجے میں جم
 جانے والی خون فاسد کی گتھلی کے برابر ہے۔ اب نہ فرش کخواب کا خواب ہے۔
 نہ پھولوں کی سچ کا دھیان۔ نہ زر کارنوار سے بھنی طلائی پلنگری کا خیال ہے۔
 نہ عارض حسینان سے زیادہ زم زم گل نکلیوں کی تلاش۔ ایسے تارک الدنیا
 بزرگوں اور سرد و گرم زمانہ سے واقف ہما تلوں کو کام ہے تو بھگوت بھجن
 سے۔ یہ سرو کا ہے تو نوشہ آخرت سے یہ نیمسار میں ۱۲ برس سے ایک جنگ
 ہو رہا ہے جس کی غصت و شوکت کا کیا ٹھکانہ۔ دنیا چھوڑ بیٹھنے والوں
 کا استقلال آتا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ آکاش پاتاں۔ پاتاں سائل
 ہو جائے۔ دن کو چاند نکلے رات کو آفتاب طلوع ہو۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو جگہ
 مگر جگہ کرنے والوں کے دل کی بندھی ہوئی دھن میں کوئی طاقت مجال
 نہیں کہ وہ بھی فرق ڈال سکے۔ عظیم الشان جگہ کی خبریں سن سن کر گوہوں
 کندراؤں میں چھپے ہوئے پیشوی اس بے تابی سے دور سے چلے آتے
 ہیں۔ کہ شمع کی روشنی دیکھ کر برساتی پٹنگے بھی، نزار قدم

پچھے رہ جائیں۔ ہون کی آگ کے شعلوں کی آنچ سے آفتاب کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلک اُٹھتے ہیں۔ اور عود و صندل کی خوشبو پھیلانے والے دھوئیں سے آکاش کا دماغ معطر ہوا جاتا ہے۔ وید دھنی سارے برہمانڈ میں گونج رہی تھی۔ اونگ اور سوانا کے بند سے ترلوک کے کالہ چہرے جاہے تھے۔ کہ سوت جی مہاراج کے پُتر اُگرشردا چہرے سے مذہبی جلال رساتے ہوئے وارد ہوئے ایک مہرشی کی آمد۔ وہ بھی حقیقت شناس مہرشیوں کے جلیہ میں۔ آنند کی حد۔ آؤ بھگت کی انتہا نہ تھی۔ سب نے آنکھیں سچھادیں۔ نظر کی طرح دور درستی قبول کیا۔ بلکہ قدموں پر جھک گئیں۔ پتلیوں نے ایستادہ ہو کر تعظیم دی۔ سر پر بٹھایا۔ مزاج پُرسی کر کے زبان سے گہرا فاشانی کی:-

”اوبھاگ زہے قسمت۔ آپ اور ہمارے یگیہ میں شریک ہوں۔ ہماری ہی خوش بر قسمتی۔ یگیہ کے بھی نصیب۔ کہاں سے جلوہ افروزی ہوئی؟ کہ ہر سے زوال جلال ہوا۔ ہماری سر بُندی کی عزت نے آپ کو کیونکر تخلیف دی؟“

اُگرشردا۔ یگیہ کا شہرہ لے آیا۔ سوت جی کا پُتر ہوں۔ لوم ہرشن نام ہے لوگ اُگرشردا بھی کہتے ہیں۔ تیرتھ جاترا کو نکلا تھا۔ اتفاقاً راجے خنچے کے

لوٹ لے ہوا راجہ جنچے نے سر پر یگیہ اس واسطے کیا تھا کہ ان کے والد بزرگوار ہمارا راجہ پرکیش کوٹ سننے والے تلمشک ناگ ادریس کی نسل کی منقطع ہو۔ تلمشک ناگ باتال کے آٹھ ناگ کی قوموں میں سے ہے جن کے نام یہ ہیں (۱) ہنت (۲) اسکی (۳) کبیل (۴) کرکوٹک (۵) ہاپدم (۶) ہاپدم (۷) شنگھو (۸) کلک۔ چھاپنے سنسکرت اشلوک ہے۔

अनन्तं वासुकिं वेणुं कम्बलं च

कर्कोटस्य तर्हि रूपयन्धस्यं सरासुपं

महान पुस्तयापदमकुलकं वसजितः ॥

گو اس تحریر میں تلمشک کا نام آئے۔ مگر تلمشک کا نام بھی ایسا دیا نہیں (دیکھو صفحہ پہلا)

سرپ جگ میں شرکت نصیب ہوئی۔ وہاں مہاراج بیدیاں بھی تشریف فرما
 بقیہ حاشیہ صفحہ ۴، اسکا ذکر ہم اور موقع پر کریں گے۔ ناظرین کے لحاظ سے یہاں پر یہ
 دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ تکشک کی نسل کو خاک سیاہ کرنے کے لئے راجہ جنجے نے جہاں
 جگہ کیا گیا تھا۔ وہ مقام کہاں تھا۔ ناظرین تکشک کے نام کو یاد رکھیں۔ پھر تکشک شلا کے
 نام کو نہ بھولیں۔ مہابھارت سورگادھن پرپ کے پانچویں ادھیائے میں اس مشہور
 زمانہ جگہ کا مقام تکش شلا لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تکشک وہیں
 مقام تھا۔ یا جنجے نے تکش کے ماسنے کے لئے جس مقام میں جگہ کیا اسکا نام تکشک
 کے نام سے منسوب ہو کر تکشک شلا ہو گیا۔ اچھا تو یہ تکش شلا ہے کہاں۔ یہ سرپ
 جگہ کہاں ہوا تھا۔ اسکے واسطے ہم روایتوں سے دُور بھاگیں گویا بی دخل معقولات
 سے کام لیں گے۔ اور اس جغرافیہ کو سامنے کریں گے جس کو تمام یورپ مان رہا ہے۔
 کننگم صاحب مشہور جغرافیہ نویس بتاتا ہے کہ مہابھارت میں جس کا نام تکش شلا ہے
 وہ آجکل وہی ٹیکسلا (Taxila) تکش شلا (تکش شلا) کشمیر کے جنوب و
 مغرب میں ایک کوستانی مقام ہے اور کننگم صاحب کے بیان کی تصدیق سری والیک جی
 کی رامائن سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی:-

कृतेषु तेषु सर्वेषु भ्रातः के कथीमुतः
 विदेद्यथामास तदासमुद्धेप्रेषुरोतमे।
 तदसदाशिष्यापातु पुष्कलं पुष्कलवते
 गन्धर्वदेशेरुचिरेसांधारविषयचस्तः ॥

مطلب یہ کہ کل گندھریوں کے نیست و نابود ہو جانے پر شری کی کٹی جی کے فرزند اجنہد بھرت
 ہی نے قندھار دیش میں دو شہر آباد کئے یکش شلا میں تکش کو اور شیکھلاوت میں شیکھل کو آباد
 کیا۔ گندھریوں کا تذکرہ بالادیش دریا مے سندھ کے قریب واقع تھا۔

सन्धोरुमयतः याश्वे दशः परशोभनः
 या० रा० ३० क० ११३ सर्ग ॥

اس بات میں سمجھنا کہ تکشک کی نسل کو خاک سیاہ کرنے کے لئے راجہ جنجے کا سرپ جگہ کشمیر کے قریب ہوا تھا اور دیکھو صفحہ ۵

اتہاسوں کتھاؤں کا دیریا اُمنڈ رہا تھا۔ وعظ و نصائح کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ رشیوں نے بھگوان ویدویاس سے التجا کی کہ بھارت سمبندھی کتھا کیا ہے۔ زبان فیض تر جان سے ارشاد فرمائیے۔ دیاس جی نے سری بیشم پاشن کو حکم دیا۔ اُنہوں نے قدموں پر سر جھکایا اور پھر جو کچھ دُر افشانی کی وہ بس کیا کہوں کیا تھی۔ دہاں کے چلا تو امر اُدر کو تیر تھ کرتا کر کثیر ہوتا ہوا آپ سب کے یگیہ میں پہنچ گیا۔ جو سنا تھا دل پر نقش ہے۔ آٹا وہ آنند نہیں بھولتا۔

سو ناک اور دُوسرے رشی۔ ہمارا ج۔ بیشم پاشن کے بچن سن کر آپ کو جو آند ہوا ہو گا وہ آپ جانیں۔ ہمارے دل میں صرف آپ کے حُن سماع کا خیال کرنے سے ایک موج اُٹھ رہی ہے۔ آپ کو تکلیف تو ہو گی مگر جس بھارت کی کتھا کا آپ نے ذکر فرمایا۔ اُس کے سینے کا اشتیاق دلوں کو بے چین کر رہا ہے۔

لوم ہرشن۔ آپ کے اس قدر اصرار کی کیا ضرورت کچھ زبان گھس نہیں جاتی۔ میں بڑے شوق سے وہ کتھا سناؤں گا جس سے اہل زمانہ کی عاقبت درست ہو۔ اچھے چال چلن کی پابندیوں کا خیال ہے۔ ورنہ زبان ہلانا کیا مجال ہے۔

شریت کے گھوٹ جو ہیں پئے اپنے کان سے

بن کر امرت تو سہی ٹپکیں زبان سے

آورت رشی۔ تو پھر کیا ہے۔ فرمائیے۔ زبان سے امرت برسائیے۔

لوم ہرشن۔ (مرستی کا دھیان کر کے سری گنیش آئمہ کہہ کر پر یہ رشی گن۔ سپت مٹی منڈلی۔ جس وقت آفرینندہ کون و مکان خلاق زمین و آسمان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ بعض لوگوں کا جو خیال ہے کہ یہ جگ ملک دھ کے ضلع کھیری و کنولی نام کے مقام پر ہوا تھا قابلِ وثوق نہیں بیشم لکھتا کہ موجود زمانہ میں چاچ نہ رہتے ہیں جو قدیم سہسر شرا کا ایک بگڑا ہوا تلفظ ہے (دیکھو گنگم صاحب کی کتاب اینشٹ جاگرفی آف انڈیا)۔

کے دل میں کائناتِ عالم کو پردہ عدم سے پیرائی وجود پہنانے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کی قدرت لا محدود قوت ہست و بود سے ایک کرۂ نور نظر افروز ہوا۔ جو ایک بیضوی شکل میں کار ساز عالم کی قدرت اور اپنی وسعت کو نہ دائرہ خیال میں محدود ہونے دیتا تھا۔ نہ محیطِ نظر میں انوار تجلی کی کچھ حد تھی۔ عرض و طول سے پیمانہ قیاس کی ایک پیش نہ جاتی تھی۔ یہی اب سلسلہ موجودات شروع ہوا:

رجوگن کی طاقتوں کو قبضہ قدرت میں رکھنے والے سری برہما جی ظہور پذیر ہوئے۔ جن سے بقائے عالم موجودات کی صورت ہوئی:

ستوگن کی قوتیں سری شن جی کے دستِ اقتدار کی دست نگر ہوئیں۔ جن کے جلوہ مقدس نے وسائل پرورش و ذرائع پر دخت سے مخلوقات کو نین کو مطمئن کر دیا:

تموگن کی زبردست طاقتیں مہادیوجی کی مٹھی میں دی گئیں۔ جن کی ایک جنبش نظر وجود کو نابود اور بقا کو فنا بنا دینے کے لئے یدِ طولیہ رکھتی تھی۔ صاف الفاظ میں ان تین قدرتی طاقتوں نے پیرائے ظہور قبول کیا۔ جو عالم میں کائنات کی بانی۔ محافظ زندگی اور فنا کنندہ ساکنانِ عالم فانی ہیں۔ ان کے بعد پراچین دکش۔ سپت رشی عالم شہود میں موجود ہوئے۔ پھر بسو کے دیوا۔ اشونی کمار۔ اشت بھو۔ پرتھی جل۔ بایو۔ اکاش ۳۳ کوٹ دیوتا یعنی ۸ بھو۔ ۱۱۔ رودر

۱۱۔ رودر (۱) اج	۲) ایکپات	۱) اکپات
۱۳) برہمن	۴) پناکی	۲) پناکی
۱۵) پراچت	۶) تریک	۳) تریک
۱۷) ہیشتر	۸) برکھاکپ	۴) برکھاکپ
	۸ پر	۵) دیکھو

۱۲- آدیتہ۔ ایک اندر پر چاہت، ان کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷، (۹) شمشو **شامبو** (۱۰) **ہرن** **ہرہ**
 (۱۱) **ایشور** **یشور**۔ بن پوران الش ادھیاسے ۸ میں بیان ہے۔ کہ ایک
 بالک عالم وجود میں ظہور پذیر ہو کر رونے لگا۔ تب **پدم یونی**
 پدم یونی نے اس کا نام **رودر** رکھ کر کہا کہ گریہ و زاری نہ کرو۔ برہما
 نے اس بالک کے ساتھ نام رکھے۔ (۱۲) **بھو** **भव** (۱۳) **شوشو**
 (۱۴) **ایشان** **یشان** (۱۵) **پشوپت** **पशुपति**
 (۱۶) **اگر** **उग्र** (۱۷) **مہادیو** **महादेव** **بھیم** **भीम**

۱۲- آدیتہ و سوان **ویشوان** **विवस्वान** **ارجا** **अर्जुमा** **پوکھا**
توتشا **त्वष्टा** **سوتا** **सुता** **بھگ** **भग** **دھاتا** **धाता**
بدھاتا **विधाता** **رن** **वर्ण** **میترا** **मित्र** **شکر** **शुक्र**
اڑکرم **अडकर्म** **گرگود** **गर्गुद** **میں آدیتہ** **صرف ۶ مندرج ہیں۔ یعنی**
میترا **मित्र** **ارجا** **अर्जुमा** **بھگ** **भग**
ورن **वरुण** **دکش** **दक्ष** **انش** **अंश** **تیتریہ** **तित्री** **براہمن**
تتیریک **तैत्तिरीय** **براہمن** **میں ۱۲ آدیتہ** **۱۳ مہینوں کی صورتوں میں بیان**
کئے گئے ہیں۔

۱۳- اندر آریہ ورت ہیں جب ویدک دھرم پوری پابندی کے ساتھ ترقی پذیر تھا۔
 تب راجہ اندر ہی دیوتاؤں میں واجب التعظیم مانے جاتے تھے۔ آریہ ورت ہی
 نہیں۔ بلکہ دوسری ولایات میں بھی راجہ اندر ہی کی پرستش کے
 رواج کا ثبوت ملتا ہے۔

سگوبد **सगुबद** **رگود** **रगुद** **نیشگتو** **निशक्तो** **کے فرزند ہیں اتھروید**
میں اند کی والدہ کا نام ایک کشکا **एकाक्षका** **سج**

گندھرت۔ کنہر۔ اپسرا دیو وغیرہ چاروں دید سب جوانی ظاہری و

بقیہ صفحہ ۸ پرش سکت **پुरुष सूक्त** کے قوں سے راجندر آگنی
 کے ساتھ پرش **पुरुष** کے منہ سے جلوہ نکلور میں آئے ہیں
 بنو برہمن **तैत्तिरीय ब्राह्मण** میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں نے
 تشیبا کر کے اند کو پیرائیہ وجود سے راستہ کیا ہے۔ رگوید میں اند کی اتري کو اندانی
 بنایا گیا ہے۔ لیکن اتیرت برہمن **एतरेय ब्राह्मण** پرشہا **प्रसहा**
 کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اند میں نیا دکھشا دیو
 دیکھو صفحہ ۱۰ پر

لگندھرب **गन्धर्व** ۸ سورگ ترک کے معنی۔ یہ قوم برہما کی زبان سے عالم
 وجود میں آئی ہے۔ اس مولد و سکن گبہ لوگ **महलोक** و وریا بروک کے
 وسط میں ہے۔ یہ قوم ۱۱ فرقوں میں منقسم ہے ۱۱۔ **अश्विज**
 ۱۲۔ انگھار **अङ्गारि** (۱۳) رہمہاری **रहमारी** (۱۴) سورج دیو
 ۱۵۔ کر دھو **क्रोध** ۱۶۔ ہست **हस्त** ۱۷۔ ہماشا
 ۱۸۔ سہست **सहस्त** (۱۹) سور و صنوان **मर्द्देवान** ۲۰۔ ہماشا
 ۲۱۔ بٹھوایو **विश्वावसव** (۱۱) کر شاو
महामना (حوالہ لگن پران دین پران)
क्रशानु ۲۲۔ قوم ہستی میں مشائی ہوتی ہے۔ اس کے افراد کبیر
 ۲۳۔ کیتر **किन्नर** ۲۴۔ ترنگ بدن **तुरंगवदन** ۲۵۔ سب **सभ** ۲۶۔ برترنگ
 ۲۷۔ بھرینرک **बहरिनर्क** ۲۸۔ سہی بل میں ہیں **तमवुर**
 ۲۹۔ کاشی کھٹ میں لکھا ہے کہ کبیر نے پتو بل سے ہما دیو سے کبیر
 ۳۰۔ جکش **बक्ष** اور کنہر پر عظمت اور تیر اندازی کا کہاں پایا ہے (دکن گوش)
 ۳۱۔ اپسرا سورگ کی عالمہ معنی برہمانڈ پران کے رو سے ۱۲ فرقے ہیں۔
 (دیکھو صفحہ ۱۰)

داہبک ۱۰۰۰ لاکھ ۱۰۰۰
۱۰۰۰ لاکھ ۱۰۰۰

لکھے۔ اس کا حرف حرف ان کا صفحہ یادداشت تھا قلبی امداد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) رکھب **अथम** اور **महि** اندر کے فرزند ہیں۔ گورو کی ہمتری سے صحبت کرنے کی وجہ سے علامت مردمی زامی ہوئی۔ ازاں بعد ایک ہزار آنکھیں حاصل ہوئیں۔ تو **त्वष्टा** کے بیٹے بشوروب کو قتل کرنے سے ایک مرتبہ یہ راج سے سزول ہوئے تھے۔ اندر نے سواشومیدھ جگہ کئے ہیں۔ پران میں درج ہے۔ کہ جب کوئی سواشومیدھ جگہ کرنے کا انوشٹمان کرتا ہے۔ تو راجہ اندر گھن کر لے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ برتر کو قتل کرنے پر جب برہم ہینا ہوتی تھی۔ تو یہ سورگ سے پھر ٹٹ ہوئے تھے۔ اس وقت **नुहष** کو اندر کی پدوی ملی تھی۔ ایک مرتبہ مار جات۔

समुद्रमत्स्यानोमत युष्यवृत्तविशेष
वास्यतेयस्वपव्याणां गम्बेनो विकीलित्वा ॥

وہ درخت جس کے پھولوں کی خوشبو تین جو جن تک پھیلی رہتی ہے (دیکھو لیشن کوس) کا ایک پھول نار دجی غری رگمنی جی کو دیئے گئے۔ اس پرست بھماں جی کو حسد ہوا۔ تب سری کرشن جی اندر کو شکست دے کر اندر کی جدھانی اڑاؤتی عرف امرنگر سے پار جات کا درخت لے آئے تو اسے دو اڑاؤتی اضرود بہ دوار کا پڑی میں نصب کیا (دیکھو ہرنبس پوران) اوائل میں برجاسی لوگ اندر کی پرستش کیا کرتے تھے۔ مگر کرشن چندرجی نے ان کی پرستش بند کرادی۔ انھلی پرگو برصن اٹھانے کا واقعہ اسی بنیاد پر ہے۔ یہ اپنی یونان کے ااتماس میں زلیں **मसृष** کی شکل و شبہ است اندر کی سی بیان کی گئی ہے۔ زلیں کا دوسرا نام جو **चपरा** **Jupiter** ہے۔ یہ بھی اندر کے بکر دھریں (دیکھو صفحہ ۳۳) ہیں

کی ضرورت تھی۔ جس وقت رو شنضمیری اور صفائی قلب کے کام لیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲، جب دیوتاؤں اور کشتوں سے لڑائی ہوئی تھی۔ تو ہر فی
 دیوہج کی ہڈی سے بسو کر ماں و کارخانہ قدرت کی صفت و حوت کے عالم انجینئر
 نے اندر کے واسطے راکشوں کے مارنے کو بھربنا یا تھا۔ یونان کے ہیفیسٹس
 Hephestus نے بھی زین کے لئے اندر کے مذکورہ بالا بجر کی طرح
 کا ایک ہتھیار تیار کیا ہے جس سے زین نے ٹائٹن Titan کے خاندان کو
 نیست و نابود کر کے Myreek یونان کے دیوتاؤں کی حفاظت کی تھی جس
 کی پٹانی نیلگون بیان کی گئی ہے۔ فیولس Phaeon ایک یانی دیوتا ہے جس
 Helios یونانی دیوتا کو موشیوں کی حفاظت کے لئے ایک سونے کا
 ہتھیار دیا تھا اندر کے ماتھ میں بھی ویسا ہی سونے کا بھر ہے رد یکھو رگوید
 سنگھتا، اندر کے بناٹے ہیں بھی ایک منور رتھ کی رتھانی کرتے ہیں۔
 پارسیوں کی مذہبی کتاب زندہ دستان میں برتر کا نام Verethara
 اور اندر کا نام برتر گھن Verethragha لکھا ہے۔ پارسی دھرم
 بشتک میں درج ہے کہ بھرت نے برن **बभ्रु** شہر میں آریہ
 بھومی Ariana کو فتح کرنے کے لئے حملہ کیا تھا۔ مگر اندر نے
 سب کا قلع قمع کیا۔ یونانی اتھاس میں برتر **बभ्रु** کا نام ارتھرس
 Orthrus اور اندر کا نام ارتھر دیون Orthion لکھا
 ہے۔

ایپولن Apolon یونانی دیوتا بھی سونے کے ہتھیار سے
 مسلح ہیں۔ اور ان کے تیر بھی اندر کی طرح کے ہیں۔ ہرٹس بھوشیہ پر ب ۱۲۳۔
 ادھیائے اندر کی رتھ کے گھوڑے ہسزے ہیں جن کو **हरितवर्णा** ہرٹ برن
 کہتے ہیں۔ یونانی دیوتا بلیس کے گھوڑوں کا نام Charities ہے جو
 پیڑ کے ہوائے لفانی بہت بیان کی گئی ہے۔ اور خواہشات لفانی پر اکر نے
 کے متعدد تذکرے کئے گئے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۲ پر)۔

سری برہما جی پفس نفیس ظاہر ہوئے۔ دشن دیتے ہی فرمایا۔
 گنیش جی کا دھیان کرو۔ سب مطلب سدھ ہو جائیگا۔ برہما جی یہ
 فرما کر نظر سے غائب ہو گئے اور دیاس جی نے عقیدت باطنی و
 جذبات قلبی سے کام لیا۔ تو خود گنیش جی نمودار ہوئے پھول چین
 وغیرہ سے چرنوں کی پوجا کی گئی۔ انراش دلی بتائے گئے جس نے فرمایا
 کہ تمہارا ج آپ بولتے جائیں میں صفحہ دل پر لکھے ہوئے الفاظ لکھتا
 جاؤں گا۔ اُدھر زبان سے گوہر افشانی ہونے لگی۔ اُدھر شاخ قلم سے
 گل افشانی گنیش کا سندھ قلم میدان قرطاس پر ہوا سے باتیں کرتا تھا
 بیاس جی سے خطر کی کہ دھیان رہے عنان شہب خامہ کئے نہ پائے
 ویاس جی نے ۹ سو ایسے دقیق اور حل طلب اشلوک پڑھے جن کے
 سمجھنے میں گنیش جی کا اس قدر وقت صرف ہوتا جاتا تھا کہ یہ ویاس
 جی اور بہت سے اشلوک تصنیف فرما لیتے تھے۔ یوم ارشن جی مہابھارت
 کے ۱۸ پر بون کی تفصیل اور مضامین کی تشریح فرمائیے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ تیرہ سنگھتا **तैत्तिरीयसंहिता** میں بیان ہے کہ اندر نے اپنے
 باپ کو قتل کیا ہے۔ یونانی کتابوں میں جو پیٹر اور اس کے باپ کی جو سخا
 دشمنی کا ذکر درج ہے۔

لے مہابھارت کے ۱۸ پر بون کی تفصیل:-

۱۱) آد پر ب۔ اس میں ۲۲۷- ادھیام اور ۱۸۸۲ اشلوک ہیں اور ۱۷ انوپ	
(۱۲) سبھار پ ۷۸ " ۲۵۱۱ " ۱۹ " "	
(۱۳) بن پر ب ۲۶۹ " ۱۹۶۴ " ۱۹ " "	
(۱۴) برات پر ب ۶۸ " ۲۰۵۸ " ۶ " "	
(۱۵) ادویگ پر ب ۱۷۶ " ۶۶۹۷ " ۱۳ " "	
(۱۶) بھیشم پر ب ۱۱۸ " ۵۷۷۲ " ۵ " "	

کے بعد تر زبان ہوئے کہ میں نے بالاختصار مہابھارت کی کتھا بیان کی۔ ۱۸ دن میں ۱۸۔ اکشونی (چھوٹی) فوج ان میں کٹ مری۔ جس شخص کو وید پڑھنے کی خواہش ہو۔ پہلے مہابھارت پڑھے پھر وید مقدس۔ جس نے مہابھارت نہ پڑھی اور وید پڑھے اس کا وید پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے۔ مہابھارت رات کو پڑھی جائے تو دن کے گنا ہوں کا کفارہ ہو۔ دن کو پڑھے تو رات کے پاپ کٹ جائیں۔ بیشکرا نشان کا مہاتم اور گنودان کا ثواب اس کے سہالہ سے حاصل ہوتا ہے۔

اول اول ویاس جی نے ۲۴ ہزار اشلوک سکھ دیو جی اپنے فرزند کو یاد کرائے۔ انہوں نے اپنے نو ز نظر کو پڑھائے۔ پھر ۶۰ لاکھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳

(۶) دردن پر ب	اس میں ۱۸۰۔	ادھیائے اور ۶۰۶۔	شلوک ہیں اور ۸۰ نوپ
(۸) کلن پر ب	۶۹	۲۹۶۴	" " "
(۹) بخل پر ب	۵۹	۳۲۲۰	" ۵ " "
(۱۰) سوتیک پر ب	۱۸	۸۷۰	" ۲ " "
(۱۱) استری پر ب	۲۷	۷۷۵	" ۵ " "
(۱۲) شانتی پر ب	۳۲۹	۱۲۷۳	" ۳ " "
(۱۳) انوشاسن پر ب	۱۲۷	۸۰۰۰	" " "
(۱۴) اشو مہ پر ب	۱۰۳	۳۳۲۰	" " "
(۱۵) آشرم باس پر ب	۲۲	۱۵۰۶	" ۳ " "
(۱۶) موسل پر ب	۸	۳۲۰	" " "
(۱۷) پرستھانک پر ب	۳	۳۲۰	" " "
(۱۸) شیرگا ودھ پر ب	۵	۳۰۹	" " "

اشلوکوں میں دید بیاس جی نے اعجاز بیانی کے کمالات دکھائے۔ تو دیول منی نے ۱۵ لاکھ اشلوک پترلوک میں سنائے ناروجی نے ۳۰ لاکھ اشلوک دیوتاؤں کو سکھایو جی نے ۱۰ لاکھ اشلوک کلش اور گندھربون کو سنائے۔ ایک لاکھ اشلوک ہیشم پائن جی نے سنا کر انسانی دنیا کو گر ویدہ احسان کیا۔ یہی ایک لاکھ اشلوک ہیں جو پرودہ دنیا پر مہابھارت کے نام نامی سے موسوم اور آریہ ورت کی دینی و دنیوی عظمت کی زندہ جاوید یادگار ہیں۔

دوسرا ادھیائے

کبھی دلداری کبھی دشمنی ہوتی ہے
ویسی ہی ہوتی ہے جیسی فی ہوتی ہے

بچہ سگ پر پیداو۔ مادہ سگ کی راجہ جنم سے
فریاد۔ بددعا سے راجہ کا خلیجان۔ ازالہ بدو
کا سامان

لوم ہرن جی رُج لب سے گوہر افشانی فرماتے ہیں۔ کہ جس وقت راجہ جنم سے
سرپ جلیہ میں مشغول تھا۔ اس کے قوت بازو اگر سین بھیم سین منتظم
و منصرم کاروبار تھے۔ اتفاقاً ایک کتا جلیہ میں آگھسا۔

راجہ کے بھائی برانگیختہ ہوئے اور مار پیٹ کر وہاں سے باہر نکلوا دیا۔ کتا رو پھلتا اپنی ماں سے فریاد ہی ہوا۔ ماں نے پوچھا۔ کوئی حرکت نہ کی تھی تو سرزد نہیں ہوئی کتا بولا نہیں میں نے جگہ کی کسی چیز کو چھو نہ کیا آٹکھٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ کتا فوراً ہی جگہ میں پہنچی۔ انسانی آواز میں راجہ سے کہا تمہارے بھائیوں نے میرے بچے کو بے قصور مارا ہے۔ اچھا نہیں کیا راجہ جھنجھے نے اس تقریر کو اس کان میں اس کان میں اڑا دیا۔ جواب میں بالکل خاموشی اختیار کی۔ کتا نے پھر کہا ”مہاراج! ہوشیار خبردار کہے دیتی ہوں۔ کچھ شدنی ہے۔ آفت نہ گہانی کو سر پر ہی سمجھے گا۔ اب تو راجہ کے ہوش اڑ گئے۔ خیال ہوا کہ ہزاروں افغانی خوشخوار۔ لاکھوں ماریہ جلا کر رکھ گئے۔ ان کا خون ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائے گا۔ مار گزیدہ از ریسماں مے ترسد۔ دودھ کا جلا چھا چھ بھونک بھونک کر پیتا ہے مہاراجہ پر پچھت کی موت سے شاپ ربد دعا کا تجربہ ہو چکا تھا۔ دل تھرا یا۔ کلیجہ سم اٹھا۔ جگہ سے چلے تو ہستنا پور میں دم لیا۔ فکر ہوئی کہ کوئی لایق خلیفہ برہمن ملے۔ تو پروہت کی حیثیت میں مجھے عذاب سے نجات دلوائے۔ اور بد دعا کا ازالہ کرے (زمانہ عبادت و ریاضت تھا۔ کشف و کرامات کی گرم بازاری تھی۔ راجہ نے جنگل کی راہ لی۔ خاک چھانتے چھانتے تقدیر ایک آشرم میں لے گئی۔ جہاں ہرشی سُر ت شردا اور ان کے فرزند سوم شردا رونق افروز تھے۔ راجہ نے ڈنڈوت کر کے ہرشی سُر ت سے درخواست کی :-

”مہاراج میری دلی خواہش ہے۔ کہ آپ کے فرزند سوم شردا جی کو اپنا پروہت بنا کر زندگی سنبھال کر لیں“
 سُر ت شردا۔ کیا مضائقہ۔ جو مرضی۔ مگر یہ سمجھ لیجئے۔ سوم شردا بڑا دیوانہ اور عالی ہمت ہے کسی کا سوال رد نہیں کرتا۔ کوئی کیوں ہو جو چیز ان کے یہ بے غل و غش اٹھا دے گا۔ اگر تم متحمل ہو سکو۔ تو سوم شردا موجود ہے شوق سے پروہت بناؤ۔

راجہ جنمے۔ ان کو سب اختیار ہے۔ میں جو آف بھی کروں۔
 بات طے ہو گئی۔ راجہ شوم سردا کو لئے ہوئے مکان پر آیا۔ شوم سردا
 پر دست ہوئے۔ راجہ نے کیا وزرائے سلطنت۔ کیا اراکین دولت حتیٰ
 کہ بھائیوں اور خاص رانی کو بھی فمائش کر دی۔ کہ شوم سردا کی بات
 کبھی نہ ملے۔ جو یہ مانگیں بے تکلف دید و لیت لعل آسے بلے کی کوئی ضرورت نہیں۔
 حکم کی تعمیل ہونے لگی اور راجہ کو فرمازدانی کرتے ہوئے زمانہ ہو گیا
 آخر راجہ جنمے نے تمکدلا کو فتح کر کے شامل قلمو کیا۔ اور راجہ پوت کی مشورت
 سے راجہ جنمے اور راجہ موصوف الصدر کے پر دست و صوم رشی مقرر ہوئے۔
 رشی کے تین شاگردان رشی (آردنی۔ انیو۔ اور وید) عالم اجل و فاضل
 اکمل تھے۔ اس پر گرو بھگتی سونے میں سونا لگا۔ چونکہ راجہ کو یکسہ کی خوشی تھی
 اس لئے اس نے ان تینوں چیلوں میں سے وید کو اپنا او پدھیا سے بنایا۔

ادھائے ۳ ویدرشی کی استری کا اظہار عشق اسکے نتایج اور شریک کی

ویدرشی راجہ جنمے کے ساتھ ہیں۔ اس کا مشہور چیل اوتنگ رشی اپنے
 گرد کی اجازت سے آشرم میں مقیم ہے۔ اوتنگ رشی کا دھرم تیج اور گرد
 بھگتی ضرب المثل ہو رہی ہے۔ اس پر شباب کا زمانہ۔ جوانی کا عالم۔ اک
 تو نیناں مدھ بھرے دو بے انجن سار و الاسا ملہ
 اک تو گن دینوئی۔ دو بے رہ پ بنندہ
 یہ دونوں کہاں پائے سونا اور سو گندہ
 کا تو حسب حال۔ ویدرشی کی دھرم پتنی کے بے تاب دل پر بے باحت و

ملاحت موہنی ڈال گئی۔ جیسا و شرم نے پان رخصت لیا۔ صبر و قرار جواب دے گئے۔ پاکباز طبیعت آپے میں نہ رہ سکی۔ غلبہ محبت اور ولولہ عشق سے کلیجے میں دلی ہوئی آگ کو شعلہ زن کر دیا۔ خواہشیں دبائے سے نہ دہیں۔ حسرتوں سے سچا نہ بیٹھا گیا۔ منہ سے کہلاواہی کے چھوڑا۔

نام الفت ہے رقم مہر لب خاموش میں
کیا کہوں دل جان سے کیوں تنگ ہے آغوش میں
کیا گو صدا آنکھوں کی حیا نے عرض مطلب پر
مگر جب دل سے نکلی بات آکر رک گئی لب پر
یروا سخن معنی بند نہ تھا۔ طرز کلام میں المعنی فی البطن الشاعر کے کناہے نہ تھے۔ اوتنگ رشی صاف سمجھ گئے۔ کہ منشا کیا ہے۔ غیرت و حیرت نے قیام کا اندازہ بدل دیا۔ دست بستہ گزارش کی۔

”ماتا جی آپ مانتا ہو کر مجھ سے یوں فرمائش حیرت ہے۔ میری ذات سے کبھی ایسی امید نہ رکھئے“

ویدرشی کی استری پر اس جواب نے اثر کیا۔ شرم سے اس کی گردن نیچی ہو گئی۔ منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ مگر دل ہی دل میں کڑھ گئی۔ محبت نے دشمنی کا چولا بدلا۔ تاہم ظاہری صورت میں کچھ دنوں کے لئے معاملہ رفت و گذشت ہی سا ہو گیا۔ آخر ویدرشی آ شرم میں تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ بات یوں تھی۔ اوتنگ رشی سے بہت خوش ہوئے۔ فرمایا جو خواہش ہو مانگ لو خوشی سے دینے کو تیار ہوں۔

اوتنگ رشی۔ آپ کے چہرہ کی سیموں کے سوا کوئی بھی خواہش نہیں۔ یہی میرا ریم و صرم ہے۔ آپ ہی جو ارشاد فرمائیں۔ اس کی بسر و چشم تعمیل کروں کتنا ہی مشکل کام ہو۔ آپ کی توجہ سے ان واحد میں ہو سکتا ہے۔ صرف جنبش نظر کی ضرورت ہے۔

ویدرشی۔ اچھا جاؤ۔ اپنی مانتا سے پوچھو۔ کیا ہوس۔ کیا مطلب ہے جو اس کی مرضی ہو پوری کرو۔

اوتنگ رشی نے ویدرشی کی استری سے دست بستہ گذارش کی۔ مہابھار
 حکم ہوا بھی بجالاؤں۔ کچھ زبان سے فرمائیے۔
 ویدرشی کی استری کے دل میں عداوت کی گرہ مضبوط ہو چکی۔ اُس نے
 سوچا کہ بخار نکالنے کا یہی موقعہ ہے۔ بس حکم دیا کہ
 راجہ بھت کے یہاں جاؤ۔ رانی کے جڑاؤ کنڈل لے آؤ۔ مگر چار دن
 سے زیادہ دیر نہ ہوئے۔

حکم کی دیر تھی۔ اوتنگ رشی وہاں سے ہوا ہوئے۔ سچ مچ ہی پر لگا کر اٹے
 اور راجہ کے پاس جا پہنچے۔ فرمایا۔ کنڈل لینے آیا ہوں۔ ویجئے۔ اور اشیر باد
 لیجئے۔ راجہ اوتنگ رشی کے چہرے سے بھانپ گیا۔ کہ کنڈلوں کا سوال
 ذاتی ضرورت سے نہیں۔ ضرور کسی اور کی فرمائش ہے جس کی وجہ سے
 رشی مہاراج کو خود تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ اس نے فوراً رانی سے کنڈل
 کی جوڑی منگوا رکھی۔ رشی وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو راجہ
 میں اور ہی گھل کھلا۔ تشکک نے کنڈل اڑ لئے۔ اور زمین میں غائب۔
 رشی کو افسوس ہوا کہ کیا کرایا بگڑ گیا۔ ساری محنت اراکھت ہوئی۔ آخر وہ
 سوراج کھو دنا شروع کر دیا۔ جس میں تشکک و بے یقینی ہو گیا تھا۔ اوتنگ رشی
 نے اب منتروں کی برکت سے راجہ اندر کی یاد کی۔ ان پر رشی کے تیج پر تاب کا
 اثر ہوا۔ ویدرشی کے چیلے کی عزت پہچان کر وہ خود آگئے۔ رشی کی مدد
 کی۔ اور کنڈل کی جوڑی بدستور رشی کے ہاتھ آگئی۔ رشی وہاں سے لمبے
 پڑے۔ ویدرشی اور رشی پٹنی کی خدمت میں آئے۔ کنڈل کی جڑاؤ جوڑی
 پیش کی۔ دونوں کنڈلوں کو دیکھ حیران رہ گئے۔ اوتنگ رشی کی خدمت
 لائقہ نے دل کا کنول کھلا دیا۔

تشکک اوتنگ رشی کو چمکے سے چکا تھا۔ رشی کی کے دل میں عداوت جڑھ پڑ
 چکی تھی۔ گوشمالی کا خیال نہ بھولتا تھا۔ ایک موقعہ پر راجہ ججھے سے کہہ اسی
 بیٹھے۔ کہ تشکک ناگ کی نالائقہ قابل معافی نہیں۔ آپ کے والد
 لہ تشکک ناگ باسی کا بھائی ہے۔

ماجد پر اس نے نہرا گل کر موت کے منہ میں جھونکا۔ ضرور سزا کے لائق ہے۔
آپ سرپ جلیہ کریں! میں آہوتی دیکر منتروں کی غیبی طاقتیں دکھاؤں گا۔
راجہ جنہجے نے رشی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ جلیہ ہوا اور سنگ شئی نے
آہوتی دینے میں وید منتروں کی وہ وہ کراہائیں دکھائیں۔ کہ اندر کیا اندر
آسن بھی کھچا ہوا چلا آیا۔

اوصیائے ۴

کدو اور بنتا کا سوتیا ڈاہ اور ارن گڑ کی سپید نش

اگر شر دیوں راوی ہیں۔ کہ بھرگ رشی نے ایک وقت اگن دیوتا کو آتش
غضب کے اشتعال میں شعلہ زبان کی شررا نگیزی سے سراپے یا کہ توسانیوں
کو زہر مار کرے۔ اس کی ساری روٹا دوسرے گزشت بیان کر کے شئی جی نے
پھر زبان فیض تر جان سے گل افشانی فرمائی یکیشپ **महर्षि कश्यप**
دو محترمان بزم اخلاص۔ ایک کدرو **कद्रु** دوسری بنتا **बनता** کی
سوتیا ڈاہ مشہور ہے۔ سوت چوڑ کی بڑی۔ ایک میان میں وچھروں کا
افرخانی نہیں جاتا۔ ان کے دلوں میں بھری ہوئی چھریاں بھی میان سے
اگل پڑیں۔ اور جو نتیجہ ہوا وہ گوش گزار کیا جاتا ہے کشیب کی دونو انیس
جلوت و جنلیس جلوت میں بڑا پایا رہا۔ ایک دوسری کو دیکھ کو جیتی بیٹیں۔
اب دلوں میں گرہ پڑنے کے سامان بندھے۔ گوشت سے ناخن جدا ہونے کا
رنگ جہا کشیب جی صاحب کشف و کرامات تھے۔ کدرو نے ہر و ان
مانگ لیا۔ کہ فیض دعا سے مجھے ایسے ہزار فرزند لیں جو بڑے طاقتور اور
درجہ کے شہنور ہوں۔ بنتا نے سوچا کہ میں کیوں چوکوں۔ مشوہر

سے بردان مانگا۔ کہ مجھے صرف دو وزیر نظر چاہئیں۔ مگر وزیر نظر کون جو
 کدرو کے ایک ہزار لڑکوں پر طاقت و سالت میں بھاری ہوں۔ وہاں
 ذرا سی جنبش لب کی دیر تھی۔ اچھا کہتے ہی ناوک مراد نشانہ پر جہم بیٹھا۔
 اور کامیابی مقاصد کی امیدوں نے آرزو مندوں کی مراد کی جھلک کھانا
 شروع کی۔ یعنی کدرو کے بطن سے ہزار اندھے پیدا ہوئے اور بتک بطن سے
 پانچ سو برس گزرنے پر اندھوں سے ہزار ایسے افنی خوشخوار پیدا ہوئے۔
 کہ جن کی چھنکار سے آگ کے شعلے برس جاتے۔ اور گرواب زہر کے تھیرے
 لگتے تھے۔ بتنا زیادہ صبر نہ کر سکی۔ بیتابی انتظار سے اس نے اپنے ایک
 اندھے میں سوراخ کیا۔ تو حقیقت کھلی کہ بچہ ابھی ادھور ہے پورے
 دنوں کا نہیں۔ اسی وقت اندھے سے نکلنے والی آواز نے اسے چونکا دیا۔
 اور یہ الفاظ اس کے کانوں کو سنائی دیئے۔ مجھے ایام پیدائش سے بہت پہلے
 نکالنے کی خواہش کی بہت جڑا کیا۔ اب پانچ سو برس تک غلامی کی نلت بھگتو۔
 اور دوسرے اندھے کو بھی پھوڑ و نہیں تو غلامی کا ٹیکا اور پانچ سو برس کے لئے
 متھے پڑیگا۔

اتنا کہتے ہی ارُن **अरुन** جو اُتوبس آکاش ہی پر تھا۔ وہاں
 راجہ اندر کی رتھ بانی نصیب ہوئی۔ آفتاب طلوع و غروب ہوتے وقت جو
 سرخی گوشہ مشرق و مغرب میں نظر افروز ہوتی ہے۔ وہ شفق نہیں۔ ارُن
 ہی کے جمال جہان آرا کا پر تو ہے۔ ارُن کے آکاش پر اُرتے ہی دوسرے اندھے
 سے گرڑجی نے لباس استی پہنا۔ اور وہ بھی فوراً ہی اکاش پر پرواز کر گئے
 برہما جی نے اغذیہ لطیف تیار کر رکھی تھیں۔ گرڑجی نے تناو ل
 کیں۔ گرڑجی سب پرندوں کے بادشاہ ہیں۔ دیوتاؤں کی
 مدد کرنا فرض منصبی ہے۔ سانپوں کو نہ ہمارا کرتے ہیں۔ اور سری
 کرشن جی کا باہن ہیں۔

کسی روز کدو ربتا دونو ہی جا رہی تھیں۔ راہ میں سورج کا
 گھوڑا اچ شروا نظر آیا۔ دونوں نے اس کی پرستش کی۔

لوم ہر شے اتنا ہی کہنے پائے تھے۔ کہ سونک رشی نے دریافت کیا کہ ابھی شروا کون ہے؟ اس کی پیدائش کیونکر ہوئی؟
لوم ہر شے جی نے فرمایا۔ کہ سمندر مٹھے جانے کے وقت جو چودہ
رتن برآمد ہوئے تھے۔ اُن میں ایک لُج سردا بھی تھا۔ میں سارا اجرا
بیان کرتا ہوں۔ جس سے آپ کو امرت کی حقیقت
معلوم ہو جائے گی۔

ادھیائے ۵

سمندر مٹھا جانا۔ چودہ رتنوں کا طور اور تقسیم

سومیر پر بت اور سب پہاڑوں سے بلند پہاڑ ہے۔ جس کی
طلائی نرق برق سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ قدرت نے واقعی ایک سونے
سے پہاڑ ہی کو نوز کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس زمین پہاڑ
میں قسم قسم کے جواہرات کی کانیں ہیں۔ ہر مرض کی دوائیں ہیں۔
دیوتاؤں کی تفریح گاہ ہیں۔ اور اس کی بندھی وہ کہ طائر خیال
کی رسائی ممکن نہیں۔ ایک ایک چوٹی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔
ایک روز یہاں دیوتاؤں کی سیر و تفریح سے دل بہلا ہے تھے۔ ادھر ادھر
کی باتوں میں امرت کا ذکر چھڑ گیا۔ سب کو دھن بندھی کہ امرت
نکا لٹا چاہیے۔ مگر نکلے کیونکر۔ یہی ٹیڑھی کھیر ہے۔ اب عقل کے گھوڑے
دوڑنے لگے۔ آسان زمین کے قلابے ملائے والی پیش بندیاں سوچی جانے لگیں۔
بشن بھگوان بھی وہیں موجود تھے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ امرت کا

نکلنا بائیں ہاتھ کا ٹھیل ہے بشرطیکہ دیوتا اور دانو مل جل کر سمندر متھ
ڈالیں۔ ادھر سمندر مٹھا گیا۔ ادھر امرت آ نکلا اور امرت ہی نہیں وہ
وہ رتن برآمد ہوئے کہ باید و شاید :

یہ سنتے ہی دیوتا اور دانو مندر اچل پہاڑ پر جٹ گئے۔ لاکھ زور
لگایا۔ مگر کوہ گراں کو جنبش تک نہ ہوئی۔ آخر شیش ناگ جی سے درخواست
کی۔ ان کے نزدیک بات ہی کیا تھی۔ مندر اچل کو اٹھایا اور سمندر کے ساحل
پر پہنچا دیا۔ اسی کی ضرورت تھی۔ اتنے بڑے پہاڑ کی مٹھانی کو رسی کہاں
سے آئے پس باسکٹ ناگ سے کام نکالا گیا۔ مکھڑ راج یعنی سری لنہا جی کو
کشیپ روپ رکھچھ اوتار، سے التجا کی گئی۔ کہ لپشت اقداس پر
مندراچل روکیں۔ انہوں نے پہاڑ پیٹھ پر روکا۔ باسکٹ ناگ مندر
چل کے ارد گرد پیٹا گیا۔ دم دیوتاؤں نے پکڑی۔ منہ راجھیسوں
کے ہاتھ میں تھمایا۔ مٹھانی سمندر مٹھا جانے لگا۔ باسکٹ ناگ کے
منہ سے گرم ہوا کی دھونکنی سی چلنے لگی۔ زہر کا پھین نکلتے لگا۔ اس
حالت کو دیکھ کر راجھیسوں کی بوٹی بوٹی لرزنے لگی۔ ادھر سمندر سے
بھی خوفناک گھڑ گھڑا ہٹ پیدا ہوئی۔ جانوران آبی کا دم نکلا جاتا تھا
روح فنا ہوئی جاتی تھی۔ مندر اچل کے چھتارے درختوں سے سمندر
متھنے والوں پر پھولوں کا مینہ برس رہا تھا۔ اور درختوں کی شاخیں
ایک ایک دوسرے سے رگڑ رگڑ کر پیڑ کو کرہ مار بنا رہی تھیں۔
آگ کی شعلہ زنی سے دامن کوہ کے چرند کباب ہو گئے۔ درختوں کا گوشت
پگھل پھل کر جھرنے کی طرح پہاڑ سے بہتا تھا۔ یہاں تک کہ سمندر کے پانی
کا رنگ دودھیا ہو گیا۔ دیوتا متھتے متھتے تھک گئے۔ دم پھولنے لگا۔
مگر ہمیں آتش درکاسہ ہنوز روز اول کو ہر مقصود کا کوسوں پتہ نہیں
برہما جی لنہا بھگوان سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا۔ کہ دیوتا مت چھوڑ
چلے۔ دست و بازو میں جان نہیں رہی بہت ہاڑ بیٹھے۔ حوصلہ
لہ شیش ناگ کے بھائی کا نام۔

جواب دے گیا۔ اب آپ اپنی قدرت نامتناہی سے ان کو قوت دیں تو کام
سیدہ محنت سوار تھ ہوئیں جی نے گزارش قبول فرمائی۔ دیوتاؤں کو
خاص طاقتیں حاصل ہوئیں۔ پھر متھنے کو جٹے زور لگایا۔ آخر نقش مراد
گرسی نشین ہوا۔ سلسلہ وار چودہ ترن برآمد ہوئے جن کے نام یہ ہیں:-
(۱) چندرماں جس کی ہرار ہا کر میں فی نفسہ ایک کرۂ نور تھیں۔
(۲) نکشی جن کے ترن اقدس کو سفید لمبوس کی زینت اور خوشنما زیور
کی آراستگی نور کے سانچے میں ڈھال رہی تھیں۔

(۳) سُرادیوی :-

(۴) اپنجی شردا۔ سمند تیز کام نقرۂ اندام :-

(۵) کو سبتہ من۔ بل گر انہیا جسے شری وشن جی نے ریب گلو
ہونے کی عزت دی :-

(۶) دھنت وید۔ جن کے ہاتھ میں امرت سے ہریز کنڈل ٹیکے ہوئے

(۷) امرت (یعنی آب حیوان آب حیات۔ آب بقا۔ آب زندگی
آب ظلمات، دھنت وید کے کنڈل میں تھا :-

(۸) ایرادنت۔ سفید ہاتھی جس کے چار دانت تھے :-

(۹) کال کوٹ۔ زہر بلا ہل۔ سم قاتل جس کی سمیت سے عینول لوک
میں زہر سا چھٹکا جاتا تھا :-

(۱۰) رمبھا۔ ماہ وشن مر طلعت اپسرا :-

(۱۱) کلپ برکش۔ بیکٹھ کا وہ مقدس درخت جو خواہشمند کو وہی

نے ایراوت کے نام **असृमातंग** امراتنگ **एरावता** ایراوت

सदावान سداوان **सुदामा** سداوان **मल्ल नाग** مل ناگ

पूर्वदिगज پورب دیگج بھی ہیں۔ (وشنو پران، دریا کے کاویتری کے سر

ایراوت چھتیر کے نام کا ایک قدیم تیرتھ ہے۔ ترشر **वज्रासुर** کو مار کر تعزیر

کے لئے اس مقام پر راجہ اندرنے تپسیا کی تھی۔ ہادیو جی نے اسی مقام پر ایراوت

کو از سر نو زندہ کیا تھا۔ اسی سبب سے مقام کا نام ایراوت چھتیر ہو گیا :-

چیز کے جسکی اُسے آرزو ہو۔ اُسے کلب تریا سر تر اور سر برکش کہتے ہیں ۶
(۱۲) سنکھ۔ عدیم النظیر جواہر سے مُر صغ ناقوس جس کی آواز ترلوک
میں گونج جاتی تھی ۶

(۱۳) دھنش (دھنک، عجیب غریب ساخت و اوصاف کی کمان ۶
(۱۴) مدار۔ شراب ناب جس کا سر و مُستی شباب و لُشہ جوانی کے
ساتھ ملے دو آتشہ کا کام کرتا تھا ۶

ایسے رتنوں کو دیکھا تو سب لوٹ ہو گئے۔ لکشی کے حُن گلو سوز
و جمال عالم افروز پر تو راجھسوں کی رال ہی ٹپک پڑی۔ امرت کے واسطے
منہ میں پانی ہی بھرا آیا۔ راکشس ضد کرتے تھے۔ کہ ہم لنگے۔ دو نو ہمارا
حال ہیں۔ دیوتاؤں کا کچھ حق نہیں۔ دیوتا کہتے تھے خوب رنگ لائی گلدی
جاؤ منہ دھور رکھو۔ مثل ہے ساجھے کی ہانڈی چور ہے پر پھوٹے۔ حصے
بخرے میں وہی کہاوت سچ ہوئی۔ فریقین کی آستینیں چڑھ گئیں موچے
بندھ گئے۔ تلواریں میان سے اُگل پڑیں۔ ترکشوں سے نیروں نے سر نکالا۔
دیوتا دیوتا ایک طرف ہو گئے۔ راکشس۔ راکشس ایک طرف۔ مار دھاڑ
شروع ہوئی۔ دو طرفہ وار ہونے لگے۔ لُش بھگوان نے سوچا کہ کُڑ سے
جو مرے تو نہر کیوں دے۔ وہ بات کر کے سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے
جمال دلفریب کو حُن عالم فریب کی زیب و زینت دی اور سہیلیوں
ہجولیوں کے جھرمٹ میں چھم چھم کرتے انکھیلیوں سے ل پر موہنی
ڈالتے، موٹے وہیں وار ہوئے۔ جہاں تلواریں بج رہی تھیں۔ عثوہ انداز بنے
وہ سحر کیا۔ ادا و ناز نے وہ منتر چلایا کہ سب کاٹھ کی پتلی بن گئے دیوتاؤں کی
نظر موہنی مورت کو دیکھ کر نقش دیوار بن گئی۔ راجھسوں کی بندھ جانیاں والی
ٹٹکی نے آنکھوں کی پتلیوں کو تصویرِ قالین بنا دیا۔ تلواروں کے
مُت تیغ نظر نے لڑائی سے موڑ دیئے۔ جنبش ابرو نے ناک بھوں چڑھانے
والی کمانوں کو میدھا کر دیا۔ دریا سے خون میں تیرنے والے جیلے گرداب
محبت میں ڈبکیاں لینے لگے۔ طوفانِ عشق کے پھیڑوں نے تلوار کے

لکھاٹ اُتارنے والے سو بیروں کے منہ پھڑپھڑے کیا دیوتا کیا راجپس سب کے سب پر وار اس فصح حسن کے گرد ہو گئے۔ آنکھیں چہرے پڑیں تو رنگس کی طرح لکٹکی بندھ گئی؟

اس تصویر نور نے سب کو از خود رفتہ اور جان و دل سے فریفتہ پا کر ایک عجیب انداز سے فرمایا:-

کیوں رتنوں کے لئے لڑے مرے جاتے ہو۔ لاڈ میں فیصلہ کر دوں جس کو جو دوں قبول کرے فضول جھگڑے کھڑے کیا فائدہ راجپس حسن نظر فریب سے اندھے ہو رہے تھے فوراً بول اُٹھے۔

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہے اگر بخشے رہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یا ر میں آئے

و شن جی کو فکر تھی کہ کال کوٹ کس کو دیا جائے۔ آخر شیوجی کی طرف خیال دڑا کہ ان پر زہر ملا ہل اثر پذیر نہیں ہو سکتا چنانچہ شیوجی سے فرمایا:-

”آپ ہی اسے نوش جان کریں۔ کیونکہ اور دیوتاؤں میں یہ طاقت نہیں کہ زہر ملا ہل کی سمیت برداشت کر سکیں؟“

شیوجی نے خوشی سے حلق میں سم قاتل ٹپکایا۔ تاثیر ملا ہل سے حلقوم نیلگون ہو گئی اور حسن صبح کے لئے یہ تاثیر زہر اس قاتل کا کام کر گئی۔ جو کسی چاند سے کھڑے پر مہر خوبی ثبت کر کے نظار گیان جال کے دلوں پر مومنی ڈال دیا کرتا ہے شیوجی بہاراج کے جتنے نام ہیں ان میں نینکنٹھ کا نام اسی واقعہ کی یادگار ہے؟

زہر ملا ہل کا سترابھرتا کر کے و شن جی نے مڑا اور کلپ برشن کو بیکٹھ کے حوالہ کیا۔ اور بارنی یعنی مدارا اچھسوں کے نظر کی۔ راجپسوں نے صباے تیز بادہ نشہ انگیز جو پائی تو پھر کیا تھا پہلے ہی بے پیٹے مست تھے۔ ساغر برسا غر دور پر دور چلے۔ تو کچھ گھڑے کی چڑھی چلو ہوئے عقل دہوش کھو کر نشہ فہم و ادراک ہرن ہو گیا؟

سُرسیت اندر دیوتاؤں کے راجہ تھے۔ راجہ کے لئے سواری سوزن تھی۔ لہذا اوجی شروار گھوڑا، اور ایرات راکھی، ان کے حصے میں آیا۔ کوستہ سن بشن جی نے خود زیب گلو فرمایا۔ لکشمی جی کو بھی آغوشِ محبت میں لے لیا۔ امرت کی باری آئی تو دیوتاؤں نے امید لگائی۔ رامہ زمانے بھر کا چھٹا ہوا تھا۔ راجپسوں کی پنکٹ سے اٹھ کر دیوتاؤں کے جتھے میں آ بیٹھا اور بے منت غیرے امرت کے گھونٹ پیئے۔ سورج اور چندرماں بھوپ پہچان گئے۔ دشن کی موہنی مورت سے کہا آپ نے کچھ پہچانا یہ کون حضرت ہیں۔ دیوتاؤں میں رامہ نے گھس کر سب کی آنکھوں میں دھول جھونکی۔ چکے سے امرت پی لیا۔

موہنی مورت آگ بگولا ہو گئی۔ سوزن چکر جو مارا تو سرالگ۔ امرت کی تاثیر رگ رگ میں پیوست ہو چکی تھی۔ سراٹا کر آکاش پر پنچا شور قیامت سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ نیچے کا دھڑن پرچت ہو گیا۔ جن کو زمانہ راہ کیت کتا ہے۔ ان کی وجہ تسمیہ یہی تھی جو بیان ہوئی اور سوچ کر سن چندر گرن کے باعث بھی ذات شریف ہیں۔ جو اُس وقت کا بخارا تک نکالتے رہتے ہیں۔

حصہ بجزہ تو ہو گیا۔ چودھوں تن جس جس کی قسمت میں تھے۔ اُسے مل گئے۔ مگر امرت دیوتاؤں کو مضم ہو گیا۔ اس پر راجپس چرا ہند سے ہوئے خوب نہرا گلا۔ اور پھر سہ بندیاں بندھ گئیں تیرتر کش کس گئے۔ اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔

راجپس تھے، مٹے کئے قصائی کے کئے۔ دیتا سیدھے سامنے بالکل گنو۔ ایک پیش نہ گئی۔ آخر سری بشن جی سے دُمانی کھینچی شور کا آسمان لیا دشن جی فوراً ہی موہنی روپ کو خیراد بکر زراٹن بن گئے۔ اور راجپسوں کو وہ بڑی مار مار کر اچانک لگایا۔ ہزاروں کھیت سے ہزاروں کو سمندر نے چھٹی نیاؤں دم بھانے ہوئے پہاڑوں کی کھوہوں میں نہ چھپا گئے۔

اکسہ چپس نک نہ سکا۔ دیوتاؤں نے فتح کا پھر براہِ یاد مندرا چل

کو اصلی مقام پر پہنچا دیا۔ سب نے سورگ کی راہ لی۔ امرت نزاراٹن
کے قبضہ قدرت میں آیا۔

ادھیائے ۶

شرط کی ہار جیت۔ کدرو کا فریب۔ یتنا کی غلامی اور

گرہ جی کا ذکر

جو تھے ادھیاء میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ کدرو اور یتنا نے اوچی شرما کو
دیکھا اور پرستش کی۔ اسی سلسلے میں لوم ہرشن رکھیش فرماتے ہیں کہ کدرو
نے یتنا سے دریافت کیا کہ اوچی شرما گھوڑے کا رنگ کیا ہے؟
یتنا سر سے پاؤں تک بالکل سفید ہے۔
کدرو نہیں تم بھولتی ہو۔ دُوم ضرور سیاہ ہے۔

ادھر بھی تاہم کلام اُدھر بھی سخن پروری فیصلہ شرط پر ٹھہرا کہ جس
کی بات جھوٹ ہو۔ غلامی اختیار کرے۔ کدرو جانتی تھی۔ کہ میں نے
سفید کو سیاہ کہا ہے۔ ہاں میں شک نہیں۔ اس نے اپنے بیٹوں سے
کہا کہ یتنا کی آنکھوں پر دیوار اٹھاؤ۔ اوچی شرما کی دُوم میں لپٹ
جاؤ۔ اگر شرط ہار گئی۔ تو غلامی کا کلنگ ماتھے پر لگیگا۔ بہتوں نے
انکار کیا کہ ہم سے یہ نہ ہوگا قول ہے۔ جان جائے ایمان نہ جلاے کدرو
اس جواب سے جل اٹھی سراپ دے دیا۔ کہ تم سب آگ میں خاک سیاہ ہو
چنانچہ یہی راجہ جنمے سے جگہ میں نقرہ نار غدا ہوسے۔ ان کے علاوہ
اور بیٹوں نے سوچا کہ اگر انکار کرتے ہیں تو سراپ آگ میں جھونکیگا۔ او
ماں کو بھی غلامی کرنی پڑیگی۔ اس لئے طوعاً و کرہاً سرتیول جھکا دیا۔
اور تعمیل حکم کے لئے زبان دے دی۔

کشیپ جی کو بھی خبر پہنچ گئی۔ کہ کدرو نے میرے بہت سے جگر بندوں کو
 ملعہ آتش بننے کی بددعا دی ہے اس رنج نے ان کا کلیجہ تڑپا دیا۔ تھے
 صاحب کشف و کرامات فوراً ہی برہما جی تشریف لے آئے۔ ڈھارس دی
 کہ کدرو کا قصور نہیں میری مرضی ہی یوں تھی۔ یہ سانپ بنی نوع انسان
 کو تکلیف دیتے ہیں۔ سینکڑوں کو ڈس گئے۔ ان کو ایسا شراب
 ہونا ہی لازمی تھا۔

یہ کہہ کشیپ جی کو وہ علم سکھایا جس سے زہر کی تکلیف کا فور
 ہو جاتی تھی۔ بعدہ تشریف لے گئے۔

اب سیرے کا سہانا وقت ہے کہی بدی بات تھی کدرو اور نہتا
 شرط کی ہارجیت کے شوق میں گھر سے چل نکلیں۔ راستہ آکاش سے
 تھا۔ وہاں سے سمندر کا نظارہ دیکھا تو دل بھٹکا ہو گیا۔ سمندر میں
 سری بشن بھگوان کی آرمگاہ تھی۔ بن دیوتا بھی سکونت پذیر تھے۔
 ناگوں کا بھی اسی میں قیام تھا۔ جواہرات کی کانیں بیشمار۔ اشیائے گرانبھا
 کا ہر طرف انبار۔ امرت کا سرچشمہ۔ چندرماں کا مطلع الانوار۔ لہروں کو
 دیکھ کر ڈوبے ہوئے دلوں میں خود بخود موجیں اٹھتیں۔ پانی کی چادریں پاند
 صبح کی روشنی کے عکس سے ایک دیر بے نور رہتا ہوا نظر آیا۔

یہ نظارہ دیکھتے ہوئے ادھر یہ منزل مقصود کی طرف سیدھا
 بھر رہی تھیں۔ ادھر سراب سے خوف زدہ بیٹے اوچی شرما کی دم سے جا
 چمٹے۔ سورج کے رتھ پر نگاہ جاتے ہی بنتا دیکھنی سے تو اوچی شرما کی دم
 سیاہ۔ اچنکھا سا ہو گیا۔ حیران رہ گئی کہ دن رات کیسی۔ قول ہار چکی۔
 بات کا پاس تھا۔ غلامی کی۔ اور رانی کدرو کی لونڈی بن گئی۔

ننتا کے دوسرے فرزند گر جی تھے ان کی طاقتیں اندازہ قیاس سے
 باہر تھیں۔ جہاں جس جگہ چاہیں اس کی شکل میں نمودار ہو جائیں۔ پلک نہ
 جھپکنے پاوے۔ جہاں منظور ہو وہیں پہنچیں۔ صورت ڈراؤنی حیرہ ہولناک۔
 ولادت کے کچھ دنوں بعد آکاش پر پرواز کی۔ تو دیوتاؤں کے ہوش

اڑ گئے۔ بدن کانپ اٹھ ایلجے میں تھر تھری پڑ گئی۔ جان ستر کوٹھوں میں چھپنے لگی۔ پیروں کی سنسناہٹ سے اوتا پر بہتے ہوئے دریا کی گھر گھر اسٹ مات تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ بادل گرج رہے ہیں۔ دیتا کاپتے تھرتے لگے۔ دو کی خدمت میں پہنچے عرض کی "مہاراج گڑجی نے کلجھ ہلا دیا۔ ہاتھ پاؤں تھرا دیئے ایسا نہ ہو سب کو سواٹا کر کے رکھ دیں"۔

اگن دیوتا۔ ڈروٹھیں۔ گھبرانے کی ضرورت؟ گڑجی تمہارے دشمن نہیں۔ خیر خواہ ہیں پشت پناہ ہیں۔ دیوتاؤں کے دست بازو۔ ہاں رتھپوں کے لئے ضرور تیر و ترازو ہیں۔ اس طرح ڈھارس دیکر دیوتاؤں نے سب کو ساتھ لیا۔ گڑجی کی خدمت میں گئے۔ اور ان کی مدح و ثنا میں یوں ترن بان ہوئے :-

آپ ریشوں کے سرتاج ہیں۔ کہگے اچ ہیں۔ سب شر زبان پر۔ چاروں ویداز بر کال آپ کی نظر میں چلتا ہے موت کا نام سے دم نکلتا ہے۔ پرند آپ کی رضا کے پابند۔ عقاب آسمان آپ کی مایوسی سے سر بلند نشن بھگو ان کے مرکب عرش پرواز۔ پر م سادھوؤں میں ممتاز دیوتاؤں پر نظر ترحم فرمائیے۔ آثار قیامت سے بچائیے۔ آپ کی تیزی پرواز سے دیوتا تھر تھراتے ہیں۔ ہاتھوں کے طوطے اڑے جاتے ہیں۔ آکاش کانپ رہا ہے پاتال مارے کے منہ ڈھانپ رہا ہے۔ زمین پر جیوری سی چڑھی ہے سمندر کی کپکپی بڑھی ہے۔ دشاؤں کی جان نکل رہی ہے۔ جانداروں کی روح دہل رہی ہے۔ رحم فرمائیے۔ سب کو مصیبت سے بچائیے۔ گڑجی نے ترس کھایا۔ چمکے کایج گھٹایا۔ اُرن کا دیدار کیا۔ بھائی کو پیٹھ پر سوار کیا۔ ماں کے پاس دیدار دکھائے :-

جس وقت سمندر مٹھا گیا تھا۔ راہو بھی امرت پینے کے لئے دیوتاؤں میں آگیا تھا۔ سورج نے مخبری فرمائی۔ چندر ماں جی نے آگ لگا لی۔ وشن نے سودشن چکر مارا۔ راہو کا سر اتارا۔ دونوں ٹکڑے کیت راہو ہوئے۔

سورج چندر ماں سے کہتہ خواہ ہوئے کمون نے سورج کو ستایا۔ خسوف نے
 چندر ماں کو بکلیا یا۔ سورج دیوتا نے کہا واہ۔ مفت میں حالت دی نیکی
 کا بدلہ بدی۔ دیوتاؤں نے خوب صلہ دیا۔ ہم کو خاک ہی میں ملا دیا تو یہی
 سر لوک میں آگ بھردوں دیوتاؤں کو جلا کر خاک کر دوں۔ غصے سے آگ
 بھولا ہو رہے تھے۔ راہو کیت حواس کھو رہے تھے۔ غصے کی دھن میں
 مست ہو گئے۔ گوشہ مغرب میں است ہو گئے۔ دیوتاؤں کا جی چھوٹ
 گیا۔ شیرازہ حواس ٹوٹ گیا۔ ڈرے۔ سورج دیوتا راہد ہوئے کہ سب سوا
 پہلے کہ کر میں پھو ہیں۔ اور دنیا خاک سیاہ۔ برہما جی سے فریاد کی۔ خواہش
 استمداد کی۔ برہما جی نے فرمایا۔ ہمت نہ توڑو۔ جی نہ چھوڑو۔ گر طرجی اپنے
 بھائی ارن کو گوش مشرق میں بٹھائے ہیں۔ وہ وہاں اپنا سکہ جائے
 ہیں۔ جب سورج دیوتا اوڑے ہوئے۔ سب مرحلے خود طے ہوں گے ارن
 سار تھی رتھ بان، بن جائینگے سورج کے تیج کو حکمت سے گھٹائینگے۔
 چنانچہ وہی ہوا۔ اور دیوتاؤں کی رکشا ہو گئی۔

ادھیائے۔

بنتا کی حالت غلامی۔ گر طرجی کو آزادی کی فکر اور

امرت لانے کی بابت جیت

ایک وقت گر طرجی بنتا اور کدرو کے پاس رونق افروز تھے۔ باتیں باتوں
 میں ناگ لوک کا ذکر چھڑ گیا۔ کدرو گر طرجی کی سوتیلی ماں بنتا سے بولی کہ
 "ناگ لوک کی شوبھا دیکھنے کو جی چاہتا ہے بے چلو۔ دکھا لاؤ۔"
 بنتا گر طرجی کی ماں، غلامی کی حالت میں تھی انجیل حکم فرض۔ اس نے
 کدرو کو پیش ادب پر سوار کر لیا۔ اور گر طرجی سے کہا:-

”جان وجگا اپنے بھائیوں کو تم لے چلو۔ یہ بھی دیکھ آئیں۔ گرڑجی نے سر تسلیم خم کیا۔ کدرو کے بیٹوں اپنے سوتیلے بھائیوں رناگوں کو پیٹھ پر لا کر پر بٹانہ تولے تو آنا فائیں سوچ لوگ کی قربت حاصل ہو گئی۔ گرڑجی کی کیا بات آفتاب کا اثر کہاں ہاں سوتیلے بھائی ناگ جھلسنے لگے۔ بدن پھینکنے لگا چروں پر مُردنی چھا گئی۔ غش غش آنے لگا کدرو کی امتا سے بچوں کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔ راجہ اندر کا دھیان کیا۔ بڑی لجاجت سے التجا کی۔“

ہیراج آپ دیوتاؤں کے سرتاج ہیں۔ ہمارا جادو ہیراج، میں ہزار آنکھوں سے چہرۃ النور کی رون ہے۔ ابر رحمت پانی کا سر چشمہ ہے۔ بٹے بٹے پر تپائی تیوہنی دھار می رکھیں آپ کی پستش سے صاحب کشف و کرامات ہوئے ہیں۔ میں آپ کو تسکار کرتی ہوں۔ مجھ پر نظر رحم ہو۔ پانی برسا کر میرے گلے کی پتن بچھا ئیے۔ گلے کے ٹکڑوں کو موزش آفتاب سے بچائیے۔“

اندر نے دعا قبول کی۔ دریا ئے رحمت جوش زن ہو اباد دل اُمنڈے گھنگور گھٹا میں چھا کیش بجلی کی جھک آنکھوں میں چکا چوندیہا کرنے لگی۔ وہ دو ٹکڑا برسا ایسی جڑی لگی۔ کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ناگوں کی جان میں جان آئی۔ تازہ دم ہو گئے۔ ماں کے ساتھ ریسندہ دیپ میں جا پہنچے۔ گرڑجی کی سواری تھی۔ وٹاں سے جو اڑے تو مکراد اس دیپ کی سیر کی۔ گھور لوانا سر تالاب، اور منورم کا فن کے قدرتی نظارے تھے سمندر کی لہریں زمین پر پانی کی ہلکی چادر بچھا رہی تھیں۔ رنگ رنگ کے پھولوں کی بھیننی بھیننی خوشبو سے سارا جنگل جھک رہا تھا سکنولوں کی شیفنگی نظر موہ رہی تھی۔ مستی بھرے بھنورے گونجتے ہوئے اس کنول کا رس لیکر اس کنول کی بہار لوٹتے تھے۔ یہاں کے نظارے سے ناناگوں کو از خود رفتہ بنا دیا۔ خوب ٹیلیس کیں۔ موجیں اڑا ئیں جب طبیعت بھر گئی۔ تو گرڑجی سے شکایت نہ لے۔

”اب یہاں سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ جی نہیں لگتا ہے۔ کسی اور
 صحرائے بے فضا کی سیر کراؤ؟“
 گڑجی نے دل میں کہا۔ واہ کوئی لونڈی غلام سمجھ لیا کہ لاف لاف
 پھرو۔ ادھر سے ادھر یہاں سے وہاں گھاؤ۔ یہ بات کیا ہے۔ ذرا ماتا جی
 سے تو پوچھو۔ اُٹھو، بے بنتا سے کہا۔
 ”ماتا جی کدرو کے بیٹوں نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے جب تکھا نوکر
 کی طرح پکارنا۔ جو جی چاہے حکم دے دینا۔ میں کان نہیں ہلاتا۔ دل
 ہی دل میں گڑھ کر کام کر دیتا ہوں۔“
 بنتا۔ بیٹا کیا کہوں۔ کدرو سے ایک شرط لگائی تھی میں چکے میں آگئی۔
 اُس نے دھوکے سے مجھے نیچا دکھایا۔ اب قول کی پابندی ہے لونڈا
 بنی ہوئی ہوں؟
 گڑجی کے دل پر اس بات سے گہرا چرکا لگا۔ شربت کا سا گھونٹ
 پی کر رہ گئے۔ مگر سوچتے سوچتے چال سوچی۔ ناگوں سے بولے:-
 اگر ہماری ماں حالت غلامی سے آزاد ہو جائے۔ تو میں آپ کو
 جو چیز کیئے لا دوں۔ فرق نہ ہو گا؟
 ناگ بولے، ہم ایک تدبیر تائیں۔ تمہاری حالت پرستاری سے
 نہ آزاد ہو جائے۔ تو ہمارا ذمہ۔ ہمیں امرت لا دو۔

ادھیائے ۸۔

امرت لانے کے لئے گڑجی کی روانگی۔ واقعاً
 سفر۔ ویوتاؤں کی مقابلے کو تیاری
 گڑجی راتا سے، امرت لانے کے لئے پارکاب ہوں۔ مگر کھوک کے پاس

بیچینی ہے۔ تاؤ۔ کیا کھاؤں ؟

بتا۔ کھانے کی کیا کمی سمندر میں نکھاد ہی نکھا ہستے ہیں سب کا بھوگ لگاؤ۔ بات ہی کو لسنی ہے۔ مگر دیکھنا کیس کسی برہمن کو نہ چٹ کر جانا کہ لینے کے دینے پڑیں۔ برہمن گروہ انسان کے مادی و مرشد ہیں۔ ذراعضہ کریں۔ تو پیش آفتاب سرد ہو جائے۔ دُکھتی ہوئی آگ شعلہ انگیز چہرے کے سامنے راکھ دکھائی دے ۛ

گرڑ آخر برہمن کی پہچان۔ کیا کہی ہوم کی طرح زم کی بھی آفتاب کی طرح گرم ۛ بتا۔ جو گلے میں اُترتے وقت تکلیف مخلوق کا باعث ہوں اور محلے میں اجیرن ہو جائیں پھضم نہ ہوں پس وہی برہمن ہیں۔ اب جاؤ ایٹور تمہارا دائیں رہیگا۔ تیں بھی بیٹھی انتظار کرتی ہوں ۛ

گرڑ جی ماں کا حکم پا کر اڑے تو آکاش ہی پر تھے۔ وہاں سے نکھادوں کے شہر میں جا اُترے دیکھا کہ گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں ہر طرف بھیڑ ای بھیڑ آؤ دیکھا دتاؤ۔ منہ کھولا اور ایک جگہ بیٹھے گئے شکار کی تاک میں ۛ انکھوں میں دھول جھونکنا منظور تھی۔ اس زور سے پھر پھڑاٹے کہ بھادوں کی اندھیری مات ہو گئی۔ ماتھ کو ماتھ نہ سوچتا تھا۔ نکھاد اندھیرے میں چلتے چلتے آئے تو سب کے سب گرڑ جی کے منہ میں۔ گرڑ جی نے فوراً منہ بند کر لیا۔ اور سب کا ایک لقمہ کر گئے۔ دفعتاً منقار سے آگ کے شعلے بھر پکے گرڑ جی ڈرے کہ کوئی برہمن تو نہیں حلق سے اُتر گیا وہ بولے :-

” اگر واقعی کوئی برہمن ہے۔ تو بے تکلف منہ سے باہر نکل آئے ۛ صدا آئی کہ :-

میں اکیلے نہیں میری زوجہ عفت گزین بھی لقمہ اجل بن رہی ہے اس کو بھی تو ساتھ لے جانے کی اجازت ہو ۛ گرڑ جی۔ شوق سے نکال لو۔ اختیار ہے ۛ

برہمن اور برہمنی دو نو قمر فنا سے بچ کر جان کی خریدتے منزل مقصود کی طرف چل دئے سادھر گرڑ جی نے بھی قدم اٹھایا۔ تھوڑی دیر میں

کشیپ جی سے ملاقات ہوئی۔ صاحب سلامت مصافحہ و مُعائنۃ کے بعد کشیپ جی نے پوچھا۔

”کسو۔ کھانے پینے کا سہیقتا کیا ہوتا ہے؟“

گرگڑ جی۔ کیا کھوں فحط تو اسی کپے پیٹ میں تو دینا پڑتا ہے؟
کشیپ جی۔ پھر تو آدمیوں سے پیٹ بھر و ہر جگہ انکا جنگل ہی جنگل ہے؟
گرگڑ جی۔ ہاں ہمارا ج۔ آج کو کھانا مل گئے تھے ان کو پیٹ کا ایندھن بنا یا۔
مگر بھوک نہ مٹی۔ اب میں والدہ کو قید کی غلامی سے نجات دینے کو امرت لینے جاتا ہوں وہاں کوئی چیز بتائیے کہ کھا کر بھوک مٹاؤں اور امرت لاؤں؟

کشیپ جی۔ وہ دیکھو سامنے سرد ورتالاب، موجیں مار رہا ہے اس میں
دیا پوڑا کچھوا پیاڑا سا نظر آئیگا۔ اور جنگل میں ایک کوہ پیکر ہاتھی ملیگا۔ وہ
تمہاری شکم سیری کو کافی ہونگے۔ یہ دونو ایک دوسرے کے مارا تین ہیں۔
یہ اس کے خون کا پیا سا وہ اس کی جان کا بھوکا۔ یہ پائے تو جیتا کھالے
اس کا بس چلے۔ تو اس کی ہڈیاں چبا لے۔ ایک زمانے میں یہ رشی تھے دولت
پر آپس میں چل پڑی۔ خوب لڑائی جھگڑا ہوا۔ بھاد سورش نے چھوٹے
بھائی کو بددعا دی کہ آدمی سے کچھوا ہو جائے سو پرتیک رشی نے بڑے
بھائی کو کو سا کہ ہاتھی بن جائے۔ بددعا میں قبول ہویش۔ ایک کچھوا بن
گیا۔ ایک ہاتھی مگر جھگڑا نہ چکا۔ دل کی گرہ نہ کھلنا تھی نہ کھلی۔ ہاتھی جب
پانی پینے جاتا ہے۔ کچھوا چوٹ کرتا ہے۔ دونو گتھ جاتے ہیں۔ خوب
کٹا جھجھ ہوتی ہے اور نتیجہ ہر روز تین کانے جس وقت یہ دونو گتھے ہوں
تم پہنچو اور دونو کو ڈکڑ جاؤ۔ سیری ہو جائے گی؟

کشیپ جی یہ کہہ چلتے ہوئے اور گرگڑ جی نے شکار مطلب کی تاک لگائی
فدا دیر میں دیکھا تو ہاتھی اور کچھوے میں گتھاؤ ہو رہا ہے۔ انہوں نے
جھپٹ کر ایک پنجے میں کچھوے کو دبوچا۔ دوسرا جنگل ہاتھی پر مارا۔
اور اڑ کر سمیر بہت پر دم لیتے ہوئے اپنی تیر تھ کے کنارے پہنچے۔ یہاں کیا
توکل درختوں کا رنگ طلائی۔ برگ بارانگاروں کی طرح لالوں لال۔

گرڑجی نے سرفک چھٹنا سے دخت پڑکا سر کرنا چاہا۔ جو میں نے بچے
ٹیکے۔ شاخ تنے سے الگ۔ گرڑجی نے منقار سے شاخ پکڑ لی کہ کہیں بال
کھل شیوں کو ضرر نہ پہنچے۔ اب گرڑجی کچھو سے اور ہاتھی کو پنجوں
میں دبے شاخ شجر کو منقار میں دبائے اڑے بال کھل شی تیراں تھے
کہ ایک پزندایسا طاقتور کہ دیوتاؤں میں بھی یہ قوت دیارائی نہیں۔
اتنا بوجھ اٹھا کر اڑنا کسی خاص غیبی طاقت کا فیض ہے انہوں
نے خوش ہو کر گرڑ نام رکھ دیا۔

گرڑجی جگہ جگہ پھر سے ملکوں ملکوں کی خاک چھان ڈالی مگر شاخ
رکھنے کے واسطے کوئی مقام نظر نہ آیا۔ آخر وہ گندھ مادن پہاڑ پہنچے۔

گندھ مادن پہاڑ **گاندھمادن** روک پتھ **رومک پتھ** کے اتر اور ریت
مال درش **کیت مال वर्ष** **والارت वर्ष** کے وسط میں واقع ہے (دیکھو
سندھ شرومنی ایت مال والارت ویش جنو دیپ کے نو درشوں میں سے دو درش
ہیں۔ نو درش کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱) **والارت वर्ष** (۲) **ریکک वर्ष** (۳) **ہرن می ویش** **हरण्यमय वर्ष**

(۴) **کر د ویش** **کورو वर्ष** (۵) **ہری ویش** **हरि वर्ष** (۶) **بھارت ویش** (۷)

کیت مال ویش (۸) **بھدر اشو ویش** **भद्राश्व वर्ष** (۹) **کیرک ویش** **किम्बुरुष वर्ष**

شرید بھاگوت کے قول سے بھگوان شری راجنندرجی کی مورتی سے شری جانی جی کے
ساتھ کیرک ویش میں راجمان ہیں۔ اور شری مہا پر جی گندھربوں کے ساتھ ان کی پاست
میں مصروف اور کھٹاٹنے میں مشغول رہتے ہیں شرید بھاگوت۔ اس گندھ نجم ادھیکا
(۱۰) **جیو دیپ پرتھوی** کے سات دیپوں میں سے ایک دیپ ہے۔ سات دیپوں کے نام یہ
ہیں (۱) **جیو دیپ** (۲) **پکش** (۳) **شال مائی** (۴)

کوش (۵) **کروچ** **क्रौंच** (۶) **شارک** **शार्क** (۷) **لشکر** **पुष्कर**

بشن پران کے قول سے گندھ مادن پہاڑ سمیر کا جزو ہے۔ مہا بھارت کے دوسے واضح ہوتا ہے
کہ یہ پہاڑ کیلاش سے فاصلہ پر ہے۔ کیونکہ مہاراجہ یدھشٹر جب گندھ مادن پہاڑ پر
گئے تھے۔ تو انہیں بدر کا شرم یعنی شری کیدار بدری ناتھ اور کیلاش سے گزر کر

یہاں کشیپ جی مشغول عبادت تھے انہوں نے اپنے پر پائی فرزند کو دیکھ کر کہا
دیکھو زیادہ تیزی نہ کرو۔ جلدی کی ضرورت نہیں بہت زور آزمائی بلےو۔
ہے جس شاخ کو تم لٹے پھرتے ہو۔ اس میں بال کھل رشی تشریف فرما ہیں۔
ان کی غذا سوچ کی کرن ہے کہیں ایسا نہ ہو وہ کسی حرکت سے ناخوش ہو کر
غضب آلودہ ہوں اور ایک نظر قتر سے تم کو خاک سیاہ کر ڈالیں۔ اس
لٹے ذرا دم لو۔ صبر کرو۔ نہ زیادہ تیزی اچھی ہوتی ہے نہ عجلت۔ دیکھو ب
بات بنائے دیتا ہوں کہ سانپ مرے نہ لالھی ٹوٹے۔ کام بھی بن جائے اور
کسی افتاد کا بھی سامنا نہ ہو۔

یہ کہہ کر کشیپ جی بال کھل رشی کی خدمت میں گئے۔ اور بڑے
ادب سے بولے:-

ہمارا ج! آپ رشیوں کے سرتاج ہیں۔ پیشیا میں آپ کا جواب نہیں۔
کشف و کرامات میں آپ یکتائے زمانہ ہیں۔ خرق عادت میں بینظیر ہیں۔

(لقہ حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں لکھا ہے کہ ناٹھیں تھیں ہر ناٹھیں طلب ایسا نام ہرچر
جلد ۳۲۱ میں لکھا ہے کہ ناٹھیں تھیں ہر ناٹھیں طلب ایسا نام ہرچر)

Between the ranges to the northern south
of merau to ranges the western range
called Gondha madan does really assist
and on serves to the lamaedi of P. tolemy
also called Kumudsain is the
Purains As. Re vol VIII P. 321

یہ خیال صحیح نہیں Comeddi گندہ مادن کا نام نہیں ہو سکتا۔ گندہ مادن پہاڑ ہے
پہاڑ کے شمالی حصے میں واقع ہے:-

اس پہاڑ پر درویدی کی فرمائش سے بھیمن پھول لینے گئے جہاں سری مہا بر جی سے ملاقات
ہوئی۔ مہا بر جی نے طاقت دکھائی بھیمن سخت حیران ہوئے آخر مہا بر جی نے بھیمن سے
جنگ مہا بھارت میں فقیابی کے لئے غائبانہ کمک کا وعدہ فرمایا:-

فردیگانہ ہیں۔ گڑجی آپ کا واس پیرا کیلجے کا ٹکڑا ہے۔ وہ اس وقت جس کام میں مصروف ہے۔ اس میں ذاتی اغراض مد نظر نہیں صرف بندگانِ خلائق کی بہبود کی غرض سے بار بار خدمت اٹھانا گوارا کیا گیا ہے۔ آپ کی تکلیف کے خیال سے گڑا دائے فرائض میں بچکچاتا ہے۔ دڑتا ہے کہ کبیں کوئی بات ناگوار خاطر نہ ہو۔ اور چشمِ عتاب کوئی قرنازل نہ کر دے اگر آپ اُسے اجازت دیں تو زہے نصیب۔ میری عین سرافرازی۔ گڑجی کا خاص شرف اوہل روزگار کے لئے صورت بہتری۔ چاند اروں کا رفاہ ہے۔
بال کھل رشی۔ گڑجی شوق سے اپنا کام پورا کریں۔ ہم لوگ خود ہی چلے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ تپ کر لینے۔

یہ کہکشاں کھل رشی وٹاں سے راہی ہوئے کوہ ہالیہ پر تشریف لے گئے۔ اور وہیں ثابت قدمی سے تپ میں مصروف ہو گئے۔
ان کے جانے پر کشپ جی کو اطمینان ہوا۔ گڑجی کی جان میں جان آئی۔ گڑجی نے کہا

میں نے سارا زمانہ چھان ڈالا۔ زمین کا گز بنا۔ آکاش کے چکر لگائے لیکن کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں اس شاخ کو رکھ سکتا۔ آپ زبان گوہرِ شان سے فرمائیے کہ کون جگہ آپ تجویز فرماتے ہیں یہ شاخ اس قدر وزنی اور لمبی چوڑی ہے کہ اس کے رکھنے کے واسطے کوئی خاص انخاص مقام چاہیئے۔

کشپ جی۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں۔ برفستانی پہاڑ سے بڑھ کر اس کے لئے اور کوئی موقعہ موزون نہیں۔ وٹاں نہ بنی نوع انسان سکونت پذیر ہیں۔ نہ دوسری اقسام کے ذی روح اور جاندار کسی کو کچھ تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ پس ایسے ہی پہاڑ پر جاؤ اور شاخ چھوڑ آؤ۔

گڑجی نے شکریہ ادا کیا اور شاخ کو لئے ہوئے وٹاں سے ہوا ہوئے ہوا پیچھے تھی۔ یہ آگے تیز پروازی آندھی کے جھوکوں سے کیس بڑھی بڑھی تھی۔ آنا فنا میں رون کے پہاڑ پر جا بیٹھے۔ اور جس مقام پر کشپ جی نے

فرمایا تھا میں وہ شاخ چھوڑی شاخ کا گنا تھا کہ گویا پہاڑ پر پہاڑ ٹوٹ
پڑا۔ کنڈن کی طرح چمکتی جواہرات کی طرح دمکتی ہوئی سرسفک چوٹیاں
ترنک گئیں۔ بڑے بڑے ٹیکرے پھٹ پھٹ کر ادھر اُدھر جا پڑے
جب پہاڑوں کی چوٹیوں اور پتھر کی چٹانوں کا یہ حال ہوا تو دھتوں
کا کیا پوچھنا سارے درخت جڑ سے اکھڑا کھڑ کر سر بسجود ہو گئے۔
اور زلزلہ زمین اور پہاڑ کے ترزل سے پھولوں کا ایک ڈونگر برس
گیا۔ شاخیں بالکل برہنہ ہو گئیں۔

اپنے کام سے چھٹی کر کے گڑجی نے پہاڑ پر آسن جمایا۔ اور ہاتھی
کچھوے کو مزے سے نوش جان کر کے نش وک طرف چل پڑے گڑجی
ادھر وہاں سے اڑے ادھر طرح طرح کی بد فتنگوئیوں کا تاننا لگ گیا۔
خراب خراب فالیں پیش نظر ہونے لگیں۔ آسمان بالکل صاف ابر کا
نام و نشان نہیں۔ مگر بادل کی سی وہ ہمیب گرج کہ الامان۔ اندر جی
گھبرا اٹھے۔ دل لرزنے لگا اپنے گرد برہسپت جی سے التماس کی :-
ہمارا ج! یہ آج ہے کیا یہ قیامت کے آثار کیوں دل ہلائے ڈالتے
ہیں۔ ایسا تو کوئی زبردست اور قوی بازو دشمن بھی نہیں جو میرے
سامنے ٹک سکے۔ آنکھ بھر کے دیکھنے کی بھی تاب نہ لائے پھر اس
ہمیب ناک حالت کی وجہ کیا ؟

برہسپت جی۔ ایک تو تم سے خود خطا گئی جو جسے تم خود بھی جانتے
ہو۔ عیاں راجہ بیان۔ دوسرے بال کھل شیوں کے فیض ریاضت و کشف
عبادت نے یہ سارا کھیل پرچ ویا ہے۔ ان کی برکت کی طفیل کشیک صاحب
قدرت و صاحب طاقت فرزند گڑجی ہوا کے گھوڑے پر سوار آندھی
کی طرح آرہا ہے۔ غرض یہ ہے کہ تم سے امرت چھین لی جاوے گڑجی کوئی
معمولی فیروغ نہیں اس میں خاص غیبی لافیتیں ہیں۔ امرت لے جانا تو
کوئی بات ہی نہیں وینا جان کا کیسا ہی مشکل کام کیوں نہ ہو۔ اس کے
نزدیک آسان سے آسان ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ کسی کی ایک پیش

نہیں جاسکتی۔ امرت لئے بغیر کئے والے نہیں
برہمست جی کی بات شکر اندرجی نے کان کھڑے کئے اور دیتا بھی
چوستے ہوئے کہ یہ تو بڑی ہوئی۔ بشگو نیوں کا رنگ دھنگ بے سبب نہ تھا۔
مگر خیر امرت کی حفاظت ہی لازمی ہے۔ پس ہرچہ بادا بار۔ یکہر سب نے
اپنے اپنے ہتھیار سمجھ تیر کش بندھ گئے تلواریں کھینچ گئیں۔ بھرتے سر اٹھایا۔
جڑاؤ ہتھیار بھلی کی طرح چمکنے لگے جو امرت کے دستوں نے زمین پر
ستارے چھٹکا دیئے۔

ادھیائے۔ ۹

گر رُجی کی امرت لینے کو روانگی۔ جنگ وجدل دیوتاؤں
کی ہزیمت۔ گر رُجی کی فتح۔ امرت لانے کی میاں بیہوش
جی کی سواری میں فرازی۔ اندر سے مصالحت سیانپوں
کی امرت محرومی۔ بنتا کی غلامی سے آزاد

اگر فردا رشی جی نغمہ سنج ہیں۔ کہ گر رُجی ہاتھی اور کچھوے کا ڈکار لکھو چلے
تو دیوتاؤں کو تیر کش بندھ پایا۔ سب کے سب ہتھیاروں سے لیں
ایک ایک میاں سے باہر۔ تلواریں نیام سے اٹھلی بڑھتی تھیں۔ تیر
کمان سے نکلے بھاگتے ہیں۔ مگر

سیاہی بہ لشکر نیا مید بکار
یکے مرو جنگی بہ از صد ہزار

آستینیں توب کی چڑھی ہوئی تھیں ہو چھل پر سب تاؤ دے رہے تھے

لیکن ل کی دہشت ماتہ پاؤں کی کپکپی پکار پکار کر کہہ ہی تھی ۵

نامردی و مردی فذیے فاصلہ دارد

بدن کی تھر تھری کیا تیرا سہ کی۔ کانپتے تھراتے ہوئے ماتہ کیا
تلوار کا جو ہر دکھا سینگے ۵

عروس ملک کسے درکنار گیر و جست

کہ بوسہ برب شمشیر آبدار نہ ند

اتنے میں گرڑ جی ہوا سے باتیں کرتے آندھی کی طح آہی پہنچے اور بس

ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ تلواریں بجلی کی طح ایک پر ایک

گرنے لگیں۔ بجروں نے پہاڑ توڑنا شروع کئے۔ بجلیاں نظروں میں کوند رہی

تھیں۔ پہاڑ ٹوٹتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گرڑ جی جھلائے تو پہلے بشو کران

سوتھجے میں دیو جہاں بشو کران بڑے سائنڈ فک میں۔ دیوتاؤں کے ہتھکڑوں

کی تمام غنئی طاقتیں انہی کی عقل و حکمت کا نمونہ ہیں۔ گرڑ جی نے انہیں سے

بسم اللہ کی توان کے ہوش و حواس غائب۔ ساری عقلمندیاں رخصت سپیروں

تیر قضا کا نمونہ دکھایا۔ منقار نے تیغ اجل پر رکھ لیا۔ سارا بدن لہو بہان اچھی

طرح گرد جھاڑنے کو بازو پھڑ پھڑائے تو پھر کیا تھا۔ ایک کالی آندھی سی آگئی۔

اور ہر طرف غبار ہی غبار۔ زمین سے آسمان تک گرد ہی گرد۔ یوں دیوتاؤں

کی ہتھکڑیاں میں دھول جھونک کر گرڑ جی نے جو پھر شہپر و منقار سے وار کیا

تو خون کے نوارے جاسی ہو گئے۔ وہاں زخم سے الامان و الحفیظ کی صدائیں

آنے لگیں۔ کوئی دیوتا پھڑکنے لگا۔ کوئی سسکنے کسی کی لب پر کراہ تھی۔

کسی کی زبان پر آہ۔ بدن پر زیر آہن کے عوض زخم کی بدھیاں نظر آنے لگیں۔

بڈیاں پسلیاں خون کی ندیاں بہانے لگیں۔ اند نے سوچا کہ مری ہوئی شامت آگئی۔

قیامت آگئی۔ فوراً بایر دھوا کو حکم دیا گرد و غبار ہٹائے تاریکی مٹائے۔ اوروں نے

پل ماتے ہی مطلع صاف کیا۔ اندھیلا مارا شوشی چھا گئی۔ اب تو سب کی آنکھیں

کھلیں۔ نظر کو سو جیسے بدھنے لگی۔ دیوتاؤں نے ہتھیار سنبھالے۔ پرگہ۔

ترسول۔ گدا اور شتم شتم کے چکروں سے مار دھارا شروع کی۔ دیوتاؤں کو

گر گرجی بیکی بیٹی دو گوش۔ دیوتاؤں کے ہتھیاروں نے گر گرجی کو چھپا لیا۔ نہ
راہ زتن نہ روئے ماندن۔ مگر گر گرجی مرد میدان تھے ہر مخالفانہ حملے
پر ان کا دل اور بڑھتا تھا۔ ہمت ہزار چند ہوتی تھی۔ ہتھیار پر ہتھیار
لوٹتے دیکھ کر انہوں نے تیغ ہمت کے وہ جواہر دکھائے۔

فلک گفت احسن ملک گفتم زہ

دیوتاؤں کی صفوں کو چیرتے دل کے دل بھاڑتے۔ خون رساتے ہاتھ
لوکھاتے بجلی کی طرح کڑکتے بادل کی طرح گر جتے آکاش پر پہنچے اوشپرو
سنگار سے پر۔ سو فار و جگر خو خوار کا کام لے کر دیوتاؤں
کے بدن چھلنی کر ڈالے۔ ہرے ہرے زخموں کا ایک بانع کھلا ہوا
نظر آنے لگا۔

ہر روئیں سے جاری ہوا فوارہ ہوکا

ضرب ایسی لگی خون دہن زخم نے تھوکا

گر گرجی کے حملوں نے دیوتاؤں کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ سارا دن تین تیرہ
نہ دو گیارہ ہو گیا۔ جس کا جدھر سینک سایا بھاگ نکلا جہاں پائے قرار
تھکا۔ سالن لی سادھ منڈلی اور گندھربوں نے مشرق میں جان چھپائی جنوب
میں بشورو دریاہ گزین ہوئے۔ سورج نے مغرب میں منہ چھپایا۔ اشونی
کما سنے گوشہ شمال میں جانبیری کی صیرت نکالی۔ جو دیوتا ختم ٹھونک کہ
جھٹے رہے ان کو بھی سر پر باؤل رکھ کر بھاگنا پڑا۔ گر گرجی
سے ایک پیش نہ گئی۔

ان دیو شعلہ خو۔ آتش مزاج یہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے۔ شعلہ
غیظ جھڑک اٹھا۔ نارہ غضب آگ بد سارنے لگا۔ چشم چشم سے انگائے
دھک اٹھ زمین پھٹنے لگی۔ آکاش گرم توے (تابا) کی طرح جل اٹھا۔
مگر گر گرجی پر آنچ بھی نہ آئی۔ ان کے تیج نے جو پھونک ماری تو بھڑکتے
ہوئے شعلے ایک دم سے گل۔ دھتے ہوئے انکا رے سرد۔ ان
دیوتا کا منہ دھوٹوں۔ بدن بالکل عرق عرق۔

جب آتش فساد پر پانی پڑ گیا۔ نارِ مخالفت بجھ گئی۔ گرٹ جی نے چھوٹا
 سروپ کیا۔ اودامرت کی فکر میں متزلزل مقصود کی راہ لی۔ بات کہتے دیر پہوتی
 ہے مگر گرٹ جی کے پہنچنے میں دیر نہ ہوئی۔ وہ جا پہنچے۔ اور دیکھا تو امرت
 نے گرٹ جی کے ارد گرد ایک آہنی جکڑ جکڑ کھاتے پایا جس کے آگ کے
 شعلے بھڑک بھڑک کر بجلی کی تڑپ کو مات کرتے تھے۔ گرٹ جی نے اس جکڑ
 کے گرد جکڑ لگایا۔ امد بالکل چھوٹا سروپ بنا کر ایک باریک سوراخ سے پار
 ہو کر گرٹ جی کے پاس ہی پہنچ گئے۔ وہاں دیکھا تو واقعی خونخوار گرٹ جی
 کے پرچہ نظر آئے۔ سانپ تھے یا نمونہ قیامت برفش گرم سے شعلے
 کھینچتے تھے۔ ذرا سی حرکت زبان انکاسے برساتی تھی۔ گرٹ جی نے پھر شہروں
 سے آندھی چلائی۔ اور ایسی گرد اڑائی کہ سانپوں کی آنکھیں چوندا ہوا
 گیس۔ کچھ سجھاٹی نہ دیا۔ گرٹ جی نے اب منقار سے جکڑ کو ادھر سے ادھر
 کر دیا۔ اودامرت کا گھڑا لیتے ہوئے گھر کی طرف بے پڑے موج کے
 لہجے سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے ہی تھے کہ بشن بھگوان سے سامنا
 واپس جی اُن کی ہمت و جرات طاقت و شجاعت کو سراہتے ہوئے بولے:-
 ”آفرین تمہارے دست بازو کو۔ دریا سے رحمت جوش پر ہے۔ جس
 نور مقصود کی آواز ہو طلب کرو۔ ابھی دوں دیر نہ کرو۔“
 گرٹ جی رہا تھا جوڑ کر آپ کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے کسی چیز کی کمی
 نہیں۔ اگر آپ سایہ دامن دولت میں دکھئے تو مزید مہربانی باہن بنائیتے
 تو اور بھی قدم دانی۔ امرت تو میرے پاس بھی ہے جس کو پلا دوں فنا اثر
 نہ کر سکے۔ کسی کے مارے نہ مر سکے۔ مگر آپ بردان دیں۔ کہ امرت نہ
 بیٹوں اور پھر ہمیشہ جیوں؟
 بشن۔ بہت اچھا۔ کامنا سچھل پدوی اٹل۔ آج سے تم ہمارے باہن
 (سوار) اور تمام پرندوں میں افضل زمین ہوئے؟
 گرٹ جی نے عاجز و اذی اور ذرہ پروری کا غکرتیہ ادا کیا۔ اور رخصت ہو کر
 لے اسی بردان سے بشن جی کا نام گرٹ و مہیج اور گندہ کامی ہوا

امرت لئے ہوئے اپنی ماتا رنبتا، کی خدمت میں چلے۔ ادھر سے یہ جا رہے تھے۔ ادھر سے اندر آ رہے تھے۔ دونوں سے راستہ میں مڈ بھیڑ ہو گئی امرت کو لئے ہوئے دیکھ کر اندر سے ضبط نہ ہوا۔ بجلی کی طرح تڑپ کر ایک جڑ سید کر دیا۔ گرجی ہنس پڑے اور بولے جڑ ہے یا پھول کی پنکھڑی۔ یہاں تو ایک رویاں بھی میلانہ ہوا۔ مگر خیر دویہ بیچ رشی کی ہڈیوں کی عزت رکھنا ہے

ملہ دیہیچ اھروہنی اور کرم کی دختر شناسنی کے فرزند۔ جب دواشنوی کماران کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے گئے راجہ اندر نے دویہ بیچ رشی سے کہا اگر آپ ان کو تعلیم دینگے۔ تو آپ کا سر کاٹ دیا جائیگا۔ ہمارشی دویہ بیچ کے حکم سے اشونی کماروں نے ہمارشی کا سر کاٹ کر گھوڑے کا سر لگا دیا۔ اور اسی گھوڑے کے منہ سے ہمارشی نے اشونی کماروں کے تمام علوم کی تعلیم دی۔ راجہ اندر نے اپنے قول کے ہمارشی کا پھر بھی سر کاٹ ڈالا۔ تب

اشونی کماروں نے ان کی گردن پر اسی سر جمایا۔ بھگوت میں ان کا نام دویہ بیچ **द्वीच** لکھا ہے جب دش پر چاپت نے وہ جگہ کیا تھا۔ جس میں شوجی کی ہشک کی لٹی تھی اور شتی جی کو جل جانا پڑا تھا۔ دویہ بیچ دش کی رائے کے خلاف تھے ندی دیبل، ہنس سے شونترے کر شوجی سے باہن ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا تب بھنگ کرنے کے لئے اندر نے المبکمار نامی اسپر کو روانہ کیا۔ اسی وقت ہرشی سرستی ندی پر پرین کو کہتے تھے۔ اسپر کو دیکھتے ہی کام دیو کا اثر ہوا اور تھم سے ساروت من کی ولادت ہوئی۔ برتراسر سے جب دیوتاؤں نے شکست کھائی تھی۔ اس وقت اندر نے ہرشی دویہ بیچ سے ان کی ہڈیاں مانگی تھیں۔ ہرشی ایسے فیاض اور ہر پکاری تھے کہ گویا راجہ اندر نے ان سے ہمیشہ دشمنی کی۔ مگر انہوں نے سوال پورا کرنے کے لئے ہڈیاں دے دیں۔ اور جولا جھوڑ دیا۔ ہرشی کی ہڈیوں کے اندر بحر کے علاوہ تلوار۔ ترسول۔ چکر۔ گدائی۔ قلم کے مختلف خونخوار ہتھیار سما رہے، بنے۔ چنانچہ سنسکرت کا قول تھا ہے۔

तस्यास्यमि रथो गृहः सुमन्वावतय कारयन्मम

दिक्पाता तानि प्रदारणान्यला क्वासी वृत्त चक्रप्र

पारथाववयमदा दीनम.प.

اور اندر بحر کی آبرو۔ اسلئے تمہاری خاطر سے ایک پرگڑائے دیا ہوں کہ خیر کچھ یاد نکار روزگار رہ جائے۔ تمہارے بحر کی ہیٹی تو نہ ہو، ویسے شہ کی بڈی کل توجہ نہ ملے۔ ورنہ کیا مجال تھی کہ ایک باں بیکا ہوتا جس وقت گرڑجی نے پرگڑیا دیا تو بائبل کی تصویر کی طرح دم بخود ہو گئے۔ خوبصورتی نے تصویر حیرت بنا دیا اور گرڑجی کو سپرن کے نام سے پکارنے لگے۔ اندر جی نے فرمایا کہ

”امتحان دست قدرت کی آرزو ہے دکھائیے ممنون عنایت فرمائیے“

گرڑجی دیکھوں نظر قدر سے دریا کو تو بل جائے

یہ کیا صفت موم ہر اک کوہ پگھل جائے

سو۔ ج پہ چڑھے تب جو نظر میری بدل جائے

ماہی زمین خاک کہتے پاسے کھل جائے

ابھی کر زمین کو ایک پر پر اٹھا کر جہاں کیسے رکھ آؤں سمندر موج مارتے۔

ہوں تو پرواہ نہیں۔ پہاڑ بھی آسمان سے باتیں کرتے ہوں تو باشد۔ سب

کے سب میری طاقت کے لئے پھول کی ذرا سی پنکھڑی سے زیادہ نہیں ۛ

اندر۔ اور یہ امرت کہاں لے جائیے گا ۛ

گرڑجی۔ اتنا بنتا کی ضرورت سے لئے جاتا ہوں سوتیلی ماں کدو رائے

بڑا فریب کیا خیر سب کچھ چٹھاٹا کر، اب میں جہاں امرت رکھ دوں۔

آپ شوق سے لے جاسکتے ہیں ۛ

اندر جی نے گرڑجی کی نظر عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ ممنون توجہ ہوئے

دوستی کا انہار کیا اور نقش قدم پر قدم رکھتے چلے ۛ

گرڑجی گھر پہنچے۔ اپنی والدہ بنتا کے پاسے آؤں ہوئے۔ کدو سوتیلی ماں،

اور سب سانپوں (سوتیلے بھائیوں) کو مجتمع کر کے کہا۔

بیجئے امرت حاضر ہے۔ کشا پر دیکھیئے۔ اب دیر کی ضرورت نہیں چھٹ

پٹ غل کیجئے۔ اور امرت پیجئے۔ آج سے میری ماں حلقہ غلامی سے

آزاد۔ اب تاخیر شما سلامت ۛ

سوتیلے بھائی پر بن میں پھول اٹھے دانت نکالنے تیسری کھل گئی ہو لے۔

ابھی گئے۔ اور فوراً سے پہلے آئے۔

سب سانپ مویں اڑاتے بنگلیں بجاتے ہانے کو گئے۔ اندر نے جو میدان
خالی پایا۔ تو امرت کا گھڑا لے اٹھے یہ جاوے جا آفا نا میں نظر سے ٹکایا۔
جب سانپ نہادھو کر آئے تو امرت ندارد۔ اب اس کو نہ مار گریں۔ سمجھ گئے۔
کہ ساری کثرت اندر کی ہے انہیں نے بتا دیا۔ پر سی تعالیٰ آگے سے ہٹا بی۔
یہ ہمارے جل فریب کا خیمہ ہمارے چھل کپٹ کا معادہ نہ تھا۔ کہ کر دیکھت
خیر کچھ مضائقہ نہیں جو چیز تھ سے چلی گئی۔ اس کے لئے کھٹ اسیوں ملنا فصول
یوں دل سمجھا بچھا کر سانپوں نے اس کشا کو زبان سے چاٹنا شروع کیا جس پر
امرت کا گھڑا رکھا تھا۔ امرت کے رکھے جانے کی وجہ سے کشا پاک مانی جانے
لگی۔ مگر کشا کو چاٹنے سے سانپوں کی دوزبانیں موگئیں۔ بتا کے گلے سے
طوق غلامی اُترا۔ گر جی اپنی ماتا کے ساتھ اس دشت پر بہار اور صحرائے
غیرت گزاریں رہنے بسنے لگے۔ دون کی پڑ مردگی دوا و عشرت کا فور ہو گئی۔
اگر شر و ہارشی فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ گر جی کے اس ماتم کو صدق عقیدت
سے سماعت کریگا۔ یا صاحبان علم کو پڑھ کر مٹاے گا۔ اُس کی نجات میں
گر جی کی برکت سے شک نہیں۔

ادھیائے۔ ۱۰

سیس ناگ جی کی تپشیا۔ برہما جی کی تشریف آوری۔
زمین کا سیس جی کے پھن پر قیام

سوت جی فرزند بلند اگر تھروا کی ناگوں کے نام گنا کر جو کلفشانی ہیں کہ:-
سیس جی بھی کدرو کے نور نظر و نخت جگر میں۔ وہ اپنی والدہ کی آغوش محبت
سے جدا ہو کر مشغول ریاضت ہوئے۔ ہوا بھانک کر عبادت کرتا شروع کی۔

پہلے گندہ ماون میں رہتے پھر بدر کا شرم (یعنی بدر می ناتھ) میں سکونت اختیار
کی۔ زان بعد گنو کران شیر تھ ہمایہ پہاڑ اور بیشکر راج میں تپ کیا عبادت
شاکہ اور ریاضت لایقہ سے برہما جی نہایت خوش ہوئے۔ خود بیشکر راج میں
تخلیف کی دیکھا کہ سیس جی ہڈیوں کا مال ہونگے گوشت پوست کا نام و نشان
نہیں۔ حالت پیرانتھا سے زیادہ اذ پذیر ہونی چہ غایت موزن ہو۔ فرمایا۔
سیس جی ہماری پمشیاہ سے گزر گئی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔
جس چیز کی خواہش ہو بے تکلف مانگ لو۔

سیس جی رما تھ جوڑ کر اپتا جی کوئی ہوس نہیں۔ کسی چیز کی طلب نہیں
صرف ایک افوس ہے کہ میرے بھائی سرب عقل سے خارج اور ایک سرے
کے لئے مارا آستین میں۔ آتش حسد گھر بھونکے جیتی ہے۔ ناٹھ رشک سے
سبکے کھجے سلکا کرتے ہیں۔ گر راجی کو بھی میرے بھائیوں سے دشمنی و عداوت
ہے۔ اس لئے میں نے تو تہیت کر لیا ہے کہ پوشیا کرتے کرتے خواہ جان ہی ملی
جائے چاہے جو لے کو ہوں سوا کر ڈالے مگر بھائیوں کا منہ نہ دیکھوں گا۔
مجھے صورت دیکھنا گوارا نہیں۔

برہما جی۔ وہ بڑے عقل کے دشمن ہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ روان
کو مر اپ نے چکی ہے اس کا خیال نہ بھی ان کو اٹھانا لازمی ہے
پس تم ان کو ان ہی کے حال پر رہنے دو۔ اور اپنی کہو کیا خواہش ہے؟
سیس جی اب میں صرف یہی ہے کہ میری طبیعت کسی حالت میں دھرم اور
تپ سے نہ اچھٹے۔

برہما جی۔ تمہاری خواہش مجھے بہت پسند آئی۔ میں خوشی سے براں تیا ہوں
لیکن اب میری ایک بات مانو۔ یہ متحرک کرو زمین اپنے چمن پر سوک لو۔
سیس جی حکم سرانکھوں پر۔ مگر ذرا تکلیف فرما کر کو خالی سر پر رکھ دیکھئے۔
برہما جی۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ تم سبق خاک کے میچے چلے جاؤ زمین
تمہیں خود راستہ دے دیں۔

یہ تیرتھ بیتا پد و بھری کے متصل ملک دوہ میں واقع ہے جسے گوکران کہتے ہیں۔

سیس جی نے حکم کی تعمیل کی۔ گرہ خاکی سر پر رکھ لیا۔ اور دیووں
متحرک و متزلزل زمین ساکت ہوئی۔

ادھیائے ۱۱

راجہ پر بڑھچھت کو شرنگی رشی کا سراپ اور تکشک
ناگ کے زہر سے وفات

اگر شر و اجی رطب اللسان ہیں کہ پانڈو کی نسل میں راجہ پر بھچھت بڑا
اہل قبائل و صاحب جاہ و جلال راجہ گذرا ہے یہ ابھمنو کا فرزند حکمران
تھا۔ ایک روز سیر و شکار کی ہو اسماٹی تو ایک صحرائے پر فضا کی راہ فی جبل
میں پہنچے ہی ایک ہرن پر تیر سر کیا۔ مینیت ایزوی سے نشانہ چ گیا اور ہرن
سر پر پاؤں رکھ کر جواڑا تو ہوا اسے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ راجہ نے پیچھے
گھوڑے ڈال دیے۔ سارا جنگل جھان مارا مگر ہرن کا کیس پتہ نہیں۔ اتفاقاً ایک
تیوین میں پہنچے جہاں شیمیک رشی مون (خاموشی) سا دہے ہوئے مشغول
عبادت تھے راجہ نے کہا۔

”رشی جی! میں راجہ ابھمنو کا نخت جگر ہوں۔ بڑھچھت نام سے شکار کو
نکلا تھا۔ ہرن کو تیر مارا تو وہ غائب ہو گیا۔ لاکھ تلاش کی مگر بے سود۔ آپ
نے ہرن کو جہاں گئے دیکھا ہو تو بتا دیجئے۔“

وہاں مون سدھی تھی بوتا کون لب پر ہر خاموشی لگی ہی رہی۔ راجہ کو
غصہ آیا کہ آخ آہ۔ یہ و مانع۔ سوال کا جواب بھی ندارد۔ تاؤ بیچ کھا را ایک
مردہ سانپ اٹھایا اور گلے میں ڈال کر تھوڑی دیر منتظر رہا کہ شاید اب کان
پر خون رہینگے زبان کا قفل ٹوٹے۔ مگر رشی جی بدستور کان میں تیل ڈالے
بیٹھے۔ ہرے سانس ڈکار بھی نہ لی تاخیر راجہ گھر کو لوٹا۔ اور شدنی اپنا

اثر دکھا گئی۔ رشی کے فرزند شرنگی جی دیو لوک سے آپسے تھے راستے میں
کرشن نامی ایک دست سے ملاقات ہوئی ادھر ادھر کی باتوں میں کرشن کی
زبان سے نکل گیا کہ:-

شرنگی جی تمہارے پتا کیسے متاوض باکمال عابد صاحب جلال و ان
کے گلے میں پرکھت مردہ سانپ ڈال کر سوانگ بنائے بڑے شرم
کی بات ہے کیا اسی منہ پر نہیں برہم گیانی ہوئے کادو عولے ہے؟

شرنگی رشی کے دل پر جیسے کسی نے گھونٹ مانا۔ اور کرشن سے پوچھا:-
” اچھا اور تو سب خیریت ہے پتا جی اچھے تو ہیں، راجہ نے یہ گستاخی
کیوں کی؟ کیا کوئی پتا سے بد عنوانی ہوئی تھی۔ کہیں کوئی سراپ تو
نہ بے بیٹھے تھے؟“

کرشن نے ساری سرگزشت کہہ سنائی۔ جس پر تاؤ دکھا کر شرنگی
رشی نے آجس کیا۔ اور بد دعا دی کہ

” آج سے ساتویں روز پانی پر کثیت کو تنک شک ناگ ڈس لے؟“
یہ بد دعا ہے یہ ہے آشرم میں آئے اور سانپ اپنے والد بزرگوار کے
گلے میں لٹکتا پایا۔ یہ صورت حال دیکھ کر شرنگی جی رو پڑے۔ اور
اپنے پتا سے کہا کہ

” میں نے جو بھی آپ کے شان میں ایسی گستاخی کا واقعہ سنا۔ راجہ
کو بد دعا دی ہے“

شمیک رشی جان و جگر تنے بڑی غلطی کی راجہ پر کھت بڑا رعیت پرور
دھرموان رشیوں کا و تسکیر ہے اس سے یہ خطا بشریت سے ہو گئی۔ ہشتا
کے اسے کچھ نہ سوچتا تھا اسی وجہ سے یہ ناوانی کر بیٹھا؟

شمیک رشی شرنگی جی سے اظہار آفس کر کے سوچے کہ جو کچھ بکھی بدی
نہی وہ تو ہو ہی گئی شرنگی کی بد عا خالی نہیں جاتی۔ کمان سے نکلا ہو تیر کب
ٹوٹا ہے پس تدبیر یہی ہے کہ راجہ کو خبر کروں غریب بے خبری میں تو نہ مارا
پڑے۔ انہوں نے اپنے مرید رشید گیور کچھ سے فرمایا۔

” ابھی ابھی جاؤ۔ راجہ پر بھت کو خبر کرو کہ شرنکی نے تمہیں اس قسم کی بددعا دی ہے۔“

گیورکھ فوراً راجہ کی خدمت میں گیا۔ اور کل کیفیت من و عن کہ سنائی۔ راجہ پر بھت کو سیمک رشی کی شان میں بے ادبی ہونے کا سخت فوس ہوا وہ اپنی نادانی سے عرق عرق ہو گئے۔ مگر خبر مرگ سے ان کے چہرے پر ذرا بھی میل نہ آیا۔

اراکین دولت جمع ہوئے ایمان حکومت سے و بار بار بھر گیا بددعا کا معاملہ پیش ہوتے ہی رائے قرار پائی کہ دریا کے گنگ کے ساحل پر ایک ستون کی ایسی عمارت تعمیر کی جائے جہاں پرندہ پر نہ مار سکے۔ طاقتور خیال کی بھی رسائی نہ ہو۔

کارکنان سلطنت نے فوراً عمارت بنوائی۔ تھیلی پر سرسوں جاتی سنگین پرے مقرر ہوئے زبردست چوکیاں بیٹھیں مجال کیا کہ ہو ابھی گزرنے کے۔ تجرب سے تجرب تریاق عمدہ سے عمدہ قاطع زہر دوائیں ڈھیر ہو گئیں بڑے بڑے جھاڑ پھونک کرنے والے منتروں سے نہرا تار نیوالے بالکل برہن جمع کئے گئے۔ کہ اول تو تشک آہی نہ پائے آئے تو کاٹ ہی نہ سکے۔ اور کاٹے تو جھٹ پٹ نہرا تار دیا جائے۔

ادھر یہ خیال یہ حفاظت اور کشپ رشی کے ل میں بہر دی کا خیال جڑ بکڑ گیا۔ ان کے تلووں سے لگی کہ راجہ کو مرنے ندیں۔

جو دن موت کے لٹے بدھا ہوا تھا یمن اسی وقت کشپ جی گھر سے چلے۔ کہ تشک راجہ کو ڈسے تو میں نہرا تار کھینکا کروں۔ اس کے صلے میں راجہ پر بھت جس قدر پاؤں پوئے کم ہے کشپ رشی جا رہے تھے کہ تشک سانپ برہن کے بھیس میں ان سے ملا اور پوچھا۔

” ہمارا ج کہاں کا قصد ہے؟“

کشپ جی راجہ پر بھت کے بیاں جاتا ہوں آج تشک ناگ اُسے ڈسنے والا ہے میں نے ٹھانی ہے کہ راجہ کو مرنے دوں۔ منتروں

کے زور سے زندہ کر دوں؟
 تکشک کام تو ضروری ہے مگر اس سامنے والے درخت کو میں منتر پڑھ کر
 جلا ڈالوں تو آپ ترو تازہ کر سکتے ہیں؟
 کشپ جی ہاں کیوں نہیں۔ آزمائش کرو۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟
 تکشک نے ایک بڑے بھاری بڑے درخت پر دانت لگاتے ہی
 تاثیر زہر سے سارا درخت راکھ کر ڈالا بیخ و بن برگ و بار سب خاکستر
 ہو گئے۔ کشپ جی نے ساری راکھ کو ایک جگہ ڈھیر کر کے منتر پڑھ کر جو
 بھڑکا تو جھنبہ وہی ہر بھرا درخت اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا نظر آنے لگا
 تکشک کے ہوش اُٹ گئے سوچا کہ یہ برہمن منتر و دیان کل ال وقت ہے
 اس کے ہوتے راجہ پر زہر اثر نہیں کر سکتا۔ اس نے عرض کی:-

ہمارا جہاں آپ کو فقط مال و دولت کی آرزو ہے وہ مجھ سے نہیں
 لے لیجئے۔ اتنی زحمت اٹھانے سے کیا حاصل؟

کشپ جی دل میں خوش ہو گئے۔ سوچے کہ یہیں دولت ملی جاتی ہے
 تو اور پھاؤں توڑنے سے کیا فائدہ۔ راجہ کی زندگی کے دن پورے ہو گئے۔
 دولت و بے میں کرو اور ٹھڈے گھر کا رشتہ پکڑو۔ تکشک سے کہا:-

”خیر آپ ہی کا کہنا سہی۔ لائے دلائیے میں گھر کی طرف لمبا پڑوں؟“
 تکشک نے خزانہ ڈھیر کر دیا۔ کشپ جی سب لادے پھاندے گھر
 پھرے اور تکشک نے ہمتنا پور کی طرف سیدھی بھروسہ وٹاں دیکھا
 توجہ کی پر جو کی پرے پر پرا بیٹھا ہے فوراً سانپوں کو بلا کر کہا:-

”تم سب تمسوی کا بھروپ بھر کر پھل پھول پانی وغیرہ راجہ کے
 ہاتھ میں دو۔“

سب سانپوں نے یہی کیا اور راجہ کو پھل وغیرہ دیکر اشیر باد دے
 آئے۔ راجہ سمجھا کہ بلا ٹل گئی۔ تیر قضا خالی گیا۔ ویروں سے بولا:-
 ”اب تو آفتاب غروب ہونے کو ہے ساتواں دن گزرنے میں کس رہی
 کیا رہ گئی۔ آپ سب پھیل لے جائیں خوش جان کریں؟“

تمام عزیز و اقارب وزیر و امیر پھل اُٹھانے لگے راجہ کے دل میں آیا کہ میں بھی ایک پھل چکھ لوں راجہ نے بھی ایک پھل اُٹھالیا جس کو توڑتے ہی ایک سرخ رنگ کا سیاہ چشم کیڑا نظر آیا۔ راجہ بولا:-

دن تو ختم ہو گیا آفتاب چھپا ہی چاہتا ہے ابھی تک تو خیریت رہی کہیں یہی کیڑا تو پیغام اجل نہیں لایا۔ ممکن ہے کہ یہی شرنگی رشی کی بددعا کو سچ کر دکھانے آیا ہو۔

راجہ اس کیڑے کو مزا خاکندھے پر رکھ خندہ زن ہوا ہی تھا کہ وہ آن واحد میں افنی خوشنوار بنکر راجہ کے جسم میں لیٹ گیا اور ایک بلند آواز سے گرج کر راجہ کو ڈس لیا۔ آواز ایسی ہولناک تھی کہ راجہ کے سب عزیز و اقارب امیر و وزیر دھل کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ بستر مرگ پر سو گیا۔ اور تنک تک بچلی کی طرح چمک کر آکاش میں غائب ہو گیا۔

کریا کرم سے فراغت ہو جانے پر راجہ جنمے پر پچھت کا فرزند سر آرائے جہان بانی و اورنگ زین حکمرانی ہوا۔ راجہ جنمے بھی پاندلوں کی نسل میں صاحب اقبال فرمان روا تھا۔ رعیت پروری میں بے نظیر و ہم میں بھی بے مثال۔

ادھیائے ۱۲

بے اولادی کی وجہ سے باور شیوں پر عذاب جزا کی شادی۔ شادی کے بعد مفارقت باہمی اور آستیک کی پیدائش

سوت جی کے جگر پیوند راوی ہیں کہ جز نکار بڑے صاحب ریاضت

تھے۔ جہاں پہنچے تب کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ دورانِ سیاحت میں انہوں نے ایک مقام پر ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ ایک عمیق غار تھا۔ غار میں خن کا ستون نصب تھا۔ جس میں کئی آدمی چنگاڑوں کی طرح نیچے سر اور اوپر پاؤں کئے لٹک رہے تھے۔
جرتکار نے متعجب ہو کر سوال کیا :-

آپ لوگ کون ہیں اس دروانگیز حالت کی وجہ۔ یہ عذاب سقیم کیوں ؟
اُن لٹکے ہوئے آدمی نے کوئی گناہ۔ نہ کوئی قصور نسل منقطع ہو جانے سے اس عذاب میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ ہمارا تعلق جن ریشہوں سے ہے۔ وہ باور کے خطاب سے مشہور زمانہ ہیں خاندان بھری میں صرف ایک رٹکا باقی ہے جسے جرتکار کہتے ہیں۔ اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ اگر تمہارے کہنے سے وہ شادی کر لے تو اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے۔
یہ ستون ایک تو پونی چھوٹی ہوئی ہے اس پر طرہ یہ کہ جو ہوں کورات دن کا مشغلہ ہاتھ آگیا ہے جب دیکھو حرکت ہے ہیں بس ع
اگر ماند بیسے ماند بیسے دیگر نے ماند

ایک دن افتاد رکھی ہوئی ہے ہم ہونگے اور تحت الشریٰ چرتکار مرتاض کامل ہے۔ وہ شادی کر کے صاحبِ اولاد ہو جائے۔ تو ہمارے لئے بھی نجات رکھی ہوئی ہے۔ ورنہ یہ غار ہے اور یہ ستون اور عذاب جان ہے اور ہم کو کوئی اور جانبری کی صورت نہیں :-

جرتکار تو میں ہی ہوں۔ آہ آپ میرے بزرگ اور اس قید عذاب میں ؟ میں شادی تو نہ کرتا۔ مگر اب مجھ سے واقع ہو گئی۔ شادی کرنا فرض ہے۔ لیکن میں اس عورت سے شادی کروں گا۔ جو قریب قریب میری ہمنام ہو۔ میں اُس کے فرائض پرورش سے سبکدوش رہوں۔ اگر ایسی عورت ہوتے چڑھ گئی۔ تو رفیقِ جلوت و خلوت بنا کر صورتِ بقائے نسل سے گرفتار ان عذاب کو رکھائی دوں گا :-

یہ کہلورہ ویاں سے ہوا ہوئے اور مطلوبہ مجوزہ کی تلاش شروع کی مگر ایسی عورت دنیا کے پردے پر کہاں کیسی روز اسی فکر میں غلطان پچان جا رہے تھے۔ کہ سانپوں نے باسکی ناگ سے عرض کی۔
”جرتکار رشی بن میں وارو ہوئے۔ شادی کی فکر اور عورت کی تلاش ہے۔“

باسکی ناگ کی ایک بہن تھی۔ باسکی نے اُسے باس زرکار و زیور جواہر نثار سے نور کے سانپے میں ڈھال کر جرتکار کی خدمت میں پیش کیا۔ اور درخواست کی۔

”اس کو خدمت میں قبول کیجئے۔“

جرتکار نے درخواست نامنطور کی اور فرمایا۔

”میں ایسی عورت چاہتا ہوں جس کا نام میرے نام کے نقطہ مقابل ہو۔ اور اس کی پرورش میرے لئے بار خاطر نہ ہو۔“

باسکی ہرالج ایہ بھی جرتکاری کے نام سے موسوم ہے آپ اس کو عقد میں لائیے پرورش کا بار میری گردن پر۔

جرتکار یہ ہے تو شادی قبول۔ لیکن ایک شرط اور ہے۔ سمجھا دیجئے کہ میری نظر ہی میں چلے۔ اگر کبھی خود رائی کی اور مراکناٹا لالاقبوس رسم راہ القط۔ میں اسی وقت تلامنخلی دیدوں گا۔

باسکی نے یہ شرط بھی منظور کی اور قرآن السعیدین ہو گیا۔ ایک عالیشان مکان زیب و آرائش۔ فرش راحت و بستر راحت سے عجائب خانہ نفائسات تھا۔ اسی میں نواشا و عروس ہمقران ہوئے۔ نوشہ نے عروس طنز و محبو بہ سراپا ناز کو خوب سمجھا بجھا دیا کہ ”ہوشیار خبردار جس وقت مرضی کے خلاف بات ہوئی۔ رشتہ منقطع سمجھنا۔ میں فوراً چھوڑ کر چلتا دھندا کروں گا۔“

عروس نوس نے سر قبول خم کیا۔ اور دو نو بڑے پید سے رہنے بسنے لگے۔ حتیٰ کہ نخل مراد آباد ہوا۔ تھوڑا مہینہ کے آثار نمایاں ہوئے۔ ایک روز

جرتکار محبوبہ لنوار معشوقہ طناز کے زانو کو تکیہ سر نہائے ہوئے سرگرم خواب بکارت تھے۔ سوتے سوتے شام کر دی اور سندھیا کا وقت آگیا۔ نانہین بنا اخلاص سوچی کہ اگر بیدار کرتی ہوں تو شاید ناراض ہوں سونے والوں تو سندھیا میں ناغہ ہونے سے دھرم ساقط ہوتا ہے۔ اس پس پیش میں سوچتے سوچتے دھرم کا خیال مقدم معلوم ہوا۔ اس نے بڑی نرمی بڑی شائستگی اور بت خیریں زبانی سے جگا کر گذارش کی:-
 ”مہاراج! سندھیا کا وقت آگیا ہے۔“

جرتکار کا شعلہ غضب بھڑک اٹھا۔ بڑے طیش سے بولے کہ:-
 ”ہیں یہ بے ادبی۔ اتنی گستاخی!
 جرتکاری رانا تھ جوڑ کر، میری یہ مجال! یہ طاقت! فقط یہ خیال
 تھا کہ سندھیا کا ناغہ نہ ہو۔ ورنہ اس قدر جرات نہ ہوتی؟
 جرتکار۔ میری سندھیا ناغہ ہو!

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

سوچ کی مجال بھی تھی کہ بنیر مجھ سے چلو بھریانی لئے غروب ہو جاتا تو نے
 میری نیند حرام کی۔ بس اب مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ تو جانے اور
 تیرا بھائی جانے اسی کے گھر میں رخصت ہے
 جرتکاری کے آنسو اُمنڈ آئے زار زار رو پڑی۔ قدموں پر سر رکھ
 وید ماتھ جوڑ کر بولی:-

”میں بالکل بے قصور ہوں بال بھر خطائیں۔ آپ کا عتاب محض
 فضول ہے۔ آپ ناحق میرے گلے پر خنجر فرقت پھیر رہے ہیں۔ مائے
 ابھی تو کیلجے کا ٹکڑا ابھی آنکھوں کا تارا اور زندگی کا سہارا نہیں ہوا
 جرتکار۔ اب تو جو ہونا تھا سوچکا نقش مقدر مٹ نہیں سکتا۔ مگر تو پریشا
 نہ ہو فکر کی ضرورت نہیں تھی وہ مجھوی اور پرانی آنکھ کا تارا لینگا کہ
 سب فکر و کاہش فراموش ہو جائے گی۔“

یہ کہہ کر جرتکار نے تو بن کار بستہ لیا۔ اور جرتکاری سر پر ٹانگ اڑاتی

بھائی کے پاس پہنچی۔ باسکی نے کہا :-

جرتکار کی ناراضگی بے وجہ نہ ہوگی ضرورتاً مجھ سے کوئی قصور سرزم نہ تھا
جرتکاری نے سب کیفیت سناٹی۔ مگر باسکی کے پاس علاج کیا تھا۔
وہ جانتا تھا کہ جرتکار صاحب کشف و کرامات ہیں۔ عبادت و ریاضت میں
مترتبہ کمال حاصل ہے۔ اس لئے بدو عا کے خوف سے ان کے پاس جانا
مخلافت و صلت جانا بھانجے کی ولادت سے ڈھارس تھی پس وہ چپکا
ہو رہا۔ ناگوں نے جرتکاری کی پریش کی۔ اور تھوڑے دنوں میں جرتکاری
کے بطن سے آستیک جلوہ شہور میں آئے۔ یہ نام لفظ استے کی وجہ
سے رکھا گیا۔ کیونکہ جرتکار یہی لفظ بولکر وادھ صحرابوئے تھے۔
آستیک نے چھینوں ریشوں کے سایہ عاطفت میں وید اور
ویدانگ کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہو کر ناگ لوک میں سکونت
اختیار کی۔ سانپوں کو بہت آرام دیا۔ حتیٰ کہ چنچے کے سر پر جگمہ
کے آتشکدہ جالوت سے بھی ان کو نجات دی۔

ادھیائے ۱۳

جنمے کو راجہ پر پچھت کے واقعہ مرگ
اگاہی۔ سرپ کیسے کا عزم

سونگ رشی داکر شروداشی سے جب پر پچھت کر اپنے ماماتی پہلے
تو راجہ جنمے کو کیونکر ساخہ جگر خاش سے آگاہی ہوئی۔ اس کے لئے
بھی ایک جنش لب کی ہوس ہے۔
اگر شرودا۔ ایک ن ادھر ادھر کی باتوں میں راجہ جنمے کو اپنے والد ماجد کے
آفتاب پر ملاں کا خیال آگیا۔ ورنہ اسے دولت سے ارشاد ہوا کہ کل

کیفیت سنائیں :

وزرائے باتدبیر و شیران خوش تقریر نے عرض کی کہ :-

”جہاں پناہ بادشاہ و مہاراجہ پر بچھت منم و فرست میں ضرب
المثل تھے۔ بویہوں کے عالم باعمل تھے۔ رعایا عہد و ملت مہد میں آرام
سے بسر کرتی تھی۔ جان و دل سے دم بھرتی تھی۔ مہاراج نے ساٹھ برس
حکومت کی۔ پھر رحلت کی۔ ایک روز شکار کے لئے دارالحکومت سے
قدم نکالا۔ ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ غزال چوڑی بھرتا ہوا اچھلائے
کی طرح تیرے اور جھیل ہو گیا بہت تلاش کی۔ مگر پتہ نہ لگا۔ شدنی کچھ
اور تھکی۔ راجہ کو نہ معلوم کیا سوچھی کہ مردہ سانپ اٹھا کر شیشک رشی کے
گلے میں ڈال دیا۔ شرنگی رشی کے فرزند مہاتما سان عالم میں سر بند تھے
انہوں نے بد و غار میں تکشک ناگ نے ساتویں روز نہر اُٹھا اور
راجہ راہ نور و منزل و ارباقی ہوئے :

جتنھے۔ میں ضرور عوض لوں گا تو ہسی تکشک ناگ کو خاک سیاہ نہ کر دوں۔ مگر یہ تو
کہو کہ تم لوگوں کو کیشپ اور تکشک کی بات جیت کیونکر معلوم ہوئی ؟
وزرائے سلطنت ہمیں ساری سرگذشت لکڑیا سے سے معلوم ہوئی
یہ لکڑیاں اسی درخت کے ساتھ توڑے خاکستر ہو آئے جس کو رانت سے
کاٹ کر تکشک نے تاثیر زہر سے راکھ کر ڈالا تھا۔ اسی سے پھر کیشپ نے
منزروں کی برکت سے نخل پر بار بار کر اپنے کمال سے تکشک کو
متحیر کر دیا تھا اس درخت کے ہر اوتے ہی لکڑیاں سے ہیں بھی
جان پڑ گئی۔ اور اسی سے کو رائے نہانی سے واقعہ ہونے
کا موقع حاصل ہوا :

راجہ جتنھے کو اس واقعہ سے سخت ہیچ ہوا۔ مہتم کھالی کہ جب تک
تکشک کو مزہ نہ چکھا لوں تب تک وائیں ہاتھ کا کھانا حرام ہے
کیشپ جی دولت کے لالچ میں اندھے ہو گئے۔ آتے آتے گھر پیٹ
پڑے ان کو لازم تھا کہ راجہ کو زندہ کرتے۔ ان کے لالچ نے

راجہ کی جان لی۔ سچ ہے۔ لالچ مری بلا ہے
بدوزد طمع دیدہ ہوشمند

ادھیانے ۱۴

راجہ جنمے کا سرپ یگیہ سیانپوں کا قلعہ قلعہ نکشک کی جائبری

راجہ جنمے کی بات پتھر کی لکیر تھی۔ ارادہ پختہ۔ عزم پکا تھا۔ کہ نکشک
کی قرار واقعی گوشمالی کی جائے۔ نکشک ہی نہیں اس کے تمام بھائیوں کی
بھی اچھی طرح خبر لی جائے۔ جگہ کے ادھشتا تاما تاروں سے استدا
کی کہ وہ تدبیر ہو کہ تمام سانپ اڑا کر آتشکدہ اجل میں پھنک پھنک
خاک سیاہ ہوں طرح وہی کا موقع نہیں۔ یاد ادا ضروری ہے۔
سرپ جگہ کے لئے زمین کی پیمائش ہوئی۔ منڈپ بنے نشستگاہیں
تیار ہوئیں۔ ہر قسم کا سامان لیس ہوا۔ رشی منی رونق افروز ہوئے اور سرپ
یگیہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جا بجا چوکیاں قائم تھیں۔ پرے۔ بیٹھے
تھے۔ کہ اجازت کے بغیر کوئی جگہ کے احاطہ میں قدم نہ رکھ سکے۔
ہون کی آگ بھڑکی۔ منتروں سے جگہ بھومی گونج اُٹھی۔ ہر قسم قسم رنگ
رنگ کے سرخ زرد سبز سیاہ افنی خوشخوار و اذور آتشبار آپ سے آپ
اڑ کر ہون کی آگ میں گرنے لگے دیکھتے دیکھتے لاکھوں کروڑوں سانپ
جل کر راکھ ہو گئے۔ ہون کے دھوئیں کی طرح شعلوں پرانپ ہی سانپ
لہر لہا کر فی النار والسقہ ہوئے ہوئے ہوئے
نظر آئے۔

بہرگوئیں میں درج ہے کہ اس عظیم نشان یگیہ میں بڑے بڑے
بزرگ اور کامل رشی شریک تھے ہون کا کام چند نامی برہمنوں کے پیر

تھا۔ شام بیری جے منی تھے۔ ساگر جی و پگل رشی پھر بیدی بیاس جی مع
شاگرد ابن۔ شید۔ اوداک رشی۔ دیول من۔ پرہت من اور اتر سے رشی
وغیرہ سب دیکھ کے عالم باعمل۔ کشف و کرامات میں ضرب المثل جگہ میں
معروف الہا۔ کمالات تھے۔ ان کے منتروں کی تاثیر سے کروڑوں
سانپ۔ کتہ۔ عدم میں مغفود اور نیست و نابود ہو چکے۔ تو تکشاک کی روح
قبض ہوئے لگی۔ جان کے خوف سے اندر کے سایہ عاطفت میں
پناہ گیر ہوا۔ اندر نے تسنی دی فرمایا کہ:-

یہاں نہیں کچھ خوف نہیں بے فکر ہو میں نے برہا جی سے کہہ پہلے
اسی پیش بندی کر لی ہے۔
ان تسنی بخش الفاظ سے تکشاک کو ڈھارس ہوئی۔ اور اطمینان
سے اندر کے زیر قدم پناہ گزین رہا۔

ادھر باسکی ناگ کو بھی یگیہ کے منتروں نے مقناطیسی کشش دکھائی۔
اس نے اپنی بن جرتکاری سے فریاد کی کہ موت بلا رہی ہے۔ اب یگیہ
میں جلنے سے مفر نہیں۔ جلد اپنے فرزند آستیک کو یاد کر مجھے ہلاک
ناگسانی سے بچائے۔

جرتکاری نے آستیک کو بلا کر سرپ یگیہ کا حال سنایا۔ اور باسکی
کی حفاظت چاہی۔ آستیک جی بولے:-
"ایک باسکی کیا۔ میں تمام باقیماندہ سانپوں کی حفاظت کرونگا۔
مکن کیا ہے کہ رویاں بھی میلا ہو۔"

باسکی کو دل جمعی ہوئی۔ جان میں جان آئی۔ اور سانپوں کو بھی اطمینان
ہوا۔ آستیک جی یوں ڈھارس دیکر یگیہ شالہ پہنچے۔ راجہ نے اندر آنے
کی اجازت دی۔ آستیک رشی جگہ منڈپ میں گئے۔ راجہ کو دعا دی۔
جگہ کی تعریف میں تر زبان ہوئے۔ اور فرمایا کہ:-

ہمارا راج ادھراج! میں اپنے عزیزوں کی حفاظت کی غرض سے
حاضر ہوا ہوں۔ ران کو معاف کیجئے:-

راجہ جھنجھے۔ بہت بہتر جو آپ کی مرضی ہے۔

انہی میں تراغمان روشن ضمیر و مابان عظیم النظیر راجہ کے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ:-

”اھ تو کروڑوں سانپ آئے مگر بنیاد و فساد غائب ہے جس نے سلازہر بویا۔ وہ اندر کی پناہ میں مزے کر رہا ہے۔“

راجہ نے حکم دیا کہ کچھ پروا نہیں۔ وہ منتر پڑھو کہ تکشک کیا راجہ اندر بھی بال کے باندھا چلا آئے۔

ریشیوں مٹیوں نے منتر پڑھنا شروع کئے اداہن ہونے لگتا اب تو راجہ اندر کی رب سٹی بیٹی بھولی۔ بران پر چڑھ کر دوڑے دیا دھڑا تھ۔ ابراہن ہمراہ تکشک ایک گوشہ چادر میں۔ راجہ اندر جگہ کے متصل آئے۔ تو جو اس جاتے رہے۔ ہوش اڑ گئے۔ گھبرا کر تکشک کو نکالا۔

اور جگہ میں چینک کر آپ چلتے ہوئے تکشک اندر کے بل پر پھوٹا۔ تھا۔ اب کیا کرتا۔ منتروں نے وہ تاثیر دکھائی۔ کہ پیسے ڈھیلے ہو گئے ساری ہیکڑی گرد برد۔ ایک نہ چلی۔ اگن کھڈنے اپنے قریب کھینچ بلایا۔ برہن خوش ہو گئے کہ بس مار لیا۔ سب کا راج سیدھ۔ تکشک اب جلا۔ اب سواہ ہوا۔ اسی خوشی میں راجہ سے بولے:-

”اے مہاراج! اب برہن جو بردان مانگے۔ شوق سے دیکھئے۔ ہمارا کام پورا ہو گیا۔“

راجہ آستیک سے مخاطب ہوئے کہ:-

”اے فرمائیے کیا خواہش ہے؟“

آستیک جن تکشک کی حالت زار دیکھ رہے تھے۔ اور سمجھ رہے تھے کہ کوئی ساعت کا جہان ہے۔ راجہ سے بولے:-

”بردان یہی مانگتا ہوں کہ فوراً سرپ جگہ بند کیا جائے۔ اسی وقت سے سانپوں کی جان بخشی ہو۔ اب کوئی جلنے نہ پائے۔“

راجہ جھنجھے۔ اہ جو کچھ مانگئے دول سیم و زر الماس و جواہر حاضر کروں

مگر جگہ کو ہونے دیجئے ۛ
 آستیک روپیہ سونا چاندی آپ کو مبارک ہو۔ ہم فقیروں کو دھن
 دولت سے کیا کام۔ جو کہا ہے وہ کیجئے تو آپ ہی کا بھلا ہے ۛ
 نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
 جو انان سعادت مند پنہ پیر وانا را۔
 سمجھانے سے تھا ہمیں سروکا اب مانو نہ مانو تم ہو مختار
 آستیک جی کی باتیں شکر وزیر ان دولت و شیران سلطنت
 نے بھی راجہ کو اونچ نیچ دکھائی نیکی بدی سمجھائی۔ راجہ نے بھی خیال کیا۔
 کہ خلاق عالم کی خلقت نیست و نابود نہیں ہو سکتی۔ پس اب جد و جہد ففول
 ایک جان کے لئے اتنے خون تو ہو چکے۔ آخر جگہ بند ہوا کشک کی جان
 بچی۔ آستیک رشی راجہ کو دعائیں دیتے پتو بن کو چل دیئے۔ سب
 رشیوں منیوں نے آشرم کی راہ لی ۛ
 (سوت کے فرزند اُگر شر و جی کا بیان ہے۔ کہ جو شخص سرپ گیہ
 کے حالات سنے یا پڑھیگا اُسے زہر مار سے خوف و خطر نہ ہوگا) ۛ

ادھیائے ۱۵

جنمے کو مہا بھارت سننے کی خواہش

جس وقت سرپ گیہ کا آغاز تھا۔ بہت سے رکھیشر جلوہ افروز ہوئے
 تھے۔ اُن میں برہم گیانی وید وایس جی بھی تخریف فرماتے یہ وہی وید وایس
 جی ہیں۔ جنہوں نے ویدوں کو شرح و بیل کے ساتھ چار حصوں میں تقسیم کیا اٹھارہ
 پوران تصنیف فرمائے بہت سے اُپ پوران بھی کمال یاقوت کی یادگار
 ہیں۔ چھند اور سمرتیوں میں کوٹ کوٹ کرا یقت بھردی۔ اہل جہان نے

پشن کا اقرار مانا۔ ان کی قابلیت کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ راجہ جنجھے نے دیواس
جی کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ طلائی سنگھاسن پر انہیں بچھا کر بٹھایا پیش
کی۔ جگمگ کی غایت اصلی بیان فرمائی اور عرض کی :-

نہا راج امیر کے بزرگان عالی مکان یعنی پانڈو خاندان کے مہاراجا جگ
کشورستان کے آہاس بیان فرمائیے۔ اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ
کے ہوتے یہ مہا بھارت کی جنگ عظیم کیوں رونمائی ہوئی۔ اور نہال کرشن
جی نے باوجود قربت قریبہ اس عالم گیر خوریزی سے کیوں باز نہ رکھا
جس نے خاندان کا خاندان کرکشتہ کی خاک میں ملا دیا۔

ویاس جی۔ یہ پر تھی ناتھ شدنی کسی طرح نہیں ملتی۔ ہونی ہو کر رہتی ہے۔
کسی کا کچھ نہیں چلتا۔ سچ چند آئندہ کدسری کرشن خالق و برحق و
قادر مطلق نہیں۔ انہوں نے دنیاوی خیالات سے بہت چاہا۔ کہ جنگ و
جہل نہ ہو۔ لیکن بغیر کارزار چارہ نہ تھا۔ گادو زمین کو بار عذاب سکد و ش
کرنے کے لئے کوئی حیلہ ضروری تھا۔ پس جوان کی مرضی ہوئی وہی ہو کسی
کی مجال نہ تھی۔ کہ مشیت حق میں ایک ذرہ برابر تغیر و تبدل کرے۔

یہ فرما کر ویاس جی نے بیشم پائن سے فرمایا کہ کیرو اور پانڈو خاندان کے
مہاراجہ عظیم کے کوائف و حالات جو میں نے تمہارے صفحہ یادداشت پر
نقش کر دیئے ہیں۔ حرف سحر و راجہ جنجھے کے گوش گزار کرو۔ بیشم پائن
نے تمہیں ارشاد کی۔ اور چشمہ طبع مہاراج مہرجن ہونے لگا۔

اوپر ۱۶

مہا بھارت کے مہیدی حالات

بیشم پائن فرماتے ہیں کہ :-

جد ہشتر بھیم سین۔ ارجن نیکل سہیلو یا سون پانڈو گنڈھ۔ مادون میں
 قیام پذیر تھے جب ہستنا پور تشریف لائے تو بھیشم پتاما۔ بدر اور ہر شرت
 کا کلیجہ ماتھ بھر کا ہو گیا۔ باشندگان شہر کی کلی کلی کھل گئی۔ جو دیکھتا پنچھاؤ
 ہوتا تھا صورت سیرت پر سب لوٹ ہو رہے تھے۔ لیکن درجودھن
 اور اس کے بھائی دن ہی دل میں چلتے اور صیاد کی طرح کمین میں رہتے
 تھے۔ ایک دن بس جلا تو بھیم سین کو زہر دیا اس پر بھی میت نہ بھری اٹھا کر دیامیٹ الیا
 دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر ست
 جس کو بھگوت رکھے اسکو کون چلے

بھیم سین بال بال بچ گیا۔ ایک روایاں بھی نہ میلا ہوا۔ ایک مرتبہ پانچوں کے
 پانچوں بھائیوں کو رال اور راکھ کے مکان میں پھونکنے کی کوشش کی۔ لیکن
 حافظ حقیقی نے وہاں سے بھی صحیح سلامت نکالا لال کی گریں نہ کھلنا
 تھیں نہ کھلیں۔ آخر نخل عناد جڑ پکڑ گیا۔ حتیٰ کہ اٹھارہ چھوہنی دل کٹ گئے
 کوروں کا خاندان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ صرف پانڈو دھرم کے
 طفیل باقی رہے۔ انہوں نے چار وانگ عالم میں فرمانروائی و کشور
 کشائی کے جھنڈے گاڑے۔ آفتاب اقبال کی روشنی پھیلائی۔
 راجہ جنجھے! آپ کے خاندان میں آج تک جتنے صاحب تاج و تخت گزرے
 سب معدلت گستر رعیت پرور۔ فرائض دینی و دنیوی سے
 آگاہ۔ ابنائے زمانہ کے پشت و پناہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ میں
 برہما سے شروع کر کے راجہ جد ہشتر تک سب تاجداروں کا
 شجرہ اور مختلف تذکرے سناتا ہوں۔

ادھیائے ۱۷

راجہ ججات اور شکر کی کنیا دیو جاتی
کے عقد کی وجہ شکر کے منتر اپنی سرکچ کی
زندگی دیو جاتی اور گج سے آن۔ سن۔

راجہ ججات دیو جاتی شکر جی کی دخترِ غیرت اختر پر فریفتہ تھے۔ شوقِ
مواصلت میں آغوشِ تنگ اور عشقِ وحسن میں جنگ تھی۔ غرض مراد پوری
ہوئی۔ شاہدِ مدعا بھل میں آیا۔ طالب و مطلوب ہمساک ہم آغوش ہوئے۔
اس کیفیت کو شکر راجہ جتنے کو تعجب ہوا۔ بیشم پائن جی سے سوال کیا
راجہ چھتری شکر جی بڑے پھر یہ رشتہ مندی کیسی؟
بیشم پائن نے جواب دیا۔

شکر جی راجپسوں کے مرشد کامل اور صاحبِ اعجاز ہیں۔ مرنے کو
زندہ کر دینا معمولی سی بات۔ ادنیٰ سا کرتب۔ سہل سا لٹکا اور پائیں
ٹاٹھ کا کھیل ہے۔ ادھر برہمپت جی دیوتاؤں کے مرشد برحق و پیشوائے
مطلق ہیں۔ ان کا محنتِ جگر اور نوزِ نظر گج شکل و شمائل میں چندے
آفتاب و چندے ماہتاب ذہن و فراست میں لاجواب تھا۔ اس کا دل
چمپٹایا۔ کہ کسی طرح شکر جی سے اعجازِ جان بخشی سیکھے اس خواہش میں
ہزار برس تک خدمت کی طاعت گزاری میں جان لڑا دی شکر کی صاحبزادی
دیو جاتی مجسمِ تصویرِ نور نشہِ حسن میں چور گج کے حسنِ گلو سوز و جمالِ عالم
افروز پر ہزار جان سے قربان تھی۔ تیرِ محبت کیلجے میں تیر و تراز و تھا۔
راجپس اور دیت سوچے کہ معاملہ بے ڈھب ہے کہیں ایسا

نہ ہو کہ صورت حال رنگ لائے اور بات اور کی اور ہو جائے گچ منتر
سیکھ گیا۔ تو بس قیامت ہے۔ بہت ہی بُری ہو گئی۔ پس بہتر ہے کہ اڈا
ہی اُڑا دوں کھٹی بیٹھے کی کس پر۔ یہ سوچ کر گچ کو جنگل میں لے گئے اور وہیں
بسترِ گریلا دیا۔ بگھنے گزے پر گزے دن بھر کی نوبت آئی مگر گچ
نہ آج آتا ہے نہ کل انتظار میں دیو جاتی کی آنکھیں سفید ہو گئیں

جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپکی

مگر جب نظر اٹھائی تو سناٹا۔ دل میں دہی ہوئی محبت نے تڑپا دیا صبر
کی تاب و طاقت نہ رہی۔ شکر جی سے عرض کی۔ کہ گچ اب تک نہیں آیا
بغیب دشمنان کچھ نوع دیگر تو نہیں تلاش لازمی ہے۔

شکر جی صاحب اعجاز تھے۔ داندہ راز تھے صاف معلوم ہو گیا کہ گچ
قتل کیا گیا۔ انہوں نے منتر پڑھا اسم دم کید تو دیکھتے کیا ہیں کہ گچ
صحیح سلامت جنگل سے آ رہا ہے راجھسوں کو تلووں سے لگی تھی۔ وہ
کب پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ کئی مرتبہ یونہی جان لی یونہی دل کا بغض
نکالا۔ مگر شکریہ ہے کہ شکر جی کی بدولت ایک پیش نہ گئی۔ جب ہوا گچ
از سرِ نو زندہ ہو گیا راجھس یونہی جلتے تھے۔ بار بار کی ناکامیوں سے
اور بھی جل اُٹھے۔ ایک روز خس کم جہاں پاک کے خیال سے نکابوئی کر کے
آگ میں جھونک دیا اور راکھ شراب میں گھول کر شکر جی کو پلا دی۔ کہ اب
تو نہ زندہ ہو سکیگا۔ دیو جاتی نے پھر انتظار میں پریشان ہو کر اپنے
بیٹا شکر جی سے عرض کی کہ:-

گچ پھر نہ جانے کیا ہوا پتہ نہیں معاملہ کیا ہے۔

شکر جی نے مراقبے میں آنکھ بند کر کے دیکھا تو فوراً ہی جان لیا کہ اس
کے جسم سوختہ کی خاکسرا نہیں کے پیٹ میں ہے گھراٹے۔ پریشان
ہوئے۔ حیرت ہوئی کہ صورت حال کیا ہے۔ آخر منتر و دربان کیا تو شکم
سے آنے والی آواز کانوں میں گونجی کہ:-

”اس مرتبہ میری خاکسرا آپ کو پلا کر راجھسوں نے آپکی آنکھوں میں

خاک جھونک دی اوریوں دل کا غبار نکال لایا

شکری نہایت فکرمند ہوئے ہاتھ پاؤں بھول گئے سوچتے تھے کہ کیا کریں۔ اتنے میں پھر گج نے شکم کے اندر سے آواز دی کہ:-

”فکر فضول ہے۔ پریشانی بے نتیجہ۔ منتر سے سب مشکل حل سمجھئے آپ مجھے منتر بتادیں۔ میں پیٹ چاک کر کے پیش نظر ہوں اور پھر جسم مرده میں منتر کے ذریعے سے رُوح پھونک دوں۔“

شکری نے منتر بتایا۔ گج جی برآمد ہوئے اور گورو جی نے منتر پڑھ کر جلا دیا۔ اس واقعہ حیرت انگیز کا نتیجہ بہت ہی مؤثر ہوا یعنی اسی وقت سے نعمت کر دی گئی کہ خبردار کوئی برہمن آئندہ سے فریفتہ بادہ مشکناہ و شیفتہ شراب خانہ خراب نہ ہو۔

جب ایشور نے گج اور دیو جاتی کو پھر بلایا تو دونوں شکری کے پاس بڑے چین سے بسر کرنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد گج نے شکری سے رخصت طلب کی دیو جاتی کو مفارقت ناگوار ہوئی گج سے کہا:-

”جدائی گوارا نہیں۔ تھل کا یا را نہیں۔ ہجر و فراق کے جھنجھٹ فضول۔

کہہ دو کہ شادی قبول۔“

گج نے میں تو گرو کی بیٹی مجھ سے شادی کا سوال توبہ تو یہ ایسا ناپاک خیال ہے۔ دیو جاتی اس جواب سے آگ ہو گئی۔ جھٹاکر سراپ دے دیا کہ جو منتر تو نے اس محنت سے سیکھا وہ کبھی اثر پذیر ہی نہ ہو۔ گج نے بھی جواب ترکی بہ ترکی دیا کہ تجھے ادھر م کی طرف رغبت ہوئی۔ اور اس پر یہ غصے ڈبے تو اس جا اپنے اعمال بھگت کر دینی خوش آمدنی پیش۔ برہمن تجھے پھوکیں بھی نہیں کشتری کے پاؤں سے بندھے۔

گج جی یہ بد رُعا دیکر وہاں سے چلتے ہوئے برہمپت جی کے قدم چومے والدہ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائی۔ راجہ جی نے سب حالات سن کر بولے:-

”شاباش مر جی!“

ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند

ادھیلا ۱۸

دیو جاتی اور شر مسٹا کی دوستی دشمنی دونو
کی راجہ حجات سے شادی شکر کی بددعا
سے راجہ کی پیرانہ سالی اور چھوٹے راجہ
کی سعادتمندی سے سامان خوشحالی۔

بیشم پائن مائل شیوا بیانی ہیں کہ جب راجھسوں کے دستِ نظم سے
۳۰ برس کی انی ٹلی مر مر کے جئے آگ پھوس کے پاس ہوتے براہچریہ پر
آنچ نہ آنے دی۔ دیو جاتی کے ماتھے سے دامن صبر و شکیب چاک نہ
ہونے دیا۔ آلاش سے پاک رہے تو اندر پھولے نہ سماء سے شاہاشی دی۔
پیٹھ ٹھونکی۔ اور اس کا رہنمایاں کا صلہ اس بردوان سے دیا۔ کہ جب
جلیہ ہو۔ دیوتاؤں کے حصوں میں ان کا بھی ایک حصہ تسلیم کیا جائے۔ گچ
کے اعزازِ سرمدی و افتخارِ ابدی کا حال تو معلوم ہی ہو چکا۔ اب ذرا
دیو جاتی کو دیکھنا چاہیئے سوہن رنگ ڈھنگ میں ہے۔

دیو جاتی گچ کی یاد دل سے نکال باہر کر چکی۔ اب اس سے اور سر مشٹا
سے چولی دھن کا ساتھ اور دانت کاٹی ہوئی ہے یہ راکشسوں کی مرشد
زاوی وہ راکشسوں کے فرمانروا کی شاہزادی دونو اُٹھتی جوانی کے

نشے میں چور حسن و جمال پر مغرور آفتاب و مہتاب کو نظر میں نہ لاتی غنیہ
وکل کو چٹکیوں پر آڑا تھی ہاؤں میں سیچھڑ تھا۔ بچلی بیٹھنے کی قسم تھی
آج اس جنگل کی سیر ہے توکل اس مرغزار کی نگلشت۔ تالابوں میں
اڑا رہی ہیں۔ باغوں میں پروں کا اکھاڑہ جمع ہو رہا ہے۔ کسی روز لہرائی
تو دونوں سیلیوں کے ساتھ کھلیں کرتی بھولیوں کے ساتھ موجیں
اڑا تھی ایک ندی پر پہنچیں دریا سے حسن طوفان خیر تھا اور قلمزم جوش شباب
میں موج انگیز سب کی رب دریا میں اتریں۔ اور جوانی کی مستی خیز چلیں شروع
ہوئیں۔ دیو جاتی نے چھینٹا دیا تو جولی آنجل سے بچھڑ سر مشا دل کے ساتھ
گھوم کر نشانہ بچا گئی سر مشا نے غوطہ لگا کر ساری کو ٹھکلی دی تو دیو جاتی
فوراً ہی جہک کر ایک ہاتھ سے سینہ چھپا دے دوسرے ہاتھ سے سر
پھندی بچانے لگی کہ کہیں کھل نہ جائے۔ یہ دریا بے شباب میں تیر نیوالی
نازنینیں دیر تک کھڑی کھلیں کرتی رہیں۔ اسی عرصے میں اندر جی ادھر
سے گزرے دیکھ کر منہ میں پانی بھرا یا دل لگی جو سو جھی تو سب کی پوشاکیں
سمیٹ کر آپس میں گڈ مڈ کر دیں۔ اور نظر بچا کر چلتے ہوئے دو لوحیناں گل اندام نہاد حقو کرنا رہے
آئیں تو جلدی میں پوشاکیں بدل گئیں سر مشا کے کپڑے دیو جاتی نے پہن لئے دیو جاتی کے کپڑوں سے سر مشا
نے تن ڈھانپنا جب پوشاکیں بدلی ہوئی نظر آئیں تب تو انھیں کھلیں وہ
ادھر میان سے اور یہ ادھر جامے سے باہر ہوئی۔ جب ہم حج مچی اُس نے
اُسے کھوٹی سنائی۔ اس نے اس کو نام رکھے آخر نوبت باہر بچا رسید۔ کہ
سر مشا نے دیو جاتی کو اٹھا کر جھم سے ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور آپ
روانہ باشد۔ دیو جاتی تہ پر پہنچی تو ہوش غائب۔ جو اس ندارد۔ پانی میں
کچھ گھاس نظر آئی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی بہت
ہوتا ہے۔ دیو جاتی نے اسی کا آسرا لیا۔ اور زندگی کی
گھڑیاں گننے لگی۔ مگر قول ہے رخ
مرے از غیب بروں آید کاے کند

اسی عرصے میں راجہ ججات عرصہ شکار سے پیاس کے مارے پیچین
اسی کنوئیں پر پہنچا۔ ایک حسین گل اندام و نازنین سمن فام کی آواز
نے چونکا دیا۔ رگ حیمت متحرک ہوئی۔ جوش ہمدردی نے غرق
دریائے حوادث کو ورطہ ہلاکت سے بچا لیا۔ جب دیو جاتی باہر آئی
شکر ادا کر کے بولی :-

آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اور وہ بھی بایاں نہیں دایاں پس میں آپ
کی ہو چکی۔ ہا نہ کہے کی لاج رکھیے۔ خدمت میں قبول کیجئے ؟
راجہ نے کہا :-

”یہ بات غیر ممکن ہے شکر جی کی بیٹی کے ساتھ میں ایسی گستاخی نہیں
کر سکتا۔ ادھر سے انکار تھا۔ ادھر سے اصرار۔ مگر جائے غور ہے ؟“

درمیانِ قعر دریا تختِ بندم کردہ
باز مے گوئی کہ دامنِ تر مکن ہشیا باش

ایک چاند سا لکڑا سامنے ہوا ایک نور کی تصویر چشمِ فصول ساز سے حسنِ سیت
دل پر موہنی ڈال رہی ہو۔ تو پاکباز سے پاکباز دل بھی ایک دفعہ ضرور آپلے
سے باہر ہو جائے۔ پھر ججات کس شمار قطار میں تھا۔ دل سے
بیٹھا اور منہ سے ٹان نکل ہی گئی ؟

شکر جی نے دونوں کی شادی کر دی۔ اور دونوں کی رونق کچھ اور کی اور ہی
ہو گئی کچھ دن زیادہ نہ گزرے تھے۔ کہ سر مشٹا کی بھی قسمت لڑی اور راجہ
ججات ہی کی آغوشِ تنگ میں حُسنِ جوانی کے ارمان نکلے۔ کار سازِ عالم کے
فضل و کرم سے دونوں کو ایک ایک علیحدگی کا لکڑا نصیب ہوا۔ مگر دل
کی گرہیں نہ کھلنا تھیں نہ کھلیں ؟

دیو جاتی یوں ہی خار کھاتی تھی۔ اس پر سو تیا ڈاؤں شکر جی کے پاس پہنچی۔
رو رو کر عرض کی۔ پہلے جو کچھ ہوا تھا وہ خیر گزشتہ راصلوۃ۔ مگر اب اس پر
طرہ سنئے وہی سر مشٹا یہاں بھی میری چھاتی کا پتھر بنی راجہ نے اس سے شادی
رچالی شکر جی بیٹی کے دکھ سے کراہے فوراً ہی بد دُعا دی کہ :-

”حجّات یوڑھا چیل ہو جائے برشتا کے کام ہی کا نہ ہے۔“
بددعاتی رہت تھی حجّات کی جوانی فوراً دھل گئی۔ صبح پیری کا
ظہور ہوا۔ مگر بمصداق سے

بڑھاپے میں جوانی سے زیادہ جوش ہوتا ہے
بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے

راجہ کی خواہشات نفسانی غالب نہ تھیں۔ مگر عالم پیری سے مجبور۔ آخر اپنے
راجکاروں سے کہا کہ جو سعادتمند ہو اپنی جوانی بچے دے ڈالے سب
لڑکوں نے دو لڑکے جواب دیا۔ کہ معاف کیجئے۔ ہم تمہیں ارشاد سے قاصر
ہیں۔ پیرا صغر چھاتی تھوٹ کر کھڑا ہو گیا کہ بچے ہم حاضر ہیں۔

راجہ حجّات کی جوانی پھر لوٹ آئی۔ اور ایک نزار برس تک خوب جی کھول
کر بہارِ حسن کی گلزار لوٹا رہا۔ جب نیت چھک گئی طبیعت بھر گئی تو دنیا
کی طرف سے منہ پھیرا۔ جنگل کی راہ لی۔ عبادت میں دل لگایا۔ ریاضت
سے جی بہلایا۔ بڑے جیسے سلطنت سے محروم رہے چھوٹے جیسے پر دلنے
حکومت پائی جس کو راجہ اندرنے بنفس نفیس راج نیت سکھائی۔

ادھیانے ۱۹

راجہ اند کا راجہ حجّات پر عتاب بددعا راجہ کا
مصیبت میں استقلال و اسکا انجام بخیر

راجہ حجّات کی عبادت حد سے گزر گئی۔ ریاضت شہرت پکڑ گئی راجہ اند
کے دل پر اثر ہوا۔ دریافت کیا کہ:-
”راجن ریاضت و عبادت میں تمہارا کون جواب ہے۔“
حجّات۔ کوئی بھی نہیں۔ دیوتا سے بیکرا انسان تک کوئی میرا مد مقابل

نیں ہو سکتا۔ سب پر میں ہی فائق ہوں۔

اندر۔ یہ غرور کے کلمے۔ یہ بکتر کے الفاظ۔ تو سہی بڑے بول کا سر نیچا ہو لیں اس کی نخوت کی منزلی ہی ہے۔ کہ سورگ سے نیچے پھینکے جاؤ۔

حجرات حکم حاکم مرگ مفاجات۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ زبردست کا ٹھینکا سرور۔ خیر ٹھینکے اختیار ہے مگر اتنی عنایت سمجھے۔ کہ نہیں ٹھہری بی جگہ نہ دھکیلا بیگنا۔ عین ذرہ نوازی ہو گئی۔

راجہ حجرات اندر کی مرضی سے زمین پر پکے گئے۔ یہ ابھی اوج پر تھے۔ کہ آستیک رشی کی نظر پڑ گئی پوچھا۔

آپ کا کیا نام ہے۔ اندر کی سی شکل و صورت۔ بشن جی کی سی طرز و روش یوں آکاش سے آنے کا سبب۔ اس طرح گرنے کا باعث۔ میری عقل کام نہیں کرتی پس آپ پس بھیر جائیے یہاں مجال نہیں کہ کوئی دیوتا تھپک سکے۔ اندر چیز ہی کیا ہے جو دل آزاری کر پائے۔

جب راجہ وہیں تھم گیا اوفتا دا سہی جگہ پر ختم ہو گئی تو آستیک جانیے کہا۔ میں آپ کا نواسا ہوں آپ میرے نانا ہیں۔ آستیک میرا نام ہے آپ کو تکلف نہ ہوگی۔ مگر بتائیے کہ سورگ میں کیا مشاہدات ہے اور آپ کو کس کس لوک کی سیر کا شرف حاصل ہوا۔

حجرات۔ میں سرمایہ خیر و ثواب سے مالا مال تھا۔ دولت حسنات و برکت پٹی پڑی تھی۔ مگر بڑا ہو کجخت غرور و نخوت کا اس نے لپیٹا ڈیوڑھی ایک جھنجھنی نہ رہنے پائی۔

عالم موجودات میں مال و دولت سمجھ چیز نہیں۔ روپیہ پیسہ تو کما میں ہے۔ اگر کوئی دولت ہے تو بس ویدوں کی واقفیت۔ نیک اعمالی و خوش اعمالی۔ انسان دولت پائے تو اس کو نہ چلے نہ کھڑی ہو جائے تب بھی یہی سمجھے کہ درخت کے سائے کا ٹھکانا کیا۔ ابھی یہاں سے ذرا دیر میں ادھر ہو جائے گا۔ پس دولت پرناز کرنا فضول۔ تو نگری پڑھو لٹنا بالکل بھول۔ اگر مصیبت آپڑے تو استقلال سے جھیلے کال کو نکالے۔

کال سے اپنے کو نہ کٹوائے۔ کوئی سے کچھ حاصل نہیں۔ پریشانی بالکل بے نتیجہ۔
خوشی ہو یا بیخ خوشی عشرت ہو یا عسرت سب نخلِ اعمال کے برگ و برگ۔ شجرِ
افعال کے ثمر ہیں۔ کوئی شیریں ہے کوئی تلخ۔ تقدیر کے آگے تدبیر
نہیں چلتی عقل مقدم ہے اور نوشتہ قسمت مقدم تر۔ جو کچھ تقدیر
میں لکھا ہے ضرور ہو گا۔ تاہم تدبیر بھی شرط ہے۔

رزق ہر چند بے گناں برسد شرط عقل ست جتن ازورما
گرچہ کس بے اجل نہ خواہد مرد تو مرو در دمان اثرورما
ہر حال میں خوش ہر رنگ میں مست رہنا انسان کے لئے نہایت
ضروری امر ہے۔ نہ آئے کی خوشی نہ گئے کا غم۔

زیرِ رخ و راحت گیتی مرغیاں دل مشغول

کہ اندازِ جہاں گاہے چنیں گلے چنیں

خزاں کے بعد بہار ہے سرور کے پیچھے خار۔ جہاں گنج ہے وہاں مار
ہے۔ جہاں بھول ہے وہاں خار۔ نہ خوشی ہی کو ثبات ہے۔ نہ بیخ کو
قیام۔ نہ ہمیشہ صبح ہی ہے نہ شام۔ سب سے پہلے امرنگ کی سیر میں
میرادل محو ہوا۔ عجیب مقام پر بہار ہے جو نظارہ ہے خوشگوار ہے۔
ہزار جوجن لمبی بستی ہر جگہ عشرت پرستی اور چپے چپے پر زہت ہی زہت
پرستی ہے۔ اندر پوری سے پر جاپت کے لوک میں مدتوں قیام رہا۔ آرام
سے آرام رہا۔ پھر نندن بن کی ہوا کھائی البسراؤں سے طبیعت
بہلائی یہاں راجہ اندر کا عتاب ہوا زمین پر پھینکنے کی ٹھیرائی گئی۔
تین مرتبہ دیودت نے مجھے عزم با لجنم سے آگاہ کیا۔ اور آخر وہی
ہوا جو اندر کی مرضی تھی۔

آستیکہ کہ پ میرے خزانہ کی ہیں میں آپ کا خزانہ۔ میرا
فرض ہے کہ اپنے آپ کو آپ کے تدبیر کر دیں۔ یہ آپ کو نہ ہر پر گئے
سے بجا دینگے۔ میں اپنے ہمتاں جمادیتے ہوں۔
حجرات سب سے یہ قبول نہیں ہیں۔ نہ معلوم ہر منزل کو کیا کچھ

وینا دار سیٹھ سا ہو کار بن گئے۔ جو جس کی ہوس ہوئی بے غل غش پوری
کی۔ میں آپ کا گراں بہا حسان ہونا رھم کے خلاف سمجھتا ہوں

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر بہت

رفیق بہ دستگیرِ ٹیپے بیکانہ در بشت

اتنے میں ترون کھینچا موجود ہوئے انہوں نے کہا :-

راجہ حجات با تم آستیک کی پیشکش قبول نہیں کرتے۔ تو لو میں اپنے
اعمالِ حسنہ و ریاضت و عبادت کا ثواب نذر کرتا ہوں :-

حجات :- ہمارے صرف آپ کی پانچا بیٹے مجھے آپ بھی معاف رکھیں میرے
لئے آپ کی اتنی ہی ہمدردی کیا کم ہے :-

یہاں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دفعۃً آج ہوا پر پانچ طلائی بوان
سبح کی طرح لوز برسائے جگمگ کرتے اترے ہوئے نظر آئے۔ سب کی
نگاہیں ادھر کو اٹھ گئیں۔ آستیک نے راجہ حجات سے پوچھا :-

یہ بوان کس کے ہیں ؟ ان میں کون سوار ہے اس طرف آنیگی وجہ ؟
حجات :- ان میں راجہ شومی اور مرشی بشومان رونق افروز ہیں اور
کے لے جانے کے آرزو میں آ رہے ہیں :-

اتنے میں بوان پہنچ گئے۔ مرشی اور راجہ شومی نے حجات کی عزاج
پرسی کے بعد کہا :-

آپ کے مصاحب کا خیال ہمارے رونگٹے کھڑے کرتا ہے آپ زمین
میں گریں۔ اور ہم کھڑے دیکھیں۔ حجت مقتضی نہیں۔ ہمارے ثواب
آپ قبول فرمائیں تو عین بندہ پروری :-

حجات :- آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ مگر میں اس سے زیادہ ممنون
الطاف و مرمون اعطاف ہوں گا۔ اگر آپ معاف رکھیں :-

بشومان و شومی :- اگر یہی تو پھر آئے بوان پر رونق افروز ہو جائے۔
آستیک جی بھی شریف لے چلیں رونق شومی سوار ہوں :-
راجہ حجات :- ان اس کا مضائقہ نہیں :-

اور یوں پانچوں صاحب بوائوں پر سوار ہو کر سورگ
لوک کو تشریف لے گئے۔

ادھیائے ۲۰

سورج ہنسی و چند ہنسی راجے ہمارے اور ہند و جغرافیہ

راجہ جنتی کے سوال پر بیشم پٹن نے پروہت اور کورو خان کے
راجاؤں کی جو فہرست بیان فرمائی۔ اس کو ہم مزید تحقیقات اور ضروری
کیفیت کے ساتھ نذر ناظرین کرتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ مہابھارت
میں زمانہ تکمیل تصنیف تک کے نام درج ہیں مگر ہم موجودہ زمانے
تک سلسلہ ملا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ ترتیب نامکمل نہ رہے اور
وہ جغرافیہ بھی بیان کرتے ہیں جس کا ابتداء زمانہ کو علم نہیں۔ واضح ہو کہ مختلف
کتب ہندو کی رو سے جب برہما کا ظہور ہوا۔ ہمیشہ ہزار عالم کتبہ عدم سے
عالم شہود میں آئے۔ آفتاب نے دہتاب کو پرورش بناتا تھا حفظ معنیات
و تحفظ ذی روح کی خدمت سپرد ہوئی۔ اندر کو امراؤتی کی حکومت ملی۔
نرک جہار ج کے سپرد ہوا۔ چتر گپت جی محاسب اعمال خلائق مقرر ہوئے اور
لکشتر و اجرام علوی یعنی سیارے، پانچ توتلے کا جلوہ ہوا۔ انسانی خلقت
کی چارہ فرقوں میں تقسیم ہوئی۔

۱۔ سورج یا آفتاب۔ چاند یا قمر۔ منگل یا مریخ۔ راہ یا راس۔ برہمپت یا مشتری۔ سیٹھ یا
زحل۔ بیدھ یا عطارد۔ کیٹ یا زنب۔ شکر یا مہرہ۔ آتش۔
۲۔ باد یعنی ہوا جل یعنی آب۔ آگن یعنی آتش۔ پرتھی یعنی خاک۔ آکاش یعنی خلا۔
۳۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شہوور۔

برہما جی نے ایک شخص کو اپنے موہے سر سے پیدا کر کے نار دنام رکھا۔ اور چاروں وید کی تعلیم دی۔ بعدہ حصول اولاد کی فکر میں کئی لڑکے پیدا کئے جنہیں پرچاپت و منو کہتے ہیں۔ ان کو حکم ہوا کہ فرما زواۓ ہفت اقلیم ہوں۔ گرسب انکار کر بیٹھے۔ عبادت و ریاضت ہی پر قناعت کی۔ عرصہ تک طوائف الملوکی رہی۔ کسی کا کسی پر دباؤ نہ کسی کا کسی پر کوڑا نہ آنکس۔ برہما جی کی درخواست پر بشن جی نے اپنے فرزند دلبند پر جلسے فرمایا کہ بولو کہ یوں دنیا میں فرما زوائی کرو۔ شریروں کو سزا خوش اطواروں کو جزا دو۔ دھرم کی شہرا جیں کھلیں۔ شروفا و کا سید باب ہو۔ پر جانے صُنا انکار کر دیا کہ اپنی نیبا د اعمال میں۔ ان میں رہنا بھی اپنی مٹی خراب کرنا ہے پس حکومت نامنظور عبادت لطیف زندگی کے لئے کافی ہے بشن جی نے اسی وقت دُعا کی۔ اور فوراً ہی پر جا کی لپشت سے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام کیرت مننت ہوا۔ مگر اس نے بھی ریاضت اختیار کی۔ اس کا لڑکا دم رکھ بھی مشغول عبادت ہوا۔ اتنگ نے بھی باپ کی پیروی کی۔ مگر اس کے لڑکے ایبل کو بشن جی نے زبردستی فرما زواۓ عالم بنایا۔ جب راجہ ایبل سر رآرا ہوئے پردہ دنیا کو خاشاک ظلم و ستم سے پاک و صاف کیا۔ لیکن شوکت و عظمت شانہ سے نفرت رہی۔ اور لباس درویشی و صحرائی بنی اور ریاضت و عبادت پر قناعت کی اس کے بعد اتنگ جائشین ہوا۔ عہد معدلت مہد میں رعیت شا و ملک آباد رہا۔ عدل و داد کی گرم بازاری تھی ایمن امان سے سامان مطلب برآری۔ انگد کے اشتغال عبادت سے بیو اس کا بیٹا متکمن سرور سلطنت ہوا۔ بیو نے ایسا آسمان سر پر اٹھایا کہ وہ اندھا دھند چلائی کہ اہل زمانہ چیخ اٹھے۔ شیروں مینوں نے بش جی سے شکایت کی بشن جی سخت ملول خاطر ہوئے۔ فوراً قدرت کاملہ سے ایک قوی دست وجہہ تشکیل انسان پیدا کر کے نو برت کے نام سے کرہ خاک پر روانہ کیا۔ نو برت زمین پر آیا۔ بیو کو تہ تیغ کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنا نام نو برت پر تھو مشہور کیا۔ راجہ

نے انصاف و عدل سے خلقت کو بامراد کیا۔ اسیران پنج و نعم کو قید مصائب کے
رہائی بخشی۔ مدت دہراز کے بعد راجہ پرتھو نے شکر دینی زہرہ کو نائب سلطنت
و مدار المہام دولت مقرر کر کے صحرائی راہ لی۔ اور ریاضت و عبادت میں
مصروف ہوئے۔ پرجا سے بیو تک سات لپشتیں گزریں۔ ان ساتوں کو لشن
پتر کہتے ہیں۔ جب شکر نظم و نسق حکومت پر قادر ہوئے انہی خلائیں کو
راہ راست کی تعلیم دی۔ اور عدل و داد سے تمام مخلوق کو راضی و شاکر رکھا
شکر جمی نے برہمنوں کو اپنا مدار المہام سلطنت مقرر کیا اور کیرکھ رکھیش کو نیات
دی۔ نیز مہج و شناس کے لئے دو شیوا بیان اور بیڈخوان برہمن متعین کئے۔ جن کا
نام سوت اور باکرہ پوتھا۔ بھٹا جنہیں فارسی دان باد فروش کہتے ہیں انہیں
کے بقائے نام ہیں۔ قبل میں ان دو مورخان اعلیٰ کی نسلیں ہی بھٹا کہلاتی
تھیں۔ اب امتداد زمانہ سے سینکڑوں فراتے ہو گئے ہیں۔

نوبت کے بعد کبیر تھہ رکھیش اور نگ آرا سے جہان بانی ہوئے۔ اور اپنا
نام راجہ پرتھو رکھا۔ راجہ پرتھو کا عہد اہل عالم کے لئے بہت مبارک تھا جس
میں مزے سے گزر ہوتی تھی۔ ہر طرف امن و امان۔ ہر جگہ خوشی کے سامان۔
راجہ پرتھو نے رب سے پہلے روئے زمین کو خوش و خاشاک سے پاک و صاف
کر کے ہموار کیا۔ زمین شکر یہ عنایت بے غایت کے لئے عورت کے بھیس
میں حاضر ہوئی۔ راجہ نے کہا جا اپنے مقام پر بٹھرو۔ جب یاد ہو تب حاضر
ہونا۔ زمین رخصت ہوئی۔ اور اپنے مرکز اصلی پر قائم ہو گئی۔ پھر دریاے
محیط مرد کے لباس میں پاپوس ہوا۔ اور عرض کی۔ جہاں پناہ جتنے زر و گوہر
کی ضرورت ہو۔ ابھی ابھی پیش نظر کروں۔ راجہ نے پھر ویسا ہی کہہ کر
اُسے رخصت کیا۔ اس کے بعد میر پر بت ایک درویش کا جامہ پہن کر آستان
بوس ہوا۔ اور گزارش کی۔ میں اس گڑہ زمین کا مالک ہوں۔ جتنا سونا
مطلوب ہو۔ ابھی دیکھ رہا ہوں۔ بعد ازاں دیو جی کے خراجی
کبیر جی آئے۔ فرمایا کہ جو چیز درکار ہو فرمائیں۔ یہیں موجود
سروں پر

راجہ پرتھو نے تمام زمین کے سات حصے کئے۔ اور ہر حصے کا نام علیحدہ رکھا۔ یہ سات حصے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جنوبی دیپ۔ جس کا نصف حصہ دریائے ستور سے محیط ہے۔ اور کوہستان و خرابہ آباد ہے۔ طول ۵ لاکھ ۱ ہزار ۳ سو ساٹھ جو جن عرض ۲ لاکھ ساٹھ ہزار ۲ سو ۶۵ جو جن۔ سیر پر بت ۸۴ جو جن بلند اتر میں واقع ہے۔ اور اس کے گرد و نواح میں سات پہاڑ معدن جو اہرات مختلف الاقسام ہیں۔

۲۔ شمالی دیپ۔ طول ۴ لاکھ ۱ ہزار ۲ سو ۲۴ جو جن۔ یہ بحیرہ سفید سے محیط ہے۔ اور اس میں بھی کوہستان ہے۔

۳۔ شمالی دیپ۔ طول ۳ لاکھ ۲ ہزار ایک سو ۸ جو جن۔ دریائے جفرات سے محیط ہے۔ پہاڑ بکثرت ہیں۔ دریائے جفرات اس لئے کہتے ہیں کہ پانی جفرات سے مشابہ ہے۔

۴۔ کش دیپ۔ طول ۲ لاکھ ۸۶ ہزار ۷ سو جو جن بلندی کے رنگ کے پانی کا دریائے محیط ہے۔ پہاڑ بہت ہیں۔

۵۔ گو مید گ دیپ یا پکٹش دیپ۔ طول ۲ لاکھ ۹۶ ہزار ۵ سو ۱ جو جن۔ اس کے گرد ایک دریائے جس کا پانی ذائقہ اور خواص میں بعینہ شراب ہے۔

۶۔ کروینچ دیپ۔ طول ۲ لاکھ ۸۱ ہزار ۷ سو ۸۴ جو جن۔ شیرہ نیشکر کے رنگ کا دریا محیط ہے۔ پہاڑ بھی بہت ہیں۔

۷۔ پشکر دیپ۔ سب دیہوں سے چھوٹا ہے۔ طول ۱ لاکھ ۴ ہزار ۲ سو ۸ جو جن دریائے آب شیریں سے محیط ہے۔ اور پہاڑ بھی بہت واقع تھے۔

راجہ پرتھو نے سات دیپ تقسیم کر کے جنوبی دیپ کے نو حصے کئے جن کو سفکرت زبان میں ویش اور عربی میں اقلیم کہتے ہیں جنوبی دیپ کے شمال میں مغلج میں ایک جو جن چار کوس کے برابر ہوتا ہے۔

نوحے حسب ذیل ہیں:-

- ۱- بھارت ورش یعنی ہندوستان۔
- ۲- کن ورش یعنی تاتار چینی شرید بھاگوت اسکندھ ۵-۱ اویہاے ۵۹ کے روسے بھگوان پرشوتم سری رام چندر جی کی شکل میں جانکی جی کے ساتھ ہیں رونق افروز ہوئے ہیں۔ اور سری ہنومان جی گندھربوں کے ساتھ ہیں پریش کر تے اور کتھا سنتے رہتے ہیں۔

(۳) ہری ورش - یعنی ایشیائی روس۔

(۴) کرو ورش یعنی کمسیکو۔

(۵) ہرنیہ مے ورش یعنی یو نائٹڈ اسٹیٹس (مالک متحدہ)

(۶) رمنک ورش یعنی کینیڈا۔

(۷) لادرت ورش یعنی قطب وسطی مابین ایشیائی روس و کینیڈا بالفعل یہ حصہ دیرا برڈ ہے۔ اور اب دیرا بکثرت برووت سے ہمیشہ منجھ رہتا ہے۔

(۸) کیتو مال ورش یعنی کیمسٹکا و امریکہ روسی اس کا بھی ایک

حصہ تہ آب ہے۔

(۹) بھدر ترنگ ورش عرف بھدر اشو ورش یعنی گرین لینڈ و آئس لینڈ

وغیرہ یہ بھی پچھ حصہ دیر آب ہے۔

تقسیم اقلیم کے بعد راجہ پرٹھو نے نارومن اور شکر جی کے مشورے سے ساقل اقلیموں میں عمارتیں تعمیر کیں شہر و قریہ و دیہ آباد کئے اور برنگہ چاروں ورن کے لوگ یعنی برہمن چھتری دیلش شودر لبائے گئے راجہ پرٹھو کے عہد میں تمام خلقت مرفہ الحال فارغ البال تھی۔ اتفاقاً ایک سال قحط پڑا۔ سب کھیتیاں سوکھ گئیں۔ ایک دانہ پیدا نہ ہوا۔ راجہ کو سخت حیرانی و پریشانی ہوئی۔ خیال گذر کہ شاید مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا یا بندگان خلایق کسی امر نا شائستہ کے مرتکب ہوئے۔ زمین کو یاد کیا مگر وہ حاضر نہ ہوئی۔ راجہ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ تیروکان

لئے ہوئے موضع زمین میں پہنچا۔ زمین جی چڑا کر بھاگی۔ راجہ نے پیچھا کیا۔
زمین باتل میں پہنچی۔ وہاں سے سُرگ لوگ میں گئی۔ راجہ بھی بگڑت پیچھے
پہنچے پہنچا۔ اور زمین کو بڑی جلد و جہد سے لے آیا۔ اور کہا تمام خلعت نے
تخمر بازی کی۔ ایک دانہ بھی نہ اُگتا۔ سب تخم اُٹھ گئے۔ زمین بولی میرا قصور
نہیں دیکھا ہے دھرم رخصت ہو گیا۔ جو چاہتے ہیں زہر مار کرتے ہیں۔
راہِ ثواب میں کوڑی خرچ نہیں کرتے۔ پھر جیسی کرتی ویسی بھرتی۔ راجہ
کو حیرت ہوئی۔ اور کہا:-

راجہ۔ اے پرتھوی میں تیرا شکر گزار ہوں۔ کہ تو نے حالاتِ خیر و شر سے
مجھے آگاہ کیا۔ لیکن میری خواہش ہے۔ کہ جو علاج بویا گیا ہے وہ وہاں
کر دے۔ پرتھوی بولی۔ مجھے عذر نہیں۔ تھیل ارشاد منظر میں گاہے بنتی
ہوں۔ آپ مجھے دُہ لیں جو مجھ میں ہوگا۔ آپ کے ہاتھ آہٹے گاہے
پرتھوی گاہے بنی اور ہچا چل پھاڑ پھڑا بن گیا۔ راجہ نے گاہے کو دو ٹاٹو
کثرت سے دودھ نکلا۔ راجہ نے حکم دیا۔ کہ قلبہ رانی شروع ہو۔ اور یہی
دودھ زمین پر چھڑکا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور سوکھے کھیت برے
بھرے ہو گئے۔ ابنائے روزگار کی فاقہ شکنی ہوئی۔ سوکھے دھانوں پانی
پڑا۔ اسی روز سے راجہ نے زمین کو اپنے نام پر پرتھوی کا خطاب دیا۔ چونکہ
ساتوں دیپ کے فرماؤ اسی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور چتراسی راجہ کی
ایجاد ہے۔ اسی سے اس کی نسل کا خطاب پرتھوی ہے۔ راجہ پرتھوی کی اولاد
میں سے کئی۔ راجہ فرماؤ اسی ہفت اقلیم ہوئے ہ

راجہ پریاہرت شاہنشاہ ہفت کشور منصب سخی شجاع اور شہ
دھیت پر در تھا۔ شیر کرسی ایک گھاٹ پانی سے تھے۔ شکر۔ ویا دگہوڑ
کے دروازے تھے۔ راجہ پریاہرت کے مسات فرماؤ تھے راجہ نے کہا کہ
ایک ایک قلعہ فرماؤ۔ اور جو گوشہ وادعت میں ہیں۔ ان کے دروازے
میں سے راجہ الیندتر جنہو دیپ کا مالک ہوا۔ اس کے دروازے تھے۔ لایہ
جنہو دیپ کو نو حصوں میں منقسم کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک دروازہ

کے حوالے کیا۔ جن کی اولاد زمانہ دراز تک اریکے آراء عالم پناہی رہی۔
 لڑکوں میں سے راجہ نابھہ آریہ ورت کا حکمران تھا۔ اس کے تین فرزند
 تھے۔ راجہ نابھہ نے ہندوستان کے تین حصے کر کے تینوں لڑکوں کو دے
 دیئے۔ اور خود مشغول ریاضت ہوا۔ راجہ نابھہ کے لڑکے اپنے اپنے حصے
 پر قابض ہوئے۔ مراٹھ نے اپنی اپنی قوم کا نام اپنی مرضی کے موافق رکھا
 چنانچہ ایک قوم و جانب مغرب جا نکل دیش کہلائی جسے اہل ہند کو سٹی
 مارواڑ کہتے ہیں وہ بالادست گجرات ہے وہاں کے کوئیں بہت عمیق
 ہیں۔ جب کنوئیں سے ڈول نکلتا ہے لوگ ڈھول بجاتے ہیں کہ اس
 سے کھینچنے والے کو ڈول نکلنے کا علم ہو جائے یہاں کے باشندے گندم
 رنگ اور نہایت قوی الجشتہ ہوتے ہیں۔ بڑے درخت کم چھوٹے قصی
 پودے ہر سال نکلتے اور معدوم ہوتے رہتے ہیں۔ آب و ہوا ناقص استعمال
 اینوں لازمی ورنہ زندگی دشوار چھوٹے بڑے پہاڑ بکثرت۔ آندھیاں
 بیشدت۔ ریگ کی افراط۔ میوہ و گل کی قلت۔ باجرہ اور موٹہ اجناس پیداوار
 غلے ندارد۔ زبان غیر ملک الوں کے لئے عجیب و غریب۔ گفتگو سمجھنا
 وقت طلب ہے۔

دوسرا حصہ انوپٹیش کہلایا۔ ملک بنگالہ اس میں دریائے شور کے
 ساحل پر واقع ہے۔ کنوئوں کا پانی بہت قریب درختوں میں رطوبت
 زیادہ اور بار آوری بکثرت۔ باشندے اکثر سیاہ فام کمزور کم ہمت جیتی
 دغا باز و خائن مگر جاہل کم عموماً سب صاحب علم۔ عورتیں ہوا پرست اور
 بے شرم۔ چاندل خیمہ غذا۔ مرض باری کا زور ہے۔

تیسرے قطعہ منقسمہ کا نام سرراٹھ ویش ہوا۔ پانی نزدیک چھوٹے بڑے
 درخت اعتدال کے ساتھ بارش اور اسی میں اندر رتھ دلی واقع ہے اہل
 ملک صحیح اہل شیریں کلام۔ بامروت صاحب جرأت و یاد دل گنم گوں
 خود توں مردوں کا مزاج معتدل۔ آب و ہوا خوشگوار۔ تمام اقسام کے
 میوہ و گل غلہ و ریاحین کی کثرت ہے۔

چونکہ اس وقت زمانے کی تقسیم ممالک و قیام ولایات کا ذکر آیا ہے
 لہذا ہم ناظرین بالکین کی خدمت میں عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ
 اہل یورپ ہی نے علم جغرافیہ میں تحقیقات کے ڈنکے نہیں بجائے ہیں۔
 بلکہ ہندوؤں کے زمانہ میں بھی جغرافیہ مکمل تھا۔ یورپ کے جغرافیہ دان جغرافیہ
 دان کی ہمارت پیٹ سے لیکر پیدا نہیں ہوئے ان کو جو کچھ معلومات حاصل
 ہوئی ہے وہ ہندوؤں کے طفیل سے اگر یہ نہ ہوتا تو یورپ کو کبیس پرنا نہ
 کرتا۔ اس کی سالانہ یادگار سے اس کا شراوہ نہ کرتا۔ کہ ہندو ایسی اچھی بات پر
 فخر نہیں کرتے انہیں اس وقت سے امریکہ معلوم تھی جب دنیا کی بنیاد پڑی
 تھی۔ ہندو جغرافیہ کیا ہے ہندوؤں کے یہاں آجکل کی ولایتوں اور شہروں کے
 کیا کیا نام تھے۔ کون کون مقام کس کے نام سے منسوب ہیں یا کس کس نے
 آباد کئے اس کی تشریح و توضیح شائقین تحقیقات کے لئے کچھ کم دلچسپ
 نہ ہوگی۔ چنانچہ ہم ذیل میں کتب مستند کے رُوسے اپنی تحقیقات حوالہ قلم
 کرتے ہیں اور اس حصہ کو ہندو جغرافیہ کے نام سے موسوم کر کے دکھاتے ہیں
 کہ ہمارے بزرگوں کی تحقیقات کس نامعلوم زمانہ سے حد تکمیل کو پہنچی ہوئی ہے
 ہم پہلے دیپ اور ورش کی تکمیل کا حال بیان کر چکے ہیں۔ اور اب اس کے
 سلسلہ کو صممہ تحقیقات میں شامل کر کے دکھانا چاہتے ہیں کہ قدیم ہندو
 یعنی ہمارے بزرگ تحقیقات جغرافیہ میں بھی موجودہ جغرافیہ دانوں سے
 ہزار قدم آگے تھے۔

جغرافیہ کی تحقیقات میں ہندو جغرافیہ دانوں کی تحقیق محدود ہے وسیع
 و بلیط ہوتی گئی ہے مگر ہم اس زمرہ میں سب سے خیالات کا نفس مطلب
 عرض کرتے ہیں۔ شایقین تحقیقات حوالہ جات سے تقصیری
 فرمائیں۔

پنڈت سری رام چندر بنگال نواسی نے رسالہ بھارت بچاری میں بھارت
 ورش کو روئے زمین ثابت کیا ہے۔ چنانچہ وہ بھارت ورش کے
 تین حصہ حسب ذیل کرتے ہیں۔

۱۔ اشوکرانت اشوجات یعنی یورپ بھوشہ
پران یورپ کھنڈ

نوٹ۔ ہندو لوگ یورپ کو اشوجات نہ معلوم کس جگہ سے
کہتے چلے آئے ہیں یعنی کو پاوری ایسویا عیسو کہتے ہیں اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اشوجات یعنی عیسو کی ذات یعنی عیسائی
اسی نام سے پہلے ہی پکارے جاتے تھے۔

۲۔ رتہ کرانت سورج راکا یعنی افریقہ

۳۔ بشن کرانت یا اسپجنگ یعنی ایشیا

گو پنڈت سدی کا بھارت ورش کو برتھوی بھرکنا ایک تعجب خیز بات
معلوم ہوتی ہے۔ مگر نہیں حال کے اولڈ اینڈ نیو مسفیر یعنی قدیم و جدید کرہ زمین
جن کا دوسرا نام برتھوی ہے قدیم سنسکرت جغرافیہ میں نابھ ورش و بھارت
ورش نیز کرم بھومی کے خطاب سے موسوم ہوئے ہیں اور اس سے ثابت
ہے کہ مختلف زمانوں میں کرہ زمین مختلف ناموں سے منسوب کیا گیا اور
ایک وقت یعنی ہندوؤں کے دور عالیگریں کل کاکل بھارت ورش میں
داخل تھا۔

لوگ اس بات سے متحیر ہونگے کہ کہاں نابھ ورش یا بھارت ورش
یا کرم بھومی کہاں روئے زمین کی تختہ ارض کی گنجائش کجا مگر نہیں
بعض مغالطے ایسے ہوتے ہیں کہ کہنے کو تو بہت کچھ وزن رکھتے ہیں لیکن
ان کی اسلیٹ میں بھر شمع بھر جان نہیں ہوتی۔

عوز کر لیجئے کہ سوچ بنی جکورتی راجے ہمارے اجدادھیما کے راجے
کہلاتے تھے۔ دھر تراشٹ اندر پرست ہی کے راجہ مشہور ہیں برتھوی راج
ہندوؤں کا آخری شہنشاہ ملی وجمیر کا مالک کہلاتا تھا قنوج کے راجہ
اور ان سے قبل کے عظیم الشان فرمانرواؤں کی سلطنت قنوج ہی
کہلاتی تھی حالانکہ ان میں روئے زمین کے فرمانروا اور قنوج بھی تھے
اگرچہ یا اقطار عالم میں بھی حکومت کا جھنڈا لہراتا تھا مقبوضات

کے بیرونی سرحدی مقامات بھی تحت تصرف و قبضہ افتداریں تھے۔
مگر نہیں کیا قلم و اور کیا مالکِ محروسہ سب اسی نام کے ذیل میں تھے۔ جو
دارالسلطنت کو حاصل تھا۔

ہندوؤں ہی پر فرض نہیں اہل اسلام بھی اسی طریق کے پیرو تھے۔
شاہجہان وغیرہ کی حکومت تمام سرزمین ہند ہی نہیں بلکہ افغانستان، بلخ
بخشان تک تھی۔ مگر نہیں شہنشاہِ دہلی کہلاتے تھے۔ چنانچہ آج بھی نظام
حیدر آباد کے نام سے ظاہر ہے کہ حیدر آباد کا تمام نام مقبوضات ملک دکن
سے مراد رکھتا ہے۔ علیٰ ہذا بیگم بھوپال۔ نواب رامپور۔ مہاراجہ اندور وغیرہ
صاف ثابت کرتے ہیں کہ مقبوضات خواہ کتنے ہی وسیع ہوں حکومت کی وسعت
چاہے جس قدر ہو۔ ان سے یہ قیاس نہ کر لینا چاہیئے۔ کہ نظام کی حکومت صرف
حیدر آباد ہی پر محدود ہے یا شاہجہان بادشاہ صرف دہلی کا ہی بادشاہ تھا نہیں
بلکہ یہ سمجھنا ہو گا کہ وہ تمام ہندوستان کا شہنشاہ تھا۔ کابل، بلخ و بدخشان
وغیرہ بہت سی ولایتیں اور بھی اس کی قلمرو میں شامل تھیں۔ جب ہم اس امر
کا لحاظ کرتے ہیں۔ تو ہمیں شک کرنے کا کوئی پہلو نہیں سوچتا کہ تمام روئے زمین
کو قدیم راجگان ہند کے زمانہ بھانگری میں آریہ ورت یا بھارت ورش خواہ
ناہ ورت یا کریم بھومی نہ کہتے ہوں کیونکہ آخر الذکر ناموں سے لقب ہندستان
کے اگلے زمانہ میں روئے زمین کا سرتاج تھا اور تمام مالکِ ارضی اسی کے زیر
حکم یا داخل قلمرو تھے۔ چنانچہ ہمیں مزید ثبوت کی ضرورت نہیں پرتھوی کا نام ہی
ہے۔ جو راجہ پرتھو کے نام سے اب تک منسوب چلی آتی ہے۔

سنسکرت میں پرتھوی کل روئے زمین اور گرہ زمین اور گرہ خاکی کو
کہتے ہیں۔ اس کا یہاں کے راجہ کے نام سے لقب ہونا صاف بتا رہا ہے
کہ بنگال کے پنڈت سری رام چندر کا خیال کبھی غلط نہیں
طبقہ ارضی ضرور ناہ ورت وغیرہ کے ناموں سے منسوب رہا ہو گا
کیونکہ تاریخی تحقیقات سے خصوصیت کے ساتھ ثابت ہے
کہ اگلے زمانے میں کل و دنیا ہندوستان کے ماتحت

اور زینکین تھی۔ انگریزی ماڈرن جیگرافی میں پانچ حصوں پر تقسیم ہے۔

۱۱۔ ایشیا

۲۔ یورپ

۳۔ افریقہ

۴۔ امریکہ شمالی و امریکہ جنوبی

۵۔ آسٹریلیا

آجکل سنسکرت کا دور دورہ نہیں لوگ یہ بھی جانتے نہیں کہ ہندو جغرافیہ دیکھنا ہو تو کس کتاب میں دیکھیں جن کو کچھ مذاق تحقیقات ہوا۔ وہ بھاگوت میں ٹوٹتے ہیں اور پھر قفقہ لگاتے ہیں کہ واہ بس نام بڑے دشمن تھوڑے۔ بھاگوت کا یہ زور شور اس پر ہندوؤں کا یہ ناز مگر ”جو چیرا تو ایک قطرہ خون نکلا“ جغرافیہ بننے لگا۔ ان عقلمندوں کی عقل جہاں تک تعریف کی جائے کم ہے جن کو یہ تک معلوم نہیں کہ شفا خانہ اور ہے اور تیم خانہ اور حکمہ مالی میں حکمہ ملکی کی باتیں کہاں۔ کہاں تعزیت ہند کہاں قافونی عدالت دیوانی۔ کہاں پائونیر کہاں تھیسا صوفٹ گورنمنٹ گزٹ میں امرت بازار پتر کا کے مضمون کہاں ہیں بھاگوت میں جغرافیہ کو تلاش کرنا بالکل الٹوٹھی اور پھر بھاگوت پر قفقہ لگانا خاص فطرز مرصع لیاقت کا نمونہ ہے یا نہیں۔ بطلمیوس کو آج کل کے عقلمند اور محقق مشہور جغرافیہ نویس سمجھتے ہیں جغرافیہ کا آقباس ہم ٹے ماڈرن جہستان کے نمبر ۲ میں قلمبند کیا ہے۔ نئے زمانہ کے محققین جغرافیہ کے معاملہ میں یا تو بطلمیوس کو مہلہ دست سمجھتے ہیں یا بھاگوت کو ہم از دست اور پھر منہ چڑھاتے ہیں کہ واہ وا۔ اگلے جغرافیہ کی اتنی ہی بساط اتنی ہی کائنات مگر اپنی نہم و فراست کو نہیں سمجھتے کہ حلدائی کی دکان سے طلسم فرنگ چاہنا دانشمندی ہے یا گستاخی سعادت۔ بیوقوفی۔ قدیم جغرافیہ کی شایقین کو بھاگوت کی ورق گردانی سے کچھ حاصل نہیں۔ اگر ان کو واقعی شوق ہے۔ اور ان میں کچھ جوہر لیاقت بھی ہے۔ تو وہ گرگ سنگھتا ملاحظہ

فراموش و شو کھنڈ و گولک کھنڈ کی سیر کر جائیں چھتر سساس دیکھیں و شنو
 پران وغیرہ سے قدیم جغرافیہ کے سبق یاد کریں۔ خوب خیال ہے کہ موجودہ
 اور گزشتہ زمانے کے جغرافیہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ مختلف زبانوں
 کی پولیٹیکل حد بندی سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ چنانچہ ہمارا جگمان ہنود کے
 دور میں حکومت میں کم و بیش اختلاف ہوتا تھا ہے۔ یعنی اگر کسی کسی
 حکومت وسیع ہوئی تو اسی لحاظ سے حد بندی کی گئی۔ اگر کسی ہوئی تو اسی
 پیادہ سے۔ ان اختلافات کا سبب عموماً پولیٹیکل لحاظ سے بھی رونا ہوا ہے
 نام کے تغیرات و تبدلات کے اسباب بھی یوں ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ
 لیجئے کہ نواب آصف الدولہ کے زمانے تک بنارس۔ شاہجہانپور۔ الہ آباد
 برہنہ وغیرہ اودہ میں شامل تھے۔ نواب سعادت علی خان صوبہ دار اودہ کی
 مسد نشینی کے زلنے سے صرف موجودہ بارہ ضلعے شامل اودہ رہ گئے اور
 آدھی سلطنت انگریزوں نے حاصل کر کے ممالک مغربی و شمالی کا ایک جدا صوبہ
 قائم کر لیا جسے اب چند سال سے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا نام حاصل ہوا ہے
 اب تک نیک برار داخل حکومت نظام تھا۔ اب اس کو بھی علیحدگی نصیب ہو گئی۔
 آسام اور بنگال کے بھی حصے بخرے ہو گئے۔ سرحد کابل پر بھی ایک مغربی و شمالی
 سرحدی صوبہ قائم ہو گیا۔ چنانچہ چند سال کے اندر اندہ ہندوستان کے
 جغرافیہ میں صرف پولیٹیکل ضروریات سے وہ وہ تبدیلیاں واقع ہو گئیں۔
 جن پر ناواقف آدمی ضرور تعجب کرے اور جن سے انگریزی جغرافیہ اور
 اس کے نقشے ہی نمایاں تبدیلیاں آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان
 کر کے دکھا رہی ہیں۔

ہندو جغرافیہ موجودہ صورت میں ضرور مختلف ہو گا
 اس کی وجہ صرف امتداد زمانہ ہے۔ اہل ولایت جو جغرافیہ
 کی تحقیقات میں برابر سرگردان چلے آتے ہیں۔ اب
 تک امریکہ کو انڈیا کہنے سے باز نہیں آتے۔ حالانکہ کو لمبس کو مرے
 ہوئے بھی مہدیوں گزر گئیں۔ اور انگریز آدھی دنیا میں حکومت

کاسکے بٹھا چکے۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ ہندوستان کی تلاش میں اسکو دی
گامسراتا پھرتا تھا اگر آج یہ بھی زمانہ ہے کہ یورپین تحقیقات مکمل سمجھی جاتی
ہے۔ پھر بھی ہنوز دہلی دُور است وسطی افریقہ کا نقشہ دیکھا جائے اس
میں چند خطوط کے سوانہ کسی شہر کا نام ملیگانہ مقام کا پہاڑ اور ندیوں
کی ہستی صرف لیکروں تک محدود ہے قطب جنوبی کے حصہ زمین کو کوکٹوریہ
لینڈ کہتے ہیں۔ اس حد کا ٹھیک پتہ جس طرف سائے سے دکھایا گیا
ہے کہ فرضی حد یہ ہے سائیریا اور گرین لینڈ وغیرہ کے نقشوں کا بھی
کچھ ٹھیک ٹھاک نہیں عقلی گدے لگائے گئے ہیں۔ جب یہ اس زمانے کے
موجودہ جغرافیہ کا حال ہے۔ تو ہندو جغرافیہ پر اعتراض کرنا خردمندی
ہو یا حماقت پسندی ہم سمجھ نہیں کہہ سکتے۔

ہندو سری رام چندر کے قول کی تائید ایک بات سے اور بھی ہوتی ہے
یعنی جمبودیپ کے جو نو کھنڈ قدیم سنسکرت جغرافیہ میں درج ہیں۔ ان کی
رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں ایشیا اور افریقہ باہم خلط ملط تھے
چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جمبودیپ کے نو کھنڈ کون کون ہیں۔

بھارت ورش۔ ہندوستان۔

الادرت ورش۔ ایلاسکا یعنی زمین درمیانی ایشیائی روس و کناڈا

رمیک ورش کینیڈا

ہرنیہ ورش۔ امریکہ متحدہ لایونائیڈ اسٹیشن

ہری ورش۔ روس و یورپ

بھدراشو ورش۔ گرین لینڈ و آئس لینڈ۔ اس کے حصے بھی دیربارد
رہتے ہیں۔

کیٹ مال ورش۔ کیسکٹسکا و امریکہ روسی کا ایک حصہ یا نی
میں غرق رہتا ہے۔

لہ یہ حصہ دیربارد اور آب دریا منجمد ہے۔

لہ یہ بعضوں کے خیال میں ایشیائی روس سے مراد ہے۔

کیرکہ ورش۔ تاتار چینی۔
کور و ورش۔ کسسیکو

یہ جمہودیپ کے نو کھنڈ تھے۔ جو قبلہ کئے گئے ہیں اب جغرافیہ دنیا
کے مشہور ممالک اور شہروں کے قدیم و جدید نام معرض تحریر میں آتے ہیں۔
تاکہ ناظرین اس قیمتی معلومات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔

مروجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
یورپ	اشوکرانت و اخوجات	برٹن	آورتن
انگلینڈ	انڈیپ و اندیپ	روم	روم
اٹلی	پشچر	ریشیا (روس)	رُش
سِسل	ترن کریا	یورپی روس	ہری ورش
پرتگال	پشوٹیل	سٹیریا	ہیرو
جرمنی	کرمہ کرنچ۔ کامل	بخارا	تخارا
ہالینڈ	سنیک	چین	پارت۔ چین
بلجیم	گلٹ		مہاچین
آسٹریا	اشوک اشویا	تبت	تال تو کہک
گال یا فرانس	پرلیا کہک	تاتاری	پاروت
اسپین	تامس ویش	عرب	آورت
ڈنمارک سوڈن	ماٹک	ایران یا فارس	پارسیہ
اسکندینیونا	مارک	مکہ	شودریون
یورپین ٹرکی	ارنیک ترسٹک	مدینہ	نروناش کارسکار
ترکستان	پاروت	کابل	پسنو
افریقہ	رمتہ کرنٹو سورجارکا	قندھار	گاندھار
کینیبل	کانول	ہرات	کیکے
نہ یہ کوریا جاپان سے بھی راجت ہے			

مروجہ نام	تدیم نام	مروجہ نام	تدیم نام
بربری	بربر	مسقط	اپواہ ایرانٹ
باؤدھان	باؤدھان	سیلون	سنگلدیپ
بارن	بارن	ملاکا	اُپ ملوکا
اُپ دیپ	اُپ دیپ	برہما	برہما تیرماویش
رکشما باس	رکشما باس	ہندوستان	کمار کا
مدھکا سک	مدھکا سک	امریکہ	کما دیپ سورن بھوم
بشن کرانت اسپینگ	بشن کرانت اسپینگ	شمالی امریکہ	اتر کمار
ٹک و ترشک	ٹک و ترشک	امریکہ متحدہ	ہرنیہ ورش
بھدرش	بھدرش	گجرات	گوجراٹ
ریک ورش	ریک ورش	کرناٹ	کراچی
کورو ورش	کورو ورش	ملا بار	پانڈے
دکشن کمار	دکشن کمار	دکن	کسکندھا
تد	تد	ہرات	کیکے
ہرنیہ پور	ہرنیہ پور	میسور	ماہشک
رمنک	رمنک	اوڈیہ	
سورن پرستھ	سورن پرستھ	مہاراشٹ	زراشٹ
یہ نام نامعلوم ہیں مگر سنکرت جغرافیہ	یہ نام نامعلوم ہیں مگر سنکرت جغرافیہ	ترہٹ	بدیہ متھلا
میں مندرج ہیں	میں مندرج ہیں	فتوح وغیرہ	مورے کانج
لٹکا ورگ دیپ	لٹکا ورگ دیپ	عُلی	گدہ لیکٹ
(اسے مقامات کمار کا یعنی ہندوستان)	(اسے مقامات کمار کا یعنی ہندوستان)	پٹنہ	پاٹلی
درو	درو		
بھوٹان	بھوٹان	بیتھہ کال گاؤں	نگ ویش
دارجلنگ	دارجلنگ	راج محل آره وغیرہ	
پنجاب	پنج ند	بھاگلپور	چمپا

مروجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
کشمیر	گیرگ۔ کاشمیر	میدنی پور	پنڈ
فیض آباد لوانگج	ادتر کوشل	زنگیو۔ دینا چور	مقس دیس
وغیرہ	کاشی	راج شاہی	بنگ دیش
بنارس	کرو جانگال	باقج۔ ڈھاکہ ندیا	کیر
کروچھتیر	اندر پرستھ	کرشناکر کلکتہ شاہی پور	اب بنگ
دلی	ادنت۔ بشارا	سین سنگھ	پراگ جوتش
اجین	سورسین	کامروپ	چتر پور۔ امیتھور کے
متھرا	گنگ وجین کے	کاسنج	دہلی میں آئیکے بعد سے
وسطی ملک	انتر بید	وسط ہند	کاسنج نام ہوا۔
شمالی ہند یعنی بہار	ادتر اکھنڈ	جبلپور	ساگر نربدا
کے اندر کا ملک	دکن نربدا اور مانی	بنگال	کالی گھاٹ
کاجو منی حصہ	کوشن دیش	کلکتہ	نودیپ
صوبہ اودھ	اجودھیا و ادتر	ندیا	مرلی
شمالی ہند و دکن کا	کوشل	جسر	میدنی پور
وسطی ممالک	آریہ رت و پٹنہ بھوی	فرید پور یا ڈھاکہ	ڈھاکہ
ممالک متحدہ اودھ آگرہ	سری نگر	جلا پور	چٹ گاؤں چٹانگ
یگم ضلع ہروئی	کمانہ پور	چٹانگام اور	چتر گراؤ
کلان پور	پریاگ۔ بارناؤٹ	اسلام آباد	شری ہٹ شاستری
الہ آباد	پانڈوں کے زمانہ	سلہٹ	نکشن ویشی کے
	میں نام تھا۔		آس پاس ہے۔

مروجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
فنج آباد	فنج سرینے فنج آباد نام رکھا۔	سنگی	گوئن
چنار گڈھ	چناروی تیر کرور راجہ بھرتی	سبحار	ہیر مپ
بالا سور	بالیشر	خیر آباد صدر مقام	سود آرا
پرنیا کے ترکا مونگ	کرات دیش	میں سنگھ	پراگ جوتش یا کامروپ
پہاڑ اور جنگل	بروہماں	پنجاب	دیش جس میں رنگپور
بروہماں	اتکل دیش	پنجاب	میں سنگھ سلہٹ
کنک	پرشوتم پوری جگن ناتھ	پنجاب	چننا پور کچا مٹی پور
پوری یعنی جگن ناتھ	جی کامندر اسی مقام	پنجاب	آسام کوٹاٹ
صدر	پراجہ ننگ بحیم دیونے	پنجاب	شامل تھے۔
مقام	بنایا تھا جو ۱۷۷۷ء	پنجاب	پنجاب
کردا	میں گدی پڑھتا تھا	پنجاب	پنجاب
منگیر	مگر	پنجاب	پنجاب
جنوبی بہار	مگدھ	پنجاب	پنجاب
شمالی بہار	متھلیا جنگ پور	پنجاب	پنجاب
پٹنہ	پاٹلی پٹنہ پادتی گسٹ	پنجاب	پنجاب
ترہٹ	ترے بھکت	پنجاب	پنجاب
لکھنؤ کو سی ندی کے	متھلیا دو یہ خوبت	پنجاب	پنجاب
بھگت کا ملک	بھگت کا ملک	پنجاب	پنجاب
رہتاس	رہتاس	پنجاب	پنجاب
آسام	آسام	پنجاب	پنجاب
ملک آسام	انگ دیش	پنجاب	پنجاب

مروجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
شیوپور واقعہ سام	شیو ساگر	لیٹا	سندھ سوز
دولت آباد	دیو گری دیو گڑھ	کوتہ مغربی گھاٹ	پشیمانیہ
گوندوانہ	سنگھ گڑھ	کوتہ دریائی مشرقی	پشیمانیہ
اوگر	اُوسے کری	گھاٹ و نیلگری	پوربانیہ
بیجانگر	وجے نگر تر سنگھ	جاوا	جو دیپ
حیدر آباد	زرون	کامدے	کمد
	فرنگل النخ خان بن	کاجی ورم	کاجی ورم
	نخلت نے نام رکھا	تلنگانہ	تیلنگ دیش
سلطان پور	تھا مگر فرنگل کا نام	مچھلی پائٹن	مسولی ٹم
	بدستور قائم ہے	متفرقات	
پانڈی چری	پتھ چری	اجین	دھارمانگر
چنگلی پت	چنگل پت	چمپانیر	پاوا گڑھ
اورنگ آباد	کھڑکی	میواٹ	دیوار
مدر اس	منداس و منداج	پائٹن	انلوڑہ
ٹراونکور	تریوانگر	تمک	تامراپت
		دھولگری	دھولگر

شہروں کے متعلق تاریخی تحقیقات

پشاور پر شاہ پورہ اس کا نام تھا پیر شاہ پورہ گندھار یعنی قندھار کا چوتھی صدی میں دارالسلطنت تھا۔ اس زمانہ میں پشاور قندھار غزنی کابل بامیان اور ہرات وغیرہ ممالک میں مجید مذہب چلی تھا۔ داند سوموہ پشاور کا بدھ مجتہد ہو کر جاپان گیا تھا۔ جہاں اب تک اس کے نام کی تعظیم ہوتی ہے۔

قنوج کا نام اہل اسلام نے شاہ ۲۲ اور کھاتھا جو عہد انگریزی میں منسوخ ہوا۔ اسے
 پنجاب بھی کہتے تھے۔ دورِ ست جگ میں راجہ ہودن نے اپنے نام سے منسوب
 کیا تھا۔ یعنی ہودے تریتا میں راجہ کش خلع سری راجچند جی نے اس کا نام
 کش استھل رکھا۔ دوپری میں راجہ گاؤہ کے نام سے گاؤہ پور کھلیا شروع
 کلچنگ میں قبل مسیح ۱۲۲۱ء میں راجہ کے نے کنیاں کچج نام رکھا۔ اس کی
 روایت یہ ہے کہ راجہ مذکور کی دختر کوہ پشت تھی جس کی شادی اس نے برہن
 سے کر کے گاؤہ پور یعنی قنوج کو جہیز میں دیا۔ چونکہ دختر لا دل تھی لہذا بنا بر
 بقائے نام گاؤہ پور کو کنیاں کچج یعنی دختر کوہ پشت کے نام سے موسوم کیا۔
 کثرت استعمال سے قنوج ہو گیا۔ بحوالہ گلدستہ قنوج و دہلی مہاتم ادوہ ۲۲۱
 بعد کلچنگ اور ۲۸۵ برس قبل مسیح راجہ کش بن راجہ پورب والے قنوج
 نے آباد کیا منتخب التواریخ، حدیقہ الاقالیم میں راجہ کش بن پورب
 بن ہند بن حام بن حضرت نوح لکھا ہے۔ قوس کے نام غلط ہیں
 پورب اولاد سیم سے تھا جو ہند و تھا۔

انگولیش۔ یعنی آسام و آوا۔ راجہ انگ چندر بنسی کے نام سے
 موسوم ہے۔ رامائن میں راجہ دسرت کے ہم عصر راجہ روم یاد ہیں
 کے راجہ تھے۔

بہادر ۱۸۳۱ء قبل مسیح و ۲۴۴ سال بعد طوفان راجہ جہاراج رہم عصر
 جمشید و فریدون بن راجہ اج کشن نے آباد کیا۔ منتخب التواریخ
 قلعہ گوالیار (بحوالہ گلدستہ قنوج) بال جیند سیہ سالار افواج راجہ
 مہاراج نے تعمیر کیا۔ یہ شخص قدردان علم موسیقی تھا۔ تمام ہستادان فن
 گوالیار میں بسا دیئے۔ چنانچہ اب تک گوالیار علم موسیقی کے لئے مشہور
 ہے (بحوالہ آسن التواریخ مولف سید آقا حسن نامی ملازمہ ریاست بڑا پور
 ادوہ) اس قلعے کی بنیاد گوالی باسدھ جوگی (صاحب یاضت و عبادت
 و حبس دم) نے ڈالی۔ اب تک قلعے میں جوگی کی نشستگا پڑتی
 عوام ہے۔

بنارس۔ بوجہ دار السلطنت باناسر باناسری نام تھا۔ اور بوجہ دریائے بن
رگن داسی برناسی یا بارنسی۔ لیکن زیادہ تر کاشی کے نام سے مشہور چلا
تا ہے۔ اس کی بنیاد ۱۳۴۲ برس قبل مسیح راجہ سورج والی قنوج ہم عصر
رستم نے ڈالی تھی۔ مگر اس کے فرزند راجہ بھراج نے بہت رونق کے
ساتھ آباد کیا۔ کاشی کے معنی آراستہ کیا ہوا ہے۔

بھراج (ادوہ) ۱۳۳۴ برس قبل مسیح راجہ بھراج بن سورج د عالم علم
موسیقی و مصنف کتب موسیقی و واضح خطاب راجپوت، نے آباد
کیا (منتخب التواریخ)

قلعہ کانجر ۱۳۱۴ برس قبل مسیح راجہ کدار پرمن سابقاً راجہ کوہتان
سوالک والی قنوج ہم عصر کچھوڑ و کیتباؤ نے تعمیر کیا و گلدستہ قنوج،
کانجر شہر سورج راجہ دشمنت کے پوتے کے نام سے منسوب ہے۔
لکھنوتی یا گوڑپس ۱۲۴۳ برس قبل مسیح راجہ سنگل بن کدار ہم عصر
افریساب نے آباد کیا تخمیناً ۲۰۰۰ برس تک دار الحکومت بنگال رہا۔
عہد اسلام میں ویران ہو گیا تھا منتخب التواریخ انگریزوں کے وقت میں
جنت آباد کے نام سے موسوم ہوا خلاصۃ التواریخ،

قلعہ رہتاس واقعہ بہار ۱۱۶۲ برس قبل مسیح راجہ رہنت بن
سنگل نے تعمیر کیا (تواریخ ہند)

قلعہ جنبو ۱۰۴۹ برس قبل مسیح راجہ کیدراج بن مہاراج ثانی قوم
کچھواہا ساکن مارواڑ والی قنوج نے تعمیر کیا منتخب التواریخ،
دھلی ۳۲۴ برس قبل مسیح راجہ دہلور بن راجہ جے چند پستالار
کیدراج، والی قنوج ہم عصر راجہ پورس و سکندر کے نام سے موسوم
ہوئی (تواریخ ہند دہلی)

شمس آباد متصل قنوج، کھوڑا اسکا اصلی نام اور جو بعد قتل راجہ جے چند
راٹھور اس کے قریبی رشتہ دار جے سنگھ کے قبضہ میں تھا۔ شمس الدین
التمش نے اس کا نام تبدیل کیا۔

بھرت کھنڈ۔ دورہ ست جگ میں راجہ بھرت چندرنبی کے نام سے منسوب ہوا ہے

ہستناپوری راجہ بھرت کی نسل میں راجہ ہستی نے آباد کیا تھا۔
قلعہ تاراگڈھ متصل اجمیر جے پال جوگی والی اجمیر و مرشد پر تھی راج
وجے چند کی یادگار ہے۔

جالندھر۔ جالندھرناتھ جوگی شاگرد گرو گورکھ ناتھ کے نام سے منسوب ہوا ہے

راولپنڈی۔ راولناتھ جوگی کے نام سے منسوب خیال کیا جاتا ہے۔
شادستی پوری راجہ شادست نے دور ست جگ میں آباد کی تھی۔
اس کا مروجہ نام معلوم نہیں۔

بھوپال۔ اصل نام بھوج پال تھا راجہ بھوج کا بسایا ہوا ہے۔
بھاگل پور۔ راجہ جیت نے چمپا پوری کے نام سے آباد کیا۔
قلعہ زور۔ دواپر میں مشہور راجہ نل سورج نبی نے بسایا تھا۔
ریاست ہرامپور اودھ۔ راجہ ہرام ساسے کے ایزرگان خاندان
جگمے سنگھ مرحوم نے آباد کی۔

ڈنڈک بن سحر اے وسط ہند کا نام تھا۔ اکشواکھ راجہ کے خاندان میں
راجہ ڈنڈاس سرزمین کا راجہ تھا۔ مگر شکر اچارج کی بددعا سے ملک جز
کرجنگل ہو گیا اور ڈنڈ کارنیہ کے نام سے منسوب ہوا۔
گورکھ پور۔ گورکھ ناتھ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں مچھندر ناتھ کو
انہوں نے ڈھونڈ نکالا تھا۔

عظیم آباد پٹنہ۔ پٹن دیوی کے نام سے پٹنہ مشہور تھا اعظم شاہ ابن عالمگیر
نے عظیم آباد نام رکھا۔ آخر دواپڑ آغاز کلچنگ میں تاعہد جراسندھ پھول پڑ
پر مشہور رہا۔ بعد ازاں راجہ پاٹل نے پاٹل پتر نام رکھا۔ انقلاب ایام سے
ویران ہوئے اور پٹلیا خطاب پایا۔ مگر پھر پٹن دیوی کے نام
سے منسوب ہوا ہے

لاہور۔ راجہ کو خلف راجہ راجندر کے نام سے منسوب ہے۔ بعض ناریجن میں اس کا اصلی نام لود لہا درو لوپور درج ہے۔
 آگرہ۔ اصل نام بوجہ کثرت آبادی توٹم اگر والہ۔ اگر ورہ تھا۔ سکندری نے بادل گڈھ اور اکبر نے اکبر آباد نام رکھا۔ مگر آگرہ کا اصل نام ابھی تک قائم ہے۔

فیض آباد اودھ، اس کا قدیم نام بندی ٹیلہ تھا۔ ثواب بریان الملک نے ٹیکہ نام رکھا۔ ثواب صفدر جنگ کے عہد سے فیض آباد ہوا۔
 لکھنؤ۔ سری لچھن جی کے نام سے لچھنا پوری لکھنا پوری مشہور تھا۔ یہاں لچھن ٹیلہ ایک مقام تھا۔ جہاں سے مشہور ہے کہ لچھن جی راجندر جی سے باتیں کر لیتے تھے۔

ولٹو۔ والہجہ رکھ کے نام سے مشہور ہے۔
 مصرکھ۔ دراصل مشرت ہے یعنی کل تیرتھا اس میں موجود ہیں۔
 غزنی۔ ہمارا جہ گج نے بنام گجی آباد کیا تھا (ٹاڈ راجستان)۔
 قندھار۔ گاندھارا اصلی نام تھا۔ پھرت جی برادر سری راجندر نے آباد کیا تھا۔ راماٹن فارسی منظومہ عہد جہانگیر سے

بھرت را گفت و لشکر داد بسیار

ستادہ ملک مغرب ہم بہ پیکار

رداں شد سوے مغرب را بہ لشکر

نمودہ ہر زماں سر جانم خیر

نمود آباد آ بجا شہر قندھار

نشا افزائے آل شہرے چو گلزار

یہ اشعار اشوک راماٹن بالیک مندرج تشریح ٹیکسٹ سے

موافق ہیں۔ گندھار چندریشی راجہ گندھار کے نام سے موسوم ہے۔

مختصر۔ آباد کردہ سری سترگھن برادر سری راجندر ہمارا جہ ہے۔
 مذکورہ بالا راماٹن فارسی ہے۔

سترگھن گشت بر دشمن مظفر
 بروز سود در جائے حیدرہ
 نمود آباد مختصر نام شہرے
 بیدر بیجا پور واقع ملک دکن
 دو شہرے سوے دکن کرد آباد
 بدر گویند نام آں شہر نامی
 و گر شہرے کہ بیجا پور نام است
 بیجا پور اصل میں وجے پور تھا مثل وجے نگر جو اب نیچے نگر مشہور ہے +
 (۲) بعض سنسکرت نام کے مقامات کی تشریح :-

آریہ درت - بحر مغربی یعنی بحیرہ عرب سے بحر مشرقی یعنی صلیب بنگالہ
 تک عموماً مانا جاتا ہے - اوائل میں روئے زمین آریہ درت تھا - مگر چونکہ
 آریہ درت صدر مقام تھا - اس لئے گھٹتے گھٹتے یہ حد رہ گئی +
 برہم رشی دیش - ملک درمیانی دریائے سرتھی و گنگا +
 بدھ دیش - ملک درمیانی منڈییاصل جانب جنوب و ہمالیہ جانب
 شمال تا اتصال دریائے گنگا و جمن +
 میاگر - و زف و لایت دکن مغربی گھاٹ (نام کوہ آغلے) کا حصہ جس
 سے گرت مالا و تا مر پرتی ندیاں نکلتی ہیں - اول الذکر میں مجھ اوتار ہوا
 تھا (سری بھاگوت)

کیداش تبت و مانسروہ کے متصل کشمیر کے اتر مشرقی حصے میں
 ہے - اس سے سندھ - شطرنج دریائے پنجاب اصلی نام شتر (جو ستلج
 کہلاتا ہے) اور برہم پتر نکلتے ہیں - بھوٹنے اسے تس کہتے ہیں - اور اس
 کے دوسرے سنسکرت نام گنگار - گن پر بت رجا و ہیں - مندووک
 امن کے تالاب سے بھاگیر تھی گنگا نکلی ہیں +
 کیل دستو - نیپال میں جانب شمال اودھ دامن ہمالیہ میں بودھ کا
 مولد ہے - حال ہی میں یہاں اشوک کا ستون برآمد ہوا ہے - اس پر کندہ

ہے کہ یہ مقام پیدائش بودھ کا ہے۔ اب اس مقام کا نام معلوم نہیں کیا ہے۔

راج گڑھ۔ مگدھ کا دار السلطنت تھا۔ حال کا نام معلوم نہیں۔
نمبھلا یہاں میگھ ناد کی جگہ شمالا لٹکا میں تھی۔

کر و پنچ اجرمن یہاں سوام کا شک جی نے کر و پنچا ستر اور بعض
پرانوں کے رو سے تار کا ستر کو مارا تھا اسی سے اُن کا نام کر و پنچ داران ہوا۔
کلنک واقع ملک وکن۔ یہاں کچھ اوتار ہوا۔ ایک عجیب بات یہاں
ہے کہ ایک حوض آب شیریں کا ہے جس میں برہمن اور گائے کی ہڈی ڈالنے
سے ایک برس میں پتھر ہو جاتی ہے۔ اور کسی کی ہڈی پتھر نہیں
ہوتی (احسن التواریخ)۔

مندووں کے شاستروں میں استد اور زمانہ کی تقسیم منو ستروں اور
یگوں میں کی گئی ہے۔ اور دورہ ایام کا ڈگر چھوڑ کر ہم اپنے شاستروں
سے صرف یگوں کا حساب قلمبند کرتے ہیں۔ یعنی:۔

۱۱۔ ست یوگ ۲۸۰۰۰ سال (۲۱ تریتا ۱۲۹۶۰۰۰ سال (۳)

دو پر ۴۷۰۰۰ سال (۴) کلک یوگ ۴۳۲۰۰۰ سال

انسانوں کے پندرہ دن کا ایک دن پتیر یا چندر لوک ہوتا ہے۔
اماوس چندر لوک کی دو پہر ہے۔ اور پورنماشی آدھی رات۔ تحقیقات
حال سے چندر لوک کے دن رات کی مدت بھی یابی کٹی ہے۔ اور ہمارا
ایک سال دیو لوک کے ایک دن کے برابر مانا گیا ہے۔ انراٹن کی ششما
پوس کے مہینے سے شروع ہوتی ہے۔ اس دن دن شروع ہوتا ہے۔
اور یہ ششما ہی دیوتاؤں کا دن مانی گئی ہے۔ دوسری ششما ہی
و کشٹن ہے۔ جسے دیوتاؤں کی رات کہتے ہیں۔ چار جگہوں کو برہما کا
ایک دن یعنی کلپ کہتے ہیں۔ جب تک کلپ یعنی برہما کی کا دن ہے تب
تک عالم موجودات کا قیام ہے بعدہ برہما کی رات میں دنیا کی فنا۔
اس عالم ظاہری و اسباب جزوی میں بھی سلسلہ ظہور و بطنوں برابر

جاری رہتا ہے۔ اور یوں عالم مجموعی میں کبھی کائنات عالم کا قیام ہوتا ہے۔ اور کبھی معدومی۔ برہما جی بھی اپنی کرداروں میں سال کی عمر کو اس زمانے میں تلاخملی دیتے ہیں۔ اور دیوتا لوگوں کی طاقتوں کا زمانہ بھی ختم ہو کر دوسروں کے قبضہ اقتدار میں آجاتا ہے۔ گویا دیوتا اور برہما جی کی پدوی تک کریموں کا نتیجہ جیلا آتا ہے۔

دورہ ست جگ کا تک سدی نومی سے شروع ہوا اس میں چار اوتار ہوئے۔ چھ اوتار۔ کورم یعنی کچھ اوتار۔ بارہ اوتار۔ نرسنگھ اوتار اور عظیم الشان راجوں میں سورج منشی ۳۲ راجہ اچودھیال مسرپارا ہوئے۔ اور پرپاک میں ۲۳ چندر منشی اس دورے میں نیمسار مقدس پتہ نہ تھا۔ ۶ سوہنرا سورج منشی گمن ہوئے۔ معرکہ مقدس تریتا جگ کی ابتدا ماہ بیساکھ کی بچنی سے ہے۔ اس جگ میں تین اوتار۔ بادن اوتار۔ پرسرام اوتار۔ سری رام اوتار ہوئے۔ اس دورے میں ۲۱ ہزار مرتبہ سورج اور چندر گمن ہوئے مہاتیرتھ پشکر تھا اور انسان کی عمر دس ہزار سال کی دو ایدھاگھ بدی اودھاوس سے ابتدا ہوئی دو اوتار ہوئے۔

(۱) شری کرشن پورن اوتار (۲) بودھ اوتار۔

اس دورے میں کرشنترتھ کی نہان تھی ۶ ہزار مرتبہ سورج اور چاند گمن ہوا۔ دورہ کلجگ کا آغاز جہادوں کی ۱۳ سے ہے۔ اس دورے میں انسان کی عمر کی انتہا ایک سو بیس برس تک ہے۔ اس کے آثار یہ ہیں :-

برہمن سید خواں نہ رہیں گے۔ ریاضت و عبادت شروت اور دھرم سب نابود رہیں گے۔ جھوٹ۔ جعل۔ کپٹ۔ دغا بازی۔ مکر۔ فریب۔ لالچ۔ حرام کاری کی عملداری ہوگی۔ عورتوں سے شرم و حیا اڑ جائیگی۔ مرد عورتوں کے جیسے میں نظر آئیں گے۔ زن مریدی کا دودھ دہہ ہوگا۔ عورتیں مردانہ لباس پہنیں گی۔ باپ بیٹے کو ترک کر بیٹھا۔ بیوت والدین کو گایاں

دینگے۔ شریف بھیک مانگیں گے۔ رذیل مزے کریں گے۔ رذیل با اختیار
 ہونگے۔ شریف بے اختیار رذیل و خوار۔ شریفوں سے افعال قبو مسرور
 ہونگے۔ رذیل نیکو کاری میں مصروف اور پابندی رسم و آئین میں مشہور
 و معروف ہونگے۔ دھرم کو زوال ہوگا۔ اپنی اپنی بولی اپنا اپنا چاک
 ہوگا جس راستے پر چاہیں گے۔ لوگ آنکھ بند کر کے چلیں گے۔ اس
 راہ میں نہ ڈاکو نہ رہن ملیں گے۔ دس برس کی لڑکی کنسٹبل کو طاق
 پر کھینگی۔ اسی سن میں بیٹا جن کو دکھائیگی۔ دولت و ثروت مغرب کے حصے میں
 آئیگی۔ بچھیں وہیں چلی جائیں گی۔ ہندوؤں کی حکومت سواہا اقوام مختلف کی
 ماتحتی لازمی۔ انسان کے قد کا پیمانہ ۳ پاؤں تک ہوگا۔ لڑکے ایک حصہ پیدا
 ہونگے۔ لڑکیاں تین حصے۔ خرد و مٹی کے ہونگے زیور وں کی اوقات کان سے
 پیتل پر رہ جائیگی۔ اس دور کے بل پستنگوئی ہے کہ بدہ سنبل مراد آباد
 میں بھاؤ کرشن کو سنا برہمنیشن شرمنا نام کے گھر میں کلکی یعنی شکلا نک اوتار
 ہوگا۔ ایشور کی ایشور ہی جانے۔ انسان ضعیف البیان کو کیا خبر۔

اسمائے راجگان خاندان پر دیش یا سورج پشی

سورج۔ دیو سوت منو۔ اکشوا کو۔ بکشی عرف شنشاد۔ پرنبجے عرف کاکتہ
 آیناس۔ راجہ پرہتو۔ بشتو گندہ۔ اردورہ۔ یونا شو۔ شادست۔ بہدشو۔ کول شو یا
 عرف دھندہ یار۔ درو یا شو۔ نکمبپ برناشو۔ سین جت۔ یونا شو۔ راجہ
 ماندھاتا عرف سوہندھو پر دکش۔ برس۔ سیو۔ زن۔ ہریشو۔ اعلو۔ دد بندن۔ ترکو
 عرف سینرت۔ راجہ ہریشچندر۔ روہت۔ ہر دت چپ۔ سو دیو۔ بجی۔

لے دس لڑکوں سے سہرات کے فرزند اترتے تھے زن دیش یعنی استقل دو ارکا آباد کیا +

تھے ان کے فرزند تھے سہ شہر ساہنتی پور اسی راجہ نے بسا یا تھا +

تھے یہ ہی مشہورست یا دی راجہ ہے جس کے کاربائے خیر کے اس زمانے میں
 نالک کھیلے جاتے تھے۔

بھروک برک - باہوک - راجہ نگر - اسمجنس - التوتان - ولیپ - راجہ
 بھائیگرت شورت ناہجہ - مندرھو دیپ - ایوتا - ارت پر ن - مسروکام سوداس
 مترسہ - اشک - مولک - دستر تھ - ایٹر بیر بشت - کھوا نکٹ - ویرکھ پاہو
 ولیپ راجہ رگھو - اج - ہماراجہ دسرتھ - ہماراج مسری راجچندر
 کش اتھ - نندہ - راجہ نل - ناہجہ - پندر یک - کشیم دھنوار - دیوانیک
 اینہہ پاریا تر - نل استھل - بھجنا تھ - کلھن - بدبرت - ہرن ناہجہ - پیشہ -
 دھروندھ - سورتھن - اگن بن نیگھ - مارت - پرتو شرت - سندھی -
 امرکن - ہسورن - بشواسہ - پرین جت - تگٹک - بریدیل - بریدرن -
 اروکیہ - تیس برید - بریتونم - بھان - دواک سیدیو - بریدشو - بھان مان
 پرتھکاشو - سوپرتیک - مرد دیوینکشیتر - پشکر - انترکش - پتا - مسرت
 بریدرنج - برہی - کریتھ - رن - جے - سنجے - شکاک - سوودھو - لانگل -
 پرین جت - کشدرک - گندک سورنہ - سومتر بھاگوت اورین پورن
 کے رو سے سورج مینی کا آخری راجہ سومتر تھا - چونکہ اولاد
 کوئی نہ تھی - لہذا تخت حکومت بھجنا تھ کو حاصل ہوا - اس لئے یہاں
 سے سورج مینی راجوں کا دوسرا سلسلہ سمجھنا چاہیئے - چونکہ ناظرین کے
 لئے مزید معلومات کی ضرورت ہے - اس لئے ہم سورج مینی کے
 شجرے کو زمانہ حال تک مسلسل کئے دیتے ہیں کہ نوشتہ پماند

۱۰۱ - اسی راجہ کا ذکر رانا میں ہے جس کے ۶۰ ہزار بیٹے ہیں جن کے سر اپ سے جل کہ
 خاک سیاہ ہو گئے تھے - اور جن کی تار ان کے واسطے بھائیگرت مسری گنگا جی کو آکاش سے
 لائے تھے - ساگہ کانام راجہ سگہ ہی کے نام سے موسوم ہے - اہ اپ تک اس
 راجہ کی سورتیاں اطراف بھرا نکال میں پوجی جاتی ہیں - یہ راجہ چکر ورتی تھا -
 تے یہی راجہ گنگا جی کو آکاش سے لایا تھا - اسی سبب سے گنگا جی کو بھائیگرت بھی کہتے
 ہیں - یہ راجہ وہ نہیں جو مسری راجندر جی کے ذالہ تھے بلکہ اس راجہ کی چار دانگ
 عالم میں حکومت تھی - یہ بھگت معروف دستور راجہ تھا - جس کے وقت سے سورج
 مینی ہو رہا ہے

سبب برسیغند - داخستہ آید بیکار راجہ بھرناتھ - مہارہتی - ات رتھی - پال سین
کک سین - مہاسین - انگ رتھی - نیکی سین - سہواوت - رشیادت -
سوجاوت - سوکشاوت - سوم دت - سداوت - کیشواوت - ناگادت -
بھوگادت - دیواوت - آسادت - کال بھوجاوت - کرہاوت - باسپا -
عرف باپا راول

ایہاں سے خاندان اول شروع ہوا اُسکمان راول گوتم راول
مہندر آلو - سنگھ پرم - سکنت کمار - سایا مہن - ترپا مہن - انا پرشاد -
کیرت برما - تربرما - ترپت اتم - بھرون - عسری پتج - کرناوت - بہاؤ سنگھ
گاز سنگھ - مہنس راج - سو بیہ لوک - رغل - بیری سنگھ - تیج سنگھ - دانا سنگھ
کرن سنگھ ایہاں سے خطاب راول کی تبدیلی ہوئی
اور ہمارا جگیاں سورج مہی ہمارا ناوانا
کے خطاب سے مخاطب ہوئے
خطاب آج تک قائم چلا آتا ہے

راہی رانا - تربت رانا - جس کرن - ناگیاں - پن پال - پر تھی پال
کیول سنگھ - بھوم سنگھ جے - لکشم سنگھ - رانا راسی - جیت سنگھ - رانا لاکھا -
رانا موکل سی - کبھ رانا - رائے ل - سنگرام سنگھ - رتن سنگھ - بکرا جیت -

لے یہ چھوڑا فرما ضرور اور دہلی کے آخری مہاراجہ پر تھی راج عرف راسے چھوڑا کا
ہنوی تھا - شہاب الدین غوری کی لڑائیوں میں اسکی لڑائیوں کے کارنامے مشہور روزگار میں
آخری لڑائی میں اس نے فوج اسلام میں گھسکر محمد غوری کو گرفتار کر لیا تھا مگر ہمارا ان
غیم کے کاری زخموں نے میدان جنگ ہی میں سلا دیا - اس کے تین بیٹے تھے - کرن سنگھ
ماہی راول اور کوکرن سنگھ مسد نشین ہوا - دیب سردان ہندی کے مشہور نادوں میں
کرن سنگھ اور اٹکھا دتی کی پاک محبتوں کا بڑے موثر الفاظ میں خاکہ کھینچا ہے - اس کے بعد
خاندان راول کا نام تبدیل ہوا - اور جانشین مہارانا اور انا کے لقب سے معروف ہوئے
کوکرن نیپال چلا گیا - اور وہیں پادشہ سلطنت جمادیئے - نیپال کی خود مختار سلطنت اسی کی
اولاد کے قبضہ اقتدار میں اب تک قائم چلی آتی ہے -

رانا اودے سنگھ - پرتاپ سنگھ - امر سنگھ - کرن سنگھ - ہمارا ناجگت سنگھ
 رانا راج سنگھ - رانا جے سنگھ - رانا امر سنگھ - رانا سنگرام سنگھ - جگت سنگھ
 راج سنگھ ثانی و دیگر راجگان مابعد فرما سوائے ریاست اودے پور

میوا

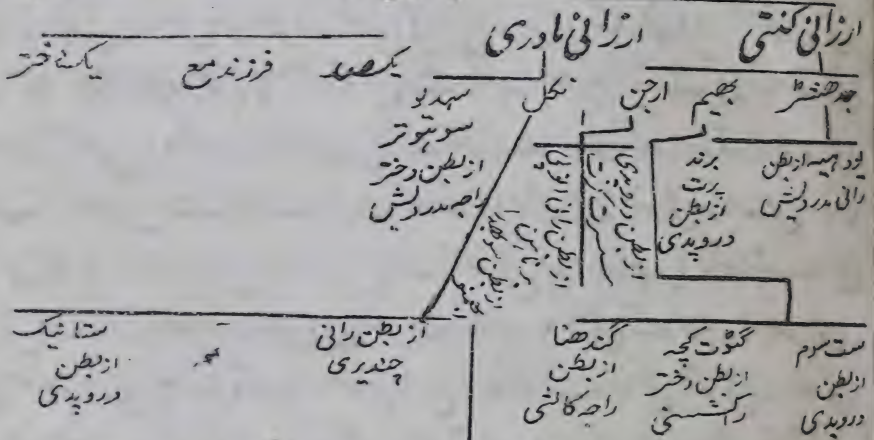
شجرہ حسب نسب جگان چندر ہنسی

برہما جی - مرتیج - کشیب - سورج (دھرم راج اور جناب جی دختر میں)
 دیوت منو - اکشوا کو (ان سے سورج ہنسی کی شلخ پٹی) ایلا دختر پور ودا
 اس سے پروہن یعنی چندر ہنسی کی شلخ پٹی، جیشٹھ نہکے جات
 دیو جانی کے بطن سے دو فرزند ہوئے - ترہن و جدو - جدو
 سے جدو ہنس چلا - جس میں ہمارا راجہ سری کرہن چندر تھے - سریشٹا
 دوسری رانی سے انوروپ و دروہی دو فرزند ہوئے - پردلاں
 نے ۹۳ جگے تھے (جہنے - پراجوت - سجاتی - ام جاتی - سار بھوم جیتین
 اواجین آریہ - مہابھوم - ایتنائی - اگر دوسن - دیوانتہ - آرنیہ -
 رکش تشار - تنسور - ایلن - دشنت - بھرت اسی نام سے بھارت
 ورش ہندوستان کا نام ہوا - بھومنو - درنیشتر - سہوتر - ہستی -
 ابانی ہستنا پور - نہکمن - اجیتا - راجہ رکش - سم ورن - کورو - پریشٹ
 راجہ جتو - سورتہ - بدرتھو - سر و بھوم - جے سین - رادھکا - آلو تیرہ

لے بدھ چندر ماں کے فرزند سے منسوب ہوئی تھے اس کے بھائی چندر بردھ نے کاشی
 میں گدی قائم کی تھے شجروں میں جابجا اختلاف ہے ہمارا راجہ وگے سنگھ بہادر فرما کر
 ریاست بلرام پور - اودھ کی فرمائش سے جو حسن التوا رینج تیار کی گئی ہے - اس میں
 اس مقام پر بھی یہ نام شامل ہیں - راجہ سیر بر - راجہ تہہ راجہ بھید راجہ مسر دمن - راجہ
 باجوگر - اسی طرح جابجا ناموں کا اختلاف اور کمی بیشی ہے - یہی حال ناگراجستان کے
 کے ناموں کا بھی ہے

تھے راجہ ایسا تریا میں ہوئے ہیں اُن کے عہد تک تریا کا دورہ رہا

کرو دھن۔ دیوانیا پرکش۔ بھیم سین۔ ولیپ۔ راجہ پرتپ۔ راجہ تاشو۔ پجتر۔ بیرج
پانڈو۔ دھرتراشٹ۔ ویدرجی۔ تین فرزند تھے، پ
پانڈو۔ پجتر۔ بیرج۔ دھرتراشٹ۔



راجہ پرکھت

بیشم پائیں جی شجرہ حسب و نسب بیان فرما کر سخن سنج ہیں کہ راجہ جھکے آپ کے
خاندان کا رتبہ دنیا میں نہایت بلند ہے آپ کے متقدمین اور آباؤ اجداد سرتاج
زمانہ مانے جاتے ہیں بزرگوں نے تلوار کے زور اور بازوؤں کے بل پر فرما دیا
عالم کو مطیع کر کے کوس لمن الملکی بجایا۔ آفتاب اقبال کی روشنی روئے زمین
کے چپے چپے پر پھیلی ہوئی تھی۔ پانچوں پانڈواصل میں دیوتا تھے۔ صرف
دیکھنے میں انسان۔ اس کا ادنیٰ اثبوت ایک ہی ہے کہ اجن پیکر انسانی
جسم خاکی سے امراؤتی اور سورگ کی سیر کر آئے یہی نہیں بلکہ دیوتاؤں نے
انہیں اپنے اپنے سلاح جنگ دیئے۔ راجہ دھرتراشٹ گونا مینا
تھا۔ مگر جسم میں دس ہزار ماتھیوں کی

۱۰۵ پجتر۔ انڈا اور مہابھارت کے مشہور سور پریشم تاجہ ان کے فرزند تھے۔

طاقت تھی بیٹے کی محبت نے اور بھی اندھا کر دیا نیک بد نہ سمجھائی دیا
 در جو دھن کی خاطر دُشست اور پانڈوؤں کے ساتھ ہر موقع پر بدسلوکی آخر
 مہابھارت ہوئی۔ ۸ اچھوہنی دل کا خون کر کشیتر کی خاک میں گرم ہوتے
 کی بوند ہو گیا۔ اس خوشخوار و شہنی کی بیج و بنیاد مٹانے اور فتح مند
 کا ڈنکا بجانے پر بھی پانڈوؤں نے راجہ دھرتراشٹ کی خدمت اپنی
 سعادت سمجھی ہر وقت آنکھوں کے تلوے سہلاتے اور قدموں کی
 خاک آنکھوں سے لگاتے ہے۔ دھرتراشٹ معمولی راجہ ہی نہ تھا
 بلکہ اس کا پایہ تمام راج رشیوں سے افضل ہوا۔ راجہ پانڈو بڑے ہی
 اقبال مند اور دھرم اتماؤں میں سر بلند تھے۔ بدرجی کے کابلہ عنصری
 میں دھرم راج کا جلوہ تھا۔ دھرم راج کے قالب خاک کی قبول کرنے کی
 وجہ مانڈھب رشی کی بدو عا تھی۔ جو تیرہ ہفت ہوئی۔ اوجس کے طفیل
 بدرجی کو چند رشی شجر کے کی زینت بڑھائی پڑی۔

ادھیائے ۲۔

دھرم راج اور مانڈھب رشی کی بدو عا

بدرجی کے پیدائش کی اصلیت

جنمیشم پائن جی کی تقریر سے متحیر ہوئے۔ انہوں نے سوال کیا
 دھرم راج نے کیا خطا کی کہ مانڈھب رشی نے بدو عادی اور وہ ایک
 شودری کے بطن سے عالم شہود میں آئے۔ اور یہ معاملہ حیرت انگیز
 معلوم ہوتا ہے۔
 جنمیشم پائن۔ راجن سینے مانڈھب رشی بڑے قراض و صاحب کشف
 تھے۔ انہوں نے ایک درخت کے نیچے قدم ہمت جمائے

اور ایک ہاتھ بند کر کے ایسا تپ کیا کہ باید و شاید۔ اتفاقاً راجہ کے یہاں
چوری ہوئی۔ زرو جو اہر سب لٹ گیا۔ چوروں نے سب مال و متاع مانڈھ ب
رشی کی کٹی میں رکھا۔ اور خود بھی وہیں جا چھے۔ سویرا ہوا تو راجہ کے محل
میں سناتا یہ چیزیں وہ سب اب نہیں۔ چوروں کی تلاش ہال کی جستجو شروع
ہوئی۔ کٹوؤں میں بانس بانس میں کٹوئیں ڈالے گئے۔ سوئی کی طرح ڈھونڈا
چراغ لیکر ادھر ادھر گھومے۔ مگر پتہ نہ دار۔ سب حیران کہ چوروں کو زمین
کھا گئی یا آسمان کی سخت کہاں الوپ انجن لگا کے گئے۔ سب کی آنکھوں
میں دھول جھونک کر غائب ہو گئے۔ آخر جوئیہ یا بندہ کا قول ٹھیک
ڈھونڈنے والوں نے زمین کھود کر چوروں کو ڈھونڈ نکالا۔ پاؤں توڑتے
سرتاتے مانڈھ ب رشی کے آشرم میں تعذیر لے آئی سو یکھا تو اٹھائی گیرے
وہاں موجود ہیں سب کو ایک دم دھر لیا یہ بین بلکہ مانڈھ ب رشی کی
بھی مشکلیں کس لیں۔ اور سب مال مروقہ لئے ہوئے والی ملک کے
سامنے لے آئے۔ مانڈھ ب رشی کی حالت ریاضت میں مومن سا دھ
تھے۔ زبان پر مہر سکوت ثبت تھی۔ لبوں پر قفل خاموشی لگا تھا۔ ہر حالت
میں چپ لگائے رہے۔ ایک حرف نہ بولے۔ راجہ کے سامنے بھی سر سر ہو گئے
ہے۔ زبان نے جنبش نہ کی۔ طوطی نا طقہ بلبل تصویر کی طرح خاموش ہی
رہا۔ راجہ پر غصہ کا بھوت سوار تھا۔ غیظ و غضب نے عقل کی آنکھوں
پر بٹی بانڈھ دی تھی۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اونچ سمجھی نہ نیچ۔ ایک دم سے حکم
دیا۔ کہ سب کو دار پر کھینچ دو۔ مانڈھ ب رشی پیولی رچڑھا کے گئے تو تین
انگل سولی جہم میں پیوست وہاں ایشور کی یادیں جانے کی خبر ہی کسے
تھی۔ سکھ دکھ کا خیال ہی کہاں۔ کانٹا چھنے کی بھی تکلیف محسوس نہ
ہوئی۔ وہ بڑے آئند سے اسی طرح ایشور میں لین دل ہی دل میں وید
منتروں کا ورد کرتے رہے مجال کیا۔ جو ذرا تو بھی میلا ہوا یا مائھے پر شکن
بھی پڑی ہو۔ اُٹ کرنے کا ذکر ہی کیا۔ اب تو راجہ کی آنکھیں
کھلیں۔ ہوش نہ دار۔ جو اس غائب۔ بدن کا نپ اٹھا۔ کلیجہ تھر تھر

کاتب گیا راجہ نے کانپتے ہوئے ماتھ جوڑ کر بڑی عاجزی سے التجا کی کہ مہاراج! ناہستہ خطا ہوئی ہے میرا چنداں قصور نہیں۔ آپ معاف فرماویں۔ میں ابھی سوئی سے اُتارے لیتا ہوں۔ راجہ نے بہت کوشش کی کہ رشی کو سوئی سے اتارے۔ مگر جسم میں پیوست تین انگل سوئی جزو بدن ہو گئی۔ کسی طرح نہ نکلی۔ راجہ نے بہت تیل پانی ایک کیا مگر مجبورہ۔

سخت حیران پریشان ہو کر آخر سوئی کا بیرونی حصہ ترشوا کر صبر کیا۔ مگر جسم میں جی بھی ہوئی تین انگل سوئی جزو بدن ہی رہی۔ ماند ٹھہر شئی اس حالت میں روانہ صحرا ہوئے اور پھر بدستور ٹیمپل ریاضت میں بہت مصروف۔ بہت قوی تھی۔ حوصلہ بلند تھا۔ جو دھن بندھی وہ بندھی۔ آندھی روک آئے۔ پانی برسے سمجھ ہو مجال کیا کہ انتقال میں فرق آئے۔ انہوں نے سول کو مغز استخاں بنا کر ایسا تپ کیا کہ سیدھے سو رنگ لوک کو چلے گئے۔ کوئی سید راہ نہ ہو سکا۔

سو رنگ لوک میں گئے تو دھرم راج سے سامنا ہوا پوچھا: (رشی)۔ کیوں دھرم راج جی بیگناہ کو سوئی کیا معنے نہ میں اُدھو کے لینے نہ اُدھو کے دینے میں نہ دنیا سے واسطہ نہ جہان سے سروکار۔ اس حالت میں بھی مجھے سوئی۔ اور سوئی ہی وہ جو اس وقت تک گوشت میں پیوست ہے آخر کوئی قصور کسی طرح خطا۔

دھرم راج۔ جو کچھ ہوتا ہے بے بنیاد اور بلا وجہ نہیں ہوتا آپ کی افتاد اور رحمت کی بھی ایک علت غائی تھی۔ آپ جب بچے تھے اونچ نیچ کی سمجھ نہ تھی۔ کیسلنے کو دینے کے سوا کچھ مطلب نہ تھا۔ ذی روح کے سکھ دکھ کی پروا نہ تھی وہ طفلی کا زمانہ تھا اور وہ آزادی کا دور اتفاقاً ایک ٹڈی ریلخ آپ کے ماتھائی آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ایک کانٹا اٹھایا۔ اس کے شرمناک عضو زہین میں چھو دیا۔ اس پر جو گزری وہ جانے۔ آپ کو کیا خبر۔ مگر کہ کرد کہ نہ ریاضت سے

گندم از گندم بروید جو ز جو

از مکافاتِ عمل غافلِ مشو

کئی بھرنی ضرور ہے۔ اعمال وہ چیز ہیں۔ جن کے لئے کہا ہے ۹
 کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ کے اس ہاتھ لے
 آپ کو بھی کئے ہوئے کا پھل ملا۔ ٹڈی والا کانٹا آپ کے لئے سولی ہو گیا یہ
 مانڈھ بٹشی۔ مجھ سے جو ہوا عالمِ طفلی کی نادانی سے ہوا اگر اس عمر اور اس
 زمانہ نا فہمی کی بھی سزا وجزا ہے تو آج سے میں اپنے پیو بل یعنی ریاضت
 و عبادت کے پرتے پر یہ حد قائم کرتا ہوں۔ کہ عہدِ طفلی میں ۱۴ برس تک
 کاسب نیک و بد معاف۔ کوئی قصور ہو تو قابلِ معافی پادش
 کی ضرورت نہیں ۛ

مانڈھ بٹشی نے اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ دھرم راج پر بھی زہرا نگلا۔ جوش
 غضب میں بدو عادی۔ کہ تم نے خفیف جرم اور ذرا سی خطا پر اس سنگین
 سزا کا مستوجب کیا تو ہسی تمہارے رُوح شور کے قالبِ خاکی میں قیام
 پذیر ہو اور تم کرہ خاکی کی ہوا اکھاڑ ۛ

بدو عادی ربدت بھی نشانہ بے خطا ثابت ہوا۔ جہاں شست بندھی
 تھی وہیں جسم کر بیٹھا۔ دھرم راج کو فینا کھیا ب و واٹ نے کھینچ بلا یا او
 کا بد عنصری کے ساتھ بدرجی کا خطاب حاصل ہوا ۛ

یوں دھرم راج بدرجی ہوئے۔ اور بدرجی کرشن جی کے بھگتوں میں آپ
 ہی اپنی نظیر پڑے دھرماتما نیت کے و آتھکار۔ کورونیس کی رفاقت
 فرض منصبی تھا راجہ دھرتراشٹ کے مشیر خاص اور مدبر با اخلاص تھے۔

جومات کہتے غیر خواہی کی جو مشورت دیتے ہیں وہاں پناہی کی۔ حال و
 ماضی و مستقبل (بھوت بھو شٹ۔ برتھمان یعنی گزشتہ موجودہ آئندہ و آفتا
 گویا آنکھوں کے سامنے ہی پھرتے تھے۔ درجو دھن وغیرہ سے جو نا جائز
 حرکات سرزد ہوتیں جو بات خلافِ معاملت ظہور پذیر ہوتی سب
 کے حسن و قبح بتاتے۔ نیک و بد سمجھاتے اونچ نیچ دکھاتے۔ پاندوں
 (جدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نیکل۔ سہادیو) کو جانتے تھے۔ کہ یا پنچوں

کے پانچوں دھرماتما ہیں۔ دھرم کی راہ میں چلنے کے لئے اُن کا قدم آگے ہی پڑتا ہے۔ نیت یعنی معاملات دینی و دنیوی وغیرہ میں وحید روزگار ہیں۔ دھرم اور نیت کے خلاف نہیں چلتے۔ پس ان کو اُن سے خاص انس تھا۔ اُن کو فخر انسان جانتے تھے۔ اور اُن کی خاطر دانش و حفاظت سے ہر وقت کام اور سروکار تھا جب مہابھارت ۸ اچھوتی دلی کا خاتمہ کر چکی سارا پروار یلیامیٹ ہو گیا تو خود بھی دھرتراشت کے ساتھ صحرائنشین ہوئے جنوب تپ کیا۔ اور موعودہ وقت پر قالب خاکی کو زمین کے حوالہ کر کے آپ پھر اپنے مسکن مٹی کو چلے گئے وہاں پہنچے تو پھر بدرجی اب کہاں۔ دھرم راج ہی کی جے جے کار ہونے لگی ۵

ادھیائے ۲۱

پرسرامہ جی کی فتوحات سے چھتری قوم کا قتل عام۔ رشیوں مہیوں کے پتوہل سے قیام نسل و انتظام۔ راجپسوں کا خروج۔ ظلم و ستم کا عروج۔ لشن جی کی خدمت میں دیوتاؤں کی فریاد۔ درخواست امداد۔ سحاب رحمت کی بارش۔ قبول گزارش راج میں دیوتاؤں کی جلوہ فرمائی

کرشن اوتار کے لئے انتظام پیشوائی۔ دیوتاؤں اور راچھسوں کے اوتاروں کا گوشوارہ۔ اظہار قدرت کا نظارہ

بیشم پائن بذلہ سخی فرماتے ہیں۔ کہ پرسرام جی جمدگن جی کے فرزند
کو اپنے والد بزرگوار کے دشمنوں سے عوض لینے کی دھن سمائی تو ۲۱ مرتبہ
کرکشیتر کی زمین خون سے لال کی۔ ہر مرتبہ لہوکا دریا بہا دیا۔ چھتری قوم کو ہر
وقت موت کا سامنا تھا۔ پرسرام جی نے جہاں کسی چھتری کو برسر حکومت پایا
پر ساچھکاتے ہوئے پہنچے۔ اور بس ایک دم سے چھتریوں کا صفایا دل کے دل کھیرے
لکڑی کی طرح کاٹ کر پھینک دیئے گھاس کٹتے دیر لگتی ہے مگر چھتری راجوں
مہاراجوں اور ان کی فوج کے سر کٹتے دیر نہ ہوتی تھی۔ جہاں پہنچ گئے بس میں چھتریوں
سے صاف ہو گئی ایک بھنگا بھی نہ بچا۔ ہزاروں راجوں مہاراجوں کی پستی بڑا
رائیاں مہارائیاں اور لاکھوں سورما چھتریوں کی عصمت تاب خا تو غیر خلمان
برادو خانہ ویران ہو کر اپنے پیارے خاوندوں کی یاد اور غم ماتم کو کلیجے سے
لگائے ہوئے جنگلوں میں جان بجاتی پھرتیں۔ ادھر جب پرسرام جی کے
پرے کا پیٹ بھر گیا۔ تو پیشیا کے لئے اپنے پیوں کو چلے گئے۔ ادھر چھتریوں
کی راج استریاں تپو بنوں (یعنی وہ بن جہاں رشی رشی پشیا کرتے ہیں)
میں گھومتی پھرتی ہوئی رشیوں مٹیوں کی شرناگت یعنی پناہ میں پہنچیں رشیوں
سے درخواست کی۔ کہ چھتری گل ناش ہو گیا ہے پرسرام جی کے پرے
نے کوئی متنفس باقی نہ چھوڑا۔ اب آپ کی چشم رحم و نگاہِ طفت
ہو کہ چھتریوں کا نام صفحہ دنیا سے نہ مٹے۔

رشیوں مٹیوں کا دل لیسج گیا۔ رگ حیت متحرک ہوئی اپنے تپو بل
سے چھتری نسل قائم کی۔ چونکہ برہم بیج شریک تھا اور جوگ کا پر بھاؤ

شامل لہذا جو چھتری پیدا ہوئے سب دھرم مان پر پانی۔ تہجسوی۔ یہ چھتری
 اوج آقبال سے صاحب تخت و تاج ہوئے۔ دھرم کا آفتاب چمکا دیا۔ طبقہ
 خاک آبیاری فیض و کرم سے سرسبز و شاداب ہوا۔ خزاں کا نام نثار
 ہر طرف بہار ہی بہار۔ اہل عالم فارغ البال۔ بندگانِ جنات
 آسودہ حال۔

اس زمانہ امن و امان میں بھی آخر کار کفار پیدا ہوئے۔ طاقتوں
 کا ڈنکا بجایا۔ ریاضت کے فیض سے آسمان سر پٹھایا۔ ایسے ایسے
 برائے کہ زور و طاقت پر اُتر آئے۔ نشہ غرور نے اندھا کر دیا۔
 کسی کو نظر میں نہ لاتے۔ ہر ایک کو اُنکی پر نیچا تے تھے۔ دھرم کا
 خون ہونے لگا۔ کفر کی عملداری بیٹھ گئی۔ مگر گرنے اپنا سکہ جمایا۔
 نارستی کے ڈھنڈورے پٹے۔ برہمنوں کے چھکے چھوٹے سادھوؤں
 کی جان پر آہنی۔ چپسویوں (صاحبانِ ریاضت) کے ہوم کرتے ماتھ
 چلنے لگے۔ جوگ اور چپ کے گلے پر چھریاں چلنے لگیں۔ زمانہ ہی
 کچھ اور کا اور ہو گیا۔ دورہ ایام کی بالکل کایا پٹ ہو گئی۔ مرم
 آزاری اور ستمگاری کا اور چھور نہ تھا۔ آخر نو بت بایں جا رسید
 کہ زمین گناہوں کے بوجھ سے کانپ اُٹھی۔ کرہ خاکی سرے کی طرح
 پسنے لگا۔ جب سر سے پانی گزر گیا۔ طاقت برداشت باقی نہ رہی
 تحمل نے جواب دے دیا۔ صبر نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو زمین سر پر خاک
 اُڑاتی بگولے کی طرح سرگرداں۔ غبار کی طح اُفتان و خیزاں
 دیوتاؤں کی خدمت میں پہنچی۔ زمین بوس ہو کر رتی سے ریزہ
 تک سب سرگزشت کہ سنائی۔ رورو کر فریاد کی شکایت
 بیداد کی۔ درخواست استمداد کی۔

دیوتا لوگ پہلے غوطے میں گئے۔ پھر زانو سے سر اٹھایا تو فرمایا:-
 اے پرتھوی زمین، تیری شکایت درست۔ فریاد بجا۔ مگر میں کہ ہم دیوتاؤں
 کو وہ دست قدرت حاصل نہیں۔ جو اس آشوب اور

فتم کو چکی سے ہلا کے رکھ دے۔ بیشک تجھ پر بھونک مار کر اٹا دے بدعت کے ظلم ہے جفا ہے جو رہے۔ تغذی ہے بستم ہے۔ مگر ہم عاجز ہیں ناچار ہیں معذور ہیں۔ مجبور ہیں اگر درست رس ہوتا پس ہوتا۔ قوت ہوتی طاقت ہوتی تو اسی وقت تیری شکایت ہو کر تے کا فران نہ رہب (راچھسوں کو کافو کرتے۔ یہ واقعی حقیقت ہے۔ عذر لنگ نہیں ہیں راچھسوں سے سچ چچ تاب جنگ نہیں رہتے کہ سری وشن جی سے فریاد کر۔ خواہش مدا کر چل ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ راچھس تجھ کو نہیں ہم کو بھی تو کھیلتے ہیں۔ انکو بیجا دکھانا ہی واجب۔ جڑ بنیاد سے مٹانا ہی مناسب ہے یہ کہ سب دیوتا اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور برہما جی کے دائرہ دولت پر پہنچے ساری کیفیت سنائی کل سرگزشت بیان فرمائی۔ برہما جی نے فرمایا میں تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں مگر دراصل قاصر ہوں۔ مجھ سے یہ کام انجام نہ ہو گا۔ صرف بشن جی ہی سے یہ قضیہ تمام ہو گا۔

برہما جی ہی ساتھ ہوئے۔ حماد یو جی۔ آنڈر ٹین۔ بسم کو بر سوب کے سب ہمراہ چلے۔ بشن جی کی بارگاہ معلیٰ دیوتاؤں کے لئے کیا دوتہ تھی۔ پل مارنے در دولت پر تھے۔ سب خدمت قدس میں تشریف فرما ہوئے متفق اللفظ اور یک زبان ہو کر عرض کی :-

ہمارا ج۔ راچھسوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ظلموں کی حد۔ بدعتوں کا شمار نہیں۔ زمین بارگناہ سے کچلی جاتی ہے۔ اہل زمانہ کو اٹھتے چین نہ بیٹھتے آرام نہ زمین ہی جگہ دیتی ہے نہ آسمان۔ کیا کریں۔ کہاں جائیں۔ کیونکر جان بچائیں۔ جب سب طرف سے مایوسی ہوئی۔ اب جو مرضی وہی مقدم :-

بشن جی ہمارا ج برہما جی ہے، آپ لوگ گھبرا ئیں نہیں۔ سب فکر کا ہش۔ آفت و مصیبت ایک دم میں کافور ہو جائے گی۔ آپ پر تھوکی کوڑھاس دیں۔ کہ ذرا تحمل و تحمل سے کام لے میں جد و کل میں اوتار لیتا ہوں۔ سزا سے کفار کا گردن پر مار لیتا ہوں۔ ظالمان بد کردار و ستمگاران جفا شعا

ایک سرے سے نابود ہونگے ظلم و ستم کے راستے مسدود ہونگے دیوتاؤں کے کہہ دیجئے۔ کہ دنیا کی ہوا اکھائیں۔ غالب غنصری میں نور موفور کا جلوہ دکھائیں۔

ربہا جی اس سخن شجی سے بھولے نہ سمائے۔ صدقِ عقیدت سے جس گائے دیوتاؤں سے فرمایا:-

کامیابی مقصد مبارک بس اب آپ سب صاحبِ بیج میں اوتار دھارن کر کے ذاتِ واقدس و عالی کے مرکبِ اجلال و مرکبِ اقبال کے استقبال کی کارروائی میں ہمہ تن مصروف ہوں۔

یہ سن کر سب دیوتاؤں لوک سے رخصت ہو ہو کر اپنے اپنے ستھانوں پر تشریف لے گئے۔ پرتھوی اپنے مرکز کی طرف عازم ہو گئی۔ خوشی کی حد خود می کی انتہا نہ تھی۔ مردہ جسم میں تازہ خون دوڑتا ہوا معلوم ہوتا تھا اب دیوتاؤں جی کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم ہوئے سب نے بیج میں اوتار لیا۔ ادھر اچھسوں کی بھی ٹولی قائم ہوئی۔ جس کی فہرست ذیل میں قابلِ یادداشت ہے:-

دیوتاؤں کی فہرست جنہوں نے سری کرشن اوتار کے زمانے میں اوتار لیا۔ اور روئے زمین پر دوسرے ناموں سے موسوم ہوئے:-

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے بیج میں اوتار لیا	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے بیج میں اوتار لیا
سری بٹن بھگوان جو	برامہ جی تریا میں	سری کرشن چندر	سری پچمن جی
تریا میں سری	یہ سری پچمن جی	آئندہ کند	شیش جی
رام چندر جی تھے	کا اوتار تھے		

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے رج میں اوتار لیا	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے رج میں اوتار لیا
رکنی جی (دختر راجہ بھیشم)	لکھنشی جی (رتیا میں ان کا اوتار سیتماجی کے نام مبارک سے مشہور زمانہ ہو ا)	دیویدی (راجہ دروید کی راجکاری پانڈوں کی راج رانی راجہ دیوک درونا چارج نہیں درون بھی کہتے ہیں استحققاں درونا چارج کے فرزند بھیشم پیامہ اور ان کے بھائی رجو گنگا جی کے بطن سے عالم وجود میں آئے تھے، سربا چارج شکنتی راجہ قندھار کے ہمار تھی راجہ دیو دھن فرزند راجہ راجہ ہر زانت کے سو فرزند	اندانی جن کا نام شچی تھا گندھرب راج گندھربوں کے راجہ پرست جی دیوتاؤں کے گرو۔ سری مہادیو جی ہسوان کا ذکر آغاز ترجمہ ہذا کے حاشیے میں جو چکا ہے رورگن دو پر جگ کلجگ رکانش، راون کے جگ بند

راجہ (درجہ دھن) (۲) بیوس (۳) دو شاسن (۴) روسیہ (۵) شل (۶) سندھ (۷) سونچن (۸) ہند
 ۹ تو بندو ۱۰ دروہش ۱۱ اکرن ۱۲ بکرن ۱۳ ویش کرن ۱۴ چتر ۱۵ نبشت ۱۶ سو باہو۔
 ۱۷ مورتی ۱۸ دروہش ۱۹ ہا باہو ۲۰ دریکھ ۲۱ وشرگن ۲۲ اپ چتر ۲۳ چتر کش۔
 ۲۴ چلو چتر ۲۵ انگہ ۲۶ درید ۲۷ دو پریش ۲۸ برت سو ۲۹ بکٹ ۳۰ سم ۳۱ ان ۳۲
 ۳۳ پدم ناہ ۳۴ نند ۳۵ اپسندک ۳۶ سیناپت ۳۷ شونین ۳۸ گندو ۳۹ موور

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے
راجہ پانڈو	مرت گن	راجہ دھرتراشت	ہنس نامی گندھرب کا
فردوس فرزند کرشن جی	کا مدیو	ریدر جی	دھرم راج

راچیسوں کی فہرست

جو کرشن اوتار کے زمانے میں جنم لیکر پڑے خاک پر بانی ظلم و ستم ہوئے

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	اگلا نام	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	اگلا نام
راجہ جراسندھ	یوجیت راجپس	دنت بکر	کبھ کران دھرتا کٹپ
شیش پال	راون ہرن شیش	راجہ بھیکرت	باسکل
راجہ شل	دیر پلا دکا باپ	راجہ اوگر سین	بیر بھانو
راجہ اتوجا	شگھ نادیر پلا دکا	راجہ اشوک	اشو
راجہ کاشی	چھوٹا بھائی	بیر پلا ناٹھ	سوکشم
	کیٹ مان	راجہ درم	شوی
	چندر بھاش		

بقیہ صفحہ ۱۱۵
 ۳۹ پتر یا پور ۴۰ پتر یا پور ۴۱ پتر یا پور ۴۲ پتر یا پور ۴۳ پتر یا پور ۴۴ پتر یا پور ۴۵ پتر یا پور ۴۶ پتر یا پور ۴۷ پتر یا پور ۴۸ پتر یا پور ۴۹ پتر یا پور ۵۰ پتر یا پور ۵۱ پتر یا پور ۵۲ پتر یا پور ۵۳ پتر یا پور ۵۴ پتر یا پور ۵۵ پتر یا پور ۵۶ پتر یا پور ۵۷ پتر یا پور ۵۸ پتر یا پور ۵۹ پتر یا پور ۶۰ پتر یا پور ۶۱ پتر یا پور ۶۲ پتر یا پور ۶۳ پتر یا پور ۶۴ پتر یا پور ۶۵ پتر یا پور ۶۶ پتر یا پور ۶۷ پتر یا پور ۶۸ پتر یا پور ۶۹ پتر یا پور ۷۰ پتر یا پور ۷۱ پتر یا پور ۷۲ پتر یا پور ۷۳ پتر یا پور ۷۴ پتر یا پور ۷۵ پتر یا پور ۷۶ پتر یا پور ۷۷ پتر یا پور ۷۸ پتر یا پور ۷۹ پتر یا پور ۸۰ پتر یا پور ۸۱ پتر یا پور ۸۲ پتر یا پور ۸۳ پتر یا پور ۸۴ پتر یا پور ۸۵ پتر یا پور ۸۶ پتر یا پور ۸۷ پتر یا پور ۸۸ پتر یا پور ۸۹ پتر یا پور ۹۰ پتر یا پور ۹۱ پتر یا پور ۹۲ پتر یا پور ۹۳ پتر یا پور ۹۴ پتر یا پور ۹۵ پتر یا پور ۹۶ پتر یا پور ۹۷ پتر یا پور ۹۸ پتر یا پور ۹۹ پتر یا پور ۱۰۰ پتر یا پور

ادھیائے ۲۲

راجہ دشنیت کی تفریح سیر شکار تیوں میں رود
موکبا اقبال شعی آشرم کی سیر شکنتلاشی کیا
کے حسن گلو سو کی لفری ہی را کے دل پر عشق کا قابو

راجہ جنہے تذکرہ بالا حالات اسکر نہایت خوش ہوئے تحقیقات و معلومات
کو ہزار جان سے سراپا۔ پھر ہوس ہوئی کہ ہمارا راجہ بھرت کے فرزند اور اپنے
بزرگ خاندان راجہ دشنیت کے حالات سے استفادہ حاصل کریں شتیاق دل سے
تقاضا طلب زبان پر آگئی کہ ہمارا راجہ اب ہمارا دشنیت و شکنتلا مانا کے ذکر خیر سے
امرت کی چاشنی دکھلائے۔

بیشم پائن کی زبان پر بار دھ رکھی ہوئی تھی۔ طبع موج کا دریا ابل رہا تھا فرمایا
کہ راجہ جنہے سنئے سماعت فرمائیے۔

راجہ دشنیت سچ جچ دھرم کا سروپ تھا۔ دھرم کی اس کے نام سے عزت اور دھرم کے
نام سے اس کی شہرت تھی۔ شیوں کی عقیدت اسکے دل پر جمی تھی۔ برہمنوں کا ہزار
جان معتقد فرمانبردار اور خد شگلہ لڑھا۔ اقبال وہ کہ قلم و میں سینک گھڑی تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶، ۹۵، کننگا گد (۹۶)، سندھ (۹۷)، چترک (۹۸)، بھیم (۹۹)، بکرم
(۱۰۰) دریودھن۔ راجہ دھرتراشت کے ان سولہ لڑکوں اور ایک لڑکی موسوہ شلا
میں سے صرف فرزند دوم بیوٹس دھرتا تھا ہوا۔ وہی ہما بھارت کی لڑائی میں محفوظ
رہا۔ باقی فرزند پیوست خاک ہوئے۔

عدل انصاف کے جھنڈے گرے ہوئے تھے۔ زور بازو وہ کہ بڑے بڑے تلوار
 کے دھنی لوٹا مانتے اور نیز کے سامنے کمان کی طرح جھکتے تھے۔ قصبہ مختصر راجہ کی
 تھا اپنے زمانے کا آفتاب نصف النہار تھا جس کی شعاع نور چار دانگ عالم میں
 اپنی روشنی سے آنکھوں میں چکا چوند ڈال رہی تھی۔
 ایک دن کی بات ہے۔ راجہ کو سیر و شکار کی دُھن سمائی ہوا کے گھوڑے پر سوار
 سیدھا ایک جنگل میں پہنچا۔ وہاں دیکھا تو بارہی اور کیفیت ہی زالی تھی۔ رُت نہت
 کا سماں نظر آگیا۔ گلزار ہمیشہ بہار کی خفا نظروں سے پھر گئی۔ جدھر دیکھئے
 طائرانِ خوش الحان چمک رہے ہیں طرح طرح کے پھول بہک رہے ہیں جس
 طرف نظر اٹھائیے۔ سبزہ زار کی بہار بہرے بہرے درختوں کی قطار تالابوں
 میں کنول حسن و خوبی پر اترا رہے ہیں۔ بھنور سے ستی بھرے سروں میں
 گونج گونج کر دل بھلا رہے ہیں۔ راجہ نے یہ فرخت بخش نظارہ دیکھا تو طبیعت
 گلزار اور آنکھیں ہری ہوئیں۔ دل کی گلی کھل گئی۔ گلچے کا کنول کھلا کھلا اٹھ
 و بستگی آگے قدم بڑھائے ہوئے لے گئی۔ تو وہاں دوسرا ہی دلفریب
 نظارہ تھا مالتی ندی اپنی سی موج میں نہریں لیتی ہوئی جا رہی تھی۔ چادر آب
 کی تیس۔ سوچ کی نفرتی کروں کے عکس سے سجے کو گھرو اور گونے کی زینت
 دکھاتی بہاؤ پر عالم نور کی کیفیت سے دل بھاتی آگے بڑھتی چلی جاتی تھیں
 ندی کے کنارے ایک سبزہ زار کی بہار تھی۔ دوسری طرف ایک آشرم کی جس کے
 ارد گرد چھتتا سے سے گنجان فرخت ایک ایسے سلسلے اور تریکے اہل نظر کے
 گلچے کو ٹھنڈک پہنچا تھے راجہ کے دل سے عیش سلطنت بھلانے تھے ان
 کندھے پٹین کل رہی تھیں اور دھوپ سپید کافور وغیرہ کی خوشبود دھوئیں
 میں مل جل کر اس کی لپیٹوں سے جنگل کا جنگل ہمارے ہاتھ اس آشرم پر چھائے
 ہوئے درخت پھولوں سے لہکے اور پھلوں سے آئے ہوئے تھے کہیں طوطی کی
 خوش الحانی تھی۔ کہیں ہل کی انجہ خوانی۔ کوئل کوکتی تھی۔ تو مینا بھی دل بھانے
 میں نہ چوکتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ادھر پرندہ مست تھے اُدھر چرند خود پرست
 تھے۔ ہرن اپنی چشم سر گین سے آمو چشموں کی چشم سر گین کا نشہ ہرن کرتے تھے

تو غوالے غزالان رعنا کے سبزہ عارض کی سی ہری ہری دُوب کی طرح چرتے
تھے جنبش صبا زمین پر فرش گل پہنچاتی تھی راجہ دشینت کو اس سبزہ زار
کی بہار نے ایسا بخو کیا کہ از خود رفتہ ہو گیا۔ نہ سیر کی فکر رہی نہ شکار کی۔ نہ
معلوم کون طاقت تھی جو آگے ہی کھینچے لٹے جاتی تھی دل پر قابو نہ تھا دین
اور نیا فراموش ہو رہی تھی۔ آخر کار راجہ دشینت و ماں ہینچا۔ جہاں چھتا ہے
دوستوں کے سلسلے میں رشی منی تپ کر رہے تھے۔ ہون کنڈ سے ارد گرد
ایک مقدس صورت والوں کی منڈلی رونق افروز تھی۔ ماتھے پر کھوڑ جنم بھر
میں بھوت۔ کندل بائیں طرف لگے میں کنٹھی دید منتر زبان پر تھے۔ اوم
سواہ کی آواز سے تپوں گونج رہا تھا۔ راجہ ہون کنڈ سے اٹھنے والے دھوئیں
کا رخ دیکھتا ہوا وہیں پہنچ گیا۔ جہاں یہ نظارہ دلفریب چشم حقیقت میں
جاد و مال رہا تھا۔ راجہ نے سب کو ڈنڈوت اور پرنام کی اور زمین بوس ہوتا
ہوا ذرا اور آگے بڑھا تو بھاگ کھل گئے۔ ایک ایسا آشرم نظر آتا کہ روزوں
کی خوبیاں نظرتے گر گئیں۔ راج پاٹ کے ٹھاٹھاٹ سے دل پھیکا پڑ
گیا۔ و ماں کیا تھا کچھ بھی نہیں۔ صرف کش آسن پچھے ہوئے تھے ایک پندرہ
سولہ برس کی نوخیز رشی کماری سیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی بس اس کے سوا
نہ و ماں دو محلے پنج محلے تھے۔ نہ زریب آرائش جنگلی درختوں کی قطار کے
سوا نہ آرتگی و زیبائش نہ شیشہ آلات تھے۔ نہ جھاڑ فانوس نہ مند و تکیہ تھا
نہ فرش فرش نہ پریشان ماہ مثال۔ نہ زہرہ جمالان خورشید
حصال۔ راجہ یہاں کی قدرتی فضا اور فطرتی بہار پر ایسا
شیفتہ اور اس تصویر نور اور حُسن کی جیتی جاگتی جوت پر ایسا
فریفتہ ہوا کہ نظر گر گئی۔ ٹیکٹکی بندھ گئی۔ نہ قدم آگے بڑھ سکا
نہ نظر نہ دل قابو میں رہا نہ جگر۔

خیال ہوا کہ نکشی کا جلوہ جہاں افروز ہے۔ یا اس کا
موقع حسن و جمال سکو سوز چہرے سے نور برس رہا تھا۔ آنکھ
کاتل زرخشن کی کسوٹی پر لکھ رہا تھا۔ جس جگہ یہ سرمایہ غمزہ ناز

دوسرے چشمہ کرشمہ وانداز جلوہ فگن تھی۔ ایک نظر فریب انجن تھی۔ رشیوں کی استریاں مارگو ندھ رہی تھیں۔ پھولوں کے گجرے تیا کئے جا سے تھے شکنتلا کے چہرے سے سورج کی روشنی مانند تھی۔ رشیوں کی استریاں شاووں کے نقطہ مقابل تھیں جن میں یشبہ یوز چاند تھی۔ راجہ کا دل قابو میں نہ رہا۔ صبر و شکیب نے دوڑک جواب دیا۔ جذبہ اشتیاق کوش عشق نے اُکسایا کہ چلو کس کی رہی ہے۔ کس کی رہ جائیگی قریب سے آنکھیں سنیک لیں۔ نظر بھر کر دیکھ لیں۔ بس پھر کیا تھا۔ ہمارا راجہ نے وزیروں کو ٹکایا مشیروں کو بولتا یا کہ جاؤ ادھر ادھر گھوم آؤ دشت پر بہا کی ہوا کھاؤ میں سستاتا ہوں۔ ذرا دیر جی بہلاتا ہوں۔ امہر ہم ایسی راہی ہوئے ادھر راجہ نے رشی کے آشرم کا رخ کیا۔ جذبہ شوق غالب تھا۔ پس پل ملتے وہیں تھا جہاں وہ نہرہ تھک مجبوی و مشتری خوبی پر توجہ سے آفتاب کی روشنی ستارے جھٹکا رہی تھی ۛ

سب کی سب شائستہ تھیں۔ جہاں نواز تھیں راجہ کو آتے دیکھا تو ادب سے کھڑی ہو گئیں شکنتلا آنکھیں پچی کئے سر جھکائے استقبال کو بڑھی اور ترمیلی نگاہ کی ایک جھپک دکھا کر تیسرا آشنا لبوں کو برگ گل سی جنبش دیتی ہوئی بولی :-

مہاراج آئیے۔ تشریف ارزائی فرمائیے ۛ

یہ سرگوش رعنائی و نہال چمنستان خوبی و زیبائی پھولوں کے زیور سے لدی ہوئی تھی۔ ایک طرف مار پھولوں کی نمک دوسری طرف گل عارض و زلف مشکبو کی خوشبو۔ راجہ کا مشام جان مدھر ہو گیا چار آنکھیں ہوتے ہی دل پر ایک چوٹ لگی کیلچہ بھڑک گیا۔ سہیلیاں دوڑ پڑیں۔ ہاتھوں ہاتھ لائیں۔ پلکوں کے ساتھ کش آسن چھا دیا۔ اور سر آنکھوں پر بٹھا کر ہمان نازی کے برتاؤ پر تباہ شروع کئے۔ شکنتلا ایک جھپکتے ہوئے پھولوں کا خوشنما رانی اوڑھے تیور انداز سے راجہ کے گئے میں ڈال دیا۔ جسے سلوک راجہ پر جادو کا سا اثر کر گیا۔ اور زبان گوہر شان یوں مائل سوال ہوئی :-

”مہرشی جی کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ درشن نہیں ہوئے۔
شکنتلا۔ دسکراتی ہوئی، تلمسی دل اور پھل پھول کی تلاش میں ابھی ابھی ہیں
کہیں گئے ہیں۔ ذرا دیر میں تشریف لاتے ہونگے۔“

راجہ دشنیت۔ تم کس کی صاحبزادی ہو؟ کہاں یہ موہنی صورت یہ بھولی
بھولی صورت۔ کہاں صحرانیشینی۔ گوشہ گزینی۔ اس کا سبب آخر
کوئی وجہ؟

شکنتلا۔ کنورشی میرے والد بزرگوار ہیں۔ میں ان کی بیٹی ہوں ان کا
آشرم بالکل ہی پاس ہے اسی لحاظ سے میری بھی یہیں بود و باش ہے۔
راجہ دشنیت۔ تم کنورشی کی کماری ہو وہ تو کنوارے ہیں ان کو قلعہ
دیوبی سے واسطہ ہی نہ رہا۔ تحم مروجی کو زائل ہونے کی قدر نہیں پھر تم
ان کی صاحبزادی کیسی؟

شکنتلا۔ ان باتوں کی تو مجھے واقفیت ہی نہیں میں ایسے اسرار کیا جانوں
مگر ہاں شی جی ہمارا ج نے جو تذکرہ بیان فرمایا ہے اسکا نفس طبع یاد دہاں ہے
گو شکر ادا کرتی ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔

شکنتلا کی پیدائش کا حال شکنتلا کی ہی بانی

زمانہ دراز گزرا کہ گادھ جی کے فرزند ارجمند نے ایسا بھاری تپ کیا کہ
اندر کے بھی ہوش اڑ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ روح کانپ گئی۔ دل لرز
گیا کہ کہیں میرے سنگھاسن کے ماتھے نہ جائے۔ میرے سر نہ بیٹے یعنی
اندر کی پدموی بسوا متر نہ پا جائیں میں اپنا سامنہ لیکرہ جاؤں تلوں
سے لگی تھی۔ ریڑھ مانے کی دھن سماٹی۔ اسپراؤں کی سرمایہ ناز گدھروں
سے سرافراز جامہ حسن و خوبی جامع اوصاف محبوبی مینکا اپرا کو یاد فرما رہی
پڑھائی۔ کہ جس طرح سے بنے بسوا متر پر ہی کرن منتر چلائے۔ چھب دکھا کر
حسن عالم فریب کا وارفتہ بنائے۔ چشمان فسون ساز وہ جادو
ڈالیں ایسا ٹونا کریں کہ راج رشی جی تپ سب بھولا جائیں۔

تنگنی کا ناچ بچاویں :

مینکا بولی۔ تمہیں ارشاد میں عذر و انکار نہیں۔ خیراں پذیر ہی ہے عار
نہیں۔ لیکن ظاہر کہ ہے

آپ خیال بہت و محال بہت و جنوں

لبو امتر کے برابر آج کوئی اہل کشف و کرامات نہیں۔ ان کو چمکے دے کر
آتش پر چڑھانا آسان بات نہیں چشم غضب اگر شعلہ انگیز ہو تو چشمہ آب
بھی شرانگیز ہو۔ نظر بھر کر دیکھیں تو آفتاب جل جہن کر رہ جائے چاند
چاندی کی طرح گل کر رہ جائے۔ دُور کیوں جائے اور کسی کا کیوں ذکر سمجھے
آپ اپنے ہی کو دیکھ لیجئے کہ چھکے چھوٹے ہوئے ہیں۔ وضو ڈٹے ہوئے
ہیں۔ اوسان خواص باختہ :

لبو امتر کو آپ کیا کوئی ایسا ولیا مانتے ہیں سیدھا رشی ہی جانتے، ہیں۔
بشٹ جی اکیلے صاحب جمال صاحب کمال ان کے صاحبزادوں سے
نظر پڑھی ہوئی تو بشٹ جی کی ایک نہ چلی۔ کشف و کرامات کی ذرا دل
نہ گلی۔ لبو امتر جب غصے میں بھر گئے تو اپنی ہی کر گئے۔ سو کے سوا بیٹوں
کو ملاک کیا بات کی بات میں سب کا قصہ پاک کیا یہی نہیں بلکہ کشتری ہو کر
راج رشی سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ اپنے نام کو برہم رشیوں کی فہرست
میں داخل کیا۔ اس سے بڑھ کر اوصاف و خصائل کیا ہوئے فضائل
کیا ہوں گے بس حد ہے چشمہ فیض و ریاضت سر چشمہ برکت و عبادت
سے دریائے عظمت کی روانی دکھا دی کوٹکی ندی زمین پر بہا دی :
آپنے شاید سنا ہو کہ ایک وقت نینگ رشی نے جگ کا سوا انجام کیا ایک
ایک بات کا معقول انتظام کیا۔ جگہ میں لبو امتر جی بھی رونق افروز
تھے۔ ہر طرح و مساز و وسوز تھے۔ جو وقت سوم کا دور چلا۔ تو طرفہ رنگ
نظر آئی۔ لبو امتر کو دیکھ کر سمجھ اور سی سائی بیٹھے بیٹھے کشف و کرامات کا
اظہار کیا دوسرے لوگ قائم کرنے کے لئے نئے نقشوں کو نوادار کیا تا تاہیل
میں سے کسی کو حیرت ہوئی۔ کسی کو غیرت۔ آپ ایسے رکھیشر

کوزل مشکیں کے پھندے میں بھالنے کے لئے بھیجتے ہیں یا اڑوہ
کے منہ میں جھونکتے ہیں۔ میری تلی تلی کانپتی ہے روایاں روایاں
رزا ہے آئندہ جو مرضی جو حکم ہے
اگر بخشے رہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سیرت سلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے
اگل میں بھی جھونک دو تو بھی اُف نہ کروں۔ موت کے
منہ سے بھی نہ ڈروں۔

راجہ اندر بہت باتیں نہ بناؤ ٹالے بالے نہ بناؤ کسی اور سے چستے کرو
تم اور سو امتر سے ڈرو۔ سو امتر سے باون ہزار تمہاری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔
تہی تو گندھرب تک تمہیں اپنا سرتاج کہتے ہیں۔ بہت بھولی بھالی نہ بنو۔ جامہ
جہلی نہ بنو۔ جاؤ اھو امتر کو بھڑکری بناؤ۔ جس وقت تمہارا حسن نظر فریب
نظر سے گزرا سبھی لیا کہ ناوک عشق جگر سے گزرا۔ اسی وقت لوٹ لوٹ نہ
ہوئے تب کرات۔ آنکھ ملتے ہی وینا آنکھوں سے لوٹ نہ ہو جائے تب
بات۔ تم جاؤ انداز و کرشمہ دکھاؤ بھل گیا کہ آنکھ لڑے اور تدبیر پڑے
تم مجیدہ ہو مجیدہ ہو۔ ایک نگاہ غلط میں تو سو امتر کا کام تمام ہو جائیگا
پس ویر ونگ نہ کرو۔ عذر ونگ نہ کرو۔ جاؤ غمزہ واداکا کرشمہ دکھاؤ۔ صرف
تمہیں بھامیانی مقصد کا انحصار ہے۔ تمہاری مدد پر سارا دار و مدار ہے۔ تم کو
ہزار کام چھوڑ کر یہ کلام کرنا ہو گا۔ دل و جان سے میرا دم بھرنا ہو گا۔ عذر و انکار
مضول بس کہہ دو کہ خدمت قبول۔

درکارِ خیر حاجت پہنچ استخارہ نیست

یشکا الیسا۔ آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ آپ کی بات
و لکھنا بمنزلہ کفر مگر میں لاکھ سراپہ حسن و جمال ہوں۔ دلیر بانی میں
لبنی آپ مثال ہوں۔ لیکن پتھر میں جو تک فنا محال چسپر خورشید
سے پانی نکل سکے کیا محال۔ ماں ایک تدبیر ہے جو حل چاہئے۔ تو

کر کے ناز و کرشمہ دکھانے اور حُسنِ جہان فریب پر رجھانے لگی۔ کام دیو اور
ویو دیو تادمے ہوئے تھے کہی بدی بات تھی۔ منطقہ ٹھیک ہو چکا تھا
ادھروپن جی نے نیکا کی اوڑھنی کو ادھر اُدھر اڑا کر چوٹی آنچل کا
نظارہ و فریب پیش نظر کیا ادھر کام دینے گھس بیٹھ کر بسوا متر جی
کے دل میں گھوٹا پھر گیا تھا ادھر سحر حُسن و جمال و دُرجُسن پرستی کا خیال سے
درمیان قعر دریا تختہ بندم کر دو
باز میگوئی کہ دامن ترکن ہنسا رہا

کی رنگت ہوئی۔ جو ہیں نیکا اٹھلاتی مسکراتی مرگ کا لوح دکھاتی ہوئی
ملنے آئی۔ جب تپ بھنگ ہو گیا۔ اور ہی رنگ ہو گیا بسوا متر جی آپے
میں نہ ہے۔ دنیا دین فراموش۔ صرف عشق کا جوش۔ اب کیا تھا نیکا
کے پو بارہ ہوئے۔ بازی مار لی۔ پری شیشو۔ میں آمار لی بسوا متر کو شوق مصلحت
نے کہیں کا نہ رکھا نہ دنیا کا نہ دین کا رکھا۔ ادھر شرم و ناموس ہیں۔ ادھر
انگ اور آغوش تنگ تھی۔ شراب وصل کے دور چلتے تھے دلوں کے رمان
نکلتے تھے۔ مالتی ندی کا کنارہ تھا اور حُسن و عشق کی نسبتگیوں کا نظارہ۔ آخر
آگ بھوس کے میل جول نے شعلہ زنی کی قوس مصلحت نے نشانے پرتیر افنی
کی نیکا اپرا بار دار ہوئی۔ آخر کار میں زینت کنار ہوئی۔

نیکا ابرا میری ماتا جب بسوا متر کو تپ سے ہٹا چکی سول بٹا چکی تو بس
یہاں سے ہوا ہو گئی دیکھتے ہی دیکھتے کیا جانے کیا سے کیا ہو گئی۔ اب رہ گئی
کیل میں۔ نہ کسی کو خبر نہ کسی کو آگاہی کہ کون ہوں کہاں سے آئی زمین سے
یا آسمان سے بھلا ہوتی ہوں کچھ رندوں کا جہنوں نے رحم کھا یا مجھ پر پرو
کا جھڑپا یا بسوا متر نے جب تپ سے دل لگا یا۔ مجھے گوشہ دل سے
بھلا ریا۔ گد

مروے از غیب رول آید و کلا سے بکند

الشعکی مہرانی اتفاقاً کنورشی سندھیا کے لئے ادھر سے گزرے چشم کشف باز
تھم رتظ و آراء۔ انھیں سمجھ گئے کہ جو کچھ آئے زمین رلٹ سے وہ ہونے پر

کسی اسپر کی بیٹی ہے رنگ حیرت نے گوارا نہ کیا۔ کہ منہ مڑ جائیں جوشِ محبت نے منظور نہ کیا۔ کہ لاوارث کو یہ میثور پرے سر پرست چھوڑ جائیں پس گود میں اٹھایا۔ سینے سے لگایا جب کبھی میں آئے تو شاویا نے بجائے اور رشیوں کی آستریں ۲ لکھ کی پتی کی طرح نگاہ میں رکھا آنچل کی پناہ میں رکھا۔ یہ جو سب سامنے جلوہ کتنا ہیں۔ میری بزرگ اور منہ بولی ماں ہیں۔ آپ دھرم شاستر کے وقفہ کا ہیں نیت سے خبردار ہیں پس آپ کے سامنے کوئی بات کہنا سوچ کے سامنے چرائے جلانا ہے دھرم شاستر میں آپ نے دیکھا ہوگا مگر میں نے سنا ہے کہ تین طرح کے پتا ہوتے ہیں:-

اول۔ وہ جس کے جوہر مردمی سے اولاد کا ظہور ہو۔
دوم۔ وہ جس کی ذات بابرکات سے زندگی کا قیام ہے۔
سوم۔ وہ جو اولاد کی پرورش و پرداخت کرے۔

کنورشی میرے زندگی کے محافظ ہیں آج جو بیک عمری آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ وہ کنورشی ہی کی طفیل نظر آ رہے ہیں۔ یہ صورت آج کہاں ہوتی لاوائی کی حالت میں بیٹیوں کا بھی پتہ نہ لگتا۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ گو میرے جسم میں خون تو بسوہتر جی ہی کا ڈور تلبے۔ مگر نہیں ہیں اپنا پتا کنورشی ہی کو جانتی ہوں جن کی بدولت یہ خاک کا ڈھاچھا آپ کے سامنے منہ سے بولتا اور چلتا پھرتا نظر آ رہا ہے۔ میرا نام شکنتلا ہے۔ شکنتلا نام بے وجہ نہیں اس میں بھی ایک باریک رمز ہے جس وقت میں زمین پر گری ہی ہو میری مادرِ مہربان مجھ کو پر مشور کے بھروسے پر چوڑ کر اپنے وطن مالوہ کو پھری ہی اس وقت جنگل کے پرندوں نے اپنے نشیروں سے مجھ پر سایہ کر کے ماں کے آنچل کا لطف دکھایا تھا۔ اس حالت میں کنورشی پہنچے اور مجھے آنغوشِ محبت میں لے لیا۔ تو اسی نظارے کی بنیاد پر مجھے شکنتلا کے نام سے پکارا۔ مگر میں ساری کہانی کو رُو داد پاستانی سنا گئی۔ مگر یہ سب برا ہے۔ بیت ہے۔ کل کا لپا کیا

کو کنوٹی کمار ہی سمجھتی ہوں۔ پیرم سلطان بود سے مجھے واسطہ
نہیں قصہ مختصر میں کنوٹی کی بیٹی ہوں۔ اور یہ میری جائے سکونت ہے۔

ادھیالے ۲۳

راجہ دشنیت اور شکنتلا کا گندھربوہ

راجہ دشنیت شکنتلا کی تیغ نگاہ سے لبمل ہو چکا تھا حسن و جمال
و تشال بے مثال نے دل پر موہنی ڈال دی تھی۔ منہ سے پھول چھڑتے
دیکھے تو اور کلی کلی کھل گئی۔ لب شیریں زبانی نے دو میٹھے بولوں میں
تنگ نبات کا ذائقہ چکھا دیا۔ تو اس حلوے بے دود پر اور بھی
رال ٹپک پڑی۔ سوچتا تھا کہ یا مصوٰر حقیقی کیا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگر

سرشمہ دامن دل میکشد کہ جانیجات

کیا صورت ہے کیا موہنی صورت۔ قالب خاکی کے رفیں روئیں سے سورج
کی کرنیں پھوٹی نکلتی دکھائی دیتی ہیں سر سے پاؤں تک چودھو دیں
رات کے چاند کی روشنی کا سا نور برستا ہوا نظر آ رہا ہے بجلی بخ پر
بجلی کی چمک قرمان قیاسے رخسار ہے کندن کی دھمک مات۔ یہ
رشی کمار ہی ہے یا جوالا کمٹی کی جیتی جاگتی جھوٹ یہ پیکر حسن ہے
یا منہ سے بولتا بقعہ نور۔

جوش عشق نے پاؤں پھیلا دیئے۔ جذب الفت نے انگوں کو اکسا یا ہو ہیں
آپے میں نہ رہیں۔ اشتیاق بولا کہ ہرجہ یاد اباد دل کے ارمان نکالو۔ آغوش
تنگ نے ابھارا کہ کس کی رہی ہے کس کی رہ جائے گی۔ جس طرح ہو
سکے۔ پہلو میں بٹھا لو ساج سے بڑھ کر دن اور کون ہو گا۔ جنس ہستی کے

لئے دوسری ایسی ساعت پھر کہاں یہ سونے کی چڑیا اب اڑنے نہ پائے آئی ہوئی
 چھمی ہاتھ سے کل گئی۔ تو عمر بھر کیلئے پھونچتا ناڑیگا پرکارِ امروز بفر داکندارہ
 محل میں ایک سے ایک قبول صورت ایک سے ایک نہ طلعت رانیاں میں تو کیا
 سب اس مایہ حسن و لہریب کی ایڑی چوٹی پر قربان ہیں کوئی اس کے
 پاؤں کا دھوون بھی نہیں۔ اور پانگ برابر بھی نہیں۔ دل کہتا تھا حسینا
 جہان کیا مال ہیں۔ سب پر لعنت۔ اندر کی اسپرائیں ہوں تواف نہ کروں۔
 پریوں پر لطف نہ کروں۔ آج تقدیر نے وہ مرقع حسن دکھایا ہے کہ جسے صورتِ گر
 قدرت نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے پس زندگی پھل کر جان کے کریم نفل
 کرو نہیں تو یہ گدڑی کا لعل تاج ہنشاہی کی قسمت سے اتر کر کسی صحرائین
 کی کٹی کا گوہر شجرانغ اور اسے دشنت تیرے کیلجے کا داغ بنیگا۔
 سچی محبت کا اثر اوپر اوپر نہیں جاتا۔ یہ وہ تیرے جو شکار اور شکاری کے
 کیلجے میں یکساں ترازو ہو کر رہتا ہے۔

ادھر تو شمع جلتی ہے ادھر پروانہ جلتا ہے

اگر یہ نہ ہو تو عشق کی تاثیر ادھر جس کا اثر ہی کیا۔ اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ اپنے تصنیف کردہ حسن و عشق کے چند تمیدی بند نذرناظرین
 کریں جو کہ غالباً اس مذاق محبت کے سلسلے میں موزون ثابت ہوں گے۔

ہے اُفتخِ راج طبعیت کا کچھ ایسا ڈھنگ نیا نیا انداز سخن طرزی و طہنگ نیا
 فکر کا سحر نیا طبع کا تیز نگ نیا شعبہ نمونہ نیا۔ پردہ آہنگ نیا
 حسن ادھر عشق ادھر دونوں ہیں جکڑے لکڑ

ورد ہمدرد فقط ہے جو ہے پکڑے دل کو

حسن کو دیکھ کئے ل جو میں بچار اٹھاواہ عشق نے مل کے گورنہ سے کھلوا دی آہ

حسن نے پیش نظر کی جو بہار شب ماہ

عشق نے سامنے آنکھوں کے کیا روز سیاہ

جیسے دوستوں کے جھگڑے میں گلابی دیکھی انکی صدین میں دل کی خرابی دیکھی

حسن یا عشق ہوجیب دلہرا کرتا ہے آسمان اور زمین زیر و زبر کرتا ہے

جب دیکھئے تب پُر اُسی نظر سرتا ہے عشق جیسا اس سنے بچے خون جگر کرتا ہے

کبھی ان دونوں کے ال کونہ پسچا دیکھا
وغنیہوں کی چڑھائی کا نتیجہ دیکھا

عشق سے محسوس دلیر سے بعینہ وہ عذاب
عشق سے کچھ نہ ہے بس خواہ ہو میری کشتیا

دل پہ دوست سے دو و حیراں چلتی ہیں

گائیاں تیروویکھاں کی جگر ملتی ہیں

مُذہبی بچوں کو کچھ بھی تو ہے کھلونے پر کاغذیں
ان کو دل توڑنے میں کج نہ کچھ پیش نہ ہے

حُسنِ عَشق ایسے ہیں جن پر تو قابو ہے نہ ہیں
اپنے مقتول کے مرنے کی جبینے کی ہوس

حسن برحق ہے جو خود واری یہ عشق ہوتا ہے

عشق حیف اپنی ہی حرکات کے خوش ہوتا ہے

حُسن کا غمزہ سجا۔ عشہ سجا۔ ناز سجا شیوہ و غنچہ و کرشمہ سجا انداز سجا

شفا بر افکند چشمش بر سنان سحی خولفت از نگاه غلط انداز سحی

عشق معلوم نہیں کیسے رہا ہے خواب کیا =

خون دل کرنے کو اسمیں یہ سُرخاب کہید

ذکرِ مہستی صبا میں جو پھرا ہوا ہے

قلزمُن کا کھایا جو تھیسیرا، ہم نے
 وٹھونڈتے پایا تو اک عشق کا بیڑا ہم نے

مگر انوس نے بڑے نے کہیں کا رکھا

آسمان کا نہ سمندر نہ زمین کا رکھا

میں تو بڑے یہ نگرے سے کچھ آس نہیں غم غلط جس پہ صلاح کوئی یا س نہیں

ایا نہیں غم نہیں کلفت نہیں پاس نہیں
 جوہں خود کوہ نہیں ان میں پر اس نہیں

میرا یہ تو کس طرح کمینہ سے نکلا

حسرت باختر کے روئے کے افشائے گل

حکام کا امیر کا حکم کا منہ بند ۶ طرہ امیر کے حالات اگر خام بنیں

کچھ ضروریات سے اندازہ لگے ہو کہ کچھ کام نہیں

قدرتی جو ہے اثر وہ کیسے جانے کا نہیں
 حُسن یا عشق ہو مقدور چھٹنے کا نہیں
 عشق ہے حُسن تو ہے عشق بھی ہے حُسن فضول
 فطرتی قاعدہ یہ ہے تو ہے قدرت کا اصول
 عشق بیل ہو تا تو نہ اتراتے پھول
 حُسن ہو تا نہ تو بھر کیا تھی کبھی بیول
 حُسن کل عشق عناد دل کے سب سے چمکا
 کبکک عشق جمالِ مہرِ شب سے چمکا
 حُسن یا عشق جب انسان کو لبھالیتا ہے
 بھیڑ بکری ل شیدا کو بنالیتا ہے
 یہ محبت کا وہ الفت کا مزہ لیتا ہے
 تاکا جسکو ہو صورت پہ رہنا لیتا ہے
 اے اُفتی حُسن ہو یا عشق غضب ہیں دونو
 دل کو وارفتہ بنانے کے سبب ہیں دونو
 راجہ دُشنیت کے دلیر جو تاثیر عشق غالب لئی تھی - وہ خالی نہ گئی - اُس نے
 فکنت لا کو بھی سان لیا - اور دونوں طرف یکساں تیزی کے ساتھ محبت کی
 آگ سلگ اٹھی دونوں طرف کے تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھے نہ رتی بھر زیادہ نہ تل
 بھر کم - دُشنیت سے نہ رہا گیا - دل کسی طرح نہ مانا جائے قابو ہو کر بول اٹھا
 پیاری! میں نے تمہاری شیوا بانی سنی ساری کہانی سنی میں سمجھ گیا کہ تم ظاہر اُردھی کر
 ہو مگر اصل میں راجہ دُلا ری ہو تمہیں دیکھ کر میرا کلیجہ ماتھ بھر کا ہو گیا دل نے وہ آنند
 لوٹا کہ عمر بھر میں نصیب نہ ہوا تھا ایسے مبارک حسن و جمال قائم رکھے - بدلو جوانی
 کا کمان اٹھ رکھے تم کنول کا پھول ہو - گرامنوس کہ تالاب تمہارے لائق نہیں تم شمع
 نوا فروز ہو لیکن حیرت ہے کہ کوئی پروانہ شایق نہیں - شہد کے لئے گس جس کے لئے
 نفس ضرور چاہیے - گوہر کے لئے جوہری جس قیمت کے لئے مشتری نہ ہو تو غولی
 و نفاست بیکار نگل بغیر ٹپل - سر و بغیر مصل ہو تو کیا لطف پیار
 راجہ دُشنیت آنا ہی کہہ پائے تھے - کہ مکہ شناس سیدیاں نفس طلب کے بیچ
 گئیں - طرز کلام سے بھائی لیا - کیلہ ہر ارہے چوٹن سے تاڑ گئیں کہ رنگت
 اور ہے - قیافے سے جان لیا کہ تیر عشق طرفین کے کلیجے میں دوسا ہو گیا ہے
 وہ نظر بچا بچا کر ادھر سے ادھر ہو گئیں - ایک نہ ایک ہلانے سے موقع مال

گئیں۔ دل میں جنش کہ مراد برائی۔ سونے کی چڑ یا خود اڑ کر گھر آئی۔ ایشور
نے جوڑی برابر کی دکھائی۔ اب مزہ تب ہے کہ شاوی ہو۔ ایک نے کہا
سکنتلا ایسے پرانی راجاؤں کے قابل ہے۔ کندوشی بھی ایسی جوڑی کی تلاش
میں ہے۔ کیا عجب تقدیر کی رسائی ہو ان دونوں کی کد خدائی ہو؟

دوسری سہیلی بولی پیاری سہیلیو اتار تو نیک ہی معلوم ہوتے ہیں۔
ادھر دُشیت شکنتلا کے حُسن نظر فریب پر فریفتہ ہے۔ ادھر شکنتلا
کے جمال دلفریب پر شیفٹہ

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

یہی بھانپ کر میں وہاں سے چلی آئی۔ کہ کسی کے دل کی دل میں
نہ رہے۔ جس طرح چائیں سنس بول لیں۔ سمارے سبب سے کچھ
خلل نہ ہو۔ اس سے موقع ٹال جانا ہی لازم تھا۔ اب جو ایشور کی
چھیا "جوستمت کا نوشتہ" یہ کہ کرسب کی سب زبان دابے دابے
قدم اپنے اپنے اثرموں میں چلی گئیں۔ اور دل میں یہ ہوس لئے رہیں۔
کہ آج ہی سرتا بھوتا ہو جائے۔ تو کیا بات ہے۔ ادھر سہیلیاں کھچڑی پکا
رہی تھیں۔ ادھر سناٹا دیکھ کر راجہ کا جذع عشق اور کھل کھیلنا زبان بچلی نہ
بیٹھ سکی۔ آخر یہ الفاظ زبان پر آ ہی گئے +

پیاری بُرا نہ ماننا۔ کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ بُرا مانو
تو بے سے روک دینا +

شکنتلا۔ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ میں کیا جانوں۔ مگر جو کہنے کی
خواہش ہو۔ بے تکلف فرمائیں۔ بُرا ماننے کی کون بات۔ پھر
میں بُرا مانوں! یہ آپ کا خیال ٹھیک نہیں +

راجہ گستاخی معاف کرنا۔ کیا تمہیں تمام میری رائیوں کا سرتاج بننے میں کچھ
عذر ہے؟ میرا سارا دن اس تمہارا پانی بھر بیگا۔ پاؤں دابے گا۔ نظروں میں
چلیگا۔ جو کہو گی وہی کرے گا۔ میں بھی ہر وقت تمہارا دل داتہ۔ میں
لئے رہوں گا۔ کسی بات میں اُف نہ کروں گا۔ خیر انہ تمہارا ہو گا۔ زمانہ

تہارا ہوگا۔ حکومت پر تمہارا اختیار تمہیں ہی سلطنت کا دار و مدار۔ سر
 پاؤں تک جواہرات ہی جواہرات ہونگے۔ ہر ہفت عروس سے ہفت
 اختریات ہوں گے۔

شکنتلا شرم و جیا کے سبب سے ان باتوں کا جواب نہ دے سکی۔ دل تو بڑھک
 اٹھا۔ مگر ادائے معشوقانہ نے ہونٹوں پر مہر لگا دی۔ سکرانی اور شرماتی ہوئی
 ایک نظر غلط انداز سے راجہ کی طرف دیکھ کر سر نہ بچا کر لیا۔ راجہ پر یہ ادا اور
 ستم کر گئی۔ اور دل میں سمجھ گیا کہ النخاموشی نیم رضا۔ پھر کیا تھا۔ حوصلہ
 کھل کھلا۔ جرات شمشیر برہنہ ہو گئی۔ بے تکلف زبان
 سے یہ الفاظ نکلے :

میرے کلجے کی مالک میرے دل کی مختار شکنتلا۔ دل پر اب
 قابو نہیں۔ میدان خالی ہے۔ کوئی آس پاس نہیں " نے غم زد
 نے غم کا لا۔ میں ہوں اور تم۔ بس ایسا موقع پھر کب حاصل ہوگا
 زیادہ اشتیاق میں رکھا تو کیا فائدہ :

بس گندھرب بواہ میں اسی وقت کیا مضائقہ ہے :

درکار خیر حاجت پہنچ استخارہ نیست

گندھرب بواہ شاستر کے رو سے بھی جائز و روا ہے۔ پھر میں میکھ

مضوں سے دیکھو کہا ہے :

جو کرنا ہے آج ہی کر لے کال کال کیا کرنی

شیخہ کا بیچ میں ہے من مورکھ کا بھدرا بھرنی

شکنتلا۔ آپ کا فرمانا مورا نکھوں پر۔ مگر سمجھ لیجئے۔ کہ پر بس بندھ

ہوں۔ دل پر ضرور اختیار ہے۔ مگر جسم عنصری پر قابو نہیں۔ یہ

پتا کنورشی نے حکم سے تابع ہے۔ آپ گہرائش نہیں۔ مجھ پر زور

نہ دیں۔ وہ ابھی ابھی آتے ہوئے کیا عجب کہ آپ کی تقدیر بھلاوا

دے کر حصول مدعا کے لئے یہاں لائی ہو۔ پتا جی کو خود خواہش ہے

کہ کوئی برتاہی راجہ سے تو ناتھ پہلے کر کے مجھ سے چھٹی کریں پس قدر

اضطراب فصول۔ ذرا دم لیجئے۔ صبر کیجئے۔ دیکھئے وہ آپ کو دیکھ کر کیا فیصلہ کرتے ہیں؟

راجہ دشمنیت۔ متا را کنا بہت صحیح۔ مگر پیاری میں کیونکر پہلو چیر کر دکھاؤں کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہے۔ ایثار جاتا ہے۔ کہ تاب صبر نہیں۔ تم بتا جی کی آگیا جاتی ہو۔ تو اس کے لئے یہ منطوق ہے کہ پتا پتر وغیرہ کون ہیں؟ نظر حقیقت بین سے دیکھو تو حیات سمجھ میں آجائے کہ آتما ہی پتا ہے آتما ہی پتر۔ آتما ہی بہائی آتما ہی سب کچھ صرف آتما ہی سے ذائقہ حیات ہے اور آتما ہی سے نجات۔ پھر آتما کے ہوتے کسی باز پرس یا حصول ارشاد کی کیا ضرورت۔ جو آتما کے وہی کرو۔ ادھر آتما کا حکم ادھر شاستر کی اجازت۔ پھر لیت و لعل کی کیا ضرورت۔ شاستر و تنکے کی جوٹ کہہ رہا ہے۔ کہ انسان کے لئے آٹھ قسم کی شادیاں جائز ہیں جن میں چھتری کے لئے گندھرب بواہ افضل ہے اور راجپش بواہ بھی نامناسب نہیں۔ مجھ پر بھی ہوائے نفسانی غالب ہے اور متا را دل بھی میرا طالب ہے نہ مجھ کو تاب صبر ہے نہ تم مجال شکیب پھر دل کو مارا مگر رکھنا۔ خواہشات کو زنجیروں میں جکڑ جکڑ کر قید کرنا میری دلہنت میں دھرم کے خلاف ہے آئندہ جو مرضی؟

شکنتا جو شش عشق سے خود را فتنہ ہو رہی تھی۔ بھری جوانی نشہ عشق شراب عشق کی مستی سے آپے میں نہ تھی دل بے قابو ہو گیا تھا نوجوا ہشوں پر بس نہ رہا تھا۔ سوچی کہ دل تو دے ہی چکی ہوں طبیعت تو آہی چکی ہے پھر نہ ایسا تخلیکہ موقع تھا آگے کا نہ دشمنیت ایسا چکر ورتی ناچہ۔ ادھر بتا جی دکنور بھی یہی ایسے ہی تاجدار کی تلاش میں تھے۔ پس راجہ کے دل کی ہوس کیوں رہ جائے۔ میں بھی شیفٹہ وہ یہی فریفتہ پھر کیوں ترساؤں۔ راجہ کا دل دکھاؤں جو شندنی بے وہی حکم دکھاؤں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ دھرم بھی نہ گناؤں؟ یہ سوچ کر اس نے راجہ دشمنیت سے کہا:-

گو میں اپنے دل کی مالک اور مرضی کی مختار نہیں۔ مگر آپ راجہ پرج اس لئے

تیس ارشاد سے بھی انکار نہیں۔ مگر ماں ایک شرط ہے قول مایئے ماتھ پر
ماتھ مایئے تو کہوں؟

راجہ دشنیت۔ قول جان کے ساتھ۔ لاؤ ماروں ماتھ پر ماتھ۔ جو کہہ دوں
مجاں کیا کہ پٹ پڑے۔ جو زبان سے نکال دوں ممکن ہے کہ ٹل سکے
شکستہ۔ یہ ہے تو بس زبان دیجئے قول مایئے کہ اگر ایشور جھے لڑکا تو
تو وہی آپ کا جانشین ہوا لک تاج و نگین ہو۔

راجہ دشنیت بس اتنے ہی کے لئے ماتھ پر ماتھ مارنا۔ قول ہا زناواہ میں
سمجھتا تھا کہ کوئی پہاڑ اٹھانا پڑے گا۔ برہمانڈ ہانا پڑیگا بس اسی کے
لئے اتنے عذر و انکار۔ اس قدر طوالت گفتار۔ کہو تو گلے گلے پانی میں
اقرار کروں حلف سے وعدہ وفائی کے پہلوؤں کا انکار کروں؟

شکستہ۔ اگر یہ ہے تو آپ کے اصرار کی ضرورت نہ میرے
انکار کی صورت؟

راجہ دشنیت۔ رجبہ شوق سے گلے لگا کر،

ساقی بنیز بادۂ عشرت بجام ما

مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکام ما

اس شعر کا مطلب راجہ کی زبان پر آتے ہی گندھرب بواہ کے تھٹھڑ کا
پردہ گر گیا۔ اور چشمِ قلم کی نگاہ ادھر سے اُچٹ کر دوسرے سین کی
انتظار میں تھوڑی دیر ستانے کے بعد دیکھتی ہے۔ تو اور
ہی نظارہ تھا؟

راجہ دشنیت اور شکستہ دونوں نے محبت میں چور پیٹھے ہوئے تھے
شکستہ کی شراتی ہوئی نگاہ کچھ کچھ بے تکلف تھی۔ اور راجہ جستی
عشق سے جھوم جھام کر کہہ رہا تھا کہ بیاری آج سے ہم تمہارے اور تم
ہماری ہو چکیں۔ دل تمہارے پاس ہے۔ اور ہم ادھر ادھر۔ ہم جس
وقت شکر میں پہنچے فوراً ہی وزراء کے سلطنت و عیان حکومت کو بھیج
کر تمہیں بلائیں گے۔ اور سب رانیوں کا سر تاج بنا کر تمہیں راجہ کے

رنواس کا لطف دکھائیے۔ گھبرا نا نہیں غم کھانا نہیں۔ ہم گئے او تم ہمارے پاس پہنچیں۔

راجہ دشنیت کو یہاں دیر ہو گئی تھی۔ ہمارا میوں کا خیال آیا تو دوسری فکر پیدا ہوئی۔ آخر شکنتلا کو کتے سے لگا کر چھاتی پر پتھر رکھے ہوئے وہاں سے لمبا پڑا راستے میں وزیر سے۔ فوج قدمبوس ہوئی۔ اور سیر و شکار کی تفریح نے دل کو دوسری ہی محویت میں مصروف کیا دل میں یہ خیال کہ اگر کنورشی نے معاملہ سنا تو نہ جانے کیا کہیں۔ کیا سمجھیں مگر شکار کی دلچسپی نے کسی دن تک تیمور بن کی ہوا کھلائی۔ لیکن یہ توضیح غیر دلائل۔ کہ بھولے سے بھی شکنتلا کی یاد آئی ہو۔ سب وعدے فراموش قول و قرار نقشِ بر آب۔

اب ادھر کی سٹیٹے۔ راجہ جس وقت روپا ہوا اس کے کچھ دیر بعد کنورشی پھول پھل سے لدے پھندے آشرم میں تشریف لائے۔ چشم خیال میں رنگت ہی کچھ اور محسوس ہوئی۔ شکنتلا ایک تو نہائی دھوئی نہ تھی۔ دوسرے ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ وہ موقع تھا کہ کسی سے چاہ نکھیں نہ ہو سکیں پس سامنے نہ جاسکی۔ کنورشی سمجھ گئے کہ کچھ نہ سمجھ بھید ہے آج یہ رنگت بے وجہ نہیں۔ چشم باطن اور روشن ضمیری سے نظر گردی تو پوری تصویر نگاہ تصور میں پھر گئی۔ جو کچھ گزرا تھا چشم دیدہ کے برابر ہو گیا۔ رشی جی فوراً ہی شکنتلا کے پاس پہنچے۔ وہاں نظر اُٹھنے کے لئے منہ ہی کہاں تھا۔ گردن جھکی جاتی تھی۔ مگر رشی جی دل پر کچھ میل آگیا تھا۔ ماتھے پر شکنیں پڑ گئی تھیں انہوں نے کہا۔

اوشکنتلا۔ غضب کی بات ہے کہ تو اتنی خود مختار ہو جاؤے دن جاتے تھے۔ کہ راتیں۔ اگر ذرا اور میرا انتظار کر لیتی تو گیارہ گره سے چلا جاتا۔ افسوس تو نے خود رائی کی۔ مجھ کو طاق پر بٹھا دیا کچھ مال ہی نہ سمجھا۔ ہا سے بیٹی سے یہ امید۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ جلدی سے ہاتھ چیل کروں۔ مجھے کسی پر تابی راجہ کے گلے منڈھوں۔ مگر تو نے اپنی

رائے ہی کو مقدم سمجھا خیر۔ مگر دیکھ لینا کہ کر دنی خویش آمدنی پیش
کا ثبوت ضرور ہو گا کسی صورت سے ہو۔ اسے شکنتلا تو میری
بیٹی ہو کر ایسے اہم کام اپنی را سے کر لے۔ اور میرا انتظار ہی نہ
کرے۔ تو اپنے دل سے سمجھ کہ تاسف ہو کہ نہ ہو ۛ

میں جانتا ہوں کہ تو نے شاستر کے خلاف بات نہیں کی۔ شاستر
میں یہ بھی اجازت ہے کہ جب زن مرد کی یکجائی سے آگ بھوس کا
سامنا ہو۔ تو بلا سے دید کی رچا ہون مشروں اور شاستر کی ودھیوں
کا ساز و سامان نہ ہو۔ تو تب بھی ادھرم نہیں ہے۔ لیکن شاستر
کی مر جا وا اور ہے۔ لوک مر جا وا اور۔ خیر جو ہو گیا۔
وہ ہو گیا۔ اس کی شکایت نہیں۔ اب گوش ہوش سے
سُن۔ راجہ دشینت تیرے پتی ہو چکے۔ وہ کٹ شرو منی
ہیں۔ ہر بات کے دھنی ہیں۔ خلقت انسانی میں سرفراز
تاجداروں میں ممتاز۔ اگر اُن پر نفس اتارہ غالب آیا۔ اور
انہوں نے مجھے سینے سے لگایا۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جو شدنی
ہے ہوتا ہے۔ آدمی وہی کاٹتا ہے جو پوتا ہے۔ پس اب
الماضی لایذکر۔ گزشتہ را صلوٰۃ جو تھا ہونا ہو گیا اب چپ ہر
جانے بھی دو۔ پر عمل چاہیے۔ اور مشیت کے کاموں سے ہر جا
خاموشی۔ مگر بیٹی میں نے نظر کشف منظر (دبیبہ درشتی) سے
دیکھا تو کچھ ورہی معاملہ نظر آیا تم بار بار ہو گئیں۔ نخل بیٹہ بہار ہو گئیں۔
اب حل سے وہ خورشید تاباں ہو گا۔ جو کل روئے زمین پر روشن ہو گا
چپے چپے پر اس کا پر تو انوار نور افکن ہو گا۔ فرے فرے میں اس کی تجلی شمع
اقبال کا شعلہ نائرہ زن ہو گا۔ ہفت اقلیم تحت اقبال ہو گئے مفت کٹر
دولت فیض جہان بانی سے مالا مال ہو گئے ۛ

شکنتلا کی آنکھ اوپر نہ اٹھتی تھی۔ سر زمین گڑا جاتا تھا۔ مگر یہ کلمات خیر نہ
اُس نے دور ہی سے قدموں پر سر جھپکایا۔ اور فوراً ہی غس کر کے پھر اپنے پتا

کنورشی کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر سر جھک گئی۔ ان کے رت مبارک سے جگل کے پچنے ہوئے پھول پھل لٹے۔ فمیل جرن دھوئے اور اپنی آنکھوں کی طرح آسن بچھا دیا۔ سب معمولی خدمات انجام دے کر سامنے آکھڑی ہوئی۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولی پتا جی :-

آن ہونی کے ہون کو تاکت ہے سب کو

ان ہونی ہونی نہیں ہونی جو ہونی ہوئے سو ہو

جوشہنی ہے وہ ہزار میں ہوتی ہے ملاکھ میں ہوتی ہے۔ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے روکنے کی کسی کو مجال نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں پس زیادہ تشریح بیکار :-

آج اتفاقاً راجہ گھوڑا دوڑاتے شکار کھیلنے آدھر آگئے۔ اپنی کٹی میں بیٹھی ہوئی میں مار کو بندھ رہی تھی۔ میں کیا جانوں کہ راجہ کیسے ہوتے ہیں۔ اور راجوں کا بیج پر تاب کیا جب صبح کٹی میں آپیچھے تو میں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لے کر کشا سن پر بٹھایا۔ پھل پھول دیئے سیلیوں نے بھی آنکھیں بچھا دیں۔ خاطر داشت کی فراسی دیر میں یہ سیلیاں کناٹی کاٹ گئیں۔ کماندھی دے گئیں۔ اور مجھ کو اکبلا چوڑ دیا۔ میں اہلی رہ گئی۔ تو جان لیجئے کہ راجہ کا رعب مجھ پر غالب آسکتا تھا یا میرا۔ پس قصہ مختصر یہ ہے۔ کہ آپ میری خطا ساف فرمائیں۔ جو کچھ قصور ہوا اس کو دامن پردہ پوشی سے چھپائیں۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی گئی۔ ہاتھ کی لکیریں نہیں مٹ سکتیں۔ پس آپ راجہ اور اس کے اراکین دولت پر بھی نظر عفو کریں۔ اور وہ دعا دیں جو مفید حالت ہو :-

کنورشی نے فرمایا شکنتلا خیر پیری خاطر ہے میں تیرے دل کو دکھانا نہیں چاہتا۔ دعا دیتا ہوں کہ راجہ دشینیت ہمیشہ موجیں اڑائے خوشی منائے۔ اسکی عقل ٹھیک ہے۔ اقبال ہر حال میں شریک رہے :-

شکنتلا۔ اقداموں پر جھک کر آپ نے اخیر یاد دیا۔ میں نے امرت پیا۔ اب یہ دعا کیجئے۔ کہ جس پر دشمن سے غلط ہوا ہے اس کے جو راجہ ہوں۔

چکورتی یعنی شہنشاہ روئے زمین ہوں۔ اور ان کا دھرم عیدم نظیر۔ ان کا فیض ابتائے عالم کا دستگیر ہو۔
کنورشی۔ ہر بات سے اطمینان کھو جو تو نے چانام ہی ہو گا تیری اولاد اور اس کی نسل تمام راجاؤں میں سرفراز اور روئے زمین کے سرمایہ نماز ہوگی۔

ادھیالے ۲۴

راجہ بھرت کی ولادت شکنتلا کی راجہ وشنیت کے دربار میں حاضری راجہ وشنیت کا انہار لا علمی۔
شکنتلا کی پر جوش گفتگو آکاش بانی راجہ وشنیت کی شکنتلا پر مہربانی بھرت کی حکمرانی او بھر کھیند کے نام سے حیات جاودانی

شری بیشم پاشن سخن سرا میں کہہ مارا راجہ جنہجے

آپ نے ملاحظہ کیا کہ شہنی کیسی بد دوست ہے۔ ہونی ہو کر رہتی ہے۔ کہاں راجہ وشنیت کہاں ہوائے سیر و شکار۔ کہاں گلگشت مرغزار کہاں چہرہ میں رسائی۔ کہاں آشرم کی در بانی۔ کہاں نظارہ حسن جہان کہاں صورت حال۔ اس پر دو طرفہ بیابانی دل ہی دل میں خطر ابی۔ اوھر سے گزارش اوھر بھی تاثیر عشق سے سفارش۔ نہ کنورشی کا انتظار نہ سہیلیوں کے کچھ استفسار۔ نہ اصرار محبت کا انہار آخراش محبت میں مانا مزہ لوٹ لیا۔ کلیہا میں گر پھوٹ لیا۔ کنورشی گو خود رائی سے کسی قدر کبیدہ ہوئے۔

گو نہ بخیدہ ہوئے۔ لیکن خوش ہوئے کہ جو خواہش تھی پوری ہوئی فکر سے
دوری ہوئی۔ الیٹور کی دین شکستہ اسی وقت بار بار ہوئی۔ جب وحشت
سے ہٹنا رہی ہوئی۔ آخر خجل محبت غم بار بار ہوئی۔ صدف بطن سے جلوہ گوہر
شاہوار ہو۔ صورت وہ کہ آفتاب تصدق۔ صورت وہ کہ پور ناشی کا چاند
نثار۔ جمال سے دیوتاؤں کا جمال آشکار۔ پیشانی کے جلال سے صبر نہمروڑ
کی نمونہ نشانی نمودار ہر ایک کو دیوتاؤں کا گمان تھا۔ ماتھوں ماتھ میں چھ
رکھا کا نقش اور جگر کے اک نشان تھا۔ کنوڑی پھر لکٹھے۔ اور رکھیشربیل کی
طرح جبک لٹھے۔ کہ آہ یہ تو بڑا تعسوی ہو گا۔ راجگان زمانہ سے قوی ہو گا۔ قیاد
برکات نہنشا ہی چہرے پر جہاں پناہی۔ اتنے میں المام ہو کہ لومبارک۔
اورنگ جہانگیری آج سے اس کے نام ہوا۔ ذرا سن بڑھے تو آفتاب قبلہ مندی
پر چڑھے۔ جس وقت سر پر آرائے جہان بنانی ہو گا۔ آپ ہی اپنا ثانی ہو گا۔
بڑے بڑے جگ اسی کے نام نامی سے یادگار ہونگے۔ سب ذات حمید صفات پر
جان و دل سے نثار ہونگے۔ اکاش بانی مہنتے ہی سب آند ہو گئے خورند
ہو گئے۔ کنوڑی نے سرودن (سب کو قابو میں رکھنے والا) نام رکھا پرورش سے
کام رکھا۔ جس وقت صورت نظر آتی طبیعت پھر لک جاتی۔ شکستہ اپنے کیلے
کے ٹکڑے کو سینے سے لگائے آنکھ کی پتلی بنائے رہتی۔ سپیلیوں کے
لئے سرودن کھلونا تھا۔ اور سرودن کے لئے شکستہ کی سپیلیوں کی
آنکھیں بچھونا۔

چند ماہ کے بعد سرودن گود سے اترے۔ فرش زمین کی نسبت جاگی۔
کھٹنیوں چل کر ماں کے کیلے کو ماتھوں بڑھایا۔

ٹھٹھک چلت را مجندر با جت بیچنیاں

کی دلچسپ کیفیت نظر سے گزرنے لگی۔ تو ملی باتوں سے سامعین کے
دل کا کنول کھلتا۔ آنکھوں کو لطیف دیدار سے کچھ اور ہی سکھاتا تھا
سب دل میں خروش کہ ایک ن گلبں گلشن انبال۔ نوبادہ گلزار حسن و جمال۔
صاحب جاہ و جلال ہو گا۔ ہلال سے بدر کمال ہو گا۔

بالائے سرش نہ ہوسختی
مے تافت ستارہ بلند ی

کی ساری علامتیں چہرے سے جھلکتی تھیں پنکھیں پچین سے کھیل دیکھ کر
پھڑکتی تھیں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ شدنی دوجہ رارغن برگ
کے سارے آثار پیش نگاہ تھے۔ واپچہ قسمت کے برج شرف میں مہروماہ
تھے۔ کھیل کو میں اشغال شاہی۔ لہو و لعب میں شان عالم پناہی کھلونوں
میں ماتھی گھٹوروں سے رغبت اور کھیلوں سے نفرت قصہ کوتاہ مزاج
میں طنطنہ شاہی۔ دمانع میں بوسے جہاں پناہی تھی شاہی ذکر افکار
سے دلاویزی مفہوم مطالب جہان بینی میں ذہن کی تیزی کنوزشی نہال ہتے
تھے۔ جب دیکھتے کہتے تھے عمرت درازا بوسے

یادش بخیر راحت جانم خوش آمدی

کردی شگفتہ دل بہن وہم خوش آمدی

پانچویں سال میں پاؤں رکھا تو اور بھی جوہر کھلے بن کی سیرہانی گلگشت
کی ہوا سائی۔ دوڑتے دوڑتے گئے کھیلنے کھیلنے شیر کرلائے آج اگر بچہ
فیل کے کان رہا تھا ہے۔ توکل بگھیلنا ساتھ ہے۔ کبھی چیتے کی کمر توڑی
کبھی شیر کی کلائی مروڑی ہے

کنوزشی کو عروج اقبال کا اطمینان ہوا۔ علوم کشف سے بھی گیان ہوا
پس انہوں نے اپنے مریدان رشید سے فرمایا :-

کہ سرو دمن صاحب قبال ہے صاحب جلال ہے۔ اب بن میں رکھنے کی ضرورت
نہیں۔ یہاں اس کے عروج جنت کی صورت نہیں۔ لڑکی اپنے گھر ہی اچھی
عورت کا خاوند ہی کے پاس رہنا لازم پس شکستلا کو مستنا پورے جاؤ و شہیت
سے ملاؤ۔ سرو دمن کا جمال جہاں آرا دکھاؤ۔ دل کا کنول کھلاؤ۔

چیلوں نے قدموں پر سر جھکایا و ہاں سے قدم اٹھایا۔ اور شکستلا کو راجہ و شہیت
کے دربار میں پہنچایا سرو دمن آغوش محبت میں تھے۔ نگاہ عاطفت میں تھے۔
کنوزشی کے مرید رشید تو انہیں پیروں لوٹ گئے۔ شکستلا وہیں ٹھہری رہی۔

جس وقت راجہ وشنیت کا سامنا ہوا شکستلا قدیموں پر گری۔ جان و دل سے
فدا ہوئی۔ ادب بڑے ادب سے عرض کی :-

مہاراج! میں آپ کی کینز ہوں۔ بھجوانہ عزیز ہوں۔ کنوڑی کے آشرم
میں آپ مجھ سے ملے تھے۔ دونوں کے دلوں سے کنول کھلے تھے۔ آپ
نے گندھرب بواہ کیا تھا۔ قول و قسم کو گواہ کیا تھا۔ کہ جو میری خاتم عصمت
کا نگین ہوگا وہی مندر نشین ہوگا۔ چنانچہ رسرو من کو پیش کر کے یہ تاج
نگین ہے۔ آپ کا جانشین ہے۔ راج کا وارث بنائے۔ تاج و تخت کا
الک تسلیم فرمائیے :-

راجہ وشنیت کو فوراً آشرم کی یاد آگئی سارا معاملہ نظر کے سامنے پھر گیا
گردیدہ دلستہ لاعلم جگر بولا :-

مجھے کچھ علم نہیں کیسا گندھرب بواہ کبھی رسم و راہ۔ گندھرب بواہ کو میں دھرم
کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اس کے کانٹوں میں جان بوجھ کر اور بھنایا یہ امر حال ہے
ایسا اقبال نصیب دشمنان دور و راز حال ہے۔ کہاں تو پیشوئی کی دھڑکیاں
میں شہنشاہ بلند اختر۔ دو شاہی میں کملی کا پیوند نک میں کوزہ قند یہ کب
مکن ہے بس باتیں مینا جھٹھٹھے آشرم کو چلی جا۔ یہاں کچھ کام نہیں
گو عصمت کے دام نہیں :-

شکستلانے جو ہیں یہ الفاظ سنئے شعلہ غضب پھڑک گیا بھجوانہ کا سا زہر
سارے بدن میں پھر گیا آنکھیں خون کبوتر۔ بالکل لال لال چہرہ دکھتے ہوئے
انگڑے کی مثال رخ سے شعلہ لپکتے تھے ہونٹ پھڑکتے تھے گر طیش
کو ضبط تندیب سے ربط کر کے بولی :-

کیا یہی قول ہی عقد ہی وعدہ تھا

او دغا باز فتون ساز مکر نے والے

راجن اس وقت اسخان بننا زعم طاقت تنہا انوس وہ دن بھول گئے۔
کہ جب قدم پر سر رکھا تھا۔ میوہ نورس چکھاتا پہلے ہاتھ پاؤں جوڑ کر انٹی پر
چڑھانا پھر مطلب گتہ جانے پر رہتا تانا کیا یہی دھرم ہے ہمارا راج

ادھی راج شرم ہے شرم ہے۔ اس وقت پہچانتے بھی نہیں۔ کون سا ہے جانتے بھی نہیں۔ وہ وقت اب کا ہے کویا دہو۔ جب تلج سراؤں پر لکھتے تھے۔ ایک بات نہ دیکھتے تھے۔ جب کام نکل گیا۔ تو جان پہچان ہی نہیں اگلی باتوں کا شان گمان ہی نہیں۔ دل پر ایسی سیسا ہی آف اوہ ایسی دھرم سے گمراہی۔ اپنے موقع پر کھینچیں کمال لیتا۔ اور جب کام بن جائے تو یوں ٹالنا خیر مضائقہ نہیں دیدہ خواہش۔ اگر میں جانتی کہ گوں کے یار مطلب کے دوست ہو تو منہ نہ لگاتی۔ عصمت مرزا جڑ بھائی۔ آہ بڑا چرکا، ہوا بھاری چمکے کھایا۔ مگر خیر رستی رستی ہے۔ نارستی نارستی ہے اگر اس وقت کئے کو نہ بچھٹائے تو ادھر ہاتھ لائیے شرط لگاتی ہوں کہ ابھی ابھی آپ کو آپ کی کر تو ت کامزہ چکھاتی ہوں آپ راج کے مالک ہیں۔ رہروان دھرم کے سالک ہیں اس پر یہ حال یہ جنجال وہ کام کیجئے۔ جس سے کلیان ہو وہ بات کیجئے۔ جو دھرم کی جان ہو۔ جو ایک فتنہ کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے اس کا قدم میدان ثابت قدمی سے نہیں اکھڑتا۔ مردوں کی ایک بات چھتریوں کا قول جان کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ مجھے دین دنیا کا نہ رکھ کر مٹھ مڑتے ہیں رشتہ مستحکم تینکے کی طرح توڑتے ہیں۔ یہ بڑا پاپ ہے نہیں نہیں پاپ کا بھی پاپ ہے آپ دل میں کہتے ہونگے۔ کہ اس وقت گوں ہی مطلب نکال لیا۔ سناٹا پا کر بائع حُسن دیکھ بھال لیا۔ اب پر چھنے گھنے والا کون ہے

سونا گھر بھوتوں کا راج کی شل تھی۔ اس وقت تو گرم بغل تھی۔ مگر

ایں خیال بہت و محال بہت و جنوں

جس بات کے لئے ہاتھ پڑا تھا مارا ہے جو قول بنا رہا ہے۔ اس کا گواہ آپ کی خاطر عاطفہ ہے۔ اور ساتھ ہی ایثار حاضر ناظر۔ آپ لاکھ باتیں بنائیں مجھ کو چنگیوں پر اٹھائیں محال ہے محال رات دن ہو جائے۔ کیا محال عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اور میرا اور نہیں ایثار تو گواہ ہے۔ وہ انصاف کرے گا۔ آپ کا گناہ معاف کریگا۔ میری طرف سے آپ کا

دل صاف کریگا۔ اور میری دلی التجا پر پاواشِ قصور سے اخراج کرے گیگا۔
 صرف ایک ایثار ہی نہیں سب دیوتا میرے گواہ ہیں۔ سورج چندرماں شاہد
 رسم و راہ ہیں۔ کیا اُن کی پون کیا پھوٹی کیا چون سب گلے گلے پانی میں یان
 کی کہیں گے جس وقت گنگا جلی سامنے رکھ دوں گی تو خاموش نہ رہیں
 گئے میرے سرتاج ہماراج مجھے جھوٹا بنا سکتے ہو۔ مجھ کو تباہ بنا سکتے ہو۔ مگر
 یہ تو جھوٹ بولینگے۔ دھرم ایمان سے ساری تنعی کھولینگے۔ انہی کی شہادت
 پر انحصار سہی۔ انہی کی گواہی پر وارِ مدار سہی۔ مگر خوب سمجھ لیا کہ ان کے
 آگے کوئی فقرہ چل نہیں سکتا۔ جھوٹ پھل نہیں کتا۔ دودھ کا دودھ پانی
 کا پانی ہو جائیگا نہ عم شہنشاہی قاتی ہو جائیگا۔ ہماراج ادھراج جن کے دل
 میں سنتوش ہے۔ کچھ نہیں دیکھیں گے۔ ان کے گناہوں کو دھرم راج نظر
 انداز کرنے میں دروازہ معافی باز کرتے ہیں۔ جن کو پاس سخن و پاس وضع داری
 نہیں ان کی رستگاری نہیں۔ آپ جان بوجہ کر میرا ایمان کرتے ہیں۔ دوسرا
 ہی دھیان کرتے ہیں۔ اس سے بہتری کی امید فضول بالکل بھول گئے۔ دیتی
 ہوں۔ رستی سے نہ گزریے۔ ایثار سے ڈریے۔ اگر آپ نے مجھ ایسی بتی بتا
 کا دل کرٹھایا۔ تو سمجھ لیجئے۔ کہ کچھ اور بات ہونا رہے میرا دل دکھایا
 تو بہتری دشوار ہے۔ مجمع عام میں میری ذلت و خواری۔ دامن عصمت پر
 دھبہ لگا کر یہ کج ادائی و بے اعتنائی۔ کہیں لیا ہوا۔ کہ میری آہ کارگر ہو۔
 فریاد کا اثر ہو۔ نہ یہ راج ہے نہ تخت و تاج۔ ابھی میرے دل سے نکلے ہوئے
 آئو آنکھ میں بھڑپیں تو خوف ہے کہ سر کے سو پرچے نہ نظر آئیں۔

میری گودی کا لعل تمہارا نورِ نظر ہے میرا تخت جگر ہے۔ اسکے جسم میں
 تمہارے ہی خون کا جوہر ہے۔ یہ تمہارے ہی ٹیسانِ جھٹ کا پیدا کیا ہوا
 گوہر ہے۔ فرزند کی یہ قدر دانی۔ تخت جگر پر ایسی تاہر بانی۔ بیٹا ہی بڑے
 میں باپ کے ہاتھ عصا ہے۔ جوانی میں دست دیا ہے۔ باپ ہی
 نہیں ہنفا دپشت کو تارتا ہے۔ سب بگڑے کام سنوارتا ہے۔
 یاہر میں پسہ ہوتا ہے۔ مگر دراصل جان پدر ہوتا ہے۔ اگر باپ

شجر تو بیا شجر ہے شجر کے بغیر ٹرا جی طرح شجر کے بغیر شجر نہیں دو نولازم و لازم ہیں۔ دو تو ایک ہی ذات علی العموم ہیں۔ اپنے خون سے یہ بیوفائی۔ اپنے بام انگ سے یہ بے اعتنائی۔ ڈرتی ہوں کہیں کچھ اور بات نہ ہو جائے کناہتی ہوں کہ کچھ اور وہاں بات نہ ہو جائے نہ

جہاں تک مجھ کو معلوم ہے جو سنی سنائی بات ہے۔ اسی کی رو سے کہتی ہوں بڑا بول نہیں بولتی۔ صرف حقیقت کھولتی ہوں۔ کہ استری کون ہے جو خداوند کو جان پران جانے نہیں نہیں اپنا پریشور مانے۔ عورت شہر کے بام انگ اعلیٰ چپ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بغیر مرد مجبور ہے۔ ہر کام میں عورت بام انگ ہو کہ دست راست سے زیادہ کام کرتی ہے۔ اطاعت و رضا جوئی میں نام کرتی ہے۔ ہتی برتا عورت محل میں ہو تو شاہد مدعا بغل میں ہو۔ جگ بھی چل پدوی بھی اٹل گھر میں چیل نکسی بات میں نقصان نہ کسی کام میں خلل سے

ہر کہ زن ندارد آسائش تن ندارد کی مثل جس مرد کے گھر میں عورت ہے۔ عیش و آرام کی صورت ہے۔ رفیق جلوت ہے۔ انیس خلوت ہے۔ گرمہستی کی عار المہام۔ شریک رنج و آلام پتی بتا استری گھر میں ہو تو صورت عیش نظر میں ہو۔ عورت سے بڑھ کر شریک حال نہیں۔ دافع رنج و ملال نہیں۔ تنہائی میں غمگسار۔ یک جائی میں نمخوار ہے انتہا یہ ہے کہ مرد کے لئے راستی ہوتی ہے

دھرم کے کاموں میں گوؤ کی طرح رائے زن و بیوی فرائض میں تپا کی طرح دافع رنج و محن۔ کھانے کھلانے کے وقت مائے زیادہ جہان نواذ ابو مشورت میں مشیران مداومت شعار سے سرافراز۔ خود مرتی ہو۔ جان سے گزرتی ہو۔ مگراف نہ کرے۔ اپنی راحت پر رقت نہ کرے۔ عورت نہیں تو مرد کا اعتبار نہیں۔ اعتبار نہیں۔ تو مرد صاحب اقتدار نہیں

عورت سے مرد کو ذالۃ حیات ہے عورت سے مرد کی بالابات ہے یہی نہیں بلکہ مرد کے لئے درجہ نجات و سبب فخر و مناجات ہے۔ جو ہتھریاں تہی برت دھرم پالتی ہیں۔ وہ پانی سے پانی خاوند کو نرک تک سے نکالتی ہیں عورت عورت ہی سے مردوں کا ظہور ہے۔ قدرت کو عورت کی عزت منظور ہے۔ بچہ خاک وھول میں بھرا ہوا زمین پر لوٹ رہا ہو تو مرد اٹھا کر کلیجے سے لگالیتا ہیں۔ انسانوں کا فرض کیا خوش و طیر شک اولاد برتن من قربان کرتے ہیں اس کو آپ برہم گیانی ہو کر اپنے کلیجے کے ٹکڑے آنکھوں کے تارے کی صورت سے چڑھتے ہیں۔ دیکھنے تک کے روادار نہیں۔ دوسرا ہوتا تو دوسرے کو دین اٹھا لیتا چھاتی سے لگالیتا۔ آپ کو ذرا ہی خون کی الفت نہیں دل میں نام کو محبت نہیں واجب تو یہ ہے کہ بیوند جگر کو گلے سے لگائے۔ راحت جان پر قربان جائے میں نے کتنے دنوں آپ کی اس امانت کو کلیجے کے اندر رکھا۔ جب بھگوت نے جاند سی صورت دکھائی۔ تو آنکھوں میں بالار حسن و جمال کے سدھجے۔ میں دھالا جس وقت یہ زمین پر گر ا تھا دل ہجوم عشرت میں گھرا تھا۔ آکاش لے خوشخبری سنائی۔ ملہم غیبی کی یہ آواز آئی کہ

گلوں کو فصل گل میں گلشن آرائی مبارک ہو
 بہار آئی بہار آئی بہار آئی مبارک ہو

اے تہوہن میں بھگوت کے چروں میں دھیان لگانے والے اے جب تپ سے اپنی زندگی کا سیکہ بچھانے والے۔ مبارک مبارک آج تمہارے آشرم کے بھاگ گھل گئے۔ بن کے کانٹے تک چھو لیں۔ تل گئے۔ جو گل آج کھلا ہے۔ وہ سمجھو کہ تمہاری ریاضت عبادت کا صلہ ہے۔ یہ لڑکا معمولی نہیں کوئی گاجرمولی نہیں۔ بڑا ہو چکا ہے اس کا بخت بیدار ہے۔ پروہ دنیا پر حکمرانی کرے گا۔ روئے زمین پر جہان بانی کرے گا۔ دھرم کرم میں فائز بزرگوں سے بھی لائق ہو گا۔ جب قدم زینت سر پہ ہوئے۔ انو میدھ جگ دوشہ تقدیر ہوں گے۔

راجہ صاحب! آپ کا کس طرف خیال ہے۔ بغلین جھانکنے کا کیا آل ہے
یہ آپ کا جان و جگر ہے خون کا اہلی جوہر ہے پہلے آئیلے آپ تھے۔ اب
بیٹے کے باپ ہوئے۔ بیٹا آتما ہوتا ہے۔ آیتنہ ہو رو نما ہوتا ہے
آپ کو بیٹے کی تعریف الحق کی زبان سے سنا تی ہوں۔ اس کی تصویر
نظم میں یکھنچ کر دکھاتی ہوں:

فرزند کی تعریف

فرزند راحت جگر والدین ہے آرام ہے قرار ہے ٹکین ہے چین ہے
زیبا دل اپنے گھر کی عزت ہے زین ہے نور نگاہ نور بھر نور عین ہے
بتلی کہ خال دیدہ کسوں کہوں اُسے
سر نہ کہوں کہ آنکھ کا انجن کہوں اسے

عینک پدل کی نگہ کا تار ہے نور عین گودی کا لال عین سے پیارا ہے نور عین
ہر پیر و عصا کا سہارا ہے نور عین آیتنہ حیات کا پارا ہے نور عین
خود و ذرہ چلتے و بکتے ہے رزم میں۔
گھر میں چراغ۔ گو میں ل شمع رزم میں۔

نور نگاہ پنجہ خرگان کی ہے چھڑی پٹی اسی عصا کی سہار سے ہے کھڑی
تصویر اسی کی دیدہ مردم میں ہے جڑی ڈورا اسی سے آنکھ کا موتی کی ہے لڑی
ممتا ذیہ عصا ہے عصا کے کلیم سے
قدر اس نہیں کی بڑے سے ورتیم سے

جب شکل دیکھ لی تو کیلچہ پھرک اٹھا آنکھوں سے پردہ پیک مردک اٹھا
فورا بلائیں لینے کو دست پیک اٹھا منع نظر زبان مژدہ سے چھپک اٹھا
یادش بخیر راحت جانم خوش آدمی
کردی شگفتہ دل بمن وہم خوش آدمی

بیٹا ہوا جوان تو یہ قول پسیر ہے گرنے کا غم نہیں کہ عصا دستگیر ہے
شرکا نہ دندے نہ غم و دار و گیر ہے دشمن کو خود کمان میں تو فرزند تیر ہے

ہے ساتھ اگر پیر تو پیر پیل مست ہے
ہاتھ اس کا ہاتھ میں ہے تو بخیر مست ہے

فرزند سے بند ہے خاندان کا نام اجلاو کا نشان ہے باپاں کا نام
تعویذ جاں خلق ہے آرام جاں کا نام گریہ نہیں نشان کہاں کا کہاں کا نام
تو قیر سنگ خاک ہو لعل اگر نہ ہو

یہ لال اگر نہ پائے تو قدر بشر نہ ہو

وہ نخل باغ کیا ہے کہ جیسے شرنیں کس کام کا حد منے کہ جس میں گریہ نہیں
بالہ وہ کیا ہے جس میں فروغ مری نہیں وہ پھول بڑھ کے خار سے جس میں زہن نہیں
روشن ہے گھر مکان میں جو گھر کا چراغ ہے

جس میں پو ہو گل وہ نہیں بلکہ داغ ہے

آئینہ مثل سنگ سیما اب اگر نہیں تاریکات ہے جو فروغ مری نہیں
اندھا کون ان جس میں ذرا آب تر نہیں پھوٹی ہے آنکھ جیسے ضیاء بھر نہیں
گھر کیا ہے جس میں نور نظر کا چراغ ہو

ہے مرغزار پھول سے خالی جو باغ ہو

بیقرار اسکے آگے بدخشاں کا لال ہے ہیچ اسکے سامنے جنتاں کا لال ہے۔
پتھر کا وہ ہے لال یہ انسان کا لال ہے وہ آغیاں کا لال ہے یہ ماں کا لال ہے

یہ گھر کی آبرو ہے یہ عزت ہے کان کی

وہ باغ کی بہار یہ راحت ہے کان کی

ہے نیم سیاہی دل سدقہ پسر نقد حیات دولت جہاں سکے جگ
فیروزہ و زمرہ و الماس و یاقوت گنج عقیق کان طلا معدن گہر

بیٹا جو پس ہے تو ہر اک ماں پس ہے

لعلوں کا بیج کیوں ہو کہ یہ لال پس ہے

گھر کا چراغ اہ ہے شب کا چراغ اور یہ تو شاں اور ہے شمشاد داغ اور
یہ لال اور ہے گرشب چراغ اور داغ اس کا اور ہے گرد و خاک داغ اور

دیکھی نہ ایسے لال کی نشان رنگ میں

جنگ میں بوستان میں بخشاں میں سنگ میں

یہ خون وہ ہے جو زندگی والدین ہے تپتیہ جکواکھ سے ہے یہ عین ہے
روشن ہے جس کے نام یہ وہ نور عین ہے کہتے ہیں بکوارحت جاں یہ چین ہے
بگنل افق بڑھائے سکا نوں کو باغ سے
روشن ایک گھر ہے گھر کے چراغ سے

ہر آن بی ہر تھی بافت اوہ اتنی جلدی بھول گئے۔ یہاں آتے ہی باز و نعمت
پر بھول گئے۔ وہ دن یاد ہے کہ آپ شکار کھیلنے کھیلنے میرے گھر گئے چھو
دیکھ کر آپ سے گزر گئے۔ ملاقات ہوئی تو اور ہی بات ہوئی میں نے خاطر
داری کی۔ فرمانبرداری کی۔ مابنے ماتھ پر ماتھ ماسے زبان ہلے۔ اب جان پہچان
ہی نہیں۔ بات سننے کے لئے گویا کان ہی نہیں میں بسو امر کی بیٹی اور اس نیکیا
کے آنکھ کی پتلی ہوں۔ جو چھہ ایلراؤں میں ایک در سب کی مرتبج ہے۔ واہ
نہے میرے نصیب کہ بچپن میں ماں نے بن میں چھوڑ کر ماتا کی آنج بھلائی
آپ کو ہر عصمت کو سلب محبت میں پرو کر کے پھر میں پھینکتے ہیں خیر میں تو
آشرم میں جا کر آپ کا نام چھتی رہوں گی۔ لیکن مجھ سے اور کوڑھ نہ
سمیٹا جائے گا۔ یہ بھٹے یہ اپنا فرزند۔ یہ اپنا جگر بند
سپر دم بتو مایہ خویش را

نہیں نہیں مایہ خویش نہیں بلکہ آپ کی امانت۔

راجہ و شہنشاہ۔ بسو امر کی رشی کماری۔ نیکیا کی دلاری یوں غیرت سے
ماتھ دھو کر بیواؤں کی طرح میرے سامنے آئے۔ مجھے چکے سے ڈب میں لاٹے
جاؤ بسو امر کا نام بدنام نہ کرو۔ نیکیا کے نام پر وہبہ نہ لگاؤ میں ایسے فقروں
میں آنے والا نہیں۔ ایسے فقرہ باز میری جب میں بڑے ہوتے ہیں بس ہوا کھاؤ
یہاں سے تشریف کاٹ کر اے جاؤ جہاں جی چاہے رہو۔ جہاں مرضی ہو
وہاں بسو۔ مجھ سے غرض۔ مجھ سے واسطہ ؟

شکستہ۔ ذرا ہست نہ بڑھ چلے۔ زبان کو روکے رہئے۔ آپ نے کیا کوئی ایسا
ویسا سمجھا ہے میں آپ سے ہزار درجہ اچھی ہوں۔ آپ سے گھٹ نہیں۔ آپ

یہی نہ کہ پرتھی کے راجہ ہیں زمین کے مالک ہیں لبس میں وہ ہوں کہ جس لوگ میں چاہوں جاؤں جہاں مرضی ہو رہوں۔ نہ ہمیں در روک سکتے ہیں نہ جرم کو برہموں یا برن۔ سب سرائے نکھوں پر جگہ دیں۔ گستاخی معاف بد صورت آدمی کے سامنے جب تک آئینہ نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر حسین دنیا کے پروے پر نہیں۔ مگر جب آئینے پر نظر پڑی تو ساری قلعی کھل گئی۔ نشہ حُسن کرکرا ہو گیا۔ صاحبِ حُسن اپنی صورت پر اتار کر کسی کو بھلا بُرا نہیں کہتے دنیا میں جو بد زبان ہے جسے بات کرنے کی تمیز نہیں۔ اس سے بڑھ کر میں کسی اور بُرا نہیں سمجھتی۔ جو کم فہم ہے۔ اس سے نیکی کا امتیاز نہیں ہوتا۔ بُری بات ہی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ دیکھ نہ لیجئے کہ سؤر مہ نعمت چہوڑ کر جب ہو گا۔ غدا ط پر ہی منہ ماریگا عقلمند اور فراست پسند بری باتوں سے بھی اچھی باتوں کو اسی طرح چُن لیتے ہیں۔ جس طرح ہنس پانی سے دودھ کو نکال لیتا ہے۔

بد لگام لوگ کسی کو سخت و سست کبکراتنا خوش ہوتے ہیں۔ جتنا سادھو لوگ کوئی خلاف حرف زبان سے نکل جائے پر سنج محسوس کرتے ہیں۔ دنیا میں اس سے زیادہ تھکائی کی بات کیا ہے کہ خراب شخص نیکی آدمی کو خراب کہے۔ غصہ وراور بد طبیعت آدمیوں سے لازمِ مہب اور کفر پسند لوگ تک پناہ مانگتے ہیں۔ ایماندار و ادا و حق پرستوں کا فکرای کیا۔ جو لوگ اپنے فخر خاندان بیٹے کو ترک کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں لکشمی رہ نہیں سکتی۔ سارے دیوتا اس کی جڑ کاٹے بغیر نہیں رہتے۔ ایک دن ساری لُٹیا ڈوب جاتی ہے۔ فرزند سے بقاءئے نسل ہوتی ہے۔ اسے حیاتِ جاوداں کہتے ہیں۔ ایسے فرزند کو تلافی دینا سراسر خلافِ بلکہ حُزنِ انصاف ہے۔ پران جی آپ بے اولاد ہیں۔ جو کوئی نورِ نظر ضوئے بصر۔ چراغِ خاندانِ راحتِ جاں نہیں۔ جو

بے اولاد ہے۔ وہ ہمیشہ ناشاد ہے۔ اس کی کبھی نجات نہیں عیش و عشرت کی کوئی بات نہیں۔ محل کی زینت فرزند ہے۔ تاج و نگین کی عزت جگر بند ہے۔ دیکھئے کہنے والوں نے کہا ہے ۵

گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے
یہ وہ ہے عصا پر جواں رہتا ہے جس سے یہ دم نکلن نام و نشان رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے پُر نور مکان رہتا ہے جس سے وہ دُور ہے قوی رشتہ جواں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ ماں زرو مال کے بدلے
موتی بھی لٹا دیتے ہیں س لال کے بدلے

سمجھ لیجئے کہ کوئی ہفت اقلیم کا تاجدار ہے۔ تو اس میں اندر کی پریوں کا اکٹھا جمع ہے۔ لاؤشکر کی انتہا نہیں۔ لیکن اس گھر کا چراغ بڑھاپے کا سہا نہ ہو۔ تو سب مٹی۔ زندگی کا کچھ لطف نہیں میرے پتاجی کنورشی فرماتے تھے۔ کہ سرود من صاحب دیہیم ہوگا۔ فرمانروائے ہفت اقلیم ہوگا۔ ان کی بات چھوٹی نہیں۔ انہوں نے جو کہا ہے وہ برہما کے اکثر کے برابر ہے۔ یاد رکھئے۔ کہ آپ کے بعد یہی چار دانگ عالم میں حکمرانی کرے گا۔ پردہ دنیا پر جہاں بانی کرے گا۔ حیرت ہے کہ آپ ایسا دھرم تپاویں آتمکھوں پر دیوار اٹھائے۔ مفید کو سیاہ بتائے۔ میرا ضمیر خالص ہر صدق ہے۔ مجھ میں یہ بھی طاقت ہے۔ کہ ابھی کلبجے کے ٹکڑے کو کلبجے سے لگائے میندر پر بت پر چلی جاؤں۔ اور منیکا ماتا کو ساری رام کہانی سناؤں گر خیال ہے۔ کہ لاکھ آپ میری ہتک کرتے میری رستی پر شک کرتے، میں مگر بھر بھی پت پر بیٹھ رہیں اور میں آپ کی داسی ڈرتی ہوں کہ آپ کو پھوٹا ہونا اور پھینٹنا پڑیگا۔ تو مجھے دکھ ہوگا۔ میں ہر حالت میں استری دھرم کو نہا ہوں گی۔ کبھی آپ کا بڑا نہ چاہوں گی۔ اس سے بار بار اصرار ہے۔ مطلب دلی کا اظہار ہے۔ کہ سو کٹوں سے ایک باؤنی فضل۔ سو باؤنیوں سے ایک گیہ اعلیٰ سو گیہوں سے ایک فرزند بہتر اور سو فرزندوں پر ایک رستی کا شرف۔ اگر ترازو میں سو اسمیدھیگیہ کے مقابل ایک منیہ

تولا جائے۔ تو سنیہ ہی کا پلہ جھکا لینگا۔ راستی وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں
نہ دیکھوئی کی کچھ بساط ہے۔ نہ تیرتھوں کے اٹھان کی۔ اگر ایسے سنیہ
کو آپ طاق پر بٹھاتے ہیں۔ میری صداقت پر اعتماد نہیں۔ تو بہت
اچھا رخصت میں بھی نہیں چاہتی کہ جسے راستی سے لگاؤ ہی نہیں اس
کے ساتھ بہوں میں تو چلتی ہوں۔ میرے یہ الفاظ یاد رکھیے۔ کہ آپ کے
بعد ہی آپ کا لخت جگر زینت آراء اور نگہاں بنانی اور فخر افزائی
اعزاز خاندانی ہوگا۔ یہ کہہ کر شکنتلا نے قدم اٹھایا ہی تھا۔ کہ فوراً
آکاش سے آواز آئی ہے

شکنتلا جلدی نہ کر۔ ذرا ٹھہر

اے راجہ دوشیت کہ صرخیاں ہے۔ سرودن تیری آنکھ کا تارا جان
سے پیارا ہے۔ ماں کا فرض صرف اتنا ہی ہے۔ کہ بیٹے کو اپنے بطن
میں امانت رکھے پرورش پر دخت کو ماں سے کچھ واسطہ نہیں یہ باپ
کا فرض ہے۔ اس لئے تو سرودن کو لے اور شکنتلا کی قدر و منزلت کر
یہ تیری رانی ہے۔ پتی برت میں لاثانی ہے۔ شکنتلا کا کہنا ٹھیک ہے
بتھ کر لیک ہے۔ جو بد قسمت ہیں۔ وہ بیٹے کو چھوڑتے ہیں۔ اس کی
محبت سے منہ موڑتے ہیں۔ تیرا یہ چراغ خاندان خاندان کا نام روشن
کرے گا۔ روئے زمین پر حکومت ہوگی۔ پر تھوڑی کو اس کے
نام سے شہرت ہوگی۔

جو ہیں یہ آواز آسانی آکاش بانی گوش زد ہوئی راجہ اور اہل دربار کا رنگ
بدل گیا۔ سب کے دانت تل آئے۔ باجھیں کھل گئیں۔ راجہ نے اپنے
پر دخت اور وزیر سمنٹ سے کہا۔ کیوں کچھ سنا۔ یہ آواز غیب کا کیا
منشا ہے۔ گو میں جانتا تھا۔ کہ سرودن میرا فرزند ہے اور شکنتلا میری
دلہند گراہل زمانہ کی طعنہ زنی کے لحاظ سے کانوں پر ہاتھ رکھتا تھا۔
اب الہام غیبی نے جوابات تھی۔ بنا دی۔ گتھی سلجھا دی پس اب میں کلیجے
کے ٹکڑے تو سینے سے لگاتا ہوں۔

یہ کمکر راجہ نے سرودھن کو گود میں بٹھالیا اور نگلے سے لگا لیا۔ شکنتلا سے
 بولا معاف کرنا چھو کہ ہماری تمہاری ملاقات خفیہ تھی۔ لوگ واقف
 اسرار نہ تھے۔ لہذا میں نے اپنے جیسے گائے فقرے بنائے جو تم نے
 مجھے جوش غضب میں کہا وہیں سنی ان سنی کئے دیتا ہوں۔ تم بھی میری
 باتوں کو دل سے دھو ڈالو۔ القصہ دونوں میں صفائی ہو گئی۔ شکنتلا
 سے رنواس کی نیت بڑھی سو گھوڑوں سنگار کے سارے سامان ڈھیز ہو گئے
 لونڈی باندیوں کا میلہ لگ گیا۔ جو شکنتلا ایک دن جنگل میں پھل پھول
 توڑتی پھرتی تھی۔ وہ ہمارا راجہ دشنیت کی ہمارائی ہوئی۔ سرودھن کا نام
 بھرت رکھا گیا۔ آخر راجہ تک ہوا۔ اور ملک حکومت کی تقدیر چمکی۔
 فرمانروایان عالم تابع فرمان ہوئے سوئے زمین پر حکومت کا سکہ بیٹھا
 راجہ بھرت نے بڑے بڑے عظیم الشان جگہ کر کے اندر کی بھی آنکھیں
 نیچی کیں۔ صرف کنوڑشی کو اتنی دولت دی جس کا شمار روس سنکھ تھا
 ۔ ہی رشی ہرام میں شیر کار تھے۔ راجہ بھرت کے زمانے میں پرتھوی کا نام
 بھرت کھنڈ یا بھارت ورش ہوا۔ اور ان کی نسل ان کی نیکنامی کے طفیل
 بھارت ہنسی کہلاتی ہے۔

ادھیائے ۲۵

تسودری اور پاراشرجی کا اتفاق ملاقات
 ودے پائن عرف پیاس جی کی پیدائش کے حالات
 راجہ بھرت کی پیدائش اور کارائے نمایاں کا تذکرہ سن کر راجہ جنہے بہت
 ہی خوش ہوئے۔ اور بیشم پائن سے درخواست کی کہ :-

ہمارا اجاڑی دیاس جی کی پیدائش کے حالات بھی بیان فرما کر ممنون
 ورجات فرمائیں۔ مجھے سننے کا نہایت اشتیاق ہے۔
 بشیم پان۔ سنئے راجہ جنجے۔ پرونس یعنی چندر منسی راجاؤں میں ایک راجہ
 بسوگرزاسے ہیں۔ جن کے دھرم کرم کی دنیا میں دھوم تھی۔ بس حد
 ہے۔ کہ راجہ اندرنے اپنا فلک سیر بان نذر کیا۔ جس پر راجہ مدوح
 گندھرب اور اسپراؤں کے ساتھ محو سیر رہتا تھا۔ چنانچہ اس لحاظ سے
 عوام الناس اور چرچ کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ اس کے تخم
 ثرجوانی سے دو گلبن بارغ زندگانی بطن ماہی سے زینت آرائے گلشن
 دار فانی ہوئے۔ ایک دختر ایک فرزند۔ فرزند کو راجہ نے نگاہیں رکھا
 اور دختر کو ملاح کے حوالے کیا۔ اس کے جسم سے مچھلی کی تو بو آ رہی
 تھی۔ مگر آفتاب حسن خط نصف النہار پر چمکتا تھا۔ اور سب اسے مسودہ
 کہتے تھے۔ ملاح نے اسے یہ خدمت سپرد کی تھی۔ کہ جو کوئی نیک پاک
 سیدھا سادہ رشی مٹی جی بیراگی آئے اس کو اس کشتی پر سوار کر کے اس
 کنارے سے اس کنارے پہنچا دیا کرے۔ چنانچہ اسی شغل میں بارہ
 برس کا سن و سال ہوا۔ تو بدر حسن اور بھی بالکل ہوا۔ کسی روز پاراشر
 جی جہنا کے گھاٹ پر وارد ہوئے۔ پار جانے کی خواہش ظاہر کی۔ ملاح
 نے مسودہ کو کہا جا پہنچا آ۔

پاراشر جی کے سوار ہوتے ہی کشتی روانہ ہوئی۔ مسودہ کو دیکھا
 تو پاراشر جی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ دریا ئے عشق میں غوطہ کھانے
 لگے۔ کشتی صبر منجدھار میں ڈنگائی۔ جب تاب ضبط نہ رہی مسودہ
 سے بولنے۔

دل اختیار سے باہر ہے۔ صبر و شکیب جواب دے گئے۔ اب
 ضبط کا یا را نہیں تیرے حسن و لغریب نے بے قابو کر دیا۔
 مسودہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں ذرا سی چھو کری ایسی باتیں
 کیا جانوں ادھر ادھر کے گھاٹوں پر آبیوں کا میلہ سے۔ اسی پردن

کا وقت آپ کو خیال کیا ہے؟
پاراشر۔ تو فقط بہت اچھا جو رسی کہہ دے باقی میں سب انتظام کر لوں گا۔
پتہ جال کیا جو کوئی دیکھ بھی سکے؟

میسووری۔ مانا کہ اس وقت اونٹ کی چوری نہوڑے نہوڑے ہو گئی
ٹھیکہا میں گڑ بھوٹ گیا۔ مگر پاؤں بھاری ہو گیا۔ تب کیا ہو گا۔ اس وقت
کسی کے سامنے کیسے آنکھیں ہونگی۔ جو ہو گا خضو کیگا۔ ہنسیگا۔

پاراشرجی۔ اس بات کا بھی اطمینان رکھ۔ پیٹ رہ بھی جائے تو تیرے
علاوہ اور کسی کو خواب میں بھی علم نہ ہو گا۔ میں ذمہ وار ہوں۔

میسووری۔ بھلا سنئے تو کہاں آپ رشی تھارا ج ساکشات دیوتا
کہاں میں ایک علاج کی چھو کری۔ اس پر تمام بدن میں مچھلی کی بسا ہند۔
سب لوگ تو مجھ سے گھناتے ہیں دور بھاگتے ہیں کہ ناک نہ مسڑ جائے
دامغ نہ بگڑ جائے۔ آپ کو یہ کیا ہوا سمجائی ہے؟

پاراشرجی۔ مجھے سب بھید معلوم ہے تجھے نہ معلوم ہو گا کہ تو کس کی
ٹوٹی ہے۔ مگر یہاں رتی سے ریزہ تک علم ہے تو کچھ بسا ہند وسا ہند کا
خیال نہ کر۔ میرے بدن سے چھو اور بس عطر کی پٹیں آنے لگیں مندل
کی خوشبو پھیل گئی۔ تو مطلق نہ گھبرا۔ غنیہ عصمت بھی منہ بندھی گئی بنا
رہیگا۔ تاریکی بھی موجائیگی۔ خلاصہ یہ کہ کسی بات کے اندیشے کی
جگہ نہیں لے بس کہہ دے کہ سر تسلیم خم ہے؟

یہ کہہ کر رشی نے ادھر نظر اٹھائی کہ زمین کو کہنے نے چھالیا وہ
گھٹا ٹوپ تاریکی ہوئی کہ ساحل تو ساحل شتی پر ہاتھ کو ہاتھ نہ سمجھائی
دیتا تھا۔ میسووری نے رشی کا یہ کمال دیکھا تو کانپ اٹھی نازک
دل پر جوڑی سی چڑ گئی۔ تھر تھرائی ہوئی بولی۔

رشی جی بہاراج روح لرز رہی ہے۔ آپ کا یہ تیج اوپر جانے والا
تہیں ضرور حملہ رہے گا۔ اور پھر میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل
نہ رہوں گی؟

پاراشر جی یقین رکھ کہ حل ہوگا تو صرف تو ہی جانیگی اور کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔ یہ بھی سمجھ کہ اگر مجھ سے حل رہا تو وہ لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا سلعالم و فاضل نہ پیدا ہوا نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگا۔ علم و فضل اُس کی ذات پر ختم ہونگے۔

میسووری بالکل کم سن بارہ برس کی عمر تھی۔ رشی کے رعب میں آگئی۔ سراپ سے ڈری۔ آخر راسنی برضا ہو گئی۔ پاراشر رشی بہت خوش ہوئے بروان دیا کہ آج سے بدن کی بدبو زائل ہو خوشبو ایک جو جن تک دماغوں کو معطر کرے اور جو فرزند پیدا ہو وہ صاحب فضل و کمال اور مخز کا بلین ماضی و حال و استقبال ہو۔ یہ وعدے کر رشی تو اس پار سے اُس پار اتر گئے۔ میسووری کے روئیں روئیں سے عطر کی پٹیں آنے لگیں رگ رگ نافہ مشک کا کام کر گئی۔ بس حد سے کہ کہاں تو میسووری نام تھا۔ کہاں جو جن گندھا یعنی ایک جو جن تک خوشبو پھیلائے والی کا خطاب زبانزد خاص و عام ہو گیا۔

آخر یاس جی کا ظہور ہوا۔ علمی دنیا میں عالم نور ہوا جو میں یاس جی زین پر گرے جنگل کی ہوا سمائی بن کی طرف قدم اٹھا دئے۔ میسووری نے کہا۔

”جگر بند جگر پیوند۔ بھلا ایک نظر تو دیکھ لیتے کہ کلیجے میں ٹھنڈک پڑ جاتی۔“

ویاس جی۔ ماما جی اس وقت میں نہیں رُک سکتا۔ سیدھا جنگل میں جانے دیجئے۔ تپ کے سوا مجھے پتہ مارنے کی فرصت نہیں ہاں جب کبھی آپ یاد کریں گی۔ میں بال باندھا فوراً حاضر ہوں گا۔ جب کوئی ضرورت ہوئے تکلف و حیاں کر لیجیگا۔ میں یہیں ہوں گا۔ چونکہ وہ ہوگا اُس کے رفع کرنے کا میں ذمہ دار۔ آپ بے فکر رہیں۔

ویاس جی نے یہ کہا اور جنگل کی طرف سیدھا بھریں ویاس جی کا اصل نام دوے پائے تھا۔ یہ اس لئے کہ وہ جیما جی کے ٹاپو میں پیرا بیٹہ۔

سے آراستہ ہوئے تھے جب انہوں نے انباے روزگار کے قواعد
دینی و دنیوی کو مد نظر رکھ کر ویدوں کی تعلیم عام کی ویدک تعلیم کو ضروری
حصوں میں منقسم کیا۔ اٹھارہ پران تصنیف فرمائے۔ تب سے ویدیاں
کے نام پائی سے شہرت پائی۔ ویدیاں جی و سن ادتار کے زمانے کے
مشہور رہی ہیں۔ مہابھارت میں بھی حالات تاریخی کے سلسلے میں
ویدوں کا لب لباب حوالہ قلم اعجاز رقم کیا ہے۔

ادھیائے ۲۶

راجہ مہابھک اور گنگاجی کی باہمی محبت اور
بھیشم پتاماہ کی پیدائش کے تمہیدی حالات

لوم سرشن جی راجہ دیوہرت کی پیدائش کا حال سناتے ہیں جن
کو اہل زمانہ بھیشم پتاماہ کے خطاب سے ملقب فرماتے ہیں ۴
رشی جی کی رطب اللسانی سے کہ راجہ اکشواک سورج منس کے
آفتاب تھے۔ ان کی نسل میں راجہ مہابھک ایسا ست باوی گزرا ہے
کہ باپ و شاید۔ رعایا کہ مقلدے میں اولاد کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔
بند گان خلافت کے لئے جان تک چلی جائے تو باشد۔ اسید جنگوں کا
تانا بکنا دیا۔ خیر و حسنات کا دریا بہا دیا۔ جب سرگ کی راہ لی تو اندر
اور دیوتاؤں نے ہاتھوں ہاتھ لیا خود آؤ بھگت کی ۵
ایک روز برہم سبھا کا اجلاس ہوا۔ تمام دیوتا رونی افروز انجن ہوئے
دیوتاؤں کی استریاں بھی جلوہ فگن تھیں۔ جن میں گنگاجی کے حسن و جمال

کا نور مہاجک راجہ پر مومنی ڈال گیا۔ آج تک ایسا جمال جہاں
افروز نظر سے نہ گزرا تھا۔ پس ٹھٹھکی بندھ گئی نظر چہرے پر جمی تو وہیں
کی ہو رہی۔ برہم سمجھا کہ رونق افروز بھانپ گئے تاڑنے والوں نے
تاڑ لیا کہ یہ ٹھٹھکی خالی از علت نہیں۔ برہما برا فروختہ ہوئے اور کہا یہ
ہیں یہ گستاخی۔ یہ سوئے ادبی۔ نہ کسی کا پاس نہ لحاظ تم اس
مجمع پاک میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ بس سزا یہی ہے۔ کہ دنیا میں
جاؤ قالب خاکی میں عمر گزارو۔

راجہ مہاجک سخت نادم ہوا اثر مندگی سے گردن جھک گئی۔
آخر برہما کا قول صادق ہوا۔ یعنی قالب خاکی پھر گلے پڑا مگر اگلے جنم میں
کام نیک کئے تھے۔ اس لئے برہما جی نے فرمایا تھا کہ راجہ پریت
کے یہاں ولادت ہوگی اور تاج عالمگیری نسبت سر ہوگا۔

راجہ مہاجک بھی بڑا شکیل و جیل تھا۔ گنگا جی اس کی صورت پر
فریفتہ ہو گئیں۔ راجہ پر برہما جی کا عتاب ہوا۔ تو ان کے دل پر چوٹ
لگی کہ اے عزیز میری بدولت مارا پڑا۔ اس کے ساتھ رفاقت کرنا
فرض ہے۔ اور اس کی مطلب برآری کی کوشش لازمی۔ جب محفل
برخواست ہوئی۔ گنگا جی بھی اپنے پیار برہما جی سے اجازت لے کر
وہاں سے رخصت ہوئیں۔ راہ میں دیکھا تو آٹھ بسو منہ لٹکائے سر
جھکائے بیٹھے ہوئے نظر آئے پوچھا۔

کیوں کیوں! خیریت تو ہے۔ چہرے پر فکر و تردد کے آثار
ہیں۔ کوئی وجہ؟

آٹھ بسو۔ کیا کہیں۔ بڑا قصور ہو گیا۔ بشٹ جی برہما جی کے فرزند
ارجمند ہیں۔ وہ اپنے فرائض پرستش میں مشغول تھے۔ ہم نے کچھ
خیال نہ کیا۔ آنکھیں بند کئے لائے تھے۔ آخر نتیجہ جھکنا پڑا بشٹ
جی برا بیخۂ ہوئے۔ جوش غضب میں فرمایا کہ

کیا اندھے بکرا آنکھوں پر پٹی باندھے کھومتے ہو۔ جیسے کچھ سمجھائی

ہی نہیں دیتا۔ اچھا پھر مرزہ بھی چکھو۔ دُنیا کے جال میں پھنسو پششت
جی کا سراپ تو تیر بہدت ہے۔ نشانہ بچ نہیں سکتا۔ ہم راضی برضا
ہیں۔ لیکن فکراینی ہے کہ دُنیا میں پیدا ہوں تو کس کے لپٹن ہے۔ اگر
آپ منظور فرماویں۔ تو لپٹن اقدس میں جگہ پانے سے ہماری بیڑیاں
بہت جلد کٹ جائیں گی؟

گنگا جی۔ اچھا منظور مگر ہاں ایک بات ہے تم میں سے ایک کو ضرور
دُنیا میں قیام رکھنا پڑیگا۔ وجہ یہ کہ اگر میں نے سب کو نذر آب کر دیا تو
مجھے اولاد پیدا کرنے سے کیا حاصل۔ اولاد پیدا کی اور نام دُنیا میں نہ رہا تو نافر
جس بسو کا نام دیو ہوتا تھا۔ اُس نے سر قبول جھکا دیا۔ مگر یہ بھی کہا کہ رہنے
کو تو دُنیا میں رہو ننگا۔ لیکن مستی کا جھنجھٹ نہ ہو سکیگا۔ نہ شادی بیاہ
سے کاٹھ میں پاؤں دینا قبول ہے۔ زنجیر تعلق سے آزاد رہو ننگا جھکوان
کی یاد کرو ننگا بس؟

گنگا۔ خیر جو مرضی! پیارے دیو۔ دیکھ لینا میرے لپٹن سے پیدا
ہونے کا کیا پھل ملتا ہے۔ سُنو تو سہی تم ایسے صاحب اقبال صاحب
جہاں صاحب قدرت و صاحب طاقت ہو گے کہ کوئی بہادر طاقتور سے
طاقتور کیا مجال کہ سامنا کر سکے۔ اور جب تک دُنیا قائم ہے تب
تک نام رہے؟

ادھیائے ۲۷

گنگا جی کی راجہ پریت کے یہاں رونق افروزی راجہ
شانو کا جوش عشق شر الٹ کے بعد شادی میمنت آبادی

چھتیسویں ادھیائے کے سلسلے سے سوم ہرشن رشی فرماتے

ہیں۔ کہ راجہ پر تیت نے برہما جی کی بددعا سے پھر قالب خاکی میں ظہور
کی۔ گنگا جی میں اشنان کرنے کی دھن رہتی تھی۔ چنانچہ کسی روز راجہ
موصوف کو سہری ہر دوار میں اشنان کرنے کا اتفاق ہوا یہ گنگا گھاٹ
پر جا بیٹھے۔ اور گنگا جی کی موہنی صورت سوہنی صورت کے تصور میں
محو ہو گئے۔ دفعۃً راجہ عالم محویت سے چونک پڑا۔ دیکھا تو ایک بینہ
سوطوں سنکار سے آراستہ اور سر ہفت عروسی سے پیراستہ زانو پر دولہ
افروز نظر آئی۔ دل پھر ٹک اٹھا دل کی کلی کلی کھل گئی۔ دل بے قابو ہو گیا۔
مگر ضبط سے کام لے کر پوچھا "پیارمی تو کون ہے۔ اس موہنی صورت
پر قربان۔ سوہنی صورت پر نثار؟"

جواب میں گنگا ہوں۔ جس کے دریاے حسن کی لہریں دیکھ کر
دیوتاؤں کی کشتی قلب بھی گرداب عشق میں ڈگدگاتی ہے۔ دل کی لہر اور
اپنی موج سے آئی ہوں کہ دریا نے محبت میں ڈوبے ہوؤں کی ڈوبتی
ہوئی ناؤں کو رے لگاؤں۔ اور پیاسے کی پیاس بجھاؤں؟
راجہ پر تیت۔ تم میری لڑکی کے برابر آنکھ کی پتلی کے مقابل اس
پر لطف یہ کہ وائیں زانو کو جلوہ افروزی سے عزت بخششی جو بیٹی کے
واسطے موزوں سے نہ کہ اور کسی کے لئے جس سے اور تعلق ہو اس
کی نشست کے لئے بایاں زانو ہے۔ نہ کہ دایاں۔ پس مجھے لازم ہے
کہ تمہاری شادی اپنے فرزند سے کروں جو اوصاف میں خالق اور
سچ و سچ تمہارے لائق ہے۔

راجہ مہا بھگ جس کا ذکر ۲۶ ویں اوصیاء میں آچکا ہے۔ اور
جس کا دلی تعلق گنگا جی سے ہو چکا تھا۔ راجہ پر تیت کے یہاں پیدا
ہو چکا تھا راجہ نے اُس کو شانتو کے نام سے ملقب کیا۔ اور یہی
وہ صاحب قسمت تھا جس کی آرزو پوری کرنا گنگا جی کو منظور خاطر تھی؟
دلوں کی دلی ہوئی محبت عرصے سے کبھی کی آگ تھی۔ شانتو کی
جو میں نظر پڑی وہ بے قابو ہو گیا۔ دلی ہوئی محبت ایک نیم لگا جی کی

ادائی کے ساتھ اُبھرائی وہ فریفتہ ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ شادی کی گھڑیاں
 اور راتوں کو ستارے گنے گئے۔
 بچے شادی کی مبارک گھڑی آگئی۔ سب ٹھاٹھ باٹ درست ہو گئے
 جس وقت گٹھ بندھن کا موقع ہوا۔ گنگاجی نے فرمایا
 گڑیوں کا سا بیاہ نہ کیجئے پہلے ورامیری سن لیجئے۔ ورنہ سب
 آؤنبر بیکار۔

شانستو۔ نہیں نہیں! شوق سے میری پر ن ظاہر کر دو دل میں نہ رکھو
 گنگاجی۔ اس شرط سے شادی کر دنگی جو اولاد پیدا ہو اُس کو خواہ میں
 کچھ ہی کروں آپ کو بولنے یا ٹوکنے کا اختیار نہیں نیز جب تک آپ
 میری نگاہ میں چلتے کہنا کریں گے۔ تب تک میرا اور آپ کا تعلق۔ اگر
 کوئی امر میرے خلاف مزاج ظہور میں آیا۔ بس رشتہ ٹھنک۔ رسم و
 راہ البظ میں فوراً ہی تنکے کی طرح تعلق توڑ کر چلتی پھرتی نظر آؤنگی۔ مروت
 محبت کا کچھ لحاظ نہ ہو گا۔

شانستو را جکار پر حسن و جمال نے وہ علم کیا تھا۔ کہ دل پر کسی طرح
 قابو ہی نہ تھا۔ فوراً سب باتیں منظور کیں اور قصہ کوتاہ شادی
 ہو گئی۔ سرگ کی برہم سبھائی میں ہوا جھک کے دل میں جوش محبت پیدا
 ہوا تھا۔ اُس کالیوں انجام بخیر ہوا۔ شانستو اور گنگاجی دو نو ایسے محبت
 میں ڈوبے کہ گل و بیل۔ کبک و قمر۔ سرو قمری۔ شہد و گس۔ آب و
 ماہی کا جوش عشق مات کر دیا۔ دو نو بہر وقت ایک دوسرے کو آنکھوں
 کے سامنے رکھتے نظر سے اوٹ نہ ہوتے
 دیتے آوازہ محبت چاروانگ
 عالم میں گونج رہا تھا

چند چند چند چند چند

ادھیائے ۲۸

بھیشم پتاما کی پیدائش راجہ شانتنو اور

گنگا جی سے مفارقت

گنگا جی راجا شانتنو کے رنواس کی زینیت تھیں آغوش محبت میں جگہ پائی تو آٹھ فرزند تولد ہوئے۔ سات لڑکے جو میں پیدا ہوئے گنگا جی نے ایک ایک کو گنگا جل میں ڈبو دیا۔ اور اُن نہ کی۔ شانتنو کا کلیجہ تڑپ جاتا تھا۔ کہ ہاے کلجے کے ٹکڑوں کا یہ حال یاں کی مانتا کا یہ انوکھا رنگ مگر شرط کا خیال تھا قول و قسم کی پابندی تھی۔ اس لئے دل ہی دل میں کڑھ کر رہ جاتا تھا زبان سے ایک حرف نہ نکالتا۔ جب اٹھواں فرزند عالم شہود میں آیا۔ شانتنو سے نہ رہا گیا۔ بولا اب تحمل کی طاقت نہیں۔ ہر مرتبہ آنکھ کے تارے کو تمہارے ہاتھ سے ڈوبتے دیکھا نہیں جاتا۔ ناگن بھی اپنے بچے کو نہیں ڈستی۔ سخت بے درد ہو۔ ڈائن بھی ایک گھر چھوڑ دیتی ہے۔ تم اپنے ٹکڑوں ہی کی جان کی پیاسی رہتی ہو۔ اب کے یہ لڑکا نہ ضائع ہوئے۔ دو لڑکا۔ سات کو تم موت کے منہ میں جھونک چکیں میں نے دم نہ مارا۔ سانس ڈکار نہ لی۔ جو کچھ گذری اپنے دل پر۔ اب پریشور کی دین پر لا نہیں ماری جاتی۔ اولاد کے ہوتے لاولدی کا دایا گوارا نہیں۔ جو بے اولاد ہوتا ہے۔ اُس کو جیتے جی بھی نرک مرنے پر بھی نرک۔ تیس جیسے خفا ہو چائے خوش اب تکی مرتبہ تمہاری ایک نہ چلنے دو لڑکا۔ پھر لڑکے کو پانی میں نہ بہانا۔

گنگاجی بولیں کہ بس شٹر پوری ہو گئی۔ آپ کو ٹوکنے یا بات دکنے کا مجاز نہ تھا۔ آپ سے زبان نہ دالی گئی۔ خیر۔ مابین شمعہ بسلامت یہ لیجئے اپنا بیٹا۔ تین رحمت۔ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوئی۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام مجھے آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ شانتنوئے یہ بات سنی تو سویش اڑ گئے۔ خواہش جاتے رہے۔ کیسیں باندھیں ہاتھ جوڑنے لگا۔ قدموں پر سر رکھ دیا۔ عرض جانہیں کے برتاؤ پر یہ شعر حسب حال تھا۔

ادھر سے کیا نہیں منت نہیں کہ بیان نہیں

ادھر سے ایک نہیں سو نہیں ہزار نہیں

راجہ کی خوشامگرم تو ہے کی بوند ہو گئی۔ عرض و معروض چلنے پھرنے پر کا پانی ہو گیا۔ گنگاجی کے جودل میں سمائی پتھر کی لیک تھی۔ وہ قول سے نہ پھریں جو کہا تھا کر کے دکھا دیا نظر پھیری تو بس سرگ میں جا پہنچیں۔ لڑکا شانتنو کے پاس رہا۔ پہلے دیوبند نام تھا پھر بھیشم ہوا۔ اور جب باپ کی رفاقت میں عمر بھر شاہی نہ کی تو پتاما کا خطاب ملا۔ برہما جی دنیا بھر کے پتاما کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بانی کائنات ہیں بھیشم پتاما فرائض سعادت مندی سے کنوارے رہے کوئی اولاد پیدا نہ کی۔ اس وجہ سے ان کو پتاما کا خطاب ملا۔ ہندو جب بزرگوں کا شراوہ اور ترین کرتے ہیں۔ تو بھیشم پتاما کا نام بھی شریک کیا جاتا ہے۔ اور حصہ دیا جاتا ہے ایک طرف برہما خالق مخلوقات ایک طرف بھیشم لالہ۔ ہر مندو کا فرض ہے کہ دونوں کو پتاما سمجھ کر عزت کرے۔

راجہ شانتنو کے جو آٹھ فرزند ہوئے وہ وہی آٹھ بسو تھے۔ جن کا ذکر پچھلے ادھیائے میں آچکا ہے۔ بسو یعنی لڑکوں کو تو حسب مرضی خاص گنگاجی نے نذر آں کیا۔ آٹھویں بسو کے لئے انہوں نے فرما دیا تھا کہ دنیا میں رہے۔ چنانچہ اس کا ظہور بھیشم پتاما کے چولے میں ہوا جن کی شہرت تاریخی دنیا میں بھی جاودانی ہے۔ جس وقت گنگاجی

خصت ہوئیں انہوں نے فرمایا کہ:-

راجہ شانتنو۔ جن کو تم اپنے فرزند سمجھتے ہو وہ آٹھ بسو تھے میں نے انہیں کی خاطر تمہاری آغوش تنگ کی پروا کی تھی۔ سات بسو سرگ میں اپنی راہ لگے گئے۔ آٹھواں بسو تم کو سوئے جاتی ہوں۔ اسے جان کی طرح رکھنا۔ یہ ایسا طاقتور ہوگا۔ کہ زمانہ لوہا مانیکھا۔ تاجال کیا کہ کوئی آنکھ بھی اٹھا سکے یہ وہ ہوگا۔ جو تمہارے نام کو تمہارے خاندان کے نام کو روشن کرے گا۔ اور زمانے میں اس کے کارہائے نمایاں یادگار ہی نہ ہونگے۔ بلکہ عوام الناس اپنے بزرگوں کا سر تلج سمجھینگے۔ ایک مرتبہ اس نے بارنی رشی کی گائے اڑالی تھی۔ اس کی سزایہ ملی کہ دنیا میں رہنا پڑیگا۔ مگر عذاب و ثواب کچھ ہوں ہر حال میں اس کا سامرو میدان بہادر۔ جری۔ شجاع نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ ہر موقع پر فتح بستہ فتراک رہیگی۔ اور اس کے آگے ہمیشہ ظفر مندی کا ڈنکا بجیگا۔ یہ فرما کر گنگا جی تو نو دو گیارہ ہو گئیں اور شانتنو کلیجہ سوستا ہاتھ ملتارہ گیا۔

ادھیائے ۲۹

میسوری اور راجہ شانتنو کی شادی

گنگا جی جب شانتنو کو داغ مفارقت دے گئیں۔ اور دیو برت (المعروف بھیشم پتاما) اپنے لخت جگر کو یادگار چھوڑ گئیں تو راجہ شانتنو پر جو گزری انہیں کا دل جانتا تھا نہ دن کو چین نہ رات کو آرام ہر وقت بے قراری۔ ہر لحظہ آہ و زاری۔ خواب و خور حرام۔ نہ صورت راحت نہ شکل آرام وزرائے سلطنت و امراے حکومت نے بہت پاپڑ بیلے خوب کوشش کی تب بمشکل ذرا یچین دل بہلا۔ اور دل کی

تڑپ بھیجی کی میس کم ہوئی؟

راجہ شانتو اپنے خاندان کا فخر ہوا عقل کلمہ پڑھتی تھی۔ راستگولی گھٹی میں پڑی تھی۔ رعایا پروری میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ اور آفتاب اقبال ایسی بلندی پر تھا کہ بدر کی نگاہ بھی کام نہ کرتی تھی۔ اوصاف بہت صفت موصوف تھے خصائل و فضائل مشہور و معروف تھے۔ حتیٰ کہ مہاراج ادھیراج یعنی شہنشاہ عالم پناہ کا خطاب حاصل کیا۔ سلاطین زمانہ آستان دولت پر سر جھکاتے اور اورنگ حکومت کے سامنے تاج بہا نائی اتارتے تھے۔ ہستنا پوریت حکومت تھا وہیں پایہ تخت سلطنت تھا۔ شجاع اقبال سے زمانہ منور۔ آفتاب جلال کے سامنے خورشید انور بہمنزلہ شہر رکھا اتفاق کی بات ہے کہ کسی روز راجہ شانتو سیر و شکار کی تفریح سے دل بہلاتے گنگا کے کنارے پہنچے۔ ایک توپانی کمر کمر تک تھا۔ سوچے کہ کشتی کی کیا ضرورت یو میں اس پار سے اس پار ہو جائینگے۔ یہ خیال جیتے ہی گنگا جی میں اتر گئے اور دوسرے ساحل کی طرف رخ کر دیا۔ چلتے چلتے پچور بیچ میں پہنچے تو ایک لڑکا کھڑا ہوا نظر آیا۔ چہرہ ہمہ پر نور صورت بدر کمال کی تصویر۔ ہاتھ میں تیرے کہاں ہے کچھ عجیب آن بان کچھ زالی ہی شان ہے پانی دیکھا تو تھما ہوا تھا۔ اور ہی رنگ جما ہوا تھا۔ اس حیرت خیز نظارے سے راجہ گرداب حیرت میں پھنسا تھا کہ یکایک گنگا جی نمودار اور نور افروز پردہ انور ہوئی۔ راجہ نے نہ دیوہرت کو پہچانا نہ گنگا جی کو وہ دونوں کو دیکھ کر تصویر حیرت بن گیا اور مطلق خیال نہ گزرا کہ ایک دل کی مالک ہے۔ اور ایک کلمے کا ملکہ آخر گنگا جی نے خود مخاطب کر کے فرمایا کہ۔

راجہ صاحب یہ وہی آپ کا آٹھواں فرزند ہے جس کی وجہ سے آپ نے مجھ سے ترک تعلق کیا۔ یہ وہ آپ کا فخر خاندان ہے جس کے سامنے اندرجی نے بھی دھنش بان کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ صاحب طاقت

ہی نہیں صاحب لیاقت ہی نہیں۔ عالمان زمانہ میں فردو یگانہ راج دہرم
 میں یکتاے زمانہ ہوگا۔ برہم پست جی اور شکر جی سے تمام علوم پر عبور
 حاصل کیا ہے۔ شستر بدیا پر سرام جی نے سکھا کر استاد زمانہ بنادیا
 ہے۔ لیاقت و فراست دانائی میں آخ اس کا نظیہ و عدیل نہیں ہر علم و
 فن پر ہنر و کمال میں اس طرح کا کوئی فارغ التحصیل نہیں۔
 گنگا جی کی یہ باتیں سنکر جسے راجہ شانتنو کی آنکھیں کھل گئیں۔ گویا
 موتے سے جاگ اٹھا۔ دیکھا تو ایک دہی گنگا جی میں جن کے جوش
 عشق میں اس کا دل گرفتار دام محبت رہا تھا۔ اور پھر جن کے ناوک فرقت
 کی غلش سے اس وقت بھی کلیجے کی تڑپ بدستور قائم تھی۔ دوسرا وہ
 کلیجے کا ٹکڑا۔ جو سات آنکھ کے تاروں کے غروب ہو جانے پر اس
 نے آفتاب کی طرح ڈوبنے نہ دیا تھا۔ گنگا جی کو دیکھ کر ان کا کلیجہ ہاتھوں
 بڑھ گیا۔ دل کا آئندہ کیا تھا قابل بیان نہیں۔ خون کی محبت نے بے قابو
 کر دیا و وڑ کر راست جان دیو برت کو کلیجے سے لگا لیا اور مکان میں لے
 گئے۔ دیو برت بہرہ صفت موصوف تھے۔ لیاقت کلمہ پڑھتی تھی۔
 راجہ نے ولیمہ اور نگین تاج سلطنت بنا لیا۔ امور ملکی میں ان کی
 مشورت تیر بہدف ہوئی۔ عظیم الشان سلطنت کا ایک معقول جزو
 سایہ و امن دولت میں گزارا ہوا دیو برت عاقلان زمانہ میں فائق کا ملین
 لیاقت میں سب سے لائق تھے۔ رحم و کرم میں لا جواب رعیت پروری
 و عاجز نوازی میں انتخاب۔ طاقت و شجاعت میں آپ ہی اپنی نظیر
 اور حد درجے کے شور بہر تھے۔ اوراق آئندہ میں ان کے کدہائے
 نمایاں و اوصاف شایاں بہت کچھ جلی قلم اور آپ زر سے لکھے جانے
 کے مستحق ہونگے۔ اس لئے یہاں صرف اسی بات پر بخل سخن و کوثر قلمی
 سے کام لیا جاتا ہے۔ کہ یہ اور اوصاف کے علاوہ سعادت مند بھی ایسے
 تھے۔ کہ نہ گنھی ہوئے ہوگا شہر و ان ایسے سپوت سے بھی سبقت لے
 گئے۔ بچے سے جوان ہوئے جوان سے بڑھے ہوئے مگر صرف باپ کی

خاطر بیاہ نہ کرنا ٹھکانہ کیا۔ یہ کیا جیتے جی جانا ہی نہیں کہ عورت کیا چیز
 ہوتی ہے۔ عورت میں کیا سرخواب کا پر ہے۔ قدرت نے عورت کو
 مرد کے لئے کیوں پیدا کیا۔ مردوں کو عورت کی کس لئے ضرورت ہوتی
 ہے۔ ایک طرف تو راج کے سکھ دوسری طرف بھگوت بھجن نہ گرسست
 آشرم میں بال بھر خلل نہ ایشور کی ارادہ صافی خیالات وینوی کا دغل
 و عمل۔ مندرین میں وہ کام کرتے تھے جو دوسرے سے ممکن نہ تھا۔
 نفس امارہ کو زیر اور اندریوں پر دل کو سیر کر کے وہ تپ کیا ایسے ایسے
 برت کئے کہ دیوتاؤں کے جی چھوٹ گئے۔ مہا صانی عالم کے وضو
 ٹوٹ گئے۔

اتفاق کی بات۔ ایک روز راجہ شانتنو کو سیرو شکار کی ہوا سمائی تو
 سیدھے جمنہ کے کنارے پہنچے وہاں عام ہی اور تھا۔ وہ خوشبو پھیلی
 ہوئی۔ وہ مہک آ رہی تھی کہ دل پھڑک گیا۔ اُسی طرف سمندر عزم
 کو ایڑ دی۔ جدھر طلیہ عصار کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ جب ٹھکانے
 پہنچے تو حیرت میں رہ گئے۔ کہ میں ایک نور کی تصویر میں نافہ
 مشک نظر پڑی کیسی۔ راجہ کی جس پر نگاہ پڑی تھی وہی مسووری تھی
 جس کا ذکر اگلے صفحات میں آچکا ہے۔ یہ جمنہ کے کنارے
 پیرایہ حسن سے آراستہ و پیراستہ کھڑی کشتی پر جمال کلا ریابا ہی
 تھی۔ اور ملاح جس نے پالا پوسا تھا۔ پرورش پر داخت کی تھی۔ چند
 قدم کے فاصلے پر موج کر رہا تھا۔ راجہ نے جو میں وہ مرقع حسن دیکھا
 دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ بے ساختہ طبیعت آگئی۔ دل بے قابو ہوا۔ مچلی
 بندھ گئی۔ بوے غنبر بیز نے مشام جان معطر کرتے ہی جوش عشق
 کے لئے سونا اور سو گندھ کی کہاوت صادق کی۔ ملاح طرز نگاہ سے
 بھانپ گیا۔ قیافے سے تار گیا کہ رنگت اور ہے۔ دونوں ہاتھ جوڑے
 مونے سامنے آیا۔ قدموں پر سر جھکا دیا اور گزارش کی بہاراج کیا
 آگیا۔ کیا حکم۔ کیا ارشاد ہے۔

راجہ شانتنو۔ کچھ نہیں صرف ایک۔
 ملاح۔ آپ جان و مال کے مالک ہیں۔ حکم کے آگے سر کوئی چیز نہیں۔
 جان تک قدموں پر تصدق۔

راجہ شانتنو۔ اگر ایسی ہی راج بھگتی ہے تو اس زہرہ چرخ خوبی
 و مشتری رُخ محبوبی کو ہمیں سوئپ دو۔ کلیان کا کلیان اور احسان
 کا احسان۔

ملاح۔ مہاراج کہاں آپ راجوں مہاراجوں کے سر تاج۔ کہاں
 میں ملاح غریب و محتاج ٹھہریہ آپ کی عاجز نوازی تھی۔ کہ آپ نے
 میری چھو کری کو شاہنشاہی عظمت کی نظر سے دیکھا۔ تیسووری
 کے ذبے نصیب۔ میرے ابو بھاگ نگر میں خدمت میں گئے تاج
 نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی کہو لگا کہ میں ملی کا پیوند بھول اور خار سے
 نسبت کیا معنی۔ کہاں ذرہ کہاں خورشید کہاں ریزہ خاک کہاں
 ناسید میں اس تعلق کو جائز نہیں سمجھتا۔ یوں آپ مالک ہیں۔ ہر چہ
 رضائے مولے از ہمہ اولے۔ حکم حاکم مرگ مفاہات۔ مگر نہیں۔
 آپ کا سوال آپ کی شان کے خلاف ہے۔ راجہ شانتنو اس جواب
 پر خاموش ہو گئے۔ خاموش ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ چپ چاپ کھڑے
 رہے۔ لیکن محبت کی جو آگ دل میں بھڑک رہی تھی وہ دبانے
 سے نہ دلی بلکہ اور تیز ہوتی گئی۔ دن سے یارات صبح سے یا شام
 کسی وقت تیسووری کی صورت نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتی۔ آنکھ
 جھپکی اور وہ تصویر سامنے ہلک کھلی اور مرقع جمال آنکھوں کے آگے
 عشق کی رنگت اور ہوتی ہے۔ محبت کے ڈھنگ ہی ٹرالے ہیں۔
 راجہ نے لاکھ چھپا یا مگر بھانپنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔
 مار ڈالتے ہیں تاڑنے والے

دلوہرت رچیشم پتامہ، سمجھ گئے کہ ضرور کچھ وال میں کالاکالا
 ہے۔ یہ چہرے کی زردی۔ آنکھوں کی تری بے وجہ نہیں راجہ

شانم تو سے کہا۔

کہ پتاجی آخر معاملہ کیا ہے۔ مجھ سے تو فرمائیں۔ میرے ہوتے آپ فکر مند ہوں۔ مجھے طاقت برداشت نہیں۔ میری موجودگی میں آپ کو تکلیف ہوئی تو زندگی پر زون۔ حیات پر تین حوت۔ راجہ شانم تو۔ لخت بگر۔ نور نظر کیا کروں۔ مسودری پر طبیعت آگئی ہے۔ دل پر قابو نہیں۔ جب تک وہ رنواس کی زینت نہ بنے تب تک چین نہیں۔ اسی کوفت میں جان گھل رہی ہے اسی گپتی چوٹ سے دل بیقرار۔ ہتا ہے۔

دیو برت۔ بس اتنی سی بات۔ واہ میں تو سمجھتا تھا۔ کہ ایشور نہ کرے کوئی مہم عظیم ہے کوئی دور از اسکان بات ہے۔ لیجئے میں ابھی جاتا ہوں۔ اور سب ٹھیک ٹھاک کئے آتا ہوں۔ یہ کہکر دیو برت جی اٹھے چند مشیران با اخلاص و وزیران خاص کو ہمراہ لیا اور سیدھے طراح کے پاس پہنچے۔ تو ادھر ادھر کی باتوں کے بعد ذکر چھپڑا کہ کھیوٹ جی تمہارے بھاگ جاگ گئے۔ تمہاری دھنتر نیک اختر کا ستارہ بلند ہو گیا راجہ شانم تو کی اس پر نظر پڑی۔ بس تمہاری اقبال سندی اور اس کی میر بند ی میں کیا شک۔

طراح۔ آپ کا فرمانا تو درست۔ مگر غور تو فرمائیے۔ کہاں راجہ بھوج کہاں گنگو ایللی۔ راجہ شانم تو چکرورتی مہاراج ادھیراج۔ مسودری مجھذیل کی بیٹی۔ فرے کو آفتاب سے کیا نسبت۔ کہاں افلاک کہاں ٹھاک۔ دیو برت۔ ہم ایسے فقروں میں آنے والے نہیں یہ جیسے کسی اور کو سناؤ۔ اگر سیدھی آنکلیوں سے گھی نہ نکلیں گا تو تم پر وہی مثل صادق ہوگی کہ آنچہ داناکر کن۔ نادان

لیک بعد از خرابی بسیار

ہم کو وہ قوت حاصل ہے کہ تمہاری بساط ہی کیا۔ تم مال ہی کیا ہو۔ کوئی بڑا راجہ مہاراجہ بھی ہو تو اس کی ایک پیش نہ جائے۔ ہم وہی کر کے

چھوڑیں جو ہماری مرضی ہو۔ خیریت اسی میں سے کہ تسووری کو ہمارے
 حوالے کرو نہیں تو ہم اپنا زور خرچ کر کے دکھا بیٹھے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔
 پل مارتے تسووری راجہ شانتنو کے محل میں ہوگی۔ اور تم پر وہی کہاوت
 صادق ہوگی کہ

پانڈے دونوں دین سے گئے نہ حلوار ہانہ مانڈے

ملاح۔ آپ مالک میں آپ کو سب کچھ اختیار ہے۔ مگر اُن داتا میں
 تو حکم سے باہر نہیں۔ جو فرمائیے سر آنکھوں پر لیکن بیاہ شادی تو
 گھر دنا نہیں کہ ابھی بنا یا اور ابھی بگاڑ دیا۔ یہ نازک معاملات ہیں
 من مالی گھر جانی نہیں اگر حکم ہو تو کچھ عرض کروں +
 دیوبرت۔ نہیں نہیں جو کچھ کہنا ہو بے تکلف کہو میں ماننے کو
 تیار ہوں۔ بویا میں مروت کیسی +

ملاح۔ آپ کی مریا نہ نظر عنایت اور انصافانہ خیالات کا شکریہ
 مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے۔ کہ تسووری کے سرمایہ رعصمت کا
 کوئی شادی معاوضہ چاہیے۔ پس اس کے لئے میری خواہش
 ہے کہ اس کے بطن سے جو فرزند ہو وہی سر یہ سلطنت پر
 قدم رکھے۔ اگر یہ منظور ہے۔ تو فوراً علی نوز۔ ورنہ یہ ناچیز مجبور +

دیوبرت۔ بس اتنے ہی کے لئے یہ لیت و لعل یہ چنیں و
 چناں۔ ارے اس کا تو میں ذمہ دار ہوتا ہوں۔ یہ بات تو میرے
 ہاتھ کی ہے۔ جیتے جی اپنا بیاہ نہ کروں گا۔ بس چھٹی اسی پر فیصلہ
 رہا راجہ اس کی مجھے ہوس ہی نہیں۔ اس وقت بھی مجھے راجہ
 سے سروکار نہیں آئندہ بھی واسطہ نہ رہیگا۔ تمہاری بیٹی سے
 جو فرزند ہو وہی سلطنت کا مالک بس تو خوش ہوا ہے +

ملاح۔ اگر آپ یہ شرط کرتے ہیں۔ اور قول مارتے ہیں۔ تو لیجئے
 تسووری موجود ہے۔ آپ خوشی سے ساتھ لے جائیں۔ مجھے
 کچھ عذر نہیں +

اس گفتگو کے ختم ہوتے ہی جو جن گندھار عرف تسووری نے غسل کیا۔ موٹھویں سنگار نے قدرتی حسن و جمال کو اور بھی نور کے سانچے میں ڈھال دیا۔ ملبوس زر کا وز پور جو اہر نگار سے ایک نور کی تصویر میں چاند ستارے پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ملاج بھی دل کا بادشاہ تھا۔ حیثیت سے بڑھکر جھینر دیا اور دیو برت جو جن گندھار سے بولے آپ آج سے میری مائتا ہوئیں تشریف لے چلیے۔

جو جن گندھار دیو برت کے ساتھ ہوئیں۔ دونوں کی مسافت گھنٹوں میں طے ہوئی جو میں جو جن گندھار پر راجہ شانتنو کی نظر پڑی راجہ کے جسم میں گویا جان آگئی۔ دیو برت کے کارنامہ سعادت سے ایسے خوش ہوئے کہ محلے سے لگا لیا۔ اور دُعا دی کہ لخت جگر ہمیشہ شاد کام رہو۔ جب تک مرضی نہ ہو موت کا وار نہ چلے۔ جس وقت تک جاؤ زندگی قائم رہے۔ ملک الموت تمہاری نظر میں چلے۔ کوئی دُکھ تمہیں نہ ستا دے۔

دیو برت کو تو یہ دُعا دے دی جو نقش مقدر ہو گئی۔ اور پھر اپنی رغبت دلی و محبت قلبی سے جو جن گندھار کے ساتھ شادی کر کے زندگی کا آئندہ اٹھایا۔

ادھیائے ۳۰

تسووری کے لطف سے چترانگد اور پختہ بیرج کا ظہور اور ہیشتم پیامہ کے سایہ معاطفت میں دونوں کی فرما زوالی

شانتو کی شادی کا ذکر آچکا ہے۔ اسی کے سلسلے سے بیشم پائن جی
 فرماتے ہیں۔ کہ جس تسووری کا نام جو جن گندھا ہوا تھا وہ راجہ شانتو
 کے رنواس میں رانی ستوتی کے نام نامی سے مشہور زمانہ ہوئی ادھر
 حسن مصباح اور بڑے جسم کی مشک بیزی راجہ شانتو سے
 دل سے عاشق رہتا جان سے زیادہ پیار کرتا اور طرفین میں وہ محبت
 و اُلفت تھی۔ کہ بس ایک جان و دو قالب ہی معلوم ہوتے تھے۔
 ایشور کی دین۔ ستوتی د عزت جو جن گندھا ہوا کے لطن سے دو
 فرزند تولد ہوئے۔ ایک چتر انگد۔ دوسرا بچتر بیرج۔ ان دونوں کے
 دودھ کے دانت بھی نہ اکھڑے تھے۔ کہ راجہ شانتو راگرای عالم جاودانی
 ہوا دیو برت قول کا پابند۔ بات کا پورا تھا۔ اُس نے شرط و فائدہ ہی چتر انگد
 کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ اور خود عنان نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لی
 قریب و جوار کے سرکش راجے اس شیر بیشہ شجاعت کے سامنے
 بھیڑ بکری بن گئے۔ جنہوں نے سر اٹھایا منہ کی کھائی۔ چند ہی روز
 میں تمام راجگان عظیم الشان و فرمانروایاں جہاں مطیع و فرمانبردار
 ہو گئے۔ کسی کی ایک پیش نہ گئی ہوتے ہوئے چتر انگد جوان ہوا۔
 جوانی دیوانی مشہور ہی ہوتی ہے۔ دولت و حکومت کے لئے
 اندھا کر دیا۔ عادات و خصائل بگڑ گئے۔ جب دیکھے سیریا شل شکار
 سے لوشی سرور و مہار۔ اور تو اور دیوتاؤں کو بھی نظر حقارت سے
 دیکھتا۔ بزرگوں اور مہاتماؤں سے بھی نفرت کرتا۔
 ایک دن شکار کی سوچھی تو مٹی کر کشیتہ میں لے گئے۔ شکار
 کھیلے کھیلے گندھرب راج سے سامنا ہو گیا۔ مزاج عرش پر تھا۔
 غرور کے مارے زمین پر پاؤں نہ ٹکاتے تھے۔ آخر باہم چل پڑی۔
 دو طرفہ تیر و ترکش بندھ گئے۔ میدان کارزار گرم ہوا۔ آخر گندھرب
 راج کی فتح ہوئی۔ چتر انگد کھیتہ رہا۔ اور اہل خاندان کو داغ و فرقت
 دے کر غرور و خود رانی کا خمیازہ کھینچا۔

دیوہرت نے جب سنا تو صدمہ ہوا مگر مجبورہ آخر رسوم ماتم سے
 فراغت حاصل کر کے پچتر بیرج کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور خود جان
 دل سے محافظ حکومت رہا۔
 پچتر بیرج دانا و فہیم اور دور اندیش و سلیم تھا۔ جو بھیشم پتا مہ کہتے
 تھے۔ اسی پر عمل کرتا۔ بغیر مرضی تنکا نہ ہلاتا۔ چنانچہ اس کی حکومت
 چمکی اور سلطنت کا باغ ہر انجھرا ہوا۔

ادھیائے ۳۱

کاشی کی راجکماریوں کے ساتھ پچتر بیرج
 کی شادی اور وفات حسرت آیات

راجہ پچتر بیرج جب سن شعور کو پہنچا تو بھیشم پتا مہ جی کو شادی
 کی فکر ہوئی۔ اتفاق سے انہیں دونوں کاشی زیش کی تین مہ جمال و
 خورشید تیشال لڑکیوں کا سو مہر تھا۔ بھیشم پتا مہ سن گن پاتے ہی
 کی طرح وہاں پہنچے سو مہر میں ہر طرف راجہ ہی راجہ نظر آتے تھے ایک
 سے ایک شور بیر ایک سے ایک صاحب تقدیر مگر بھیشم پتا مہ پہنچے تو
 ہر ایک نے اُن کے لئے آنکھیں بچھا دیں سر آنکھوں پر بٹھایا۔ بہت غاظر
 تو اُن سے بڑی آؤ بھگت کی۔

جس وقت سو مہر کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ راجہ کاشی کی تینوں راجکماریاں
 جو اہرات میں غرق زرق برق پوشا کہیں پہننے رونق افروز ہوئیں اور راجہ
 ممدوح کی طرف سے سو مہر کے اصول گوشت گزار کئے گئے تاکہ شرکے
 سنبھل پابند رہیں۔

یہ سنگر بھیشم پتہ مہی کڑ کے اور فرمایا کہ کاشی زرش و رونق افروز
آن محفل شادی کی آٹھ قسمیں ہیں۔ اور ہر ایک کے مختلف اصول:

آٹھ قسم کی شادیوں کی تشریح

(۱) برہم بواہ۔ افضل ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ دختر کو لباس و زیور
سے آراستہ و پیراستہ کر کے ہاتھ میں پانی لیکر کنیاں دان کر دیا جائے۔
(۲) آرش بواہ۔ یہ افضل تو نہیں مگر متوسط درجے کا ہے۔ اس کا
قاعدہ یہ ہے کہ دو گائیں لڑکی کے خاوند سے حاصل کر کے عقد کر دے۔
(۳) آسہ بواہ۔ یہ ناقص ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ دولت
دے کر یا عزیز و اقارب کو طمع میں پھانس کر یا نقد و جنس کے عوض
میں کسی کی لڑکی سے شادی کی جائے۔

(۴) راکشس بواہ۔ بہت خراب ہے۔ اس کا اصل اصول یہ
ہے کہ زبردستی اور جبر ظلم سے لڑکی کے بزرگان خاندان کو مجبور و
معذور کر کے لڑکی کی خلاف مرضی شادی کر لی جائے۔
(۵) گندھرب بواہ۔ یعنی ادھر مرد عورت پر فریفتہ ہو ادھر وہی
عورت اُسی مرد پر شیفتہ اور وہ دونوں رضا مندی اور جوش محبت سے
شادی کر لیں۔ یہ بواہ بھی افضل مانا گیا ہے۔

(۶) دیو بواہ۔ یہ اعلیٰ درجے کا بواہ ہے۔ اسی کے اصول پر سومبر
کی کاروائی ہوتی ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ یکہ کیا جائے۔
جس میں لڑائی آراستہ و پیراستہ ہو کر جس کو پسند کرے۔ اس کے ساتھ
منسوب ہو۔

(۷) پر جاپت بواہ۔ یہ بھی افضل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ
لائق و فائق لڑکا یا کوئی نوجوان تلاش کر کے حسب حیثیت جہیز
دے کر کنیاں دان کیا جائے۔

(۸) پشای بواہ۔ یہ حد درجہ کا ناقص اور راخل گناہ ہے اس کا

قاعدہ یہ ہے کہ کوئی لڑکی خواب غفلت میں سوتی یا کسی قسم کے نشے میں بیہوش و حواس باختہ ہو اس کو موقع پا کر اڑا لے جانا اور ایسے عالم غفلت و بیہوشی میں اس کو زینت آغوش کرنا۔

بھیشم پتاماہ کی غرض اور تھی جوش طاقت و زعم بہادری قابو میں نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان آٹھ قسم کی شادیوں میں گورا چھس بواہ ممنوع ہے۔ مگر نہیں راجاؤں اور ممالک کے فرمانرواؤں کے لئے ایسا بواہ تازیانہ نہیں وجہ یہ کہ سوسر میں بہادری و شجاعت کا اظہار ضروری ہے۔ پس لازم ہے کہ جس کو اپنے تیر و تفنگ تیغ و خدنگ پر ناز ہو۔ جو قوت آزمائی میں ممتاز ہو وہ بازی جیت سکتا ہے چنانچہ لیجے میں تو اپنا دم داعیہ دکھاتا ہوں۔ جس کے منہ میں دانت ہوں۔ سامنے آئے یا میری مونچھیں پیچی کرے یا اپنی آنکھ۔ بہر حال

لیجے میں تو رخصت ہ

یہ کہہ کر بھیشم پتاماہ نے راجہ کاشی کی تینوں لڑکیوں کو سوار کر کے رتھ مانکا تو یہ جاوہ جا۔ راجے پشیمانی کے ساتھ ہی سخت غضبناک ہوئے۔ غیرت نے عرق عرق کر دیا۔ خون کے گھوٹ پی کر دانت پیس پیس کر رہ گئے۔ اکیلے سب کا پتہ پانی پانی ہوتا تھا تاب مقابلہ و مجاہدہ نہ تھی۔ آخر سب نے گھٹوت کی سب ٹیک دل ہو کر دوڑ پڑنے اور بہادریوں کے ٹڈی دل نے رتھ کو چھبایا بھیشم پتاماہ چاروں طرف سے گھر گئے۔ اور ہر جانب سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ بھیشم پتاماہ کو دست قدرت حاصل تھا۔ نہ بہادران صف شکن کی پروا کی نہ تیروں کے مینے سے دل اوجھتا ہوا انہوں نے کان کھل چڑھایا تو کش سے تیر نکال کر چٹکی کے وہ جو بہر دکھائے کہ جدھر وار ہوا پرے کے پرے خالی صف کی صف میں سناٹا ہونے لگا میدان صاف ہو گیا۔ سب راجے دم دبائے سر پر پاؤں رکھ کر دیکھا اور تین تیرہ ہوئے کسی کا دم نہ نکلا۔ ساری مہیکڑی گروشی کر گئی

ہو گئی اور سچے دل سے بھیشم پتا مہ کا لوہا مانا۔ شجاعت کو سہرا بنے لگے۔
 بہادری کے قائل ہوئے۔ جب حملہ آوروں سے چھٹی پائی پالا ہاتھ رکھ لیا
 تو بھیشم جی فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتے ظفر مندی کا پھریرا اڑاتے تینوں
 راجکار یوں کوئے ہوئے گھر کی طرف بے پڑے کچھ دور ہی چلے تھے کہ
 راجہ شالو نے آکر رتھ ٹھہر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی اور راتے بھی آہٹے اور
 گھسان کی لڑائی شروع ہوئی ادھر بھیشم پتا مہ تن تنہا بیک اپنی دود
 گوش ادھر فوج کثیر التعداد تیروں کا دو ٹکڑا برس گیا۔ بھیشم پتا مہ جس
 وقت گرائے شیر کی طرح گر جتے ہوئے دل میں گھسے تو ایک ایک تیر سے
 صفیں کی صفیں صاف۔ دستے کے دستے ندارد۔ پہلی ہی جھپٹ میں نہ
 راجہ شالو کا رتھ بان رہا نہ رتھ کے گھوڑے۔ فوج جان چھوڑ کر بھاگی
 راجہ کو بھیشم پتا مہ نے چیر غٹو کیا۔ اب تو راجہ شالو کی آنکھیں کھلیں جان
 کے خوف سے قدم پکڑ لئے اور رتھ کو راجہ کی امان چاہی۔
 بھیشم جی کو ترس آیا سوچے کہ

دو غولڈے ست کہ در انتقام نیست

از خرواں خطا واد بزرگاں عطا

بس معافی دی جان بخشی کی اور کہا کہ بس ٹھنڈے ٹھنڈے گھر
 چلے جاؤ۔ راجہ شالو ادھر جان لئے انہیں پیروں گھر لوٹا اور جتے اور
 راجے تھے وہ اس سے پہلے ہی کاغذ دیائے ہوئے کھسک گئے۔
 بھیشم پتا مہ سیدھے گھر پہنچے۔ ماما ستوتی سے عرض کی کہ یہ سوغات
 لائے ہیں قبول فرمائے میں ان راجکار یوں کو اس عرض سے لایا
 ہوں کہ بچتر بیرج کے ساتھ بیاہ دوں۔

ستوتی بولی۔ دھن ہو بھیشم۔ تمہاری قوت و طاقت دیکھ کر ہاتھ بھر کا
 کلیجہ ہو گیا۔ تم شوق سے بچتر بیرج کی شادی کرو۔ مالک مختار ہو۔

یہ سنکر راجہ کاشی کی دختر کلاں "انبا" بولی کہ بھیشم جی۔ اس وقت
 میں آپ کے اختیار میں ہوں۔ رتی بھر بس نہیں۔ مگر آپ دھرماتا ہیں۔

اس لئے اتنی گزارش کی معافی مانگتی ہوں کہ میری شادی راجہ شالو سے قرار پا چکی ہے۔ دل بھی راجہ شالو کو دے چکی ہوں۔ پتاجی کا بھی یہی پرہ ہے۔ اب تقدیر آپ کے ساتھ عاطفت میں لے آئی۔ پر بس بندھ گئی ہوں۔ لیکن آپ کے عدل و انصاف و حریم و کرم کا آسرا لے کر صرف یہ چاہتی ہوں آپ کی نیت خیر جس امر کو گوارا یا منظور فرمائے اُس سے غم نہ اٹھائیں۔ محکم حکم مرگ مغایات !

بھیشم کے دل پر ان باتوں کا اثر ہوا انہوں نے اُسی وقت برہمن ہلے اور سلاح مشورہ کے بعد اپنا کی شادی راجہ شالو سے کر کے دو لوگوں کو گردیدہ احسان و مہنون منت لے پایا کیا اور راجہ کاشی کے یہاں بڑی شان و شوکت کے ساتھ روانہ کر کے دھرم اور نیت کے ڈنکے بجائے۔ اب رنگیں انبالکا اور انبالکا ان کو شاستر کے احکام کی پابندی کے ساتھ خشک کر کے بچتر بیرج کے رٹواس کی زینت بنایا۔ اور یہ چندے آنتاب چندے نامتاب اور بچتر بیرج خوش رویان زمانہ میں انتخاب۔ یہ آن کو دیکھ کر جیتا وہ آنکھوں سے اس کے تلوے سہلاتیں کچھ عرصے تک بڑے عیش و عشرت سے بسر ہوئی رات دن جشن ضعیف و شام مشغلہ شادمانی مگر افسوس کہ بچتر بیرج کی عمر نے وفات کی۔ اس نے عالم جوانی میں داروغہ جہانی دیا انبالکا اور انبالپر جو گزری وہ ایشور کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ اور سہاگ کا غم۔ اور لاو لدی کا افسوس حالت سخت دردناک تھی۔ بھیشم پتاماہ کو سخت صدمہ ہوا۔ رانی ستوتی کے رنج کی حد نہ تھی۔ سب سے زیادہ غم یہ کہ کوئی وارث سخت و تاج نہیں۔ اسی کو فت میں سب کی زندگی تمام رہی اور یہ فکر رہی کہ سخت سلطنت کی زینت و زیبائش کے لئے کون تدبیر کی جائے ؟

ادھیائے ۳۲

رانی ستوتی کو بچتر بیرج مرحوم کی لاولدی کا غم بیاس
جی کی طلبی۔ دھر تر اشٹ۔ پانڈواور بدر کی پیدائش

جب بچتر بیرج کا پیچھا ہوا رانی ستوتی مددہ ماتم سے سخت بیقرار
ہوئی۔ یا تو وہ سامان راحت یا یہ آئینہ ماتم۔ آخر ایک دن بھیشم تانہ کو
یاد کیا تخلیہ کی باتیں ہوئیں ستوتی نے کہا۔ بھیشم جی غم دھرم کے رگ
وریشہ سے واقف ہو۔ راج نیت کی ایک ایک گنہ تمہیں معلوم ہے
تمہیں سمجھانا سورج کے آگے شمع جلدانا ہے۔ میری خواہش ہے کہ
بس تم تخت حکومت پر جلوس کرو سر پر سلطنت کا خالی رہنا ناموزوں ہے
بھیشم۔ ماما آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر کیا کروں طبیعت کو اورنگ
آرائی کا مذاق نہیں۔ اگر میں سلطنت کے پھندے میں پھنسا تو بھگوت
بھجن اور ایشور بھگتی سے ہاتھ دھونا پڑے گا میری یہ عمر بھر کی کسائی
ہے۔ اس کو میں تاج سلطنت کے لالچ میں کھو نہیں سکتا۔ آپ
مجھے معاف رکھیں لالچ کے ساتھ ایشور سے لو لگانا کارے دارو
چنے کا چبانا اور شہنائی کا بجانا کبھی ممکن نہیں۔ میں غم نداری برہجز
کو ناسند کرتا ہوں۔

ستوتی۔ اگر راج سے نفرت تاج سے متفر ہے تو آخر سلطنت آرائی
کی کوئی تدبیر خاندان کے بقاے نام کی کوئی صورت۔ اور کچھ نہیں
مانتے تو پھر بچتر بیرج کی رانیوں کو فرزند عطا کرو۔ کسی طرح نام اور کام تو
چلے۔

بھیشم پتاما۔ رکاوٹوں پر ہاتھ رکھ کر اچھی چھی۔ یہ ادھرم۔ مجھ سے ایسی باتوں کی امید میں ایسے ارشاد کی تعمیل سے قطعی معذور ہوں۔ ہاں بیاس جی سے کہئے تو عجب نہیں کہ نقش مراد کرسی نشین ہو وہ غالباً شجرہ خاندان کو پھر بار آور کر دینگے۔ آپ کو معلوم ہو گا۔ جب سری پریرام جی نے ۲۱ دفعہ کے قتل عام سے چھترہویں کو تیخ و بنیاد سے نیست و نابود کر دیا تھا۔ شب رشیوں اور کا کا طبعی کی بدولت مے سر سے چھتری قوم کا سلسلہ چلا تھا۔ اسی نظیر پریری بیاس جی کی توجہ سے یہ خزاں رسیدہ درخت بھی سر ابھرا ہو سکتا ہے۔

رانی ستوتی کو یہ بات پسند آئی اور بھیشم پتاما کے پر ن اور پر نگیم کو سچے دل سے سراہا۔ پھر بیاس جی کو صدق عقیدت سے یاد کیا۔ وہ گویا وہیں موجود تھے پلک جھپکنے کی بھی دیر نہ ہوئی۔

بیاس جی نے آتے ہی ماتا کے قدموں پر سر جھکا دیا اور ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ کیا حکم کیا ارشاد ہے۔ کیوں یاد ہوئی۔

رانی ستوتی نے سارا کچا چٹھا کہہ سنایا اور پھر جو خواہش تھی بیان کی بیاس جی گویا ہوئے کہ ماتا جی آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر دم مارنے کی طاقت نہیں۔ بہت خوب لیتے تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہوں۔ آپ پچترہویں کی رانیوں (انباک) و انباک سے فرماویں کہ ایک سال نہایت پاکیزگی و احتیاط سے برت کریں۔ جس کی برکت سے غالب عنصری پاک و صاف ہو جائے اور پھر صورت مطلب براری ہو۔

ستوتی۔ بیاس جی گھڑی میں گھر چلے اڑھائی گھڑی بھدرا۔ تازیاق از عراق آورده شود مارگزیدہ مردہ شود۔ راج سونا پڑا ہے بھیشم پتاما جی بار سلطنت تو سر پر لئے ہیں۔ مگر عبادت و ریاضت سے ایسی اہم خدمات کی فرصت کہاں۔ پس اتنے دنوں کیسے بسر ہو۔ اس قدر انتظار اختیاری بات کے لئے اور پھر تمہارے ہوتے۔

بیاس جی۔ تو پھر ماتا جی ایک دوسری بھی تدبیر ہے۔ رانیوں سے کہو

خوب سنگار کریں۔ پیرایہ عروسی سے آراستہ ہوں۔ جب نور کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ تو میرے سامنے آئیں۔ میرا یہ خیال رکھیں کہ نہ شرمائیں نہ جھجکیں۔ دل بخون رکھیں۔ فکر و ترود کا خیال بھی نہ ہو مجھے رشی جانکر نفرت نہ کریں۔ اس طرح سے مراد حاصل ہو سکتی ہے۔ کامیابی مدعا میں شک نہیں۔

رانی نے اپنی بہوؤں یعنی بچتر بیرج کی رانیوں سے تذکرہ کیا انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھکے کہ ماتا بنی معات کیجئے ہم باز آئیں۔ رانی ستوتی نے سمجھایا سمجھایا تو انہوں نے کہا خیر بہتر۔ جو مرضی۔ آخر راضی برضا ہو کر دونوں رانیوں نے سنگار کیا ہر ہفت عروسی سے تصویر نور نظر آنے لگیں۔ اور وہ حسن چھوٹ نکلا کہ آفتاب و ماہتاب ان چاند کے ٹکڑوں سے شرمائے۔

سب سے پہلے انکا دیاس جی کے سامنے آئی رات کا وقت تھا دیکھتی کیا ہے۔ کہ عجیب و غریب صورت پیش نظر ہے۔ سر پر لمبی لمبی جٹائیں۔ مونچھیں بھوری بھوری۔ بدن سرخ سرخ جسم بھر پر جھبھوت مانتے پر کہور۔ جو ایسی صورت شکل ایسے چہرے مہرے ایسی وضع قطع پر نظر پڑی انکا جھجکی اور ایسی سہتی کہ آنکھیں کھلیں نہ رہ سکیں بند ہوئیں۔ جب انکا آنکھیں بند کئے۔ دیاس جی کے سامنے سے گزر گئی تو رانی ستوتی نے پوچھا کہ کہئے میری مراد پوری۔ انکا کے بیٹا ہو تو کیسا؟

دیاس جی۔ جی ہاں سب کام سدھ۔ آپ کا پوتا بڑا بہادر صاحب طاقت اور عقلمند ہوگا۔ لیکن آنکھوں سے محروم بینائی نہ ملے گی۔ ستوتی۔ یہ کیوں۔ وجہ؟

دیاس جی۔ جب انکا سامنے سے گزری مجھ کو دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ آنکھوں کا بند کرنا بیٹے کی بینائی کا دشمن ہو گیا۔ ستوتی۔ یہ تو بیدھ ہوئی۔ اندھے کو کورونہ میں راج ملی نہیں

سکتا۔ مگر خیر مضائقہ نہیں ابھی امید باقی ہے۔ یہ کہہ کر وہ انبالکا کے پاس گئی سر سے پاؤں تک نور کے سانچے میں ڈھالا اور سمجھا سمجھا کر بیاس جی کے سامنے روانہ کیا۔ نو عمر تھی۔ راجوں رانیوں کے مشابہتہ و امیرانہ شکل و صورت۔ پوشاک و لباس کے سوا اور کچھ دیکھا ہی نہ تھا۔ جو میں و بیاس جی پر نظر پڑی چہرے کے ساتھ ہی سارا بدن زرد پڑ گیا ایک تو سونے سے بلی تھی۔ دوسرے غیرت کے مارے ہوئی کے سے رنگ میں رنگ نشئی۔

جب انبالکا چلی گئی تو ستوتی نے بیاس جی سے پوچھا کہ کہیئے انبالکا کی گود میں کیسا بیٹا کھیلے دیکھو گی؟

بیاس جی۔ وہ لڑکا پیدا ہو گا۔ جس کی شجاعت و طاقت ضرب المثل ہو گی۔ لیکن انبالکا مجھ کو دیکھ کر زرد پڑ گئی۔ شرم اور حیا اور جھجک سے دل مٹی کی طرح بدن پیلا ہو گیا۔ اس لئے بیٹے کا رنگ زرد اور نام بھی پنڈو ہو گا۔

رانی ستوتی کو یہ سننے سے دل ہی دل میں ملال تھا کہ انبالکا بڑی بہو اندھے بیٹے کی ماں ہو گی۔ اس لئے وہ اُس کے پاس گئی۔ اور کہا بھوجی ایک مرتبہ اور بیاس جی کے سامنے جاؤ۔ وہاں سے اٹھ کر و بیاس جی کو بھی راضی کیا۔ انبالکا رانی ستوتی کے منہ پر کچھ نہ کہہ سکی تسلیم تم کرنا پڑا تھا۔ مگر ایک دفعہ رشی جی کی وضع قطع صورت شکل دیکھ کر سہم چکی تھی۔ وہ چال کھیل گئی۔ اس نے ایک خواص خاص کو سولھوں سنگار سے آراستہ کر کے بیاس جی کی خدمت میں بھیج دیا۔ خواص خواص ہی تھی۔ لونڈیوں میں رانیوں کے خواص کہاں وہ بے تکلفانہ بیاس جی کے حضور میں آئی نہ شرم و حیا اٹھلائی مسکراتی سامنے کھڑی ہو گئی۔

بیاس جی نے کہا۔ مجھ سے یہ حکمہ۔ میرے سامنے بہر و پ۔ بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من اندازِ قدرت رامے شناسم

کہاں کاشی کی راجکاری کہاں تو اُس کی ایک خواص۔ مگر دغاے
کالین خالی از اثر نیست؛

خورشید داخل بُرج حمل ہو گیا گوہر زینت و ریح حمل۔ وہ فرزند
پیدا ہو گا۔ جو کلیجے کو سکبہ دے گا۔ علوم میں کامل۔ نقش فضل کا عالِ گیان
دھیان میں فرد زمانہ ایشور بھگتی میں یگانہ۔ دھرم میں مشہور عالم
ہو گا۔ اور پُر نام؛

یہ کہتے ہی بیاس جی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ ایک کوندھا
تھا۔ جو پلک جھپکنے ہی نظر سے اوٹ ہو گیا۔ اور راجہ بھیر براج مرحوم
کے روناس میں آوازہ مبارک و سلامت سے خاص چہل پہل شروع
ہوئی؛

انبکارانی کے بطن سے راجہ دھرتراشٹ کی ولادت ہوئی جن کی شکل و
سورت پر نور ہی نور برستا تھا دس ہاتھوں کا جسم میں زور۔ مگر آنکھیں کور
نفل گھٹی میں پڑی تھی۔ اقبال سندی ہاتھ باندھے سامنے کھڑی تھی؛

انبکارانی نے بھی ٹھمر او پایا پیٹھ و نئے جلوہ دکھایا۔ حسن و جمال
میں بمثال علوم و فنون میں صاحب کمال۔ طاقت میں لاثانی شجاعت
میں صنم پیشہ جہا نبانی۔ کل اوصاف میں فرد نگر رنگ بدن زرد؛

انبکا کی خواص بھی دولتِ اولاد سے مالا مال ہوئی بدرجی کی ولادت
سے نہال ہوئی۔ پدر کا نام بشن کی بھگتی میں مشہور عام ہے دھرم کی
واقفیت میں نام ہے۔ ماضی و حال رکھوت اور برتھان، سے خبر تھی۔
کیفیت مستقبل رکھوشت، پیش نظر تھی قصہ کوتاہ یہ بیوں فرزند
دیوتاؤں کی طرح تجسوی اور ایسے پر تابی ہوئے کہ حالات طشت از بام
میں سواخ عہد شہرہ عام ہیں؛

ادھیائے ۳۳

پچتر بیرج کے رنواس میں دھرتراشت

پنڈو۔ پدر کی ولادت۔ جشن۔ شادیاں

بیشم پائیں جی فرماتے ہیں۔ کہ جب پچتر بیرج کی رانیوں کے بطن سے دھرتراشت پنڈو اور پدر کا ظہور ہوا۔ بیشم پتاماہ جاتے میں پھولے نہ سمائے قبا کے بند ترک گئے بڑے دھوم دھام سے جشن ولادت کیا۔ مستنا پور بند نوازوں سے باغ ہمیشہ بہار اور گلزار بیچارہ ہو رہا تھا۔ دھجائیں خوشی کا پھر پراٹا پتا کا ہیں عیش و عشرت کا جھنڈا کاڑے ہوئے تھیں۔ گلی گلی کوچہ کوچہ میں کیوڑے گلاب کے چھڑکاؤ سے خوشبو ہی تو شبوبسی تھی۔ ذرے ذرے سے عطر کی لپٹیں آتی تھیں۔ برہمن دکشنا سے مالامال ہو گئے رشی نذرانوں سے خوشحال۔ ہر طرف لہجہ برس گیا۔ ہر ایک کے سامنے منوں کا ڈھیر تھا روپے انگڑی ہو رہے تھے۔ زر و جواہر کنکری سے زیادہ نہ سمجھے جاتے تھے۔ مال و دولت لٹنے کا یہ حال تھا۔ کہ بس برسات کے ڈونکڑے کی سی کیفیت تھی آندھی کا سا جھونکا چل رہا تھا لاکھوں گائیں دان ہو گئیں۔ ہزاروں جاگیریں بٹ گئیں۔ برہم بھوج ہوئے۔ ناز رنگ سے نہ دن کو فرصت تھی نہ رات کو۔ محفلیں راجہ اندر کا پرستان ہو رہی تھیں۔ ہر وقت شادیاںوں سے کان بھرے رہتے تھے۔ بیشم پتاماہ نے بڑی محبت سے پالاجان کی طرح حفاظت کی جب پڑھنے کے لائق ہوئے تو بڑے بڑے ودوان پنڈتوں کے سپرد کیا

سب ہو نہا رہے تھے۔ ذہن رسا تھا۔ فینق تعلیم سے ویدوں شاستروں میں کامل عبور ہو گیا۔

راجہ دھرتراشٹ خود بصورتی میں فرو طاقت و توانائی میں بے نظیر ہوئے۔ راجہ پنڈو کی تیر اندازی مشہور زمانہ ہوئی۔ بدرجہ دھرم شاستر میں اہل زمانہ سے سبقت لے گئے۔

راجہ دھرتراشٹ پیدائشی نابینا تھے۔ اس لئے راج گدی سے محروم رہے۔ اس کی شادی گندھار (قندھار) کے فرماندار راجہ سوبل کی راجہ ماری گاندھاری کے ساتھ ہوئی جسے بیاس کی زبان مبارک سے تنو بیٹوں کا بروان ملا۔

راجہ پنڈو جد و کل کے سرتاج بسدیو جی کی بہن یعنی راجہ سور سین کی راجہ ماری کے ساتھ منسوب ہوئے۔ راجہ ماری کا اصلی نام پرکھاکھا۔ مگر شادی کے بعد مہارانی کنتی کے نام سے مشہور ہوئی۔ پرکھا یعنی مہارانی کنتی نے دربار سارشی کی ایسی خدمت کی تھی کہ انہوں نے خوش ہو کر اپنی طاقت غیبی سے وہ منتر سکھا دیا جس سے دیوتا بس میں رہیں۔ اس دیو بستی کرن منتر کی وہ طاقت تھی کہ جب ضرورت ہو جس دیوتا کو چاہے بلا لے اور جو خواہش ہو پوری کرالے۔ مہارانی کنتی کا حسن عالم فریب بکتا ہے۔ روزگار تھا۔ چاند سورج تلگوں میں منہ دیکھتے تھے۔ ایشی چوٹی پر قربان ہوتی تھیں۔ یہ مہارانی دنیا کی بیخ کنیاؤں میں ایک اور شہرت میں آپ اپنی نظیر ہے۔ ان منتخب زمانہ بیخ کنیاؤں کے نام نامی یہ ہیں۔ رام، مندووری، لکھن کے فرمانداراون کی پٹ رانی رام تارا سکریو کے برادر بزرگ راجہ ہالی کی راج رانی رہا، المیا، گوتم رشی کی زوجہ جس کا جسم گوتم جی کے سراپ سے پتھر ہو گیا تھا۔ اور جو سر پراچندر جی کے خاک قدم کی برکت سے ترگی رہا، مہارانی کنتی عرف پرکھا موصوف الصدف سسری بسدیو جی کی بہن راجہ سور سین کی بیٹی سرکیرشن کی بوا راجہ پنڈو کی خاص محل رہا، مہارانی درویدی۔ راجہ جندھشٹر

بھیم - ارجن - لکل - سہدیو کی رانی +

ادھیائے ۳۴ کرن کی پیدائش

بشم پائے کہتے ہیں کہ مہاراج جنمے اس کرن کی ولادت کا حال بھی سن آئیے۔ جسکی سخاوت و شجاعت کے ڈنکے بچ چکے ہیں +
جس وقت دربار سارشی کنتی کو دیولبسی کرن منتر سکھا کر چلے گئے۔ کنتی نے سوچا کہ نہ جانے منتر صحیح ہو یا غلط ذرا آزمائش تو کر لوں اس نے اسی خیال سے اشنان کیا۔ عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنی۔ ۱۲۔ ابھوشن اور ۱۶ سنگار حسن جوانی کو اور بھی لے اڑے یہ ایک پاک جگہ پر بیٹھ گئی منتر زبان پر رکھا اور دل میں سورج بھگوان دیوتا روپ ہو کر سامنے اکھڑے ہوئے دکھایا ذرا ہی دیر میں سورج بھگوان دیوتا روپ ہو کر سامنے اکھڑے ہوئے اور بولے کیوں کیوں کیا خواہش کیا ہوس ہے۔ ابھی پوری ہو جائے +
کنتی رڈنڈوت کر کے، مہاراج تکلیف دہی معان۔ کوئی خواہش یا آرزو نہیں صرف یہ دیکھنا تھا کہ منتر میں کچھ تاثیر بھی ہے۔ یا خالی غولی مگر ہی +
سورج نارائن۔ ہم آئیں اور بے کچھ کئے جائیں۔ نا ممکن ہا بکل محال ہماری نظر تم پر پڑ چکی۔ جمال و فریب کا جادو چل چکا۔ ایک بیٹا مبارک اور بیٹا بھی وہ جس کی طاقت جس کی شجاعت جس کی سخاوت ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گی +

کنتی۔ آپ کی نظر رحمت کا شکر یہ مگر مہاراج۔ میں ابھی کنواری ہی بارے ماں باپ حاملہ دیکھنے تو کیا خیال کریں گے میں منہ دکھانے کے لائق کیسے رہو گی سورج نارائن۔ تم بے فکر رہو کوئی اندیشہ نہ کرو۔ ممکن نہیں کہ حل کی کسی

کو خبر بھی ہو یا غیب عصمت کو ہوا بھی لگی ہوئی معلوم ہو۔ دامن عصمت
 بے داغ رہے تب بات سورج نارائن یوں تسکین دے کر نظر سے غائب
 ہو گئے۔ یہاں سیدامعینہ پر کرن نے پیکر غنصری کا جلوہ دکھایا۔ چہرہ
 چاند کا منکڑا جس میں سورج کی سی چمک۔ جسم پر کوئج یعنی سورج کا بچشا
 ہوا ملبوس۔ کانوں میں جواہرات سے جڑے ہوئے کنڈل
 ہاتھ پاؤں سڈول۔ عضو عضو سے بہاوری نمایاں رگ رگ سے جلال
 عیاں۔ کنتی کو خوشی تو ہوئی۔ مگر چار آنکھوں کی شرم و لحاظ نے آتما کی
 آنچ پر پانی ڈال دیا۔ اس نے کرن کو ایک صندوق میں مقفل کیا راتوں
 رات ندی کے کنارے پہنچی صندوق پر دریا میں چھوڑ کر کلیجے کے ٹکڑے
 کو ایشور کے حوالے کر کے لوٹ آئی۔ کسی کو کان کان خبر نہ ہونے پائی کہ کیا
 ہوا کیسا معاملہ گزرا۔ کنتی کرن کو دریا میں تو بہا آئی مگر دل میں روتی تھی۔ کہ
 ہائے ایسا چاند کا منکڑا ایسا کلیجے کا منکڑا نظر اور جگر سے جدا ہو گیا۔ گنگا
 جی کا بہاؤ مستنا پور کی طرف تھا۔ صندوق پانی کی رو بہتا ہوا استنا پور
 میں ایک جگہ رگ گیا۔ راجہ دھرتراشت کا رتھ بان سوت اس وقت گنگا
 جی میں اشنان کر رہا تھا۔ اُس کی عورت بھی پانی میں موجیں اڑا رہی تھی۔
 سوت نے دفعۃً صندوق آتے دیکھا وہ لپکا اسے باہر نکال قفل توڑا
 تو آنکھیں کھل گئیں دیکھا کہ ایک سورج کی تصویر آنکھوں میں چمکا چوندا
 کر رہی ہے۔ حلیہ بجنسہ وہی تھا۔ جو پیدائش کے وقت حوالہ قلم ہو چکا
 سوت لا ولد تھا۔ مدت سے اولاد کی فکر جان لیتی تھی۔ کرن کو دیکھ کر
 ہاتھ بھر کا کلیجہ ہو گیا۔ خوشی کی حد نہ تھی۔ بیوی سے کہا۔ لے سری گنگا
 مائی نے ہمیں تنہا بیٹا عطا کیا۔ ذرا صورت دیکھو۔ کیسی تیجسوی اور
 موہنی ہے۔ بھلا کسی آدمی کے کوئی اس صورت شکل کا بیٹا ہو سکتا ہے
 ضرور یہ کسی دیوتا کی آنکھ کا تارا اور کلیجے کا منکڑا ہے۔
 عورت نے کرن کو گود میں لے لیا۔ کلیجے سے لگا لیا۔ پیار کیا جب نہانے
 دھونے سے فراغت پائی تو دونوں جو روحاوند گھر آئے۔ گنگا جی کے بچے

ہوئے آنکھ کے تارے کو بڑی محبت سے پالنا شروع کیا۔
 اب کرن نے ہوش سنبھالا۔ ہاتھ پاؤں نکالے۔ مانی باپ کا کلیجہ
 دیکھ دیکھ کر ہاتھوں بڑھنے لگا۔ ایک دن دھرتراشت کے دربار میں
 لے گئے۔ بیٹے سے نذر دلائی۔ دھرتراشت لیاقت سے خوش ہو گیا۔
 درلودھن کی سچی کلی کھل گئی۔ ایسا خوش ہوا کہ ہر وقت ساتھ رکھنے لگا کرن
 آنکھوں سے دم بھر جدا ہو تو قیامت کا سامنا بل بھر کی جدائی ناگوار۔ بس
 حد ہے کہ کرن درلودھن کی ناک کا بال ہو گیا۔ جتنا یہ پانی پلائے اُتنا وہ
 پے اس کے کہے بغیر اس کا تھکاڈا نادشوارہ

ادھیائے ۳۵

راجہ پنڈ واوریدرجی کی شادیاں

راجہ جنجے کی استدعا پر شیم پائین مائل سحر میں۔ کہ کنٹھل دیش کا
 راج بہت مشہور تھا۔ وہاں کا راجہ بھی اپنے ہمعصروں میں سر بلند
 ممتاز تھا۔ اُس نے اپنی بیٹی کنتی کے سوئمیر کا رنگ چھایا۔
 دُور دُور کے راجے مہاراجے تشریف لائے۔ ملکوں ملکوں کے فرماؤں
 نے محفل شاہنشاہی کی رونق بڑھائی۔ بھیشم (پتامہ) بھی راجہ پنڈو کے
 ساتھ لے ہوئے سوئمیر میں جا پہنچے۔ بہادروں میں افضل تھے۔ قوت
 جہانگیری کا شہرہ تھا۔ بڑی عزت ہوئی بہت کچھ خاطر و مدارت۔ حسب
 قاعدہ کنتی محفل عشرت میں آئی۔ ہر ہفت عروسی حسن جمال کو چارچاند
 نکھر رہا تھا۔ ہاتھ میں جمال تھی۔ فوج ناز و کرشمہ جلو میں۔ ایک چکر ادھر۔
 دوسرا چکر ادھر سے ادھر لگا یا۔ ایک سے ایک خوش رُوا چھے سے اچھے
 صاحب جمال دیکھئے۔ مگر جی تو کس پر۔ راجہ پنڈو پر۔ خدو خال پر دل

قربان ہو گیا۔ اداے جوانی کی سچی محبت نے بلائیں لیں۔ آؤ دیکھنا تہاؤ۔
بے تکلف جیمال گلے میں ڈال دی۔ تمام راجے مہاراجے منہ دیکھ کر
رہ گئے۔ بھیشم نے بغلیں بجائیں۔ بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی
راجہ کنتھل نے بہت خاطر تواضع کی۔ دان دیہیز سے گھر بار پاٹ دیا
راجہ پنڈو اور کنتی بڑے عیش و عشرت سے رہنے لگے۔ خبر ہی نہ تھی
کہ رنج و غم کس کا نام رہے۔

کچھ دنوں بعد درویش میں سو گبر ہوئے۔ بھیشم جی راجہ پنڈو کو لئے
ہوئے وہاں بھی جا موجود ہوئے۔ شاہانہ جلوس جلوس لاؤ لشکر تہر کا با
ٹھا۔ میزبان راجہ نے بڑی خاطر داشت کی مراسم مدارت اس خوبی سے
ادا کئے۔ کہ بھیشم جی اور راجہ پنڈو کا دل خوش ہو گیا۔ درویش کے راجہ
نے راجہ پنڈو کے احسن و جمال قدامت و جسامت پر فریفتہ ہو کر انہیں کے
ساتھ ماوری کی شادی کر دی اور بھیشم جی خوشی کے ڈنکے بجاتے دان
دیہیز سے لدے پھندے دار دہستہ پور ہوئے۔

راجہ دھرتراشٹ اور راجہ پنڈو کی شادیوں سے فراغت پاکر
بھیشم جی کو پدر جی کی شادی کی فکر ہوئی خواہش یہ تھی کہ برابر کی جوڑی
ہو چنانچہ چار دانگ عالم میں سفیر بھیجے قاصد دوڑائے آخر راجہ دیلوک
کی بیٹی کی قسمت جیتی اور زانچہ مطابق آیا۔ جس طرح بدی شودر عورت
سے پیدا ہوئے تھے۔ اُسی طرح راجہ دیلوک کی اس بیٹی کی ماں بھی شودر
تھی۔ اس پر بڑی حسین بڑی عقلمند۔ بس برات چڑھی اور بیاہ ہو گیا۔
بھیشم جی راجہ دھرتراشٹ۔ راجہ پنڈو اور پدر جی کو جان سے زیادہ
چاہتے تھے۔ خود دنیا سے ہاتھ اٹھائے تھے۔ مگر ان سب کی مونیوی
ہیود کے لئے جان تک لڑانے سے عار نہ تھا۔ راجہ پنڈو جب
سریرا اے جہان بینی ہوئے تو بڑے بڑے اشو میدھ جنگیہ کے جن
کے کرتا دھرتا راجہ دھرتراشٹ رہے۔ تمام دنیا کے تاجدار خراج گزار
تھے فرمانروا ایلان عالم آستان عالم پناہی پر فرق اور سر جھکاتے اور

جبین اداوت گھستے تھے۔ راجہ پنڈو نے بہت جگہ کئے۔ اور اوج
اقبال کی برکت سے ہمیشہ کے لئے اپنا نام زندہ چھوڑا ۱۱

ادھیائے ۳۶

راجہ پنڈو کا شغل شکار۔ کدنب رشی کی بددعا

راجہ پنڈو کی صحرا نوردی و گوشہ گزینی۔

رائیوں کی سفاقت

میشم پائین کی تقریر ہے کہ کسی روز راجہ پنڈو کو میر و شکار کی ہوا
سمائی ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوئے تو سیدھے جنگل میں جا پہنچے تیر
کے دھنی تھے۔ نشانہ کبھی نہ بچتا تھا بہت سے ہرن چیت ہوئے
مگر راجہ کی نیت سیر نہ ہوئی۔ شوق زوروں پر تھا۔ ہوس شکار آگے
بڑھا لے گئی۔ دھرم شاستر کا تو حکم ہے کہ کسی جاندار کی دلازاری جائز
نہیں۔ دوسرے کی جان لینا بڑا پاپ ہے۔ چنانچہ دانشمندوں نے کہا ہے
میلنار مورے کہ دانہ کش است کہ جاں دار و جاں شیریں خوش است
ہمارے برہمہ رغال ازاں شرف دارو کہ استخوان خورد و طائرے تیار دارو
مگر نہیں راجہ کے دندان ہوس تیز تھے شوق شکار نے اندھا
کر دیا۔ شاستر کے احکام نظروں سے اڑا ہو گئے۔ کچھ اونچ میچ نہ سمجھائی
وہی بایک ہرن پر عین لطف زندگی کے وقت تیر مار دیا پہلا وار
خالی ہوا تو تابر تو چار اور تیر سر کئے۔ نشانہ بھر پور تھے جم بیٹھے ہرن اور
ہرنی نہ خمی ہو کر چیت ہو گئے۔ راجہ خوش خوش اُن کے پاس پہنچا تو

دنگ رہ گیا۔ وجہ یہ کہ ہر فی کذب نامی رکھیشہ تھا۔ اور ہر فی اس کی استری چونکہ وہ کو مرد کو لطف صحبت جائز نہیں۔ اس لئے رشی نے انسان قابلوں کو ہرن اور ہر فی کے چولے سے مبدل کر کے مذاق طبیعت کی صورت نکالی تھی۔ مگر اتفاق کی بات۔ راجہ پنڈو آ پہنچے۔ دو لوگوں تیر ستم کا نشانہ بنیا ہوں راجہ کو پاس کھڑے ہوئے دیکھا۔ رشی نے دم توڑنے کہا کہ پر تھی نا تھہ تم چند رہس کے سورج۔ ایسے دھرماتما۔ تمام دنیا کے راجوں تمہاراجوں کے سر تاج۔ تم سے ایسا ادھرم ایسی خطا۔ خیر تمہارا تیر بے خطا تھا تو دیکھو ہمارے نادرک دعا کا نشانہ بھی کیسا بھر پور ہے۔ تم نے ہمیں لطف زندگی کے وقت رنگ میں بھنگ کر کے ہلاک کیا۔ میں تم کو بدعا دیتا ہوں کہ جس وقت شمع شبستان خیال سے لذت حیات اٹھاؤ اسی وقت پیمانہ حیات چھلک جائے دیر نہ ہو۔

رشی نے یہ کہا ہی تھا کہ طائر روح پرواز کر گئی راجہ کے بھی جواس جاتے رہے۔ ہوش اڑ گئے جان نہ رہی انہیں پیروں گھر میں آئے۔ تنہیہ کیا۔ بس بہت دنوں راج کر لیا۔ دنیا کی جی بھر کے ہوا کھائی۔ اب بس بیاس جی کی طرح عاقبت بنا نا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی بن کی حسن سمائی۔ جب تپ کا مستقل ارادہ کر لیا۔ رانیاں بھرتی صورت دیکھ کر جیتی تھیں۔ انہوں نے ہمراہی پر کمر باندھی۔ قسمیں کھا کر کہہ دیا کہ یا تو ساتھ رہیں گی یا جان سے ہاتھ دھوئیں گی۔

راجہ نے لاکھ سمجھا یا ہزار فہمائش کی۔ مگر وہاں سنتا کون ہے کسی نے ایک نہ مانی۔ ساتھ جانے کو کمر باندھ کے کھڑی ہو گئیں۔

بھیشم جی اور دھرترا شٹ اور پد راجی بد دعا کا حال سن کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ مگر کشدنی سے کسی کا چارہ کیا۔ کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ راجہ پنڈو روانہ صحرا ہوئے۔ رانیاں بھی سائے کی طرح ہمراہ گئیں۔ پہلی منزل میں ہر دو آپہنچے۔ تپ بن میں قیام کیا۔ دوسرا پڑاؤ کال کوٹ ہوا۔ پھر مہالیہ پہاڑ کی طرف سیدھییاں بھریں مہالیہ سے اندرومن سرور در تالاب نامی

راہ لی آگے چلے۔ تو ہنس کوٹ پہاڑ پر دم لیا۔ وہاں سے گھومتے گھومتے
ست سرنگ پہاڑ پر جا رہے یہاں مہارہی اور تھنی۔ رشیوں کا مجمع۔
تپسویوں کا ہجوم تھا۔ راجہ کی آمد سنکر سب نے استقبال کیا۔ بڑی عزت
کے ساتھ آشرم میں لے گئے۔ اب دلچسپی کا کیا کہنا۔ آئندہ کی صورت ہی
اور تھنی۔ راجہ پنڈو نے بھی وہیں آسن جمانے دھونی رہائی۔ اور جب
تپ میں دل لگا یا رہا یاں بھی پتی سیوا میں مشغول اور ایشور کی یاد
میں مصروف رہتے تھیں۔

ادھیائے ۳۷

راجہ پنڈو کو سرگ لوگ جانے کی ہوس میں اولاد کی فکر

راجہ پنڈو ست سرنگ پر رہ کر رہے تھے۔ ایشور سے ایسا دھیان
لگایا ایسی تپسیا کی کہ برہم رشیوں کو مات کر دیا۔ اور تپسوی اُن کی ذات
پاک سے بڑے ہی خوش رہتے تھے۔ دن رات بھگوت چرچا تھا۔ ہر وقت
دھرم کی باتیں۔ راجہ نے ایسی اندریاں بس میں کیں کہ کام کر دھو لو بھ
موہ خواب میں بھی دل پر اثر نہ کر پاتے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی عبادت و
ریاضت کی دھوم مچ گئی اور دھرم کی پرگیا کا آواز بلند ہو گیا
کسی روز تمام رشی برہما جی کے درشتوں کے لئے جانے والے
تھے۔ راجہ پنڈو نے بھی شن گن پالی تو کہا شکمیں صاحبو۔ ہم نے کیا
خطا کی جو سب الگ سے الگ برہم لوگ کو چلے۔ ہم سے پوچھا کہ نہیں
جواب۔ معاف کیجئے گا۔ وہاں وہی جاسکتے ہیں جو مخلوق انسانی میں
لائق و فائق ہیں علاوہ برہم جس کے اولاد نہیں اس کی وہاں گزر
کہاں۔

راجہ پنڈو۔ اولاد کی فکر میں بھی پریشان رہتا ہوں۔ مگر چارہ نہیں چھوڑوں۔
جواب۔ انسان پر چند ضروری فرض ہیں جن کو رن کہتے ہیں۔
(۱) دیون۔ یعنی وید شاستر پڑھنا۔ ہوم جگہ وغیرہ کرنا۔ (۲) پترن۔
سعادت مند اور دھرم اتما اولاد پیدا کرنا (۳) رشی رن۔ عبادت و ریاضت
شرادھ کرم وغیرہ (۴) منش رن۔ بیچ بولنا۔ راست روی اختیار کرنا اور
وہ اعلیٰ فرائض ادا کرنا۔ جو لازمہ ہستی انسانی ہیں۔
آپ اور فرائض سب ادا کر چکے۔ مگر ایک پترن کا فرض باقی رہ گیا ہے
اس کے بغیر برہم لوک میں جانا محال۔

راجہ پنڈو۔ ایشور کا شکر یہ کہ میں دیورن۔ رشی رن۔ منش رن سے اودھار
ہو گیا۔ اب ایک پترن رہ گیا۔ اس کے لئے میرا کچھ اختیار نہیں مہربانی کر کے
آپ ہی فرمائیں تو زہے نصیب۔

جواب۔ ہم کیا اور ہماری رائے کیا۔ مگر چشم باطن اور ضمیر روشن سے
دیکھتے ہیں تو آپ کی سرنوشت میں کچھ اور ہی عبارت نظر آتی ہے ہماری
جانت تک فہم و فراست کام کرتی ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ سر
آپ پترن سے بھی اپنے کو سبکدوش ہی سمجھیں آپ کے ایسے ایسے
فرزند ارجمند ہونگے۔ جن کو دیوتاؤں کی پوری حاصل ہوگی۔ اور جو آپ
کا نام ایسا روشن کریں گے۔ جیسا کہ دوپہر کو آفتاب۔ مگر یہ کام اور کسی کے
بس کا نہیں۔ آپ ہی کے اختیار کا ہے۔ بس جائے اپنی رانی سے کہئے
راجہ پنڈو! کتنی کے پاس گیا اور کہا کہ پیاری تم نے میرے لئے دینیوی
عیش و آرام پر لات ماری۔ باغ و بہار پر صحرا سے پھر خار کو ترجیح دی۔ اس
کا شکر یہ۔ مگر لاڈلی رانی اولاد کی فکر مجھے مارے ڈالتی ہے۔ گو جب تب
میں رات دن دل بہلتا ہے۔ مگر یہ غم نہیں بھولتا وجہ یہ کہ اولاد نہیں
تو سب اکارتھ۔ سرگ میں وہی جاتے ہیں۔ جو صاحب اولاد ہیں۔ ہم
ایسوں کی دہاں رسائی نہیں۔ اس لئے اس کا علاج تمہارے ہاتھ ہے۔
تم چاہو۔ تو مجھے پترن سے بھی سبکدوش کر سکتی ہو۔ مجھے رشی کا سراپ

ہے اس سے میں مجبور ہوں۔ اب کتنی تمہارے ہاتھ ہے جو چاہو کرو۔

ادھیائے ۳۸

دیوبسی کرن منتر کی برکت۔ دھرم راج سے

راجہ جدھشٹر۔ پون جی سے بھیم۔ اندر سے ارجن

کی پیدائش اور رانی ماوری کے بطن اور اسونی کمار

کے فیض نظر سے سہدیو نکل کی ولادت

جس وقت راجہ پنڈو نے کنتی سے پترن کار و نارویا کنتی کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے۔ ایک دریا سا منڈ پڑا اس نے بڑے صبر و تحمل سے
کام لے کر دل کو روکا کہا بیتی پر مشورہ آپ نے جو فرمایا بہت ٹھیک
بیشک بے اولاد کی تارائن نہیں۔ مگر فرمائے تو میں کیا کروں آپ کو کہ نب
رشی کا سراپ مے پھر جب سوائی بوند نہیں تو موتی کہاں۔ میں پتی بتاؤں
کی چرن رنج رپاؤں کی خاک، ہوں پرانے مرد کا منہ دیکھوں۔ بالکل
محال۔ بغیر مرد کے اولاد پیدا ہو یہ بھی ناممکن۔ یہ فرمائے کیا کروں۔
جو غیر مرد سے اولاد پیدا کرتی ہے۔ اُس عورت کے لئے دنیا میں روسیاهی
عقبے میں گھوڑ رک ہے۔ اور اس کی اولاد قوم اور خاندان کے لئے
کلنک پس اس حالت میں فرمائیے۔ میرا اختیار کیا۔ مگر ہاں خوب
یاد آیا۔ جب میں بالکل سچہ تھی۔ جانتی ہی نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہوتا ہے۔
اس زمانے میں ایک روز دریا ساجی میرے پتا کے گھر آ گئے۔ پتاجی نے

بہت تعظیم و تکریم کی خاص محل میں ٹھہرایا۔ نوکروں چاکروں کی کمی کیا تھی ہزاروں آدمی خدمت کے لئے مقرر ہو گئے۔ مگر مجھ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ہر وقت چرنوں میں رہوں سیوا کروں۔ جو رشی فرمائیں۔ اُسی وقت کروں کسی سے پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں بھی خود مختار تھی۔ ایسی سیوا کی ایسا راضی رکھا کہ دُربار سا جی انتہا سے زیادہ خوش ہو گئے مجھ سے حکم ہوا کہ کچھ بردان مانگ۔ اول تو ایشور کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہی تھا۔ دوسرے اس وقت سمجھ ہی کسے تھی۔ میں نے بھولی بھولی باتوں میں کہہ دیا کہ مہاراج آپ کی کرپا سے کسی بات کی کمی نہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مانگوں آپ جو دینا چاہتے ہیں وہ اپنے ہی پاس رکھیں۔ رشی جی میری باتوں کو پی گئے مگر اُن کی مجھ پر بڑی مہربانی تھی۔ کہا اچھا بیٹی تجھے کچھ خواہش نہیں تو نہ سہی میں اپنی خواہش سے تجھے ایک منتر بتاتا ہوں۔ جس سے اندر۔ برن۔ جم۔ کو بیر۔ اسونی کمار سورج۔ چندر مان سب تیری نگاہ میں چلیں گے۔ جو تو اُن سے خواہش کریگی پوری ہوگی۔ رشی جی نے مجھے منتر پڑھایا، میں نے یاد کر لیا۔ چنانچہ آپ کی اجازت ہو تو اس منتر کو کام میں لاؤں دیوتاؤں کو بلاؤں۔ آپ کو چہرہ مقصود دکھاؤں۔

راجہ پنڈو کنتی کی ان باتوں سے بہت خوش ہو گئے۔ اُنہوں نے فوراً کہا کہ واہ گھڑی بھر میں گھر چلے اڑھائی گھڑی بھر رکھنا معنی۔ جو بات امکان میں ہے۔ اُسی کے لئے مایوسی سے منہ پھیرنا۔ تم ابھی ابھی منتر پڑھو دیوتاؤں کو بلاؤ میری فکر دور کروں خوش میرا ایشور خوش۔ کنتی۔ آپ کی آگیا۔ سر آنکھوں پر۔ فرمائے کہ پہلے کس دیوتا کو بلاؤں۔

راجہ پنڈو۔ سری و ہرم راج جی سے پہلے کرو۔ کنتی نے حکم پا کر منتر پڑھنا شروع کیا۔ آواہن کی دیر تھی اُن اناٹاں بوان نمودار ہوا۔ اور و ہرم راج جی بل مارے سامنے آموچہ ہوئے۔

کنتی نے پہلے ڈنڈوٹ کی بھر چندن اور پھول چانول سے پوجا کی۔
دھرم راج خوش ہوئے اور بولے۔

مہارانی جی۔ کیا آرزو کیا خواہش ہے کہو کیوں یاد ہوئی؟
کنتی۔ راجہ جوڑ کر ایشور کا دیا سب کچھ ہے۔ ایک اولاد نہیں آپ سے
بیتے کی درخواست ہے۔

دھرم راج جی نے کنتی کے جمال عالم فریب کو ایک گہری نظر سے
دیکھا۔ چپختی ہوئی نگاہ فیض سے وہ نازنین سمن فام و حسین گل اندام فورا
بار بار ہو گئی۔ دھرم راج جی نے کہا۔ گل مبارک۔ دیکھا وہ بیٹا پیدا ہوگا
جس کے دھرم اور ست کے تمام عالم میں ڈنکے بجینگے۔ اس کا سارا ستی
پسند انسان پرست دنیا کے پردے پر نہ نکلیگا۔ یہ کہتے ہی دھرم راج
تو نظر سے اوجھل گئے۔ اور تمہو بن میں اُجالے پاکھی کی بچی کو ٹھیک دوپہر
کے وقت جد حشٹر کا ظہور ہوا رشی لوگ آند میں گمن ہو ہو کر راجہ پنڈو
کو مبارکباد دینے آئے اتنے ہی میں آکاش بانی نے پردہ غیب کا اصرار
کھولا۔

”اے راجہ پنڈو تم بڑے خوش نصیب ہو۔ ایشور نے تمہیں وہ
کلیجے کا کھڑا عطا کیا جس کا سا دھرتما صاحب اقبال زور و طاقت میں
بے نظیر نہ ہوا نہ ہوگا۔ جد حشٹر کے نام سے اُس کی شہرت اور نیکیوں
سے خاندان کی عزت ہوگی۔ آکاش بانی کے ساتھ ہی آکاش سے
بچو لوں کا مینہ برس گیا۔ اور رشیوں نے اشیر باد دے دیکر اس کو نہال
گلشن اقبال و بلال سپر کمال کا نام جد حشٹر رکھا۔

راجہ پنڈو اس ولادت با سعادت سے بہت ہی خوش ہوئے۔
ہر وقت جد حشٹر کو نگاہ میں رکھتے پلوں پر سلاتے تھے۔

ایک روز مہارانی کنتی سے فرمایا۔ پران پیاری میں چھتری ہوں چھتریوں
کا ایک اولاد سے کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ دیوتا تمہارے قابو میں ہیں پس
اب کے لون جی کو یاد کر کے ایک مٹے آؤ اور درخواست کرو مہارانی

کنتی نے بہت اچھا کہہ کر منتر پڑھا۔ پون جی ایک ہرن پر سوار وارہ
 ہوئے پوچھا کیا آرزو کس چیز کی تمنا ہے؟
 کنتی۔ ایک شہر درمیے کی ہوس نے آپ کو تکلیف دی۔ نظر نہایت
 کی امید وار ہوں۔

پون جی۔ اچھا تو نظر ملاؤ۔ آنکھیں سامنے کرو۔
 جو ہیں کنتی کی چار آنکھیں ہوئیں پون جی کی اعجاز نگاہی اثر دکھا کنتی
 کنتی کے حل رہ گیا اور پون جی یہ کہہ کر غائب ہوئے کہ لو مراد پوری۔ کامنا
 سچل۔ وہ بیٹا دئے جاتا ہوں جس کی طاقت جہانی وقوت پہلوانی
 دنیا کو زیر و زبر کرے گی۔ پہاڑ بھی سامنے ہوگا۔ تو ذرا سے اشارے میں سل
 جائیگا۔ درختوں کو تنگیوں کی طرح اڑانا تو کچھ بات نہیں۔
 ولادت کی خبر سنا کر سب رشی مہرشی جمع ہو گئے مبارک سلامت کا شور
 بلند ہو گیا۔ دفتہ آواز غیب کانوں میں گونج گئی کہ یہ لوگ ایسا طاقتور ایسا
 شہرہ زور ہوگا کہ دنیا ہمیشہ اس کے نام پر منور رہے گی۔ کوئی نقطہ مقابل نہ
 ہوگا۔ آکاش بانی کے بعد اندر لوک سے پھولوں کی بارش ہوئی اور پون
 ایک عشرت کا دین گیا۔ بھیم کنتی کے آغوش محبت میں بیٹے لگا۔ راجہ
 پنڈو آنکھ کے تارے کود کچھ کر جیتے تھے۔ ایک دن کنتی نے معلوم کس
 ضرورت سے تپون سے دور نکل گئی بھیم گود میں تھا۔ ایک چٹان کے قریب
 پہنچی تو دیکھا موت سر پر سوار ہے۔ ایک شیر غور کا رہا ہے۔ ہی آمو جو ہوا کنتی
 کے اوسان نہ رہے سن سے جان اڑ گئی بھائی تو بھیم اسٹ میں بھیم
 انھوں سے چھوٹ پڑا بھیم کے گرتے ہی شیر نہ جانے کیا ہو گیا۔
 مگر ایک پتھر بالکل چکنا چور بھیم پر زرا بھی چوٹ کا اثر نہیں۔ کنتی اپنے
 کلیجے کے ٹکڑے کو کلیجے سے لگا کر وہاں سے گھر آئی۔ راجہ پنڈو کے کیفیت
 کہی۔ انہوں نے ایشور کا شکر یہ ادا کیا۔ اور یقین کر لیا کہ بیشک بھیم بڑا
 ہی صاحب طاقت ہوگا۔ جس کے گرتے ہی پتھر بھی سترہ ہو گیا اس
 کی تاب دو انائی میں کیا شک؟

کسی تیسرے موقع پر راجہ پنڈو نے پھر کنتی سے خواہش کی کہ ایک بیٹا راجہ اندر سے بھی حاصل کرے۔ وہ تابع ارشاد تھی بولی جو حکم دے با سارکھ نے اس منتر کے لئے ایک سال کی مبعاد مقرر کی تھی۔ چنانچہ کنتی نے تین سو پینسٹھ دن برابر برت رکھے۔ پھر پاک و صاف ہو کر اداہن کے منتر کو مقصد براری کا ذریعہ بنایا۔ منتر پر تاثیر پھر راجہ اندر رونق افروز ہوئے۔ اور دریافت کیا کہ کیوں اس قدر برت اور جپ کی تکلیف سے غرض کیا نحت جگر کی ضرورت ہے؟

کنتی۔ جی مہاراج۔ ایک نر زند عطا ہو وہاں کیا مشکل تھی۔ سوال ہوتے ہی کنتی حالمہ ہو گئی۔ اور راجہ اندر نے خوشخبری سنائی کہ اے بیچ کنیاؤں کی سرتاج۔ تیرا مطلب سدا ہو۔ ہوس پوری۔ ایسا بیٹا ہوگا جو بہا و ران زمانہ میں یگانہ اور جنگ آوران یگانہ میں یکتا سے زمانہ۔ صورت شکل وضع قطع دست و بازو۔ زور و طاقت میں میری زندہ تصویر ہوگا۔ اس کو کسی سے خوف نہیں۔ سری نارائن جی ہر وقت دست راست رہینگے۔ قوت بازو کا کام دینگے۔

یہ فرما کر اندرجی بوسے گل کی طرح نگاہ سے اوٹ ہو گئے۔ اور بعد ایام معینہ تپوہن میں ارجن کی ولادت کی خوشی چھالی۔ رشیوں نے آواز ابھام سنی کہ راجہ پنڈو ارجن تمہارے کلیجے کا مکھڑا نکا اوتا رہے۔ اس کا جلال سورج سے کم نہ ہوگا۔ اس کی طاقتیں شیوجی کے دست و بازو کا جو سر دکھائیں گی۔ اس کے آلات جنگ دیوتاؤں کے شستروں کو ٹھنڈا کر دیں گے۔ اس کے تیر عدد و شرکار ہوں گے۔ اور اس کے خنجر ظفر پیکر۔ جب تک دنیا قائم رہے گی۔ اس کا نام نیک روشن اور کار ہائے نمایاں یادگار زمانہ رہینگے۔

ارجن کی پیدائش کا مشہور شکر رشی مہرشی ایسہ اگنیدھرب سب اپنے اپنے گھر وں سے روانہ ہوئے۔ بھار و واج۔ گوتم کشیپ۔ انجرا۔ نولست۔ ماریچ۔ وغیرہ سیت رشی آئے۔ بسوا ستر جی نے نزول اجلال

فرمایا۔ سب نے ارجن کی بڑی تعظیم سے پرستش کی۔ گندھربوں میں اگر سین
بھیم سین۔ چتر سین۔ بسواسنغرہ مبارک باد بلند کرتے ہوئے وارد ہوئے
کاسوما۔ انیکا۔ نیکا۔ اربسی وغیرہ اپسر میں ناچتی گاتی آمو جو دیویوں میں ناچ
گاتا ہوا جنگل جنگل کا پورا نظارہ تھا۔

راجہ پنڈو اور کنتی مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔ تمام
رشیوں کو جی بھر کے دان دیا۔ راجہ اندر نے نقارہ عشرت بجایا اندر لوک
میں خوب جشن منائے گئے۔ ارجن کی ولادت کو زیادہ دن نہ گزرے تھے
کہ راجہ پنڈو کو اور بھی آنکھوں کے سکھ کی ہوس ہوئی کنتی سے ارشاد ہوا
کہ ایک بیٹے کی اور خواہش ہے۔ اپنی تدبیر عمل میں لاؤ
کنتی۔ مہاراج بس کیجئے زیادہ لالچ نہیں ہے

طمع راسہ حرف است دہرہ تہی

آپ کے لئے یہ تین بیٹے کیا کم ہیں۔ ترجموں میں اس کا ہمیشہ
جشن رہا گا۔ میں تو اب ضرورت نہیں سمجھتی
راجہ پنڈو۔ اچھا تم خود نہ سہی۔ مگر مادری رانی کو تو ایک کلیجے کا ٹکڑا دلا دو
اب تک اس نے بیٹے کا سکھ نہیں دیکھا۔ مہربانی کرو تو اس کی بھی گود
بھری پڑی ہو جائے

کنتی۔ آپ کی رضا سر آنکھوں پر۔ بہت اچھا مادری کی بھی کیوں ہوس
رہ جائے

یہ کہہ کنتی نے مادری کو وہ منتر یاد کرایا جس کی برکت سے اسونی کمار
پر قابو حاصل ہو۔ مادری نے حسب قاعدہ منتر پڑھا۔ اسونی کمار تشریف
لے آئے۔ سوال کیا کہ کیا مدعا کیا مطلب ہے کہ کو کون بدوان دول
مادری۔ اولاد کی خواہش نے خدمت اقدس میں گستاخ کیا تکلیف
دہی معاف

اسونی کمار نے نظر عاطفت سے مادری کی طرف دیکھا۔ معجزہ نگاہ
اثر پذیر ہوا مادری کو سخل دعا کی بار برادری کے آثار معلوم ہو گئے اسونی کمار

نے کہا۔ تم کو ایک بیٹے کی طلب تھی میں دو دیتا ہوں۔ یہ دو نو بڑے شکیل
جمیل بڑے عالم و فاضل ہونگے ان کی طاقت و شجاعت کا سکھ اطراف
عالم میں بٹھیکے گا۔ اچھالے رخصت ہو

ایام معمودہ گزر گئے بچل امید گل بار ہوا۔ سہریو اور نکل کی ولادت کے
مژدہ فرحت انگیز سے راجہ پنڈ و کا دل بھڑک اٹھا۔ رشی اشیر بادوینے دو بڑے
آئے فرمایا۔ ان فرزندوں کا حصن لیاقت برہسپت جی کے نقطہ مقابل ہوگا۔
علم و فضل عقل و فراست میں فردرنگ کارمنون جنگ میں آپ ہی اپنی نظیر
اور حسن و صباوت میں اسونی کماروں کی عکس تصویر ہونگے۔

سہریو اور نکل کی پرورش سے پنہون میں آندھ مٹی چھا گئی جو تھنا خوش
جو تھنا نہال۔ پانچوں بھائی ست سرنگ پہاڑ پر میل میل سے رستے کھیلنے
ماتے رشیوں مینوں کے کیچھے کو سکھ دیتے اور والدین کے دنوں میں ٹھنڈک
پہنچاتے رستے تھے۔ لیاقتیں قدرتی تھیں جس کی نظر پڑ جاتی طرز و روش
پر قربان ہو جاتا ہ

ادھیائے ۳۹

مہارانی گاندھاری کے بطن سے دریودھن وغیرہ ستلو
کوروں اور ایک دختر کی ولادت۔ دریودھن کی
نسبت جوتشیوں کی پیشینگوئی۔ بدرجی کے
مشورے سے راجہ دھرتراشٹ کا اختلاف

بیشم پائی جی رطب اللسان ہیں کہ راجہ دھرتراشٹ کی رانی گاندھاری

کو بھی اولاد کی ہوس تھی وہ چاہتی تھی کہ کس طرح صاحب اولاد ہوں۔ اور اولاد بھی وہ ہو جسے فخر زمانہ کہہ سکیں۔ ایک روز سری بیاس جی آگئے۔ راجہ دھرتیشٹ نے بہت خاطر مدارت کی نخل میں ٹکایا۔ گاندھاری کو خاطر تواضع کا موقع ملا۔ اس نے بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ فراغ میں بیاس جی کو ادا کئے۔ بیاس جی پیاسے تھے خواہش تھی کہ اچھا پانی ملے۔ گاندھاری نے پیاس بھجائی۔ اور وہ پانی پلایا کہ بیاس جی کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بیاس جی کو سب قدر میں تھیں کہ انوں پر دست قدرت تھا۔ خرق عادت گویا کچھ بات ہی نہ تھی۔ جو زبان سے کہیں وہ برہما کا کشر پتھر کی لیک۔ وہ گاندھاری کی خدمت سے نہایت خوش ہو گئے۔ فوراً زبان سے ارشاد ہوا:

کوئی خواہش۔ کوئی آرزو۔ کوئی تنہا۔ کوئی ہوس؟ ذرا زبان ہلا دیجئے۔ بس سب پوری پائیے۔

گاندھاری نے کہا: اگر یہی مرضی مبارک ہے تو خیر سولہ کوں کے لئے اجازت ہو۔ مگر وہ ایسے صاحب زور و طاقت ہوں کہ زمانے میں نظیر نہ ہو۔ بیاس جی نے استدعا قبول کی اشیر باد بے کرواں سے رخصت ہوئے تو گاندھاری کا نخل مراد بارور ہو گیا۔ یہاں کی بات تو یہاں رہی اب تصویر کے دوسرے رخ پر نظر دوڑانے کی ضرورت ہے۔

جس وقت راجہ پنڈو راج پاٹ چھوڑ بیٹھے۔ بھیشم پتامنہ نے تخت سلطنت کو راجہ دھرتیشٹ کے قدموں سے رونق بخشی۔ راجہ پنڈو اور راجہ دھرتیشٹ میں وادنت کاٹی رولی تھی۔ دونوں محبت میں یکجان و وقالب تھے دونوں کا نام نہ تھا۔ جس وقت دھرتیشٹ نے خوشخبری سنی کہ بھائی کے بیٹا ہوا۔ بڑا خوش صورت بڑا بیچان اُس کا نام جد جہشٹر رکھا گیا تو اُس نے خوشی کے شادیاں بجا ئے مگر گاندھاری (رانی) اس خوشی کی منتخل نہ ہو سکی۔ اس نے فرط الم سے پیٹ پیٹنا شروع کیا۔ ایسی سینہ کوئی کی کہ شکم سے ایک ماس کا ٹوٹھ لگا کر پڑا۔ گاندھاری سمجھی کہ حمل ساقط ہو گیا۔ بیاس جی کا بردان غلط۔ محض جھوٹ۔ مگر اتفاقاً اسی وقت بیاس جی وارو

ہوئے فرمایا کہ آپ سب کو خیال ہے گھی کے سو گھڑے منگو ایئے اور اس بوٹھڑے کو سو حصوں میں منقسم کر کے ہر ایک گھڑے میں محفوظ رکھیئے سب مطلب حاصل ہے۔

راجہ دھرتراشٹ ویاس جی کے کمالوں کے معتقد تھے۔ اس نے حسب ارشاد تعمیل کی گھی کے سو گھڑے موجود ہو گئے بیاس جی منتر پڑھے اسی بوٹھڑے کے سو ٹکڑے کر کے ہر گھڑے میں ڈھانپ دیئے ایک تھوڑا ٹکڑا بچ رہا۔ اس کو علیحدہ گھڑے میں بند کر دیا اور سب کو زمین میں سوئپ کر فرمایا۔ جس وقت نو مہینے گزر جائیں ترتیب کے لحاظ سے گھڑوں کے منہ کھولے جائیں سوڑے کے کلیجے کا سکھ ہو گئے۔ اور ایک لڑکی کلیجے کی ٹھنڈک۔

بیاس جی تو یہ کہہ کر چلے گئے یہاں دن گنتے گنتے نو مہینے گزرے ایام مقررہ کے بعد ترتیب وار گھڑے کھولے گئے تو پہلے پہل درلودھن نمود اڑنا پھر یو یونس پھر دوسا سن پھر دوسہ پھر جیل سندھ پھر سم سم پھر بند پھر انو بند پھر دروہرشن پھر کرن پھر مکران پھر شل۔ یو میں سو فرزند عالم شہود میں آئے۔ ایک دختر نیک اختر نے آخر میں جہاں جہاں افروز دکھایا۔

راجہ دھرتراشٹ ان سب کی ولادت سے نہایت خوش ہوا۔ نایب رنگ کا ٹھکانا کیا رات دن جشن تھے۔ جس وقت زائے یعنی جنم پیرا تیار ہوئے۔ راجہ نے فرزند اکبر کے واقعات زندگی کی نسبت سوال کیا۔ اہل نجوم کا جواب بس یہی تھا کہ مہاراجہ لڑکا بڑا اقبال مند ہے جلال شاہنشاہی اس کے قدیموں سے بندھا سمجھئے۔ جشن جہاں فروروز گار ہوگا۔ طاقت لا جواب ہوگی۔ مگر ستارے ناقص ہیں گریوں کی خرابیاں بہت۔ اس کی زندگی میں بڑے بڑے اہم معاملات پیش آئیں گے جو خیال میں نہ ہو گئے۔ ان نقصانوں سے سامنا ہوگا۔ ایک عالم اس کے جھنڈے کے نیچے ہلاک ہوگا۔ رعایا کی جان مفت جائیگی۔ دھرم کی لڑائی خیال ہی نہ ہوگا۔ یہ دھرم کی جڑ کا ٹیگا۔ اور پھر اسس کا پھل بھی

چکھسکا۔ اس کی موت بھی کچھ آسان نہیں۔ نیچے کا دھڑ دھات کی طرح مضبوط ہوگا۔ صرف اوپر کا جسم نازک۔ یہ صرف اُسی وقت جان سے بے آس ہو سکتا ہے۔ جب ایک ساتھ خوشی و رنج کا دل پکٹنے کا تلا اثر ہو اور پھر لطف یہ کہ گد اگر زکی لڑائی کے سوا اور کسی جنگ میں مجال کیا کہ رو آں بھی میلا ہو سکے۔

نجومی انعام و اکرام لے کر اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے یہاں دھوم دھام ہوتی رہی جس وقت بھیشم جی اور دھرتراشت تھنا بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس وقت پدیرجی نے کہا۔ آپ نے سنا جو تسیوں نے کیا کہا۔ درلودھن کے گروہ دشمن تھے ہیں۔ کہ یہ پلے سرے کا دغا باز مسکاروں کا گرو گھنٹال اور چندریش کے لئے کلنک لگانے والا ہوگا۔ ذرا بڑا ہونے دیجئے۔ جہاں ہاتھ پاؤں نکالے۔ بس سمجھ لیجئے۔ کہ خاندان غارت۔ دُنیا تباہ۔ ایسا آفت کا پر کالہ عقل کا دشمن کہ آپ کی ناموری میں وہ بٹہ لگائے کہ قیامت تک دُغ نہ مٹے۔ کچھ جوشیوں پر ہی منحصر نہیں۔ میں نے جہاں تک ستاروں سے معلوم کیا میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ کہ ہائے کیا شدنی ہے۔ ایسے دھرموان کل میں ایسا کپوت۔ آپ نے بھی سنا ہوگا۔ کہ اس کے پید ہوتے ہی سیاروں نے چیخ چیخ کر کانوں کے پردے بھاڑ ڈالے چیخ کیا تھی رخت آواز میں رونا تھا۔ یہ بدشگونی بد فانی اور اوپر جانے والی نہیں ضرور اپنا اثر دکھائیگی۔ ایشور نے آپ کو ستوئے دئے ہیں۔ ایک لڑکی عطا کی ہے ان میں سے یک نہ شد۔ ۹۹ لڑکے زندگی کے سکھ کے لئے کیا کم ہیں۔ عقلمند لوگ خون فاسد کو جسم ہی سے نکلوا ڈالتے ہیں۔ سارے بدن کی حفاظت کے لئے ایک عضو کاٹ ڈالنا عقلمندوں کا کام ہے درد بٹنے کے لئے آنکھ پھوٹ جانے کا غم نہیں ہوتا۔ بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ پس میری رائے ہے کہ آپ نجات پدیری کو ڈالیں چو لھے بھاڑ میں اور درلودھن کو گنگا جی میں پھنسوا دیں۔

ابھی خیریت ہے۔ جب دریودھن بڑھا تو آپ کو بھی طاق پر بٹھا دیکھا کسی کی ایک پیش نہ جائیگی۔ دھر تراشٹ اور گاندھاری نے یہ شکر دریودھن کی صورت دیکھی تو ماستا پھڑپھڑائی خون اوٹ گیا منہ چوم کر بولے ہاں چاند کے ٹکڑے کو گنگا جی میں بہا دیں۔ ہائے بڑی بے رحمی ہوگی۔ یہ ساری ساری صورت یہ مہرہنی صورت نظر نہ لگے۔ انا کیسے بھرے بھرے ہاتھ پاؤں میں۔ چاند میں داغ اس میں داغ نہیں۔ بڑھیکا تو وہ ڈیل ڈول ہوگا کہ لوگ حسد کر سکیں۔ ہم ایشور کے دین کی بے قدری نہیں کر سکتے۔ پرسی ہوئی تھیالی میں کوئی لات نہیں مارتا۔ بڑے بھاگوں سے یہ صورتیں دیکھنا نصیب ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایسے کلیجے کے ٹکڑے کو دریا میں بہائیں ہم سے نہ ہو سکیگا۔ تقدیر کا حال کس کو معلوم ہے۔ قسمت کا نوشتہ کس لئے پڑھا پایا ہے۔ بس وہم ہی وہم ہیں ایسے آنکھ کے تارے کو ہاتھ سے کھونا کون عقل مند پسند کرے گا۔ اب نہ دیدہ موزہ از پاکشیدہ۔ قبل از مرگ وادیا ہم تو کبھی روا نہیں سمجھتے۔ اب رہی یہ بات کہ شریر ہوگا تنگ ٹاماندان ہوگا ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ اس کی ابھی سے فکر کیا جب ایشور بڑا کرے گا عقل وقہم دیکھنا تب کی بات تب دیکھی جائیگی۔

مہرجی اس دو ٹوک جواب سے خاموش ہو گئے۔ اور دل میں کہنے لگے کہ شدنی ٹلنے والی نہیں جو ہونہار ہے جو لکھی بدی ہے وہ ہو کر رہے گی۔

قصہ کو تہہ پہ بات رفت و گزشت ہو گئی۔ سب لڑکے آغوش عاطفت میں پلے۔ بڑے ہوئے سن تمیز کو پہنچے۔ لڑکی بہت خوبصورت تھی اُس کا بیاہ پنجاب کے راجہ جید رتھ کے ساتھ ہوا یہ راجہ بڑا صاحب طاقت اور صاحب شجاعت تھا۔ اس کے واسطے دعا تھی کہ جو مخالف اس کا سر تراشے اُس کے سر سے خود سو پر نچے ہو جائیں۔

بیشم پان اس قدر فرما کر بولے کہ راجہ دھر تراشٹ کے سوز و غم میں دریودھن بڑا خود پرست اور صاحب طاقت ہوا اور دھر راجہ پنڈو

کے یہاں کے بھیم ایسے شہزور کی اُسی دن ولادت ہوئی۔ در یو دھن نے
تخم عداوت بو کر گوریل کی نسل کی نسل تباہ اور منقطع کی کر ڈروں بہادران
روے زمین کے خون سے کر کشیت کی زمین کو سیراب کیا۔ پانڈو بڑے
دھرم دان تھے اُن سے در یو دھن کی عداوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آفتاب
اقبال کو شہ مغرب میں جا چھیا اور دھرم کا بیج درخت ہو کر ایسا پھل لایا کہ
آخر بھیم سین کی گداسے جان گئی اور بدنامی کا ٹھیکادُنیا میں رہ گیا۔

ادھیائے ۴۰

کدنب رشی کی بددعا کا اثر۔ راجہ پنڈو کی وفات
مہارانی ماوری کی رفاقت دائمی۔ ماتم عام مہارانی
کنتی اور پانچوں پانڈوؤں کی ہستنا پور میں رونق افزوری

راجہ پنڈو بڑا دانشمند تھا۔ بس حد ہے کہ اس نے برہم رشیوں کی طرح
تپ کیا۔ مگر شدنی سے کسی کا بس نہیں۔ جو نوشتہ تقدیر ہے۔ ضرور ہوتا
ہے راجہ جانتا تھا۔ کہ کدنب رشی کا سراپ کیا ہے۔ عورت کی ہستری
اس کو بہتر مرگ پرسلانے والی ہوگی۔ لیکن نہیں موت کو بہانہ ٹھکانا
تھا۔ اُس نے ایک اڑنکالی ہی پر نکالی۔ ایک ریز راجہ پنڈو اپنے آشرم
میں تشریف فرما تھے کنتی و ماوری بھی وہیں رونق افزور تھیں۔ کام دیو
نے راجہ کو ماوری کے حسن و جمال پر رشو کر دیا۔ تاپ ضبط نہ رہی غمان شکیب
تھے سے جاتی رہی دل بے قابو ہو گیا۔ ماوری سے بولا۔ پیاری طبیعت
آپے میں نہیں۔ دل بے اختیار ہے۔ جلدی سے آغوش تنگ میں

اگر کچھ کو ٹھنڈک پہنچا دے۔

مادری۔ ہیں میں آپ اس وقت میں کہاں۔ بس معاف رکھیے۔
دور ہی رہے۔ اتھنہ لگا بیگا۔ کچھ اونچ نیچ کا بھی خیال ہے۔
راجہ پنڈو۔ تم لاکھ کہو میں ایک مانے کا نہیں۔ سب اونچ نیچ معلوم
ہے کچھ ہو جائے تم کو میرا کہنا ماننا پڑ لگا۔

رانی مادری نے لاکھ اتھنہ مارے ہزار سر ٹپکا مگر راجہ کے سر کا بھوت
نہ اُترنا تھا نہ اُتر اس نے بے اختیار مہو کر رانی کو دبوچ لیا اور ہوائے نفسیاتی
کے پھیر میں جان دے دی بددعا نے عین وقت پر اثر کیا۔ مادری دیکھتی
ہے تو پنڈا سر دھچولا خاک۔

مادری دو ہتھ پیٹ کر رو پڑی دردناک چیخ سے خشک گونج اٹھا کنتی
سنتے ہی دوڑی آئی دیکھا تو ادھی گلی کھلا ہوا ہے سر ٹپک دیا۔ پیٹ سے
زمین پر گر پڑی۔ چلائی کہ ہائے مادری کیا غضب ڈھا دیا۔ میں نے اتنے
دنوں نہ معلوم کیسے ٹالا تھا۔ میں بڑی حکمتوں سے کوری چچی رہی تھی انسوس
تجھے صبر نہ ہوا تو نے ساری عمر بھر کا سکھ ایک لمحے میں کھو دیا۔

مادری۔ مہارانی جی کیا کہوں۔ راجہ نے ایک نہ مانی لاکھ سمجھایا۔ نیک دہ
سمجھایا۔ مگر ان کے تو دن پورے ہو گئے تھے۔ کسی طرح نہ مانا۔ آخر یہ نتیجہ
نظر آیا۔ ہائے اب میں کیا کروں انسوس آسمان سر پر پھٹ پڑا۔ اچھا
مہارانی جی نکل و سہر۔ یو کو تمہیں سوچتی ہوں میں اب نہ جیوؤنگی راجہ کا
ساتھ دوں گی۔

سب رشی مہرشی کہرام سنکر جمع ہو گئے کنتی و مادری کو سمجھایا۔ پانچوں
لڑکے گود میں بٹھا کر کہا ان کی طرف دیکھو ان سے دل بہلاؤ۔ مادری
پر غلبہ محبت تھا۔ آتش عشق شعلہ زن تھی۔ اس نے ایک نہ مانی کنتی
سے کہا کہ سہا یو و نکل تمہارے سپرد ان کو بھی جد ہشت بھیم ارجن کی
طرح سمجھنا۔ میں رخصت۔ یہ کہہ کر وہ راجہ پنڈو کے ساتھ کنتی ہو گئی
جو ہم بڑی ناز و نعمت سے پہلے اور نور کے سانچے میں ڈھلے تھے۔

وہ دیکھتے دیکھتے تودہ خاکستر ہو گئے۔ دُنیا ناپائدار و حیات مستعار کا ایک کرشمہ اہل عبرت کے پیش نگاہ تھا۔
 رشیوں مہرشیوں کو بھی بڑا رنج ہوا انہوں نے راجہ پنڈو اور ماوری کے پھول بیئے۔ کنتی اور جدھشٹر۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو کو ساتھ لئے دارو ہستنا پور ہوئے۔ کنتی کو رنواس میں بھیج دیا۔ دربار میں راجہ دھرتراشن بھیشم پیامہ اور بدرجی سے ملے سارا واقعہ بیان کیا ماتم انگیز داستان سنائی ساتھ دروناک سے دربار اور رنواس میں کھرام بچ گیا۔ صدائے ماتم سے اہل افلاک کے کلیجے پلٹے تھے۔ رشیوں نے اہل ماتم کو ڈھارس دی آنسو پونچھ کر راجہ پنڈو کے پانچوں فرزندوں کو سونپا بھیشم جی نے جو ہیں ان حواس خمسہ سعادت مصرعہا سے خمسہ ایاقبت کو دیکھا کلیجے سے لگا لیا پیار کیا آنکھوں سے پٹ پٹ آنسو گرنے لگے تاسف آمیز لہجے میں بدرجی سے کہا۔

”دیکھو ایشور کی مایا۔ کیسے کیسے چاند کے ٹکڑے۔ کیسے کیسے بھولے بھالے بچے ہستی ناپائدار کے ایک اشارے میں یتیم ہو گئے پل مارے سر سے سایہ اٹھ گیا۔ ہائے راجہ پنڈو جب سکھ اٹھائے کا زمانہ قریب آیا تو تم دُنیا سے رخصت۔ افسوس دیوتاؤں کے پیدا کئے ہوئے بیٹوں پر یہ یشمی کی مصیبت۔ آہ جن کے دست و بازو کے سامنے کسی طاقت کی کچھ بساط نہیں وہ یوں بے پدر مگر موت سے چارہ نہیں۔ آئی ٹھہری نہیں غلٹی دُنیا کو قرار ہستی مہوم کا اعتبار نہیں ہائے بھیشم جی دیر تک پانڈوؤں کو گلے لگائے رہے دربار میں ایک عجیب سنائے کا عالم تھا۔ رشی لوگ پانڈوؤں کا ہاتھ بھیشم اور دھرتراشن کے ہاتھ میں دے کر چھداوے کی طرح نظر سے غائب ہو گئے۔ درباریوں کو اچنبا ہوا کہ میں یہ دیکھتے دیکھتے کیا ہوا جو صورتیں آنکھ کے سامنے تھیں۔ وہ کہاں الوپ ہو گئیں۔ بھیشم پیامہ نے کہا آپ لوگ متحیر نہ ہوں۔ یہ سب رشی گندھ مادہ پر بت کے پیسوی میں انہیں کے

تہوں میں دیوتاؤں سے ان پانچوں پانڈوؤں کا ظہور ہوا۔ یہ بڑے مہاتما
 تھے دیوتا ان کی عزت و منزلت کرتے ہیں۔ ہم آپ سب لوگوں کے بھاگ
 کچھ اودے ہوئے تھے۔ کہ ان کے چرن و کھینا نصیب ہوئے۔
 دھرتراشٹ اور بھیشم جی نے راجہ پنڈو اور مہارانی مادی کے بچوں کو
 کوٹری شاہانہ عزت و تعظیم سے زمین کو مونیہ عالیشان چھتری تعمیر کی
 ارد گرد سبہ زار کا نظارہ دکھایا۔ مرنک سنسکارینی فرانس عظمیٰ میں شاہانہ
 اولوالعزمی سے کام لیا گامیں دان دیں۔ دکشنائیں دیں سب کرم بڑے
 جوش محبت سے کئے اور کنتی اور پانچوں پانڈوؤں کو بڑی الفت و عزت
 سے سایہ عاطفت میں جگہ دی۔

ادھیائے ۴۱

ہستناپور میں پانچوں پانڈوؤں کی قدر و منزلت

راجہ جد حشر وغیرہ ہستناپور میں رہنے لگے جد حشر کی لیاقتیں دیکھ
 دیکھ کر ہر ایک کی روح خوش ہوتی تھی۔ راجہ دھرتراشٹ بہت ہی عزیز رکھتے
 تھے۔ بھیشم اور بدرجی جب پانچوں بھائیوں کو دیکھتے تھے بھڑک کر کلیجہ ہو جاتا
 پانڈو بھی بزرگان موصوف الصدور کی نگاہ دیکھتے رہتے۔ اشاروں میں
 چلتے تھے۔ اطاعت و خدمت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ رضا جوئی کا دم
 بھرتے تھے۔ بھیشم پتامنہ جی خیال رکھتے تھے کہ کسی وقت ان یتیم
 بچوں کا دل نہ دھکے پائے۔ اہل شہر کیا امیر کیا غریب کیا سیٹھ کیا
 ساہوکار کیا برہمن کیا سادھو سب ان کو دیکھنے آتے حسن و لیاقت کو
 سراہتے سعادت و منان پر آفرین کہتے تھے۔ حسن و جمال پر ہر ایک
 انجھاور ہوتا تھا۔ شکل و صورت پر دل قمر بان ہوئے جاتے تھے۔

جب جدہ شہر کو دیکھتے خوش ہو جاتے کہ واہ کیا دھرم کی زندہ تصویر
 ہے ہرے سے شان جہان بانی پیدا پشانی سے نور اقبال ہویدا
 تجھ پر نظر پڑتی تو طلیحہ پھٹک اٹھتے کہ آہ کیا ہاتھ پاؤں ہیں۔ کیا
 ڈنڈے شیروں کے سے تیورست ہاتھی کی سی چال ڈھال +
 از جن نظر سے گزرتا تو طبیعت حسن صباحت دو جاہست پرواہ واہ
 کرتی۔ رگ رگ سے پھرتی نمایاں۔ عضو عضو میں خون بہاوری کا جوش +
 یو میں سہدیو دھنک پر سب فدا ہوتے جاتے تھے۔ دعائیں دیتے
 تھے۔ راجہ دھرتراشٹ کے بیٹوں میں سے کوئی بھی ان کا کسی بات
 میں ہم پلہ نہ تھا۔ سب کے سب اہل شہر کی نظروں سے گر گئے تھے +
 شاہی محلوں سے نیکر شاہی دربار تک ان پانچوں کے پر تو اقبال
 سے جھلک کرتے تھے۔ جس طرف ان کا گزر ہو جاتا نگاہیں سمجھ جاتیں۔
 ایک عالم نور ہو جاتا۔ سب کی زبان صفت کرتے کرتے گھسی پھٹی بہر جبکہ
 تعریف کے پل بندھ جاتے +

ان کا دستور تھا کہ جہاں سویرے آنکھ کھلی بھیشم پتامہ دھرتراشٹ
 بدرجی رانی کنتی اور گاندھاری کی خدمت میں پہنچے ڈنڈوت کر کے
 پاؤں چھوئے اور ہر وقت سب بزرگوں کی رضا جوئی سے غرض رکھی
 جب پڑھنے لکھنے کا سن ہوا تو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوئی بھیشم پتامہ
 جی نے کرپاچار ج کے حوالے کیا راجہ دھرتراشٹ کے سونے سے فرزند بھی
 ان کے ہم کتب ہم درس اور ہم سبق ہوئے۔ جس وقت تعلیم سے
 فراغت ملتی پانچوں بھائی دریودھن دوشاسن وغیرہ کے ساتھ کھیلنے
 سیر کرتے بھیم طاقت و توانائی میں فائق تھا۔ اس لئے کھیلوں میں
 وہی میری رہتا دریودھن وغیرہ ہار تے تو بھیم ان پر چڑھتی لیتا۔ یہ
 کھوڑے کی طرح کان دبائے سواری دیتے ان سب کی بھیم سے بوٹی
 بوٹی لڑتی زور و طاقت سے کانپتے تھے۔ اگر کبھی ہار کر زور و رخت پر
 چڑھتے تو بھیم و رخت اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ سب اون پر سے سیدھے

زمین پر چیت ہوتے چوٹیں آتیں۔ مگر بس نہ تھا۔ جب کبھی دریا میں چہل پہل سو جھتی تو بھیم دریودھن وغیرہ کو گیند کی طرح اچھال اچھال کر پانی میں غوطے دیتا اور کسی کی ایک پیش نہ جانے پانی؟

ادھیالے ۴۲

دریودھن کی دلی عداوت کا اظہار بھیم سین کو زیر خورانی دریا میں گرداب فنا کا سامنا۔ برن جی کی مدد سے بقائے زندگی۔ ناگ لوک میں قیام آخر کار ہستنا پور میں واپسی

بھیم سین کھیل مال میں کورموں کو ایسا نیچا دکھاتا تھا کہ اُن کے حواس پر اُگندہ تھے۔ لاکھ کارستانیاں کرتے زور مارتے مگر کبھی دال نہ نکالتی تھی دل ہی دل میں پانی پی پی کر کوستے دانت پیس پیس کر خون کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتے تھے۔ آخر ایک دن سب بھائیوں نے گٹھوٹ کی کہ بھیم سین کا فیصلہ ہی کر ڈالو۔ یہی ہمارے تمہارے لئے فساد کی جڑ ہے۔ جب اڈا ہی نہ ہوگا تو سکھی کہاں بیٹھے گی۔ سب ایک ٹھیکرے کے نہلائے ہوئے تھے فوراً ٹھہرالی کہ تیس برس درست درست آج ہی یا ادھر یا ادھر۔

لیجے گنگا جی کے کنارے پرچھے ڈیرے کھڑے ہو گئے بنگلہروں شامیانوں میں ناچ رنگ کا سامان ہوا۔ دریودھن وغیرہ سب رنگ رلیاں منانے لگے۔ مشہور یہ کہ پانچوں عموزاد بھائیوں کی دعوت سے جدہ شتر وغیرہ کرو فریب سے ناواقف عیاری و مکاری سے بے علم

میدے سجھو بیٹھے۔ ہاں رنگ دیکھا دعوت کھائی اور وہی بستر استراحت پر سو رہے۔ اُردھجائیوں کی تو معمولی تین دھڑکی نیٹے تو آنکھیں بند ہو گئیں مگر جسم میں کوئی جھنجھٹ سی سانس ہی سو گئی گئی کھانے کو تو زہر آلودہ کھایا، مگر قسرت چار پائے پٹھانوں کی مردہ صدر سانس کے برابر ہو گیا۔ دشمن ہوشیار تھے۔ پانڈو غافل تھے۔ جھلساڑوں نے بھیجے کے زہر سے جھکڑے ہوئے بدن کو خوب کس کس کر بانڈھ اور ٹھنڈی گھنگھری میں پھینک کر بے غل و غش سین سے سو رہے دل میں خوش کہ بس وہ مارا پانڈو ہمارے ہاتھ بھیم سین اب بھیم سین نہیں ایک رستوں سے جھڑی ہوئی لاش سار پر جاتے گی۔ جتنے بے پرواہی تو کہاں ناگ لوک میں ہوں گی نے بھیم کو پچھا، فسوس کیا کہ ہاتھ کیجئے کے ٹکڑے کی یہ دردناک صورت سے چھپان گئے کہ سارا زہر کا فساد ہے۔ فوراً سانپوں کو حکم دیا۔ کہ زہر نہ ہو بھی ابھی سارا زہر کھینچ لیں۔ بات کہنے کی دیر تھی۔ سانپوں نے زہر کھینچنا شروع کر دیا۔ زہر زہر میں بھیم کو کچھ ہوش آیا آنکھ کھولی تو ہاتھ پاؤں رسیوں سے جھکڑے ہوئے پائے اور سارا جسم ٹھنڈی۔ اس پر طرفہ زہریلے سانپوں کی موجودگی فوراً ہی بدن کھلکسا یا ہاتھ پاؤں کو جھینش دی تو سانس میں تڑ تڑ ٹوٹ گئے۔ رسیاں کچھ جھٹکے کی طرح جگہ جگہ سے الٹ الٹ ہو گئیں۔ اب بھیم سین سنبھلے اور سانپوں کے سر ہو گئے۔ جس کی طرف تھکے وہ دم دبا کر بھاگا جس کی طرف لگا۔ ٹھٹھا جان چڑا کر اوپر اوپر دیکر رہا۔ جو سانپ بھاگے وہ سیدھے بائیں ناگ کے پاس پہنچے فریاد کی کہ ہوم کرتے ہاتھ جے بھیم کا زہر کیا کھینچا اپنے حق میں بس بوجھ دوائے ہمارا آئیں بن رہا ہے بائیں ناگ ایک سرد قوم ایک تھارو نو بھیم سین کے پاس گئے ایک نے دیکھا تو کھینچے میں ٹھنڈک پڑی، اٹک سے کہا یہ تو میری نواسی کستی کا منجھلا بیٹا ہے۔ یہ کب کب بھیم سین کو گھٹے سے لگا یا مار کر کے ٹھنڈے ساتھ لے گیا وہاں ایک مقوی عرق تھا بھیم سین کو پکڑ کر کب کہ بس اب

لے فکرا اس نے دوس ہزار ہاتھیوں کی طاقت تمہارے جسم میں پیوست ہو گئی۔ بھیم سین پر زہر کا اثر تھا۔ پیاس سے زبان میں کانٹے پڑ رہے تھے حلق بالکل خشک۔ خوب پیٹ بھر کے عرق پیا۔ سانپوں نے دیکھا کہ بھیم سین تو ایک قطرہ بھی نہ چھوڑیگا مٹت و سماجت کی کہ کچھ ہمارے لئے تو رہنے دیجئے۔ بھیم سین نے کہا خیر کیا مضائقہ سانپ باقی ماندہ ہی کو غنیمت سمجھے اور بھیم سین نے باسکی کے بستر راحت پر بڑے آرام سے استراحت کی۔

اب یہاں کا حال سنئے جس وقت سویرا ہوا تو پاؤں اٹھوا کر وہ جاگے دیکھتے ہیں کہ بھیم نہ اردو۔ پاؤں حیران پریشان ادھر ادھر ڈھونڈتے پھرے کورؤں نے بھی بناوٹ سے سوئی کی طرح ڈھونڈا کرواں بھیم کہاں سب روتے ملتے گھرائے۔ کیفیت سنائی جس نے سنا رو پڑا۔ ایک عجیب کہرام کا عالم تھا۔

بد رجنی روشن ضمیر تھے۔ وہ معاملے کی تہ کو پہنچ گئے۔ جا بھٹھڑ سے فرمایا۔ کہ بر خور دار۔ رنج نہ کرو۔ گھبرانے کی کچھ بات نہیں۔ بھیم سین ناگ لوک میں پون جی کے یہاں نصیریت سے بے کجنت دریودھن نے اُسے زہر دیا۔ گنگا جی میں پھینکا جان لینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر جس کو ایشور رکھے اُس کو کون چکھے دریودھن کی دشمنی سے اُس کا ایک رویاں بھی میلانہ ہوا تم صبر کرو۔ میں پاتال سے تمہارے قوت بازو کو بلائے لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر بد رجنی نے قاصد بھیجے وہ پرکار کر اڑے تو باسکی ہی کے یہاں تھے۔ پیغام سنایا بھیم سین کی رخصت چاہی۔ اریک بھی عین موقع پر آگیا۔ دونوں قیمت سے قیمتی زیور عمدہ سے عمدہ جواہرات نفیس سے نفیس تحائف۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سوغاتیں دے کر بھیم کو مستنار پور میں پہنچا دیا۔

بھیم سین مع الحیر بھیشم پتا مہ راجہ دھرتراشٹ بد رجنی اور اپنے بھائیوں سے ملا۔ جس نے تحفہ تحائف دیکھے حیران رہ گیا وہ حیرت

نظر سے گزریں۔ جو کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ بھیم نے کل زیور و جواہرات اپنی ماتا مہارانی کنتی کے ہاتھ رکھے۔ اور سب بھائیوں کو اپنی جانبہری کا مبارکباد دیا۔ عوام انسان در یودھن کی نالائقی پر نفرت کرتے تھے۔ در یودھن دل میں کٹا جاتا تھا۔ کہ اے بدنامی کی بدنامی ہوئی اور پھر ناکامی کی ناکامی!

ادھیائے ۴۳

کورؤں پانڈوؤں کی تسلیم کے لئے

درونا چارج کی تقرری

درونا چارج نے کرنی سے شادی کی جس سے اسو ہتھماں کی ولادت ہوئی۔ جب آچار یہ جی گھر گزرتی والے ہو گئے تو روٹیوں کی فکر پڑی خیال ہوا کہ کچھ روز گزار کر نا چاہئے سوچتے سوچتے سوچے کہ پرسرام جی سے بڑھ کر کوئی مرصع دنا وا نہیں وہ دولت بھی دیتے اور شسترو دیا بھی سکھا دیتے۔ بہر حال روٹیوں کی کمی نہ رہیگی۔ وہ تیر کی طرح پرسرام جی کی خدمت میں پہنچے قدم چھو کر گزارش کی:

مہاراج۔ بھارودواج کا بیٹا قدمبوس سے ہے۔

پرسرام جی نے جو ہیں بھارودواج کا نام شناسٹری عزت و کریم سے پیش آئے بڑی خاطر سے بٹھلا یا مزاج پُرسی کے بعد پوچھا۔

تمکلیف کا باعث۔ یاد آوری کا سبب۔ مہارانی کی وجہ؟

درونا چارج۔ کیا عرض کروں کہتے شرم آتی ہے۔ شامت کی مار شادی کر بیٹھا۔ شادی کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ روٹیوں کے لئے پڑ گئے۔ گھر گزرتی

کی فکر سر پر پڑی۔ صورت سوال ہے۔ زبان سے کیا کہوں۔ آپ کو سر پر
فیض اور دل کا بادشاہ سنا تھا۔ قسمت نے رہبری کی۔ حاضر ہو گیا
پر سر ام۔ افسوس آپ کو آنے میں ذرا دیر ہو گئی۔ میرے پاس جو کچھ سرمایہ
اثاث البیت وغیرہ تھا ابھی ابھی برہمن لے جا چکے۔ صرف چند آلات
حرب و ضرب رشتہ یعنی ہتھیار کے ہتھیار کے سوا کچھ بھی پاس نہیں جو نظر
کروں اگر مرضی ہو تو شستر بدیا سکھادوں۔ جو ہر کسی نہ کسی وقت کام آئی جاتا
ہے۔ شتا پھل دے دے ہے +

درونا چارج۔ آپ تھوڑی دیر پہلے ہاتھ جھاڑ بیٹھے۔ یہ میری قسمت
میرے نصیب۔ خیر آپ مہربانی فرماتے ہیں تو شستر دیا ہی سکھا دیئے
محروم تو نہ واپس جاؤں +

پر سر ام جی سے بڑھ کر شستر دیا کا عالم نہ ہوا نہ ہوگا۔ انہوں نے
مجلس تلامذہ درونا چارج کو بڑے شوق اور بڑی محبت سے فن حرب
ضرب سکھلایا اور تھوڑے ہی دنوں میں ایسا استاد کر دیا کہ دنیا
کے پردے پر جواب نہ رہا۔ درونا چارج فنون جنگ یعنی تیر اندازی
وغیرہ میں کمال حاصل کر کے گھر لوٹے تو ایک دن ایک نیا معاملہ
پیش ہوا +

اسو تھاماں اپنے ہمسوں کے ساتھ رنگ رلیاں منار ا تھا۔
اتفا قاً سب کے سب نے دودھ پیا۔ اسو تھاماں منہ دیکھتا رہ گیا۔
دل میں خیال کیا اے میں ہی بد قسمت جسے دودھ نصیب نہیں۔
وہ اپنے گھر دوڑا گیا۔ ماں سے فریاد کی دودھ کے لئے مچلا۔ وہاں کیا
دھرا تھا۔ دودھ کا نام و نشان کہاں کہاں کی مانتا پھڑ پھڑائی۔ دل میں
رودی کہ اے میرا بچہ دودھ کی ایک چھانچھ کو تر سے مگر بس کیا دودھ
کہاں سے لائے۔ آخر اس نے چانول پیسے اور پانی میں گھسول
کر ایک کٹورا اپنے کلیجے کے ٹکڑے کے ہاتھ میں دے کر کہا

لو بیٹا دودھ پیو +

اسوتھا ماں کھجلی نہ تھا بھولے پن سے پانی میں گھولے ہوئے
چانول پی لئے اور ماں کا شکر یہ ادا کیا کہ بڑے سے مزے کا دود پلا یا
بات رفت گذشت ہو گئی مگر کرنی راسوتھا ماں کی ماں کو سخت
رنج ہوا کہ اے میرا بیٹا دودھ کی ایک بوند کو تر سے وہ رنج و فکر میں
بیٹھی ہوئی تھی کہ درونا چارنج اور اُدھر سے گھومتے ہوئے گھر
آئے کرنی نے جب مزاج ٹھیک دیکھا جو اس ٹھکانے پائے کہا
پریم۔ اے ایسا عالم جو ایسا شستہ و دیا کا استاد۔ اے اسی
کا بیٹا دودھ کو تر سے۔ پاس پڑوس میں جس گھر کو دیکھو گا یوں کی شمار نہ
قطار۔ ہر گھر میں دودھ کی نہریں سی بہتی ہیں جس کے گھر میں گائے نہیں
وہاں بکری ہے۔ افسوس میرے گھر میں ایک لڑکا اور وہ ایسا بڑھیا
کہ دودھ کے نام سے بھی آگاہ نہیں۔ بس حد ہے کہ ہم نے چانول
گھول کر پلا دیئے۔ اور اس نے سمجھ کیا کہ یہی دودھ ہے۔ میں
کلیجہ پکڑ کے رہ گئی۔ اے جس کے باپ تم ایسے اُس کی یہ
دردشایہ درگت

درونا چارنج نے جس وقت اپنی پیاری بیوی کی زبان سے یہ
دردناک الفاظ سنے اُن کا دل بھرا آیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے انہوں
نے کہا دھرم پتی۔ تمہارا کہنا سب صحیح۔ بالکل درست۔ مگر
پیاری میں دنیاوی خواہشات سے دور ہوں۔ دنیا کے سارے
سامانوں سے مجھے کیا سروکار۔ ہم گوشہ نشینوں کو آرام و آسائش سے
کیا واسطہ۔ اسی لئے گھر میں بھونی بھانگ نہیں۔ مگر پیاری تمہارے
کہنے سے پہلے ہی میں سوچ رہا تھا کہ پیٹ کے دھندے سے تمہاری
اور اسوتھا ماں کی ہوسیں پوری کروں۔ مگر جب تپ کے خیال نے
میرا ہاتھ پکڑا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے نہ دیا۔ میرا ہر وقت ارادہ
رہتا ہے۔ راجہ دروید کے پاس جاؤں بچپن میں ہم دونوں ہم سن ہم کتب
ہم سبق ہم درس تھے۔ جب کبھی بات پخت ہوتی تو وہ کہتے کہ بھائی

دردن جس وقت مجھے راج ملا آدھی سلطنت تمہاری ہوگی۔ اور آجھی میری ایٹور نے انہیں صاحب تاج کر دیا۔ اگر میں وہاں جاؤں تو ممکن نہیں کہ بات پٹ پڑے۔

بچپن کی باتیں اور جوتی میں کھیل کود میں نہ جانے آدمی کیا کیا کہہ جاتا ہے۔ اس وقت کا اعتبار مگر جتنی مجھ سے اور اس سے محبت تھی اس کے لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ آدھاراج نہ سہی تو کوئی نہ کوئی جاگیر ضرور دے گا۔ اس میں فرق نہیں۔

کرپنی۔ جب یہ بات ہے تو پھر روز روز کی ہائے ہتیا کیوں۔ جاؤ۔ اور راجہ دروید سے کچھ اینٹھ لاؤ۔ لڑکا تو ایک ایک چیز کو نہ ترے۔ درونا چارج۔ خیر تمہاری مرضی ہو تو لو چلتا ہوں۔ آؤ تم بھی چلو اسو تھا ماں بھی چلے تمہارے اس کے چلنے سے راجہ کو اور بھی خیال ہو گا۔ کرپنی گویا تیار بیٹھی تھی۔ اسو تھا ماں بھی کمر باندھ کے کھڑا ہو گیا۔ مینوں وہاں سے چلے منزل مقصود پر پہنچے۔ راجہ دروید کے دربار میں راجہ سے سامنا ہوا ادھر سے پر نام ادھر سے اشیر باد وغیرہ کے بعد یہ باتیں ہوئیں۔

درونا چارج۔ مہتر جی آپ کو راج پاٹ مبارک۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں اپنے ہم مکتب ہم سبق کو صاحب تخت و تاج دیکھ رہا ہوں۔ واہ وا کیا زمانہ تھا۔ جب ہم آپ مل جل کے کھیلتے مالتے تھے دوئی نہ تھی۔ ایک تھیلی کے چٹے بٹے کھلاتے تھے۔ بس دانت کاٹی روٹی تھی اور کیا کہیں۔ ہم سے بڑھ کر آپ کا کوئی دوست نہ تھا۔ آپ نے ایک دفعہ نہیں سو مرتبہ کہا کہ راج ملے گا تو آدھاراج تمہیں دوں گا۔ آپ ایک سخن میں۔ آپ کی بات پتھر کی بیک ہوتی ہے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ آپ وعدہ پورا نہ کریں تو خیر دوست کی رفاقت ہی کریں۔

راجہ دروید۔ میں کچھ نہیں سمجھا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ میرا نہ کبھی کوئی

دوست تھا نہ دشمن۔ آپ کو شاید اس وقت مغالطہ ہوا ہے۔
 درونا چارج۔ نہیں مہاراج آپ نہ پہچانیں تو اور بات ہے میں تو
 پہچانتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے آدھی سلطنت دینے کا وعدہ کیا تھا۔
 مگر مجھے جب تب کے ہوتے سلطنت سے کیا واسطہ۔ بڑا ہوز زندگی کا
 غم نڈاری بڑ بجز کا معاملہ ہوا لوگوں نے کہہ سکر شادی کرادی۔ شادی
 کے بعد ایک اسو تھا ماں نام کا لڑکا پیدا ہوا مفت میں گھر گھر ہستی کا
 جھنجٹ گلے پڑا۔ روٹی کی منکر لازمی ہوئی آپ سے بچپن میں وعدے
 ہو چکے تھے۔ اس لئے امیدیں دولت و در پر گھسیٹ لائیں بیوی
 ساتھ ہے لڑکا بھی ہمراہ اب وعدہ و نانی فرمائیے۔

راجہ دروید۔ تم کون ہو میں کچھ نہیں جانتا۔ اس پر یہ گستاخی کہ دوست
 کہہ کر پکارنا۔ میں راجہ میرے ایسے سچے دوست۔ کبھی ممکن نہیں اگر
 دوست دوست نہ کہتے تو شاید کچھ لاجھ ہو جاتا۔ اب سیدھے گھر کی ہوا
 کھاؤ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں۔ اگر کچھ کھانا پینا ہو تو خیر مضائقہ
 نہیں دوا دوں۔ جو رو کو بھی کھلاؤ نیچے کو بھی۔ درونا چارج نے جوہیں
 یہ سوکھا جواب سنا۔ بدن پر پسینا آگیا۔ سخت ندامت ہوئی۔ کہا اچھا
 مہاراج۔ نہ اپنی نہ اپنے وعدے کی یاد آئی۔ خیر یہاں بھی ایشور
 مالک ہے۔

یہ کہہ کر درونا چارج سخت مایوسی کی حالت میں وہاں سے واپس
 آئے بیوی اور لڑکے سے الگ شرمندگی اپنے آپ سے الگ ندامت
 بیوی نے ٹہیل ٹہیل کر بھیجا تھا۔ ٹھیکرا اس کے سر پھوٹا کہ ہاے تو
 نے ناک کھولی نہیں تو میں کسی کا کنوڑا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ افسوس آج
 بٹہ لگ گیا۔

درونا چارج کچھ غم کچھ افسوس کچھ بیوقوفی کچھ اپنی حماقت کچھ راجہ
 دروید کے یہاں کی مایوسی کو رو دتے پیٹے تو ذرا کچھ دن پھرے اتفاق سے
 کرپا چارج ان کے سلسلے کا گھراستے میں پڑا بھٹکے ماندے دیں ٹھہر گئے

کرپا چارج درونا چارج کے کھالے تھے۔ اس زمانے میں وہ کوروں
پانڈوؤں کو پڑھایا لکھایا اور کچھ بان بدیا سکھایا کرتے تھے۔
ان کے یہاں کاٹھیرنا درونا چارج کے لئے اکسیر ہو گیا۔ یہ بھی
کرپا چارج جی کے ساتھ جاتے اور جب وہ کہیں ادھر ادھر ہوتے تو
درونا چارج جی اہل مکتب کو لکھاتے پڑھاتے اور علوم و فنون
سکھاتے تھے۔ یو میں چندے سہر ہوئی۔ کرپا چارج اپنے بہنوئی کی
نہایت خاطر داری کرتے بہن کے تلووں کے نیچے آنکھیں بچھاتے
اور بھانجے کو کچھ بول پر رکھتے تھے +

درونا چارج کو معلوم تھا کہ ہستنا پور کے کرتا دھرتا جو کچھ میں وہ بھیشم تپہ
جی ہیں۔ بھیشم جی کی طرح قدر دان جو ہر دکالائے اس وقت چار
کھونٹ میں نہ تھا۔ فیاض بھی ایسے تھے کہ کسی سائل کا سوال رد
نہ ہوتا تھا۔ جو جس نے مانگا بے آف کئے دے دیا۔ اس خیال کو
ملاحظہ رکھ کر انہوں نے کرپا چارج کے یہاں کچھ دنوں قیام کیا اور
تا ئید اقبال اور موقع مناسب کے منتظر رہے +

ادھیائے ۴۴

درونا چارج کی بیداری قسمت۔ ہستنا پور میں تشریف
آوری۔ کرشمہ تیراندازی۔ بھیشم پتاماہ کی جوہر شناسی
کوروؤں پانڈوؤں کی تسلیم و تربیت کیلئے تقریری
کوہ اور پانڈو طح طرح کی درزنوں سے جی بہیلانے اور لڑکپن کے

کھینوں میں موجیں اٹلاتے تھے۔ بھیم سین سب سے بارہ بانٹ
 تھا۔ اس سے کسی کی ایک پیش نہ جاتی تھی سب دے رہے رہتے تھے۔
 ایک روز گیند کھیلنے کی ٹھہری کھیل ہو رہا تھا کہ بھیم سین کے ہاتھ
 کی تھپکی سے اتفاقاً گیند کوئیں میں جا کر اسب کو روک بھیم سین کے سر
 ہوئے مگر زبردست کاٹھنکا سر پر کسی کی ایک پیش نہ گئی۔ آخر سب
 مجبور کریں تو کیا کریں۔ سب کوئیں پر جمع ہوئے۔ کوئی کوئیں میں بانس
 ڈالتا ہے کوئی بانسوں میں کوئیں مگر گیند نہ آج نکلتا ہے نہ کل۔ راجہ
 جہشٹرنے بھی بہت اچھے پاؤں مارے۔ لیکن گیند کا پتہ نہیں
 گیند تو لینا اپنے ہاتھ کی قیمتی انگوٹھی بھی کھو بیٹھے۔ اور یک نہ شد
 دوشد کا معاملہ ہو گیا۔ یہ انگوٹھی نہایت قیمتی تھی۔ انگوٹھی گری تو سب
 کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ کوشش ہوئی کہ جس طرح ہو سکے گیند
 اور انگوٹھی نکال لیں۔ سو کو رو اور پانچ پانڈو کوئیں کے ارد گرد جمع
 تھے۔ ہر ایک اپنی تہذیب اڑا رہا تھا۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی تھی۔
 درونا چارج کچھ دور یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا
 کہ سب ہستنا پور کے راجکمار ہیں۔ کوئیں پر سب کا جمع ہونا اس بات
 کا ثبوت ہے کہ کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کنوئیں سے نکال
 لیں۔

درونا چارج جی۔ تاہم نجات سے ٹھنٹے ٹھنٹے دھیں آگئے۔ اور پوچھا
 کہ راجکمار کیوں منکر میں ہوتا نا انتشار کیوں؟
 جواب۔ کیا کہیں ایک گیند کنوئیں میں جا پڑا۔ اس کے نکالنے کی
 فکر ہی تھی کہ انگوٹھی بھی گر پڑی۔ گیند سے تو خیر کھیلنے ہی میں
 سرج ہوا تھا۔ انگوٹھی کے کھو جانے سے گھر میں خفا بھی پڑی تھی۔
 منکر میں پریشان ہیں۔

درونا چارج۔ افسوس راجہ بھرت کی اولاد اور ذرا سے کام سے معذور
 جواب۔ آپ کا طعنہ دینا صحیح۔ مگر یہ طعنہ اس وقت درست ہو

آپ گیند اور انگوٹھی لاکر دکھا دیں یوں میں بھی بہت فقیرے آتے ہیں۔
 درونا چارج۔ رہنس کس تم سب راجکار ہو تمہاری باتوں کا میں جواب
 تو دے نہیں سکتا۔ مگر خیر کچھ سمجھ کر ایک کھیل دکھائے دیتا ہوں۔ اچھا
 وہ سامنے ایک جھاڑو پڑی ہے کوئی اٹھا تو لائے۔ ہستنا پور کے راجکار
 کیوں جھاڑو اٹھانے لگے تھے۔ وہ رہنس کڑا لگے۔ مگر درونا چارج
 کو موقع کی تاک تھی۔ اس سے بڑھ کر ان کو اظہارِ ریافت کا کوئی موقع
 نہ تھا وہ وہیں پڑی ہوئی ٹوٹی پھوٹی جھاڑو اٹھا لائے۔ ایک کسان بنائی
 چلے چڑھایا اور جھاڑو کی سینک ماری تو گیند کے وار۔ اس کے بعد دوسری
 سینک لی اور ایسا چوکس نشانہ لگایا کہ سینک پر سینک جم بیٹھی۔ یوں
 نشانوں کا تار بندھ گیا سینکوں کا تانتا لگ گیا۔ پہانک کہ آخری
 سینک اوپر آگئی اور سب نے کھینچا تو گیند برآمد۔ ہر ایک فن تیر اندازی
 و نشانہ بازی سے حیران ہو گیا۔ تعجب تھا کہ آدمی میں یہ غیبی طاقت کیسی
 جب اس کرشمے کو دیکھ چکے تو بڑی عاجزی بڑی منت سماجت سے
 درخواست کی کہ

لڑکے۔ مہاراج گیند کھو بھی جاتا تو کیا مال تھا۔ مقدم چیز انگوٹھی تھی۔
 وہ تو کنوئیں ہی میں پڑی ہے۔ اس کو نکالے تو آپ کا جش گائیں۔
 درونا چارج۔ لیجئے ابھی ابھی آپ ذرا سیر دیکھیں۔
 یہ کہہ کر درونا چارج جی نے ترکش سے نکال کر ایک تیر چلے چڑھایا
 جو میں پیٹکی سے نکلا انگوٹھی پر جا پہنچا اور انگوٹھی کو چھوتے ہی وہاں
 سے اڑا تو بس باہر ہی تھا بات نہتے دیر لگتی ہے۔ اس ساری کادوال
 کو کچھ دیر نہ ہوئی۔

راجکار گیند ہی کے نکلنے سے انگشت حیرت دروہاں تھے۔
 انگوٹھی کا معاملہ سونے میں مہاگا ہو گیا۔ اس وقت تو وہ کھیلے مالتے
 گھر کو آگئے جس وقت بھیشم پتاما جی سے سامنا ہوا تو ساری باتیں خود
 بخود اُگل دینا پڑیں۔

بھیشم جی نے کل سرگزشت سنی جب سب سُن چکے تو فرمایا کہ
 درونا چارج کے سوا کسی میں یہ دست قدرت نہیں کیا وہ یہاں
 آئے ہیں۔

جواب جی اں اپنا نام وہ یہی بتاتے تھے۔ کرپا چارج مہاراج
 کے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بلا کے تیر انداز ہیں۔ بس کیا تعریف
 کی جائے۔

بھیشم پتاما بہت خوش ہوئے اُسی وقت معزز الہکار و وڑائے
 بڑی غاظر تواضع سے درونا چارج کو بلایا۔ وہ آئے بہت تعظیم و تکریم
 کی سر آکھوں پر جگہ دے کر پوچھا کہ۔

مہاراج بھولتے بھٹکتے کہاں یہاں آگئے۔ زبے نعیب کہ آپ
 نے مجھ ایسے شخص کو سرفراز کیا جو دنیا میں کسی قابل نہیں۔

درونا چارج۔ میں فقیر آدمی جب تپ سے مطلب۔ قسمت کا لکھا
 بدانتھا شادی ہوئی لڑکا ہوا۔ یہاں بھگوت بھجن سے سروکار روکنا بیچنا

کون کرے راجہ دروید سے بچپن کی دوستی تھی۔ دوستانہ میں اُس نے
 ادھاراج دیئے کے لئے زبان دے دی تھی۔ جب اوھر روٹی کے

لائے پڑے کوڑی کوڑی کی محتاجی ہوئی۔ اس وقت ماں دودھ کے لئے
 رو دیا تو میں راجہ دروید کے پاس گیا بچپن کی دوستی یا دولائی پنم مکتی

کا دھیان دلایا۔ گرویاں دماغ عرش پر تھے مزاج مناجہ معنے دار۔
 جیسے کبھی کی جان پہچان کسی وقت کی صاحب سلامت ہی نہ تھی۔

میں اپنا سامنے لئے چھرو دھیان آیا کہ چلو کرپا چارج اپنے سالے کو
 دیکھتے چلیں آب و دانہ بہانے بہانے یہاں لے آیا اب دیکھئے مٹی

کہاں لے جائے کس کس جگہ کی ٹھوکریں قسمت میں ہوں۔ قسمتی
 بھیشم پتاما۔ آپ یہاں تشریف لائے ہستیا پور کی خوش قسمتی

اس وقت ماں کو دودھ کا غم اور آپ کو ذرا سی بات سہیلے اتنا قلق لیجئے
 کتنا دودھ چاہئے آپ کے بیٹے کو دودھ سے نہ نہلا دوں گھر میں

دودھ کا دیر یا نہ بہ جائے تب کی سند۔ روپیہ پیسے کی بھی منکر فضول
آپ کی کرپا سے ایشور کا دیا سب کچھ موجود ہے جو بے سب آپ ہی
کا ہے۔ یہ سب راجکمار میرے پوتے ہیں۔ آپ ان کی تعلیم و تربیت
کا بیڑا اٹھائیے علوم و فنون سکھائیے شستر و دیا پڑھائیے بس
اور کچھ کام نہیں۔

یہ یہ فرما کر بھیشم پتاما جی نے توڑے کے توڑے اٹھا دئے اور
گر وگرام رجس کو حال میں گڑ گاؤں کہتے ہیں رہنے بسنے کو دے دیا
درونا چارج بڑے خوش ہوئے۔ دل میں سراہتے تھے کہ بھیشم پتاما
تمہیں جیسا سنا تھا اس سے زیادہ پایا بڑے دریا دل ہو سخی و انا
ہو۔ قدر دان ہو۔ شاہی کی نام کو بونہیں یہ اخلاق یہ مروت یہ سادہ
مزا جی۔ آفرین۔ آفرین۔ درونا چارج نے خوش خوش گر وگرام کلاستہ
لیا سب کو رو اور پانڈو بھی حصول تربیت کی غرض سے ہمراہ
ہوئے جب تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا درونا چارج نے سب
سے مخاطب ہو کر کہا۔

راجکمارو۔ میں تمہیں علوم و فنون گھول کر پلا دوں گا مگر یاد رکھو
ایک بات تم سب کو کرنا ہوگی۔ آج نہیں بلکہ جب میری مرضی ہو
اس گول مول بات پر سب کے سب بغلیں جھانکنے لگے دیو جن
وغیرہ کا کیا ذکر جی بھیشم جی جبہ خائے خیال تھا کہ نہ جانے گرو جی ہمارا ج

۱۔ پہلے اس کا نام یہ نہ تھا درونا چارج کی سکونت کیلئے گر وگرام ہوا یعنی
گر و کے رہنے کا گاؤں۔ اب یہ مقام گڑ گاؤں کے نام سے مشہور ہے وینچن
کی جس مقام پر سکونت تھی وہاں ایک تالاب انہیں کے نام سے موسوم ہے
یعنی درونا ساگر۔ ان کی زوجہ کو سب ماما جی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی قیام گاہ۔
پر اب میتا ماما کا مندر نشہ گاہ خاص و عام ہے۔ گڑ گاؤں کا ضلع انبالہ کی
قسمت میں واقع ہے۔ جسے درونا چارج کے نام نانی کی یادگار سمجھنا چاہیے۔

کیا مانگ بیٹھیں کیا دینا پڑ جائے اس سے سب چپ لگا گئے مگر ارجن جیوٹ اور دل گردے کا لہو جو ان تھا چھاتی ٹھونک کر کھڑا ہو گیا مونچھوں پر تاؤ دے کر بولا کہ گرو جی مہاراج میں خد متنگذاری کو حاضر ہوں جس وقت جو حکم ہوگا بجالاؤنگا آپ اطمیناں رکھیں۔

درونا چارج نے ارجن کو گلے سے لگا لیا دل میں جان گئے کہ ارجن ہونہار ہے۔ اس کا اقبال ضرور چمکیگا۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔
درونا چارج۔ شاہاش بیٹا شاہاش۔ ہمت پر آئیں۔ جرأت پر صدر مت بڑوں کی بات یوں ہی رکھتے ہیں۔ سعادتمند ہی اسی کا نام ہے میرے پاس اور کیا ہے جو تمہیں دوں۔ اچھا لو اشیر باد۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ تیرا اندازی میں کوئی تمہارا مقابل ہی نہ ہو۔ کیسا ہی صاحب طاقت ہو تم سے پست ہی رہے۔

ارجن نے اشیر باد سے خوش ہو کر درونا چارج جی کے قدموں پر سر جھکا دیا۔ انہوں نے پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر اٹھایا اور بڑے پیار سے تربیت آغاز کی۔ درونا چارج سب کورؤں اور پانڈوؤں کو وید شاستر پڑھانے اور شسترو دیاسکھانے لگے۔ مگر نظر عنایت زیادہ ارجن ہی پر تھی۔ کیونکہ اُن کے دل میں سوچی ہوئی خواہش کا دار و مدار اسی پر تھا۔ ایک سو کورؤں اور پانچ پانڈوؤں میں سے صرف ارجن ہی تھا جس نے حامی بھرنی۔ کرن ایسا ولا ور بھی اس وقت کچیا گیا۔ جرأت نہ پڑی کہ چھاتی ٹھونک لے۔

اوصیائے ۴۵

درونا چارج کے فیض تعلیم سے کورو اور پانڈو راجماروں کی تکمیل لیاقت وغیرہ

گوروگرام میں سب کورو پانڈو علوم و فنون حاصل کرتے تھے ایک سے

ایک گویے سمیت لے جانا چاہتا تھا۔ مگر نہیں ارجن عقل کا مپتلا تھا۔
 ذہن کو غضب کی رسائی ملی تھی۔ درونا چارج منہ سے کہنے بھی نہ پاتے
 کہ ارجن لے اُٹاتا۔ کرن بلا کا ہوشیار تھا۔ اس کی عقل بھی ضرور تیز
 تھی۔ مگر ارجن ارجن ہی تھا۔ کرن کو وہ بات نصیب نہ تھی جو اسے
 حاصل تھی۔ تاہم وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا تھا خصوصاً اس لئے
 کہ در یودھن سے گہری دوستی تھی وہ اس کا دم بھرتا۔ یہ اُس کا پانی
 سچ و انت کا لی رونتی تھی در یودھن پانڈوؤں سے غار کھاتا تھا۔
 ہر وقت بُرا چیتا تھا کرن بھی دوستی کی وجہ سے سگ زرد برادر
 شغال ہو رہا تھا در یودھن کے سوا سب بچ جو در یودھن کہے وہ ٹھیک
 ایک روز درونا چارج جی کے میاں پانی کا صفایا ہو گیا دیکھتے
 ہیں تو ایک بوند بھی نہیں۔ کسی سے کہا کہ جاؤ جلدی پانی لاؤ۔ وہ
 گیا تو وہیں کا ہو رہا۔ پتہ ندارد۔ آخر درونا چارج نے شاگردوں سے
 فرمایا کہ سب کے سب بیٹھے ہو کسی سے ذرا پانی نہیں لایا جاتا۔
 اسو تھا ماں وہیں تھا اُس نے برتن اُٹھایا اور لسا پڑا۔ ادھر چٹپٹی پڑی
 تھی بے پانی ہرج مور ہا تھا۔ وہ ونا چارج جی پھر بولے۔

واہ اسو تھا ماں بھی غائب۔ اتنے اتنے بڑے شاگرد اور افسوس
 کسی سے پانی بھی نہیں لایا جاتا۔ میں ایک ایک چلو کو ترسوں
 سب تو منہ دیکھتے رہ گئے کچھ کرنے کی جرات نہ پڑی۔ ارجن تنک
 کراٹھا اور بولا گرد جی مہاراج کتنا پانی لیجیگا۔ ابھی حکم ہو تو دریا بہا
 دوں۔ یہ کہہ کر کان ہاتھ میں لی اور چلے پر تیر چڑھا کر اس زور سے
 زمین پر مارا کہ پانی اُبل پڑا ارجن وہی پانی ایک برتن میں بھر کر گرد جی
 کی خدمت میں لے گیا انہوں نے دیکھا تو تازہ تازہ پانی سامنے تھا۔
 بہت خوش ہوئے پیار کیا کیلجے سے لگایا اور کہا میں سمجھ گیا تمہارے
 برابر کوئی قوی دست نہ ہوگا۔ تیر اندازی میں لاجواب اور قابا لندی میں
 خنز روزگار ہو گئے۔ میں بھی تمہیں ایسی تیر اندازی سکھاؤں کہ سب

حیرت میں رہ جائیں جب چاہو آگ برسنا لوجب منظور ہو آندھی چلاوے
ابر نہ ہو اور پانی برس جائے۔ دیکھتے دیکھتے نظر سے غائب ہو جانا کوئی
بات نہ ہو۔ چھوٹے سے بڑے سے چھوٹا ہونا بچوں کا کھیل۔ یہ کیا
ایسے ایسے ہزاروں کرتب و ہنر دیا میں یاد کرادوں۔ تب بات فن
تیر اندازی میں دنیا کے عجائبات دیکھ لینا۔

قصہ مختصر درونا چارج جی نے ارجن کو نیزہ بازی۔ تیر اندازی
رکھائی وغیرہ میں استاد بنا دیا۔ اور ایسی بیات کوٹ کوٹ کے
بھردی کہ سب حیران تھے ارجن کی وجہ سے درونا چارج کے فیض
تربیت کا عام شہرہ ہوا اور دور کے راجوں مہاراجوں نے اپنے بیٹے
ان کے سایہ عاطفت و نعل حمایت میں بھیجے۔ چنانچہ ایک بھیل
قوم کے راجہ کا لڑکا بھی حاضر خدمت ہوا۔ درونا چارج اس کو دیکھ کر
بولے بھیا انک لب۔ شاہاش کہ تم کو لکھنے کا شوق ہے۔ مگر صاف
کرنا تم قوم کے بھیل بھیلوں کے افعال خلاف اس لئے تم کو
پڑھا لکھا نہیں سکتا۔ تم سچہ لو کہ میں نے شاگرد کر لیا۔ مگر جو کچھ سیکھنا
ہو وہ گھر میں ہی کسی سے سیکھ لو یہاں کچھ مطلب نہ ہوگا۔

انک لب درونا چارج کے تینکا ٹوڑ دینے سے مایوس گھر لوٹ
گیا دل میں اعتقاد تھا کہ بلا سے درونا چارج جی سکھائیں اگر میں
عقیدہ مند ہوں تو خود بخود تیر اندازی آجائے گی۔

وہ گھر گیا مٹی کی مورت بنائی اُسے درونا چارج فرض کیا اور
اس کے سامنے فن تیر اندازی کی مشق شروع کی۔ اعتقاد پکا تھا
پیر من خس است اعتقاد من بس است کی کہاوت صادق ہوئی تیر اندازی
میں انک لب نے وہ کمال حاصل کیا کہ بس چاروں طرف واہ واہ
ہو گئی بڑے بڑے قدر انداز لوہا مان گئے۔ کسی روز جب دستہ اور دیوہن
وغیرہ پانڈو اور کورد بھی صید و شکار کی فکر میں شکار می کتوں کو ساتھ لئے
اس کی باز نگاہ کی طرف نکلے۔ وہ اُسی وقت درونا چارج کے دھنوں

کے لئے مکان سے نکلا تھا کان کھینچی ہوئی تھی تیر چلے پر چڑھا ہوا تھا۔ کالی کالی صورت بھیا تک شکل کئے دیکھ کر جو کئے ہوئے ڈر کے سہم کے بھونکنے لگے۔ ایک لب کتوں کی شیطانی پلٹن سے گھبرا یا اس نے چٹکی میں دیا ہوا تیر سر کیا تو تیر سر دھانسانے پر بیٹھا کتوں کے ماتھے گئی۔ اور تیر پھر وہاں سے اڑا تو کمان میں۔ درونا چارج کے تمام شاگرد انگشت بندناں رہ گئے تیر انداز کے پاس گئے کہ واہ تم نے ہمارے کتوں پر تیر سر کیا اور تیر بھی وہ کہ جس کے کرتب سے ہم حیران رہ گئے۔ تم کون ہو کیا نام ہے تمہارا استاد کون ہے؟

انک لب۔ میں ناچیز بھیل ہوں۔ میرا باپ بھیلوں کا سردار ہے۔ تیر اندازی میں درونا چارج جی استاد ہیں جو کچھ ہاتھوں میں فن ہے وہ انہیں کا فیض اور دست قدرت کی برکت ہے۔

یہ بات تو میں کی وہیں رہ گئی۔ مگر ارجن کو بہت بُرا معلوم ہوا اس نے دل میں خیال کیا کہ واہ درونا چارج بھی عجیب آدمی ہیں مجھے کو استاد وقتِ کامل زمانہ بنانے کی پرتگیا کی تھی اس کے عوض ایک بھیل کے چھو کرے کو بہمہ صفت موصوف کر دیا۔ بڑی دغا دی۔

ارجن نے درونا چارج سے منہ پھوڑ کر شکایت کی انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے کہ میں نے بھیل کے لڑکے کو کچھ بھی نہیں سکھایا۔

ارجن۔ واہ وا۔ دروغ گویم برورے تو۔ سب کے سامنے اس نے کہا کہ میں درونا چارج جی کا شاگرد جو کچھ مہر ہاتھ میں ہے وہ انہیں کا طفیل ہے۔

درونا چارج۔ اُس نے جو کچھ کہا میری سمجھ میں نہ آیا۔ ممکن ہے کہ اس نے پرکٹی اڑادی ہو۔ وجہ یہ کہ میں اور کسی بھیل کو شاگرد بنا یا اور تیر اندازی سکھانا بالکل محال ہے۔

ارجن۔ اتنے گواہ موجود ہیں جو اُس نے کہا اُس میں ایک حرف ادھر ادھر نہیں ہوا مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو وہ کالے کوسوں پر

نہیں قریب ہی ہے۔ ابھی ابھی سچ جھوٹ معلوم ہو جائیگا۔
 ارجن کی رود و قدح سے درونا چارج محجوب ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور
 ساتھ ساتھ چلے تو انک لب کا مکان سامنے تھا وہ منزل مقصود پر
 پہنچے دیکھا کہ وہ اپنی باز یگاہ میں ایک مٹی کی مورت کی پوجا کر رہا ہے
 اسی وقت کمان ہاتھ میں لی چلے پر تیر چڑھایا اور تیر اندازی کی مشق شروع
 کر دی اسی حالت میں درونا چارج اس کے سامنے سے گزرے وہ نے گرد
 کو بچان کر لپکا قدم چھوٹے اور ساتھ جوڑے ہوئے مود بانہ لہجے میں عرض کی،
 مہاراج۔ آپ دھنیہ ہیں۔ میری نہایت خوش قسمتی تھی کہ آج میرا مرشد
 کامل میرے باز یگاہ میں آیا۔ وہ دیکھئے آپ کی مورت ہے اسی کے
 طفیل میں نے فن تیر اندازی میں قدرے مہارت حاصل کر لی ہے
 درونا چارج اعتقاد سے بہت گمن ہوئے ان کی کلی کی شکل کئی
 انہوں نے سوچا کہ اگر یہی حالت رہی تو انک لب سے بڑھ کر کوئی فن
 تیر اندازی کا عالم ہی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے کہا کہ بھیل نرنش کے راجہ مار
 تمہیں اعتقاد مبارک تمہاری حسن عقیدت تمہیں سچل۔ مگر پیارے
 اگر تم کو میرا اعتقاد ہے تو جس انگلی سے تیر کو چھٹی میں لیتے ہو۔
 جس کے شست لگاتے ہو وہ ہم کو دے دو۔
 انک لب۔ صرف ایک انگلی۔ آپ نے سر کی فہمائش کی مورت تو میں
 اپنے کو زیادہ خوش قسمت سمجھتا رہے یہ انگلی نذر ہے۔ یہ کہہ کر وہ
 اپنے ہاتھ سے انگلی کاٹنے لگا۔ درونا چارج نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ
 پیارے انک لب میرا یہ مطلب نہ تھا کہ تم انگلی کاٹ ڈالو۔ عرض
 صرف اتنی تھی کہ جس انگلی سے اب شست باندھتے ہو اس کو کام
 میں نہ لاؤ۔

انک لب نے مرشد کا حکم سرائیگوں پر مان لیا اور کہا کہ مجال
 کیا جو کبھی تمہیں ارشاد میں فرق ہو۔ حکم جان کے ساتھ
 درونا چارج۔ اچھا اس انگلی کو چھوڑ کر اور انگلیوں سے تیر مار کر دکھاؤ۔

انک لب۔ مہاراج۔ جو آگیا بہت اچھا۔ یہ دیکھئے تیر جاتا ہے۔
 انک لب نے یہ کہہ کر بیچ کی انگلی سے دبا کر تیر مارا نشانہ پوری طرح
 جم بیٹھا۔ درونا چارنج پھر دک اٹھے معتقد کو دعاے خیر دی۔ اور انک لب
 کے اس اعتماد اور فن تیر اندازی کی یہ برکت ہوئی کہ تمام بھیل
 قوم درمیانی انگلیوں ہی سے تیر کی چھکی کا کام لینے لگی۔
 درونا چارنج وغیرہ سب گھروں کو پلے وہاں ان کو ارجن ایسے فرمانبردار
 ہونہار راجکار کی تعلیم و تربیت کے خیال نے اور بھی زیادہ گد گدایا
 چنانچہ انہوں نے پھر پوری محنت صرف کی۔ تمام تیر اندازی کے فنون
 ارجن کو سکھائے جدھشٹر کو نیزہ بازی و شہسوار می میں فروزانہ کر دیا۔ بھیم
 سین کے ہاتھ پاؤں درست تھے۔ پس فن کشتی اور گرز بازی میں
 کسی کو نظیر نہ رکھا۔ نکل کو تلوار کا دھنی بنایا۔ سہدلو کو گدایدھ کے
 سارے اصول سکھا دئے۔ ان کے کلیجے کا ٹکڑا اسو تھا ماں تھا۔ اسے
 بید و شاستہ میں عالم و فاضل کیا جو تش بھی ایسی سکھائی کہ تمام ستارے
 نظروں میں چلنے لگے۔ سہدلو بھی اسو تھا ماں کا ہم درس تھا وہ بھی
 ان علوم میں یکتا ہے روزگار ہو گیا۔ دریلو دھن کو طاقت وغیرہ تو تھی
 مگر مٹھا تھا۔ طبیعت گھٹیل۔ عقل ٹھس۔ ذہن کند۔ مگر رشک و حسد
 میں بارہ بانٹ پانڈوؤں سے ناحق باپ مارے کا بیر تھا۔ جہاں اُن
 کی کوئی بات دیکھی۔ بس کلیجہ جل بھن کے خاک۔ آئیتیں سوانا۔ دل
 میں سی ٹھنی کہ جہاں تک ہو پانڈوؤں کا نام و نشان نہ رہے۔ اُن کا
 بیچ مارا جائے کوئی روئے دھونے پانی دینے والا نہ رہے۔ ارجن سے
 مصوبیت کے ساتھ بیر تھا۔ اُس سے قاطبتا دشمنی تھی مگر ایک پیش
 نہ جاتی تھی۔ ایک روز درونا چارنج نے سب کا امتحان لیا درخت پر لیک
 سنوئی چڑیا بٹھا دی۔ صنعت یہ تھی کہ چڑیا ادھر سے ادھر اڑتی آہ
 نگاہ میں پوری طرح سے جم نہ سکتی تھی۔ درونا چارنج نے پہلے جدھشٹر
 سے کہا کہ ہاں نشانہ لگاؤ۔ دیکھو در خالی نہ جائے جدھشٹر نے نشست

لگائی تو نظر چکا چونکہ چڑیا سجھائی نہ دی۔ انہوں نے گرجی سے کہا پہلے تو ایک چڑیا لڑتی دکھائی دیتی تھی مگر جس وقت تیر چلے پر چڑھایا تو وہاں درخت کے سوا کانی چڑیا نہ تھی۔

درونا چارج۔ اچھا تو بیٹھو سمجھ لیا کہ نشانہ بازی دارو در پودھن سے مخاطب ہو کر جب راج جی۔ آؤ۔ چلے پر تیر چڑھاؤ نشانہ لگاؤ در پودھن کی بھی وہی حالت ہوئی پہلے دیکھا تو ایک چڑیا ادھر سے ادھر اڑ رہی تھی مگر جہاں ترکش سے تیر نکالتے نکالتے چٹکی میں تیر لیتے لیتے درانظر آچٹی تو بس چڑیا غائب اور درخت سامنے۔

در پودھن بھی دل ہار گیا نشانہ نہ لگا سکا۔ در پودھن کے بعد درونا چارج نے اور شاگردوں سے بھی فرمائش کی مگر سب ناکام۔ جہاں پہلے چڑیا سجھائی دی۔ وہاں بعد کو درخت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ آخر میں درونا چارج نے ارجن سے کہا کہ لے اٹھو تم نشانہ چت کرو۔

ارجن تیر کمان سنبھالتا اٹھا پہلی ہی شست میں تیر مارا تو نشانہ بھر پور ورونا چارج اس درمیان میں پوچھتے رہے کہ کیا نظر آ رہا ہے مگر ارجن کا جواب یہی تھا کہ چڑیا۔ جس وقت نشانہ بھر پور پڑا طلسمی چٹیا زمین پر آگری۔

درونا چارج نے پیٹھ ٹھوکی شاہاں دی۔ سب شاگردوں سے کہا۔

اسی سعادت بڑو بارو نیست
یک من علم را وہ من عقل سے پاید

دیکھا ارجن کی بیاد ت کو۔

پانڈو تول میں خوش ہو رہے تھے۔ مگر گورو نسیوں کا دل کرکھتا تھا وہ اندر ہی اندر چلے مرتے تھے۔

اب دوسرا موقع پیش آیا درونا چارج گنگا کو گئے سب کو رو پانڈو بھی ساتھ تھے جو ہیں درونا چارج اٹھ مارے ہوئے منہ دھارہ میں

گئے مگر بچنے پاؤں دھریا۔ درونا چارج چلائے کہ ہارے میں گیا۔ مگر نے
 ٹانگ پکڑ لی۔ کورو دوڑو پانڈو ویکو۔ یہاں اس آواز سے سب کانوں
 خشک ہو گیا اور روح فنا۔ کسی کی جرات نہ پڑی کہ جائے اور گرو جی
 کی جان بچائے آخر ارجن اٹھا اس نے تاک کر تیر مارا تو مگر چاروں شانے
 چت۔ پھر سانس بھی نہ آئی درونا چارج صحیح سلامت نکل آئے ارجن
 کی بہت تعریف کی۔ کورو دل ہی میں کڑھ کڑھ کے رہ گئے۔ دریودھن
 کے کلیجے میں آگ سکتی تھی کہ ہائے ارجن ہم سے بڑھ گیا ہم موچی کے
 موچی ہی رہے :

درونا چارج کی خوشی کی انتہا نہ تھی انہوں نے ارجن کو کلیجے سے
 نکال لیا اور ایک تیر دے کر کہا کہ پیارے ارجن تو اس تیر کی زلزلے
 میں نظیر نہیں۔ جس وقت یہ چٹکی سے نکلے آگ ہی آگ زمین پر برس
 جائے۔ مگر اس کے لئے تمہیں یہ احتیاط لازم ہے کہ خبردار خبردار
 کبھی یوں سر نہ کرنا۔ جب دیکھنا کہ آخری مصیبت ہے۔ جب سمجھنا کہ
 کسی طرح مفر نہیں جب سوچنا کہ دشمن کسی طرح قابو میں نہیں آتا
 تب اس کو استعمال کرنا ورنہ نہیں۔ چنانچہ بان دے کر درونا چارج
 جی نے اس کے تمام کرتب سکھا دے۔ اور ارجن کا پایہ سب
 شاگردوں میں بلند ہو گیا :

ادھیائے ۲۶

درونا چارج کے فیض تعلیم و تربیت سے کوروؤں اور
 پانڈوؤں کا کمال لیاقت۔ امتحان۔ ارجن کی خلاص

جو ہرنمائی۔ کرن کی اظہار قابلیت۔ ارجن سے مقابلہ
 کا ارمان۔ دریودھن کی عداوت۔ ارجن کی وجہ سے
 کرن کی پاسداری۔ کرن کو انگلیش کی حکومت سے
 سرفرازی۔ درونا چارج کا حقوق استاد کیلئے
 اظہار مدعا۔ کورو پانڈوؤں کا ارشاد استاد پر تعمیل
 کے لئے عزم بالجزم

راجہ دھرتراشٹ ورونا چارج کے فیض تعلیم سے بہت خوش ہوئے
 ان کو اشتیاق ہوئی کہ کسی دن سب کے کرتب دیکھیں انہوں نے ورونا چارج
 سے کہا۔ ہمارا چ سنا ہے کہ رٹ کے سب لائق ہو گئے۔ آپ نے ان کو خوب
 دل لگا کر تعلیم دی۔ مگر کبھی اپنی تعلیم کا نمونہ تو دکھائیے کہ چارپایہ ہر دکتا
 بے چند کا معاملہ تو نہیں؟

ورونا چارج۔ ان داتا آپ کے زمانے کی بات ہے میں نے جو کچھ
 سکھایا ہے۔ اس کا عالم با عمل بنا دیا ہے۔ موقع موقع پر امتحان بھی
 لے لیا کرتا ہوں؟

دھرتراشٹ۔ بیشک آپ کا جی بھرا ہے۔ مگر میں نے اب تک کچھ بھی
 نہیں دیکھا کہ وہ کیا سکھے کیا پڑھے؟

ورونا چارج۔ آپ کو اختیار ہے جب چاہیں امتحان لے لیں ہمیں
 میدان ہمیں چوگاں ہمیں گوے۔ نائی نائی ہال کتنے۔ جیہان آگے آئینے
 آپ حکموں۔ سب کرتب معلوم ہو جائیگا۔

دھرتراشٹ۔ تو پھر بس کوئی دن مقرر کیجئے۔ آزمائش ہو جائے؟

دروچار ج۔ جی اُن۔ میری بھی کئی دن سے یہی خواہش ہے جب حکم ہو میدان بدو یا جائے۔

راجہ دھرتراشٹ تہ دل سے مشتاق تھا اس نے دن بدویا۔
 درونا چار ج۔ نے بھی اپنے شاگردان رشید کو راجہ کے منشاے
 خاطر سے اطلاع دی۔ ادھر شاگرد سب چاق جو بند ہوئے لگے۔ ادھر
 میدان کا انتظام شروع ہوا۔ ہر طرف خیمے ڈیرے لگ گئے۔ شاہی
 نشستگاہ بنائی گئی۔ راجاؤں کے لائق ٹھاٹھ پاٹ ہوئے۔ یہی نہیں
 رنواں کے لئے بھی تماشہ گاہیں تیار ہوئیں۔ اور میدان میں ایک شہر
 کا شہر بس گیا۔ راجہ دھرتراشٹ رنواں سمیت وہاں آٹھ ہرے لہران
 وجوانب کے مہمان راجے اور سورمارا جوں کے بیٹے بھی وڑیں آئے۔
 جس روز کی بدی تھی وہ دن آگیا۔ سب سے پہلے درونا چار ج کی
 سواری آئی۔ اسو تھا مان ان کا فرزند بھی ساتھ تھا۔ اس وقت ان
 کے ٹھاٹھ ہی اُور تھے رختے کی سواری تھی۔ اور پوشاک سر سے پلٹل
 تک سفید۔ اس سفیدی میں درونا چار ج کا چہرہ جلال کے سبب
 سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ انہوں نے آتے ہی ایشور کی پرار تھنا
 کی۔ پھر برہمنوں اور بھوکوں ننگوں کو پیٹ بھر کے کھلایا۔ راجہ سے
 دان دلا یا۔ جب دان پین سے چھٹی ہوئی تو وہ کھڑے ہو گئے اور باواز
 بلند پکارے کہ ہاں شاگردان رشید ہوشیار موقع آزمائش ہے وقت
 امتحان ہے۔ بخوشید بخروشید۔ بخوشید۔ اور شاغر نام آوری خوشید دیکھیں
 آج کس کے سر نام وری کا سہارا ہوتا ہے کون پالا مارتا ہے وہاں کہنے
 کی دیر تھی سب پہلے ہی سے کمر کے کھڑے ہوئے تھے۔ فن حرب و
 ضرب کی نمائش شروع ہو گئی۔ کبھی کسی نے گھوڑے پر آسن جہاں کہ
 بہاوری کے کرتب دکھائے کبھی کسی نے پا پیادہ جو ہر نمائی کی
 کبھی رختے کی سواری تھی کبھی گھوڑے کا آسن۔ کسی وقت زمین
 جولا نکالتی۔ کبھی رختے سے کام تھا۔ خلاصہ یہ کہ ہاتھیوں پر بھی وہ ہاتھ

دکھائے کہ سب دیکھتے رہ گئے ہر طرف سے مر جاد آفرین کی آواز آتی تھی۔ تیر جب جاتا نشانے پر جم بیٹھتا۔ تلوار جب ہاتھ میں لیتے کوئی گالی خالی نہ رہتی۔ ایک آندھی سی آتی اور پھر جسے کچھ بھڑکائی نہیں گزر جس وقت چکر لگا تا گنبد فلک آگے پیچھے ہٹتا کہ نہیں جھڑپ نہ آجائے۔ جس وقت گدا کی باری آئی دریودھن ادھر سے ادھر پھینک دیا۔ لپکا۔ جوڈ کم نہ بیش برابر کی تھی۔ چوٹیں چلنے لگیں ہاتھ دکھائے جانے لگے۔ طمانچہ کر چیر کر آغاز ہوا ہوتے ہوئے مونڈا پالٹ باہرانی کرک کی نوبت آئی۔ اور بس اب لاج پر بات آپڑی دریودھن سوچتا تھا کہ میری جیت ہو۔ بھیم سین کے دل میں تھی کہ دریودھن باری مانتے کھیل کھیل میں منہ جوڑ لڑائی ہو پڑی دونو بہادر جٹ پڑے اور برابر کی چوٹیں چل پڑیں بھیم سین کے طرفدار اپنی طرف واہ وا کرتے تھے۔ دریودھن کے خیر طلب اپنے خیمے میں آفرین آفرین کی صدا بلند کرتے تھے۔ دونو پھرے ہوئے شیر تھے نہ وہ اپنے کورتی بھر کم سمجھتا تھا نہ وہ اپنے کو جو بھر گھٹ۔ مقابلہ دیر تک قائم رہا اور بس یہی معلوم ہونے لگا کہ ایک نہ ایک کا خاتمہ و حرام ہوا ہے جو ذرا کمزور ہوا اس کے ماتھے جانے میں کچھ بھی شک نہیں۔

درونا چارج اس مقابلے سے کھجرائے اُنہوں نے اونچ نیچ سوچ کر اسو تھاں کو بھیجا کہ مقابلہ بند کرادے دریودھن اور بھیم سین کو اظہارِ طاقت سے روک دے مگر وہاں سنتا کون ہے۔ اس کان سے بات سنی اور اُس کان اڑادی۔ دونو بدستور کھتے رہے۔ آخر درونا چارج بیچ میں جا کھڑے ہوئے اور دونو شیروں کو الگ الگ کر دیا۔ اس کے بعد ارجن کی باری آئی۔ درونا چارج کا حکم پاتے ہی یہ میدان میں آیا سب کی آنکھیں کھل گئیں سیر پر جڑا دکھٹ۔ بدن پر زور کار لباس جوڑیں اہل تماشا نے دیکھا آنکھوں میں بجلی سے چمک گئی۔ چہرے پر نور برس رہا تھا۔ لباس میں سورج کی کرنیں ٹکی معلوم ہوتی تھیں۔ اس

جلال سے سونا اور ہو گندھ سب کو دھوکا تھا کہ راجہ اندر تو نہیں اُتر آئے ہر ایک کے دل میں خیال تھا کہ گوارجن راجہ اندر کا بیٹا ہے۔ مگر ایسا جلال تو راجہ اندر کا بھی نہیں اس نے تو۔۔۔

اگر پدرتو اندر سپر تمام کند

کا قول صادق کیا۔ مہارانی کنتی اپنے پیارے ارجن کو دیکھ دیکھ کر کھل جاتی تھی۔ اس کا کلیجہ ہاتھوں بڑھ رہا تھا کہ میرے لاڈلے کی ایسی پیاری صورت ہے۔ اور یہ عزت کہ ہر طرف سے مرجبا و آفرین کی صدائیں بلند ہیں۔ ارجن جس وقت میدان میں آیا شور تحسین بلند ہوا ایک تو خود ہی کامل زمانہ تھا۔ اس پر آزمائش کا وقت۔ اس نے جان توڑ کے اپنے منہ کو کھانا شروع کئے۔ اس نے پہلے ایک تیر مارا تیر ہوا پر پہنچا ہی تھا کہ دھکتے ہوئے انگارے برسے تھے باز لگاہ میں آگ ہی آگ بجھ گئی۔ یہ جو ہر دکھا کر دوسرا آسمان دوز تیر مارا تیر چمکی سے نکلا ہی تھا کہ ساون بھادوں کی جھڑی مات ہو گئی اور ساری آگ گل۔ ایسا پانی برسا کہ تماشائی بھل گئے تھے۔ ارجن نے کہا صابو گھبراہٹ کیسی ذرا سیر دیکھئے اتنے میں تیسرا تیر مارا تو کالی آندھی کے جھونکے چلنے لگے۔ گرد و غبار آسمان پر چھا گیا۔ چوتھے تیر کا کرشمہ دکھایا تو غروب کی نظر سے غائب۔ خاص و عام گرداب حیرت میں کہ معاملہ کیا ہے۔ پہلے آگ برسی پھر پانی۔ تیسری بار آندھی چلی جو تھی دفعہ آپ ہی اوپ واہ وائیا کمال ہے۔ واقعی تیر اندازی ارجن پر ختم۔ سب کے سب شور تحسین و آفرین بلند کرتے ہوئے ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتے تھے کہ آخر ارجن کیا کہاں دیکھتے دیکھتے نظر سے اوجھل اسی عالم حیرت میں ارجن دفعہ نمودار ہو گیا۔ اب سب کی عقل اور حیکم میں ہوئی ارجن تو وہی ارجن ہے مگر ڈیل ڈول قد و قامت میں زمین و آسمان کا فرق۔ وہ تن و توش وہ ہاتھ پاؤں کہ خورد و کلاں کی عقل رفوچکر تھی۔ مگر ایسی اعجاز کمال ختم نہ ہوا تماشائی تعریف کے پل بانٹتے ہی رہ گئے کہ اب ارجن کارنگ ڈھنگ

ہی اوسہا یا پاؤں زمین پر اور سر آسمان پر سر وقامت ایسا بلند ہوا کہ
 کٹیاں گر گئیں ٹوپیوں سے سر ننگے ہو گئے۔ مگر درازی قد کا اور چور نہیں
 ہیما نہ عقل قد وقامت ناپ نہ سکا۔ اس کے بعد ارجن نے ایک تیر
 کا ایک اور کمال دکھایا تو پہاڑ سا ڈیل پلک جھپکے ہی دو چار بالشت
 کا نظر آئے لگا حیرت پر حیرت طاری تھی تعجب پر تعجب ہو رہا تھا۔
 ارجن نے بائیں ہاتھ کے ایسے بہت کھیل دکھائے۔ کبھی غائب کبھی
 موجود کبھی سر بفلک۔ کبھی کوتاہ قامت۔ یہ سارے فن دکھا کر اب
 وہ رختے پر سوار ہوا۔ رختے چلا تو ہوا بھی گرد نہ پاسکی۔ تو سن نظر ہزار قدم پیچھے
 اس کا ترکش تیرا گلتا جاتا تھا اور اس کی چٹکی سے تیر نکلتے جاتے
 تھے۔ ہوا سے ہاتھیں کرنے والا رختے اپنے زور میں جا رہا تھا ادھر تیر و کا
 مینہ برسائے والے دھنش سے ہانوں کی جھڑپی لگ رہی تھی جتنے آہنی
 جانور نشانہ بازی کے لئے جولانگاہ میں رکھے گئے تھے۔ سب کو ارجن
 نے چھلنی کر کے رکھ دیا ایک ایک چھید میں دس دس تیر۔ سب جانور
 چھید چھید کے مار گرائے اور اپنے جسمانی تغیر و تبدل کے انہی کے
 ساتھ ہی کمالات بھی دکھلائے۔ رختے کو چھوڑ کر ارجن نے ہاتھ میں تلوار
 لی۔ تلوار بجلی کی طرح چمکی۔ اور ارجن کو ندھے کی طرح لپکا۔ ادھر سے ادھر
 یوں پتیرے بدل بدل کر چکر کاٹتا تھا کہ ایک پھر کی پورے زور میں گھومتی
 ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ایک بگولا سا چکر کھارہا تھا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔
 تھوڑی دیر تلوار کے ہاتھ دکھا کر ارجن نے چکر اٹھایا چکر سے بھی سب
 کی عقل خوب چکر گھنی ہوئی کند نے بھی سب کے چمکے چھڑ لٹے۔ گرزے
 بھی سب انکشت بدندان۔ نیزہ بازی سے بھی سب کے سب
 حیران۔ خلاصہ یہ کہ کوئی مردانہ اور بہادرانہ جوہر ارجن نے اٹھانہ رکھا ہر
 ایک میں وہ دست قدرت دکھایا۔ کہ زمین و آسمان کلمات تحسین سے
 گونج رہے تھے۔ ارجن نے سب ہتھیار چوم چوم کر رکھ دیئے۔ اور
 درونا چانچ کی خدمت میں حاضر ہو کر ڈنڈوت کی۔ درونا چانچ کا کلیجہ

ارجن کو دیکھتے ہی دوز کر گئے سے لگا لیا۔ پیچھے ٹھونکی زبان معجزہ بیان
 سے کمالات سراہنے لگے۔ ارجن کے اظہار کمالات سے تمام لوگوں نے
 ایسے زہر و شور اور جوش و خروش سے نعرۂ مرحبا بلند کئے باجرن نے وہ
 اظہار مسرت کیا کہ کان دسے آواز نہ سُنائی دیتی تھی۔ یہ عزت و تکریم
 کر یہ تعریف اور صفت سن کر کرن کتاب نہ آئی۔ وہ بیچ و تاب کھا کر
 شیر کی طرح بھڑا ہوا تھا درونا چاہت کے قدم چھوئے اور اٹھتا ہوا تھا
 اکڑتا۔ خم ٹھونکتا۔ زانوں پر تال مارتا میدان میں آکر دوا۔ اس وقت اس
 کے چہرے کا جلال ہی اور تھا سورج کی شعاعیں جھلکتی نظر آتی تھیں۔
 جس وقت خم ٹھونکتا وہ دوز کی آواز نکلتی کہ زمین ہل جاتی تھی۔ درودھن
 اور جہد حشر وغیرہ سارے کورہ پاؤں اس کے پیروں کو دیکھ کر
 اپنے میں ہونگے۔ تمام تماشاخیوں کا پتا پانی پانی ہو گیا۔ کرن نے مال
 ٹھونک ٹھونک کر ارجن کو لٹکایا اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تھے
 کہ ارجن اپنے غور میں مست ہے نہ کچھ آئے نہ جائے اور اس کی تعریف
 وہ ابھی جانتا ہی کیلے۔ بالکل طفل نو آموز۔ میں ابھی برسوں سکھا
 سکتا ہوں۔ تعریف کرنے والوں پر بھی افسوس کہ اوچھے خیال
 والے ہیں۔ یہ دیکھو میں کرتب دکھاتا ہوں۔ جو کچھ کسرا بھی ہو وہ ارجن
 مجھ سے سیکھ لے۔

درودھن کرن کے کڑکے سے خوش ہو رہا تھا۔ اس کی رگ رگ
 خوشی سے پھڑک رہی تھی۔ مگر ارجن تاؤ کھا کھا کر رہتا تھا دل میں دوس
 تھی کہ میدان میں پہنچ کر دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ تو طرفین کی ہوسیں نکل
 جائیں۔ اس نے اپنی طبیعت کو بہت روکا اور دل ہی دل میں دانت
 کٹتا رہ گیا۔ کیونکہ موقع نہ تھا۔ ادھر کرن نے سارے کرتب دکھا ڈالے
 آگ برسی پانی کی جھڑی لگی۔ اندھڑ چلا۔ غبا۔ چھایا۔ اور پھر مطلع صاف
 کبھی غائب کبھی ظاہر کسی لپست فک کی درازت فصیح مختصر ارجن
 کے دکھائے ہوئے سارے فن اس نے دیکھے تھے کہ درودھن

نے دوڑ کر چٹالیا اور کہا:-

کرن! میرا سب راج پاٹ تمہارا۔ میں تمہارا رضا جو۔ تم سفید
سیاہ کے مالک، ہمارے مختار۔ تمام بھائی تم پر قربان۔ سب
تمہارے مطیع۔ واہ واہ تم میری سلطنت و حکومت کی بیج بیج جان
ہی ہو۔

کرن! یہ تو آپ کی قدروانی ہے۔ ورنہ من آئم کہ من دانم۔ اگر آپ
ایسی ہی محبت ظاہر کرتے ہیں تو بے تکلفی معاف۔ دو ٹوک بات
کہتا ہوں۔ آپ ہاتھ مارئیے کہ جو برتاؤ آج تک رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ
قائم رہینگے۔ جو رشتہ محبت اس وقت تک ہے۔ اُس میں بال بھر کمی
نہ ہوگی۔ یہی نہیں بلکہ گرجی۔ میری اجازت لے کر ایک دفعہ مجھ سے
اور ارجن سے مل بھیر کر آئیں۔ دیکھوں وہ بارہ بانٹ ہے یا نہیں۔
اس کا گھنٹہ میں توڑتا ہوں۔ یا وہ میرا غرور

دریودھن میں نے زبان دے دی ہاتھ مار لیا کہ جب تک زندگی
سے تنگ نہ ہوں ہونگا اور تم ہو گے اور تم ہو گے میری محبت۔ میری
محبت ہوگی اور تمہاری رضا جوئی۔ خوب اطمینان رکھو۔ کہ جو کہہ دیا
وہ پتھر کی لیک ہے۔ مجال کیا جو قول پٹ پڑے؟

ارجن یہ تیز تر ٹپ باتیں اور دل دکھانے والے کلمات سن رہا۔
تھا۔ اس کو تاب نہ آئی اور شیر کی طرح گرج کر بجلی کی طرح کڑکھا

”او کرن۔ بہت بات پاؤں پر نہ پھول۔ طاقت پر نہ اترا۔ زعم فاسد
فضول۔ بڑے بول کا سہ ہمیشہ نیچا۔ تو مجھ پر منہ آتا ہے ملاحیاں سناتا
ہے۔ ابھی میدان میں آ جاؤں تو چیسے ڈھیلے کر کے رکھ دوں۔ بوٹیوں
کا پتہ نہ لگے۔ ساری شیخی دھری رہ جائے۔ دریودھن بھی دیکھ لے
کہ بہادر کیسے ہوتے ہیں۔ تو سہی کرن بھی دیکھے اور میری ہی واہ واہ
کرن اپنے کو سمجھا بی کیا ہے۔ سوت اولاد کا یہ منہ کہ راجہ پانڈو کے
بیٹوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ کہاں غور شید۔ کہاں ذرہ۔ ہم

راجہ ماروہ ذلیل خوار۔ کرن آگ بگولا تھا مگر ارجن کے حقارت آمیز الفاظ سے اس کی گردن پیچی ہو گئی۔ ادھر غصہ ادھر جھپٹ مگر تھا دل کا شیر پھر کو کا کہ کرن بیٹھو بھی۔ چلے میں پدرم سلطان بود پر ناز کرتے ہیں سوچ ملاں کا نور نظر ہوں۔ ذاتیات سے کیا فائدہ۔ لیاقت اور کمالات پر اتراؤ تب بات ہے۔ ہمارے گرد مہاراج درونا چارج ہی درون کے فرزند اجمند ہیں۔ بید بیاس جی کو دیکھئے متسوری ایک ماہی گیر کی دستہ تیرکھنے کی آنکھ کے تارے تھے۔ پھر میرے حسب و نسب میں کیا ٹھن لگ گیا جو حضرت ارجن اتنا اچھلتے کودتے ہیں۔ منہ دیکھو لیاقت دیکھو اعمال و انفعال دیکھو پھر بات کرو۔ آج بہادری کی آزمائش کا دن مقرر تھا۔ سب کا راز مودہ بلائے گئے تھے۔ کہ ارجن میں شرفاب کا پر لگا ہوا ہے کہ وہی جو چاہے کرن دکھائے جو چاہے کمال ظاہر کرے۔ مجھ کو بھی ایشور نے دست قدرت دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فی جوش سامنے چھوٹے تب مزہ آئے۔ یوں اکیلے ٹورنڈیاں بھی ناجی لیتی ہیں تلوار کا مینہ اور تیروں کی بوجھاڑ ہو تب جو ہر کھیلے کہ جیالا کون ہے۔ سو بیرکون ہے۔ تیر اندازی کے کتے میں بوٹ بنکیتی سارے فن کیا چیز ہیں۔ اسی اثنائیں آدھرت آپہنچا کمر جھکی ہوئی ٹھنی ہاتھ کو لاٹھی کا سہارا تھا۔ ارجن اس جیل بڑھے کو دیکھ کر دیکھ کر منہسا اور بولا کہ در آپ کی رخ ملاحظہ ہو۔ انہیں صاحب کے ثبوت تن اکڑ کر مجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے اکھاڑے میں اترے ہیں۔ فقرہ چست تھا۔ اور پاڈو بھی کھل کھلا کر منہس پڑے منہسی روکے نہ تڑکی۔ کرن کھسیا گیا کرن کی کھسیا ہٹ دیکھ کر در پودھن کے دل پر ایک تیرجم بیٹھا اس نے اسی وقت کہا کہ راجہ کرن تمہیں انگدیش کی حکومت مبارک۔ آج سے تم وہاں کے راجہ۔ یہ کہتے ہی ملا زمان درگاہ کو حکم دے دیا کہ پلک نہ جھپکنے پائے اور سنگھاسن حاضر ہو۔ ایک جو اہرات سے جڑاؤ سنگھاسن زبان بلائے ہی موجود ہو گیا۔ در پودھن نے ہاتھ پکڑ کر کرن کو اس پر بٹھلایا۔ اور تلمک

کر دیا۔ اب تو کرن کے سر پر رُقع چتر کے میرے جواہرات تڑپ دکھانے لگے۔ ہر طرف سے چور ہوئے لگا۔ تمام سامان شاہی بیس گھوڑے ہاتھی سب موجود۔ لاؤ لشکر کی کیا گنتی؟

اس وقت کیا کرن کے مزاج کا پوچھنا دماغ عرش پر تھا۔ اس نے دریودھن کا شکر یہ ادا کیا۔ عمر بھر رضا جوئی کا بیڑا اٹھایا نسلا نسل بطنا بعد بطن فرمانبرداری کے لئے زبان ہاری؟

دریودھن نے دوڑ کر گلے سے لگالیا اور کہا قول مرداں جاں دارد جب تک زندگی ہے ہم تم پر کج جان و دو قالب۔ دانت کاٹی روٹی۔ کرن کا بڑھا باب سامنے تھا۔ جس پر ارجن نے تھقہ لگایا تھا۔ کرن نے رتن ہٹ لگھا سن سے اتر کر اُس کے پاؤں چومے اور ستنے اپنے پیارے فرزند کو کلیجے سے لگایا۔ دعائیں دیں اور انگلیش کی فرمانروائی کا مبارک باد دیا۔ دریودھن ارجن سے بچتا تھا کرن کے کارنامے دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔ تقویت ہوئی کہ چلو ایک ڈارجن کی ٹکر لینے والا میرے ساتھ لگا بندھا ہے پہلے اسے نصیاتی تھا کہ ارجن کا جوڑی دہر کوئی نہیں۔ اب اس کا دل ٹھکائے ہوا۔ اس کی دل کی پریشانی گئی اُس نے یقین کر لیا کہ کرن ارجن کو چٹکیوں پر اڑا چکا۔ اگر ارجن کی گردن توڑنے والا ہے۔ تو صرف کرن۔ اب دریودھن کے چستے تیز ہو گئے وہ اپنے تینے والا اُسٹھ لے لگا اور اسے اُمید ہوئی کہ کھٹکا جاتا رہا؟

ان سب باتوں میں دن ڈھل گیا۔ آفتاب نے گوشہ مغرب میں منہ چھپایا شام کی شفق پھولتے دیکھ کر درونا چارج لے کہا۔ کہ بس محفل برخاست حکم پاتے ہی سب اپنے اپنے مکانوں کو پہنچے۔ دریودھن نے اسی وقت کرن کو عرش پر چڑھا دیا۔ لاؤ لشکر توبت تقارے گا جے باجے کے ساتھ ہستنا پور لایا۔ اور خوب تعریف کے آ رہے گئے۔

درونا چارج سر و گرم حشیدہ زمانہ ویدہ تھے۔ سمجھ گئے کہ کیا رنگ ڈھنگ ہیں۔ انہوں نے تختے میں پاؤں دوں کو سمجھایا کہ دریودھن اور کرن

مارے حسد کے جلے بجھنے جاتے ہیں۔ نہ جانے موقع پا کر کیا کچھ کراٹھا میں۔
 بس احتیاط لازم۔ ہوشیاری مقدم۔ ورنہ خطر رکھی ہوئی ہے۔ موت کے
 سامنے میں فرق نہیں۔ پانڈو ہاں ہوں کر کے چپ ہو رہے اور اس
 وقت کی بات وہیں کی وہیں رہی۔ دوسرے دن سارا مکتب کا مکتب
 جمع تھا۔ سب شاگرد اپنے اپنے نشے میں مست تھے کہ درونا چارج
 جی نے ضروری سبق پڑھا کر گوروں سے مخاطب ہوئے ہوئے کہا: شاگردان
 رشید تم سب بونگم فضائل میں افضل اور کمالات میں کامل ہو گئے اچھے
 اچھے استاد بن تمہارے سامنے کان پکڑینگے۔ تمہاری ماہیت
 ہر علم و فن کے وحشی کو انگلیوں پر سچائیگی۔ میں نے سب ہنر سکھا دئے
 اب تمہارا اور کوئی جواب نہیں۔ میں نے آسادی کا حق ادا کیا۔ تم
 شاگردی کا حق ادا کرو۔ کام کچھ مشکل نہیں بالکل آسان ہے۔ اگر تم لوگ
 ذرا بھی اشارہ کر دو تو بن جائے۔

گورو۔ بہارن جی۔ آپ بے تکلف فرمائیں۔ ہم لوگوں کا سر تک جانے
 ہے۔ غلامگذاری میں عذر کیا بغیر ارشاد عین شرف سعادت۔
 ورنہ ناچار سچ۔ اسی بات ذرا سی ہے۔ جب میں تم سب کے سنوں
 تھا تب راجہ دروید میرے ہم مکتب تھے۔ دوستی گہری تھی۔ وہ مجھے
 شفیق بدل رفیق سمجھتے تھے۔ میں انہیں رفیق بدل شفیق۔ بس یہ
 ہے کہ دانت کاٹی روٹی تھی۔ چولی دامن کا ساتھ تھا۔ انہیں دیکھے
 بغیر مجھے اور مجھے انہیں دیکھے بغیر چین نہ تھا۔ سگے بھائی سے زیادہ
 محبت تھی۔ نیجان و دو قالب ہو رہے تھے۔ ایک دن باتوں باتوں
 میں راج پاٹ کا بھی ذکر آ گیا میں نے اپنے منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر غور
 راجہ دروید بولے کہ جس وقت مجھے راج ملا میں آدھارا ج تمہیں بانٹ
 دوں گا فرق ہو تو کیا مجال میں اس وعدے کو دل میں لئے رہا۔ جب
 راجہ دروید کی حکومت کا اچھی طرح سکھ بیٹھ لیا تو میں گیا اور راجہ سے
 درخواست کی کہ وعدہ پورا کیجئے۔ راجہ کا دماغ آسان پر تھا اب ان کے

مزاج کہاں تھے۔ اُنہوں نے جیسے پہچانا بھی نہیں کہ کون ہے۔
ایسا سمجھا جواب دیا کہ میں اپنا سامنے لے کر رہ گیا۔ دل پر وہ چوٹ
لگی۔ کہ اس وقت بھی ابھری ہوئی ہے اگر تم سعادتمند ہو تو صباؤ
اور راجہ دروید کو پکڑ کر لے آؤ۔ جس وقت راجہ دروید نے دماغ کی
لی پہچانا تک نہیں کہ کون ہوں مجھے اپنی بے عزتی سے سخت رنج ہوا
میں نے ایشور سے کہا کہ اے اپنی تکبر کا سر نیچا کرے والے آپ
نے کسی کا غرور نہیں رکھا۔ بس اگر راجہ دروید کا غرور نہ ٹوٹا تو کیا
لطف۔ بات تب ہے کہ راجہ دروید پابز بخیر میرے سامنے آئے اور دیکھے
کہ غرور کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ میری اس روز کی پرتگیا میں آج جان آئی۔ تم
ایسے لائق کو خالق سور میرا تھے شاگرد تیرا نداری میں پاکمال تمام فنون
حرب و ضرب ہیں آپ ہی اپنی مثال ہو اگر وہ پرتگیا تم لوگوں کے ہوتے
پوری نہ ہوئی تو زندگی پر وحشت کال

دروید دھن۔ مہاراج آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ دروید کی بساط ہی
کیا ہے۔ ایشور نے چاہا تو ایک نہ ایک دن اُس کو آپ کے پیچھے
میں گرفتار دکھا دوں گا۔ صرف موقع کا انتظار ہے جب منطقہ رنگیا راجہ
دروید آپ کے سامنے ہوگا۔

دروید دھن کی اس بات کو سن کر درونا چارج چپ لگا گئے۔ مگر
جب پانڈوؤں کا سامنا ہوا تو انہوں نے کہا کہ بھتیجا میں نے تم سب
کو سکھایا پڑھایا آخر کچھ استاد کے حقوق بھی میں یا نہیں۔ اگر حقوق کا
نیال ہے تو راجہ دروید کو پکڑ لاؤ۔

پانڈوؤں نے بہت اچھا۔ جو مرضی۔ حکم جان کے ساتھ کہہ کر
سر تھکادیا۔ اور ظاہری الفاظ میں وہی نفس مطلب تھا کہ راجہ دروید
خدمت میں حاضر کیا جائیگا۔

اوصیائے ۷۷

کورؤں کی راجہ دروید پر چڑھائی۔ کورؤں کی شکست
پانڈوؤں کی کمکت فتح۔ ارجن کے ہاتھ سے راجہ
دروید کی گرفتاری۔ درونا چارج کی خدمت میں راجہ
دروید کی حاضری عفو تقصیرات اور مع النحر واپسی

درونا چارج کوروں اور پانڈوؤں سے راجہ دروید کی گرفتاری
کے لئے زبان لے چکے تھے۔ چنانچہ اس کام کے لئے دروہن اور کرن
نے لاؤشکر کے ساتھ پیش قدمی کی۔ ادھر سے فوج ظفر مونج زعم طاقت
میں مست اور نشہ خودی میں چور پہنچی تو راجہ دروید بھی خم ٹھونک کر
سامنے آگیا۔ گھمسان کا طوائی شروع ہوئی۔ راجہ دروید کی فوج
نے کوروؤں کے لشکر کو ناکوں جتنے چبوائے اور دروہن کو ایسا
نیچا دکھایا کہ جان پر بن رہی تھی۔ قدم اکھڑنے ہی کو تھے کہ پانڈو آ پہنچے
اور مڑوہ جسموں میں از سر نو جان آگئی۔ پانڈو کوروں کے دست راست
بنے اور کئی روز تک خون کے دریا بہتے رہے۔ بہادران صف شکن
دلادران پلٹن کی ناحق خونریزی پر تاسف کر کے ارجن نے راجہ دروید
سے کہا کہ لاکھوں بہادروں کی خونریزی سے کیا نتیجہ۔ آئیے ہم آپ
دست بدست دو دو ہاتھ کر لیں۔ جو جیسے وہی میری۔ ہماری آپ
کی منہ جوڑ طوائی پر ہار جیت شکست کا فیصلہ ۶

راجہ دروید دلاچنا نہ تھا اس سے بھی بڑے بڑے سوہیروں کی کور
 دیتی تھی۔ اُس نے کہا کیا مضائقہ ہے یہی سہی۔ یہاں کسی بات سے انکار
 نہیں۔ آخر لڑائی شروع ہوئی۔ دروید اور ارجن دونوں جٹ گئے۔ وار پر وار
 ہوئے۔ داؤں پر داؤں پیچ۔ آخر ارجن نے نیچا دکھایا۔ راجہ دروید کی
 ایک پیش نہ گئی۔ راجہ دروید ہارا تو ارجن نے باندھ لیا اس کے وزرے
 سلطنت اور سہ سالاران لشکر بھی قابو کئے اور سب کو لا کر درونا چارج
 کے سامنے کھڑا کر دیا۔

جو میں درونا چارج نے راجہ دروید ایسے عالیشان فرمانروا کو ارجن
 کی کمزوری میں گرفتار اور زنجیر مالوسی میں اسیر دیکھا ان کا دل پانی پانی ہو گیا۔
 اور اس وقت تو ان کے دل کی کچھ اور ہی کیفیت ہوئی۔ جب راجہ دروید
 نے جھک کے ڈنڈوت کی اور پھر آنکھ اوپر نہ اٹھائی۔ درونا چارج اس
 حالت کو دیکھ کر بولے کہ راجہ دروید اُن آدمیہ دولت و سلطنت کا غرور
 یہ زعم یہ طاقت کا نشہ۔ میں بچاں کا دوست۔ ہم مکتب۔ ہم سبق۔
 در دولت پر حاضر ہوا۔ فقر و فاقہ کی دردناک کہانی سنائی۔ مگر تم اپنے نشہ
 سلطنت میں مست اور دولت و ثروت کے غرور میں اندھے ہو رہے
 تھے۔ گویا بچاں نام تک نہیں۔ دیکھ لیا کہ غرور کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اے راجہ
 دروید ہم کو تمہاریا سے غرض ہے نہ کہ راج کا ج سے۔ ہم دنیا کی سلطنت
 کو بیخ کن میں تاپ ڈالنے والے ہیں۔ ہم کو راج سے کیا واسطہ۔ مگر
 بات کی بات تھی۔ ہم آزمائے گئے تھے کہ دیکھیں تم کتنے ہوا چھاؤرا
 سج کہنا کہ تم نے ہم مکتبی کے زمانے میں آدھی سلطنت دیئے کو زبان
 دی تھی کہ نہیں۔ راجہ دروید شرم سے زمین میں گر جاتا تھا اس کی گردن
 نیچی ہوئی جاتی تھی نظر اوپر نہ اٹھتی تھی۔ اس نے منہ پر رومال رکھ کر
 بہت شرمندگی سے جواب دیا کہ:-

اے مہاراج کہا تو ضرور تھا۔ میں مشکور نہیں۔

درونا چارج۔ اچھا جب تم زبان دے چکے تھے تو اُس کی پابندی کرنے

نہ کرنے کا تم کو اختیار تھا۔ مگر میری بے عزتی کیوں کی؟

راجہ دروید۔ سب میری غلطی۔ جیسا کیا ویسا پایا بھی تو پہلے آدھی سلطنت کا وعدہ تھا۔ اب پوری سلطنت قریبوں پر بچھا دے؟

ورونا چارج۔ راجہ دروید! ایک در بندہ ہزار در کھلے تم غرور میں اندر سے

تھے۔ تم جانتے تھے کہ جو کچھ میں ہم ہی میں۔ مگر ایشور کی بڑی بڑی باتیں

میں۔ وہ رائی سے پرست اور پرست سے رائی کرتا ہے۔ جس کو چاہے

پل میں تارے جس کو چاہے ڈیوڑھے میں جب تم سے مایوس پھرا تو

ایشور نے مجھے یہاں پہنچایا۔ بھیشم پتاماہ کی آنکھوں میں حقیقت سنا سی

کا لڑ تھا انہوں نے مجھے پہچانا ایسا مالال کیا کہ کوئی ہوس باقی نہیں

گھر میں دولت پٹی پڑی ہے۔ گاؤں گراؤں کی کمی نہیں گائے بھینسوں

کے درودھ کی نہریں جاری ہیں۔ ہاتھیوں کا پرکا پرکا موجود ہے۔ تم مجھے

کیا دے سکتے تھے بہت ہوتا۔ ایک آدھ مقطع یا گاؤں دے دیتے اس

وقت ایشور کی کرپا سے میں تمہارے انگلیش کو مول لے سکتا ہوں۔

مجھے دولت وصولت کی خواہش نہ تھی صرف تمہیں یہ دکھانا منظور تھا

کہ بڑے بول کا ہمیشہ سونچا ہوتا ہے۔ میرے شاگرد گل کے چھو کرے تم

کو بکڑ لائے۔ کیا اس وقت میں ہاتھ پاؤں نہ دکھا سکتا تھا مگر نہیں تھیں سبق

سکھانا تھا کہ غرور برا ہے۔ اس وقت تم میرے شاگردوں کے اختیار

میں ہووہ جو چاہیں تمہارے ساتھ کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں تم میرے بچپن

کے دوست ہو۔ ہم سبق ہو جس دوستی کا لحاظ تم کو نہ ہوا تھا۔ اس

کا پاس میں کرتا ہوں۔ تم کو رائی دلوادونگا۔ مگر جو آدھ راج دینے کو

زبان دے چکے ہو۔ اس کو حلق میں ڈال کر اگلا لونگا۔ مروت ہو چکی؟

دروید۔ مجھے کب عذر ہے۔ آپ کا میں خادم۔ سلطنت پر آپ تصدق

اور جو کچھ ارشاد ہووہ بھی سرائی لکھوں پر؟

ورونا چارج۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ بس آدھ راج حوالے کیجئے

اور گھر کا راستہ لیجئے کہ جان بچی لاکھوں پائے؟

راجہ دروید نے قدموں پر سر جھکا یا آدھاراج درونا چارج جی کے نام
 کہہ کر جان بچائی اور درونا چارج کے حکم سے رہا ہو کر خیر صلاح سے رجوع
 میں گئے۔

ادھیائے ۴۸

راجہ دروید کی راجدھانی میں واپسی۔ درونا چارج
 سے پاداش کا خیال۔ فرزند قاتل۔ درونا چارج
 کی فکر۔ جارج رشی کی نظر توجہ۔ راجہ شانیدین اور
 مہارانی درویدی کی پیدائش

راجہ دروید درونا چارج سے ہاری مان کر راجدھانی میں پہنچے۔
 شکست کی ندامت اور گرفتاری کی غیرت، زندگی حرام کئے ہوئے تھی
 کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔ سب ٹھاٹھ باٹھ روی معلوم ہوتا تھا۔ ایشور
 نے ایک لڑکا عطا کیا تھا جس کو سکھنڈی کہتے تھے۔ تھوڑے بہت ہی
 شور مچاتا تھا طاقتور نگرار جن کا سامنا کر سکے یہ دم نہ تھا۔ سکھنڈی
 کے بھی کوئی اولاد نہ تھا۔ بلکہ اس کے علامات مروج قاطع نسل تھیں۔
 اس لئے راجہ کو فکر ہوئی کہ دوسری اولاد پیدا کرنا چاہئے۔ جب تک
 کوئی بہادر بیٹا پیدا نہ ہوگا۔ تب تک جس کا جی چاہیگا وہاں لے گا۔ میری
 ایک نہ چلیگی۔ اور درونا چارج سے میں کسی طرح عوض نہ لے سکو لگا۔
 اس خیال کو دل میں جھاکر راجہ دروید جنگلوں جنگلیوں رشیوں فیوں کے

درشن کرتے پھرے۔ ہر ایک سے عرض مدعا کی۔ مگر سب نے باتوں باتوں میں ٹکایا۔ آخر جانج رشی کے آشرم میں قسمت لے گئی۔ اُنہوں نے راجہ کو تشفی دی۔ بہت سمجھا بکھا کر کہا کہ ہم جگہ کر کے ایسا لڑکا پیدا کر دیجئے۔ جس کے ہاتھ درونا چارنج کی موت ہی ہو۔ تم جاؤ راجدھانی میں جگہ کا سامان کر دہم آتے ہیں۔ اپنے بھائی انجانج کو بھی لئے آتے ہیں۔ دیکھو کیا بہار ہوتی ہے۔

راجہ درود ہوا کے گھوڑے پر سوار اپنی راجدھانی میں آ برائے جگہ کی کاروائی شروع ہوئی پیچھے پیچھے جانج اور انجانج رشی بھی وار ہوئے۔ اور اُنہوں نے جگہ میں اپنی ریاضت شاقہ کی اعجاز نمائی شروع کی۔ جس وقت وید منتروں اور اُن کے فیض عبادت نے اثر کیا، ہون کنڈ سے ایک خوبصورت لڑکا نمودار ہوا۔ چہرے چندے آفتاب چندے ماہتاب جسم پر خوشنما زکار ملبوس۔ ہاتھ میں تیر و کان۔ کمر میں تلوار۔ اس کے جلوہ اخروہ ہوتے ہی دفعۃً بجلی کڑکی۔ بادل گر جا اور یہ آکاش بانی ہوئی۔ کہ جگہ کی کامیابی مبارک وہ لڑکا پیدا ہوا جو درونا چارنج کو بستر مرگ پر سلائے گا۔

اس الہام سے راجہ درود کے دل کا مرجھا یا کنول کھل گیا۔ اس نے خوشی کے شادو یا نے بچائے تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہے تو ہون کنڈ سے ایک دختر نیک اختر بھی برآمد ہوئی۔ یہ لڑکی حسن و جمال میں فردیگانہ تھی۔ سورج چاند پاؤں کے دھوون بھی نہ تھے۔ اپسرائیں اُس کے سامنے کے سامنے منہ نہ کر سکتی تھیں۔ گندھرب سمجھتے تھے کہ آفتاب زمین پر اتر آیا۔ اس کا جلوہ نظر آتے ہی آکاش سے آواز آئی۔ کہ یہ لڑکی ہنچ کنیاؤں میں سرفراز و ممتاز ہوگی۔ اس کے سبب سے وہ وہ خوزیر لڑائیاں ہوگی کہ ہزاروں راجے میدان میں کھیرے گڑی کی طرح کٹ جائیں گے۔ لاکھوں بہادران صف شکن و دلاوران ضیغم اقلن ٹڈیوں کی طرح زمین پر نہچے نظر آئیں گے۔ جب آدمیوں کا یہ حال

ہو گا تو جانور غریب کس شمار میں ہیں خلاصہ یہ کہ حدودِ جہ خونریزیوں
ہوں گی۔ اس طرح کی خوشی میں نوبتِ نقارے بجے اور جارج رٹھی
نے راجہ دروید کی گود میں دے دیا۔ رشتیوں نے اشیر باد دیا پھول پرستا
و شنائیں پائیں۔ حصولِ مراد سے خوش خوش گھر واپس گئے۔ راجہ
دروید کے لڑکے کا نام شتر دمن رکھا گیا۔ اور لڑکی کا نام کرشنا لکھج
سن تمیز کو پہنچے تو ان ناموں میں تبدیلی واقع ہوئی جو شتر دمن تھا وہ
راجہ شنائیں کہلایا اور جو کرشنا تھی۔ وہ دنیا میں مہارانی دروید سی ٹیج
کنیاؤں کی سر تاج مشہور ہوئی۔

جب شتر دمن کسی قدر سن تمیز کو پہنچا تو راجہ دروید کو تعلیم و تربیت
کی فکر ہوئی گود رونا چارج سے ولی عداوت تھی مگر درونا چارج سے
بڑھ کر کوئی کامل علوم و فنون بھی نہ تھا۔ راجہ دروید نے اپنے کلیجے
کے ٹکڑے کو بھی انہیں کے پاس بھیج دیا کہ تربیت حاصل کرے
شتر دمن درونا چارج کی خدمت میں حاضر ہوا ڈنڈوت کی اور اظہار
مدعا کیا۔ درونا چارج صورت دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ صاحبزادے
راجہ دروید کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور میرے قاتل۔ چنانچہ ڈنڈوت
کے جواب میں اشیر باد دینے کے ساتھ ہی انہوں نے کہا۔
او۔ درون کی جان کے گاہک۔ درون کے کال۔

یہ کہ کردہ ہنسنے اور پھر خاموش ہو گئے دل میں سوچتے تھے کہ واہ
کیا ایشور کی مایا ہے۔ جو مجھے قتل کرے گا وہی مجھ سے علم و ہنر سیکھنے
آیاء۔ یہ خاموشی بالکل ٹھوڑی دیر رہی۔ آخر کار انہوں نے یہ سمجھ کر
کہ ایشور اچھیا بلوان ہرچہ رضاے مولے از ہمہ ادلے۔

شتر دمن کو کلیجے سے دگاکر داخل مکتب کیا۔ اور اہل مکتب کی طرح اسے
بھی استر بدیا شتر بدیا شتر بدیا پڑھا کر استاد زمانہ کر دیا بالکل نعل
نکبیا۔ عرض یہ تھی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ شتر دمن درونا چارج کا شاگرد اور
اپنے ہم سبقوں سے لیاقت میں کم صرف اپنی بدنامی کے خیال سے اسے

کامل فن بنادیا کہ آخر اسی کے ہاتھ سے درونا چارنح کی موت ہوئی اور مہاجنارت
کے اچھوتی ول والوں میں سے کوئی دوسرا سوربیر بال بیکانہ کر سکا۔

ادھیائے ۴۹

دریودھن کی دغا بازی بھیم سین کو زیر خورانی۔ گرداب
فنا کا سامنا۔ ایل متی راجہ باسک کی وجہ سے
جانبری۔ بعدہ باہم شادی میمنت آبادی

دریودھن کو پانڈوؤں سے عداوت تھی۔ مگر بھیم سین اس کی
نگاہوں میں کاٹنے سے زیادہ کھٹکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بھیم سین نہ
رہے تو بس پانچوں انگلیاں گھی میں ہو جائیں اور پانڈو کچھ بھی نہیں
کر سکتے۔ رات دن دریودھن کو یہی فکر تھی مگر کیا بھیم سین اور کیا اس کے
بھائی سب محبت براورانہ کے بھلاوے میں اس کی شعبہ بازیوں سے
ناواقف تھے۔ کسی دن جدھشٹر۔ ارجن۔ سہید یو۔ نکل کہیں اور تھے
قیامگاہ میں صرف بھیم ہی بھیم تھا۔ اس موقع کو تاک کر دریودھن نے
بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ بھیم سین کو مدعو کیا اور دعوت کی ٹھہرا دی۔
بھیم ایک دفعہ سیکھ چکا تھا۔ مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ وہ بلا تکلف
شراب و دعوت ہوا اور جو کچھ سامنے حاضر کیا۔ سب بے غل و غش
چٹ کر گیا۔ بھنگ پینا آسان ہے۔ مگر موجدیں پیچھے سے خبر لیتی ہیں
بھیم سین کھانے کو لو کھانے کے ساتھ زہر ملا لیں کھا گیا۔ آخر نتیجہ یہ تھا
کہ نبض ساقط۔ سانس غائب۔ پٹا اسرو۔ جب صبح ہوئی تو راجہ دھرتراٹھ

کو بھیم سین کے حال سے خبر کی گئی۔ راجہ دوڑا ہوا آیا حکیم طیب سب
بلانے پوچھا کیا حال ہے۔ سب کا جواب تھا کہ ابھی سدر متی قدرے
تلیل جان باقی معلوم ہوتی ہے۔ مگر دھڑا شٹ نے ٹھنڈا برن کا سا
بدن دیکھ کر باور نہ کیا۔ اور یہ تجویز کی کہ لاش کو جل پڑا کر دینا ضروری ہے
بھیم کے بھائیوں کو اس سانچہ ورد انگیز کی مطلق خبر نہ ہوئی اور بھیم سین
کی لاش گنگا جی میں بہاوری گئی۔ لاش گنگا میں چھوڑی گئی تو بہاؤ پر چلی
ہون بی لاش کے محافظ تھے۔ انہوں نے بخوف و خطر پاتال میں پہنچا
دیا۔ جس وقت لاش اس مقام پہنچی جہاں باسکی ناگ کی کنیاں سیر
کر رہی تھیں تو چاندی کی صورت ہوئی۔ ایل متی نے ربا سکی ناگ کی کنیاں،
اس لاش کو بہاؤ پر دیکھا تو نڈیاں یا ندیاں نوکر چاکر ساتھ تھے ایل متی کے
حکم سے دوڑ پڑے اور مروے کو نکال لائے جو ہیں ایل متی نے بھیم کی
صورت دیکھی دل ہاتھ سے جاتا رہا فریضہ ہو گئی۔ مگر یہ کہ ہاے اسمیں
جان نہیں!

ایل متی باسک ناگ کی دختر نیک اختر تھی۔ اس کے باپ ماں نے
اس کو سری گورا پاربتی کی پوجن کی ہدایت کر دی تھی۔ اس عرض سے کافاوند
عمدہ سے عمدہ ملے اور سہاگ میں کبھی طلل واقع نہ ہو۔ ایل متی صدق
دل سے پاربتی جی کی پوجن کرتی تھی۔ اتفاق کی بات کہ ایک روز تازہ پانی
دستیاب نہ ہو سکا باسی پانی ہی سے گوری جی کی پرستش کرنا پڑی۔ فرض تو ادا
ہو گیا۔ مگر پھل یہ ہوا کہ گوری جی نے ملنے کی دعا دی!

جس وقت بھیم کی لاش اس کے سامنے آئی۔ اس معاً پاربتی
جی کی آواز غنیب یا دآئی وہ سمجھ گئی کہ بردان کا ظہور اسی پر منحصر ہے وہ
بھیم سین کو لئے ہوئے گھر آئی۔ ایک پرانے کپڑے کا گیند بنا کر امرت
کنڈ میں پھینکا اور پھر نکالنا چاہا۔ امرت کنڈ کے محافظ مانع ہوئے ادھر
سے انکار تھا ادھر سے اصرار۔ آخر ایل متی سب کے سر ہو گئی کہ گیند نہ
نکالو خون تمہاری گردن پر محافظ مجبور ہوئے انہوں نے گیند کو خوب

پنچوڑ سپاڑ کر اس کے حوالے کیا۔ اور گیند ایل مٹی کے ہاتھ آیا تو کچھ امرت کی تری باقی تھی وہ بھیم سین کے مفید حال ہوئی اس کے اثر سے بھیم سین نے آنکھیں کھولیں دیکھا تو کچھ اور ہی سماں ہے۔ نہ دعوت نہ تواضع نہ درلودھن نہ دو شاسن نہ وہ مکان بن نہ وہ محفل حیران کہ دوسری جگہ میں کیونکر آگیا۔ ایل مٹی کو دیکھ کر پوچھا۔

تم کون ہو؟ اور جہاں میں ہوں۔ کس کا مکان ہے اور شہر کا نام مجھے یہاں کون لایا۔ آخر لائے کا کوئی سبب؟

جواب میرا نام ایل مٹی ہے۔ باسک جی میرے پتا اس ملک کے فرمانروا ہیں۔ اس کا نام ناگ لوک ہے۔ آپ مردہ حالت میں رہتے ڈوبتے تر تے دریا کے بہاؤ پر آرہے تھے کہ میری نظر پڑ گئی۔ میں نے آپ کو گرداب فنا سے نکالا یہاں لائی امرت کی تاثیر سے زندہ کیا سری پاروتی جی کی کریا اور بردان سے مجھے آپ کا درشن نصیب ہوا۔ اب مزے سے یہاں قیام کیجئے۔ رہیے نسے آندر کیجئے، بھیم سین۔ تمہارا شکریہ کہ میری جان بچائی۔ اس کے شکرانہ سے کیونکر سکدوش ہونگا،

ایل مٹی۔ بس اسی طرح کہ یہیں میرے کیجے کو ٹھنڈک پہنچاتے رہیے مجھ پر احسان ہوگا۔ اگر طبیعت مستعمل گئی ہو اور تکلیف نہ ہو تو اپنا نام بتا دیجئے۔ فرمائیے۔ کہ وطن کہاں ہے۔ والد کا نام۔ آثار اقبال شاہی بے وجہ نہیں۔ سب حال کہہ جائیے،

بھیم سین۔ چند رکھی۔ سمجھ کی زندہ مورتی۔ جمود پ کے راجہ پنڈوکا لخت جگر ہوں۔ پانچوں پائندوں میں ایک نام بھیم سین سنا ہوگا وہی میں ہوں۔ غمزداد بھائیوں کی قلبی عداوت کا یہ دوسرا کرشمہ ہے میں اپنے نشہ طاقت میں مسرت زہر و ہر کی پروا نہیں کرتا اسی سے دھوکا کھا جاتا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ تاثیر زہر ابھی تک رگ رگ میں پیوست ہے۔ اس لئے پیاس کا چھکا لگ رہا ہے

زبان میں کانٹے پڑ رہے ہیں۔ زبان تر کرنے کو کوئی چیز چاہئے کہو تو
 سامنے والے امرت کنڈوں سے پیاس بکھالوں؟
 ایل متی کہیں ایسا غضب نہ کرنا امرت کنڈوں کی محافظت ان
 سانپوں کے سپرد ہے۔ جن کی ایک پھنکار پہاڑ کو چھونک کر راکھ
 کر دے۔ ان کے کانٹے کا منتر نہیں۔ ایک امرت کیابہ ازاد تریاق
 بھی ہوں تو ان کے زہر آگے سب مٹی۔ ذرا پیاس روکو پھوڑی میں بٹکرو
 ایل متی لاکھ روکتی رہی مگر بھیم سین کب مانتا ہے۔ وہ امرت کنڈ میں
 کو دی پڑا۔ اور امرت پینا شروع کر دیا۔ سانپ ڈسنے کو دوڑے۔
 کانٹے کو لپکے۔ مگر بھیم سین نے ایک لکڑی کا ڈنڈا اٹھا کر جو ہاتھ
 دکھائے تو بہت سے سانپ فی البار۔ کچھ زخمی ہوئے۔ کچھ دم دبا
 کر بھاگے۔ راجہ باسک کے پاس وہائی دیتے روتے پھرتے پہنچے۔
 کہ ہائے غضب ہو گیا۔ ایک بڑا موٹا تازہ راجپس ناگ لوک میں اٹھسا۔
 امرت کا امرت پیا اور سانپ کے سانپ مار کے زمین پر بچھا دئے
 راجہ باسک نے اُن کو تشکین دی اور کہا کہ راجپس نہیں یوں کا فرزند
 راجہ بدھشٹر کا قوت بازو ہے۔ تم جاؤ اور بدھشٹر کی وہائی کھینچو۔ اس
 کے نام کی آن دو۔ پھر کچھ نہ ہوگا۔
 سانپ دوڑتے ہوئے پھر امرت کنڈ کے پاس پہنچے۔ بدھشٹر
 کی وہائی کھینچی۔ گڑ گڑا کر بولے کہ بھیم سین تمہیں راجہ بدھشٹر کی آن
 جواب ستم ڈھایا۔
 بھیم سین وہائی اور آن سکرہنستا ہوا کنڈ سے نکلا ہی تھا کہ راجہ
 باسک وہاں وارد ہوا۔ بھیم سین کو بڑی محبت سے مکان پر لے گیا اور
 ایل متی اپنی راجکاری کے ساتھ شادی کر دی۔ دان و سیز کی کیا کمی تھی۔
 سب ایک سے ایک بڑھیا سامان۔ تحفہ تحائف مزید برآں؟

ادھیائے ۵۰

سہدیو کی جو تش بدیا کے کمان سے واقفیت حیات
ناگ لوک سے ایل متی اور بھیم سین کی ہستنا پور
میں آمد در یودھن کا دلی رنج۔ پانڈوؤں کی خوشی

بھیم سین کی کیفیت اور بیان ہو چکی ہے۔ وہ گرداب بلا میں پھنسا تھا
یہاں جد حشر نے بھیم سین کو نہ پایا۔ تو بڑی تشویش ہوئی۔ اس
نے تین روز تک برابر تلاش کی مگر بھیم سین کا پتہ نشان نہ ملا۔
جب سب بھائی یایوس ہو رہے تھے۔ سہدیو نے اپنے فن اختر شناسی
کا آسرا لیا۔ نجوم رجوش میں مدد ورجہ کا کمال حاصل تھا۔ جو میں
ستاروں پر نظر جمائی۔ کل گروکل نجمہ سامنے آگئے۔ اور سہدیو کے
کان میں پھونکنے لگے۔ کہ بھیم سین بجزیت ناگ لوک میں ہے۔
ایک خوبصورت استری بھی ہاتھ آئی۔ دولت کا بھی بڑا لالچہ ہوا۔ تین
دن امت جوگ کے تھے۔ وہ موت کے منہ میں کھٹ گئے۔ اب کچھ
کھٹکا نہیں سب چین ہی چین ہے۔

سہدیو ستاروں کی بتائی ہوئی باتیں راجہ جد حشر سے کہتا گیا وہ
غوش دل سے سنتے گئے۔ آخر میں سہدیو نے کہا کہ ساری کارستانی
در یودھن کی تھی۔ اس نے رسوئے کو سکھا پڑھا کر بھیم سین کے کھانے
میں زہر ڈلوا دیا۔ جب بھیم سین کے جسم میں زہر سراپت کر گیا۔
تو جلدی جلدی گنگا جی میں پھینکوا دیا۔ حالانکہ ایک بید کہتے کہتے مارا گیا۔

کہیم سین مردہ نہیں۔ اس میں جان ہے۔ میں اسے ابھی چنگا کئے
 دیتا ہوں۔ مگر دریودھن کب ماننے والا تھا۔ اس کو بھی یو قوت بنا کر
 لڑکا دیا۔ ہر ایک شخص کو دھمکی دے دی۔ کہ اگر ذرا بھی بات پھوٹی
 تو سچہ لینا کہ تسمہ نہ لگا رہے گا۔ بال بچوں تک کی خیریت نہ ہوگی۔
 راجہ جدہشٹر کی جان میں جان آئی کہ بھیم سین صحیح و سلامت
 ہے۔ بلا سے دریودھن نے اسے ہلاک کرنا چاہا۔ مگر یہیں کسی کی
 دشمنی سے کچھ غرض نہیں اپنی سلامتی سے غرض ہے۔ دل نیک
 تھا۔ دریودھن کی دشمنی کا دل پر کچھ خیال ہی نہ ہوا۔ بھیم سین کی تندرستی
 کی خوشی نے سب رنج و غم بھلا دئے۔ انہوں نے فوراً قاصد روانہ
 کئے وہ ہوا کی طرح ناگ لوک پہنچے راجہ باسک کو پیغام دیا۔ راجہ باسک نے
 بڑی قدر و منزلت شان و شوکت کے ساتھ بھیم سین اور ایل متی کو روانہ ہستنا پور
 کیا۔ بھیم سین ہستنا پور میں پہنچا تو جدہشٹر ارجن سہدیو نکل کی خوشی کا
 کیا پوچھنا۔ جانے میں پھولے نہ سمائے اچھل اچھل پڑے ایل متی
 ناگ کنیاں کو کنتی وغیرہ تمام رانیوں نے گلے سے لگایا۔
 صورت دیکھ دیکھ کر انتہا سے زیادہ خوش ہوئیں قیمتی سے قیمتی تحائف
 جس نے دیکھے حیران رہ گیا۔ دریودھن دل ہی دل میں جل مرا کہ بٹے
 بھیم سین پھر موت کے منہ سے نکل آیا۔ اور پھر اس پر لطف یہ کہ ناگ
 لوک کی دولت بٹور لایا۔ ایل متی کی سی خوبصورت عورت لھاتے ہیں۔
 پانڈو خوشیاں مناتے تھے۔ کہ بھیم سین ایسا بھائی صحیح سلامت ملا راجہ
 باسک کی راجہ ماری بھی ہتھے چڑھی۔ قیمتی تحفہ تحائف بھی پلے پڑے۔

ادھیائے ۵

کرن کی حکمت عملی پر سرام جی کے فیض تربیت
سے تکمیل کمالات افیشائے راز پر سرام جی کا
عقاب۔ کرن کی ہستنا پور میں بالو سانہ واپسی

کرن کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ جب وہ ارجن کے مقابلے کے
لئے غم بھونک کر اکھاڑے میں اُترا تھا۔ درونا چارج کی شاگردی
میں اس نے جو کچھ سیکھا۔ اس کی بساط سے بڑھ کر تھا۔ ارجن کے سوا
کسی کی قدرت نہ تھی۔ کہ اس کا سامنا کر سکے۔ گو کرن نشہ خودی میں چور
اور ہاتھ پاؤں پر مغرور تھا۔ مگر پھر بھی ارجن کی طاقتیں اُس کی نظر میں
چچی ہوئی تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ باایں ہمہ وہ ارجن سے برابر کی
تکریلیت کے قابل نہیں۔ دل میں جوش تھا۔ طبیعت میں اُمنگ تھی۔
ایک روز بیٹھے بیٹھے اُٹھا اور سیدھا پر سرام جی کی خدمت میں پہنچا
اور دُندوت کر کے غرض کی ا۔

مہاراج میں برہمن کمار ہوں۔ خدمت کیلئے قسمت لے آئی
شستر و دیاسکھنے کی خواہش ہے۔ پر سرام جی نے کرن کو برہمن کمار
جانب کر سایہ عاطفت میں لیا۔ کرن نے خدمت سے عظمت پائی۔
شستر و دیاسی حد درجے کا کمال حاصل ہو گیا۔ ایک روز پر سرام جی
شرورتا آشرم سے چلے کرن بھی ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے ایک پر فضاعقام

پرگزہ ہوا۔ سبزہ زار نے طبیعت ہری کر دی۔ خوش رنگ پھولوں کی بھینی
 بھینی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا کے ملنے کے جھونکے دل
 کا کنول کھلائے دیتے تھے۔ طاثران خوشنوا کی مٹھی مٹھی بولیاں موسیٰ
 ڈالتی تھیں۔ بہار و دلکش مٹی نظارہ نظر فریب تھا۔ پرسرام جی ایک چھتنا سے
 سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ سبزہ خواہیدہ نے فرش محل کا مرہ
 دیا۔ صبا کے جھونکوں نے پھولوں کی پنکھی چھلنا شروع کی تو پرسرام
 جی کی آنکھیں جھٹکنے لگیں۔ کرن نے پرسرام جی کا سر زانو پر رکھ لیا اور پرسرام
 لیتے ہی موٹے۔ ٹھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک چونک کے ہمشکل
 کیرا آیا۔ اور کرن کی ران میں پمٹ گیا۔ چمٹتے ہی کاٹنا شروع کیا۔ تو
 ایک خون کی دھار ران سے بہ نکلی۔ زخم شدید تھا۔ تکلیف انتہا کی تھی
 مگر کرن نے اُف تک نہ کی۔ جیسا بیٹھا تھا ویسا ہی بیٹھا رہا جنبش
 کا نام نہاد۔ کیرا کاٹنے میں مصروف تھا۔ اور لہو کی دھار بہ رہی تھی
 یہاں تک کہ پرسرام جی کی پشت میں گرم گرم خون لگا۔ وہ چونک
 پڑے۔ دیکھا تو زمین سرخ سرخ ہو رہی ہے۔ اور ایک فوارہ سا
 کرن کی ران سے جاری۔ پرسرام جی کی کرن کی مضبوطی کو دیکھ کر حیران
 رہ گئے۔ انہوں نے کرن سے کہا۔ شاباش۔ مگر فرزند ایمان سے کہنا کہ
 تم ذات کے برہمن ہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ برہمن ہونا تو سچ کر بھاگتا
 معلوم ہوتا ہے کہ تم برہمن نہیں۔ کشتری ہو۔ اور تم نے مجھ سے شاستر
 اور شسترو دیا سیکھنے کے لئے یہ بھروپ بھرا ہے۔ بس سچ بتادو
 کہ تم کون ہو۔

کرن رقدہوں پر گر کر ہاتھ جوڑے ہوئے، مہاراج آپ نشن کا اقرار
 کیا سا کشات نشن ہی میں۔ آپ سے جھوٹ بولنا کیا۔ بے شک
 میں چستری ہوں۔ صرف دویا سیکھنے کے سبب سے جھوٹ بولا۔
 آپ معاف فرمادیں۔ اگر میں اپنے کو برہمن ظاہر نہ کرتا تو آپ کبھی
 خدمت میں سر فرزانہ کرتے اعلیٰ سے اعلیٰ ہنر نہ سکھاتے نہ مجھے

شاستر پر عبور حاصل ہوتا رہے شسترو دیا آتی۔ آپ نے کرپا کی۔ تو اب میں تن تنہا بیک بینی دو گوش بلا شرکت غیرے بذات واحد ایک لشکر عظیم کو ایک دو تیروں میں کاٹ کر بھینک سکتا ہوں۔ میں اتنا جھوٹ ضرور بولا مگر صرف دویا حاصل کرنے کے لئے۔ اب آپ کی نظر عنایت چاہیئے۔ پر سرام جی کرن کی اطاعت شعاری معادلتی و عقیدت۔ جود و جدت سے بہت خوش تھے۔ انہوں نے غصہ روکا۔ غیظ و غضب کے دہکتے ہوئے انگارے راکھ میں دبا دئے۔ مگر نظر عتاب پھر بھی نہ سیدھی ہوئی۔ انہوں نے آخر کہا۔ تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ خطا تو بڑی تھی۔ مگر خیر طرح دیتا ہوں تجھ کو میرے سکھائے ہوئے فن مبارک۔ یوں تو تیرا کوئی نقطہ مقابل نہ ہوگا۔ مگر جب میدان جنگ میں اظہار فن کی ضرورت ہوگی۔ تو مجھ سے جو سکھا پڑھا ہے وہ سب مٹی ہو رہے گا۔

کرن کا پیتا تھڑ تھڑانا قد نموں پر گر پڑا۔ ناک رگڑی منت سماجت کی کہ ہمارا ج قصور ہوا معاف کیجئے۔ سراپ واپس لیجئے۔ مگر پر سرام جی بات کے دھنی تھے۔ جو زبان سے نکل گیا۔ انہوں نے کہا ایشور کا شکر کر کہ میں نے طرح دی اتنے ہی سراپ پر بلا ٹل گئی۔ نہیں تو اور نہ جانے کیا کرتا۔ بس اب جا۔ یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ کرن یا یوسی کو دل میں لئے ہوئے قدم چھو کر وہاں سے ہستنا پور میں واپس آیا اور درونا چارج کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ دریودھن کرن کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا اس کے کمالات فن کے غرور میں اس کے قدم زمین پر نہ پڑتے تھے و ماغ آسمان پر رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کی سلطنت کی جان سے تو کرن شان سے تو کرن۔ کرن دریودھن کی قدر دانیوں سے مگر دیدہ احسان تھا۔ اس سے ربط و ضبط میں خصوصیت تھی۔ لہذا دریودھن کی طرف داری کے خیال سے اس کو پانڈوؤں کے ساتھ ناحق ناحق

کا بیر رہتا تھا۔ اور اُن کی صورت سے دلی نفرت تھی۔

ادھیائے ۵۲

ارجن کی طلبی سے اندر کے ایراپت کی آدھ پرستش

کنڈر کے مہینے میں اندھیار سے پاکھ کی اشٹی کو اہل ہستنا پور میں
 قرب و جوار ہاتھیوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ تیوہار میں ہوتے
 ہی ہستنا پور میں خاص دھوم ہوئی۔ عورتوں مردوں کا میلہ لگ گیا
 درلودھن کے فیلیخانے کے تمام ہاتھی زرکار جھولوں اور قیمتی زیوروں
 سے آراستہ کئے گئے۔ سب کو رو اور تمام محلات زیور و جواہرات میں
 غرق نور کی تصویر بن گئے۔ اتفاقاً ارجن اپنی ماتا مہارانی کنتی کے پاس
 گیا۔ دیکھا تو وہ پچھٹے مالوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ چہرہ اُداس۔ منہ
 بالکل چٹکی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ ماتا جی آج ایسا خوشی کا دن
 جس کو دیکھئے بادۂ عشرت سے مست ہے۔ سب کی زرق برق
 پوشاکیں سر سے پاؤں تک زیور ہی زیور۔ آپ کیوں میلے پھلے
 کپڑے لادے ہوئے ہیں۔ اُٹھئے پوشاک بدلئے۔ زیور پہنئے۔
 خوشی منائے۔

مہارانی کنتی۔ بیٹا۔ بھلا میرا منہ ہے۔ کہ میں راگ رنگ میں شامل
 ہوں۔ تم پانچوں بیٹے یتیم۔ غریب۔ میں دکھیاری۔ آفت کی ماری۔
 اگر تمہارے پتا ہوتے تو مجھے بھی راگ رنگ کی سو جھتی۔ تم جاؤ۔
 کھیلو مالو۔ مجھے اسی طرح رہنے دو۔ تیوہار خوشی کا ہوتا ہے۔ سو
 ایشور کی کرپا سے راجہ دھرتراشت اُن کی رانی بیٹے بہو میں سب سنا

رہے ہیں۔ میرا بھی راج سہاگ ہوتا تو یہ نوبت کا ہے کو ہوئی۔
 ارجن۔ ماما بھی میرے ہوتے آپ کو یہ خیال۔ آپ کو راج پاٹ
 کی کیا پروا راج ہمارا ہے یا اور کسی کا۔ جب چاہیں لے لیں۔ میں
 آپ کا ایک بیٹا سو کے سو کوروں پر بھاری ہوں۔ آپ کو کس بات
 کی کمی۔ ابھی کہئے تو اندر کے ایراپت کو آپ کے سامنے لا کر کھڑا
 کر دوں۔ یہ سٹے پھٹے ہاتھی کس شمار قطار میں ہیں۔
 مہارانی کنتی۔ بیٹا۔ اگر تم میں ایراپت کے لانے کی طاقت ہے۔
 تو بس اُسی کو لاؤ۔ میں اس کس سپر سی اور غریبی میں اُس کی پوجا کروں گی
 تم سعادتمند ہو تو لاؤ ایراپت کو۔

ارجن۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ میں ابھی تو ایراپت کو حاضر کرتا ہوں
 آپ اُٹھیں منہ ہاتھ دھوئیں۔ کپڑے بدل لیں۔
 مہارانی کنتی یا تو اُداس تھی۔ یا اب اُس کے چہرے پر خوشی
 کے آثار نمایاں ہو گئے۔ وہ ارجن کو دعا دے کر اُٹھی۔ اور ارجن اس
 سے رخصت ہو کر درونا چارنج کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے
 اجازت مانگ کر منتر پڑھتے پڑھتے ایک تیر مارا تو اندر لوک میں ہل چل
 مچ گئی۔ سب دیوتا راجہ اندر سے پکارے کہ ا۔

مہاراج! ارجن نے ایراپت کو یاد کیا ہے تیر کی زبانی پیغام آچکا۔
 راجہ اندر۔ میں ایراپت کو نہ بھیجوں گا۔ بلانے کی پروا نہیں۔
 دیوتا۔ ارجن آپ کا فرزند ہے۔ وہ آپ سے چاہے کچھ نہ بولے
 مگر ہم لوگوں کے ماتھے ہائیگی۔ وہ ضرور ہم پر غصہ اتارے گا۔
 اندر۔ اگر آپ لوگ اتنا ڈرتے ہیں تو خیر ایراپت کو سبائے مگر
 ایراپت کو مرث لوک سے کیا کام۔ وہ وہاں کی زمین پر پاؤں
 نہیں رکھ سکتا۔

دیوتا۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔ ہم خود اُسے جھٹ پٹ واپس
 لے آئیں گے۔

اندر کی اجازت پا کر دیوتا لوگ ایراپت کو ساتھ لئے ہوئے مستناپور
 میں آئے تمام شہر میں دھوم مچ گئی۔ کہ ارجن نے اپنی مائا کی پرستش کے
 لئے راجہ اندر سے ایراپت ہاتھی منگوا لیا ساری خلعت و ڈھیری ہارانی
 کنتی خوش خوش آئی۔ درشن کئے۔ پوجا کی۔ ایراپت ہاتھی کے پاؤں
 زمین پر ٹکے نہ تھے۔ زمین سے دو بالشت اونچے تھے جھول اور
 عماری کا کیا پوچھنا سورج۔ چاند۔ ستارے چمکتے معلوم ہوتے تھے۔
 تمام لوگوں نے اندر کے ہاتھی کی صدق عقیدت سے پوجا کی ہر لب
 کی زبان پر ارجن کی تعریف کے ترانے تھے۔ سب کی زبان واہ واہ
 سے گھس رہی تھی۔ کنتی کا کلیجہ ہاتھوں بڑھ رہا تھا۔ مگر دیودھن اور
 کورو جلے کڑھے جاتے تھے۔ کہ ہائے اتنی بڑی سلطنت ایسی طاقت
 موجود ہونے پر بھی ہمارا ان عزیز یتیم اور بے دست و پا پانڈوؤں
 سے آج کے تیوہار میں بھی سر نیچا ہی رہا۔

ادھیاء ۵۳

دیودھن کا رشک و حسد۔ راجہ دھرتراشٹ
 کی مجبوری۔ راجہ جدھشٹر کی ہستناپور سے
 رخصت۔ برناوہ رالہ آباد میں تشریف
 بری۔ لاکھامندر رال اور لاکھ
 کے محل میں قیام

جس وقت ارجن نے اندر کے ہاتھی ایرا پت کو بلا کر اپنی انتہائی طاقت کا ایک ادے کرشمہ دکھایا۔ در یو دھن کی جھاتی پر سانسب ٹوٹ گیا۔ اس کے تمام بھائی دل ہی دل میں جلنے لگے۔ گاندھاری کو بھی پھوٹی آنکھوں پانڈوؤں کی صورت نہ بھاتی تھی۔ کرن بھی تاؤ دکھاتا تھا۔ دو شاسن اور ٹھکنی بھی پھٹکے جاتے تھے۔ سب میں باہم مشورت ہوئی کہ پانڈوؤں کا ہسرتا بھرتا کیونکر کیا جائے۔ یہ لوگ تو بڑھے ہی چلے جاتے ہیں۔ چڑیا رکا ٹولا طرچ طرچ کا پیچی بولا والا معاملہ ہوا۔ کسی نے کچھ رائے دی۔ کسی نے کچھ۔ مگر سب کا بچوڑ یہی تھا کہ بزن۔ قتل موڈی قبل از ایذا کر رہے کشتن روز اول۔

یہاں یہ مشورت ہو رہی تھی۔ وہاں دوسرا گل کھلا۔ جدھشٹر کی لیاقتوں کے ڈنکے بج رہے تھے۔ میکیوں کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ سعادتمندیوں دلوں پر تسخیر کا اثر کر رہی تھیں۔ عدل و انصاف نے ایک عالم کو گردیدہ الطاف کر دیا تھا۔ بھیشم پتاماہ اور بدر کا کیا ذکر دھرتراشٹ بھی ایسا خوش ہوا کہ اختیارات شاہی جدھشٹر کے دست قدرت میں سونپ دے۔ در یو دھن دودھ کی سی مکھی ہو گیا۔ اب جلن کا کیا کہنا۔ حسد کی آگ حد سے زیادہ بھڑکی۔ سارے تحصیل کے چٹے پٹے اکٹھا ہو کر راجہ دھرتراشٹ سے روٹے پیٹے کہے۔ یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ سانپوں کو دودھ پلا نا کس نے کہا ہے آپ ہمیشہ سے مالک تخت و تاج ہیں صرف نابینائی کی وجہ سے راجہ پنڈو کو راجہ دیا گیا تھا۔ اب ایشور کے فضل سے آپ کی سو آنکھیں موجود ہیں۔ ان کے ہوتے غیر مستحق پانڈوؤں کو مختار سلطنت کرنا اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کلھاڑی مارنا اور شلخ پر بیٹھ کر اسی شاخ کو کاٹنا ہے۔ اول تو ان کا انگل بھردمین پر استحقاق ہی نہیں۔ انصافاً ایک جھنجھی ان کو نہیں مل سکتی۔ مگر خیر آپ کی خاص مہربانی ہے۔ منصفانہ کیا۔ کچھ

وے دلا کر بد بختوں کو یہاں سے ٹرکا دیے۔ ہم لوگوں کی چھاتی سے تو پتھر پٹ جاتے اور رات دن کی کڑھن سے نجات تو رہے۔ کہے سنے دیواریں مل جاتی ہیں۔ سکھائے پڑھائے اچھے سے اچھے عقلمندوں کی عقل ماری جاتی ہے کورو آخر کلجے کے ٹکڑے ہی تھے۔ اور پانڈو بھی بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے جگر جگر دگر دگر کا معاملہ دھرتراشت پران کی تو بہ تلاماے دادیلا کا اثر ہوا۔ اس نے بھیشم پیام اور بدرجی سے تنخلیہ کیا۔ تنخلے میں بات چھڑی کہ کورو پانڈووں کا فیصلہ آخر کیسے ہو؟ کوئی معقول تجویز ہونی چاہیے؟ بھیشم جی۔ فیصلہ کچھ مشکل نہیں۔ نصفاً نصفی پر سب معاملہ طے ہے؟

بدرجی۔ میری بھی یہی رائے ہے کہ دو حصے کر دیے جائیں۔ دونوں اپنے حصوں کے مالک؟

دھرتراشت۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ کہ کسی طرح روز روز کی ہاے ہاے تو جائے۔ تنخلے میں اس تجویز پر بلا اختلاف اتفاق ہو گیا۔ دھرتراشت محل میں آیا۔ درلودھن کو بلا کر کہا کہ

دیکھو پانڈو بھی راج کے حقدار ہیں۔ انصاف شرط ہے۔ اور ان کو آدھا راج دینا لازم۔ میرا ارادہ ہے کہ حصہ بانٹ کر دوں؟ درلودھن۔ یوں تو آپ کو سب کچھ اختیار ہے۔ ہم لوگوں کو لنگوٹی بندھوا دیئے۔ تو کیا عذر۔ مگر پانڈوؤں اور ہم لوگوں کی برابری راج کی آدھ بٹائی ہوئی تو میں دست بردار۔ آپ کا نام لے کر بھیک مانگ کھاؤنگا۔ مگر راج کی طرف آنکھ نہ اٹھاؤنگا؟

راجہ دھرتراشت۔ تو آخر کچھ پانڈوؤں کا بھی حق ہے۔ یا نہیں؟ درلودھن۔ غیر اس سے کیا مطلب ہو یا نہ ہو۔ آپ کی نظر عنایت ہے تو بے تکلف تھوڑا بہت دیکھئے۔ ہم لوگوں کو کچھ عذر نہیں؟ کئی روز تک بڑے ہی خفیہ طور پر آپس میں رد و قدح ہوتی رہی آخر

راجہ دھرتراشٹ کی ایک نہ چلی۔ اس کو مان لینا پڑا کہ کچھ دے دلا کر پانڈووں کا ٹرکانا ہی اچھا یہاں روز روز ایک شکوفہ چھوٹتا ہے۔ گل کھلتا ہے اس سے وہ کچھ دنوں برنادرہ موجودہ آلہ آبادی میں رہیں تو سب سے بہترہ دریودھن نے راجہ دھرتراشٹ سے خوب پخت و پز کر لی تھی۔ اس لئے اس کو یقین کامل تھا۔ کہ پانڈو برنادرہ میں بھیجے جاویں گے۔ اس نے منظم تعمیرات مسے پر وجن کو طلب کر کے خاص طور پر فہمائش کی۔ کہ ایک بہت ہی معقول خوشنائیں مکان برنادرہ میں جلدی سے تعمیر کراوے۔ اس کے تمام اینٹ چوڑے گارے میں لاکھ ہو رال ہو۔ اور وہ مصالحہ جس سے خود بخود آگ بھڑک سکے۔ اس کو لایچ دیا کہ جس وقت اس مکان میں پانڈو جل کر خاک سیاہ ہو گئے بس انعام جاگیر خلعت اکرام سامنے ڈھیر ملیں گے۔

پر وجن انعام و اکرام کے لایچ میں برنادرہ پہنچا۔ چند ہی روز میں ایک نہایت ہی نفیس مکان کھڑا ہو گیا لاکھ اور رال کے مکان کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی بھی ایک عالیشان حویلی تعمیر کر لی۔ اور پانڈووں کے انتظار میں وہیں رہنے لگا۔

ادھر یہ کارروائی چوکس ہو گئی۔ ادھر دریودھن وغیرہ سب کو رد راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں برابر حاضر رہنے لگے۔ جتنا دھرتراشٹ پانی پلائے پئیں جو دھرتراشٹ کہہ دیں وہی کریں۔ خوب روغن قاز ملا۔ خوب ہاتھ میں دل لیا۔ اور اگسا اگسا کر آخر ایک روز جد ہشتر سے کہلا کر چھوڑا کہ جان سے پیار و تمہاری جدائی کسی طرح گوارا نہیں ایثور گواہ ہے۔ کہ میں تم سب کو اپنے خاص بیٹوں سے زیادہ عزیز جانتا ہوں۔ مگر تم خود سمجھا رہو۔ بھائیوں بھائیوں کی ان بن کا نتیجہ ٹھیک نہیں۔ روز روز کالٹائی جھگڑا اچھا نہیں ہوتا۔ نہ جانے کس وقت کس کے دل پر چوٹ لگے۔ اور پھر گوشت سے ناخن اور ناخن سے گوشت جدا ہونے لگے۔ تو اس سے عقلمندی یہ ہے کہ تم بالفعل تھوڑا

راج نے نو اور چند روز برنادہ میں دل بہلا آؤ۔ یقین رکھنا کہ میں بہت جلد بلا لونگا۔ تم ایسے سعادتمندوں کو میں دم بھر بھی آنکھوں سے جدا رکھنا نہیں چاہتا۔ مگر سیر دست مصالحت وقت یہی ہے۔
 راجہ جیدھشٹر میں اپنے باپ کو نہیں جانتا جو کچھ جانتا ہوں آپ ہی کو بھلا بھال ہے کہ آپ کی مرضی پر نہ چلوں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر گو آپ کے قدموں کی جدائی کا رنج ضرور ہے۔ مگر مجھے یہ شرف کیا کم ہے۔ کہ آپ کے جادہ اطاعت میں سر کے بل چلوں۔
 دھرتراشٹ نے جیدھشٹر کو کیجے سے لگایا اور کہا کہ ا۔
 بیٹا برنادہ کا راج مبارک۔ دیکھو ہنسی خوشی رہنا دل پر کسی طرح کا میل نہ لانا۔ میں بہت ہی جلد بلا بھیجوں گا اطمینان رکھو۔
 راجہ جیدھشٹر۔ (قدموں پر گر کر) میں تو اس سائے کو اپنے سر کیلئے نہایت ہی مبارک سمجھتا ہوں ایشور اس سر کو قائم و دائم رکھے۔ اچھا میں قدموں سے رخصت ہوتا ہوں۔

راجہ دھرتراشٹ نے دعا دی اور راجہ جیدھشٹر اپنی قیام گاہ کو لوٹے۔ سامان سفر بندھنا شروع ہوا۔ چلنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

راجہ جیدھشٹر ہمیشہ پیار سے رخصت ہو آئے۔ تو بدرجی سے ملنے لگے۔ بدرجی نے فرمایا کہ بیٹا ذرا ہوشیار رہو۔ تم سے رہنا غفلت نہ کرنا۔ وریو دھن نے تم سب کے سب کو لاکھ اور مال کا مکان بنوایا ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ جب تم سب سوتے ہو سب طرف سے آگ لگادی جائے اور تمہارے دشمن وہیں راگھ ہو جائیں۔ میں تم کو یہ راز کی بات بتاتا ہوں۔ اپنے ہی تک رکھنا۔ کسی اور کو کالوں کا خبر نہ ہو۔

مگر یہ بھی خیال رہے کہ میرے یہ کہدینے سے تم ایسا نہ ہو کہ اس مکان میں نہ آؤ اور وریو دھن سنک جائے۔

جدہ حشر چا صاحب۔ آپ کی بزرگانہ محبت کا شکریہ کہ آپ نے ایسے راز مخفی سے اطلاع کر دی۔ میں اس راز کو دل ہی میں رکھوں گا۔ مجال کیا جو زبان پر آجائے۔ میں اُس مکان ہی میں ٹھکونگا۔ خبر داری بھی بیگنی آپ بے فکر رہیں۔

بد رجب وغیرہ سے رخصت ہو کر دوسرے روز صبح کو راجہ جدہ حشر ہستنا پور سے چلے پانچوں پانڈ و مہارانی کنتی کے ساتھ سواریوں پر جلوہ افروز تھے۔ ایک مختصر فوج جلو میں تھی۔ شہر کے بہت سے رئیس و امیر۔ سیٹھ۔ ساہوکار و ورتک ساتھ گئے۔ آخر جدہ حشر کے اصرار اور منت و ساجت سے سب اپنے گھروں کو واپس آئے صرف جدہ حشر کے ہمراہی راہی منزل تھے۔

کئی منزلوں کے بعد راجہ جدہ حشر برنادہ میں داخل ہوئے برنادہ کے تمام رؤسائے عظام و امراء ذی اکرام نے بڑی تیزک و احتشام سے پیشوائی کی شہر میں لائے شہر کی آئینہ بندی کی توبت نقارے بجوائے ناچ رنگ کیا شب کو دیپ مالا کی خلاصہ یہ کہ شہر میں خاص و صوم تھی کہیں ناچ کہیں رنگ کہیں جشن کہیں جلسہ۔

راجہ جدہ حشر اس مکان کے دروازے پر آئے جس میں دریودھن نے ان کی قیام کا انتظام کیا تھا۔ جو میں جدہ حشر نے چوکھٹ لاکھی اندر قدم رکھا پٹ سے چھٹک ہوئی۔ سہادیوڑا بول اٹھا کہ خیریت نہیں۔ شگون تو پہلے ہی نیک ہوا۔ دریودھن نے اس مقام کو اس نفاست اور ایسی کاریگری سے بنوایا تھا کہ دیکھ کر طبیعت پھڑکتی تھی راجہ جدہ حشر بھی روکا رسمی دیکھ کر عیش غش کر گئے۔ صدر پھانک پر طلائی اور لقرئی بڑے ہی خوشنما نقش و نگار۔ اعلیٰ صندت کی مصوری راجہ جدہ حشر دروازے کی کاروائی دیکھ کر اندر داخل ہوئے۔ اور آنکھیں کھل گئیں۔ کیا

صحن کیا دالان کیا سقف کیا دیوار کیا بام کیا دریکے سب میں حد
درجے کی صنائی۔ جگہ جگہ شیشہ آلات جھاڑ۔ فانوس۔ سامان
آرائش۔ اسباب زیبائش پٹا پڑا تھا۔ مطلقاً تصاویر وریشمی فرش
فروش سے سارا محل چوتھی کی دہن بنا ہوا تھا۔ سب پانڈوؤں نے
مکان کی نفاست پر آفرین و تحسین کہی۔ پروجن ایک ایک گوشہ
دکھاتا پھرتا تھا۔ اور اس طرح خدمت کو حاضر تھا۔ گویا سچا جاں نثار
ہے۔ جدہشٹر کو ادھر ادھر گھومتے گھومتے لاکھ کی بوائی۔ اب
انہیں بددی کی بات کا یقین ہوا اور وہ ٹھہر گئے۔ پروجن نے
تمام سامان آسائش اور عمدہ کھانے بہم پہنچا دیئے۔ کسی چیز کی
کمی نہ تھی۔ دن مکان کی سیر میں گزرا۔ اور رات ناچ رنگ میں۔

ادھیائے ۵۴

پدر کے قاصد کی رفاقت۔ سرنگ کی تیاری
پانڈوؤں کی مکان سے خفیہ روانگی۔ اُن کے
عوض پانچ فقیروں اور اُن کی ماں کا نقصان
جان۔ دریودھن کو پانڈوؤں کی ہلاکت
سننے سے خوشی

پانڈوؤں نے وہ رات راگ رنگ میں کاٹی۔ صبح ہوئی۔ تو بددی

کا قاصد پہنچا۔ وہ شککے میں ملا۔ پیغام دیا کہ ذرا خبردار۔ لاکھ اور رال کا مکان ہے۔ جان جو کھوں سے مغز نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے کہا۔ مجھ کو ایسا دلیانہ سمجھئے۔ فن تعمیرات میں وہ دستگاہ رکھتا ہوں کہ بایں و شاید۔ اس مکان کے رنگ و ریشہ کا حال میرے خیال میں ہے۔ پروجن رنگا سیار اور مار آستین ہے۔ اس کی خاطر مدارت کا اعتبار نہیں۔

بر تواضع اسے دشمن تکیہ کردن المہی است

پاؤں سیل از پا انگند دیوار را

یہ صرف موقع کا قتل ہے۔ جس وقت ذرا سی چلتی دیکھی گئی۔ سب کو بھون بھان کر رکھ دے گا۔

جد حشر۔ پہلے مجھے شک تھا۔ مگر چاروں طرف پھر کر کوئے کوئے کی سیر کی تو ہر جگہ لاکھ ہی لاکھ کی بو معلوم ہوئی۔ دوسرے جو میں چوکھٹ کے اندر قدم رکھا پٹ سے چھینک ہوئی۔ مجھے بھی وحشت ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟

قاصد۔ بیشک اندیشے کی بات ہے۔ مگر ایشور نے فن عمارت میں بد طوئے عطا کیا ہے۔ جو ارشاد ہوا بھی ممکن ہے۔

جد حشر۔ جان کی حفاظت تو مقدم ہی ہے۔ پس کوئی تدبیر لازم میرے رائے ہے۔ کہ مکان کے نیچے نیچے ایک سرنگ دڑاؤ جائے جس میں ایک آدمی کا گزر آسانی سے ہو سکے۔ یہ کام بہت چپ چپاتے کیا جائے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

قاصد۔ سرنگ کھود دینا کچھ مشکل نہیں۔ آپ کے اقبال سے شام تک تیار ہو سکتی ہے۔

جد حشر غیر اندیشی سے خوش ہوئے۔ بھیم سین کی نگرانی سرنگ کھدوانا شروع کر دی۔

اب شام ہوئی۔ دھڑ دھڑ سرنگ ہر طرح ٹھیک ٹھاک ہو گئی۔ ادھر

پانچ فقیر اپنی ماں کے ساتھ راجہ جد حشر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔
اور صدائگائی؛

تین چار روز سے چھ جانیں بے دانہ پانی ہیں۔ رات دن
پیٹ میں تو ادائے گئے ہیں۔ آپ ایسے دھرم مورت مہاراج کا
جش سُکر حاضر ہوئے پیٹ کی آگ کا ایندھن ملے۔ اگر اجازت
ہو تو یہیں ٹھیر کر تولے کی چاند ٹھونک لیں؛

جد حشر دانی تھا۔ اُس نے سوال سُکر حکم دیا۔ کہ ٹھیرنے کی
جگہ اور کھانے پینے کی ہر ایک چیز دی جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ ہمہ
نعمتیں ڈھیر۔ فقیروں نے رسوئیں تیار کی۔ چھپن بھوک موجود
ہو گئے۔ جب کھانے کو بیٹھے۔ تو اور ڈوڈیا ہوئی۔ مہاراجہ جد حشر
سے کہا۔ کہ جہاں یہ سب نعمتیں دی ہیں۔ تو شراب بھی دیجئے
کیا یاد کریں گے۔ کہ کبھی مہاراجہ جد حشر کے یہاں بھوجن کیا تھا؛

جد حشر کو ردِ سوال معلوم ہی نہ تھا کہ کیا چیز ہے۔ اس نے
شراب بھی بہم پہنچا دی۔ شراب پائی۔ تو فقیر دعائیں دینے لگے۔
جش گانے لگے۔ بوتلوں کی ڈانٹیں کھلیں۔ پیالے لبالب بھرے
گئے۔ دور پر دور چلنے لگے۔ یہاں تک کہ سب کو کچے گھڑے کی
چڑھ گئی۔ سب کے سب چلو میں اُلو ہو گئے۔ اور اوندھے سیدھے
گرے۔ تو مردہ صد سالہ کے برابر۔ ایسے سوئے کہ بس ہمیشہ کے
لئے قسمت نے آنکھیں ہی بند کر دیں۔ ان کو کھاتے پیتے سوتے
آدھی رات گزر گئی۔ اور ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ پر وجہ دور اتوں کا
جاگا ہوا تھا۔ اس کی بھی آنکھ لگ گئی۔ پانڈوؤں کے رات جاگنے
سے فتنہ بیدار بخت نصف کی طرح سو گیا؛

سب طرف سناٹا اور خوب غفلت کا عالم دیکھ کر راجہ جد حشر
نے وہاں سے کھسکنے کی ٹھیرائی۔ بھیم سین سے کہا مکان میں تو ایک
تی لگاؤ اور چلو ہم سب سرنگ سے نکل چلیں؛

پانچوں پانڈواہنی ماتا کنتی سمیت سرنگ کی راہ سے نو دودھ گیارہ
 ہوئے۔ اور مکان سے شعلے بلند ہونے لگے۔ آگ کی لپٹیں
 آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ آنا فانا میں پانچوں فقیر ماں کے
 ساتھ بھٹا ہو کر رہ گئے۔ پر وجن بھی فی النار و اسقر ہو گیا۔ شہر میں
 دہائی پڑ گئی۔ کہ شاہی محل میں جل رہا ہے۔ لوگ سر پیٹتے دوڑے کہ
 ہاے پانچوں پانڈو جل کر راکھ ہو گئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو
 جاری تھے۔ ایک عجیب ماتم نظر آتا تھا۔ بہر زبان وجود حق کو کونستی
 تھی کہ اس کبخت نے راجہ پنڈوکے کلبجے کے ٹکڑوں کو یوں دھوکے
 سے ہلاک کر ڈالا۔ مگر دراصل یہ بات تھی کہ راجہ جہو شتر اپنے بھائیوں
 اور ماتا کنتی کو لئے ہوئے راتوں رات منزل مارنے کہیں
 سے کہیں پہنچ گئے۔ جنگل تک جاتے جاتے کنتی تھک گئی۔
 قدم اٹھائے نہ اٹھتا تھا۔ بھیم سین کے سوا اور چار پانڈووں
 کے بھی پاؤں بھر گئے۔ ایک ایک قدم من من بھر کا معلوم ہوتا تھا۔
 بھیم سین نے ماں کو تو کاندھے پر چڑھالیا اور تھکے ماندے چاروں
 بھائیوں کو پیٹھے پر لاد اچھول کی طرح اٹھائے ہوئے لپکا تو دوس
 کو س کٹے معلوم ہی نہ ہوئے۔ اتنی لمبی چوڑی منزل مارنے
 میں جمع ہو گئی۔ بھیم سین نے ایک درخت کے نیچے سب کو
 اُتار کر دراصل سستلے کا موقع دیا۔

وہاں صبح ہوئی تو جگے جگے مکان کے ارد گرد ساری خلعت
 کا جھوم۔ ایک عالم کا مجمع دیکھا تو پانچ مردوں اور ایک عورت
 کی ہڈیوں کی ڈھیریاں پڑی ہیں۔ سب نے افسوس کیا کہ ہائے
 کل جو پانڈو یہاں تاج رنگ دیکھ رہے تھے۔ جو مہارانی کنتی
 اپنے بیٹوں کو برناوہ میں دیکھ دیکھ کر جیتی تھی۔ آج راکھ کا ڈھیر
 نظر آ رہی ہے۔

اس سانچے دروانگیز و واقعہ قیامت خیز کی خبر سہنا پور پہنچائی

گئی۔ درپردہن مارے خوشی کے جاے میں پھولا نہ سما یا۔ لیکن جب
سنا کہ اس کا رفیق پرہن بھی سوا ہوا ہو گیا۔ تو اس کو ٹھوڑا رنج بھی
ہوا۔ لیکن یہ رنج اس خوشی کے سامنے کچھ بھی نہ تھا۔ جو اس وقت
اس کو خوبی قسمت سے حاصل ہوئی تھی۔

دھڑاٹھ بھی سمجھا کہ جس کم جہاں پاکٹ مگر دنیا دکھا دے کو
اُس نے بہت ہی رنج و غم کیا۔ بھیشم پتاماہ اور بدرجی بھی یہ
مال سُندر رو پڑے۔ اُن کے کلیجے میں غضب کی گہری چوٹ
لگی۔ اور ہستنا پور ماتم کہہ بن گیا۔

دوسرے روز بدرجی کا قاصد واپس آیا۔ بدرجی سے ساری
کیفیت بیان کر کے پانڈوؤں کی صحت سلامتی کا مزہ سنایا
بدرجی نے بھیشم پتاماہ کو بھی اس راز سے خفیہ طور پر اطلاع دے
کر کہا کہ اب پانڈو کچھ دنوں روپوش رہیں گے۔ ظاہر نہ ہونگے
وہ اچھی طرح ہیں۔ آپ فکر و تردد نہ کریں۔ بھیشم پتاماہ کا بیقرار
دل سنبھلا۔ انہوں نے بدرجی کو چھاتی سے لگا کر کہا۔ بھائی
تم نے بڑا عمدہ کام کیا۔ خوش رہو۔

ادھیاء ۵۵

پانڈوؤں کی آوار وطنی۔ بھیم سین کی
ہڈ مبارکشنی شادی گٹھوت کی ولادت

پانچوں پانڈوؤں وقت علی الصباح بڑے پیچے سستانے
کو ٹھیرنے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ رات بھر کے ٹھنڈے

ماندے تھے وہیں زمین پر سو گئے۔ صرف بھیم سین بیدار رہا۔
 ہارے کیا زمانے کا انقلاب ہے۔ جو پانڈو سونے کی پلنگیوں
 اور نخل کے فرش کے سوا کہیں پلک نہ جھپکاتے تھے۔ جن کے
 ناز و نعم سے بے ہوئے جسموں میں فرش گل پر بکھے ہوئے پھولوں
 کی چکھڑیاں کھلتی تھیں۔ آہ آج اُن کی قسمت میں جنگل کی اونچی
 نیچی زمین ہے۔ اور بالش سر کے عوض ایسور کا تکیہ۔ وہ مہارانی
 کنتی جس کے قدموں کے نیچے راجہ پنڈو ایسا چکر درتی راجہ
 اپنی آنکھیں بچھائے رہتا تھا۔ جس کے سر کو خاوند کا زانو
 پھولوں کے تکیے کی طرح جگہ دیتا تھا۔ حیف وہ درخت کے سائے
 میں اپنی قسمت کے ساتھ سو رہی ہے اور یہ شعر حسب حال یہ
 یاد مرثگان میں میری آنکھ لگی جاتی ہے پتوں کے بیج کہتے ہیں سولی پہ بھی بند آتی ہے
 سب سورے تھے بھیم سین جاگ رہا تھا۔ دفعۃً سامنے
 سے ایک راجپسنی لپکتی ہوئی آئی۔ اور بھیم سین پر ہاتھ صاف کرنا
 چاہا۔ بھیم سین اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک درخت اکھاڑا اور وہ ہاتھ دکھائے
 کہ اس کے جی چھوٹ گئے۔ وہ ہاتھ جوڑ کھڑی ہو گئی
 اور بولی :-

تمہاری جیوٹ تمہاری جڑات تمہاری شکل تمہاری صورت
 نے مجھے اپنا بنا لیا۔ اب میں تمہاری ہو چکی۔ خدمت میں قبول
 ہو۔ میں راجپسنی نہیں دیکھو کون ہوں؟
 یہ کہہ کر اس نے صورت بدلی۔ تو ایک نور کی تصویر سامنے
 کھڑی ہو گئی۔ چاند سا گھڑا آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے لگا۔
 یہ جمال دل افروز دکھا کر اُس نے کہا،

دیکھی آپ نے میری صورت۔ میرا نام ہڈمبا ہے اب سمجھ لو
 کہ تمہاری ہونڈی ہوں۔ کسی طرح اطاعت سے باہر نہیں۔ یہ بھی
 خیال رہے کہ میرا بھائی ہڈمب آتا ہی ہوگا۔ وہ بڑا شہزادہ ہے۔ تم

سے مقابلہ کرے گا۔ تم اس سے خم ٹھونک کر مقابلہ کرو اور وہ
تمہارے ہاتھ سے قتل بھی ہو جائے گا اور میں تمہاری لونڈی
ہی بنی رہوں گی۔

بھیم سین۔ مجھے تیری بات کا کیا اعتبار ہے کہ ابھی لڑتی تھی ابھی
لونڈی بننے کو تیار ہو گئی۔

ہڈمیا۔ سونا جائے کسے۔ آدمی جائے بسے۔

تا مر و سخن نگفتہ باشد

غیب و منہش نہ غنہ باشد

پہلے میں آپ سے ناواقف تھی۔ جب آپ کو دیکھا تو معلوم
ہوا کہ آپ ایسے ہیں۔ اسی سے دل آلیا۔ اب آنکوش محبت میں
جکھ و کچھ۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہڈمب راجپس شہر کی طرح ڈکارتا با دل
کی طرح گرجتا سر رہا پنی بھیم سین دی درخت لئے ہوئے
سبا منے جا ڈٹا۔ پہلے خوب شکایتی کے ہاتھ ہوئے آخر کار
کشتی کی ٹھہری داؤل پیچ ہوتے ہوئے کھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ
ایک دفعہ بھیم سین نے اٹھایا اور گد سے زمین پر جھٹ کر دیا۔ اُدھر
ہڈمب کی ٹھہری زمین پر لگی اُدھر بھیم سین جھاتی پر۔ وہ کسمسا تا ہی
رہا اور بھیم سین نے پران نکال دئے گد سے کی آواز سے
بدھنٹہ وغیرہ بھی چونک پڑے۔ دیکھا تو بھیم سین راجپس کی جھاتی
پر سوار ہے اور راجپس بے دم۔

ہڈمیا اگر بھیم سین کے قدموں پر گر پڑی بھیم سین اسے باتنا
کشتی کی خدمت میں لے گیا اس نے صورت دیکھی تو خوش ہو گئی
بھیم سین سے کہا۔ کہ اس کے ساتھ گندھرب بواہ کر لو۔ بھیم سین نے
شاہی کر لی۔ اور ہڈمیا بانڈوؤں کی خدمت میں سرگرم رہنے لگی۔
آخر گھوٹ کچ پیا ہوا پیدائش کے وقت ہی سے اس کی شیجا تخت

وطاقت کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ مہا بھارت کی جنگ و جدال اور
تیر تھ جاترا کے زمانے میں جو کار نمایاں نکھوت کج لے کر دکھائے
وہ دوسروں سے ممکن نہ تھے۔

پانڈوؤں نے چھترلوں کا مانا اتار ڈالا تھا۔ اب وہ برہمن کے
بھیس میں تھے۔ ان کا قیام ایک جگہ نہ تھا۔ آج اس جنگل میں
ہیں تو کل اس پہاڑ پر۔ یہ روز بروز کی نقل و حرکت کچھ مصلحتاً تھی۔
کچھ پدرجی کے حسب منشا۔ کیونکہ ان کی عرض تھی کہ نت نیا دانہ
پانی ہو۔ ایک جگہ قیام نہ رہے۔

ادھیائے ۵۶

ویاس جی کی ہدایت پانڈوؤں کا اچکھ پور
میں قیام بھیم سین کے ہاتھ سے بک اچھس
کا قتل۔ اہل شہر کی بلا جانستان سے نجات

جب پانڈو صحرانورد تھے۔ بیاس جی نے ایک روز ان کو درشن
دئے۔ پانچوں بھائیوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی آنکھوں پر چھایا
بیاس جی نے کہا۔

آج تک جو کچھ گزارتی سے ریزہ تک مجھے معلوم ہے۔ تم لوگوں
نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ مگر دیکھو بڑے تحمل سے مصیبتیں جھیلتے
ہیں۔ بعد نوش رنج کے بعد راحت لازمی ہے۔ میری بات

یاد رکھو غنقریب راجہ جد صنتھ کے سر پرشا منشا ہی چتر سایہ فگن
 ہو کارانی کنتی سے مخاطب ہو کر آپ کچھ فکر نہ کریں۔ جلدی
 دن پھرینگے۔ آج جو پانڈو آوارہ وطنی کے مصائب جھیلے ہوئے
 جنگلوں کے کانٹوں پر چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے
 قدیوں کے نیچے تاجدارانِ دہانہ کی آنکھیں بھی ہوئی دیکھ لیجئے گا
 بہتر ہے۔ کہ اب آپ اپنے پیارے بچوں کو لے کر انچک پور
 میں قیام پذیر ہوں وہی جگہ آفتاب اقبال کے لئے مشرق
 انوار ہوگی ۛ

بیاس جی یہ کہہ چلتے پھرتے نظر آئے۔ یہاں پانڈووں
 نے انچک پور کا راستہ لیا۔ جب پوری میں پہنچے۔ تو ایک برہمن
 کے گھر جا ملے۔

انچک پوری میں غصے سے ایک آشوب اٹھ رہا تھا۔ کوئی
 بک راچس نامی ہر روز ایک نہ ایک برہمن کو چٹ کر جاتا۔ اور
 اس سبب سے ہر روز گھر میں ماتم کا سامنا رہتا۔ پوری کے
 رہنے والے سخت تنگ آئے۔ آخر انہوں نے متفق رائے
 ہو کر راچس کی خوراک کے لئے اپنی جماعت میں سے ایک
 ایک کی باری مقرر کر دی۔ اور اس طرح ہر وقت کے اندیشہ موت
 سے جان بچائی۔ اور باشندگان مقامی چھکڑے مٹھائی اور کھجور
 لدا کر راچس کی خدمت میں حاضر ہوتے اس شخص کو پیش کرتے
 جس کی اس روز باری ہوتی۔ راچس مزے سے مٹھائی کھجور
 اڑاتا اور آدمی کو ڈکار جاتا تھا۔ لوگ اپنی جان کی خیر منائے۔
 ”نک جئے سوامرہوئے“ کے مصداق اسی جاہری کو غنیمت
 سمجھتے تھے۔ ہاں جس کی دوسرے روز باری ہوتی۔ اُس
 کے دل سے پوچھنا چاہیے۔ رات کو نکر کتنی تھی۔ اس کے
 رشتہ داروں کے کیچے میں کیے نشتر چھتے تھے ۛ

جس روز پانڈوؤں نے برہمن کے یہاں ٹکا سر کیا اس روز اسی
 برہمن کو باری تھی۔ اور سب سامان لیس تھا۔ دیر صرف اتنی تھی کہ
 باپ کہتا تھا کہ میں طمعہ قضا ہونگا۔ بیٹا جھگڑتا تھا کہ نہیں لقمہ اہل
 مرنے کے لئے میری باری ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں بڑھا ہو چکا۔
 دنیا کی بہت سیر کر لی۔ آخر ایک دن مروں ہی گا۔ پس جیسے سچ
 ولے کل مجھ سے اب دنیا لسنے والی نہیں۔ یہ کہتا تھا کہ واہ پالا پورا
 گوہ موت کیا۔ نہ دن کو دن جاننا نہ رات کو رات۔ میں ایسے باپ کو اپنے
 جیتے جی دو روزہ زندگی کے واسطے اپنے ہوتے موت کے منہ میں
 جھونکوں ممکن نہیں۔ یہ دونوں یوں جھٹیں کر رہے تھے اور ہر سنی کی
 جان اڑی جاتی تھی۔ کہ خاوند جاتا ہے۔ تب بھی زندگی حرام بیٹا جاتا
 ہے۔ تب بھی مرن دو نو طرح خرابی ہے۔ وہ اس وقت زار زار رو رہی
 تھی۔ بھیم سین نے جواب دے دیا سنی تو پوچھنا ہے۔

”ماتا جی۔ کیوں معاملہ کیا ہے۔ یہ رونا دھونا کیسا ہے۔

برہمنی۔ بیٹا کیا کہوں۔ ہائے آج گھر اُجڑتا ہے۔ تم مہمان ہو جاؤ
 بٹھو نہیں ان باتوں سے کیا کام؟

بھیم سین۔ ماتا جی بتانے میں بھی کچھ ہرج ہے۔

برہمنی۔ نہیں بتانے سے میرا گھر سے کیا جاتا ہے۔ خیال فقط یہ
 ہے کہ میں تو کڑھ رہی ہوں۔ تم کو بھی مفت رنخ ہوگا۔ کسی کے
 رنگ میں بھنگ کرنے سے کیا مطلب؟

بھیم سین۔ ہمارے رنگ میں بھنگ نہ ہوگا۔ آپ مہربانی کر کے بتائیں
 تو میری دلچسپی ہو جائے اور بس۔

برہمنی نے راجپس کی خلق آزاری۔ مردم خواری وغیرہ کی ساری
 سرگذشت بیان کر کے کہا کہ آج میرے گھر کی باری ہے اس لئے
 باپ بیٹا جھگڑ رہے ہیں۔ باپ کہتا ہے کہ میں جاؤنگا۔ بیٹا کہتا ہے
 کہ نہیں میں۔ میری دو نو طرح سے مشکل ہے۔ یہ آنکھ پھولے تو

پڑوہ آنکھ پھوٹے تو درد۔ کون سی انگلی کٹواؤں اور کون سی نہیں؟
 جیم سین۔ بس اتنی بات کیلئے یہ اسے ستیا۔ آپ نہ کوئی آنکھ
 پھوٹے دیں نہ انگلی کٹوائیں۔ آج سب کی طرف سے میں راجس کے
 لئے حلو اسے دو دو ہونگا۔

برہمنی اور برہمن۔ نہیں یہ نہیں۔ ہم لوگوں کا چاہیے جو کچھ
 ہو جائے اپنے مہانوں کا ایک رواں میلہ ہونے دینا منظور نہیں
 ہاؤ بیٹا بھائیوں کے ساتھ جی بہلاؤ۔

جیم سین۔ ماما جی آپ کو فکر کیا۔ ایشور کی کرپا سے ہم پانچ بھائی
 ہیں۔ اگر ان میں سے ایک نہ رہا تو کیا ہماری ماما اوروں سے دل بہلا
 نہیں سکتی ہیں۔ تمہارا تو ایک ہی پتر اس پر کچھ گزری۔ تب تو تمہارے پرانے ہی
 نہ رہے۔ اس سے کہتا ہوں کہ مجھے اپنے بٹے کے عوض بھیج دو۔

برہمنی۔ بیٹا بک راجس ایسا دیا نہیں۔ کال کو بھی پائے تو کھا
 جائے۔ ہاتھی کی ہڈیاں دانت سے چبا ڈالے۔ بس حد سے۔ کہ
 اس نے سارے گاؤں والے منہ میں جھونک لئے۔ ہم لوگوں
 کے لئے کہیں بھلانے کا راستہ بھی نہیں۔ کہ اندھیرے اُجالے
 یہاں سے پر لگا کر اڑ جائیں۔ میں بڑھاپے میں اسے مانتے پر
 کلنک لگانا نہیں چاہتی۔ تم جاؤ اور باتوں میں دل نہ کاؤ۔ ان
 باتوں سے تمہیں کیا کام۔

جیم سین۔ ماما جی۔ یہ تو اب ہونے کا نہیں۔ کہ میں کل سویرے
 نہ جاؤں۔ آپ اجازت دے دیں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ کیا سزہ ہوتا
 ہے۔ راجس کے سامنے آنے بھر کی دیر سے۔ ایشور چا میگا۔
 تو ہڈیاں پسلیاں چور چور دیکھ لیجیگا۔ آپ کا بال بیکا ہو تو میں ذمہ دار
 سمجھ لیجے کہ میری اور اس کی ٹڈ بھڑ ہوئی۔ اور پھر ہمیشہ کیلئے چھٹی؟
 برہمنی اور برہمن نے لاکھ سمجھایا دھمکایا۔ ڈرایا۔ مگر جیم سین
 کوئی وہڑو ٹھسٹو تو تھا ہی نہیں۔ اس نے کہا کہ اب دنیا اور میری ادھر

ہو جائے ماننے کا نہیں۔ آپ کے بیٹے کے بدلے ضرور جادو لگا اور
دیکھو رنگ۔ کہ وہ کیسے سب کو چٹنی کر جاتا ہے۔

دو نوچرو خاندانوں کی رات بھر نیند حرام رہی تھی۔ یا تو انہیں
اپنی ہی فکر تھی یا بھیم سین کی ایک تیسری ہی فکر ہو گئی۔

رات بھر آنکھ نہ جھپکی۔ پیوٹ سوچ گئے۔ جس وقت صبح ہونے
کو موٹی بھیم سین برہمن کے پاس آیا اور کہا کہ مٹھائی اور کھجور پی لے کر
چلے۔ آپ بھی سوار ہو لیجئے۔ کیونکہ آج آپ کی باری ہے۔ میں پیچھے
سے آکر سب کو پایا نکال کے چھوڑ دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں کچھ خوف
نہ کریں۔ جب تک جان میں جان ہے۔ مجال کیا جو کوئی رو اس بھی میل
کر سکے۔

ابھی منہ اندھیرا ہی تھا کہ بھیم سین اٹھا۔ نہ یا دھویا۔ پوجا
پاٹ سے فرغت کی اور جوہیں نور کا ترکا ہوا۔ چند رماں جی کا دھیان
اور سورج بھگوان کو ڈنڈوت کر کے گدائے ہوئے شہر میں پہنچا۔ اہل
شہر مٹھائی اور کھجور کی چھکڑا لادے پھاندے کھڑے تھے اور انتظار تھا۔
کہ برہمن آئے۔ برہمن اور بھیم سین سے کہی بدی تھی۔ وہاں لوگ
بہ چھنے گئے۔ تو برہمن کا پتہ نہیں۔ بھیم سین نے کہا اچھا برہمن
نہیں تو جانے دو اے ہماری باری سہی۔ یہ لکڑہ چھکڑے پر لد بیٹھا
لے لے لے لے پاتھ مارے کہ ذرا دیر میں مٹھائی کی چور اور کھجور کی
ایک دانہ بھی باقی نہ بچا۔ بھیم سین اب پیٹ پر ہاتھ پھیر کر اٹھا
اور ادھر ادھر سے گوبر اور مٹی لاکر چھکڑے کو جیوں کا تیوں بھر دیا۔
اب تک رات چھس اپنے حسب معمول ڈکارتا۔ گر جتا ہوا آپہنچا
چھکڑا دیکھا تو نہ مٹھائی نہ کھجور۔ گوبر ہی گوبر ہے یا مٹی۔ وہ جل اٹھا۔
آنکھیں غصے سے خون کبوتر ہو گئیں بجلی کی طرح تڑپ کر بھیم سین کی
طرف دانت کھٹکھٹاتا ہوا اپکا بھیم سین ایشور سے جا ملتا تھا۔
کہ رات چھس پہل کرے جس میں وہ ناکہ قریب آیا۔ یہ تال ٹھوٹک کر

سر پر جا پہنچا ادھر سے اس نے اسے اور ادھر سے اس نے اسے
 دوپہا اور گھسے پر گھسے چلنے لگے۔ وہ بھی طاقتور۔ یہ بھی شہزور۔ ویر تک
 کشتی ہوئی رہی۔ آخر راجپس کا دم پھول گیا۔ اور بھیم سین نے واؤں
 کر کے جو پھینکا۔ تو دھم سے زمین پر چاروں شانے چت۔ بھیم سین
 اس وقت بجلی موڑا تھا۔ راجپس کی پیٹھ زمین سے لٹنے ہی نہ پائی
 کہ یہ چھائی پر جا پہنچا۔ اور ایسے رگڑے بتائے کہ ہڈیاں چر مر ہو گئیں
 اور پنجرے کا پنچھی پھر سے اڑ گیا۔ بھیم سین نے اس کا سر تراشا اور
 دروازہ شہر پر لٹکا دیا کہ ظالموں کو عبرت ہو۔ بک راجپس کے مرتے
 ہی اس کے بھائی بندوں کی بھی نالی مر گئی۔ وہ بھیم سین کی خدمت
 میں حاضر ہوئے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اپنی بیگناہی کا اظہار کیا سنانی
 چاہی۔ امیدوار نظر عاطفت ہوئے۔ بھیم سین نے احتیاط آئینہ
 کی قسین لے کر معافی دی اور برہمن کے قیام نگاہ پر۔ واپس آ کر
 سب کو ساری واردات سنائی۔ سب بہت خوش ہوئے برہمنی
 کی خوشی کا کیا پوچھنا اس نے ہزاروں اسیس دیں۔ بھیم سین
 کی طاقت کو سراہا پانڈوؤں کا احسان مانا۔

پانڈوؤں نے اس واقعہ کی شہرت کے لحاظ سے یہاں زیادہ
 قیام کرنا مناسب نہ جانا۔ برہمنی سے رخصت ہو کر اسی وقت
 دوسری طرف کوچل دئے۔ یہاں جب اہل شہر نے راجپس کا
 سر دروازہ شہر سے دیکھا تو نہایت ہی حیرت ہوئی۔ کہ یہاں ایسے کال
 کا کال کو لٹا پیدا ہو گیا۔ پوچھتے بھتے خیر لگی۔ کہ فلاں برہمن کے
 ایک مہمان نے تمام شہر کی جان بچائی تو سب کے سب وہاں دوڑ
 پڑے۔ دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں۔ برہمن اور برہمنی نے کہہ دیا کہ
 پانچ بھائی اپنی ماں کو لئے ہوئے رات بھر یہاں ٹہلے تھے سو رے
 ایک بھائی نے راجپس کو مارا اور سب اپنی راہ لئے یہ نہیں معلوم کہ مر گئے
 لوگوں نے لاکھ ادھر ادھر پاؤں توڑے چراغ لے کر ڈھونڈا مگر پتہ نہ ملا۔

ادھیا ۵۷

ویاس جی کی ہدایت سے پانڈوؤں کا کشتل

نگر میں گزرا انکار برن گندھرب سے جنگ و صلح

جس وقت بک رچھس جنم واصل ہو چکا۔ پانڈو اپنی راہ لگے۔ راستے میں ویاس جی نمودار ہوئے بھیم سین کو شاباش دی بشکر گزار ہوئے کہ اس نے اپنی طاقت و جرات بک رچھس کو مار کر رہمنوں کو امان دی۔ جد جنتی سے کہا کہ تم کو اس نیک کام کام مبارکباد۔ اب میری صلاح ہے کہ کشتل نگر میں بودو باش کرو۔ وہاں تم سب کا ستارہ ادھج پر ہو گا بے انتہا دولت ملے گی۔ وہ وہ چیزیں ہاتھ آئیں گی جو کسی نے نہ دیکھی ہوں۔ اس کے بعد تم ہو گے۔ اور راج سنگھاسن راج کٹ ہو گا اور تم۔

ویاس جی تو یہ کہہ کر چلتے ہوئے پانڈوؤں نے کشتل نگر کی طرف قدم بڑھایا۔ پانچال ویش دیش رنجپ میں راستے میں تھا۔ ادھر کی سیر کرتے وقت برہمنوں سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے درویدی کے سونمہر کی خوشخبری سنائی۔ پانڈوؤں کے جب ہو رہے۔ منزل پر پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی۔ رات کے وقت اجنبی مسافروں کو دیکھ کر انکار برن گندھرب کے ہمراہیوں نے لٹکارا کہ کہاں بے وقت گھوم رہے ہو۔ پانڈوؤں نے کہہ دیا کہ ہم مسافر ہیں۔ یہ میں وہ ہیں۔ مگر اپنی گلی میں کتا بھی شہر ہوتا ہے گندھرب

کے ہمراہیوں کی گپ بڑھسکیاں تیز ہی رہیں۔ جب وہ کسی طرح سیدھے نہ ہوئے۔ ایٹھٹھے ہی رہے۔ تو ارجن نے چلے پر تیر چڑھایا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ارجن نے ایسے تیر برساتے کہ سارے مخالفوں کے جی چھوٹ گئے۔ راجہ گندھرب اپنی رانی کو لئے ہوئے ارجن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معافی مانگی اور گندھرب لوگ کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ گھوڑے نذر کئے۔ جن کی گردا شہب صبا اور سمند نظر بھی نہ پاسکتا تھا۔

ارجن نے غصہ و نفصیرات کی گھوڑے قبول کئے۔ اور کہا۔ اس وقت ہم مسافرانہ حالت میں ہیں۔ ابھی کچھ دنوں اور غریب الہمنی رہیں گی۔ اس لئے گھوڑے اپنے ہی یہاں رکھئے جب ہم واپس پھرینگے تو طلب کریں گے۔ گندھرب راج۔ آپ نے ہم سب کی جان بخشی کی۔ بڑا احسان کیا۔ مجھ پر کوئی نہ کوئی خدمت کرنا ضرور فرض ہے۔ اس لئے اگر خلاف نہ ہو تو ایک منتر سکھا دوں۔ جس سے آپ ایک جگہ بیٹھتے دنیا بھر کا حال دیکھ اور معلوم کر سکتے ہیں۔ ارجن۔ کیا مضائقہ۔ آپ مجھے یہ منتر سکھا دیں۔ اور آپ کو میں وہ منتر بتا دوں گا۔ جس سے ایک تیر میں چاروں طرف آگ ہی آگ بھڑک اٹھے۔

دونوں باہم صلح ہو گئی۔ اور باہم منتر سیکھے سکھائے گئے۔ جب اس سے فراغت ہوئی۔ تو راجہ گندھرب بولا کہ:- گو سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ تاہم بمصداق "گر مہا تو مارا گستاخ" یہ استدعا کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ آئندہ سے شب کے وقت جب کسی عورت کو ساتھ لے کر چلیں تو برہمن کو آگے لے جایا کریں۔ ارجن۔ یہ کیوں؟ راجہ گندھرب۔ میں آپ سے مینتی کی بات کہتا ہوں کیوں کا جواب

نبی والے جانیں۔ مگر ذرا سا شگونہ میں بتلائے دیتا ہوں کہ اگر یہ نہ
 ہوتا تو میرے مہر ہی آپ کی منزل کھوئی نہ کرتے۔ رات کے وقت آپ
 پانچوں صاحب جہاز تھے۔ ایک عورت ساتھ تھی۔ اور سب کے
 پیچھے دو برہمن تھے۔ یہ حالت ٹوکنے کے قابل تھی۔ چنانچہ وہی بات
 پیش آئی۔ اور اس کی نحوست کا بھی تھوڑا بہت ظہور ہو گیا۔ برہمن کو
 پیچھے لے چلنے میں زور ہوتا ہے۔ اور اس زور کا نتیجہ خرابی
 ارجن۔ اور بششٹ ایسے برہمن کیانی سا کثات برہما کے پتر کے سو
 بٹے بسوا متر جی نے جو مار ڈالے۔
 راجہ گندھرب۔ اس کا حال میں بیان کرتا ہوں۔ آپ نتیجہ
 نکالیں۔

ادھیائے ۵۸

بششٹ مہنی اور بسوا متر جی کی باہمی مخالفت۔ اس
 کے نتیجے۔ پاراشر جی کی ولادت۔ اچھسوں کا قلع قمع

انگلہ برن گندھرب ارجن سے مخاطب ہے کہ بششٹ جی
 برہما جی کے فرزند عبادت و ریاضت میں سر تاج و مانہ ہوئے
 ان کے فضائل و کمالات کا ثبوت یہی ہے کہ مہاراجہ اکشواک ایسے
 چکرورقی یعنی روئے زمین کے فرمانروا اور ان کے ایک سے
 ایک با قبیل جانشین کے گرو اور پروست کی پیروی صرف انہیں
 کے حصے میں رہی۔ بششٹ جی برہمن کیانی تھے۔ ان کو پروستائی سے

کیا سوچا۔ مگر چونکہ اسی خاندان میں جھگڑا ان بھتیجیوں کی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ لہذا انہوں نے سری برہما جی کے حکم سے پودھتائی کی پودھی کو ذات بابرکات سے عزت دینا منظور کیا۔ لہذا شیشٹ جی اپنی استری اُرن دھتی کے ساتھ تپوہن میں تپسیا سے زندگی کا آئندہ لوٹ رہے تھے۔ کہ ایک روز کانیکج (جگدھپور عرف قنوج) کا راجہ گادھہ صید و شکار سے دل بہلاتا ان کی کٹی کی طرف نکل آیا۔ لہذا شیشٹ جی نے راجہ کی بڑی خاطر و مدارت کی زبانی ہی نہیں علی۔ راجہ سے لے کر تمام قنوج تھے کہ نوکر چاکر سب کی دعوت کر دی گئی۔ کٹی میں بھونی بھانگ نہ تھی۔ مگر جس وقت دعوت ہوئی دنیا کی کون نعمت تھی۔ جو مہانوں کے ساتھ ڈھیر نہ تھی۔ اوڑھتے بچھونے۔ فرش فروش کی بھی کمی کا کیا ذکر۔

تمام چیزوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ آٹا فانا میں وہ وہ عالیشان محل تیار ہو گئے جو راجہ گادھہ نے خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ گادھہ کو حیرت ہوئی کہ میں اتنا بڑا راجہ میرے پاس ایسا کوئی سامان نہیں ایسے کھانے زندگی بھر میں نہیں کھائے۔ ضرور اس میں کچھ بھید ہے۔ لہذا شیشٹ جی ظاہر میں توفیق بنا ہوا ہے۔ مگر اس کے پاس وہ دولت ہے۔ کہ راجوں مہاراجوں کو بھی نصیب نہیں۔ لہذا شیشٹ نے تپسیا کر کے ساری دولت اپنی کٹی ہی میں بٹور رکھی ہے۔ ہم لوگوں کی قسمت میں پھونک پھوٹو دیا۔ تپسوی بڑا مزہ کرتے ہیں۔ راجوں کی زندگی اکارتھ۔ آج آہ و راسی کٹی میں یہ ساز و سامان یہ دولت و ثروت۔

راجہ گادھہ کی عقل چکر کھا ہی رہی تھی کہ معلوم ہوا یہ لہذا شیشٹ جی کی دولت و ثروت کا پرکاش نہیں۔ ساری کرامات صرف ایک گوتھی ہے۔ اس نے سوچا کہ بس کسی نہ کسی طرح کا مدد دینا کو ہتھیا نا

چلے میسے ایسی چیز چھوڑنا محض بیوقوفی راجہ گادھ اس خیال کو دل میں لے لئے ہوئے لکشٹ جی کے پاس پہنچے۔ اور عرض کی:-

مہاراج۔ آپ کو دنیاوی دولتوں سے کیا کام۔ آپ تپسوی ہیں۔ مگر پھر بھی میں ایک ہزار گائیں نذر کرتا ہوں۔ آپ مجھے اپنی گائے دے دیجئے۔

لکشٹ:- آپ جو انگلیں میں ناشی سے دے دوں گا۔ مگر گائے پر میرا قابو نہیں۔ یہ ان لوگوں کا مال ہے۔ جو ایسے سچے داند کی یاد میں چلے۔ ان کو سواہ کر رہے ہیں۔

راجہ گادھ:- اگر آپ سیدھی طرح نہ دینگے۔ تو شکایت نہ کر رہا۔ میں پھر طاقت سے کام لوں گا۔

لکشٹ:- یہ آپ کو اختیار ہے۔ میں آپ کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔ راجہ گادھ نے طیش میں آکر فون کو حکم دیا کہ لے چلو اس گائے کو خبردار کوئی روکنے نہ پائے۔

یہ کہہ کر وہ خود اٹھا۔ گائے کی رسی کھولی اور وہاں سے چلانے کے لئے ایک کوڑا رسید کیا۔ کہاں کا دھین کہاں کوڑا کا دھین بیچ پڑی اور رسی تڑا کر سیدھی لکشٹ جی کی خدمت میں حاضر ہو کر انسانی آواز میں بولی:-

سکھوں مہا مانی برہم پتر۔ مجھ سے کوئی خطا کہ آپ قدموں سے جدا کرتے ہیں۔

لکشٹ جی:- بھلا مجھے تمہارے قدموں سے چھوٹنا گوارا ہو سکتا ہے۔ مگر اس وقت میرا بس نہیں۔ راجہ راج بٹ پتر ابھو ہے تمہاری غیبی طاقتیں دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں نے لاکھ سمجھایا۔ ایک نہیں مانتا اور تمہیں اپنی شاہی طاقت سے گھسیٹے لئے مانتا ہے۔ میں ایک تپسوی ہوں۔ مجھ میں یہ قوت کہاں کہ تم کو راجہ سے چھین سکوں۔ ہاں تم میں سب کچھ قدرت ہے

مرضی ہو۔ تو تمہارا کوئی کچھ نہیں بنا سکتا۔ تم مختار ہو۔ مالک ہو۔ جانا تمہاری خوشی پر منحصر ہے۔

کا مدھین۔ ہاں یہی بات ہے۔ لیجئے ذرا مزہ دیکھو:

یہ کہتے ہی اُس نے کان کھڑے کرتے ہی دُم پھٹکاری، تور اچھسوں کا ایک ٹڈی دل جمع ہو گیا۔ سب راجپس اور شاہی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اور کا مدھین اپنے سینگوں سے بیخ و تفنگ کا کام لینے لگی۔ دُم بھر بھی نہ گزری تھی کہ سارا لشکر کھیت ہلکا۔ میدان صاف لاشوں پر لائے پڑے ہوئے تھے۔ خون کا دریا بہ رہا تھا۔ جو زخمی تھے وہ سبک رہے تھے۔ راجہ کو جان بچا ناؤ بھر موٹی وہ نوک دم بھاگا اور ایک جنگل میں چھپ کر جان بچائی۔ کا مدھین سب کا صفایا بول کر بشٹ جی کے پاس لوٹ آئی اور کٹھی میں قیام کیا۔

راجہ گا دھ دل میں کٹ گیا۔ کسی کو منہ دکھانے کی صورت نہ رہی۔ آخر اُس نے تہمت کیا کہ بس جپ تپ سے بشٹ جی کی خبر لی جائیگی تو سہی۔ وہ تپشیا کروں کہ بشٹ کو طاق پر بٹھا دوں؟

بسوا متر دھن کے پتے تھے۔ مزاج میں ہٹ تھی۔ جس طرف جھک پڑے جھک پڑے۔ جو خیال جم گیا جم گیا۔ بس جپ تپ میں دل لگا دیا۔ جان توڑ کر ایسی تپشیا کی کہ دیوتاؤں کے جی چھوٹ گئے بس مدھے۔ کہ جس وقت بسوا متر جی نے جگہ کیا تو راجہ اندر اور اور دیوتا سوم پان کرنے کے لئے بال باندھے دوڑے آئے۔ ذرا بھی مین میکھ نہ کر سکے۔ جب تک راجگی کی راجہ گا دھ نام رہا۔ جب تپ کے زمانے سے بسوا متر بسوا متر کہلانے لگے۔ وہ طاقت اور اپنی قدرت حاصل کر لی۔ کہ دوسری سرشتی ہی رچنا شروع کر دی اپنی قدرت سے نئے ستارے اور بچتر پیدا کر دئے۔ اور بہت سے جانداروں کو قالب عنصری پہنا دیا چنانچہ مشہور ہے کہ گائے کی ایک ٹکر پھینس پیدا کی۔ ایک جانور کے جواب میں دوسرا جانور

ایک انانج کے مقابلے میں دوسرا نانچ پیدا کر دیا۔ اور ناریل سے آدمی پیدا کرنے کی آرزو تھی کہ دیوتاؤں نے منّت سماجیت کر کے باز رکھا۔ بسوا منتر راجہ تھے۔ تب کی طاقتوں سے راجہ رشی ہوئے۔ اور آخر کار برہمن رشی کی بھی پدوی حاصل کرنی۔ ایک راجہ کلماکھ پاو رہا تھا۔ اس کو سراپ سے راجپس کا قالب مل گیا تھا۔ بسوا منتر نے اس کو بچا دیا وہ ایک لڑکیا تھا۔ جب بسوا منتر نے نیم پر پڑھا دیا تو اور بھی کڑوا ہو گیا شمشیر ظلم و ستم پر باڑہ رکھی اور لاشٹ جی کے سو بیٹے خاک کے لاشٹ جی کو سخت صدمہ ہوا۔ مگر غصہ پی گئے۔ بسوا منتر سے غصہ لینے کی نہ ٹھانی۔ دل پر غصہ کی لہری چوٹ لگی تھی۔ زندگی سے بیزار ہو گئے اس لئے جہان دئے دینے پر کمر باندھ ہی پہلے سومیر پرست کی چوٹی پر سے پھانسی پڑے۔ پھر جلتی آگ میں کودے۔ چھاتی پر پتھر باندھ کر سمندر میں غوطہ لگا دیا۔ مگر ذرا بھی صدمہ نہ ہوا۔ آگ برف ہو گئی۔ پہاڑ سے گرتے ہی جیسے کسی نے گود میں لے لیا۔ آخر اٹھ پاؤں باندھ کر دریائے بیاس کی تہ میں جا پڑے۔ مگر رشی کا بند بند خود بخود کھل گیا۔ اور دریائے بیاس کی لہروں نے ساحل پر اچھال دیا۔ دریائے بیاس کی مہاں اس روز سے کچھ اور کی اور ہو گئی۔ لاشٹ جی کی دھن بندھی رہی۔ انہوں نے پھر شتندی یعنی ستلج میں جان دینے کا ارادہ کیا۔ وہ اس کی تیج دھارا میں ڈبکی لگا گئے۔ لیکن ایشور کی کرپا سے اس دریائے ذخار کی ہزار دھارا میں ادھر ادھر بہ نکلیں اور وہ خود پایاب ہو گیا۔ لاشٹ جی جان دینے کی کوشش کرتے کرتے ٹھک گئے۔ مگر ان کا روال بھی نہ میل ہوا۔ آخر باری مان کر جنگلوں کی خاک چھاننا شروع کی۔ اگر آج اس صحرا میں توکل اس بیابان میں ایک روز یہ یونہی پاؤں کا سینچہ مٹا رہے تھے۔ کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور قدموں پر سر جھکا کر بولی کہ :-

مبارک ہیں آپ کی بیوی ہوں۔ آدرشی نام ہے +

بششٹ جی کچھ پوچھنے بھی نہ پائے تھے کہ وید منترؤں کی
 آواز کانوں میں گونجنے لگی۔ اور اُد شٹی قدم پکڑ کے بیٹھ گئی۔ بششٹ
 جی کو سخت حیرت ہوئی کہ یہاں میرے اور اس عورت کے سوا
 تیسرا آدمی نہیں۔ یہ وید منترؤں کی آواز کیسی۔ انہوں نے پوچھا:-
 معاملہ کیا ہے۔ وید منترؤں کی آواز میں کہاں سے سزا رہا ہوں؟
 اور شٹی۔ آپ کے فرزند نکال شاک سے پر عالمہ ہوں اور یہ آواز
 تل کی ہے۔ بششٹ جی کو سخت حیرت ہوئی۔ مگر اس حیرت پر
 اس بات کی خوشی نے پردہ ڈال دیا کہ میری بیوی اولاد کوئی معولی
 نہیں۔ جب ابھی سے وید پاتھ کا یہ حال ہے۔ تو جب ظہور ہوگا
 نہ جانے فضائل خصائل کی کیا کیفیت ہوگی۔ انہوں نے اُد شٹی کی
 بڑی خاطر تواضع کی اور فرمایا:-

اچھا بیٹی تمہیں جو۔ میں تمہاری ساس اُر ن دھتی کو بھی بلانے
 لیتا ہوں۔ کہ اکیلی سے دو کیلی ہو جاؤ۔
 ادھر یہ باتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ سامنے سے ایک بھیب
 صورت راجھس آئے نظر آیا اُد شٹی نے کہا:-
 پتا جی مہاراج بیجے غضب ہو گیا۔ وہ سامنے راجھس آ رہا ہے۔
 اب آپ کی اور میری خیر نہیں:-

بششٹ جی۔ تم بیفکر ہو۔ یہ اصل میں راجھس نہیں کھماکھ پاو
 راجہ ہے فقط سر آپ سے راجھس کا قالب نصیب ہو گیا۔
 یہ کہا ہی تھا کہ راجھس پاس پہنچ گیا۔ کچھ ہاتھ پاؤں نہ نکالنے
 پایا تھا کہ بششٹ جی نے ایک منتر پڑھ کر کھونٹا۔ تو صورت ہی
 کچھ اور ہو گئی۔ راجھس کا نام و نشان نہیں دیکھا تو کھماکھ پاو راجہ
 ہاتھ جوڑے ہوئے کہہ رہا ہے کہ:-

جلت کرو۔ ہا مٹی خطا معاف کیجئے۔ پاو راجہ شودر ش کا بیٹا
 میں ہوں جو کھماکھ پاو کے نام سے بدنام ہے۔ مائے اس زندگی میں
 میں نے بڑے غذاب کئے۔ اب آپ سب پاپ دور کریں:-

لشٹ جی۔ بس ایک یاد رکھو۔ خبردار خبردار کبھی کسی برسن کی حقارت نہ کرنا۔ تب تو سجات ہے نہیں تو تم جانو اور تمہارا کام ہر کھماکھ پاو۔ مہاراج کبھی ایسی خطا نہ ہوگی۔ جان و دل سے خدمت نہ کروں تو گنہگار جو سزا چاہئے دیکھئے۔ مگر اب یہ فرمائیے کہ لشٹ کی بیل کیسے بڑھئی۔ خاندان میں کوئی چراغ نہیں۔

لشٹ جی۔ اچھا تم جاؤ اچھی طرح راج کرو۔ وارث تخت و تاج بھی ہو رہے گا۔ فکر کی بات نہیں۔

راجہ کھماکھ پادا اپنے راج سنگھاسن پر بیٹھا اور یہاں کچھ دنوں کے بعد آدرشی کی امید برآئی نور نظر نے صورت دکھائی۔ لڑکا بڑا خوبصورت بڑا انجسوی اور پرتابی تھا۔ چہرے پر وہ مذہبی جلال کہ بس معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا بھاری پیشری ہے۔

لشٹ جی سو بیٹوں کے غم میں جان دینے پر اتار دئے۔ مگر جان نکالے نہ نکلتی تھی۔ آخر پوتے کی امید پر اُنہوں نے صبر کیا۔ اور جس وقت پوتے کی صورت دیکھی آند ہو گئے۔ اور پاراشر اس نے نام رکھا کہ اُنہوں نے اس کے لئے جان دینے سے ہاتھ اٹھایا تھا۔ سو بیٹوں میں سے ایک کی یادگار دیکھ لشٹ جی کا کلیجہ ہاتھوں بڑھا تھا۔ اُنہوں نے بڑی محنت سے پالا۔ پرورش کی۔ ایسا پڑھایا لکھایا کہ علامہ عرصہ کر دیا۔

پاراشر لشٹ جی کو پتا پتا کہہ لیکار تے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ انہیں سے میرا جنم ہوا۔ ایک روز آدرشی گود میں بٹھلائے ہوئے تھی۔ اس کو غم ہوا کہ ہائے میرے پتی پر مشور نے یہ آنکھوں کا ٹکھ نہ دیکھا۔ وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور بے کلمے سے لگا کر کہا۔

”پران پیارے“ کلیجے کی ٹھنڈک تمہارے پتا ہمیں نہیں چھوڑ گئے ہیں۔ جن کو تم پتا پتا نہتے ہو وہ میرے سسر میں اور تمہارے دوا تمہارے پتا جاتی ہی میں گزر گئے۔ اُنہیں راجسوں نے قتل کر دیا۔

پاراشر گونجے تھے مگر اس دردناک سرگزشت سے اُن کے
دل پر سخت چوٹ لگی۔ غصے سے تاؤ کھا گئے۔ اور قسم کھائی کہ تو سہی
ایک راجپس بھی جو میرے ہاتھ سے بچ کے زندہ رہ سکے بچپن کا
یہ پر ن ہوش سنبھالتے ہی رنگ دکھا گیا۔ تپشیا گھٹی سی میں پڑی
تھی۔ ایسا تب کیا کہ غبی طاقتیں دن دینی رات چو گئی بڑھتی
گئیں۔ آخر کار ایک جگہ کیا اور آپ منتر پڑھنے بیٹھ گئے تب کا بیج
الگ منتروں کی تاثیر جدا ہزار بار راجپس آپ سے آپ آکر مول
میں سوا یا ہو گئے۔ جو تھا پر بندھا چلا آتا تھا۔ رشیوں مینوں کو
راجپسوں پر رحم آیا۔ چنانچہ اگست۔ پوسٹ۔ کرت۔ مہارت۔ دیول
اترے وغیرہ جگہ میں تشریف لائے پاراشرجی کی خوشامد درآمد
کی۔ منت و ساجت کے ساتھ عرض پرداز ہوئے۔
کہ بس اب غصہ تھوک ڈالئے۔ راجپس اپنے کئے کا بہت ہی
پھل پا چکے۔ آپ کو بیشک سب کچھ طاقت ہے۔ مگر سوچئے کہ
ایشور کی سرشتی ایک سرے سے مدار و نہیں ہوسکتی۔ کبھی کسی
کا بیج ناس ہوئے۔ نہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے خوریزی سے
فائدہ پاراشرجی نے فوراً انتظام کا ثنات کا لحاظ کر کے اسی وقت
جگہ ملتوی کر دیا۔

ادھیائے ۵۹

راجہ کلماکھ پاد کی سرگزشت انگار بن گندھرب

کی زبانی پانڈوں کی پروہتائی کے لئے دھوم
 رشی کی منظوری درویدی سومنبر کے لئے
 پانڈوؤں کا دروید نگر میں داخلہ

انگار برن گندھرب ارجن سے مخاطب ہوا کہ بشت جی کے
 پوتے پاراشر جی معصروں میں ممتاز اور رشیوں میں سرفراز ہوئے
 حال ماضی مستقبل کی تمام باتیں گویا پیش نظر تھیں یہی پاراشر جی
 میں جنہوں نے مسدوری عرف جوچن گندھا کے بطن سے بیاس
 جی کو پیرایہ سستی پہنا یا تھا
 ارجن اتنا سکر بے کہ آپ نے قبل میں ذکر کیا ہے کہ بشت جی نے
 راجہ کھماکھ پاد کو ایک بیٹے کے واسطے روانہ دیا تھا وہ اس کی بات
 تو ادھوری ہی رہ گئی

انگار برن نہیں نہیں میں سنا تا مہوں سنئے
 راجہ کھماکھ پاد کسی روز جنگل میں مچو گلشت تھا سیر کرتے کرتے
 دیکھتا کیا ہے کہ درختوں کے کنب میں ایک تپسوی برہمن اپنی عورت
 کے ساتھ کلیل کر رہا ہے راجہ سراپ کے اثر سے اچھس ہو چکا تھا
 وہ دیکھتے ہی لپکا اور برہمن پر جاؤٹا چاہتا تھا کہ منہ میں رکھ لے کہ
 اس کی عورت بول اٹھی :-

”کیوں کیوں یہ کیا یا نا کہ سراپ اچھس کا چولا پہننا پڑا۔ مگر
 دراصل میں تو آپ راجہ کھماکھ پاد ہی۔ اکشواک ایسے دھرموان راجہ
 کی نسل میں ہو کر آپ کو یہ حرکت زبیا نہیں۔ آخر غریب برہمن کا قصور
 بہتر ہے کہ بزرگوں کے دھرم کی طرف جائیے اور یہ خاوند کی جان بخشی فرمائیے“

راجہ کھاکھ پادکب سننے والا تھا۔ اس نے یہ گزارش اس کان سے
 سنی اُس سے اُڑادی اور زمین کو حلوے نرم کی طرح ڈکار گیا۔
 برہمنی کے تن بدن میں آگ لگ اُٹھی۔ اس نے نور اسی سراب
 دے دیا کہ راجہ جس وقت تو اپنی رانی سے ہمستر ہو۔ اُسی وقت
 بستر مرگ پر دم ٹوٹے۔

سراب کو بدیں گز گئیں۔ راجہ کھاکھ پاد بھی راجپس کے چولے
 میں مست تھا۔ نیک و بد کی تمیز ہی نہ تھی۔ آخر جب لاشٹ جی
 نے اپنے پتول ہی سے راجپس سے انسان بنا کر ایک بیٹے کے
 لئے اشیر باد دیا۔ تو اب اُس کی آنکھیں کھلیں اور برہمنی کا سراب
 یاد آنے سے وہ بہت ہی متفکر ہوا۔ اپنے افعال فبیجہ پر سخت لعنت
 ملامت کی راجہ کھاکھ پاد رانی کے پاس جاتا ہے تو جان سے ہاتھ
 دھونے کا اندیشہ آخر صوچتے سوچتے سوچا کہ کہنوں نے بروان دیا ہے
 وہ آپ ہی اپنی اشیر باد کو پورا کر دکھائیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی رانی
 کو لاشٹ جی کی خدمت میں روانہ کیا۔ دشمنوں کی دیر تھی کہ نخل آرزو
 بار وار ہو گیا۔ اور ایام مقررہ کے بعد دیدارِ فرزند سے آنکھیں شلو
 ہوئیں۔ راجہ کھاکھ پاد کے بعد اسی کو سورج بنی سنگھاسن حاصل
 ہوا اور خاندانی شجر کے کاس سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا۔

اجن نے راجہ کھاکھ پاد کی سرگزشت گوش ہوش سے سنی۔
 اس کے بعد دریافت کیا کہ یہاں کوئی لائق و فائق رشی ہے جس کو
 میں اپنا پرویت مقرر کر سکوں۔ بتیجہ پرویت کے بڑا ہرج ہے۔
 ان کا پران گندھرب۔ یہاں دھوم رشی ایک بڑے مہاشتا اور
 گیانی پیشوی ہیں۔ ان کا سا پرویت آپ کو دوسرا نہ ملے گا۔ بہتر ہے
 کہ آپ انہیں سے عرض کریں۔

راجہ گندھرب اتنا کہ گندھرب دیش کے گھوڑوں کو لئے
 ہوئے اپنے دارالحکومت کو چل دیا۔ یہاں پاٹو دھوم رشی کی خدمت

میں پہنچے۔ انہوں نے اُن کی اوج اقبال و طاقت جہانگیری کا خیال کر کے پروہتائی منظور کر لی۔ اس کے بعد پانچوں بھائیوں نے سوئمہ کا غزم کیا۔ راستے میں بہت سے رشی سنی برہمن پنڈت ملے۔ سب کی پانچوں پانڈوؤں نے خدمت اور خاطر تواضع کی آخر بیاس جی بھی روتی افروز ہوئے۔ اور اپنے ساتھ پانڈوؤں کو دروید گھر میں لے گئے۔ وہاں ایک گاؤں کے آشرم میں دو تین روز تک قیام کیا۔ پھر راجدھانی کی ایک دھرم سالہ میں سب کے سب جا ملے خاص و عام جانتے تھے۔ کہ سب سادھ سنت برہمن ابھیالکت میں۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ راجہ پنڈو کے جگر بند بھی درویدی کی قسمت کے جگانے کے لئے دروید گھر میں وارد ہیں۔

راجہ دروید کی ولی خواہش تھی۔ کہ اس کی درویدی ارجن ایسے فخر زمانہ کے ساتھ منسوب ہو۔ مگر جس وقت اُس نے سُنا کہ پانچوں پانڈو لائٹا مندر میں جل پھنک گئے وہ کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔ اس کی امیدیں ٹوٹ گئیں۔ لیکن نارو جی نے آکر اس دی کہ گھبرا ئے نہیں پانڈو صحیح سلامت ہیں۔ چونکہ غرض یہ تھی کہ ارجن ہی داماد بنے۔ اس لئے اس نے سوئمہ میں بھر مک جنت تیار کرایا جو اس طرح گھومتا تھا کہ کسی کی نظر نہ جمتی تھی۔ دروید گھر میں اس وقت تل رکھنے کی جگہ نہ تھی شہر کے چاروں طرف راجہ ہی راجہ نظر آتے تھے۔ حیموں سے زمین چھپی ہوئی۔ سوئمہ کا مکان بہت ہی نفیس تعمیر کیا گیا تھا۔ راجاؤں رشیوں میوں اور اہل شہر کے لئے حسب لیاقت اونچی اونچی نشستگاہیں آراستہ کی گئی تھیں اور سب کے وسط میں تیر اندازی کے لئے بھر مک جنت قائم تھا۔

ادھیا کے ۶۰ دروپدی کا سوئمبہر۔ راجگان زمانہ کی ناکامی۔ ارجن کی کامیابی

بیشم پائن راجہ جنجے سے کہتے ہیں۔ کہ جس روز دروپدی کا سوئمبہر
تھا۔ اس روز دروپد نگریں کچھ اور ہی چہل پہل تھی۔ صبح ہی سے
باجے گاجے بجنے لگے۔ اندھیرے منہ ہی لگی گلی میں کیوڑے بکلاب
سے چھڑکاؤ ہو گیا۔ سڑکیں تماشائیوں سے اُلی تھیں۔ راجوں مہاراجوں
کی سواریوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ کثرت ہجوم سے پیک صبا کو راستہ
نہ ملتا تھا شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ سوئمبہر کے مکان کی رونق
چوتھی کی دہن کے سنگار کو مات کر رہی تھی۔ چاروں طرف کھا میں۔
اروگرد سر بفلک فضا میں۔ جس پر موقع موقع پر طلائی برجیاں۔ ایک
خوشنما پھاٹک بند نوازوں سے آراستہ۔ محراب زرق برق۔
مقیشی جھالیں۔ نوراً علی نور پھولوں کی سجاوٹ مسب پر طرہ۔ سب
اسی طرف سے مکان سوئمبہر میں جاتے تھے۔ انہیں میں پانچوں
پانڈو بھی برہمن کی وضع بنائے رونق افروز محفل ہوئے دیکھا
تو ایک وسیع میدان کے بیچوں بیچ ایک نفیس چوترے پر دو
زر کارستون آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان کی بلندی کے
درمیانی حصے میں ایک چکرشن شن چکر کھارہا ہے۔ چکر کے بیچ
میں ایک بہت ہی بڑی خوشنما جواہرات سے جڑی ہوئے کی

چھلی آویزاں ہے۔ اور ٹھیک اُس کے نیچے ایک ذیلی کمان کیسا تھ
 کچھ تیر رکھے ہوئے ہیں۔ پھر اس روز سے گزرتا تھا کہ نظر جہنا مسال۔
 سو تیر میں شرط تھی کہ جس میں دم ہو۔ توں گراں کو تان کر بھرے ہوئے
 کڑاہ میں پھلی کے ٹکس پر نظر چائے شست باندھے پھلی کو ہون
 تیر کر دے۔ جو اس معرکے میں مسخر و رہیگا۔ اُسی کو درویدی نصیب
 ہوگی۔ دو سرے کو نہیں تمام محفل سامان آرائش سے آراستہ تھی
 اطلس و کخواب کے فرش نظر کا قدم نہ جسنے دیتے تھے۔ پٹے شیوں
 فیوں کی صف تھی بعدہ راجوں مہاراجوں کی تشددتگامیں۔ سب کے
 آخر میں خاص و عام کی بیٹھکیں۔ والیان ملک میں دُور دُور کے راجے
 مہاراجے آئے تھے۔ مثلاً

دریودھن اور اُس کے ۲۵ بھائی

شکنی راجہ قندھار (دریودھن کا ماموں)

مہاراجہ شل فرمانروا کے کا بل قندہار وغیرہ والد شکنی

راجہ جہا سندھ والی ولایت بہار عرف مگدھ۔ اور اس کے دو بھائی

مہاراجہ ملک بیراٹ

راجہ بکدنت۔ والی ملک بنگالہ

مہاراجہ سال۔ فرمانروائے ملک یمن و بدخشاں

راجہ موت ماکم و آب

راجہ برہیل تاجدار کوہستان

مہاراجہ جیدرتھ مسریہ آرا سے ولایت پنجاب (عرف پنجالکا)

راجہ ششپال راجہ ملک چندیری

مہاراجہ جیر مسرام والی ملک آودھ

راجہ کرن

اسو تھان فرزند و ناچار ج

مسری کرشن چندر جی مہاراج

سری بلجدر جی - پڑوسن جی +

ساگی جی -

سانب

کرت برما

اکوڑ وغیرہ جدو بندی بڑے تزک و احتشام سے رونق افروز ہوئے۔ جس وقت تمام راجے مہاراجے آگئے۔ خوشی کے شادیانے بجے اور پہیلیاں درویدی کو لئے ہوئے محفل میں آئیں۔ درویدی اس وقت نور کے سانچے میں ڈھلی۔ اپنے حسن و جمال سے وہ بہر کے آفتاب کو مات کر رہی تھی۔ ایک تو قدرتی رنگ و روپ اس پر سولھویں سنگار۔ سر سے پاؤں تک مہر صغیر زبور۔ زرق برق لباس۔ اہل نظر کی آنکھوں میں ایک نور کی تصویر کے روئیں روئیں سے جلیاں کو ندھ رہی تھیں۔ لاکھ۔ آنکھ بھر دیکھنا چاہتے تھے لیکن نظر میں چپکا چوند پیدا ہو جاتی تھی +

رہبہ اور میکا اس کے پاؤں کی دھوون بھی نہ تھیں۔ رتی (کامیو کی استری)، یا اندرانی کی بھی اس کے سامنے آنکھ پیچی تھی جس نے درویدی کی طرف آنکھ اٹھائی۔ بس تصویر حیرت بن گیا۔ آنکھوں کی پتلیاں قطب ازجا جنبد ہو گئیں +

درویدی کے آتے ہی درشت دن اپنی بہن کے پاس اکھڑا ہوا اور سب کو بن ماداز سے بولا کہ :-

تاقداران زمانہ موقع ننگ و ناموس ہے اور سمت آزمائی کا وقت۔ اور دیکھیے چکر میں جوابرات سے جڑی بنونے کی پھلی پھر کی طرح ٹھوم رہی ہے۔ اس کے نیچے زمین پر سیل سے بھرا گڑاہ رکھا ہوا ہے جس میں مچلی عکس افن ہے۔ جن صاحب کو دم داعیہ متیل کے گڑاہ میں عکس دیکھ کر چپکی مچلی پتھر سے نشانہ لگائیں۔ تب شاید مقصود ہم بغل ہوگا۔ میری بہن راجکاری درویدی

جیال لئے موجود ہے۔ اس کو ایشور نے اگنی کنڑ سے پیدا کیا ہے جس کا ستارہ بلند ہو۔ اس کے ماتھے سے جیال پہنے۔ ہاں بہادران پیل اگن و دلاوان کوہ شکن اٹھئے۔ لیجئے و حنش بان کے جوہر دکھائے۔

وحنش وزنی تھا۔ بہت سے لوگ تو دیکھتے ہی ہمت ہار بیٹھے۔ بہتوں نے زور لگایا۔ تو حنش نداد۔ کسی نے اٹھایا تو چلہ چڑھنا محال۔ آخر سب نے جی چھوڑ دیا۔ سب تھک تھکا کے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ یا تو محفل گونج رہی تھی یا تو بالکل سناٹا۔ طرف سکوت کا عالم، یہ رنگت دیکھ کر درشت دمن اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور افسوناک لہجے میں کہا۔

”شرم! شرم! ایسے مکٹ دھاری ایسے ایسے چہرے کے راجے موجود اور پھر بھی درویدی کنواری۔ نشانہ لگانا کیسا۔ توں بھی چڑھائے نہ چڑھ سکی۔“

آہ آج ارجن اور حصیم ہوتے تو میرے پتا جی کا پرہ کیوں اکارتھ جاتا افسوس نالائقوں نے دغا فریب سے ایسے شہنہ اور سودیر پانڈوؤں کو لاکھ اور رال میں پھونک کر بہا دیوں سے ونیا سونی کر دی۔

یہ الفاظ کورؤں کے واسطے تیر سے بڑھ کر تھے۔ درویدمن کرن اور شکنتی تملاکرہ گئے۔ مگر کرن تڑپ کر اٹھا اور گرج کر بولا۔

درشت دمن زبان سے ایسے کلمے۔ کورؤں پر ناحق ناحق کا الزام۔ پانڈو اپنے اعمال سے اس موت مرے۔ اُن کو ان کے افعال کی سزا ملی گرہ دشائے پھل دکھایا۔ کسی اور کا کیا قصور یہ وحنش چیز ہی کیا ہے۔ ابھی ابھی بھلی کو چھید بھاڑ کر وحنش کے بھی پرچھے اڑائے دیتا ہوں۔ اچھالے آنکھیں کھو لو میری بھی طاقت دیکھ لو۔

یہ کہہ کر ن لپکا اور جو میں کمان اٹھانے کو جھکا دروپی بول اٹھی
 ”جائیے جائیے آپ بیٹھے۔ میری جیال ناقص البطنوں
 کے لائق نہیں ہیں۔
 کرن اس فقرے سے دل میں کٹ گیا۔ آنکھیں نیچی ہو گئیں۔
 اتنے میں سری کرشن جی بول اٹھے۔ کہ کرن تم کیوں تکلیف کرو۔ آؤ بیٹھو۔
 کرن دل میں کھسیا نا ہو کر درو دھن کے قریب جا بیٹھا۔ اور برہمنوں
 کی صف سے یہ آواز آتے سنائی دی کہ:-

او برہمن کہا کیا بوقونی کرتا ہے۔ جب ایسے ایسے صاحب
 طاقت تیر تلوار کے دھنی جی چھوڑ بیٹھے تو تو کیا بنا بیگا۔ ناحق برہمنوں
 کی ذلت کرانا چاہتا ہے۔

یہ آواز بڑے زور شور سے محفل میں گونج گئی۔ سب چوکنے ہوئے
 تھے کہ ایک نوجوان برہمن جھپٹ کر چہو ترے پر جا پہونچا۔ دھنک اٹھایا
 چلمہ چڑھاتے ہی تیر چٹکی سے نکلا۔ تو کچھل تیل کے کڑاہ میں تھی۔ اور
 ہر طرف سے واہ واہ کی صدا بلند۔

دروپی نے بڑھ کر گلے میں جیال پہنا دی۔ وہ دل ہی دل میں
 حسن صورت پر غش کھا گئی۔ جد حشر وغیرہ کی خوشی کا کیا پوچھنا اچھل
 اچھل پڑے۔ سری کرشن جی نے بلجھدر جی کے کان میں کہا۔ یہ
 ذات شریف ہمارے ارجن ہی ہیں۔

ادھیائے ۶۱

سوئمبیر میں کرن اور درو دھن کا حسد۔ ارجن اور

بھیم سین کی جنگ کوڑوں کی شکست پا پڑو
کی فتح ہماری کٹن جی قمائیں سبھی لفوں کا سکوت

جس وقت ارجن کے گھنے میں جمال پڑی۔ تمام راجے آتش حسد سے جل اُٹھے۔ غل مچ گیا کہ اس برہمن کی کیا مجال جو درویدی کو بھاجا کے ہمارے جیتے جی کبھی یہ ممکن نہیں۔ سب آستینیں چڑھا کر کھڑے ہو گئے۔ تلواریں میان سے اُگل پڑیں۔ تیر چلے پر چڑھ گئے۔ درویدی کا نازک دل اس ہنگامہ عظیم سے گھبرا اُٹھا۔ اس کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ ارجن نے کہا۔ پیاری گھبرا نہیں ذرا سامنے تو آنے دو میں ایک ایک کو زمین پر سٹکا کے چھڑو لگاؤں۔ میں اکیلا سب پر بھاری ہوں۔ اور پھر چار بھائی اور بھی چرسا لٹکا لینے کو موجود ہیں۔ کسی کا تسہ نہ لگا رہ پائے گا۔

یہ کہہ کر ارجن نے درویدی کو اپنے قریب بلا لیا اور تن کے کھڑا ہو گیا۔ کہ دیکھیں کون سا منے آتا ہے۔ درویدھن نے کرن کو اُجھا۔ وہ اکرٹا ہوا اُٹھا اور لٹکا رہا۔

کہ برہمن دیوتا۔ کھڑے کیا ہو۔ ذرا ایک ایک پانی تو کر لو۔ اور آخر جو جیتے درویدی اُس کی پ

ارجن۔ ہاؤ گھروا ہے میں بیٹھو چلے میں دو دو ہاتھ کرنے میں نے راجہ دروید کا پرلن بنا ہا۔ سب کی ناک رکھی۔ میرے ہوتے درویدی کو کون پاسکتا ہے پ

ارجن نے بھیس بدلا ہوا اُٹھا۔ کرن نے مطلق نہ پہچا تا کہ کون ہے وہ ارجن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سننے ہی جھپٹ پڑا۔ ارجن نے ایسی تھپکی دی کہ دس قدم پر جا پڑا۔ اور سنبھل کر لٹکا تیر برہمن نے

ارجن نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ تیروں کی ایک بھڑی سی لگ گئی۔
 درلودھن کو تاب کہاں تھی۔ تاؤ کھا کر اٹھا اور تیار تھا کہ کرن کی سوکریے
 فرما بھیجیں نے اُسے ڈپٹا اور لگی پکڑ ہوئے۔ ارجن نے کرن کو پھر
 ایسے تیر کے جوہر دکھائے کہ غش آنے لگا چپکے سے ڈنڈوت کی اور
 ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ بھیجیں نے گد اٹھایا تو درلودھن کے بھی
 حواس غائب۔ دل میں خیال کہ برہمن ہے یا بھیجیں۔ کرن اور درلودھن
 تو یوں ہی مان کر چپ لگا گئے۔ اور دو چار راجے بگڑے تو ارجن اور
 بھیجیں نے رگ سیدھی کر دی۔ سب محفل سے بھاگنے لگے۔ اور یقین
 ہو گیا کہ ان کے برابر طاقتور اور کون ہو گا۔ جنہوں نے کرن اور درلودھن
 کی بھی باقی کچائی نکال دی۔

ابھی کچھ راجے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کہ ان برہمنوں کو نیچا
 دکھانا ضروری ہے۔ ورنہ مٹی اور کرکری میں کیا شک۔ استنبیں
 ہمارے سہی کرشن چندر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا بڑے
 شرم کی بات ہے۔ کہ خود تو سوئمبہر جیتا نہ گیا اب ایک سوہیر نے پالا
 ہار تو کسیانی ملی تھنا نوچے والی کہاوت۔ درویدی راجن کی طرف
 اشارہ کر گئے، اس برہمن کا مال ہے۔ اگر اب کسی نے اُسے پھیرا تو
 کتابوں کہ مجھ سے بگڑا جائیگی۔ میں سب کو مارا تارو لگا ہری کرشن
 جی کی یہ ڈانٹ تیر بہدت ہوئی۔ ہر طرف سے آواز آنے لگی جی ااں
 بہت ٹھیک۔ ٹھیک۔ ٹھیک۔

سب راجے محفل سوئمبہر سے رخصت ہوئے۔ اور راجہ دروید
 خوش خوش ارجن اور درویدی کو نواس میں لے گئے۔ درگا جی کی پوجا
 کرانی۔ بعد پانچوں پانڈو درویدی کو لے کر ماتا کنتی کے پاس چلے
 رانی کنتی دہرم شالہ میں نہایت تشویش میں تھی اسے اندیشہ تھا کہ
 درلودھن و کرن وغیرہ بھی سوئمبہر میں آئے ہیں۔ کہیں بڑھ پھیر ہو جائے۔
 یا بہرہ وپ کھل جائے۔ تو وہ ضرور میرے چلیجے کے ٹکڑوں کو آزار

پہنچا بیگے۔ دوسرے شئی اُسے تشفی دیتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ اول تو ممکن ہی نہیں کہ راز فاش ہو۔ بالفرض ہونے ہی جائے تو پانڈوؤں کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پانچوں پانڈو قیامگاہ پر پہنچے خوش خوش ماتا کنتی سے کہا کہ:-

”ماتا جی آج تو بڑے گہرے ہوئے خوب مال مارا۔ بڑی ہی عمدہ چیز لائے۔“

ماتا۔ اچھا بیٹا مبارک۔ بڑے پیار سے پانچوں بھائی بانٹ لو۔ درویدی کو رانی کنتی کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ اور پانچوں بھائی ایک دوسرے کو منہ دیکھ کر رہ گئے۔ جدھشٹر کی زبان سے نکلا:-

جوشدنی تھا وہ ایشور نے ماتا جی کی زبان سے نکلوا دیا۔ پھر ہم لوگوں کو کیا عذر؟

ارجن نے درویدی سے ماتا کے قدم چھونے کو کہا۔ وہ قدموں پر ٹھکی معلوم ہوا کہ ارجن درویدی کو حیمیت کر لایا ہے۔ اب تو اس کے موش اُٹ گئے۔ کہ ہاے بے سمجھے سوچے کیا بک دیا۔ مگر اب کیا ہوتا مختا سخن از زبان رفتہ و تیر از کمان جستہ باز بدست نئے آند؟

رانی نے بڑے پیار سے درویدی کو گلے سے لگایا ساتھ کی ہیلیوں کی خاطر تواضع کی۔ پانڈو خوش خوش باتیں کر رہے تھے کہ سری کرشن جی بلدیو جی بھی وارد ہوئے۔ پانڈوؤں سے ملے۔ ارجن و بھیم کی فتحیاہوں کا مبارکباد دیا۔ رانی کنتی سے فرمایا کہ ”پھوپھی درویدی نہیں تشفی سے۔ دیوتاؤں نے اسے اگنی کُنڈ سے پیدا کیا۔ دیکھنا خوب اچھی طرح خاطر داشت کرتی رہنا۔ اس کا ردیاں نہ دیکھنے پائے۔“

وہاں راجہ دروید ارجن و بھیم کی اعلیٰ طاقتوں سے حیران ہر ایک سے کہتا تھا کہ یہ مجھے آدمی نہیں معلوم ہوتے ضرور دیوتا ہیں جنہوں نے کرن شل دریو دھن ایسے کوہ پکیر پیل افگن بہادروں کو دودا دھیروں

میں سیدھا کر دیا۔ مگر اسے یہ نہ معلوم ہوا کہ آخر یہ میں کون ہوں اس امر کے دریافت کرنے کی غرض سے اس نے اپنے بیٹے درشت من کو دھرم شالہ میں روانہ کیا۔ دھرم شلہ میں وہاں پہنچا۔ تو سری کرشن جی لیچدر جی رونق افروز ملے۔ کچھ ادھر ادھر کی باتیں کہیں۔ کچھ گفتگو سنی۔ اور انہیں پیروں راجہ دروید کی خدمت میں واپس آیا۔ سری کرشن جی ویدلوی جی کی موجودگی۔ براور انہ برتاؤ وغیرہ کی سب چشم دید کیفیت بیان کی۔ راجہ دروید بہت ہی خوش ہوا کہ جب ان لوگوں کو سری کرشن جی بھائی بھائی کہتے ہیں۔ تو ان سے بڑھ کر اور خاندانی لوگ کون ہونگے۔ شکریہ کہ میری درویدی کا سونمبر ہو گیا۔ وہ اگلے گھرانے میں ہی بیاہی گئی۔

ادھر درویدی کی ماں نے بھی اپنی طرف سے پردہت کو بھیجا تھا کہ حالات حسب و نسب دریافت کر آئے چنانچہ اس نے بھی واپس آکر درشت من کے بیان کی تائید کی اور روناں میں آندھنی چھا گئی

ادھیائے ۶۴

پانڈوؤں کی راجہ دروید کے یہاں غوث راوید کو ان کے حسب و نسب آگاہی۔ درویدی کے پانچ شہزادوں کے تعلقات پر بحث پیاس جی کا فیصلہ

راجہ دروید کو ابھی تک کامل یقین نہ تھا کہ پانڈو دراصل پانڈو

ہی ہیں۔ اس لئے انہوں نے تجویز کی کہ ان کی دعوت کر کے روش و طریق سے شک رفع کر لیا جائے۔ اس نے راج محل کو خوب آراستہ کیا۔ تمام قسم کے ہتھیار تیر ترکش ڈھال تلوار برچھی بھالے وغیرہ بیچ دئے۔ اور ارد گرد کے وسیع احاطے میں رتھوں گھوڑوں پھیلوں کا میلہ لگا دیا۔ پانچوں پانڈو بڑے اعزاز سے بلائے گئے بڑی تعظیم و تکریم سے استقبال ہوا۔ راجہ دروید بنفس نفیس تمام ہتھیار اور ہاتھی گھوڑے دکھانے بہلانے لگا۔ پانڈو عقلمند تھے۔ صورت سے دل کی بات تاڑ جاتے تھے۔ انہوں نے ہر چیز کو دیکھ دیکھ کر اپنے وسیع معلومات کے دفتر کھول دئے۔ جدہ شطرنج نے دُور سے ہاتھی گھوڑوں کو دیکھ کر سب کے حسن و قبح ظاہر کئے۔ بھیم سین نے ہاتھیوں کے نقص عملگی کا خاکہ کھینچ دیا۔ ارجن نے نظر سے وحشت بانوں کی دیکھ بھال کی۔ سہادیو نے تلواروں کے جوہر پر کھے نکلے گھوڑوں کے عیب و ثواب کی تصویر کھینچ دی۔ راجہ دروید ان کی واقفیت و معلومات سے سمجھ گیا کہ ماں واقعی یہ چھتری ہیں۔ ان کی فہم و فراست اُن کے اوج اقبال کا پتہ دیتی ہے۔ مگر یہ وضع یہ لباس کیسا۔ راجوں کے بیٹوں کو فقیری سے کیا سروکار۔ اس نے موڈ بانہ لہجے میں پوچھا۔

بیچ بیچ فرمایا گا۔ کہ آپ لوگ کون ہیں۔ دیوتا ہو یا جکش۔ گندھرب ہو یا کتیر۔ مجھے برہمنوں کے بھیس سے حیرت ہوئی ہے۔

راجہ جدہ شطرنج۔ راجہ پنڈو کے بد نصیب بیٹے ہیں۔ چچیرے بھائیوں نے اس قدر تنگ کیا کہ بس عاجز آ گئے۔ لاکھ اور رال کی شعلہ زنی سے جان بچا کر صحرائوردی پر پکر باندھ لی ہے۔ اب تک کورؤں کو ہمارا پتہ نہیں۔ سو مگر میں بھی اُن کی آنکھیں اندھی رہیں۔ حالانکہ ارجن نے کرن کو اور درپو دھن کو بھیم سین نے نیچا دکھایا۔ سری کرشن جی کی ہماری ماں حقیقی چھوٹی ہیں۔ صرف اُنہوں نے ہم لوگوں کو بچا نا ان کے بڑے بھائی سری بلدیو جی نے باقی بس۔

راجہ دروید یہ سنکر بہت ہی خوش ہو گئے۔ پانڈوؤں کو عمدہ طور سے شادی پویشاکیں پہنائیں۔ مہارانی کنتی درویدی کے ساتھ رنواس میں گئیں وہاں دروید کی رائیوں نے بڑی خاطر مدد کرتی گئی۔ بڑی دھوم دھام سے دعوت ہوئی۔ ہر مزے اور سرفروشی کے پکوان ڈھیر تھے تابع رنگ دعوت تواضع سے فراغت پا کر راجہ دروید نے اجن سے کہا "آئیے چلئے کچھ مراسم شادی بھی ادا ہو جائیں۔ فرائض کی انجام دہی مقدم ہے۔"

ارجن۔ میں حاضر ہوں مگر ایک عجیب گھٹی پڑ گئی ہے۔ اور پھر مزہ یہ کہ نہ جس کو سمجھا لے بغیر بنتا ہے۔ نہ اچھی رکھنے سے مضر ہے یعنی معاملہ کہتے بنتا ہے نہ بچھا لے۔ راجہ دروید۔ نہیں نہیں آپ بے تکلف کہیں۔ اگر تھکے کی ضرورت ہو تو جہاں کئے چلوں۔

ارجن۔ یہاں بھی تو ہم پانچوں بھائیوں اور آپ دو باپ بیٹوں کے سوا کوئی غیر نہیں اس سے بڑھ کر تھکیہ اور کون ہو گا۔ مگر بات ہی کچھ عجیب پیچیدہ ہے۔

راجہ دروید۔ آپ جتنا تامل کرتے ہیں۔ اتنی ہی زیادہ میری طبیعت اور الجھتی ہے۔ ایشور کے واسطے جلد صاف صاف کہیے۔ ارجن۔ کیا عرض کروں۔ جب میں سوئے ہرے گیا۔ آپ کی راجکمانی بھی ہمراہ تھی۔ ہم سب مائل کے پاس پہنچے۔ تو خوشی میں مست ہو کر صرف اتنی خوشخبری سنائی کہ ایک بڑی عمدہ چیز لائے ہیں۔ یہ زبان سے نہ نکلا کہ کیا لائے ہیں۔ ماما جی انتظار میں بیچیں تھیں۔ انہوں نے بھی کچھ پوچھا نہ کچھا۔ پٹ سے کہہ دیا کہ پانچوں بھائی بائٹ لو۔ آپ مشکل سے پاؤں سے کہ کوئی چیز ہو تو تقسیم کر لیں۔ عورت کا حصہ بخرہ کیسے ہو۔ ہمارے برادر بزرگوار دھرم کارو پ ہیں۔ وہ ماما جی کا بچن جان کے ساتھ سمجھتے ہیں۔ ہم سب ان کی باپ سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں

نہیں آتا کہ نمٹا را کیسے ہو

راجہ دروید (فکر مند ہو کر) یہ تو آپ نے عجیب بات سنائی۔ بڑے
بھائی کی بی بی ماں کے برابر۔ چھوٹے بھائی کی عورت بیٹی کے لفظ
مقابل۔ اور پھر یہ کیا و اہمیت کہ ایک عورت کے پانچ پانچ سزاوار
ایسا تو دیکھنا کیا کبھی کانوں سے کبھی نہ سنا۔

راجہ دروید کو اس فکر میں سخت پریشانی ہوئی۔ انہوں نے فوراً
پرست اور عالم و فاضل برہمن طلب کئے۔ مگر معاملہ جیوں کا تیوں
ہی رہا۔ کسی نے کچھ صلاح مشورہ نہ دیا۔
راجہ جدہ شطرنج نے فرمایا۔

”تو اچھا جلدی کیا ہے۔ گھبراہٹ کی کیا ضرورت۔ وید بیاس
جی کو طلب فرما لیجئے۔ وہ دو ٹوک فیصلہ کر دیں گے۔
بیاس جی کی طلبی کو آدمی دوڑے۔ ہوا کی چال گئے۔ نظر کی
چال آئے۔ بیاس جی نے قدم رنجہ فرمایا۔ اور معاملہ پیش ہوا۔ بیاس
جی تھوڑی دیر غوطے میں رہے آخر فرمایا کہ:-
کچھ ہوشدنی جو بھٹی وہ ہو چکی۔ جو کہنا بدلتا ہو چکا۔ رانی کنتی کی
زبان سے جو نکلا وہ ایشوری کی زبان سے نکلا۔ اب رو بدلی گئی۔
نہیں ہے۔

سے راجہ دروید آپ فکر مند نہ ہوں۔ جب میں پانڈوؤں اور درویدی
کے پچھلے جنم کا کچا چٹھا سناؤں گا۔ تو آپ کے موجودہ خیالات اور ہی
ہو جائیں گے۔

ادھیائے ۶۳

درویدی اور پانڈوؤں کے پچھلے جنم کا حال

بیاس جی کی زبانی اور شاہی مہینت آبادی

بیاس جی اہل سخن سخنچی میں۔ کہ اسے راجہ دورو پر تہااری راجکوری دورو پدی کوئی معمولی لڑکی نہیں۔ یہ چچا کنیاؤں میں سے ایک کنیوں سے ہے۔ ہاں رشی نے اگنی گنڈ سے پیدا کیا تھا۔ پچھلے جنم میں یہ ایک برہمن کی عورت تھی۔ مگر دورو غاومہ میں آن بن تھی۔ یہ شیک تھی۔ اور دورو بد اعمال۔ آخر اس نے مہاراجا کو اپنی تہشیا سے اتنا خواہش کیا۔ کہ خود بنفس نفیس سامنے آمو جو ہوئے۔ اور کہا کیا خواہش ہے مانگ لو۔ برہمنی برہمنی تھی۔ تو پانچ مرتبہ زبان سے برہمنی کا لفظ نکلا۔ شیو جی مسکرائے۔ اور ہر وان دیا کہ اچھا خواہش قبول پاؤں گے۔ برہمنی اطمینان رکھو۔

دورو پدی کی پیدائش اور پانچ شوہروں کے بردوان کا حال سننا کر بیاس جی نے کہا کہ یہی نہیں۔ ایک دوسرا معاملہ اور ہے سنئے کہ آپ کا دشوار دورو جو جائے گا۔

ایک زمانے کا ذکر ہے کہ راجہ اندر کیہاں پیدائش پر دو کمزور لڑکوں سے دل بہلاتے ہوئے غراماں غراماں گنگا جی کے تنہ پر جاتے تھے۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہوئی تار تار رو رہی ہے۔ اور آنسو سے چپکے ہوئے قطرے دریائے گنگا میں کنول کے پھول بن کر سرے سے جاتے ہیں۔ اندر کو حیرانی ہوئی کہ کہاں آنسو کہاں کنول کے پھول اس میں ضرور کچھ عجیب ہے۔ انہوں نے عورت سے جرح کر پوچھا۔ اس طرح رونے کی وجہ!

عورت۔ وجہ کیا بتاؤں۔ ساتھ ساتھ چلے آئے جو کچھ ہو گا آنکھوں سے دیکھ لے گی۔

عورت اندر کو لئے ہوئے ایک ایسے پر فضا مقام پر پہنچی جہاں مہاراجا

اور پاربتی جی بڑے راجسی ٹھاٹھ سے آنند میں مگن باہم چوس رہے
 جی بہار سے تھے۔ اس وقت مہادیو پاربتی جی کی وضع ایسی شانہ
 فانی کہ اندر ہانکل نہ پہچان سکے۔ دل کو زعم تھا کہ دیوتاؤں کا راجہ ہوں
 یہ خود مجھے تعظیم دیں۔ اس خودی کے خیال نے انہیں بڑی بے تکلفی
 سے مناں کھرا کر دیا۔ مگر وہ دونوں سرچشمہ قدرت متوجہ بھی نہ ہوئے نظر
 بدستور چوس کی طرف رہی۔ غیبت جاگنا تھ باندھے۔ بڑے ادب سے
 کھڑی رہی جس وقت نظر اٹھی تو ڈنڈوت کی مگر اندر کھونٹی کی طرح
 کھڑے ہی رہے۔ مہادیو جی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ اُن اودہ
 اتنا غرور۔ اچھا جاؤ۔ پہاڑ کی اُس کھوہ کو دیکھاؤ
 نظر اٹھنے کی دیر تھی کہ اندر کی رنگت بدل گئی۔ مہادیو جی کے
 تیج کے سامنے چہرہ چٹکی ہو گیا۔ کانپتے ہوئے کھوہ میں گئے دیکھا
 تو اپنی صورت شکل اور وضع قطع کے چار شخص بیٹھے پائے۔ اندر
 کو حیرت ہوئی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ مہادیو نے فوراً ہی جمال اصل
 دیکھا کر کہا کہ:-

تمہاری طرح یہ چاروں بھی اندر تھے۔ آخر غور کرنے اس نتیجے
 کو پہنچا یا۔ کہ یہاں قید کئے گئے۔ تم بھی مارے غور کے زمین پر
 پاؤں نہیں رکھتے۔ تو تم بھی اس کا نسیانہ بھگتو۔ اب تک چار اندر
 تھے۔ اب پانچ ہو گئے۔ میں اس غور کی سزا سنا رہا ہوں کہ تم پانچوں
 دنیا میں پیدا ہو۔ اور قالبِ خاکی میں خاک سے خاک رسی کا سبق
 سیکھو۔ پانچوں اندر تھے جو زمین بوس ہوئے۔ کہ آپ کی مرضی میں
 دخل کیا۔ مگر مہاراج اتنی مہربانی کیجئے۔ کہ ہم دنیا میں پیدا ہوں
 تو دیوتاؤں سے پیدا ہوں۔ انسان سے نہیں
 شیو جی۔ اچھا کیا مضائقہ۔ اتنی تمہاری بھی مرضی سہی
 یہ کہہ کر ویاس جی بولے کہ اے راجہ دروید۔ پانچوں اندر تو یہی
 پانچوں پانڈو ہیں۔ اور دروید ہی وہ عورت ہے جو گنگا جی کے کنارے

کھڑی رو رہی تھی اور پھر اندر کو ہوا دیو پاربتی کی خدمت میں لائی برہا جی کی یہی خواہش تھی کہ پانچوں پانڈوؤں سے درویدی کی شادی ہو۔ اس میں انسانی عقل کو دخل نہیں۔ درویدی اُن پنج کنیاؤں میں سے ایک کنیاں سے جن کے نام یہ ہیں۔ مندووری۔ تارا۔ اہلیا۔ کنتی۔ درویدی۔ دنیا کی کوئی عورت حسن و جمال۔ دھرم کرم میں پنج کنیاؤں کے سامنے ہر اونچا نہیں کر سکتی۔ پس آپ کچھ مین میکہ نہ کریں بے لگت باجھ پیلے کرویں۔

یاس جی راجہ دروید کو سمجھا بھما کر تشریف لے گئے۔ یہاں محل میں شادی کی رسمیات ادا ہو نا شروع ہوئیں۔

ایک بہت ہی عالیشان اور نہایت ہی نفیس منڈوا پہلے سے تیار تھا۔ جس کی ساخت اعلیٰ صناعی کا ایک قابل دید نمونہ تھی۔ جو اس سے جڑے طلائی ستون۔ چاندی سونے کے مینا کار مصنوعی کیلے پاروں طرف خوشامبند نواریں جن میں مقیشی جھانکریں۔ منڈو سے کے نیچے دو طہاؤ گھن کی بھار کے لئے بہت ہی معقول بیدی۔ اس کے قریب رتن جٹ سنگاسن۔ جس پر دواہنی طرف جدہ شہر بھیم سین ارجن۔ سہ دیو نکل بٹھلائے گئے اور بائیں طرف راجکمار ی۔ درویدی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کے بعد مراسم شادی ادا ہوئے۔ اور درویدی کی رخصت عمل میں آئی۔ راجہ دروید نے خوب دل کھول کر دان جہیز دیا۔ رتھ۔ ماتھی۔ گھوڑے۔ پالکی۔ ناکی۔ لونڈی۔ غلام۔ نوکر چاکر۔ زرو جواہر زیور ولبوس سے دھرم شالہ میں جگہ نہ رہی۔ سری کرشن جی نے رشتہ رنجیت نہایا۔ کروڑوں روپیہ نقد۔ جواہرات۔ زرکار پو شائیں ہر قسم کی سواریاں ہم پہنچا کر ایسا شائہ نہ ٹھاٹھ باٹ کر دیا۔ کہ بڑے بڑے مہاراجوں کو نصیب نہ تھا۔ کرشن جی کے اس برتاؤ کی غایت اصلی یہ تھی کہ مغرور دروید جن کا دل کڑھے اور اس کی یہ خام خیالی دور ہو جائے کہ پانڈوؤں کو جاہ و شہ مال و دولت کی کمی ہے۔ دروید جن

اور کرن وغیرہ کو درویدی کی شادی اور پانڈوؤں کی دولت مند کی کاحال
 سنکر بڑی جلن ہوئی وہ مارے حسد کے انگاروں پر لوٹے۔ پانڈوؤں کے
 خیر خواہ راجے مہاراجے بان کی سلامتی اور عروج اقبال سے بہت خوش
 ہوئے۔ مبارکباد پیش کئے۔ تحفہ رتھالٹ بھیجے جسے کہہ براٹ نگر میں
 پانڈوؤں کے ذریعہ اقبال کا اچھی طرح ڈنکا بجنے لگا۔

ادھیائے ۶

دربار دھن کا پانڈوؤں پر حملہ آوری کے لئے عزم
 راجہ دھرتراشت کی مہالنت کھیشیم پیام کے منور سے
 پانڈوؤں کی طلبی تقسیم سلطنت کا تفسیہ بدجی کی
 روانگی راجہ وید پانڈوؤں کی خصیت سری کشن
 جی کے ہمراہ ہستناپور میں آمد۔ باہم ملاقات

جس وقت دربار دھن و کرن وغیرہ نے پانڈوؤں کی صحیح سلامتی
 اور بیدار رہتی کاحال سننا سخت تعجب ہوئے کہ کیونکہ جلتی ہوئی آگ سے
 جان بچا گئے۔ ان لوگوں کو ناکامی کا بہت ہی رنج ہوا۔ اس پر درویدی
 سے شادی اور دولت و دولت کی بہم رسی سے ان کے کلیجے پر ایسی
 چوٹ لگی۔ گویا لٹن کی گرہ سے کچھ گر پڑا اور جان پر پہاڑ ٹوٹا کرن بولا۔
 اچی جہاراج غضب ہو گیا۔ مستوں کے ماتحتوں کو تھوڑی لٹی

بھلا پاڈو ہم لوگوں کو چین سے بھی رہنے دینگے فقط یہاں آنے کی دیر ہے۔ ہر موقع پر یہ نلوہ نک گئے۔ ایک رویاں بھی میلانہ ہوا لاکھ مندر میں غریب پرچن ہمارا رفیق تو بل کے راگھ ہو جائے۔ یہ سٹے کٹے نکل بھاگیں اور متھے جائے پیارے فقیروں کے بھلا کچھ چالاکی کی بھی حد ہے۔ بڑی آفت کے پرکالے اور عقل کے تے میں۔ اچی در یودھن ہمارا راج وہ یہاں آئے اور خون خرابہ کی ٹھیر غمی جلے ہوئے دل کے پچھم لے بغیر پھوٹے رہیں۔ ممکن نہیں پس غلج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔ خیریت اسی میں ہے کہ ان کو ابھرنے اور سر اٹھانے کی مہلت ہی نہ دی جائے؟

اب ہم آپ چلیں۔ اچانک حدہ کریں۔ چاروں طرف سے گھیر کر دس پیس کے رکھ دیں۔ چلے چھٹی ہے۔ پھر مزے سے پاؤں پھیلا کر سوئے نہ کتے کا کھٹکانہ ملی کا غم۔ نے غم دوزوں نے غم کالاہ در یودھن۔ بھائی کہتے تو ٹھیک ہو۔ جب ان کے ہاتھ پاؤں میں جان آجانے لگی۔ تب تو اور بھی دو باہیاں ہو جائینگے۔ نہ مارے مرینگے نہ کاٹے کیٹینگے لو ہالگ جائینگا۔ اچھا دیکھو ابھی میں پتا جی کے پاس جاتا ہوں اور دکھڑا رو کر ان پر زور ڈالتا ہوں۔ کہ فوراً فوج کشی کی اجازت دیں؟

در یودھن اسی وقت راجہ دھرتراشترا کی خدمت میں پہنچا۔ خوب توبہ تلا مچائی وہاں تک پہنچی۔ بھٹ پن کٹے کہ اسے پتا جی آپ کے ہوتے پاڈوؤں کی وجہ سے ہمارے یہ ذلت یہ درگت جب دیکھئے وہی میری۔ انہیں کا سراونچا۔ وہی بارہ بانٹ میری اور کرن کی رائے ہے۔ کہ ان کو سمسنے نہ دیا جائے وہیں گھساکے کھولے جائیں۔ ہماری فوجیں پیس ہیں۔ لشکر چاک چوبندہ صرف آپ کے اشارے کی دیے؟

راجہ دھرتراشترا۔ میں اس رائے کی تائید کر سکیں گے تیار نہیں

یہ محض خیال خام ہے۔ تم اپنی طرف سے پہل کرو۔ سوتی بھیریں
جگاؤ۔ میں کبھی منظور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ پیشقدمی کریں۔ تو کچھ
مضائقہ نہیں ہے۔

میں میدان ہیں چوگاں ہیں گوے
مگر بیٹھے بٹھائے آپ ہی دردمس مول لینا کس عقلمند نے کہا
ہے۔ تم کو صرف اپنی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ جس وقت وہ
ادھر کارخ کریں۔ سمجھ لینا وہاں تم لڑنے لگے تو ندامت کے سوا
اور کچھ حاصل نہیں۔ راجہ درود پد کو تم ایسا ویسا جانتے ہو۔ اس
کی کلک ہی پانڈوؤں کے لئے کیا کم ہو گی۔ اس پر خیال کرو کہ مہری
کرشن جی کیا کان میں تیل ڈالے بیٹھے رہینگے۔ ان کی فوج ظفر موج
کا قدم پانڈوؤں سے ہزار قدم آگے ہو گا۔ اس صورت میں تم
کیا پانڈوؤں سے بھنا سکو گے۔ ہاں یہ ہو گا کہ جہاں ایک طرف
اتنا کلنک لگ چکا ہے وہاں تھوڑے اور مٹہ پر سیاہی لگے گی
میرا پانڈوؤں کی طرف سے دل صاف ہے۔ وہ بڑے ضابطہ بڑے
بردار۔ بڑے ستمل اور بڑے سنجیدہ ہیں۔ وہ کبھی تم سے بدسلوکی نہ
کریں گے۔ کئی موقع ہو چکے۔ مگر انہوں نے اُن تک نہ کی۔ خیال ہی
نہ کیا کہ کیا ہوا۔ اگر ان کا دل سیاہ ہوتا۔ عوض لینے کی خواہش کرتے۔ تو
ہزار دفعہ خون خرابے ہو چکے ہوتے۔ مگر نہیں انہوں نے لیاقت خرچ
کی اور ہر معاملے کو رفت و گزشت کر دیا۔ پچھلی باتوں پر وہ بدستور خاک
ڈالے ہوئے ہیں۔ تم اُن سے برائی کی امید نہ رکھو۔ اور اسی سے
کہتا ہوں کہ کچھ نہ بولو نہ چالو۔ گھر میں چپ بیٹھے رہو۔ دنیا میں اور
ہنسی نہ کراؤ۔ اچھا میں نے اپنی ٹھیک ٹھاک رائے بتا دی۔ اب
جاؤ کرن کو کبھی یہی سمجھا دو۔ سوتے ہوئے سانپ کو جگا نے کی
کوئی عقلمند رائے نہیں دے سکتا۔
راجہ دھر تراشٹ کا دو ٹوک جواب نکرو دیو دھن اپنا سامنہ لئے

ہوئے خواہیوں کے پاس پہنچا۔ تاجی کے منشاے دلی سے اطلاع دی۔ اور کرن کی تجویز پر پانی پڑ گیا۔ اس کے بعد بھیشم پتامہ اور یدرجی راجہ وھتر اشت سے ملے۔ اور امور مملکت و رموز سلطنت کے متعلق دس بیس باتیں ہو چکیں تو بھیشم جی نے پانڈوؤں کا ذکر چھپ کر فرمایا۔

”مہاراجہ جبر ہے کہ پانڈو پانچال رنجاب میں بخیہ و عافیت میں۔ سوکھ میں راجہ دروید کی بیٹی ویددی کو آپ کے بھتیجے بڑی عظمت و شان سے جیت کے سب راجوں مہاراجوں کی گردن بھکا چکے ہیں۔ کہ درجو دھن اور کرن ارجن اور بھیم سین سے خاص سوکھ میں لڑے۔ مگر انہوں نے مار کے بھگا دیا۔ اب ان کے لائو لشکر کا کیا بھگا نا۔ راجہ دروید اور سری کرشن چندر نے دولت سے پاٹ دیا ہے۔ فوجوں سے ٹڈی دل جمع ہو گئے ہیں۔ واہ کیا ایشور کی مایا ہے۔ جن پانڈوؤں کو سب سمجھتے تھے کہ لاکھا مند میں جل کے خاک سیاہ ہو گئے ہیں۔ اُن پر آج تک ذرا بھی آنکھ نہ آئی۔ اور محرا نوروی کی حالت میں اُن کا ایسا اقبال چمکا کہ اور راجوں مہاراجوں کی آنکھیں چونڈ صبار ہی ہیں۔ سچ ہے جس کو ایشور رکھے اُسے کون بچھے۔“

دشن اگر قوی است گمہبان قوی تر است

مہاراج اب مصلحت وقت اور ہے۔ ورنہ نتیجہ اچھا نہیں بھیم سین کو دو مرتبہ زہر دیا گیا۔ مرنے میں رہ ہی کیا گیا تھا۔ مگر حافظ حقیقی گمہبان تھا۔ موت ہی زندگی کا کام کر گئی۔ لاکھا مندر کی کیفیت اظہر من الشمس ہے۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ہوا پا کر دلوں کی دبی ہوئی آگ شلگ نہ اُٹھے تو پھر پانی کی فکر کرنا پڑے اس سے میری رائے ہے کہ لال بھتیجیوں کو بڑے پیار سے بلائے اور آدھاراج بانٹ کر وہ کلنگ بٹائے۔ جو آپ کے ملے تھے پر آپ کے بیٹوں نے لگا رکھا ہے۔

راجہ دھرتراشترا (دست بستہ) آپ میرے بزرگ ہیں۔ مرنے والے ہیں۔
 سایہ سر ہیں۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ جب آپ کوئی بدایت
 فرمائے ہیں۔ میں اپنے آتما کو سانشی کر کے کہتا ہوں کہ میری زندگی
 حرام ہو رہی ہے۔ در یودھن نے میرے منہ میں سیاہی لگا دی وہ
 وہ نالائق حرکتیں کی ہیں۔ کہ اور موتا تو نہ جانے کتنا زمین و آسمان
 ایک کرتا۔ مگر وہ رے میرے پیارے لائق بھتیجے۔ ایشور عمر دراز کہے
 ہمیشہ بھولیں بھلیں۔ انہوں نے باوجود لیاقت و طاقت فرا بھی کہنے
 کو دل میں نہ رکھا۔ اور آئینے کی طرح صاف رہے۔ بلکہ لینے کا
 خیال چہ معنے دار وہ

بدرجی۔ مہاراج پانڈو سمجھ لیجئے۔ کہ چند برس کی ناک ہیں انہوں کا
 انہوں نے سر اٹھایا کر دیا۔ واقعی یہ آوارہ وطنی کے سزاوار نہیں۔ آپ
 کی اسی میں عزت و منزلت ہے۔ کہ اب انہیں آدھاراج دے کر روز
 روز کی ہائے ہتیا سے بھٹی کر لیں۔

دھرتراشترا۔ ماں بھائی مجھ سے اپنے پیارے بھتیجوں کی جدائی
 سہی نہیں جاتی۔ میری تھائے یہ ہے۔ کہ تم خود جاؤ اور بڑے پیار
 سے لے آؤ۔ اور کسی کو بھتیجوں تو وہ لڑنے ہوگا۔ جو تھابے جانے سے
 ہوگا۔ تم جاؤ گے تو فوراً چلے آئیے گلے سے لگ کر کلیجے میں ٹھنک
 پہنچائیں گے۔

بدرجی رخصت ہو کر روانہ ہوئے۔ ماروں مار چلے۔ اور مفضل کے
 عوض دونوں میں داخل پنجاب ہو گئے۔ راجہ دروید کو ان کے آنے
 کی خبر لگ گئی تھی۔ اس نے بڑی تنک و احتشام سے پیشوا کی
 پانڈوؤں نے قدم لئے۔ بڑی خاطر مدارت بڑی تواضع و مکریم ہوئی۔
 موقع پاکر بدرجی نے راجہ دروید سے کہا۔

مہاراج۔ اب بھتیجوں کو گھر چھوڑے ہوئے بہت دن ہو گئے
 ہم لوگ جدائی سے پریشان ہیں۔ اور راجہ دھرتراشترا ہمیں چنانچہ

جوش محبت مجھے خود گھسیٹ لایا۔ آپ ہر ہالی کری کے اجازت دیں۔
 راجہ دروید۔ یہ تو آپ نے خوب کہی۔ میں اپنے عزیزوں سے کہوں
 کہ جاؤ گھر سے بلارا آیا ہے۔ آپ پہنچتے جوں سے فرمائیے پھر چورہنا
 ہوگی۔ اُس کا میں پابند ہو سکو نگاہ
 بدیہی۔ راجہ جد حشر سے آپ کو میں لینے آیا ہوں بھیشم یا میری
 نے یاد کیا ہے۔ اور راجہ دھر تراشٹ کی تاکید ہے کہ کھانا دلاں
 کھائیں پانی یہاں پئیں۔
 راجہ جد حشر۔ میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سری کرشن چند
 جی موجود ہیں جو ان کی داسے وہی میری ہ
 آخر سری کرشن جی سے مشورہ لیا گیا۔ اُن کی رائے ہوئی کہ با تامل
 جانا چاہیئے۔ چنانچہ وہ خود تیار ہوئے اور پانڈوؤں کو ساتھ لے کر بدیہی
 کے ہمراہ روانہ ہوتا پور ہوئے۔ راجہ دروید نے اس موقع پر بڑی خرچ
 ہو سکی اور دریا دلی سے کام لیا۔ خزانہ فوج جلوس دے کر دروید ص
 پر ثابت کر دیا۔ کہ او مغر تو اپنی شان و شوکت پر اترا تا ہے۔ دیکھ پانڈو
 کو کہیں کسی بات کی پروا نہیں۔ پانڈو بچے تو مستنا پور پہنچے۔ روماد
 اُمرائے دارالحکومت نے منزلوں آگے جا کر شرف پاؤس حاصل کیا
 اور خوشی کے شادیاں نے بجا لے۔ پھر راجہ دھر تراشٹ بھیشم پتارہ
 اُمرائے فغاندان اراکین سلطنت کو ساتھ لے ہوئے پہنچے۔ بڑے
 تپاک اور محبت سے ملاقات ہوئی۔ راجہ دھر تراشٹ اور بھیشم پتارہ
 جی نے پہلے سری کرشن جی کا بڑے اعزاز کے ساتھ استقبال کیا۔
 پھر بھائی کے کلچے کے ٹکڑوں کو کلچے سے لگایا۔ جوش محبت میں
 آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ زبان یوں اظہارِ اُلفت کرتے لی
 کہ پیارے بھتیجے۔ برنادہ کے واقعہ سے میں تو مردہ ہی ہو گیا تھا۔
 ہر وقت موت کی آرزو تھی۔ مگر ایشو نے میرے بڑھاپے کی لاج رکھی کہ نہ
 میرا یہ جانکاہ صدمہ اس روز دہائی عشرت سے مبدل ہوا۔ جب مونہ

کے کارہائے نمایاں کی کیفیت معلوم ہوئی۔ بعدہ ملنے کی خوشخبری
 سکر میراجنم ہی پھیل ہوا۔ ایشور کا ہزار ہزار شکر کہ اتنے دنوں کی
 جدائی کا زمانہ خیریت سے کٹ گیا۔ اور ہم سب بچھڑے ہوئے
 ہنسی خوشی ملے۔ اب شوق سے راج کا کام سنبھالو۔ میں نے
 راج آدم آدھ بانٹ دیا ہے۔ اس کے بعد سب رنواس میں گئے
 مہارانی کنتی اور درویدی مہارانی گاندھاری اور کوروں کی استریوں
 ملیں جس نے دیکھا درویدی کے چاندے بچھڑے کی بلا میں لیں۔
 کسی کی آنکھ جھکتے ہوئے چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی محل میں خوشی کے
 راگ چھڑے۔ دربار میں ناچ رنگ ہوا۔ اہل شہر نے محفلیں سجائیں
 جشن کے شادیاں بچائے۔ سری کو شن جی نے مہاراجہ وھتر اشت
 اور بھیشم پتاما وغیرہ کو سوکبر کے کارہائے نمایاں کی ایک ایک بات
 سنائی۔ سب نے صدائے احسنت و مرجبا بلند کی اور کئی روز تک
 جشن اور جلے ہوتے رہے۔

ادھیائے ۶۵

راجہ جھشٹر کا آدھ راج پر قبضہ و دخل اور
 کھانڈوین میں اندر پرست شہر کی آبادی

تقسیم سلطنت کا مشورہ ملے ہی پاچکا تھا۔ چنانچہ راجہ
 وھتر اشت نے فرمایا۔
 پیارے جھشٹر آدھ راج تمہارا حصہ ہے تم مجھے ملو

سے زیادہ عزیز ہو۔ تمہارے دھرم کرم نیک اعمال و خوش افغالی
 سے میں نہایت خوش ہوں۔ جو پچھلی باتیں رفت گذشت
 ہو گئیں۔ اب اُن کا دھیان بھی نہ لانا۔ وریو دھن تمہارا چھوٹا
 بھائی ہے۔ اس کو بھی اپنے بھائیوں کی طرح سمجھنا۔ اگر وہ
 کوئی خطا بھی کرے۔ تو بزرگانہ عنایت سے محروم نہ رکھنا۔ از خود اہل
 خطا و از بزرگاں عطا میری خواہش ہے کہ میں پانڈوؤں اور کورؤں
 کو شیر و شکر دیکھوں اسی لئے ”دو بادشاہ وریو اعلیٰ نے گنجند کا دو
 ٹوک فیصلہ کر دیا۔ اب شوق سے کھانڈو بن میں سخت پر جلوس کرو
 یہ بڑی ہی پُر فضا جگہ ہے۔ جہنا کا کنارہ۔ سبزہ زار کا نظارہ اور
 پھر جہاں تمہاری راجدھانی ہو گئی وہاں کی رونق کا کیا پوچھنا ہے
 اگر فردوس بر روئے زمین دست ہمیں است وہیں است ہمیں است
 کا قول صادق آئیگا۔

راجہ ہدیشٹر نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ اور راجہ دھرتراشل
 نے سینے سے لگا کر رخصت کیا۔ پانڈو سری کرشن جی کے ساتھ روانہ
 ہوئے۔ جلو میں ایک تلیل فوج اور مختصر لشکر تھا کھانڈو بن میں پہنچ کر
 سارے بن کی سیر کی۔ اور آبادی شہر کے لئے ویاس جی کا دھیان
 کیا۔ وہاں کیا دیر تھی بیاس جی بدل مارتے ہوئے آ پہنچے۔ انہوں نے
 قطعہ زمین کی پیمائش کرا کے مجوزہ وسعت کے ارد گرد خندقیں کھدوائیں
 وسط میں سر لفلک قلعہ تعمیر کرا کے راجدھانی کو اندر پرست کے نام
 سے موسوم کیا۔ زمانہ تعمیر میں بیاس جی۔ دیول۔ اترے۔ اگست پست
 کرت۔ مہاکرت۔ مہرشی اپنی کشت و کرامات کے کمالات دکھاتے رہے
 بس حد ہے کہ راجہ اندر بھی دیوتاؤں کو لئے آ موجود ہوئے اور شہر کی
 نفاست و دلہنگی دیکھی۔ قلعہ بہت رفیع و وسیع تھا۔ اس کے آس
 پاس فوجی پڑاؤ قائم کئے گئے۔ چھاو نیاں چھائی گئیں۔ ہر طرف
 عمارتوں سے ساری زمین ڈھپ گئی۔ خندق کے چاروں طرف

تصیل تھی۔ جگہ جگہ کوئیں اور بادلیں چپے چپے پر باغ و بوستان
خلاصہ یہ کہ تھوڑے دنوں پیشہ ہو چکل خاں زار بنا ہوا تھا۔ دیکھتے
دیکھتے باغ ہمیشہ بہار اور شہر کیٹا سے روزگار ہو گیا۔ مہاراجہ جدمشتر
اور ان کے بھائیوں کے ایوانوں کا کیا پوچھنا۔ ہر قصر جو اس رنگار
نقا۔ ہر محل طلا کار۔ اس پر شیشہ آلات فرش فروش کی خوبیاں
طرہ۔ نقاش عقل میں یہ دستگاہ نہیں۔ کہ ان کی عجیب و غریب
نفاستوں کی تصویر حروں میں کھینچ سکے۔ ہر محل میں جا بجا تالاب
تھے۔ حوضوں کا شفات پانی سوجیں مار رہا تھا۔ پائیں باغ کی بہار
تعمیرات کی خوبیوں کو اور بھی لئے اڑتی تھی۔ کہیں زرپ لیل کی
تعمیر جس میں مہاراجہ جدمشتر اور پانڈو یا مہمان تاجداروں کے
لئے تفریح طبع اور کھیل تماشے کے لئے عمدہ سامان تیار تھے۔

کہیں چتر گڑھ یعنی تصویر خانہ جس میں دیوتاؤں اور تاجداران
زمانہ کی تصویروں اور مجسموں سے نقاشان روزگار و مصوران
فخرو دار کے جوہر و کمالات آئینہ ہوتے تھے۔

اسی طرح آئینہ خانہ۔ آبدار خانہ وغیرہ کی عجیب ہی دلآویز کیفیت نظر
آتی تھی۔ باغوں کی آراستگی کا کیا کہنا۔ ہر طرف سبز و زار غنچہ گل کی
بہار طیور خوش الحان کی نغمہ خوانی مرغان نواسیخ کی خوش الحانی۔ تصیل
آسمان سے باتیں کر رہی تھی اور طلائی برج دوازہ آسمان سے فکر لیتے تھے
جدھر دیکھے طرح طرح کے استر قیر قسم کے شستر۔ کہیں جگر ہیں۔
کہیں بھالے کہیں تیر کے دھنی رسا۔ ایک جگہ برجیاں بجلی کی سی
چمک و ٹمک دکھائی دیتی ہیں تو دوسری طرف بندوقین چھپائی جا رہی
ہیں۔ موقع موقع پر نوے کی بجاری بھر کم شکنکی یعنی تو میں نصب
قدم قدم پر چو کی پہرے قائم۔ راج کی طرف سے مسافروں کیلئے سرائیں
تعمیر ہوئیں۔ ساوھوؤں۔ برہمنوں کے لئے دھرم شالے اطراف و جوانب
کے سینکڑوں ساہوکاروں۔ تاجروں۔ سوداگروں نے اونچے اونچے مکانات

بناکر کھانڈو بن سے راجہ اندر کی راجدھانی بھوگتی کو مات کر دیا۔ راجہ
مہیشتر نے راج سنگھاسن پر قدم رکھا اور اندر پرست کو مہیشتر اقبال
سے وہ رونق مل رہی تھی کہ ہشتنا پور سب کی نظروں سے گر گیا +

ادھیائے ۶۶

نارومن کی اندر پرستہ میں تشریف آوری
اور دروپدی کے شہستان کے لئے پانچوں
پانڈوؤں کی مبعاد خلوت کی تقرری

شہزادہ پرست آباد ہو گیا۔ اس کی رونق و عظمت کے تمام دنیا
میں ٹنکے بچ گئے۔ ایک روز پانچوں بھائی بڑی محبت کے ساتھ ادھر
ادھر کی گھپ شب بانک رہے تھے کہ خبر ہوئی تھی نارومن جی
تشریف لائے ہیں سب موڑ پڑے، بڑی تنظیم سے لائے۔ بٹھلایا۔
خاطر تواضع کی اور پوچھا :-
”مہاراج، آج ہم لوگوں کا کیا بھال گیا وہ دے ہوا کہ آپ نے
درشن دئے“ +

نارومن - آپ جانتے ہیں کہ میں جہانیاں جہاں گروہوں دنیا جہان
کی خبریں مجھ سے سن لیجئے میں نے دروپدی کی خبر سنی۔ تو آپ کو
مبارکباد دینے آ پہنچا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے سند اور سند کی
چشم دید کیفیت کا تجربہ بھی یہاں کھسیٹ لایا +
راجہ مہیشتر میں کچھ نہ سمجھا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ کون سند اور

کون مسرہ اور کسی کیفیت پر
تار و من میں آکاش پر تھی پامال کا گرد و ہل دن رات گھومنا ہی کام چنانچہ
ایک مرتبہ ایک واقعہ نظر سے گزرا یعنی سند اور مسند دو بھائی ایک
عورت پر دل و جان سے فریفتہ ہوئے۔ وہ چاہتا تھا کہ میں یہ نور
کی تصویر اپنے دل کے چوکھٹے میں چڑوں۔ یہ چاہتا تھا کہ میں
آنکھ کی تنہی تباؤں، رقابت بڑی ہوتی ہے۔ آخر وہ تو میں چل پڑی مارواہار
ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ادھر رہا ہی ملک عدم یہ ادھر قمر چل۔ نہ اس کا مطلب
ہوا۔ نہ اس کا مجھے آپ کی شادیوں سے امد لیتا ہوا۔ کہ الیشور نہ کرے۔
کبھی کسی کے دل پر تیل آ جائے اور گوشت سے ماخن۔ اولاد ٹھی مارے
پانی جدا ہو۔ اس لئے میں ایک تجویز کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی مرضی
ہو تو کہوں +

راجہ جی حضرت۔ آپ جو فرمائیں گے ہماری بہتری کے لئے ہوگا۔ جہول میں
ہو شوق سے کہہ دیجئے ہم لوگ تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہیں +
تار و من میں یہ تجویز کرتا ہوں۔ کہ آپ پانچوں بھائی اوقات خلوت
کی میعاد مقرر کریں۔ اس میں کبھی رنج و ملال کی صورت ہی نہیں
ہو سکتی کیا خوب ہو کہ ایک ایک بھائی کے لئے ایک ایک سال کی
راہیں مقرر ہو جائیں۔ اس درمیان میں جس کی یک بھائی سے درویدی حالہ
ہو وہ اسی کی ولایت اولاد کے لئے نام کے سامنے لکھی جائے۔
اس ایک سال کی میعاد کے اندر جو کوئی رات کو درویدی کی خواہنگاہ
میں چلا جائے۔ اس کی سزا یہ کہ بارہ برس تک صحرا زردی کرے۔ اس
طرح میری رائے میں جہول کی پابندی سے کبھی کوئی نقص نہ واقع
ہوگا۔ اور سب بھائی بڑے ہل میل سے رہ سکیں گے۔ رقابت خواہ کسی
قسم کی ہو تباہ کن ہوتی ہے۔ اس میں بھائی کے دل میں بھائی کا
جوش خون قائم نہیں رہتا۔ اور وہی نظریں پیش نظر ہوتی ہیں۔ جیسی
مسند اور اور مسند نے قائم کیں +

پاندوؤں نے سر آنکھوں سے ہدایت مانی اور مارو میں چلتے
بھرتے نظر آئے +

اور وہاں ۶۷

ارجن کا بارہ برس کے لئے بن باس راجہ
باسک کی ناگ کنیاں سے شادی پر سرام
جی سے فن تیراندازی کی تکمیل

پانچوں پابند ڈوؤں نے مار دمن کے ارشاد کی تعمیل کی اور باریاں
مقرر کر لیں راجہ جدمہشٹر سب سے بڑے تھے۔ اس سے پیشتر
ان کے شہستان لطف حیات میں درویدی نے شمع من و جمال کی روشنی
پھیلائی۔ ایک روز رات کا وقت تھا۔ راجہ جدمہشٹر درویدی کے ساتھ
خوابگاہ میں تھے کہ در دولت پر ایک شخص فریادیں ماریں مہتی کہ مائے
گم کو نہ ڈے سٹنڈے چور چرائے لے جاتے ہیں کسی کی نہیں سنتے۔ اے
دھرم دان پابند و گم کو کی رکھشا کرو۔ اور چور کو کئے کی سزا دو۔
ارمن فریاد سنتے ہی اس کے پاس آیا اور کہا:-

مہاراجہ جیدھنشر نے آرامگاہ میں ہیں۔ میں چلتے کو مارا ضر ہوں ۔
بھی چور کو مزہ چکھا تاکو کو چھوڑا تا ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ
میرے ہتھیار اسی آرامگاہ میں ہیں جہاں کسی کو جانے کی اجازت
نہیں۔ میں بھی جاؤں تو بارہ برس کا بن باس بھنب ہو۔ اس سے ذرا
دم لو میں چوروں کو زمین سے کھود کر نکال لوں گا ۔

فریاد می۔ واہ مہاراج واہ۔ گھڑی میں گھر جلے اٹھائی گھڑی بھسانا تا تریاق

از عراق آورده شود۔ مارگزیدہ مَرده شود۔ آپ نے خوب کسی چور گٹو لے کر
بھاگکا یا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ٹھیکہ کیا خوب +

ارجن نے لاکھ تئیس دی ہزار سمجھایا۔ مگر قریا دی برہمن نے ایک نہ
سنی۔ محبت پر محبت کئے گیا۔ اور ایسی کھری کھوٹی بنا میں کہ آخر کار
ارجن نے بن پاس قبول کیا۔ اور برہمن کی مادر سی اور گٹو کی حفاظت
سے جان نہ چرائی۔ اور اسی وقت چادر سے نہ لپیٹ کر بدھشٹر اور
مرد و پدی کی خواہنگاہ میں گیا۔ اپنے ہتھیار اٹھا لایا۔ برہمن کی رفاقت
کی چوروں کو پکڑا۔ گٹو چھن کر خولے کی اور گھر آ کر بارہ برس کے
بن پاس کی ٹھان لی +

راجہ بدھشٹر اور دوسرے بھائیوں نے لاکھ سمجھایا کہ برہمن اور
گٹو کی حفاظت کر کے جو تم نے دھرم کیا۔ اُس کے مقابلے میں
اس بات کی کیا بساط ہے۔ دوسرے تم منہ ڈھانپ کر گئے۔ پھر
مضائقہ کیا +

ارجن۔ کچھ ہو۔ جو بات مار دیتی جی کے سامنے طے ہو چکی ہے۔ میرا
عمل سمجھ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی پر رہ سکا۔ بھائی صاحب آپ کیوں فکر
کرتے ہیں۔ بارہ برس کس شمار اور قطار میں ہیں۔ باتوں میں کٹ
جائینگے۔ اور پھر لطف یہ کہ ان ایام میں مجھے تیر تھ جاترا سے جنم
سچل کرنے کا بھی شرف حاصل ہو جائیگا +

راجہ بدھشٹر اور مجھیم سین وغیرہ نے ارجن کو بہت سمجھایا۔ مگر اس
نے ایک تہ سنی۔ اور چل کھڑا ہوا۔ پہلا مقام ہرودار میں ہوا۔ وہاں
اتھان کرتے وقت کہیں لوہی نامی راجہ پاسک کی راجہ ماری کی آنکھ
لڑ گئی وہ ایسے جوان رعنا کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گئی۔ دل آچکا تھا۔
آنکھوں سے صورت ہٹا کر نگوار تھی۔ وہ ارجن کو لئے سیدھی پاتال
لوکیں پہنچی اور منشا سے فاطر ظاہر کیا +

ارجن نے کاتوں پر ہاتھ رکھے کہیں ہیں۔ یہ کیا میں تیر تھ جاترا کو نکلا

ہوں۔ مجھے بیاہ شادی سے کیا واسطہ ؟
 الوپی۔ اچھا تو پھر آپ تیر تھ جاتے اگر میں یہاں ہی رہا چاہئے بیتی
 ہوں۔ نگے پرتلو اور پھرتی ہوں ہمتیا آپ کے سر جہاں تیر تھ جاتا
 کے اور پھل میں وٹاں ایک یہ بھی سہی۔ خیر یہاں سے بھی نواب
 لوٹ کے جائے ؟

ارجن۔ اس کی سچی محبت دیکھ کر دل پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس کو شادی
 قبول کرنی پڑی اور نگے ناغوں گندھرب بواہ پر کفایت کی۔ ارجن
 کم وقت قدم اٹھتے تھے۔ مگر الوپی کا اصرار حبش نہ کرنے دیتا تھا۔
 آخر ایک پانڈ کا ٹکڑا پیدا ہوا۔ جو ارجن اور الوپی دونوں کی آنکھوں کا مارا
 تھا۔ ارجن کو تیر تھ کرتا تھا۔ اس لئے اس نے تبشکل الوپی سے دامن
 چھڑایا۔ اور وعدہ وعید کر کے اچھی طرح شفقی دے کر الوپی کی سچی محبت
 کو دل سے سراسر مٹا دیا۔ اس کی قدرت میں حاضر ہوا۔ انہوں
 نے بڑی فاطمہ داشت کی فنون تیر اندازی سکھلائے۔ اور ارجن مخلوات
 تیر اندازی میں کمال حاصل کر کے پھر تیر تھ جاتا کیلئے عازم ہوا۔

ادھیائے ۶۸

ارجن کی تیر تھ جاتا۔ منی پور میں راجا کمار کی چتر انگد
 سے شادی پیر باہن کی ولادت پانچ اپو کی تارائن
 چتر انگد کی دوسری بہن سے بھی ارجن کا عقد

ارجن جب پیرام جی سے رخصت ہوا تو سیدھا توپ ویش پہنچا

سمندر کے ساحل پر تمام تیرتھوں کے درشن کئے پھر منی پور کی راہ لی۔ وہاں ایک بلوغ میں نکلا سر اکیا۔ اتفاقاً چترانگد راجہ منی پور کی راج کمار سی سکھیوں کے ہمگتھے میں وہاں آئی۔ راجن پر نظر پڑی۔ دل ناتھ سے جاتا رہا۔ راجہ کو خیر نئی تو راہ کمار سی کی مراد بر آئی۔ راجہ نے فی الفور شادی کر دی۔ راجن ایک سال تک اس آفتاب من و جمال کے ہمگتھے میں ٹھنڈک پہنچاتا رہا۔ اور اپنے نور نظر پیر بابا ہن کا سکھ دیکھ کر وہاں سے نیمسارن تیرتھ میں گیا۔ اور وہاں سے سو بھدر تیرتھ میں۔ یہ تیرتھ بڑا متبرک و مقدس تھا۔ سیرگل و گکوار الگ۔ آب و ہوا کی بہار الگ۔ لچھی نرے کی تھی۔ نظارہ و قریب تھا۔ راجن وہاں ٹھہرا اور کہا میں یہاں کے پانچوں کنڈوں میں ضرور اشنان کروں گا۔ وہاں کے لوگوں نے مہمانت کی کہ تیرتھ جاتا رہا کرتے آئے ہو یا جان دینے۔ ان کنڈوں میں ایسے ایسے گم مچھ ہیں کہ ہاتھی کو بھی نکل جائیں۔ پھر تم کس کھیت کی مولی ہو۔ بس بہت اشنان کر چکے کنڈوں سے ناتھ دھوو۔

راجن۔ بھلا میں۔ اگت۔ سو بھدر بھو سلوم۔ کارندھم۔ بھدر وراج کنڈوں میں اشنان نہ کروں ممکن نہیں۔ مگر مجھ میں تو کیا مقصا لقا پ مجھے نہ روکیں نہ ٹوکیں۔ فقط سیر دیکھیں۔

یہ کہہ کر راجن سو بھدر کنڈ میں اترا۔ اترتے ہی ایک گھر مجھ نے ملتا۔ ٹک پکڑی اور پانی میں لے جانا چاہا۔ راجن طاقتور اس نے ایک جھڈکا دے کر جو دوڑ لگائی۔ تو خود بھی پانی سے باہر اور گھر مجھ بھی کتا بے پر اب تو سب لوگ حیرت میں ہو گئے۔ مگر یہ حیرت ایک جھلا وہ سی تھی اس وقت کا عالم تعجب قابل دید تھا۔ جب دیکھتے دیکھتے وہ تو خوار جانور ایک خوبصورت عورت کی شکل میں نظر آنے لگا۔ اور کانوں میں یہ آواز آئی کہ:-

اے راجہ راجن ہم پانچ اپسر اس میں پانچ کنڈوں میں ندگی کے

دن پر رے کرتی اور اعمال بھگت رہی ہیں۔ بڑا ہلکا پن کا ایک رشی کو
دیکھ کر یہ دھن سمائی کہ بڑا بھگت نہا ہے تو سہی اس کا تب کھنڈن
نہ کر دیا۔ غور دھن نے کانوں میں پھونک دیا کہ ہاں ہاں ضرور ضرور
چنانچہ ہم رشی کے پاس ناز و انداز سے پہنچیں۔ خوب سحرے تلے
بھارے ناز کر کے دکھائے۔ مگر پھر میں کہیں جو تک نکلتی ہے رشی
جیوں کے تیوں آنکھوں بند کئے بیٹھے رہے۔ ہم پر زعم جوانی کا
بھوت غور دھن کا پڑھا چن سوار تھا۔ اس پر شارسا طرہ۔ ان کو
خاموش پا کر ہاتھوں سے چھڑ خانی بھی شروع کر دی۔ اور ایسا زح
کیا کہ آخر رشی جی آگ ہو گئے اور جل کر بہ و عادی کہ :-

ہے ایشوریہ پانچوں کی پانچوں لگر مجھ ہو جائیں +
اب تو ہم لوگوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ واس چھوٹ گئے۔
قدموں پر گر پڑیں کہ مہاراج محاف کیجئے ہم ابھی نا سمجھ ہیں۔ آپ
نے سراپ دے ڈالا آخر ہمارے ادھار کی سبیل۔ مہارشی بولے کہ
اچھا تو صبر کرو۔ جس وقت پانڈو کا قدم چھو گئے گا اس وقت نجات
ہو جائے گی +

چنانچہ شکر ہے کہ آپ نے آج روشن دئے۔ مجھے تو نجات
مل گئی۔ اب چاریری ہجولیاں اور باقی ہیں۔ ان پر نظر عنایت ہو
جائے۔ یہ کہہ کر وہ جو اڑی تو بس آکاش پر تھی یہاں ارجن چاروں
کنڈوں میں نہایا۔ چاروں اپسراؤں کو دام مصیبت سے آزاد کیا
خاص و عام کے نعرہ مرجھائے۔ اور پھر جتر آگد کے جوش محبت
میں منی پور کی راہ رالی۔ وٹاں دیکھا تو آنکھ کا تار پیر باہن سب
ک آنکھوں کو مسکھ وے رہا ہے۔ دل کی کلی کلی کھل گئی +

راجہ منی پور کے کوئی اولاد نہ رہی تھی۔ اس نے پیر یاہن کو
گودے لیا۔ اور اپنی دوسری بیٹی کی شادی بھی ارجن ہی کے ساتھ
کر کے دوسرے نور نظر سے بھی منہ دیکھا +

ادھیا لے ۶۹

ارجن کے ساتھ سری کرشن چندر جی کی بہن سو بھدرا
کی شادی۔ اور بعدہ واپسی اندر پرستہ

ارجن سنی پور سے روانہ ہوا تو سیدھا دوار کا جی پہنچا۔ کرشن جی
کو خبر لگ چکی تھی۔ انہوں نے بڑے شان و شوکت سے استقبال
کیا۔ تمام دوار کا چوتھی کی دھن کی طرح سچ گئی۔ ارجن راج محل میں
ٹھہرایا گیا۔ رکنی جی یا مہنتی وغیرہ کرشن جی کی پٹ راتوں نے بڑی
اوجھلکت کی۔ ہمارا راج کرشن دیو کی بہن سو بھدرا نے جو ہیں ارجن کی
دلفریب صورت رکھتی تھی۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ارجن پر بھی حسن
نگو سوز نے مومنی ڈالی۔ یک نہ شد و شد کا محالہ ہوا۔ دونوں طرف آگ
برابر لگی ہوئی۔ آخر چھوس کا سامنا ہوا۔ گندھرب یواہ میں پر واز و
شمع سی بے تکلفیاں بھی ہو گئیں۔ سری کرشن جی وانا بے اسرار تھے
ان سے بھید کہاں چھپ سکتا تھا۔ سارا راز ان پر فاش ہو گیا۔ انہوں
نے ارجن سے کہا:-

بس اب یہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں۔ تم سو بھدرا کو لے کر چلتا
دھندلا کرو۔ نہیں تو بڑی ہوگی۔ مصطحت کھسک کر جانے میں ہی ہے۔
ارجن نے اس مشورت پر عمل کیا اور وہاں سیدھیاں بھریں
تو بھکر میں دم لیا۔ بلرام جی کو اب تک کچھ خبر نہ تھی۔ انہوں نے
جو ہیں سنا آپے سے باہر ہو گئے۔ فرمایا کہ ارجن بائیکا کہاں توہی بولی

بولی تہیہ کر کے نہ رکھ دوں ۴
 بلام جی کی آتش غضب کے شعلے چہرے سے لپکنے لگے۔ آنکھوں
 سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ جلتی ہوئی آگ پر پانی
 کا ایک چھینٹا بھی ڈال سکے۔ مگر مہاراج کرشن جی نے فرمایا :-
 بھائی صاحب۔ خیال تو فرمائے جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب طال کی
 کیا ضرورت۔ آپ کو خواہش تھی کہ سو بھدر اور یودھن کے ساتھ یا ہی
 بائے۔ سو بھدر نے ارجن ایسا لائق و فائق شوہر تلاش کر لیا۔ جیسے
 رشتے میں در یودھن ویسے ارجن۔ اب رے اوصاف و عطا ہر میں
 اور زیادہ کیا کہوں ایک زمانہ جانتا ہے کہ در یودھن بڑھ کر کوئی
 بیہودہ آدمی ہی نہیں۔ بس اس کے خاک ڈالے جس کے ساتھ جس کا
 سمبندھ کھاتا ہے۔ اُس سے ہو جاتا ہے ۴

بلدیو جی کا غصہ تو فرو نہ ہوا۔ مگر ہاں یہ سمجھ کر چپ ہے۔ کہ
 یہ سب کرشن جی کی کارستانی تھی ۴

ارجن اس وقت تک بھگت میں تھا۔ اس کے بارہ برس گھٹے
 ہو چکے تھے۔ لہذا اس نے نارو کے حکم کی تعمیل کر کے وطن ماندر
 پرستہ کی راہ لی۔ وہاں پہنچا تو بھائیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔
 ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی کیا کشتی کیا درو پدی کیا اور زانیاں جس نے
 دیکھا سو بھدر پر سچھا در ہو گئیں اور آند میں آند بڑھ گیا ۴

ادھارے ۷۰

درو پدی کے لپٹن سے پانچ فرزندوں
 کی پیدائش اور سو بھدر اسے اکھمنو کی ولادت

جب ارجن سو بھدر کو لے کر حمیت ہوا۔ تو نہری کرشن جی نے اپنے

پتا بسدیو جی سے تذکرہ کیا کہ سمبندھ جس سے ہونا تھا ہو گیا۔ دونوں
 دام محبت میں اسیر تھے۔ دونوں گرفتار الفت ہو گئے مگر سارا فرض جو
 ہے اس سے ہم کیوں چونکیں مناسب ہے کہ باضابطہ و باقاعدہ شادی
 کر لی جائے۔ بسدیو جی کو مشورہ پسند آیا۔ انہوں نے تمام دان جہیز
 ہاتھی بگھوڑے۔ لونڈیاں۔ بانمیاں دے کر کرشن جی اور بلدیو جی کو
 سستنا پور کی طرف روانہ کر دیا۔ پانڈوؤں نے آمد آمد کی خبر سنی۔ تو بڑے
 شاہی انتظام سے استقبال کیا۔ سب کو شاہی ایوانوں میں ٹھہرایا۔
 کرشن چندر اور بلرام جی کے ارشاد سے ارجن اور سوبھارا کی باقاعدہ
 شادی ہوئی۔ جہیز میں دس ہزار ہاتھی دے گئے۔ جن پر زر و بفت
 کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ اتنے ہی گھوڑے مع ساز و مراق زین
 مرصع زیوروں سے آراستہ پیشکش کئے گئے۔ پاکلیوں نالکیوں
 لونڈی بانمویں کا شمار ہی کیا بلدیو جی تو فرایض شادی ادا کر کے دوا کا
 کھسک گئے۔ سر کرشن چندر جی کو پانڈوؤں سے خاص محبت تھی۔ انہوں نے
 قیام کیا کچھ دنوں کے بعد سوبھارا کے بھتیجے سے ابھمنو کا ٹھہر ہوا انوبھشن اور علی
 ہوئے ابھمنو کو دیکھ دیکھ کر کرشن جی بہت ہی خوش ہوئے تھے۔ اس کا پانڈ
 سا کھڑا سب کے دلوں پر مونس ہوئی تو اتنا تھا۔

مہارانی درویدی بھی پنج کنیاؤں کی سرتاج کا مرتبہ سب رانیوں سے
 افضل تھا۔ ایشور نے اسے بھی پانچ آنکھ کے تارے دے دیے۔
 رام پرت بند۔ راجہ بدھشٹر سے (۲) ست موم۔ بھیم سین سے
 (۳) سرت کرت۔ ارجن سے (۴) ستانیک۔ نکل سے (۵) سرت کرما
 سہیل سے ۶

یہ پانچوں خمسہ نظم جہانداری و حواس خمسہ شہر یاری بڑے خوب
 لیاقت بڑے صاحب طاقت ہوئے۔ ان کے کارنامے نمایاں کا
 نظارہ اُس وقت ناظرین کی نگاہوں میں پھر جائیگا۔ جب مہا بھارت
 کے موقع پر یہ میدان کرشمیت میں سرکھٹ و منجر بکعت ہونگے۔

ادھیائے ۱۷

اگن دیوتا کی حاضری۔ کھانڈوبن جلائے کی خواست
سری کرشن جی کی منظوری اور ارجن کے ساتھ روانگی

جمناکا کنارہ ہے۔ اور لب ساحل ایک عالیشان ایوان شاہی
بندی وہ کہ آسمان دیکھے تو آفتاب کی گیطی زمین پر آ رہے وسعت
وہ کہ پیک قیاس تھک جائے۔ نقش و نگار سے باغوں کے
گل بوٹے مات۔ دروہام سے بروج فلک شرمندہ۔ آراستہ نور
علی نور۔ ہر صفت عروسی گرد و شیشہ آلات سے دن کو بھی تاروں
بھری رات کا عالم تھا۔ فرش وہ جس پر پائے نظر پھیلے۔ ایسا محل اور
ایسی آرائش و زیبائش اسی میں ایک روز سری کرشن جی مہاراج
ارجن کے ساتھ چوسر کھیل رہے تھے۔ ادھر یہ تفریحی دلچسپی اور
ادھر دریائے جمن (جمناکا) دلغزیب نظارہ۔ کچھ آئندہ ہی اور کھانا
دفعۃً دیکھتے کیا ہیں۔ کہ ایک برہمن سامنے کھڑا ہوا ہے۔ کرشن جی
انتہر جامی تھے۔ فوراً اصلیت جان کئے۔ پوچھا۔ کیوں؟ اگن دیوتا
جی۔ اس وقت چاند کدھر نکلا۔ تکلیف کا باعث؟

اگن دیو۔ کیا کہوں۔ ایک مرض میں گرفتار ہوں۔ بھوک بالکل
مکئی ہے۔ کھانا تو نہیں جاتا۔

سری کرشن جی۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اہل دنیا اسی پیٹ
کی آگ کو روکتے ہیں۔ نہ پیٹ ہوتا۔ نہ بھوک لگتی۔ تو یہ سارا اڈنبر
کچھ بھی نہ ہوتا۔ آپ کو بھوک پیاس کی ضرورت کیا۔ دوسرے میں دھونتر

نہیں کہ دوادوں۔
 اگن دیو۔ آپ مٹھکے میں اُڑاتے ہیں۔ یہاں جان سوکھی جاتی ہے کہ
 نتیجہ کیا ہوگا آپ مذاق میں نہ ٹالیں میرا علاج دھونتر سے نہ ہوگا
 بلکہ اُس سے جس نے دھونتر کو پیدا کیا ہے۔ ایشور کے لئے ذرا
 پوری بات تو سن لیجئے

سری کرشن جی۔ شوق سے فرمائیے میں ذوق سے سنوں گا۔ یہ تو
 کہئے کہ معاملہ کیا ہے۔ پہلی بکھانے کی ضرورت نہیں۔
 اگن دیو۔ مہاراج۔ راجہ سنیک کے یہاں جگہ تھا۔ جگہ بھیا آفت
 مہادیو جی نے بارہ برس تک ہون کی آگ میں گھی ہی کی مار کرادی۔ بارہ
 برس تک گھی ہی گھی پیتے پیتے آخر بیماری اُٹھ کھڑی ہو گئی اور دل
 سخت پریشان ہوا پہلے میں برہما جی کی خدمت میں پہنچا۔ کہ مہاراج
 کچھ علاج بتائیے۔ انہوں نے سنتے ہی کہا کہ اس کا علاج اور کوئی نہیں
 کھانڈوبن کو سوا کر دو۔ تب تندرستی حاصل ہونا ممکن ہے۔

کھانڈوبن وہ جنگل ہے۔ جہاں قدرتی طور پر آپ سے آپ سنجون
 کی سی تاثیر کی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے استعمال سے
 عارضے کی جڑ تک جاتی رہتی۔ برہما کے اس کہنے پر میں آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ آپ کھانڈوبن کے جلائے میں مدد دیں۔ ورنہ
 جان کی خیر نہیں۔

گمراہ خوب یاد آیا۔ ذرا یہ بھی خیال رہے وہاں راجہ اندر کے
 رفیق و شفیق تکشک ناگ کی سکونت ہے اور جب کبھی آگ گرمی
 دکھاتی ہے۔ تو میگو راج پانی کے دو ٹکڑے برسا کر انگاروں کو راکھ
 کر دیتے ہیں۔ سری کرشن جی نے ایک قہقہہ لگایا اور ارجن کے زانو
 پر ہاتھ دے مارا اور کہا۔ ارجن کچھ سنا کیا دل لگی بات ہے؟
 لہجن۔ آخر مرضی مقدس کیا ہے۔ ارادہ تو کہئے اٹھوں۔
 سری کرشن جی نے ہاتھ ہی رہے۔ آخر اگن دیو نے بڑی عاجزی ساتھ کہا۔

مہاراج آپ کو سب قوت ہے۔ کہاں گرڑ کہاں دیوتاؤں کا
 راجہ اندر۔ مگر آپ نے گرڑ کے سامنے اندر کا سر نہ چاہی کر کے دکھادیا
 بس حد ہے کہ گرڑ جی کی پوجا کر فیڑی۔ اس وقت میں بھی چشمِ ترجم
 کا مستحق ہوں۔ کرپا کیجئے۔

سری کرشن جی۔ راجن سے کہو۔ کچھ جرات ہے۔
 راجن۔ میں آپ کے ساتھ ہوں تو جرات کا کیا پوچھنا۔
 سارے کھانڈ کو اک ہاتھ سے پکڑ دوں میں۔

جلئے اٹھئے۔ ناچیز راجن کا قدم کبھی آپ کے اقبال سے پیچھے
 نہیں پڑتا۔ ہاں اس وقت شرف ہے۔ کہ آپ کے پیچھے پیچھے چلوں۔
 سری کرشن جی فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ راجن بھی ساتھ ہو گیا
 دائرہ حکومت سے باہر آئے تو راجن کو کچھ اور خیال آیا۔ اُس نے
 اگن دیو سے کہا کہ آپ لئے تو جاتے ہیں خصوصاً اس کام کے لئے
 جس میں دانتوں پسینہ آجائے۔ پھوٹ میں یہ کام ہوئے نظر نہیں
 آتا۔ آپ تو لائے اپنا اکشے تیر۔ برن دیوتا سے منگوائے گا دیو وحش
 بشوکرماں سے لیجئے۔ کہی دھما دار تھ تب کارج سدھ سمجھئے ورنہ
 جاؤ کہ ہم بھی پاؤں کے لچن چھڑا آئے۔

اگن دیوتا۔ بس اتنی بات۔ ابھی ابھی لیجئے۔ مجال کیا جو دیر ہو۔
 یہ کہہ کر اگن دیوتا نے سب کا دھیان کیا۔ فوراً برن دیوتا نمودار
 ہوئے۔ اپنا گانڈیو وحش دیا۔ راجہ سو مدت کا وہ ترکش پیش کیا۔
 جس کی یہ تعریف تھی۔ کہ کبھی تیروں سے خالی نہ ہو۔ اس کے بعد
 بشوکرماں بھی رتھے لئے ہوئے آ موجود ہوئے رتھے کیا تھا جو اسرات
 اور سولے کا ایک آسمانی برنج تھا۔ جس پر سب سوار ہو کر کھانڈیوں
 کی طرف چل پڑے۔ رتھے کے گھوڑے سفید و نقرہ، تھے۔ وہ اڑے
 تو پھر سمند خیال بھی پیچھے رہ گیا۔

ادھیا کے ۷۲

کھانڈوبن میں آتشزدگی اندر کی حفاظت میں کامیابی

کھانڈوبن چاروں طرف سے گھر لیا۔ پچیم کی طرف سری کرشن جی
چکرے ہوئے گئے۔ دھن کی طرف ارجن کھانڈوبن وحش بیکڑٹ لیا
اگن دیوے پورب کٹنا کارو کا۔ پون دیو نے اتر کی طرف کاہرہ لیا۔ یہ
گھر او دیکھ کر کشک ناگ نو سری کرشن جی کا درشن کر کے لڑکوں بالوں
کو لئے ہوئے لیا پڑا۔ آئج نہ آنے پانی۔ ادھر ارجن نے تیروں کا چھپر
چھا دیا۔ ہوا کو بھی آنے جانے کی راہ نہ تھی۔ اب اگن دیو نے بن
میں آگ لگا دی۔ پون جی نے آگ کو اور ہوا دی۔ اب شعلہ زنی کا
کیا ٹھکانا۔ ہر طرف آگ ہی آگ تھی اور شعلے ہی شعلے۔ جو شو پکشی
رچند و پرند تھے سب جان بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگے
مگر وال راستہ کہاں۔ آخر اندر کو شہر ہوئی۔ اس نے آگ سے ہوا کو
۶۶ کروڑ لیکھ مالٹوں کو موسلا دھار پانی برسائے کا حکم دیا۔ بن میں
مینہ کی جھڑی لگی۔ پھٹ پھٹ کر پانی برسنا۔ مگر ارجن کے تیروں نے
وہ چھپر چھپا رکھا کہ زمین پر ایک بوند کا بھی نام و نشان نہیں۔ بس یہی
معلوم ہوتا تھا کہ گرم تو ہے پر بوند پڑ رہی ہے۔ اوپر بڑتے ہی غائب
راجہ اندر کی طرف سے گندھرب ارجن کے چھائے ہوئے تیر کے
چھپرے کو تحس تحس کرتے تھے۔ مگر ارجن پھر جیسے کہ تیسا کر دیتا تھا
جب گندھربوں کی ایک نہ چلی کچھ وال نہ گئی تو دانست کھٹکھٹا کر
مقابلے کو آئے۔ مگر ارجن نے وہ ہاتھ دکھائے کہ سب لوگ مہجاک
نکھے۔ کھانڈوبن میں ایک دانو کی بھی سکونت تھی۔ اس کا نام تھا
سیا سر۔ اس نے جو یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو زمین بوس ہوتا ہوا ارجن کی

خدمت میں حاضر ہوا اور جاں بخشی چاہی۔ ارجن نے سایہ عاطفت میں لیا۔ اس کی ہیکڑی گرد بڑ ہو گئی۔ جس وقت ارجن کی طاقتوں ایک کڑھ نظر سے گزرا وہ حیران تھا کہ اکیلا ارجن اور اس نے گندھروں کی عظیم طاقت کو پیس کے رکھ دیا۔ گندھرب جان توڑ کر پڑے۔ مگر آخر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ کسی کی بھی پیش نہ گئی۔

ادھیائے ۷۳

کھانڈو بن کے جلنے کے بعد کے متفرق حالات

جب کھانڈو بن سے جان بچا کر گندھرب وغیرہ بھاگے تو سیدھے راجہ اندر کے پاس پہنچے۔ آتشزدگی اور بربادی کا حال سنایا۔ اندر انکاروں پر لوٹے آگ ہو گئے۔ کہا کہ دیکھو ابھی میں خود جاتا ہوں اور فساد کی جڑیں آگ لگاتا ہوں۔

یہ کہہ کر اندر جی بڑے زعم و غرور میں مست غصے میں بھرے ہوئے ایوانت ہاتھی پر سوار کھانڈو بن کی طرف چلے۔ جو نہی قدم اٹھا کہ آکاش بانی ہوئی۔

راجہ اندر کس خیال میں ہو۔ سری کرشن جی اور ارجن نر نارائن میں۔ ان سے تم کو تاب مقابلہ؟ مجال کیا جو کبھی سر ہو۔ ایسا نیچا دیکھو کہ غم بھر سیکھتے نہ بنے۔

راجہ اندر اس آکاش بانی سے پوچھنے ہوئے۔ ان کے غرور و تکبر زعم و طاقت کا نشہ اتر گیا۔ سری کرشن جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کسامنے ارجن تھا۔ اس کی قوتوں کی بڑی تعریف کی اور سری کرشن جی مہاراج کا درشن کر کے جن پیروں سے آئے تھے انہیں سے واپس چلے گئے۔

کھانڈوبن کی آتشزدگی وہ جتنی جس نے راجہ اندر کے ہاتھوں کے
طوطے اُڑا دئے لاکھ زور لگایا مگر ایک نہ چلی۔ تمام فیروغ کیا پرند کیا
چرند سب راکھ ہو گئے۔ صرف سر کرشن جی کے درشنوں کے طفیل تکشک
ناگ بال بچوں سمیت بچ نکلا یا باقی اور جو بھگوان کرشن دیو کی کپڑا سے
بچ رہے وہ چار پرند تھے۔ باقی سب سواۓ

تکشک ناگ کا بیٹا اندر سین کبھی نہ بچتا۔ مگر نہیں اس کی ماں
اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو کلیجے سے لگا کر بھاگی کہ اتنے میں ارجن کا
بان پہنچا۔ ماں تو وہیں ٹھنڈی ہو گئی۔ اندر سین تلوار بچ گیا اور ہوش
سنبھالا تو ارجن کے خون ہی کا پیاسا بن بیٹھا۔ پہلے کچھ پیش نہ گئی۔
مگر اُس جب ہاتھ پاؤں ہو گئے۔ تو مہا بھارت میں ارجن کے سامنے
خم ٹھونک کر بہادرانِ زمانہ کو ناکوں جیسے چھوادیگا۔

کھانڈوبن میں پندرہ دن تک آگ سلگتی رہی سب درخت راکھ
کے ڈھیر ہو گئے۔ فیروغوں میں سے کوئی جانبر نہ ہو سکا۔ سارا جنگل کا
جنگل صفایا۔ مے دان اور اچھس ارجن کی پناہ میں جان بخشی کا شکر گزار
تھا۔ اس نے جنگل کو صفا چٹ دیکھ کر کہا کہ آپ نے میری جان
بچائی۔ آپ کے اقبال سے دانو کے گروہ کی سرغنائی حاصل ہے۔
فنِ تعمیرات میں بسو کرماں کا نقطہ مقابل ہوں۔ جیسی تعمیر کا حکم ہو
اس سے اچھی تیار کروں۔ سری کرشن جی اور ارجن مے دانو کو لئے
ہوئے اندر پرست میں واپس آئے۔ راجہ جد حصہ اس کار نمایاں
سے بہت خوش ہوئے مے دانو کی قدردانی کی۔ اس کے انتظام میں نئی
نئی تعمیرات سے راجہ دھانی کو اور رونق حاصل ہوئی اور مہا بھارت
کے اوپر ب کے آخری زمانے کا ہنسی خوشی سے خاتمہ ہوا۔

آوپر ب سب تمام

مہا بھارت

حصہ دوم

سجھاپرب

ادھیائے ۱

سری کرشن جی کا مے دانو کو اندر پرست
کی تعمیرات کے لئے ارشاد

آوپرب ختم کر کے شیم پائن جی نے سجھاپرب کا آغاز کیا اُن
کی زبان سے جو گل فشانی ہوئی۔ اس کا سلسلہ حسب ذیل تھا یعنی
جب کھانڈوبن میں سری کرشن جی کی نظر ترمم اور ارجن کی شیم کرم سے
مے دانو کی جان بچ گئی۔ تو وہ نہایت ہی شکر گزار و احسان مند
ہوا۔ اس نے دست بستہ درخواست کی کہ کبھی کسی خدمت
الائقہ کا ارشاد ہو کہ جس میں جان بخشی کے عوض کچھ تو خدمت سے
عظمت حاصل کر لوں؟
ارجن۔ مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ ایشور کا دیا سب کچھ

موجود ہے۔ پھر فضول کیا تکلیف دوں۔ تم عوض معاوضے کی فکر نہ کرو
یہاں معاوضے کی نہ کبھی خواہش ہوئی اور نہ ایشور کر کے کبھی ہو
مے والو۔ ایشور آپ کی اس نیت خیر کو برکت دے۔ مگر اس میں
مسئلہ کیا ہے۔ اگر آپ کوئی کام مجھ سے لے لیں بھلا میں اپنی جان
کا معاوضہ کیا دے سکتا ہوں۔ مجھ میں یہ لیاقت و دستگاہ کہاں۔ مگر
ہاں خواہش یہ ہے کہ کچھ اپنا جو ہر ہی دکھا دوں۔ آخر جو فن حاصل
کیا ہے۔ وہ کس دن کام آئیگا۔

ابچن۔ تجھے کس فن میں کمال ہے کون جو ہر دکھانے کی خواہش ہے
مے والو۔ یوں تو میں محض ناچیز ہوں لیکن جس طرح دیوتاؤں
میں بسو کر ماں شلپ بدیا ر فن تعمیرات میں کامل ہیں۔ اسی طرح
تجھے بھی اس فن میں مہارت حاصل ہے۔ راجپھسوں کی عمدہ
عمارتیں انہیں ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ جو آپ کے چرن چھونے
سے ممتاز ہو رہے ہیں۔

ابچن۔ مجھے تمہارے کالات سننے سے بڑی خوشی ہوئی۔ مگر
میں کوئی فرمائش نہیں کر سکتا۔ ہاں سری کرشن جی کی جو مرضی مقدس
ہو وہ مقدمہ

مے والو۔ سری کرشن جی سے، مہاراج کچھ ضرور ارشاد ہو۔
خدا شگزاری کے بغیر میں اپنی زندگی کو بیچ سمجھوں لگا۔
سری کرشن جی۔ تمہاری ایسی ہی مرضی ہے تو خیر مہاراج جی شتر
کے لئے ایسی راج سبھا رو در بار شاہنشاہی، تعمیر کرد و۔ جس کا دنیا
کے پر دے پر جواب نہ نکلے اور فن عمارت یا دو کار زمانہ ہو۔
مے والو نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ ارشاد اقدس کی تہ دل سے
شکر گزاری کر کے عرض کی ا۔

وہ عالیشان عمارت بنے کہ آدمی تو آدمی دیوتا تک دیکھ کر حیران
رہ جائیں کہیں ایسا شاہی دربار کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو۔

بات طے ہو گئی سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ اب سری کرشن جی اُٹھے اور سب کو لئے ہوئے سیدھے راجہ جدھشٹر کے پاس پہنچے راجہ جدھشٹر نے سری کرشن جی کا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ آنکھیں فرش کر دیں۔ پلکیں بچھا دیں۔ بتلیوں نے سر پر بٹھایا۔ گردن قدموں پر جھک گئی۔ مزانج پر سی وغیرہ کے بعد مے دانوں کے کمال اور تجویز تعمیرات کی بات چھیڑی۔ راجہ جدھشٹر بہت خوش ہوئے اور مے دانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ؟ تجویز سچتہ ہونے پر راجہ جدھشٹر نے برہمنوں کو کھیر کھلائی اور مے دانوں نے ایک بہت ہی پُر فضا اور وسیع مقام پر دس دس ہزار ہاتھ کی پیمائش سے درباری نشستگاہیں بنانے کا آغاز کر دیا۔ یہ قطعہ زمین جسنا جی کے کنارے پر واقع تھا۔ جسے اندر پرستہ رعون دہلی کا لقب حاصل ہوا۔ ادھر تعمیر ایوانات کا کام شروع ہوا۔ ادھر سری کرشن جی دوار کا جی کی طرف عازم ہوئے کوہاں خیر عافیت سے پہنچے اور انہیں دلوں کے بچھڑوں سے ہنسی خوشی ملے۔

ادھیاءے ۲

مے دانوں کے ہاتھ سے اندر پرستہ کی تعمیر

مے دانوں درخواست منظور ہونے سے نہایت خوش ہوا۔ اس نے ارجن سے اجازت مانگی کہ میں ضروری سامان لینے جاتا ہوں۔ آپ حکم دیں۔ میں نے عرصہ گزرا کہ برکھ پر وادیت کے لئے کیلاش کے اُتر کی طرف میناک پہاڑ پر ایک راج دربار تعمیر کیا تھا۔ جس کی نظیر زمانے میں نہیں۔ اس میں بہت جواہر و الماس صرف ہوئے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دربار کو بھی جو اہر خانہ بنا دوں چنانچہ بند و سرکار
خزانہ الماس و جواہر سے اب بھی بھرا پڑا ہے تمام دنیا کی نفالہات اس
کے قبضے میں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایک بہت ہی وزنی اور دشمن کش
گدا بھی اس کے پاس ہے۔ جس کی چوٹ سننا تو درکنار کوئی سامنے
ٹھیکر نہیں سکتا۔ جس طرح دھنشوں میں گانڈیو دھنش سے۔ جو تمام
استروں اور شستروں سے اوصاف میں فائق مانا گیا ہے۔ جس
پر مخالف کے ہتھیار کارگر ہی نہیں ہو سکتے۔ اُسی طرح وہ گدا بھی ہے
اس کو برکھ پروادیت سے لاکر عظیم سین کے ہاتھ میں دو لگا۔ کہ اس
کی زمیت ہو۔ آپ کی نذر کے لئے میں نے ایک ننھہ تجویز کیا ہے۔
جو اسی دیت کے پاس ہے۔ چنانچہ میں جاتا ہوں اور سب چیزیں
وہو لئے لاتا ہوں۔

ارجن نے خوشی سے اجازت دی اور مے دانوں سے ہوتا ہوا
سیدھا کیلاش پرست کی طرف چلا اور آندھی کی طرح میں جا پہنچا جس
جگہ راجہ بھاگیرتھ نے گنگا جی کے آکاش سے لانے کو مہادیو جی کی پیشیا
میں بتیں گزار ہی تھیں اور جہاں وکش پر جا پت کا وہ عظیم الشان جگہ
ہوا تھا۔ جس کی یادگارستی جی کے واقعہ نے صفحہ روزگار پر قائم کر دی
ہے۔ مے دانوں نے وہاں سے گدا حاصل کیا ننھہ بتیا یا خواہرات
کے انباروں میں کئے اور انہیں پیروں واپس آکر گدا عظیم سین
کو نذر کر دیا۔ ننھہ ارجن کے بیشکش کیا آدھن تعمیرات کا کمال دکھانے
کے لئے پتھیلی پر مہر سوں جاکر ایسی عبارتیں کھڑی کر دیں کہ سری کرشن
جی کی سودھرواں سچا کی خوبیاں گرو پر ہو گئیں۔ عالیشان عمارت
عجیب و غریب اور اعلیٰ صناعتی کا نمونہ تھا۔ والان کے اندر ایک
سے ایک خوبصورت والان۔ در و بام میں انتہا سے زیادہ لفافست
سحن میں باغ و بہار کی کیفیت۔ جا بجا صاف و شفاف حوض اور
نہریں جن میں چاندی کی طرح چمکتے ہوئے پانی پر کینوں کا ستوں کی

طرح مجھو سنا عجیب لطف دکھاتا تھا اور جن کی میٹر صدیاں جواہرات
کی پیکاری اور الماس و عقیق کے نقش و نگار سے آنکھوں میں چکا چوند
پیدا کر کے پالے نظر کو جسنے نہ دیتی تھیں۔ حوضوں میں رنگ رنگ کی پھلیاں
چھوٹی ہوتی تھیں۔ جن کی شوخیاں نازنیناں پر ہی جمال و ہوشان
مہر مثال کی چہلوں کو شہر آتی تھیں۔ کیا درود دیو اور کیا سستف
ہام سب جواہرات سے جڑے ہوئے تھے۔ دن کو آفتاب کی
کرنیں عقیق و الماس پر نظر ٹھہرنے نہ دیتی تھیں۔ رات کو ان کے
نور کی تڑپ چاندنی رات کا مزہ دے جاتی تھی۔ بھمنوں میں نہیں بھیں
بارتی رہتی تھیں۔ جن کے فواروں کا چمکتا ہوا پانی اچھلتا اور گڑنا ایسا بھلا
معلوم ہوتا تھا کہ کلیجہ تر موجاتا تھا۔ باغوں کی بہار کا کہنا۔ چمن بندوں
میں خاص نفاست و روشوں پر غیر معمولی لطافت۔ جگہ جگہ پر سنگ مرمر
کی پٹریاں موقع موقع پر رنگ رنگ کے پتھروں کا فرش حسب ضرورت
روشن پٹریوں میں بھی فبت کا کام۔ جڑ او کا سا رنگ و بھنگ جواہرات
ہی جواہرات زمین پر بچھے معلوم ہوئے تھے۔ درختوں کے اجوم کا کیا
کہنا زمین چھپی ہوئی تھی۔ مرغان خوش امان ہری بھری پھولی پھلی شاخوں
پر ہنکتے اور رنگ رنگ کے پھول ہنکتے تھے۔ کہیں مور حسن صورت
کے غزور میں زمین پر پاؤں نہ رکھتے۔ ادھر سے ادھر ادھر سے
ادھر بھڑکتے تھے۔ مینا میں۔ مٹی مٹی بولیوں سے دلوں کو جھپاتی
تھیں۔ طوطیاں رس بھری آواز سے نغمہ و لفظ اسنانا تھیں۔
سارے میناں کبک خرام کی طرح ناز و انداز سے چلتے تھے۔ ہنس
نازنیناں گل اندام کی طرح اٹھلاتے ہوئے روشوں پر ٹھلتے تھے چکر وں
کا خرام ناز و دلوں کو بھاتا تھا۔ لالوں کی ترانہ سنجی پر دل و لطف ہوا جاتا تھا۔
ادھر کبکوں کے تھقے ادھر بلبلوں کے چھپے۔ کچھ عجیب ہی دل خوش
کن بہار تھی۔ اہل شہر کی طبیعت کلزار تھی۔ راج مہا کی زینت آرائش
سے صنایع خرو کی عقل و نگ تھی۔ صنعت کیا تھی طلسم و نیزنگ

دربار مزدروزگار بنایا گیا۔ اور نہ جانے کتنی نیرنگ و طلسمات اس کی نفاست کے کام میں لائے گئے۔ دروازوں پر زرکار چلمیں موتی کی جھاروں کی چقیں سامنے کے رخ زرکار مقیشی شامیائے دیواروں پر باسوق کا مدار ریشی جھنڈیاں خلاصہ یہ کہ مے دانوں نے اس عمدگی سے عجیب و غریب عمارت کھڑی کر دی اور گوشے گوشے کو ایسی خوبی سے آراستہ کر دیا کہ اندر بن مٹی ہو گیا نندن بن کی خوبیاں گرد برد ہو گئیں۔ پانچوں پانڈویواتات شاہی اور راج سبھا کی خوبیوں پر غش غش کر گئے مے دانوں کے کمالوں کو ہزار زبان سے سرا ہو رہا باش کے لئے اپنی اپنی پسند کے موافق ایوان لے لئے۔ اور وہیں بڑی ٹھاٹھ باٹ سے رہنے لگے۔ جہاں کتنی بیہووں کا سکھ دیکھتی تھی۔ اور پانچوں بیٹوں کی سعادت۔ شاہی شان و شوکت اور نیک خصلتی سے اس کا کلیجہ ہاتھ بھر کا تھا۔

ادھ کیا م

اندر پرستہ میں ناروینی کی تشریف آوری راجہ جد ہشتر کی راج سبھا کی نفاست پر اظہار مسرت۔ دیوتاؤں کی راج سبھاؤں کا تذکرہ راجہ پنڈوکا پیغام۔ راج سوہ جگیہ کی ہدایت ایک دن سری ناراجی گھوٹتے گھاتے راجہ جد ہشتر کے یہاں

روشن افروز ہوئے نار دمن تشریف لائے تو تعظیم و تکریم کا کیا پوچھا۔
جدا جھٹڑ نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ ہاتھوں ہاتھ لائے۔ خواہر ہت سے
جڑے ہوئے سنگاسن پر جگہ دی اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھے
ہوئے سامنے کھڑے ہو گئے نار دمن نے راج سجھا اور اس پاس
کے شاہی نخلوں کی زیب و زینت رونق و آرائش دیکھی تو آنکھیں
کھل گئیں۔ ایک ایک چیز کو نظر حیرت سے دیکھنے لگے۔ جس طرف
نظر جاتی تھی۔ ٹپٹے کا نام نہ لیتی تھی۔ ان کا دل خوش ہو گیا۔ طبیعت
پھڑک گئی۔ بولے کہ

ہمارا جہ جد جھٹڑ آپ نے عمارتیں تو ایسی بنوائیں کہ آج تک
دیکھنے میں نہ آئیں۔ کیا مرگ لوک کیا اندر لوک کیا بڑن لوک سب جگہ
گھومتے گھاتے سب کی سیر دیکھتے دیکھتے اتنی عمر ہوئی۔ مگر ایسی عجیب
و غریب عمارتیں آج ہی دیکھنا نصیب ہوئیں۔ راجہ اندر کی سجھا ہے
پشکرا لہنی اور سودہراں کہتے ہیں۔ بسوکر مل نے بڑی عملگی سے بنائی
سو جو جن عرض ڈیڑھ سو جو جن طول اس کی نفاست کا کیا کہنا اندر جاں
چاہیں بے غل و غش لے جائیں۔ عیش و عشرت کے اس میں رنج و
غم کا گزر ہی نہیں۔ بڑے بڑے خوبصورت درختوں کا باغ لگا
ہوا ہے۔ شاخیں پھولوں پھولوں سے لدی منظر پر مہنی ڈالتی
معلوم ہوتی ہیں۔ جا بسجا نہیں جاری۔ موقع موقع پر خوش لہریں
رنگ رنگ کے مرغان خوش آوازی چہلوں سے طبیعت باغ باغ
ہوتی ہے۔ میٹھی میٹھی بولیوں کے پڑ مردہ دل بھی بہا ہو جاتا ہے
درود و بار میں سونا ہی سونا۔ نقش و نگار میں جواہر ہی جواہر نیم الماس
عقیق و یاقوت کے بیل بوٹوں سے ایک باغ کھلا ہوا نظر آتا ہے
آتا ہے۔ خوبی عمارت لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی دیکھنے سے
تعلق رکھتی ہے۔ راج دربار میں سونے کا جڑاؤ سنگاسن جگمگ جگمگ
کرتا ہے۔ جس پر راجہ اندر بانکا ترچھا کمٹ و لے زیور و جواہرات

میں غرق بڑے مٹا کھٹ باٹ سے اپنی رانی کے ساتھ جلوہ افروز
رہتے ہیں۔ سامنے کے رخ بڑے بڑے سدھ ہاتھارشی مہرشی
مہی ہامنی سادھ سنت اور دیوتا لوگ بڑے دبدبے بڑے جاو جلال
سے رونق صفت بڑھاتے اور چمکتے ہوئے چہروں سے درود یو یو پر
نور ہی نور برساتے ہیں۔

سورج کے فرزند ورم راج کی راج سبھا بھی بسو کرماں نے
ایسی نفیس تعمیر کی ہے۔ کہ بایں و شاید۔ لبانی چوڑائی سو سو جو جن نہ
گرہی میں گرہی نہ سر دی میں سر دی سورج ہمیشہ روشن۔ دیوتاؤں اور
باشندگان شہر کے لئے ہمہ نعمتیں ہیا۔ کسی کو کسی بات کی کمی نہیں۔
باغ ہمیشہ بہار۔ درخت میوہ دار۔ شاخیں پربار۔ پھل خوشگوار
جس چیز کی خواہش ہو۔ فوراً موجود۔ رنج و غم کا ہمیشہ نام و نشان مفقود
جن ہجر درتی راجاؤں نے سو سو سو مسیدہ جگہ کئے ہیں۔ سب
واں کا آئندہ لوٹتے ہیں۔ چنانچہ راجہ ججات۔ راجہ شانتوراجہ
ماندھاتا وغیرہ تمام کے تمام دھارمک اور پتانی تاجداروں کا
وہیں مقام ہے بڑے بڑے رشی مہی اپنے اپنے فضائل و کمالات اور
رتبہ و اعزاز کے موافق وہاں قیام گاہوں میں فروکش ہیں۔

بدن دیوتا کی شاہی عمارات کی بھی یہی صورت ہے۔ یہ عمارتیں
پانی میں تعمیر ہوئی ہیں۔ ہر طرف یاقوت ہی یاقوت۔ الماس ہی الماس
رات کی اندھیری دن کی روشنی کو مات کرتی ہے۔ درود یواری سفیدی
میں عالم نور ہے۔ صفائی پر نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ تمام دریا اور کل
سندرا اپنی اصلی ہیئت میں یہاں جلوہ افروز رہتے ہیں۔ اور ادوی
کالی ہر رنگ کی گھٹاؤں کا نظارہ ہر وقت نظر کو اپنی دلچسپی سے
لبھاتا رہتا ہے۔

کوبیرجی کی راج سبھا کی نفاست ہی اور ہے۔ سونے چاندی کی
عقدیں سرنگھڑی ہیں۔ صد ہا من قیمتی سے قیمتی جواہرات سے

ورود یوار جنگ جگمگ کرتے کیلاش پہاڑ کی پلن۔ چوٹی سے نظر آتے
 ہیں۔ یہاں دانوں کو رات دن ناچ رنگ سے مطلب ہر وقت
 نغمہ و ساز سے کام ہے۔ کیا رنگ کیا سرکشی کیا دھرماجی کیا بسوا جی
 کیا اربسی کیا اور رقص ناز دکھاتی ہیں۔ گن دھروں کنہروں کی نغمہ
 سنجیاں دلوں کو رجھاتی ہیں۔ غرض ایسی ہی رنگ رلیاں رہتی ہیں۔
 ایسی سوجوں کے سوا اور کسی بات سے کام نہیں بیچ و غم کا ذرا نام نہیں۔
 برہما جی کی سبھا کا کیا کہنا برہما جی کی سبھا ہے۔ اندر۔ برن۔
 کبیر سب کی سبھائیں اس کی خوبوں کے سامنے گرو ہیں۔ لمبائی
 چوڑائی بے حد و حساب بلندی وہ کہ سرگ اور امراوتی کو بھی نصیب نہیں
 چاند سورج کی روشنی بھی نہیں پہنچ سکتی قدرتی ہی نور برستا
 رہتا ہے مہادیو جی بڑے بڑے دیوتا بڑے بڑے پہنچے ہوئے رشی
 بلند مرتبہ نچھترواں برہما جی کی پرستش میں مصروف رہتے ہیں۔ دیوتاؤں
 کی سبھاؤں کا ذکر کریں گے ناروجی مہاراجہ جدھشٹر سے بولے کہ

گو ایسی ایسی سبھائیں میں نے دیکھیں۔ مگر سچ کہتا ہوں۔ کہ
 آپ کی سی مہاراج سبھا عالم موجودات میں دوسری نہیں دیوتاؤں
 کی سبھا اور آپ کی سبھا میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ وہ
 عالم بالا پر ہیں۔ اور وہاں دیوتاؤں کی پہل پہل رہتی ہے۔ آپ
 کی سبھا دارفانی میں روئے زمین پر ہے۔ اور یہاں آدمی سقیم میں
 میں آپ کی سبھا دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوا۔ آپ کو یہ شان شوکت مہلک
 اس کے بعد کچھ اور معمولی ذکر افکار کے بعد سری سری کرشن جی
 کے دوار کا تشریف لے جانے اور کھانڈوبن کے جلنے کی بات چھڑی اور
 اور آخری گفتگو پر ختم کلام ہوا۔

راجہ جدھشٹر۔ مہاشی آپ تو جہانیاں جہاں گشت ہیں۔ رات
 دن اس لوک سے اُس لوک میں اُس لوک سے اس لوک میں جانے کا
 اتفاق رہتا ہے۔ فرمائیے کہیں میرے والد ماجد مہاراجہ پنڈت بھی نظر کرتے

نارو مٹی۔ جی اہل جس وقت میں نے روئے زمین کی سیر کا عزم کیا
 اُن سے طافات ہوئی تھی۔ میرا عزم سنکر انہوں نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ
 اگر راجہ جدہشٹر راجسویہ جگہ کر دیں تو میں بھی راجہ ہریشچندر کی طرح اندر لوک
 کا آئندہ لوٹوں۔ اس لئے آپ ضرور جگہ کریں۔ ایک پتھر دو کالج بیگ کھٹم
 دو کار کا معاملہ ہے۔ ادھر راجہ پنڈو کو اندر لوک مل جائے اور ادھر آپ
 بھی اس کے مستحق ہو جائیں۔

نارو جی کو دوار کا جی کی سیر کا اشتیاق تھا۔ اس لئے جگہ کے
 واسطے ہدایت فرما کر رخصت ہو گئے اور یہاں راجہ جدہشٹر کو جگہ
 کی فکر ہوئی۔

ادھیانے ۴

سری کرشن جی۔ ارجن و بھیم کی مگدھ دیش میں
 تشریف بری۔ معرکہ جنگ۔ بھیم سین کی فستج
 جہاندھ کا قتل۔ قیدی راجاؤں کی رانی و راند
 کی تخت نشینی۔ سری کرشن جی کی اندر پرستہ
 سے دوار کا میں واپسی

مہاراجہ جدہشٹر سوچے کہ راجسویہ جگہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں اس
 کے سرانجام میں رات دن پسینہ آگیا چنانچہ انہوں نے اندر سین کو
 دوار کا میں بھیجا مہاراج کرشن چندر قاصد کے ہمراہ اندر پرستہ میں

رونی افروز ہوئے راج سبھا کی عجیب و غریب عمارتیں دیکھ کر اظہارِ ست
عزایا نریب و آرائش خوبی و زیبائش سے باغ باغ ہو گئے جب راج
سبھا کی سیر سے یکسوئی حاصل ہوئی تو مہاراجہ جدو جھٹ نے ناروچی
کی تشریف آوری راجہ پنڈو کے پیغام اور راجسویہ جگمہ کی ہدایت
کا تذکرہ کر کے گزارش کی کہ

مہاراج۔ اس جگمہ کی مشکلات سے آپ واقف ہیں۔ بیان
کرنا فضول۔ پس آپ کی نظر عاطفت لازمی ہے۔ آپ کی توجہ کے
بغیر کامیابی معلوم ہے

سہری کرشن جی۔ جگمہ کی تجویز پر سیر ابھی صاوبے۔ آپ انتظام
مشرع کر دیں۔ کھٹکا ہے تو صرف جراسندھ سے وہ ضرور غل انداز
ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ اُس نے نرمیدہ جگمہ کے لئے ہزار ہا جادو
گرفتار بلا کر رکھے ہیں اُن کو قید مصیبت سے آزاد کرنا میرا ہوا فرض ہے
چنانچہ ارجن اور بھیم میرے ساتھ چلیں تو سب کام بن جائے

باہم مشورہ طے پا گیا۔ اور سہری کرشن جی ارجن اور بھیم کو میکہ برہمن
کے ہانے میں جراسندھ کے دارالحکومت میں پہنچے۔ دیکھا تو بڑے ہی
ٹھٹھاٹھاٹ میں۔ دھوم دھام کی حد نہیں۔ بازار آراستہ کوپے صاف و
شفاف۔ گلی گلی میں کیوڑے گلاب کا چھڑکاؤ۔ گوشے گوشے میں سامان
تفریح۔ گھر گھر میں ناج رنگ محلے محلے میں جشن عشرت۔ ہر جگہ آدمیوں
کا میلہ ہر مقام پر عورتوں مردوں کا ریلہ۔ چاروں سواریوں کے پرے
صاف بصف پیادوں کا ہجوم۔ کہیں کھیل کہیں تماشے۔ کہیں ناج کہیں
باجے۔ غرض عجیب ہی کیفیت۔ عجیب ہی دلچسپ نظارہ تھا۔ آنکھیں
سیر نہ ہوتی تھیں۔ دل سیر تماشے سے بھرتا تھا۔ جو میں در دولت پر
پہنچے۔ لئے تکلف چوکھٹ لاگھنا چاہی۔ مگر روک روک سخت تھی پہرا
کھڑا تھا۔ ایک راجپس نے بھیم سین کے موٹے موٹے ہاتھ پاؤں
دیکھ کر روکا بھیم کچھ کھٹکے۔ تو راجپس بگڑ کھڑا ہوا۔ آخر کپڑ ہو گئی۔ دو نوگت

گئے۔ کتا اپنی گلی میں شیر۔ اس پر ہاتھ پاؤں کا جوان۔ گدڑ مارتا ہے تو
بھیم سین چاروں نشانے چیت۔ ارجن نے لپک کر راجپس کو جالیا کہ
کہیں اور گدڑ نہ رسیا کروے۔ اس جہلت میں بھیم سین سنبھلے اُٹھے
اور ایسی بے پختی دی کہ پھر سانس نہ آئی۔ دروازے پر ایک نقارہ
دیکھا جو آپ سے آپ بکرو دوسروں کے غزم جنگ سے جراسندھ کو خبردار
کرویتا تھا۔ اس لئے تینوں صاحب وہاں سے کھسکے اور ایک دیوار
پھانڈ کر جراسندھ کے محل میں جا اترے نقارے کو بجنے کا موقع نہ دیا
جو نہی جراسندھ کی نظر پڑی وہ ڈنڈوت کو جھک گیا۔ اور صورت شکل
دیکھ کر بولا۔

ٹھیک ٹھیک کہئے گا۔ آپ پیچ برج برہمن ہی ہیں۔ یاد دیتا یا آپ کا
گندھروں میں شمار ہے۔ بہر حال جو خواہش ہوئے تکلف ظاہر کیجئے
ابھی پوری کروں۔

سرمی کرشن جی۔ راجن روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے اس کا فاش
نہیں۔ ہاں اگر تو یہ ہے۔ کہ آپ ہم تینوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں
کشتی لڑیں۔ جراسندھ اس سوال پر منہ پڑا اور بولا
بہرنگے کہ خواہی جا مہ بے پوش
من انداز قدرت رامے شناسم

برہمن کا بھروپ بھر کر کشتی لڑنے چلے۔ یہ کیوں نہ کہئے کہ ذات
شریف کرشن جی ہیں۔ اٹھارہ مرتبہ پکڑ ہوئی تو پیٹھ دکھانے کے سوا کیا بھنا
لیا۔ آخر وطن سے بھاگ کر دوار کا میں منہ چھپا نا پڑا۔ جو لڑائی میں پیٹھ دکھا
چکا اُس سے لڑنا ہی کیا۔ رہا یہ دوسرا برہمن ارجن اس کے ہاتھ پاؤں ہی
کہے دیتے ہیں۔ کہ میرے سامنے کیا غم ٹھونکے گا۔ بدن میں ہاتھ لگا دوں
تو خفا سا دھیل چڑھ رہا ہے۔ ہاں یہ العزبہ خواہ سخاہ مرو آدمی یعنی بھیم سین
خیر وہ ایک گریے سے کہتا ہے۔ اس کا جی چاہے تو دودھ پانی کر لے۔
دیکھو ابھی ہڈیاں پسلیاں چور کئے رکھے ہوں تم بھی کیا کہو گے کہ سال پلان کیا

یہ کہتے ہی اس کا چہرہ منمنا اٹھا۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اُس نے اُسی وقت اپنے بیٹے سہیل کو ران سنگھاسن پر بٹھا کر وزیروں کو ضروری باتیں کر کے نکل پڑا۔ بھیم سین کو لکھارا۔ تال ٹھونکتے ہوئے دونوں ہاتھی کے پائے اکھاڑے میں اترے برابر کانور ہوئے لگا۔ خوب داؤں پیچ ہوئے۔ خوب ڈنڈیوں سے طاقت آزمائی ہوئی مگر نہ کوئی جیت ہوا اور نہ کوئی ہٹ۔ جوڑی تلی تھی ۱۲ روز تک تصفیہ کی نوبت نہ آئی۔ آخر چودھویں روز کرشن جی نے کہا کہ آج ضرور فیصلہ ہو جائے فلن بڑھنے کی ضرورت نہیں بھیم سین آج ہوشیار رہو۔

بھیم سین یہ بہت اچھا۔ ایشور مالک یہ کسکے اکھاڑے پہنچا۔ جراسندھ بھی شیر کی طرح تننا کر پڑا آیا اور پیڑے بدل کر بھیم سین سے بھڑ گیا۔ جراسندھ گر جا۔

اوبھیم سین۔ میں دریودھن نہیں۔ جو تجھ سے دب جاؤ لگا۔ اب تیرا وقت پورا ہو گیا۔ کچھ دیر اور ہوس نکال لے۔ موت سر پہ آ پہنچی میرے ہاتھ خون سے رنگا ہی چاہتے ہیں۔

بھیم سین۔ جنگ دوسروں سے دوڑتے ہیں تو ایک گرتا ہی ہے اس کا اندیشہ ہی کیا۔ نانی نانی بال کتنے جہان آگے آئیگے۔ تم بڑے جاڈ جو بھڑکیا خود خاک و خون میں لوٹے گا۔ آپ سے آپ معلوم کر لے گا کہ کون ہار کون جیتا۔

تھوڑی دیر کشتی ہوتی رہی۔ مگر سوز و زاول۔ ہرجیت کا کوسوں پر نہیں۔ آخر گدا کی نوبت آئی۔ دو طرفہ چٹنے لگیں۔ کھٹا کھٹ کی آواز سے میدان جنگ میں تھر تھری پڑ گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ دو پہاڑ ہمارے ہمارے ہیں۔ جب بھیم سین گر گیا۔ تو اس زور سے گدا تان کر مارا کہ جراسندھ دور جا پڑا۔ اور آنکھیں میوڑا گئیں۔ یہ دیکھ کر سری کرشن جی نے ایک تنکا اٹھایا۔ اور بھیم سین کو دکھا کہ ہاتھ سے چیر ڈالا بھیم سین اشارہ سمجھ گیا۔ لپک کر پہنچا اور جراسندھ کی چھاتی پر چڑھ کر دونوں انگلیں نیچے

کی طرح چیر ڈالیں۔ میدان میں ایک شور مچ گیا۔ جراسندھ کے تمام ارکان
سلطنت اور سرداران فوج سری کرشن جی کی خدمت میں زمین بوس
ہوئے۔ جراسندھ کے فرزند نے دوڑ کر قدم چومے۔ سری کرشن جی نے
گلے سے لگایا۔ اور ہر ایک کو کلمات نشانی سے امن و تسلط کا اطمینان
دلایا۔ پھر خود بدولت بہ نفس نفس گرفتار ان بلا کے پاس پہنچے ہیں ہزار
آٹھ سوتاجداران سلطنت و فرمانروایان حکومت کو رہائی بخشی۔ سب
راجوں نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ قدموں کی خاک ہاتھوں میں ملی۔
بڑے ادب سے استغثت کرنے لگے کہ

”مہاراج آپ دھن ہیں۔ اگر آپ کی نظر عنایت نہ ہوتی۔ تو ہم
لوگ قید مصیبت میں پڑے سڑا کر لے کوئی جان بچانے والا نہ ہوتا۔
آپ کا جتن کون گا سکتا ہے۔ قدتیں بیان ہو سکیں ممکن نہیں پر ہمارے
کو آپ نے امان دی پھر بھیک گوراون کے جوہر و ظلم سے محفوظ کر کے صاحب
نخست و تاج کر دیا۔ دھڑوچر وہ نظر عاطفت فرمائی۔ کہ آج سب سے مرتبہ
بالا ہے جراسندھ کو سترہ دفعہ ناکوں چنے چوائے۔ مگر مصلحت کچھ
اور تھی اٹھارویں مرتبہ آپ طرح دے گئے اور خودی میدان چھوڑ کر
رن چھوڑ خطاب قبول کیا۔ ورنہ جراسندھ میں فتحمندی کی کیا طاقت تھی
کال جون کو گندھ مادن پر بت کی کنہرا میں راجہ چکند کی نظر سے خاک
سیاہ کر ڈالا۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس کی تین کروڑ فوج بھی بستر اجل پہلاوی
جب جراسندھ نے پر بکھن پہاڑ پھونکا۔ تو آپ نے آئینہ نہ آنے دی
انگارے کی طرح دیکھتے ہوئے پہاڑ کو سبز و شاداب کر دکھلایا۔ اگر آپ
رن سے نہ ہٹتے تو چکند کی مکت۔ گندھ مادن کی زینت پر بکھن کی لائق
دوار کا جی کی عظمت۔ پاپیوں کی نجات اور مظلوموں کی قید غم سے
کیونکر رہائی ہوتی؟

سری کرشن جی استغثی سنکر خوش ہوئے اور سب سے فرمایا کہ۔
اب آپ لوگ اپنی راجدھانیوں میں جائیں۔ چین سے راج کریں۔

اور جب راجہ جدہ شطریا و فراویں را جہویہ جگیہ میں شریک ہوں
سب لوگوں نے تعمیل ارشاد سے سر جھکا دیا اور سری کرشن جی
نے جراسندھ کے بیٹے دراسندھ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر راج نیت
سمکھانے کے بعد اندر پرستش کی راہ لی راجہ جدہ شطریا چشم بر راہ تھے نوید
آمد آمد شکر سر کے بل و دھڑے مزاج پر سی کی ماجرا دریافت کیا

سری کرشن جی نے سب کیفیت کہہ فرمایا کہ

بس اب میدان صاف ہو گیا۔ کسی کا ڈر باقی نہیں اور جو کوئی سرکشی
کر لگا اُسے آپ کے بھائی چٹنی کر ڈالینگے۔ آپ جگیہ کا ساز و سامان کیجئے
میں عین وقت پر آؤنگا۔ اطمینان رکھیئے۔ یہ سہتے ہی سری کرشن جی نے
رخصت طلب کی اور دفعۃً نظر سے غائب ہو گئے

ادھیائے ۵

راجہ برہد رتھ والے مگدھ دیش کو لاوادی
کارنج۔ ایک رشی کی نظر عاطفت جراسندھ
کی ولادت کے حیرت انگیز حالات

راجہ جنجنے نے سوال کیا کہ سری کرشن نے تنکا توڑ کر جو اشارہ کیا
اُس کی غایت کیا تھی۔ بیان فرمائیے اس کے جواب میں بیشم پان نے
یوں سلسلہ تقریر جاری کیا

مگدھ دیش موجودہ ملک بہار کا تاجدار نہایت ہی قوی بانو
شہر زور تھا اس کو برہد رتھ کے نام سے شہرت حاصل تھی راجہ برہد رتھ
کی شادی فرما کر اسے کاشی کی راجکار یوں کے ساتھ ہوئی جو تمام

پیدا ہوئی تھیں مگر محل مراد بے خرد و رنج مدعا بے گہر رہا۔ تاج کی زمیت
 نگیں کے بغیر کہاں۔ چاند نہ ہو تو ہالے کا لطف کیا۔ راجہ برہم پتہ آنکھ کے
 تارے اور بڑھاپے کے سہارے کی فکر میں پریشان رہنے لگے لیکن
 ناوک مسند نشا نے پر جم کر نہ بیٹھا آخر سوچتے سوچتے ٹھہرائی کہ بس اور
 کچھ نہیں کسی رشی مہرشی کا سہارا لینا چاہیے۔ ان کی نظر عنایت ہو گئی
 تو کامیابی مقصد کچھ مشکل نہیں۔ یہ خیال دل پر جمائے ہوئے وہ جنگلوں
 جنگلوں پھرنے لگے۔ گھومتے گھومتے قسمت ایک مقام پر
 لے گئی۔ جہاں آم کے درخت کے سائے میں کوئی پیشوی تپشیا میں
 مشغول تھے۔ راجہ نے وہیں زانو سے ادب نہ کیا اور بیٹھے بیٹھے انتظار
 کرنے لگے کہ کب منی جی آنکھ کھولتے ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تھی۔ کہ
 منی جی دھیان سے فارغ ہو گئے۔ جوں ہی آنکھ کھولی راجہ کو سامنے
 پاکر دریافت کیا۔ کہ

یہاں کہاں۔ کوئی غرض۔ کچھ خواہش؟
 راجہ برہم پتہ نے قدم چھو کر غرض کی۔

”مہاشنی گھر بے چراغ ہے۔ لاؤ لدی کا داغ ہے۔ لخت جگر
 کی خواہش نورِ نظر کی آرزو چروں میں لائی ہے۔ نظر عاطفت کا محتاج
 ہوں۔ طالب وارث تحت و تاج ہوں۔“

مہاراج منی نے خواہش شکر آنکھیں بند کر لیں۔ اور دھیان میں
 مصروف ہو گئے۔ اتفاقاً ایک آم ٹپکا اور آغوش مبارک میں آگرا۔
 منی جی نے آنکھیں کھول دیں اور راجہ سے کہا:-

”بڑے خوش نصیب معلوم ہوتے ہو۔ دیکھو قدرت کی طرف سے
 خود بخود یہ آم میرے ہاتھ آگیا۔ سمجھو کہ یہ آم نہیں امر پھل ہے۔ لو لے
 جاؤ۔ رانی سے کہو کھائے گو د میں بیٹھا کھلائے مگر خیال رہے کہ یہ کوئی
 معمولی پھل نہیں اس کے رس میں امرت ہی امرت بھرا ہے جب رانی
 خوب پاک و صاف ہو تب ہی اسے کھا جائے۔“

راجہ نے پھل لیا۔ قدم چومے۔ شکریہ ادا کیا اور رخصت ہو کر گھر آیا۔ عجیب پس و پیش کہ رانیاں دو دو۔ وہ بھی ایک پیٹ سے پیدا ہوئی ہیں۔ آم صرف ایک کس کو بول کس کو نہ دوں ایک کو دیتا ہوں تو دوسری برا مانتی ہے اس غلجائ میں خیالی کیا کہ دو نو کو رانیاں رکھنا چاہیے کسی کا دل کڑھانا ٹھیک نہیں۔ پس اُس نے چاقو لیا۔ آم کو تینوں بیٹے سے تراشا۔ اور ایک ایک قاش دو نو رانیوں کو کھلا دی۔ پھل میں تاثیر تھی مٹی جی کا قول تیر بہدوت تھا۔ دو نو رانیاں بار بار ہو گئیں۔ آثارِ جل نے خوشی کی نوبتیں سیکھنا شروع کیں۔ ہوئے ہوئے و فتنہ کا وقت آیا تو رانیوں کے بطن سے دو آدمے پر دھے بچے پیدا ہوئے۔ جن میں نہ ذرا سانس نہ زندگی کے علامات راجہ نے سنا تو دوڑا آیا اور صوڑے جسم کے بچوں کو دیکھ کر پوڑا اور بچھتا نے لگا کہ آم کے ناحق دو ٹکڑے کئے۔ بڑا غضب ہوا میں نے خود ہی اپنے ہاتھ سے پاؤں میں کلباڑی ماری۔ راجہ نے اٹھ مل کر حکم دیا کہ بچے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دریا یا کسی جنگل میں پھینک ڈال جائیں۔ مردوں کا گھر میں رکھنا کیا۔ وہ افسوس کرتا تھا کہ ہائے تھیل ٹکر بگڑ گیا۔ قسمت جاگ کر سو گئی۔

رانیوں نے راجہ کے حکم کی تعمیل کی۔ لونڈیوں باندیوں کے ہاتھ بچوں کو کپڑے میں لپیٹ کر شہر سے دور ایک جنگل میں پھینکوا دیا اور چھانی پر بچہ رکھ کر بٹھہ رہیں۔ ایشور کی قدرت جبران نام راکش سنی اس وقت ٹرگشت کرتی ہوئی وہیں سے گزری جہاں وہ بچے کپڑے میں لپٹے ہوئے پڑے تھے۔ اس نے گھٹھڑی کھولی اور دو نو ٹکڑوں کو ملا کر لٹا دیا۔ جو مٹی یہ کاروائی ہوئی۔ اس زور سے ایک آواز گونج گئی۔ جس نے بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے زیادہ دل ہلا دئے۔ اب تو وہ دو نو ٹکڑے ایک مہم ہو کر راجہ سی کے آغوش میں اٹھ پاؤں مارنے اور کھیلنے لگے۔ راجہ برہنہ محل میں تھے رات کے وقت ایسی خوفناک آواز سن کر چونک پڑے۔

حیرت ہوئی کہ معاملہ کیا سے گھبرا کر رانی اور وزیروں کو لئے ہوئے آواز
کے رخ جنگل میں پہنچے۔ جہاں اکشہنی نے آئے دیکھ کر سوچا کہ راجہ بے لاد
ہے کوئی کلیجہ کا ٹکڑا نہیں۔ لاد یہ لڑکا اسی کو دے دیں۔ کہ اندھیرے
گھر میں اوجالا ہو جائے ادھر سے راجہ آ رہا تھا۔ ادھر سے یہ بڑھی جب
سامنا ہوا تو جہاں اکشہنی نے بیٹا پیش کیا اور غرض کی کہ

ایشور کی مرضی سے میں نے یہ گودی کا لال آپ کی نذر کرتی ہوں
دیکھئے کیسا گورا چاند سا کھڑا ہے یہ بڑھیکتا تو دیکھئے گا لکھیا طاقتور اور
قوی بازو ہوتا ہے۔ اس کے جسم میں دو ٹکڑے باہم پیوست ہیں اور چوڑے
میں آپ کو دیتی ہوں۔ اس لئے میرے نام پر اس کا نام جہاں سندھ رکھئے
راجہ نے دیکھا تو چاند کا ٹکڑا سا منے تھا کلیجے سے لگا کر رانی
کی گودی میں دے دیا اور ہنسی خوشی گھر آیا۔ راجہ ایشور کی قدرت کو سہلستا
تھا۔ کہ وہ مردہ ٹکڑوں کو مجسم زندگی عطا کرنا تیرا ہی کام ہے میں اور بھی
کھوپری کا آدمی کیا جانتا تھا کہ جسے میں بھینکتا ہوں وہ میرا وارث تاج
و تاجین ہو گا۔ مگر تیرے کارخانے کچھ اور ہیں رانی کو پرست کرے بہت کو بولی
غرض راجہ نے اس خوشی میں شادو یا نے بجائے۔ ناچ رنگ کئے
اور لاٹ لے دہارے بیٹے کو جان سے زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ راجہ کے
بعد اسی نے مگدھ کی حکومت پائی اور راجہ جہاں سندھ کے نام سے اوج و
اقبال کے ٹنگے بجائے جہاں سندھ نے زبردست سے زبردست تاجداروں
کو خوشخوار لڑائیوں میں پکڑ کر نرمیدہ جگہ کا سہرا انجام کیا تو سترہ دفعہ
کرشن جی سے معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں جہاں سندھ غلوب۔ اہل اٹھارویں
دفعہ سری کرشن جی نے دیوتاؤں کی رضا جوئی کی اور جہاں سندھ کے مقابلے
سے ہٹ کر ادھر ادھر چھپے رہے۔ بھیم سین اور جہاں سندھ کی لڑائی میں
کرشن جی کا تنکا چیرنا بھیم سین کے لئے اس بات کا اشارہ تھا کہ جو بھی
جہاں سندھ کے جڑے ہوئے بدن کو چیر کے پھینک دے اس کے مارنے کی
کوئی تدبیر تھی تو صرف یہی اور کسی ہتھیار سے کام ہونا غیر ممکن تھا۔

ادھیائے ۶

سری کرشن جی کے مشورے سے راجسویہ
جگہ کا انتظام۔ بھیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو کی
چار اطراف میں روانگی۔ تاجداران زمانہ سے
محاربہ۔ پانڈوؤں کی فتحیابی۔ حصول خزان
بیشمار زرو جو اہر کثیر المقدار۔ ہر ایک کی کامیابی
کے ساتھ واپسی۔ انتظام جگہ

بیشم پان جی یوں مائل گفتار ہیں کہ اے راجہ جنجے جراسندھ
کی وہ دھاک تھی کہ تمام راجہ ہمارا بے نام سے کانپتے تھے۔ اسکی
بیغ فتح جب میان سے نکلی۔ چمک دمک لئے آنکھوں میں چپکا چوندھ
پیدا کر دی راجہ جدھشٹرا ایسے با اقبال ایسے صاحب جاو جلال تھے
جن کو خود بھی طاقت تھی۔ لشکر کا بھی برتا۔ اور بھیم سین۔ ارجن۔
نکل ایسے بھائیوں کا بھی زور تھا۔ مگر نہیں جراسندھ سے بولی بولی
کانپتی تھی۔ جس وقت سری کرشن جی نے ان سب کے جی چھوٹے
سوئے دیکھے تو بات کی بات اور آن کی آن میں ایسے موت جسم کو
موت کے منہ جھونک دیا۔ اور میں ہزار آٹھ سو راجہ جراسندھ کو قلعہ اہل

بنائے ہی موت کے پہنچے سے چھڑا لئے۔ جہاں سندھ کی قید میں جو رہے
 ہمارے سوربیر صاحب شمشیر تھے سب کا طوطی بولتا تھا۔ سب کی طاقت
 و شجاعت کے سکے۔ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر جس وقت جہاں سندھ نے تلوار کھینچی
 سب مری چوہیا ہو گئے کسی کا ہوا نہ پڑا کہ دو چار ہاتھ کر لے۔ یہ سب بہادر
 ٹڈی دل کی طرح پیٹ لئے گئے اور اس طرح دام بلا میں گرفتار ہو کر جان کے
 عاجز ہوئے۔ جیسے شہد میں کھسپاں۔

جب جہاں سندھ کی طرف سے و جمع ہو گئی جب میں سزا آٹھ سو رہے
 اس کی قید بلا سے آزاد ہو کر اپنی اپنی راجدھانیوں کو جا چکے اور جس وقت
 سری کرشن جی نے فکروں سے آزادی دے کر دوار کا کی راہ لی تب راجہ
 جدھشٹر نے ایک مجلس مشورت منعقد کی۔ جس میں ان کے چاروں
 لائق وفاق بھائی تھے اور گئے گئے رازدار و چیدہ ارکان۔ اس میں
 راجوہ بگمیا کا معاملہ چھیڑا گیا۔ اور یہ تجویز پیش ہوئی کہ سرکشوں کو مطیع
 اور لشکر کشوں کو زیر کرنا لازمی امر ہے اس لئے راجہ جدھشٹر نے فرمایا
 دنیا کی چار سمتیں ہیں۔ مجھ کو بھی ایشور نے چار بازو دئے ہیں۔ پس
 جو کام اپنے قوت بازو سے ہو۔ اس کا کیا کہنا۔ میرے بھائی میرے
 ہاتھ پاؤں پس طے ہونا چاہیے۔ کہ ان میں سے کون کون کس کس طرف
 کے عزم کو پسند کرتا ہے۔

ارجن۔ سایہ سر۔ آپ کو اس کے لئے تر و دو کیا۔ آخر ہمارا ج کرشن چند
 جی سب معاملات طے کر ہی چکے تھے۔ پھر مزید غور و فکر کی کیا ضرورت۔
 ہم لوگ حاضر ہیں۔ جدھشٹر کا حکم ہو۔ اسی طرف فتح کے پھر سے اڑتے
 جائیں اور نقارہ نصرت بجاتے لوٹ آئیں۔

جدھشٹر۔ تو اچھا۔ بھیم سین پورب رخ جائیں۔ ارجن اڑا کھنڈ
 کا عزم کریں سہدیو کی عمان عزم دکن کی طرف ہو۔ لکل کچھم کی سمت
 سند عزمیت کو اڑا دیں۔

حکم ہو گیا۔ تعمیل ارشاد کے لئے سر جھک گئے۔ فوجیں ہر کا ہر ہوئیں

سپاہ نے جاں نثاری کے لئے ہمراہی کا شرف حاصل کیا۔
 جس وقت کوچ کے ٹکے بچنا شروع ہوئے راجہ جدمشتر تشریف
 لائے۔ بھائیوں کو کلیجے سے لگایا۔ فوج کو رخصتی تقریر میں کلمات آفرین۔
 سنا لئے اور سب کو سمجھایا کہ دیکھو جو اپنے سے جھکے۔ اُس سے جھکنا۔ جو
 سر اٹھائے اُس کا سر کچلنا۔ جو سمجھائے سے سمجھ جائے اُس سے تہمت
 کی ضرورت نہیں جس کی رگ سیدھی ہو جائے اُس سے میل کرنے میں
 تامل فصول۔ بہر حال جاؤ حتمی الامکان سیدھی انگلیوں گھسی نکالو۔
 لطف تب ہی ہے کہ نکسیر نہ بچوٹے اور کام بن جائے۔ مگر جہاں جب
 تیغ و تفتک کے بغیر کام نہ چلے تو طرح دینے اور دہنے کی ضرورت نہیں۔
 چاروں بھائی نصائح و لاویز و پند و انش آسیر منکر لاؤ لشکر کے ساتھ
 چاروں طرف راہی ہوئے۔ کوس شاہی۔ اقبال سندی کے ڈکے بجاتا
 اور دامن دولت فتح کے پھریرے اڑاتا تھا۔
 چاروں بھائیوں میں سے بھیم سین نے گدھ و لیش کی راہ لی۔
 وہاں کا فرمانروا جراسندھ کا فرزند راجہ سہد یو تھا۔ جو نہی بھیم سین پہنچے
 اُس نے سر نیاز جھکایا خاطر مدارت کی اور جگیہ میں حاضری اور شرکت
 کا بڑی خوشی سے وعدہ کیا۔ یہاں سے چل کر بھیم سین کاشی جی میں گئے۔
 کاشی نریش نے بھی جو ہر نیاز مندی دکھائی۔ اور جگیہ سے اظہار سرت
 کیا۔ اس کے بعد بھیم سین آگے بڑھے تو ملک بنگالہ۔ ترہت بہار۔ اڑیسہ
 سب کو زور بازو سے مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ اس دوران سفر میں ملان
 کے راجہ سے دو چار باتھ ہوئے مگر آخر گزن اطاعت جھکا نا پڑی چندیری
 میں بھی فرزند راجہ سپال کی کچھ رگ ٹیڑھی ہوئی تھی مگر بھیم سین کی
 ایک ہی اوجھڑ میں جیتے ڈھیلے پڑ گئے۔ آخر بھیم سین نے کوردادی
 اور عہد نامہ اطاعت تحریر کرایا۔ یو نہی ہر جگہ فتح و نصرت کا آواز بلند
 کرتے خوشی کے ڈکے بجاتے مع الخیر واپس آئے۔ تمام فرمانروایاں ملک
 نے اتنے زور و جاہر۔ تحفہ تحائف و عجاibat پیشکش کئے کہ

اٹھاتے رکھتے نہ بنتے تھے۔ اندر پرست معدنیات عالم کو مات کرنا تھا۔
گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین دبی جاتی تھی۔ ہاتھیوں سے شہر کجلی بن نظر آتا تھا
ارجن اتر کی طرف چلے۔ تو کلندر کال کوٹ کے راجاؤں کی سرکرتے
ہوئے شاکل دیپ میں جابر ارجے وہاں کے راجہ کی چولیں ڈھیلی کر کے
کامروپ دلش میں پہنچے۔ تو وہاں کا راجہ بھگوٹھ آگیا۔ ارجن کو نظر میں
بھی نہ لایا کہ کیا چیز ہے۔ آخر تلواریں کھینچ لیں۔ تیر ترکش سے نکل پڑے
اور مارو مار شروع ہوئی آٹھ روز تک ہنگامہ جدال و قتال و بازار کارزار
گرم رہا۔ نہ بھگومت کی ہار نہ ارجن کی جیت ہوئی۔ مگر نویں روز ارجن کے
سرفیخ کا سہارا ہا۔ راجہ بھگومت ہارے مان کر کان دبا لئے ہوئے پالوس
ہوا۔ نظر عاطفت چاہی۔ اور یوں باہم میلاپ ہو گیا۔ اب ارجن لاؤٹنگر
لئے ہوئے آگے بڑھا۔ تو چین ماچین خناختن سب جگہ کے اورنگ
آراؤں کو نیچا دکھایا۔ اور تمام پہاڑی راجاؤں کی مچھیں نیچی کر کے ملک
پنجاب کے تاجداروں کی بھی گردنیں نیچی کیں۔ ان فتوحات میں بشمار
دولت تھے چڑھی زرو جو اسرا تنا حاصل ہوا کہ محاسب خیال اندازہ
نہیں کر سکتا۔ یہی نہیں۔ اٹھتی۔ گھوڑے۔ رتھ اتنے دستیاب
ہوئے کہ اندر پرست خوش قسمتی سے اتراتا اور زمین پر پاؤں نہ رکھتا تھا
سہارے چلے تو متھرا ہوتے ہوئے گوالیار پہنچے۔ وہاں سے
بیجا نگر کا غزم کیا تو وہاں کے راجہ نے مزاحمت کی۔ سہدیو پھرے ہوئے
شیر تھے۔ ان کو کون ٹوک سکتا تھا۔

پھرے ہوئے شیر کو بھی ٹوکا کھسی نے

طوفان کے تھپیڑے کو بھی روکا ہے کسی نے

یہ راجا بیجا نگر کے سر ہو گئے اور آخر بانی کپانی نکال کر چھوڑی۔ یا تو
راجہ بیجا نگر اپنی ٹہنی میں شیر ہو رہا تھا۔ یا بھٹیڑ بکری بن گیا۔ نیچا دیکھ کر
اطاعت قبول کی اور سر عبودیت قدموں پر جھکایا۔ سہدیو یہاں معاملہ
کھٹیک کھٹاک کر کے آگے چلے۔ تو رکنی جی کے بھائیوں یعنی بھیشم کے

یہا در بیٹوں سے ملٹھ بھیڑ ہوئی دو طرفہ مورچے جے۔ لڑائی ہوئی ہروان کارار
نے داد شجاعت دی مگر سہدیو نے سب کے خوب دانت کھٹے کئے۔
اچھی طرح ناکوں جے چبوائے یہاں سے نقارہ نصرت بجاتے ہوئے
لشکروں کے دیس میں نزول اجلال کیا تو دودہ اور مسند کے راجاؤں نے
مہرہ روکا۔ محاربہ عظیم وقوع میں آیا۔ جنگ خوشوار پیش آئی۔ مگر نتیجہ وہی
راجہ جدھشٹر کی فتح اور سہدیو کی کامیابی رہی دودہ اور مسند اسی فوج کے
مہر واروں میں سے تھے۔ جس نے سری رام چند جی کی رفاقت اختیار
کر کے فتح لنکا کی نیک نامی میں حصہ لیا تھا لشکروں کے مجاہد لہ خوریز
کے بعد راجہ شل سے مقابلے کی نوبت آئی۔ جس وقت دودہ فریٹ جویہ
بہاوری دکھارے تھے۔ اتفاقاً سہدیو کے لشکر میں آگ لگ گئی۔
اس وقت کی ہل چل کا کیا ٹھکانا۔ ایک ایک کی جان کے لالے پڑ گئے۔
مگر سہدیو رزم شناس تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ساری مایا آگن دیوتا کی
تھی۔ جو راجہ شل کی کنیاں کی آتش الفت سے خود جل رہے ہیں۔ اور
زبان دے چکے ہیں کہ جو راجہ شل کا مخالف ہو گا وہ اُن کے آتشکدہ
قہر و غضب کے لئے ایندھن کا کام دینگا۔

سہدیو اسی وقت نہائے اور بڑی پاکیزگی باطن سے پرارتھا کو نے
گئے۔ کہ اے آگن دیو۔ آپ جو چاہیں کریں مگر زیبا نہیں۔ میں سرکیشن
جی کے اشارے اور راجہ جدھشٹر کے حکم سے آیا ہوں۔ راجہ جیہ جگہ
صرف آپ ہی کی خوشنودی خاطر کے لئے کیا ہے۔ اس لئے خلل اندازی
نامناسب بلکہ رعایت واجب۔

آگن دیو نے جونہی یہ پرارتھا سنی۔ آگ سے پانی ہو گئے۔ سرکیشن
جی کے نام نامی نے پتہ پاتی پانی کو دیا عرق عرق ہو گئے اور بڑے ٹھنڈے
دل سے کہا کہ اچھا اب تمہارے لشکر ظفر پیکر کو ذرا بھی آبیج نہ آئے گی
شعلہ مخالف سرد۔ یا تو لشکر میں انگارے برس رہے تھے۔ یا ایک دم
برفستان کی اسی کیفیت نظر آنے لگی۔

راجہ شل یہ دیکھ کر دل ہی دل میں ٹھہرایا کہ معاملہ کیا ہے یا تو آگ
بریں رہی تھی یا ایک چنگاری کا بھی نام نہیں وہ سمجھ گیا کہ آگ نہ تو تاکا پانی
اب میری طرف نہیں مڑتا وہ آگ لگا کر الگ ٹھہرے ہوئے سہدیہ کا پانی
بھرنے لگے اس خیال نے راجہ شل کی آتش جرات پر پانی ڈال دیا۔ دہشت
کے منہ پر دھواں ہو گیا۔ آخر پیغام صلح دیا اور اطاعت قبول کر کے جلیہ
کی شرکت کا اقرار کیا۔ یہاں سے واپس جہی کر کے سہدیہ نے آگے قدم بڑھایا۔
تو راجہ رگم اور سورٹھ کے فرمانروا سے جنگ کی ٹھہر گئی۔ خوب خوب معرکے
ہوئے مگر فتح سہدیہ ہی کی قسمت میں دو نو نے طوق اطاعت پہنکر
بڑی خوشی سے جلیہ میں حاضری منظور و قبول کی۔ ایسے ایسے عظیم الشان
اور جلیل القدر تاجداروں کو مغلوب کر کے سہدیہ نے سمندر کے چریروں
کی طرف رُخ کیا۔ جس وقت فتح ظفر موخ و آں پہنچی۔ خوب نہ جوڑ
لٹائیاں ہوئیں بڑے بڑے سوربیروں سے مقابلہ پیش آیا۔ لیکن کسی
کے بنائے کچھ نہ بنی۔ سہدیہ ہی نے ہر جگہ پالا جیتا۔

اس ملک ویش سے سہدیہ کو زور و جرات کے انبار کی بنا حال
ہوئے طرح طرح کی عجائبات و نقائصات کا ڈھیر لگ گیا ان اطرات میں
بیشمار کانیں سونا اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ سونا لا دیتے بنا۔ سہدیہ پھکڑوں
رختوں ہاتھیوں اونٹوں پر لا دے ہوئے ملک حبش رکال مکھ ویش پر چڑھ
دوڑے۔ وہاں بھی نیرو و لغنگ سے سامنا ہوا۔ لیکن بہادرانہ پیرت
نے سب کی بدھیا بٹھا دی یہاں سے بہت سی دولت لے ہوئے
انہوں نے لشکر کی طرف عزیمت کی اس زمانے میں وہاں بھی جھینکا
راج قائم تھا۔ سہدیہ کی لشکر میں خوب آؤ بھگت ہوئی لشکر کا کوئی مقام میر
سے نہ بچا۔ قیستی سے قیستی جواہرات کے ذخیرے ہاتھ آئے سونا تاشا
لاکھ ڈھونڈتے نہ بنتا تھا۔ لشکر سے بڑی خاطر تواضع کے ساتھ رعیت
ہوئے تو یہ کرنا ملک میں فتح کا جھنڈا گاڑتے دولت کشیر لیتے ہوئے اندر
پرستھیں واپس آئے۔

اب رہ گئے زلزل۔ انہوں نے مغرب کی طرف سیدھیاں بھریں۔ پہلے ماڑواڑ میں پہنچے۔ پھر دریائے سندھ کو عبور کر کے۔ قنہارہ۔ کابل۔ بدخشاں۔ ایران۔ توران خراسان میں فتح کے ٹکڑے بجاتے ہوئے اندر پرستھ میں رونق افروز ہوئے۔ ہر مقام کی کوئی مشہور اور نفیس چیز نہ تھی جو ان کے ساتھ نہ ہو۔ دولت مال خزانہ تو معمولی بات ہے مشہور معنیات کے جو اسر۔ عمدہ عمدہ بیش قیمت کپڑے گھوڑے اونٹ سے بھر کر ہزار ہزار شامل محاصل و بلخ و خراج تھے۔

جس وقت چاروں فتح مند بھائی اندر پرست میں غیر معمولی شان و شوکت کے ساتھ پہنچے۔ جدھشٹر کا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا۔ اس نے سب کو کامیابی کا مبارک باد دیا۔ سب کو گلے سے لگایا۔ دولت دیکھی تو آنکھیں کھل گئیں۔ اندر پرستھ میں زرو جو اسر وغیرہ رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ راجہ جدھشٹر اور ان کے بھائیوں نے جگہ کا انتظام شروع کر دیا۔ دُور کے راجوں کا تانتا لگ گیا۔ راجہ جدھشٹر جگہ کے انتظام اور ہمالوں کی خاطر و مدارات میں مشغول و مصروف ہوئے۔ کھیم سین وغیرہ چاروں بھائی دُور کا جی پہنچے اور سری کرشن جی کو سارے خاندان کے ساتھ اندر پرستھ میں لے آئے۔

سری کرشن جی دُور کا سے چلے تو پھر ان کے ٹھکانے باٹ کا کیا کہنا عجب شان و شوکت عجیب جلوس کی عظمت تھی۔ آپ اپنے ہمراہ اتنی دولت و جواہرات لائے۔ جس کے وزن کرنے سے میزان عقل قاصر تھی۔ اور جس کے شمار کرنے سے محاسب قیاس عاجز تھی۔

ادھیائے ۷

بھیم سین اور ارجن - نکل و سہدیو کی چار اطراف
عالم سے واپسی تا جداران زمانہ پر فتحیابی آمد
مہمانان - انتظام جگہ - تقسیم - خدمات حالات
شان و شوکت - کیفیت - جگہ وغیرہ

جب تک مہاراجہ جدھشٹر کے بھائی دُنیا کے چاروں کھونٹ
میں فتح کے ڈنکے بجاتے ہوئے واپس آئے تب تک اندر پرستھ
کی زمین خود ہی روپیہ اگلنے لگی۔ اتنا اناج پیدا ہوا کہ ہر جگہ خرمن کے خرمن
جمع اور انبار کے انبار لگے ہوئے تھے رہزनों اور قزاقوں نے سلمان
فاسخ البالی دیکھ کر اچھے اچھے پیشے اختیار کئے۔ قافلے کے قافلے
دور دراز مقامات سے آکر اندر پرستھ میں آباد اور فیض شاہ منشاہی سے
شادو بامراد ہوئے جیوں جیوں رعیت کی تعداد بڑھتی گئی شہر کی رونق
میں چار چاند لگتے گئے اور ہر طرف کچن برستا دکھائی دینے لگا زمین کی
زرغیزی نے خزانہ دولت سے ایسا پاٹ دیا کہ کوہیر کو حسد تھا جب
چاروں بھائی بھیم سین - ارجن - سہدیو - نکل، اندازہ و قیاس سے زیادہ
دولت - مال و اسباب سونا چوہا ہر لائے پھر تو بڑے بڑے محلوں میں تل
رکھنے کی جگہ نہ رہی ایک ایک ایوان ایک ایک طرح کے الماس جو ہر نقاشات
جوہرات ہی سے بھر پڑا تھا محلوں میں جوہرات کی ٹھہریاں لگی تھیں۔ الماسوں

کے ڈھیر تھے۔ سونے کا بہاؤ کچھ معلوم ہوتا تھا۔ تحفہ سجالف کی گنتی تھی عجیب و غریب چیزوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اصطبلوں میں بکر بکھوڑے۔ کچے طوطے کچھ طاوس کے بزرگ بہار دکھاتے تھے فیاناؤں میں دنیا بھر سے اچھے اچھے ہاتھی جھیر سے نظر آتے تھے جن میں رہا کے رکھنے اور کھنی ہاتھی قابل و تر میں گھوڑاں میں ناگوری اور قسم قسم کے خوبصورت پکڑا تھی کے پاٹھوں سے زیادہ قوی بے انتہا تھے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی کوئی تندرہ سے عمدہ اچھی سے اچھی چیز نہ تھی جو اندر پرستہ میں مہیا و حزام نہ ہوئی تھی۔

سری کرشن جی ہمارا ج اندر پرستہ میں رونق افروز ہو گئے تھے ان سے بات چیت ہو رہی تھی کہ وقتہ سری ویاس جی بھی رونق افروز دہرہ دولت ہوئے کیا کرشن جی کیا جد مشطر کیا بھیم سین وغیرہ اور دوسرے مہمان راجے ہمارے سب استقبال کو دوڑ پڑے بڑی تعظیم و تکریم سے لائے جس وقت بیاس جی سب کو اخیر بادو کے کروٹن افروز عمل ہوئے اس وقت راجہ جد مشطر نے سری کرشن جی سے عرض کی کہ

ہمارا ج سارا برتاؤ آپ کا ہی سے آپ ہی کی مدد کے بھروسے پر یہ بہاؤ اٹھاتا ہوں۔ راجہ جی کرنا خالہ جی کا کھڑکیوں کا کھیل۔ لڑکوں کا کھڑو نہ کا فائدہ نہیں۔ آپ ہی چاہیں تو پرست ہو جائے گا آپ کی اجازت سے پاروں بھائی دنیا کی چاروں اطراف تاپ آئے ہیں۔ جنہوں سے سر اٹھایا وہ آخر جھگی بی بی نے جو سر چڑھے انہوں نے منہ کی کھائی۔ آپ کی کرپا سے سب کام ٹھیک ہو گیا مال اسباب مذرو جاہر اس قدر ڈھیر ہیں کہ صاب نہ شمار اب فرمائیے جگہ کا آغاز کیونکر ہو کام کس طرح چھوڑا جائے۔

سری کرشن جی۔ اب سب کام ٹھیک ٹھاک سمجھئے دنیا میں آپ سے بڑے کون سے۔ جس کے پاس اتنی دولت اتنی شان و شوکت ہو نہ ہاتھوں کی کنتی نہ بکھوڑوں کا شمار۔ پس اب آپ کو جگہ کرنے میں کیا بین سیکھا آپ

فرار اجسویہ جگہ شروع کر دیجئے۔ ایشور سب کام سدھ کر لگا آئیے بھائی
سب ملائی وفاق میں ان سے کہئے کہ ایک ایک کام اپنے ہاتھ میں
لے لیں۔

راجہ جدو شتر نے یہ تقریر سنتے ہی جگہ کے سرانجام کے لئے
حسب ذیل خدمات تقسیم فرما دیں:

سری کرشن جی کے مشورے سے اپنے بھائی اور دھوم رشی
اپنے پروہت کو تمام سامان کی بہر سانی کا ذمہ دار بنا کر دھوم رشی کو
کامل اختیار دیا کہ وہ جس سے چاہیں کام لیں جو جس لائق ہو اس
کی لیاقت و حیثیت کے موافق خدمت سپرد کر دیں کسی سے پوچھنے پچھنے
کی ضرورت نہیں ارجن کے رفیق خاص و ملازمان با اخلاص کو حکم ہوا کہ
بھنڈار کا انتظام کریں۔ غلہ۔ کھجور۔ دودھ دی وغیرہ تمام اشیائے خوردنی
آپ کے حوالے خوشبو یا ت یعنی گلاب۔ کیوڑا۔ خطر۔ پھیل۔ صندل۔
عود وغیرہ وغیرہ کا ذخیرہ سہ دیو کے دست اختیار میں سونپا گیا۔ جتنا چاہیں
راجاؤں۔ مہاراجاؤں۔ مہانوں۔ رئیسوں کو دیں۔ مالک ہیں۔ دھوم رشی
تمام مہانوں اور رشیوں نیوں کو رسد پہنچائیں۔ برہم بھوج اس انتظام
سے کریں کہ سب چیزیں پٹی پڑی رہیں۔ کئی کسی بات کی نہ مروت
اس کے بعد بیاس جی سے درخواست کی کہ جگہ کا سرانجام آپ کے
ذمے میں جن وید یا کھٹیوں کو منظور ہو یا دفرمائیے:

بیاس جی نے فرمایا کہ جگہ بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام
سے ہو گا۔ اطمینان رکھئے۔ ہندو ہا پندت وید یا کھٹی اور کامل سے کامل
رشی منی تشریف لے آئے ہیں۔ اور ابھی تانا لگا ہوا ہے جنانچہ میں
سب کو ایک ایک کام پر مقرر کروں گا۔ چنانچہ جاگ وک۔ ستانند۔
پیل۔ دھوم رشی اور مہادیو اعلیٰ لباسوں کی وجہ سے ہوم کے واسطے منتخب
ہوئے۔ برہم پتر ششٹ جی کو برہما کی پدی دی گئی راجہ جدو شتر کی حسب
خواہش تمام مہان راجے مہاراجے بھی اپنے اپنے دائرہ حکومت

کے وید پاٹھیوں اور رشیوں منیوں کو ساتھ لئے ہوئے رونق افروز ہوئے
 تحفہ تحائف کا انبار لگ گیا۔ اندر پرستھ راجوں ہماراجوں کے عالیشان
 قیامگاہوں سے گھر گیا۔ زرکار اور رنگ رنگ کے خوشنما ڈیرے سے
 شامیا لے کر نگہیں آسمان سے باقی کرتے اور زمین کو چھائے ہوئے
 تھے۔ ہر قیامگاہ کے سامنے نہریں جاری تھیں۔ جوض موجیں مارتے
 تھے۔ سبزہ زار سے طبیعت ہری ہو رہی تھی۔ باغ و بہار سے دل کا کنول
 کھلتا تھا۔ ہر قیامگاہ میں ایک کار خد۔ منگرا متعین تھے کہ جس چیز کی جسے
 ضرورت ہو فوراً بہم پہنچائیں۔ گوئے۔ رقص۔ طریف۔ خوش قیام۔ غلام
 لونڈیاں بے شمار اپنی اپنی خدمتوں پر مامور تھے۔ راجہ جدوہشہر نفس
 اپنے بھائیوں کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کرتے اور حسب حیثیت
 فروغ گاہوں میں ٹھہراتے تھے۔ راجہ جدوہشہر نے اپنے بھائی کل کو
 ہستنا پور روانہ کیا تھا۔ چنانچہ ان کے ہمراہ راجہ درپودھن اور بھیم تیارہ بڑھل
 عدم شان و شوکت سے وارد اندر پرستھ ہوئے سوگھوڑوں کے چلوں کے
 جدا جدا عالیشان ٹھاٹھ تھے۔ ان کے علاوہ حسب ذیل صاحب اقتدار و فعال
 تبار تاجدار و راجوں ہماراجوں کے مجمع میں اس طرح آفتاب اقبال کی
 چمک دمک دکھاتے تھے جس طرح سیدوں میں مفت اخترہ
 راجہ جیدرتھ۔ راجہ شل ریانڈوں کی ماں مہارانی کنٹی کے بھائی
 راجہ کرن۔ مالیک۔ شال۔ بھگدنت۔ ہری کچ۔ راجہ دروپدر مہارانی دروپدی
 کے والد درشت و من۔ سکندی وغیرہ۔

راجہ جدوہشہر نے بھیم تیارہ۔ درونا چارج۔ اسونقا مان۔ کرپاجی
 راجہ درپودھن کی ایسی تعظیم و تکریم سے خاطر مدارت کی کہ ہر ایک کا
 دل خوش ہو گیا۔ بھیم تیارہ راجہ جدوہشہر کی مرتبہ شناسی اور اطہار لیاقت
 سے پھولے نہ سماتے تھے۔ جگہ کا تمام ٹھاٹھ باٹ ساز و سامان۔ خوش
 انتظامی۔ مال و دولت وغیرہ کو ملاحظہ فرما کر انہوں نے خوبی اقبال یداد
 واہ کی۔ راجہ جدوہشہر نے بھیم جی اپنے گرو اور اپنے ماموں راجہ شل

کے سامنے سر جھکا دیا اور دست بستہ عرض کی کہ آپ ہی کی تائید اقبال اور فیض بزرگی و رکارے جس کے بھروسے پر میں نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے آپ ایسی دعا دیں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ سب نے یک زبان ہو کر دعا دی اور کہا کہ ہم سب جان و مال سے جگمگے پورا کر اٹھیں گے۔ اور جہاں سری کرشن چندر جی مہاراج خود رونق افروز ہیں جہاں بیاس جی کی ذات مقدس جلوہ گستر ہے۔ وہاں کامیابی میں کیا شک کس کی مجال ہے۔ جو اشارتاً و کنایتہً خلل انداز ہو سکے۔

بہیشہ پتنامہ اور ورونا چارج جی نے جگمگے میں شرکت کے واسطے آنے والوں کی خاطر تواضع اپنے دے لی اور خزانہ زر و جواہر و درنا چارج کے حوالے کیا۔

سری کرشن جی ماہر سارنہانی ہیں۔ انہوں نے غلوت میں راجہ جد ہشٹھ کو درلودھن کے ہاتھ کے خاص وصف بتائے۔ یعنی اس کے ہاتھ میں وہ تاثیر ہے کہ چاہے جتنی دولت اڑا لے پھینکے۔ بانٹے۔ خزانہ خالی ہونا کیا سمجھے۔ دولت اتنی ہی بڑھتی چلی جائے مگر اس کو خود اس وصف خاص کی خبر نہیں۔ اس لئے خزانہ اسی کو سونپنا لازم ہے۔ چنانچہ اسی مشورے پر عمل کیا گیا۔ اور درلودھن مارے خوشی کے پھولا نہ سما یا جب سب کو سب خاتین تقسیم ہو گئیں اور سب راجے مہاراجے اکٹھے ہوئے تو بیاس جی کے حکم سے چیدہ چیدہ پیا کھٹیوں نے آدریش نارائن جگوان کی پستش کر کے وید پتر پڑھنا شروع کئے ہوں میں آہوتیاں دی جائے لگیں۔ جو نہی جگمگے کی کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ درلودھن کی چڑھ بنی اپنے ہاتھ کی تاثیر سے واقف تھا راجہ جد ہشٹھ سے دل میں کدورت تھی وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اُن کی بدنامی ہو۔ اس لئے نے آنکھ بند کر کے خزانہ لٹا نا شروع کر دیا ایک کی جگہ دو دو کی جگہ چار خرچ کر کے چاہتا تھا کہ جہاں تک جلد ہو سکے خزانہ خالی ہو جائے مگر ہاتھ کی قدرتی تاثیر سے جتنا روپیہ لٹا تا تھا اُس سے دو چنڈ خزانے میں

موجود ہو جاتا تھا لوگ اس داد و دہش سے مالا مال ہو گئے اور جدھشٹر کی
 فیاضی اور اولوالعزمی دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ سری کرشن جی کی توجہ
 خاص سے جگمبہ اس خوبی اور کامیابی سے انجام بخیر ہو کہ راجہ جدھشٹر کی
 نیکنامی کے دیکھے بچ گئے اب تو راجہ جدھشٹر کی دلی خوشی کا دماغ آسمان
 پر پہنچ گیا۔ زمین پر پاؤں نہ پڑتے تھے۔ دل ہی دل میں ناز کرتے تھے کہ
 آہ۔ جگمبہ کی یہ رونق۔ ایسے ایسے عظیم الشان راجے زیر فرمان۔ یہ جوش
 سخاوت۔ اب دنیا کے پردے پر میرے سوا کون باقیال اور صاحب جاہ
 و جلال تاجدار ہو گا یہ غرور و نخوت کا خیال سری کرشن جی کے دل میں
 کھٹکا۔ سوچے کہ کسی کا عز و ر ہونے دینا اچھا نہیں سکبر بڑی چیز ہے راجہ
 جدھشٹر کی ذرا آنکھیں کھول دینا چاہیے کہ وہ اس ٹھیک ہو جائیں
 چنانچہ انہوں نے حکمت عملی سے خزانہ راجہ کرن کے سپرد کر دیا اور آپ
 سیر دیکھنے گئے۔ راجہ کرن بڑا سخی اور نہایت ہی دیرادل تھا دنیا میں اسکی
 فیاضی کے جس گارے جارہے ہیں۔ ذرا سی بات سے کہ روزانہ سوا
 من سو ناخیرات کروینا اس کا معمول تھا ایسے فیاضی ہاتھوں کو روپیہ
 اشرافی مال و دولت کی کسک کہاں اس نے دو ہی روز میں سارا خزانہ
 لٹا دیا اور روپیہ کی مانگ ہونے لگی راجہ جدھشٹر نے جو خزانہ کا حال
 سنا تو ہوش جاتے رہے وہ اس نہ رہے سری کرشن جی کے پاس
 دوڑے گئے والی دی ۛ

مہاراج غضب ہوا جاتا ہے خزانہ گھڑی دو گھڑی کا مہمان ہے
 آبرو بچائیے۔ ناک رکھئے۔ ورنہ سارا کیا دھرا سٹی ہو جائیگا تمام راجے
 ہمارے منہ لگا لگائے گئے کہ واہ ٹامیں ٹامیں فٹ۔ سری کرشن چندر
 اس کے جواب میں ہنس دئے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ
 راجہ صاحب۔ بڑے بول کا سر نیچا۔ غرور کو اسی طے بُرا کہتے
 ہیں آپ کو سمجھو ماو گیر نے نیست کے خیال نے اسی فکر و تردد میں ڈالا
 آپ سمجھتے تھے کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ

راجہ کرن کیسا سخی و اتا ہے اور درودھن کے ہاتھیں کیا تاثیر ہے۔ خیر اب آپ فکر نہ کریں اطمینان رکھیں میں انتظام کئے دیتا ہوں + یہ فرما کر مہاراج ممدوح نے ارجن کو فرمایا کہ لنکا میں ڈھیروں سوتا موجود ہے۔ جاؤ اٹھا لاؤ۔ ویرنہ کرو + ارجن نے گانڈیو محنت اٹھایا۔ سمندر پتھروں کا پل بنا کر پار بٹھا۔ اس وقت بھبھیکن لنکا کا فرمانروا تھا۔ اس نے صد مان سوتا مندر کیا بہت سی خوبصورت عورتیں پیش کیں۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے رخصت کیا۔ ارجن و ماں سے لیا پڑا۔ تو اندر پہنچے ہی میں تھا بھبھیکن کی سوغات پیشا کی راجہ جبرہشتر مغوش ہو گئے کہ آبرو تھ گئی۔ اب بگڑا کام بن جائیگا سری کرشن جی نے راجہ کرن کو دوسری خدمت پر مامور کر کے پھر عزت اور درودھن کے دست اقدام میں سونپا۔ پھر دولت بڑھنے لگی۔ جگہ کی ملٹوی کارروائیاں سرگرمی سے جاری ہو گئیں +

ادھیا ۸

جگہ کی ابتدائی کارروائیوں کا مختصر نظارہ

بیشم پائن جگہ کی ابتدائی کارروائیوں کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں کہ راجوں مہاراجوں کی تشریف آوری اور تیاری سامان کے بعد جگہ کا آغاز ہوا۔ جگہ منڈپ نہایت ہی عالیشان اور خوشنما بنایا گیا تھا۔ میدی نہایت ہی خوبصورت تھی جس میں مختلف رنگ کے عروق اور وید منتر ترتیب و کھارے تھے سونے چاندی کے کلسوں اور ضروری برتنوں میں تمام تیرتھوں کا پوتر جل برتہ تھا۔ پھول چندن اور خوشبو بات کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ایک طرف رشیوں مٹیوں کے آسن تھے دوسری طرف راجوں

ہمارا جوں کی صفت سب ہی شستگا ہیں بڑی ہی نفیس اور نغاسات
 سے آراستہ پیراستہ تھیں سب کی گردنوں میں پھولوں کی مالامالیں
 ہماروے رہی تھیں راجہ جدھشٹریش قیمت پتیا مبرا اور زیورات
 شانانہ زیب تن کئے۔ قیمتی جواہرات سے مرصع کٹ دئے ہوں
 کندھے کے پاس بیٹھے بائیں طرف ہمارا فیرو پدی دریاے جواہرات
 میں غرق سولھوں سنگار سے نور کی تصویر بنی ہوئی روتی افروز تھی
 پاس ہی بھیم سین۔ ارجن۔ سہید پو۔ کل شانانہ پر نقا کیں پہنے جلوہ
 کستر تھے۔ راجہ جدھشٹر نے بھیشم تپاسہ جی سے آغاز کار روائی کی
 اجازت چاہی۔ انہوں نے بڑی خوشی سے فرمایا۔ ٹاں ٹاں سری
 گنیش آئندہ کیجئے +

بھیم سین نے پوچھا کہ سب سے پہلے ملک کس کا ہوا۔
 بھیشم جی نے کہا کرشن جی ہمارا ج سب سے پہلے اس اعزاز
 کے مستحق ہیں تمام رشی اور راجاؤں نے نامیدگی اور ملک کرشن
 جی کے ہاتھ پر ہا دیو جی کے چندر سیکھر کی طرح زیب دینے لگا۔ دریلے
 جن کے ساحل پر سب کارروائی تھی۔ سری نارو منی و پورشی اور ویاس
 جی و مالیک۔ قد باسا۔ انرے۔ یسوانتر۔ پلاٹر کرگیشٹ پھدک
 شرجی۔ ورونا چارنج وغیرہ وغیرہ ۸۸ ہزار رکھیشروں اور دیورشیوں
 نے جلیہ کا آغاز کیا۔ وید منتروں کی آواز سے پرتھوی اور آکاش
 گونج گئے +

ادھیائے ۹

جلیہ میں سری کرشن جی کے اعزاز پر

چندیری کے راجہ ششپال کا رشک وحسد۔ شان مقدس میں گستاخیاں بھیم سین کا جوش و خروش۔ بھیشم تپامہ کی فہمائش

ہلکیہ کے آغاز میں جب بھیشم تپامہ وغیرہ نے سری کرشن جی کے
تلاک پوجن کے واسطے رائے دی۔ تو چندیری کے راجہ ششپال
کے بدن میں آگ لگ اُٹھی وہ بیچ و تاب کھا کر باہر بلند پکارا کہ
کیوں صاحب جہاں ہم ہوں۔ جہاں راجہ رکم۔ راجہ شل۔ راجہ
درلودھن۔ راجہ دروپدا اور راجہ رکھب ایسے پرتیانی اور بیجوسی پستی
کٹ شرو منی رائے ہوں وہاں ہم لوگوں کی بے عزتی۔ ہمارے شہابی
اعزاز کی کسر شان اور اس کرشن کی منزلت افزائی۔ جو کل کا۔ کچھ جس نے
ابھی پیٹ سے پاؤں نکالے ہیں جس سے تلووں میں گائیں چراتے
کے زمانے کے ڈھٹے موجود ہیں۔ جس نے آہیروں کے ٹکڑوں سے
پردش پالی جس کی اتنی عمر کہ انھوں کے دودھ وہی چڑتے چڑاتے
ہی گزری۔ وہ کب سے راجہ ہوا۔ اور راجہ کی پوجن بھی ہونے لگی۔ نہ
باپ کا پتہ نہ اصابت کا نشان حقیقی ماموں کنس کی جان لینے میں
سعادت خرم کر کے ہفتاد و پشت کا نام اچھالا جیل کپٹ سے دیوار
پھاند کر چیری چوری جراسندھ کے یہاں پہنچا۔ اور دھوکے سے موت
کے گھاٹ اتارا۔ بہادری تب تھی جب کھلے میدان میں دودھ مالتھ ہوتے
اس ادم صرم کا حوض اگر کرشن سے نہ لیا۔ تو ششپال نہیں جوڑہ
چکھائے بغیر ہوں ایسے آہیر کے چھوکرے کو ہلکیہ کا تلاک۔ راجہ کرن
اور اور راجے ہمارے محروم۔ بس معلوم ہو گیا کہ بھیشم تپامہ سستا گئے۔

ان کی عقل جاتی رہی جو اس ٹھکانے میں اور جوں میں ناں ملاتے
ہیں سب اوچھے میں کسی کو پاس حرمت نہیں ایسے خوشامدیوں کی
بات کا اعتبار کیا۔ چا پلوسی پر تیں لغت بھیجتا ہوں جس وقت سیال
کا لے ناگ کی طرح زیر اکتلا ہوا شیر کی طرح گرجا۔ عقل میں سنا اچھا کیا
سب حاضرین سر ہی کرشن جی کا منہ مانگے لگے۔ انتظار تھا کہ کبھی زبان
مبارک سے کیا پھول پھڑتے ہیں وہ شربت کا گھونٹ پی کر چپ رہے۔ لیکن
راجہ جہدھنٹر نے فرمایا کہ:-

راجہ سیال آپ کا یہ خیال تمام ہے میں تمام راجوں کی شش
رگ رگ سے واقف ہوں ہر ایک کی جڑ بنیاد و جھجھ کو معلوم ہے جس کا
کہو کچا چٹھا بیان کر چلوں کیا آج کوئی کسی بات میں بھی سر ہی کرشن چندر
کی ٹکڑے لے سکتا ہے۔ ویدوں کی واقعیت میں کمال۔ دھرم شاستر
پر کامل عبور۔ راج نیت کو ذات والا صفات پر ناز۔ دست قدرت میں اعجاز
وہ بڑے طاقتور پیدا کنندہ۔ جوش شجاعت بجز غارتناہاروں میں ترناج
میں شیر دلوں کا نام سے پتہ پانی پانی ہوتا ہے۔ دولت مندوں کے لئے
تقر فیض اثر کیمیا کا کام دیتی ہے۔ دیوتاؤں میں افضل مانے جاتے
ہیں۔ پیکر خضریٰ میں ذات اقدس نے بان ڈال رکھی ہے۔ پھر
ان کی شان میں یہ کلمات گستاخانہ۔ بھیشم تیامہ کا فرمانا پتھر کی ٹمک
ان کی عقل میں روگ لگانا ناقص العقل۔ کچھ بھیشم جی ہی نہیں تمام
رشی متی یک زبان ہو کر تائید کر رہے ہیں۔ پھر حیلہ و حجت کیا؟

شسیال۔ آفرین راجہ صاحب۔ آپ بھی خوشامد کی لینے لگے
بھلا فرمائے تو سر ہی کرشن جی کب سے راجہ ہوئے ان کے باب
وادوں میں سے کسی کو بھی مانع سر پر رکھنا نصیب نہ ہو گا۔ کون نہیں جانتا
متھل بند رابن اور گوگل کی کھائیں چراتے چراتے پاؤں ٹوٹے جیل فریب
سے کچھ اس کا کچھ اس کا مال مار کر مالدار بن بیٹھے۔ گرجا سرخاب کے پر
لگ گئے بھیشم تیامہ کی عقل میں ضرر و فتنہ ہے یہ مایا خولیا کی سی

باتیں کرنے لگ گئے۔ ان کے قول و فعل کا کچھ سرسیر نہیں جو باور کرے
وہ بیوقوف +

بھیم سین کو یہ الفاظ سننے کی تاب نہ رہی نہ روپ کر کھڑا ہو گیا اور
کہا کہ راجہ ششپال کا یہ منہ کہ ہمارے بزرگ فائدان بھیشم جی کو سخت
سست ہے اور مہاراج کرشن جی کو کانیاں دے یہ ہمارے پتا مہی کی
طاقت اور فہم و فراست سے واقف نہیں نہ کرشن جی کے پرتاب کو نظر میں لانا
ہے اے راجہ ششپال تو اپنی عقل خود ٹھیک کر آٹکھن بنو اگر آٹکا کن آٹکابوں
کی روشنی نظر کر سکے دھرم شاستر کا قول ہے کہ مہاتما اور ہری ہر کی مذمت
کرنے والے کی زبان گدی سے کھنچ لینا عین دھرم ہے۔ اگر یہ ممکن نہ
ہو تو اپنے کاتوں میں انگلی دے کر اس جگہ دم بھرنہ ٹھہرے جہاں مذمت
ہوتی ہے ششپال تیری یہ گز بھر کی زبان۔ آف اوہ۔ ایسا غرور
بڑا مرد ہے تو سامنے آ جا۔ ابھی تیرے ہوش و حواس ٹھیک
کروں +

بھیم سین کو بھراٹو اویکھ کر بھیشم جی نے روکا اور سمجھایا کہ یہاں
جو ہیں سب تمہارے مہمان ہیں ان کی کھری کھوٹی سن پتے میں بھی
کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ملک میں حصے کو پاس پھٹکنے نہ دیتا چاہئے۔
راجہ ششپال جو کہتا ہے کہ اپنے دو سمجھ لو کہ اس کی عقل ایسی ہی ہے
کرشن جی جی جی کے اوتار میں ان کی عزت رشی مہی پہچان سکتے ہیں۔
ششپال اوندھی کھوپری کا آدمی نہیں سمجھتا۔ تو اس کا قصور نہیں
عقل کا قصور ہے۔ اس میں سری کرشن جی کی پیٹی کیا؟

گر نہ بیند بروز شپہ چشم
چشمہ آفتاب راجہ گناہ

چاند پر خاک نہیں پڑتی ۵

تف بردے تلک بردے خود است
مہ نورے فتاند و سنگ بانگ مے زند

ادھیائے ۱۰

شش پال کی ایک سو ایک گستاخیوں
پر سری کرشن جی کا جوش غضب۔ سو دشمن چکر
کی خونریزی ششپال کا قتل۔ استی

بہر ہی بھیم سین بھیشم تپامہ کی فہمائش کو مان کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے
اپنے غصے کو ضبط کر کے سر عبودیت خم کیا۔ مگر سپال اسی طرح اکڑا
رہا زبان قہجی کی طرح چلتی اور کلیجوں میں کاٹ کرتی رہی۔ اس کے سر
پر موت کھیل رہی تھی اور وہ پورے ہو چکے تھے۔

ہو تہا ہر دے بسے بسر جائے بدھ

کا معاملہ پیش نظر ہوا۔ بھیشم جی کے الفاظ گرم توڑے کی بوند ہو گئے۔ سری
کرشن جی کی خاموشی نے اسے اور اشتعالک دی اور وہ بدستور بڑبڑ
کرتا رہا۔ اس کی زبان وہی الفاظ دوہرا رہی تھی جو پہلے سیامعین کے
گوش گزار ہوئے تھے۔ واہ واہ پکار کر کہہ رہا تھا کہ بھیشم تپامہ کی عقل
ماری گئی ہے۔ ان کو اوتیج بیج سمجھنے کا دماغ ہی نہ رہا۔ بڑھاپے نے
مغز خالی کر دیا۔ ان میں رائے دینے کا دماغ کہاں میری بات پھر
کی بیک ہے۔ پر ہما کا اکثر ہے جو زبان سے نکلیگا۔ اس کی کوئی
ترویج نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کرشن آٹھ دس برس تک
مند و غیرہ کی گالیوں کا چروانا نہیں رہا۔ کیا کوئی ایمان چھوڑ کر کہہ سکتا ہے
اس نے گوالوں کے بہاں وعدہ وہی نہیں چرایا۔ کیا نرے کی بات ہے

اگر کوئی نند کا بیٹا کہتا ہے تو کوئی بسدیو کا فرزند کسی کو خبر نہیں کہ صدیت
کیا ہے جس وقت سپال نے پہل کی تھی اُس وقت سری کرشن جی نے
فرمایا تھا کہ ایک سو ایک کلمات تک اختیار ہے سپال جو چاہے کہہ لے۔
منبط کروں مگر اس کے بعد زبان چلیگی تو سودرشن چکر بھگوا اور اس کی گردن -
سپال نشہ نخوت میں چور تھا۔ موت سر پر سوار تھی کسی کے سمجھانے
سے نہ سمجھا۔ اپنی ہی ایڑ لگاتا رہا۔ کرشن جی ایسے کرشن جی ویسے۔ گوالوں
سے وہی دودھ کی بھیک مانگی بکائیں چرائیں۔ ولہریت کا پتہ نہیں۔ راجہ
کنس کو فریب سے قتل کیا۔ جواسندھ کی دغا بازی سے جان لی۔ وغیرہ
وغیرہ۔ انہیں قسم کے الفاظ کا دریا اُمتد تا چلا آتا تھا۔

ادھر شپال کی زبان سے غیر مہذب کلمات نکل رہے تھے۔ ادھر
کرشن جی لکیریں کھینچے جاتے تھے کہ اب یہ نکالی تلخوں کی بسولکیروں تک
انہوں نے کچھ سانس ڈکارنے کی ممتہ پر خاموشی لگائے کان دیا کئے ایک
ایک لفظ سنا کئے۔ مگر جب ایک ایک کی تعداد پوری ہو گئی۔ تب سامعین
سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں ایک سو ایک مرتبہ طرح دے چکا ہوں۔ مگر پھر
بھی سپال کی زبان چلی جاتی ہے۔ اب میں بری الذمہ۔ ابھی اس کا سر
زمین پر لوٹے دکھائی دیتا ہے یہ فرما کر جوش غضب میں سودرشن چکر بھگوا کہ
پھینکا تو سپال کے سر پر ہی تھا۔ پہلی ہی زد میں گردن دھڑ سے
جدا ہو گئی۔ اور دھڑ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔

اس وقت سودرشن چکر کی روشنی عجیب خوفناک تھی کیا رشی کیا
منی کیا راجے کیا مہاراجے اس کی صورت دیکھ کر کانپنے لگے جابین ستر کوٹھوں میں
چھپنے لگیں۔ ہوش و حواس بالکل غائب تھے جس کو دیکھویت بنے بیٹھا تھا
سب بال نقش و دیوار نظر آ رہے تھے معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ بدن میں سانس
ہے بھی یا نہیں۔ ہر شخص کی بوٹی بوٹی اور کلیجہ تھر تھر کر ممتہ کو آتے معلوم ہوتا
تھا۔ یہ خوفناک حالت دیکھ کر ویدرشی ناروا درشتشت ہی وغیرہ بڑے ادب
سے سامنے آئے اور بڑی عاجزی سے منت و سماجنت کرنے لگے کہ

مہاراج آپ تینوں لوگ کے مالک ہیں جگدیش اور بشمیرپ کا خطاب ہے۔ ترلوک آپ کے دست قدرت کا ایک کرشمہ میں بشمیر کی رشی مٹی صرف آپ کے درشنوں کی خواہش میں ہزار ہا برس تک تپشیا کے چولا کھلا دیتے ہیں۔ مگر آرزو پوری نہیں ہوتی کیا یہما کیا بشوپ کیا اترو کیا کو پیر کیا یم جتنے دیوتا ہیں کسی کو آپ کے دریائے قدرت کی تھاہ نہیں ملتی۔ برہم لوگ فرق مبارک ہے۔ سورج، چاند آنکھیں۔ جب زمین بار گناہ سے بوجھل ہو جاتی ہے تب آپ پتو مارے کر بھگتوں کو تار تے اور پاپیوں کو مار کر کاؤ زمین کا بوجھ اتارتے ہیں جب ہرن کشپ نے زمین و آسمان سر پہ اٹھایا۔ آپ نے بارہ کے قالب میں ظہور فرمایا کہ منزائے کفر و ی۔ پہلا د کے بچانے اور ہرنا کش کے مارنے کو ترنگھ روپ کا جلوہ دکھایا۔ رام اوتار میں ساکار ہو کر راون کنبھہ کرن کھروکھن ترنگھ وغیرہ راکشوں کو قتل کیا اور بھگبھیکن وغیرہ اپنے بھگتوں کے کشٹ کاٹ کے صاحب تاج و تخت بنایا۔ اب ذات مقدس شیا م سندرمیری برنج چند آئندہ کہلاتے ہیں کنس ایسے سر حلقہ کفار جہا سندھ ایسے شہر و تاجدار اور سپاہ ایسے بہادر ضیغم شکار کو ایک آن و آمد میں نیست و نابود کر دیا آپ کی نظر عاطفت کے خواستگار ہیں۔ ایسی توجہ فرمائے کہ راجہ جیدھنٹر کا جگہ بخریت تمام انجام کو پہنچے +

ادھیائے ۱۱

شش پال کی کیفیت سری کرشن جی کی
زبانی۔ جگہ کی رونق اور شان و شوکت کی کیفیت

مختصر کیفیت

بیشیم پائن کا بیان ہے کہ سپہال کا سر اڑنے پر مارا و منی بٹشت
 کو تم ویاس وغیرہ ہمارے شیوں نے اُستنتی کر کے سری کرشن جی کا غصہ فرو
 کیا تو ہمارا جہد مدوح انسان سکڑائے اور زبان فصیح ترجان سے گوہر فشان کی کہ
 صاحبان! میری مادر مہربان رانی دیو کی اور سپہال کی ماں بہنیں ہیں
 ایک روز دونو بہنوں سے ملاقات ہوئی میں اپنی ماما کے ساتھ تھا اور
 سپہال اپنی ماں کی گود میں سپہال کی اس وقت عجیب ہیئت تھی چہرے
 پر تین آنکھیں اور جسم میں تین بازو۔ سب کو حیرت تھی کہ یہ عجیب الخلقہ
 لڑکا کہاں سے آگیا۔ اتفاقاً ماروجی کا ادھر گزر ہوا۔ انہوں نے ٹپکلی و
 صحت دیکھ کر فرمایا کہ لڑکا بے تو اقبال مند۔ مگر اس کی موت اُس شخص کے
 ہاتھ بدی نکلتی ہے جس کی گود میں اس کے زائد اعضا گر جائیں۔ یعنی
 ایک ہاتھ اور ایک آنکھ نادر ہو جائے جس وقت میں نے اپنی مہر سی
 یعنی سپہال کی والدہ کے قدم چھوئے، تو رسم محبت سے میں نے
 سپہال کو گود میں لے لیا۔ گود میں لیتے ہی ماروجی کا بچن ٹھیک ہوا
 یعنی سپہال کے عضو زائل ہو گئے۔ اور تین ہاتھوں کے عوض دو
 ہاتھ اور تین آنکھوں کے عوض دو آنکھیں باقی رہ گئیں۔

یہ اہنباد دیکھ کر موسیٰ رسپہال کی ماں، گھڑی اُس نے سمجھ لیا کہ بس اس کا
 قاتل میں ہی ہونگا۔ وہ مجھ سے بہت گڑ گڑائی اور نہایت ہی عاجزی سے بولی کہ:-
 دو کرشن چندر۔ یہ میرے کلچے کا ٹکڑا اور تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔ اس
 پر ہمیشہ نظر عنایت رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت کوئی بات ہو جائے۔
 میرا یہ جواب تھا کہ آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں میں اپنی طرف
 سے کوئی بات نہ کرونگا۔ اور اگر سپہال کی طرف سے سامان عداوت
 ہونگے تو ایک سو ایک رتبہ طرح دونگا۔ کچھ نہ بولونگا۔ میری موسیٰ کو
 اس جواب سے اطمینان ہو گیا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ بھلا ایک سو ایک بار
 کون قصور سرزد ہو سکتا ہے مگر یہاں کے اکثر کہیں مٹے ہیں۔ شدنی ہو کر

رہتی ہے۔ بس پال کی موت یونہی پدی تھی۔ اس کی زبان نہ رکی۔ ایک سو ایک خطائیں گنا کے چھوڑیں۔ اور آخر جو نتیجہ ہوا وہ آپ کے سامنے کی بات ہے۔ عیاں راجہ بیاں سپال مجھ سے نامعلوم کپ کا جلا ہوا بیٹھا تھا۔ یہاں آیا تو جواسدھ کا عوض لینے کی سمائی۔ میں نے اس کی خواہش پوری کر دی۔ اور جواسدھ ہی کے پاس پہنچا دیا کہ وٹاں چین سے رفاقت کرے۔ اچھا اب اس کی مٹی بھی ٹھکانے رکھا دینا مہاراجہ۔ فرض ہے بس اس کی لاش چنار پر پھونک کر ہڈیاں چننا جی میں پھنکوا دی چادیں اور جگہ کی کاروائی شروع ہو۔

راجہ جدرھشٹر نے سپال کے رفیقوں اور ملازموں کو حکم دیا۔ انہوں نے جہنا کے کنارے لاش جلا دی اور یہاں سری کرشن جی کے حکم سے راجہ جدرھشٹر نے سپال کے بیٹے کو چند بری کے سخت حکومت کا مالک بنا کر تلک کر دیا۔ جس جگہ سپال کی نشست تھی۔ وٹاں کی زمین صاف کر کے لپی گئی۔ پیپے کے بعد آگ کا اڈا دیا۔ گیا۔ کہ ناپاکی جاتی رہے۔ اور سپال سے چھٹی پا کر سب جگہ کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے سری ششٹ جی نے کرشن چندر مہاراج کو جلاؤ سنگھاسن پر بیٹھایا۔ بعد ہاروا اور رشیوں غیوں نے مہاراج جی کے جبین نور آگین پر تلک لگانے کے بعد پھولوں کا مالاریب لگو کیا۔ اس کاروائی کے بعد پانچوں پاتھوٹھے۔ اور مہاراج کرشن دیو کو پھولوں کے بالے پہنا کر باقاعدہ پوجا کی۔ اس وقت عجیب نظارہ تھا۔ دیوتا آکاش سے پھول برسار رہے تھے۔ بیہشٹروں کی سہاؤنی آواز کانوں کو اترت پلا رہی تھی۔ سنگھ کے شور سے آکاش کو رخ اٹھا۔ ہون کے شعلوں سے عالم نور نظر آنے لگا۔ سپت رشی وید منتر پڑھتے جاتے تھے۔ اور ہون اور آواہن کی برکت سے ویدنا لک آکاش سے ملے آتے تھے۔ برہما شوگنیش سوام کارنگ۔ اندر برن۔ دھرم راج۔ کوہیز۔ آگن دیو سب اپنی اپنی باہنوں پر سوار اپنی اپنی شکتیاں ساتھ لے

موتے رونق افروز ہوئے سب نے آکر سری کرشن جی کو ڈنڈوت کی جڑاؤ
 سنگھا سنوں پر جلوس قرایا تمام راجے مہاراجے پوری شان و شوکت
 کے ساتھ اپنی اپنی نشستگاہوں پر جلوہ افروز تھے جگہ کی وہ رونق
 تھی کہ قلم تصور پہنچ نہیں سکتا یہ وہ عظیم الشان جگہ تھی جو روئے
 زمین پر چشم فلک نے نہ دیکھا۔ اس کی عظمت نے تمام دنیا میں راجہ
 مدھشٹر کی دھوم مچا دی۔ جگہ ختم ہوئے پروان شروع ہوئے سونے سے
 منڈھے ہوئے سینکڑوں کی ایک لاکھ نکائیں رشیوں مینوں کی ندر کی
 نکٹیں۔ بہیم بھونج ہوا۔ زرو جواہر سے غریب غریبا مال کٹے کٹے
 اور اس طرح بڑی دھوم دھام سے جگہ سمپاٹ ہوئی۔
 اس موقع پر اندر پرست کی رونق کا کیا کہنا۔ کھلی کھلی کوچہ کوچہ چھٹی
 کی دہن کے سنگار کا نظارہ پیش نظر کرتا تھا تمام راجہ سے لیکر پر جا
 تک کے مکانات پر ایہ عرو سے آراستہ و پیرامنتہ تھے۔ گھر گھر مندواروں
 کی بہار رنگ رنگ کی دھچاؤں پتہ کاؤں سے کیفیت سیر کلزار شہر
 کے ارد گرد کئی کئی کس تک تینو قعات۔ نمگیرے۔ شا میلانے
 خیمے۔ چھولداریاں۔ جگہ جگہ باغوں میں باغیان۔ قدرت کی گلکاریاں
 دیوتاؤں کا جھلکنا۔ گندھربوں کا ہجوم۔ اپسراؤں کا مجمع کنہڑوں سمیلا
 رات دن شہر کی رونق بڑھانے رہتا تھا۔ سری کرشن جی کے واسطے
 دولت پر بھیڑ لگی رہتی تھی گروہ کے گروہ ورشن کے لئے ڈٹے رہتے
 تھے غرض کہ عجیب کیفیت تھی اور طرفہ نظارہ۔

ادھیائے ۱۲

راجہ جدھشٹر کی عمارات کی سیر میں سیر طلسمی

صنعتوں میں دھوکا کھانے سے دریودھن اور
شکنی کی شرمندگی۔ بغض و حسد وغیرہ

راجہ دھرتراشٹ اور ان کے فرزند راجہ جدھشٹر کے ملک میں شریک
تھے۔ سب کی زبانیں بھی شریک حش تھیں جب جگہ سے فراغت
ہوئی تو راجہ جدھشٹر نے دریودھن وغیرہ اپنے چھپرے بھائیوں کو
ان عجیب و غریب عمارتوں کی سیر کرائی جو مایا سر نے پڑی نداشت
اور عمدگی سے تیار کی تھیں۔

راجہ جدھشٹر کو خیال تھا کہ اس کے چھپرے بھائی عالیشان
تعمیرات کی سیر سے خوش ہونگے۔ مگر نہیں ان سے دل میں گروہ پڑی ہوئی
تھی وہ دل ہی دل میں راجہ جدھشٹر کے عروج سے جل رہے تھے عمارتوں
کی خوبیاں دیکھیں تو اور بھی آتش بغض و حسد بھڑک اٹھی جس وقت
جگہ سمایا کر کے ویاس جی رخصت ہوئے تھے انہوں نے صاف الفاظ
میں کہہ دیا تھا کہ تیرھویں برس چھریوں کی خیر نہیں۔ سب مر مشینگے
راجہ جدھشٹر کو اس پیشینگوئی سے نہایت تشویش ہوئی اور بھیم سین
ارجن۔ سہدیو۔ نکل سے زکر کیا سب فکر مند ہوئے مگر پارہ کیا لہذا
چپ لگائے سب ہماروں کی رخصت کے بعد راجہ جدھشٹر نے
دریودھن وغیرہ چھپرے بھائیوں اور شکنی کو راج محل راج سبھا اور
دوسری عجیب و غریب عمارتوں کی سیر کرائی۔ سب اہل سیر اس نظارہ
دل فریب سے نہایت ہی خوش ہوئے نظر جس طرف مٹھتی تھی
آنکھوں کو آئینہ حیرت نہا دیتی تھی۔ اب شدنی دیکھتے جس وقت
دریودھن وغیرہ راج محل کے صحن کی طرف چلے تو عجیب واقعہ پیش
آیا۔ مایا سر نے اس صحن میں بلور کے فرش کے حوا اور اس میں
وہ طلسمی منحت دکھائی تھی کہ جو وہی دریودھن اور شکنی وہاں پہنچے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ پانی کی چادر چل رہی ہے۔ اس وقت کے میں انہوں
 نے اپنے اپنے دامن سمیٹے اور بڑی احتیاط سے اپنی دانست میں
 اندر قدم رکھا۔ پورے فرش میں ایسی چمکا ہٹ مٹھی کہ فوراً ہی
 پاؤں پھسل گیا۔ اور دونوں زمین پر چپت ہو گئے اس وقت ان کو
 ایسی ندامت ہوئی کہ چہرہ عرق عرق ہو گیا۔ مگر علاج کیا۔ اب یہ وہاں
 سے دوسری طرف چلے تو دوسرا جگہ ہوا۔ اس مقام پر ایک پانی کا حوض
 اس صنعت سے بنایا گیا تھا کہ پانی کی چادر فرش زمین نظر آتی تھی۔
 دریو دھن اور فشکنی بے تکلف بڑھے چلے گئے۔ تو قدم حوض میں جا پڑا
 دونوں کے دونوں پانی میں غوطہ کھائے گئے تو سارے کپڑے تر ہو گئے
 میں اوپر سے تھپتے کی آواز آئی۔ نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو روپدی اور اسکی
 سکھیاں کھٹکتے نکار رہی ہیں۔ دریو دھن اور فشکنی دل میں کٹ گئے اور
 روپدی وغیرہ کے قہقہہ لگانے کا بہت ہی رنج ہوا۔ اب یہ آگے بڑھے
 کہ ایک دیوار کے پاس گئے جس میں بلور پر نقاشی کا نہایت ہی عمدہ کام
 تھا۔ گل بوٹوں اور نقش و نگار میں کچھ ایسی صنعت کی تھی کہ دیکھنے
 والے کو صاف ایک دروازہ نظر آتا تھا یہاں بھی دونوں کی عقل نے
 کچھ کام نہ کیا۔ اور دروازہ سمجھ کر اندر داخل ہونے لگے۔ دریو دھن کے
 سر میں ٹکڑ لگی۔ اور وہ شرمندگی سے پیچھے ہٹے وہاں دروازہ تو تھا ہی
 نہیں بھیم سین سے ضبط نہ ہوا۔ پیش پڑا سا کھڑی راجہ جھٹھر وغیرہ اور
 بھی تھپتے لگے۔ ادھر ادھر کا جگہ دھڑکا کھانے کی ندامت اور جھڑپ
 کی شرمندگی۔ اس پر روپدی اور پانچوں پاندووں کے ہنسی قہقہے سب
 باتیں اگلے بھٹک و جھڈ کے لئے آگ پر آہوتی کا کام کر گئیں دریو دھن اور
 فشکنی کو نہایت ہی رنج ہوا۔ جیوں تیوں سیر سے فراغت کر کے قیام گاہ
 میں آئے۔ یہاں سہارو نے پوشاک بدلائی عمدہ سے عمدہ کھانے
 کھلائے اور وہ تمام سحائف وہ تمام حسینان برجین وہ گندھری گھوڑ
 سفید مٹھی وغیرہ دکھائے جو بھیم سین وغیرہ وقتاً فوقتاً ناگ بوک وغیرہ

سے لائے تھے۔ اور جو فتوحات اور ملک گیری میں داخل خزانہ شاہی ہو گئے تھے۔

اب ایسراؤں کا نایج شروع ہوا۔ مگر دیودھن وغیرہ کے دل پر بغض و حسد نے ایسی چھریاں پھیر دی تھیں کہ کچھ نہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ آخ آہ۔ اتنی دولت اتنی ثروت۔ اتنا مال اتنا شناع یہ شوکت شاہی بہ شان عالم پناہی غرضیکہ ایک ایک چیز ان کے دل میں کھٹکتی تھی اور دل ہی میں کڑستے تھے۔ کہ یہ سب پاندوؤں کے عروج کے ساز و سامان تباہ و برباد ہو جائیں۔

یہ لوگ دشت تھے۔ سخن نہ تھے۔ خراب لوگوں کا فاصدہ ہوا ہے کہ پرانے عروج پرانی دولت دیکھ کر چلتے رہتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ ایشور کی دین ہے اس میں کسی کا امبارہ کیا۔ اچھے لوگ اگر کسی کو دھنی دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے ایک بھنس پر ایشور کی مہربانی ہوئی حسد کرنے سے کسی کی دولت فاسد کے ہاتھ نہیں آتی۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ وہ مفت کی کوفت مول لے لیتا ہے۔ اگر وہ حسد نہ کرے تو ایشور اس سے خوش ہوتا ہے اور اسے دنیا کی فکر وں سے آسودگی رہتی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترمنہ تھا۔ اب سنئے کہ دیودھن راجہ بدھشٹر سے رخصت ہو کر ہستنا پور واپس آئے تو رات دن اسی حسد کا چرچا ہر وقت یہی بغض کی باتیں سب چٹڑال چو کر دی اکٹھا ہو کر مشورت کرنے لگی کہ کسی نہ کسی طرح سے راجہ بدھشٹر کی دولت ہتیا نا چلبے سب سے بہتر تدبیر تو جوئے کی ہے بدھشٹر ہم سے کسی طرح سربرہ نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ حکمت عملی چل جائے تو بس پربارہ ہیں۔ پاندوؤں کے اخراج میں فرق ہی نہیں۔

ادھیائے ۱۳

دریودھن کا پانڈوؤں سے حسد و دولت و سلطنت
چھیننے کے لئے تجویز۔ راجہ دھرتراشٹ سے
چوسر کھیلنے کی اجازت۔ راجہ دھرتراشٹ
بھیشم پتاماہ اور بدرجی کی نصیحت

جب دریودھن دل ہی دل میں جہل بھین کر اس فکر میں ہوا کہ جس
طرح ہوا راجہ چدھشٹر کو ننگرٹی بندھوا کر چھوڑوں تب زندگی کا بطف ورنہ
بیتا اکا رہا اس وقت اس کے ماموں قندھار تریش کے بیٹے ہنسکئی
نے کہا آپ گھبرائے کیوں ہیں۔ میں تو سب کو ننگیا لونگا۔ اور ساری
دھن دولت راج پاٹ آپ ہی کو دلوں کروں لوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ
میں پکا جواڑی ہوں۔ چوسر کا کھلاڑی ہوں کیسا ہی پانسے کا دھنی
کیوں نہ ہو میری گٹھوں سے اس کی ایک پٹیں نہیں جاسکتی۔ یہاں
پوبارہ ہوں وہاں تین کانے۔ کھیلتے کھیلتے وہ چھوٹ کر رہے کہ چھ
تین تو پٹجی اور چھکڑی تو دو گیارہ ہو جائے۔

لڑائی بھڑائی میں پسند نہیں کرتا۔ اس وقت چدھشٹر کو ابیشور
نے سب سامر تھوڑی ہے۔ اس کے بھائی ایسے سو رہے ہیں کہ ایسے
ویسوں کو تو پٹیں ہی کے رکھ دیں۔ اس سے کام وہ کرو کر سانب
مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے راجہ چدھشٹر کو بھی چوسر کھیلنے کی علت ہے اس کو

بلاؤ اور چومر کا میدان بدو میں ایسے بنا بنا کر پانے پھینکوں کہ بازی
میر سے ہی ناخضر رہے دوپانسوں کے چھت پت میں سارا فیصلہ
ہو جائیگا تو سہی۔ بدھشٹر کے پاس ایک جھنجنی نہ چھوڑو لگا چھتری
جوے اور بدھ سے متہ نہیں موڑتے۔ تم راجہ دھتر تراشٹ اپنے تپا
سے کہہ کر پانڈوؤں کو بلاؤ۔ چونسر بھی۔ دوچار پانسوں میں نو تنگیا کے
چھوڑو لگا۔ ایسے ایسے پانسے چت کروں کہ بدھشٹر کی بساط سلطنت
اٹ جائے اور قسمت کا پانسہ پلٹ جائے۔ اس سے آسان نہ میر
اور کوئی نہیں۔

دربودھن وغیرہ نے یہ بات سنی۔ تو پھر ٹک اٹھے ہر طرف مدائے
آفرین بلند ہوئی کہ واہ کیا تدبیر تپائی ہے۔ آنا اس سے بڑھ کر حکمت
عملی اور کون ہوگی۔ بہت ٹھیک۔ بہت ٹھیک۔ عقلمندی اسے
کہتے ہیں۔ دانشمندی اس کا نام ہے۔ اگر چال بن پڑی تو بس مار
لیا۔ اسے حسب منشا تھی۔ صلاح مرضی کے موافق رہے بالاتفاق
صدا کیا۔ اور اسی وقت سب کے سب راجہ دھتر تراشٹ کی خدمت
میں جا پہنچے اور متفق اللفظ ہو کر گزارش کی کہ

وہ ہمارا راج اب تو ہماری شوکت شاہی و سلطوت عالم نہا ہی پر
پانی پڑ گیا راجہ بدھشٹر نے راجسویہ بگیکہ کر کے ہم سب کے سر جھکا دیے
ہم کو منہ چھپانے کے لائق نہ رکھا۔ نہ دولت کا شمار نہ دھرت سلطنت
کی مدجواہرات سے کوٹھے بھرے پڑے ہیں۔ وہ بیکریوں کی طرح
ڈھیر ہے۔ سونے چاندی کے سوا اندر پرستھیں کچھ نظر ہی نہیں آتا
وان پن کی یہ کیفیت کہ بھکیاریوں کو بھی سونے چاندی کے برتنوں میں
کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کون ہے جس کا رویے اشرفی سے۔ جی
نہیں بھر جاتا۔ اس وقت تمام دنیا کی نفائسات راجہ بدھشٹر کے
خزانے میں موجود ہیں جو راجے آئے ایسے تحفہ تحائف لائے کہ دیکھ
کر حیرت ہوتی ہے۔ کہاں ہم۔ کہا پانڈو وہ ہمارے ہوتے پانڈوؤں کا

یہ عروج یہ نہ سمجھئے گا کہ کسی کی بڑھتی دیکھ کر جلتے ہیں صرف یہ دیکھا نہیں جاتا کہ ہم صاحب تاج ہیں ہم مالک سرزمین اور ہمارے ہوتے جبرِ حشر ہم سے بڑھ جائے آپ نے اس کو اندر پرستھ دے کر ہم لوگوں کا سر نیچا کر دیا۔ ازماست کہ براست آپ کو خود ہی منظور تھا کہ اپنے بال بچے دڑو گھٹو رہیں اور جبرِ حشر کا زلزلے میں ڈنکائے ور نہ ہمارے سامنے اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ کہاں آفتاب کہاں درہ۔

راجہ دھرتراشت۔ صاحب زادہ تمہارا یہ خیال یہودہ ہے۔ کسی کی ترقی دیکھ کر حسد کرنا بڑا گناہ ہے۔ اگر جبرِ حشر کو آج یہ عروج حاصل ہوا۔ تو آخر تمہارے ہی بھائی ہیں۔ ان کی ناموری سے تمہاری عزت ان کی شہرت سے تمہاری شہرت ہے پھر تمہیں یہ فاسد خیال کیوں۔ درلودھن۔ آپ سپرھے سادھے بزرگ۔ آپ کے آنہوں نے قدم چوم لئے۔ اور آپ خوش ہو گئے۔ ہم لوگوں کے دل سے پوچھئے کہ جان پر کیا گزر رہا ہے آپ نے جبرِ حشر کو اس قدر بڑھا دیا کہ ہم اس کے نوکر چاکر دل کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ نہ کہئے کہ ڈوب مرو نہکھیا کھا لو۔ ہیرا چالو اب میں اس سحر کی سے پروا نہت کیئے کی طاقت نہیں رہی۔ بہتر ہے کہ اس کا دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔

راجہ دھرتراشت۔ میں تو فیصلہ کر چکا ہوں۔ بستنا پور تمہارا اندر پرست پانڈوؤں کا اور کیا چاہئے؟

درلودھن۔ اسی فیصلے نے تو ہم لوگوں کا ستیاناس مار دیا افسوس آپ کے جیتے ہی ہم لوگوں کی یہ دردِ شاہ اور موت اگر اس وقت نہ آئی تو کب آئیگی؟

راجہ دھرتراشت۔ بیٹا۔ یہ باتیں کیسی۔ یہ واپسیات خیالات کیا۔ آخر کہو تو کیا چاہتے ہو؟

درلودھن۔ لڑائی بڑائی سے تو کچھ کام نہیں ہیں سیدھی انگلیوں گئی نکالنا چاہتا ہوں کہ آپ کے برخلاف بھی نہ ہو اندر و لغت تک بھی تو تب نہ پہنچے

راجہ دھرتراشٹ۔ تو کہونا کیا سوچا ہے؟
دریودھن۔ مجھے ہوس ہے کہ ایک دفعہ راجہ دھرتراشٹ سے
جوا کھیلوں
راجہ دھرتراشٹ۔ جوئے سے بڑھ کر کوئی یراس کام نہیں۔ مارتا ہے
جوئے کے نام سے بیل 4

دریودھن۔ باشندہ مگر میں ایک دفعہ ضرور جوا کھیلونگا۔ یا ادھر یا ادھر
راجہ دھرتراشٹ۔ دریودھن دیکھنا ان باتوں میں گھرتیا ہو جائیگا۔
اب تک بہت ہو چکی ہے۔ اب اور کیا کرنا چاہتے ہو جیم سین کو زہر کھلایا
دریا میں پھینکا۔ پانڈو سون کھینچے رہے۔ اپنی کچھ نہ بولے۔ تم
نے لاکھا مندر بنانا پھونک دیئے میں کوئی کسرتہ چھوڑی۔ وہ اس کو
بھی پی گئے۔ خیر نہ ہوئی۔ اس طرح مثال گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔
ان کا اقبال نیز تھا نہ جانے کیسے بیخ نکلتے ان عداوتوں کے ہوتے
یہی آہنوں نے راجسوپہ جلیگہ میں تمہاری جیسی خاطر داشت کی تمہارا
ہی دل جانتا ہو گا۔ آہنوں نے تمہاری عزت افزائی کے لئے اپنا
خزانہ سپرد کیا تمہارے دل میں صفائی نہ تھی تم برا چیتے تھے۔ خوب
من مانا روپیہ لٹایا۔ تمہاری نیت تھی کہ ایک نہ رہنے پلے مگر ان
کو ان کی نیت پھلی۔ کروڑوں اربوں روپیہ لٹ جلتے پر بھی ان کا خزانہ بھرا
پڑا رہا۔ ایک کونہ بھی خالی ہونا نہ پایا۔ تم برائی پر تھے۔ ان کے اقبال اور
نیکوں نے تمہاری برائی کو ان کے لئے بھلائی کر دیا۔ اور وہ جتن ہوا۔ کہ
ان کے دھرم کرم دان کے ڈنکے بج رہے ہیں وہ تمہارے ساتھ اس
نیکی سے پیش آئیں اگلی کچھلی دشمنیوں کو نظر انداز کریں اور تمہارے سر
سے عداوت کا بھوت نہ اترے افسوس آج پھر وہی سبق لے بیٹھے۔
معلوم نہیں کیا ہو رہا ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتفاقاً بھیشم جی اور بیدر جی بھی تشریف
لے آئے اور تقریر کے پہلو سمجھ کر افسوس کرتے لگے کہ ہائے دریودھن کی

عقل کہاں ماری گئی ہے نہ جانتے اس کو کیا سمجائی ہے کہ پانڈوؤں کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے۔ بدرجی یو لے:-

پیارے دریودھن بارہ برس کو بیہ کیا۔ سولہ برس کو قید کیا۔ تم بچے نہیں کہ کوئی تمہیں سمجھائے، ایشور کے فضل سے صاحب عقل ہو۔ اوجن پنج سمجھتے ہو۔ پھر یہ واسیات خیال کیسے دیکھو پانڈو تمہاری کیسی عزت کرتے ہیں۔ تمہاری عداوتوں پر کیسی چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ مگر تم ہو کر بغض و حسد سے منہ نہیں موڑتے۔ اپنی بہت نہیں چھوڑتے کورو اور پانڈو دونو بھائی بھائی ہیں خون ایک گوشت پوست ایک۔ تمہیں چاہئے کہ بھائیوں کے ساتھ بھائی کا سا سلوک کرو۔ وہ تمہارے قوت بازو ہیں۔ تم ان کے براہِ بجان برابر۔ بھائیوں بھائیوں کو آپس میں پیر لازم نہیں میل سے رہو۔ ٹھٹھا بکھڑا چھوڑ دو۔

ہستنا پوڑیں ہو وہ اندر پرست میں۔ نہ وہ تم سے کسی بات کے خواستگار نہ تم کو ان سے کسی بات کی طلب۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہارا بھائی آج اس لائق ہوا کہ سارا زمانہ اس کا مطیع و فرمانبردار ہے اس نے اپنی نہیں بلکہ تم سب کی عزت بڑھائی +

اس کے عوض تم چاہتے ہو کہ پانڈو مٹ جائیں نام و نشان باقی نہ رہے وہ بھی کس واسطے دودن کی زندگی۔ چارون کی چاندنی اور اس دولت کے واسطے جس کو نہ ثبات ہے نہ قیام +

دریہ جاسو سب جیون کو سکھ رہے نہ سسکی اک تھائیں

یہاں سے ہوان گئی چھن بھیتیر۔ جم ترور کی چھائیں

زیر دے چکے۔ دریائیں بہا چکے۔ لاکھا مندریں جلا چکے۔ کیا نتیجہ ہوا وہ ویسے کے ویسے ہی رہے۔ ایک روائ بھی نہ میلہ۔ ایک بال بھی بیکانہ ہوا۔ ناں تم نے بدنامی کا ٹھیکر اپنے سر پہ پھوڑ دیا۔ جہاں سنو تمہاری ہی برائی ہو رہی ہے وہ وہ یاتیں سننے میں آتی ہیں کہ کان نہیں یا جاتا۔ اب تم نے جوے کی چال سوچی ہے۔ جوئے سے بڑھ

کر کوئی کام برا نہیں۔ اس کی نار بھی نار جیت بھی نار دیکھ لیں یہ جو آوہ
 رنگ لائیگا۔ کہ سارا فائدہ ان چوپٹ ہو جائے۔ اتفاق عجیب چیز ہے
 جب تک سٹھی بندھی ہے بکھلنا محال۔ جگ ٹوٹا اندر واری سٹی۔
 راجہ نے اپنی بیویوں کے پائے نیلے۔ نگر پائے کی برائی سے
 ایک نہ چلی۔ مگر کہ وہ راجہ جد ہشت نے سارے فائدہ ان کا نام روشن کیا
 عزت سمجھو کہ بہار بھائی دنیا کا سزا ج ہے۔ اس کی وجہ سے تم بھی تریاج
 زمانہ ہو۔ کوئی تمہارے سامنے سر اونچا نہیں کر سکتا۔ اتفاق سے رہو تو
 مجال کیا تم کو راجہ جد ہشت کے نکھوں پر فک نہ دیں۔ سمجھو کہ ہم سے تمہارے کئے
 سمجھ نہیں ہو سکتا۔ سب کام یہ مشور کے ماتھے میں ہیں۔ جس کو چاہے بڑے
 جسے مرضی ہو کھٹائے۔ پرانی بڑھتی دیکھ کر حسد کرنا عقلمندوں کا شیوہ
 نہیں اس میں کوئی سے غان گھلتی ہے۔ تمہاری لیاقت نپ ہے۔
 کہ تم بھی ایک عکبالیسا کر دکھاؤ جو جد ہشت کے حکم کو بھی مات کروے قتنا
 بغض و حسد میں جوش و خروش ہے۔ اتنا ملک گیری اور حصول نیکنامی
 میں حوصلہ اور ولولہ دکھاؤ تو تمہارے نزدیک کون بات ہے۔ مشور کی
 کہ پاس سے سو بھائیوں کی طاقت ہے۔ کرن فکنتی ایسے کال کو جیت لینے
 والے بہادر تمہارا دم بھرتے ہیں۔ فوج میں چھو بنیاں ہی چھو بنیاں
 نظر آتی ہیں۔ پھر یہ جعل فریب کی بنیت کیسی تم بھی وہ لیاقت پیدا کرو۔
 کہ تمہارے قبضے میں جد ہشت سے زیادہ ملک و مال ہو جائے۔ اس میں
 بات ہی کیا ہے۔ ذرا سی بات کے لئے یہ ادھر دم کا خیال۔ پندرہ جی اتنا کہہ
 پائے تھے کہ بھیت تم تیار نہ جی تے قطع کلام کر کے کہا:۔

دریو دھن! پندرہ جی تے جو کہا وہ تو سن چکے۔ اب پورا دنیا بھلا۔ بڑھا
 بھی کچھ کہتا چاہتا ہے۔ جان دیکھو۔ تم پانڈوؤں سے بیڑوں لیتے ہو
 اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ پیار سے وہ تم سے محبت کرتے ہیں تم سے
 عداوت نہیں رکھتے تمہاری دشمنیوں کا تمہوں نے خیال بھی نہیں
 کیا وہ تمہیں اپنا بھائی ہی سمجھتے جاتے ہیں یہ سمجھو کہ بن یا اس اختیار

کیا۔ ہر طرح کے دکھ سبھی میں چھیلے۔ مگر اُن کے دل پر میل نہیں
اب اگر انہیں ایشور نے اس رستے پر پہنچایا تو تمہیں خوش ہونا
چاہئے۔ اس میں تمہاری بھی عزت ہے۔ رنج کے عوض خوشی
کو۔ اپنے ایسے لائق بھائیوں کے دست دباؤ بتو۔ اس سے تمہارا
بھی اعزاز ہوگا اور اُن کا بھی عروج۔ اگر آپس میں متفق رہو تو سب کچھ
تمہارا کیا تم نہیں جانتے کہ کرشن جی پانڈوؤں کے طرفدار ہیں جس کی طرف
کرشن جی ہوں اُس کو کون مٹا سکتا ہے اگر تم پانڈوؤں سے عداوت
رکھو گے تو نتیجہ اچھا نہیں۔ سرسی کرشن چندران کے طرفدار ہونگے اور
پھر تمہارے بنانے کچھ نہ بنگی۔ بلدیو جی کو تم اپنا مددگار سمجھتے ہو یہ خیال
یہ خیال اور وہم ہی وہم ہے۔ اول تو بلدیو جی اور راجہ جدھشٹ سے دلی
محبت ہے دوسرے اُن کو کرشن جی کا پاس ہو کر یا تمہارا۔ اگر کوئی اُن سے
بگڑے تو زمین و آسمان میں ٹھکانا اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں مفت
میں بیروں لے کر خاندان کے پیچھے پڑے ہو۔ بدرجی اور بھیشم پیامہ کی
تقریر برجستہ تھی۔ بدیدیو من وغیرہ کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکی۔
اُن کے منہ پر مہر لگ گئی اور اُس وقت موقع کو ٹال دیاں سے چل دئے۔

ادھ کے پیام ۱۴

درجودھن کا راجہ دھرتراشٹ سے جدھشٹ کی
طلبی کے لئے اصرار۔ راجہ دھرتراشٹ کی
منظوری۔ بدرجی کو اندر پرست میں روانگی کا حکم

بھیشم پیامہ بدراور دھرتراشٹ کے سمجھانے سے اس وقت تو بدیدیو من

چپ ہو گیا۔ زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔ مگر جب یار دوستوں سے بات چیت
 ہوتی تو پھر وہی خیال تازہ ہو گیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح بدھشٹر کو نیگوئی بندھاویں
 لڑائی کا دم داعیہ نہ تھا مرنے سے کام لینے کی جرأت نہ تھی۔ عقل
 جب لڑتی تھی تو جوئے پڑھتی تھی۔ ساری بھوت منڈلی روز اس بلندی
 میں عقل خرچ کرتی کہ کیسے بدھشٹر کی دولت ڈکار جائیں۔ اور کیونکر
 اندر پرست ڈوب میں آجائے۔ کئی دن تک اسی فلجان میں گزری۔ سر
 کے بھوت نے کھانا پینا حرام کر دیا۔ خواب میں بھی ساہی کے کانٹے
 اپنی تاثیر دکھاتے تھے آخر نہ رہا گیا۔ پھر سو بھی، کہ راجہ دھرتراشٹ کے
 کان کترے جائیں۔ کب تک ان کا دل پتھر کا رہے گا کبھی تو کچھ لیکھا
 کہتے سنتے دیواریں ٹل جاتی ہیں۔ رسی کی رگڑ سے پتھر گھس جاتا ہے۔
 لکھوری جھینگ کو اپنا ہم شکل بنا لیتی ہے۔ پھر راجہ دھرتراشٹ کو اپنا
 ہم خیال بنا لیتا کون بڑی بات ہے۔ کرن، درلودھن، ووشائن اور
 تنگنی نے پھر اس بات کا بیڑا اٹھایا۔ اور دھرتراشٹ کی قدرت میں پہنچے
 اس وقت وٹاں راجہ بدھشٹر کی تعریف کے دفتر کھلے ہوئے تھے۔ کیا
 راجہ دھرتراشٹ کیا درونا پانچ، کیا بھیشم پیامہ اور کیا بدرجی خوش
 ہم ہو کر راجہ جو یہ بگبگ کی کامیابی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے پانڈوؤں
 کی لیاقت کو سراہتے اور دعاے خیر سے ترقی پاہ و شمت چاہتے تھے۔
 یہ چندال چوگرڈی کو روغاندان کی خود گری کا جامہ پہنے ہوئے ہا پہنچی۔
 صورت گواہ تھی۔ شکل دیکھتے ہی بھیشم پیامہ سمجھ گئے کہ ان کی غرض
 کیا ہے، سب نے چہرے ہی سے دل کا حال جان لیا اور تہ کو پہنچ گئے۔
 بھیشم پیامہ جی جہا ندیدہ سر و گرم زمانہ چشیدہ۔ دوسرے اندر ہی جیت
 ہوئے نفسانی پرزیر اور سب پر طرہ یہ کہ بزرگ خاندان ان کی زبان
 نہ رکی انہوں نے درلودھن سے خطاب کر کے کہا:-
 برخوردار بے شک تم بہادر ہو۔ شوریر ہو۔ اس میں شک نہیں۔ مگر
 شوریروں کا یہ دھرم نہیں۔ دھرم وہی ہے جس میں پاکھنڈ یعنی

جیل فریب نہیں جہاں پا کھنڈ ہو اور صرم گیا۔ اور حبیب صرم گیا سب عمر بھر کا
کیا دھڑا مٹی میں مل گیا تم خود سمجھ وار ہو رہے سمجھتے ہو بزرگوں نے کہا ہے +
روگ کا گھر کھائی لڑائی کا گھر ہانسی

جس نے محبت سے بھی ہنسی کی۔ اس کا نتیجہ ایک قاتل خراب ہوتا ہے۔
جو خاندان کی رسوم کو ترک کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے خاندان کی تباہی
کے سامان ہو جاتے ہیں۔ فرض سے دولت و ثروت کا نام و نشان نہیں
رہتا۔ برہمن نے جہاں کھٹ کریم چھوڑ دئے۔ سمجھ لے کہ اس کی عظمت
جاتی رہی جو کوئی مندر راجہ کے محل کے قریب ہے۔ اس کی خیریت اور
برکت کا البشور الگ ہے۔ پارٹی آس بیت او پاس۔ جہاں دوسرے کا
اسر ڈھونڈھا۔ سمجھ لو کہ کامیابی نصبت۔ جہاں عورت پر سے قاتل کا
ریاؤ نہ رہا وہاں سمجھ لو کہ عورت کا ستیا ناس ہو گیا۔ جہاں انسان نے
اپنے دل کا بھید دوسرے سے کہہ دیا۔ پس اس کی بہیودھی کی جڑ ماری
گئی۔ جہاں دو دوستوں میں باہم کپٹ آگیا۔ پس دوسرے کا خاتمہ
جس وقت درخت کی جڑ میں ندی بہنے لگے۔ پھر درخت کی خیریت کہاں
اس سے واجب یہ ہے کہ ایسی محبت رکھو کہ جس میں کسی کے دل پر
میل نہ آئے جہاں چل کپٹ ہوا۔ وہاں سمجھو کہ نت کاٹی روٹی سا ہی کا
کاٹا ہو گئی ملے ہوئے دل بھٹ گئے۔ جہاں شیشے میں بال آیا۔ جڑنا
محال ہی دل کا حال ہے۔ اس سے بہتر یہ کہ میل ملاپ سے ہو +
یہی جہتیں در پودھن وغیرہ پڑی ریخت سے سنائے کچھ چوں و
چرانہ کی نگہ جب ہمیشہ تیار کر پا چارچ درونا چارچ اور بندرچی سمجھا بچھا
کر چل دئے در پودھن نے میدان خالی پا کر اپنا رنگ چمایا۔ راجہ دھرترا
کی خدمت میں گزارش کی کہ:-

عداوت سے سروکار نہیں میل ملاپ کا خیال ہے راجہ جد ہشتر
نے جگہ میں ہم سب کی ایسی خاطر تواضع کی کہ دل خوش ہو گیا وہ ہمارے
بھائی ہیں ہمیں بھی اُننگ ہے کہ اُن کی ویسی ہی خاطر مدارت کریں

اور تعظیم و تکریم سے وہ غبار و دھوئیں جو اُن کے دل پر ہماری طرف سے جمائو ہو بہت دن ہو گئے مبتلا پور میں کوئی خوشی کا جلسہ نہیں ہوا۔ ہم لوگ اچھی طرح ہنس پل بھی نہ سکے اس سے اب ارادہ ہے کہ اپنے پیارے بھائیوں کو دعوت دے کر آندلوئیں اور چوسر گنجفہ سے جی بھلائیں۔ ہم لوگ اُن سے محبتاً نہ برتاؤ کریں گے۔ یہ خیال ہی خیال ہے کہ اُن سے عداوت کی جائیگی +

دھرتراشٹ۔ اگر سچ و سچ خون کا جوش ہے تو مجھے بلانے میں کچھ عذر نہیں ضرور اُن کی ضیافت کرو اس میں تمہارا نام اور حش ہو گا۔ مگر تمہارے بازی کو میں برا سمجھتا ہوں۔ جو تمہارے نام نہ لینا۔ ماں جی چلبے تو تفریح کے لئے کچھ شغل سہی +

دریودھن۔ آپ کا خیال کہاں ہے۔ بھلا مجھے اُن سے ملنے یا حسد کرنے سے کیا کام جو اُن کی دولت ہے وہ ہماری ہے جو اُن کی ثروت ہے اُسے ہم اپنی ثروت سمجھتے ہیں۔ ہم میں اور پانڈوؤں میں دوئی کیا۔ جیسے وہ ویسے ہم۔ مگر ہمیں ارادہ صرف یہ ہے کہ ان کی ایک دفعہ دعوت کی جائے وہ جب یہاں آجائیں تو جہاں اور دل بھلانے کے تفریحی شغل ہیں وہاں چوسر گنجفہ بھی سہی وہ پار پاتج دن یہاں رہیں پیر اندر پرست چلے جائیں اس میں مضائقہ کیا ہم بھائی بھائی ہیں آخر جوش خون کس دن کے لئے ہے +

دریودھن وغیرہ نے ایسے فقرے بولے ایسا منتر پھونکا کہ آخر راجہ دھرتراشٹ کو بھیڑ بکرا بنا کر انٹی پر چڑھا لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بدرجی کو حکم دیا کہ جاؤ۔ جدھر دھرتراشٹ کو اندر پرست سے لے آؤ کہ دینا کہ چھپانے یاد کیا ہے۔ وہ تمہارے شربت دیدار کے پیا سے اور انتظار میں چشم برداہ ہیں +

ادھ کیا ہا

پانڈوؤں کی ہستنا پور میں تشریف بری۔ شکنی
کے ساتھ جد ہشتر کی قمار بازی۔ شکنی کا جعل
فریب۔ جد ہشتر کی ہار۔ راج پاٹ کا صفایا

بدرجی کو منظور نہ تھا۔ کہ پانڈو ہستنا پور میں آئیں۔ مگر میں راجہ
دھرتراشٹ کے حکم نے انہیں مجبور کیا۔ وہ اندر پرست پہنچے۔ پانڈو
سے ملے۔ راجہ جد ہشتر نے بڑی تعظیم و تکریم کی فرداً فرداً آخر دعا قیت
پوچھی۔ اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا بدرجی نے بھتیجوں کو
گلے لگایا۔ دعا میں دیں۔ راج پاٹ کے ٹھاٹھ باٹ دیکھ کر بہت
خوش ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے کہا +

تمہارے چچا۔ راجہ دھرتراشٹ نے یاد کیا ہے۔ تمہارے راج
سبھا وغیرہ دیکھ کر در یو دھن وغیرہ تمہارے بھائیوں نے بھی مکانات
بنائے ہیں۔ ان کی سیر کر جاؤ۔ میل کا میل اور تفریح کی تفریح ہے
دس پانچ روز جب تک جی چاہے۔ شہرت ویدار پلانا۔ جب چاہے
لوٹ آجانا۔ تمہاری دلچسپی کے لئے گنجفہ چوسکر کا بھی سامان کر دیا گیا
یہ جس میں بلاپ رہے اور دل بھی نہ اکتائے ایتھم سب بھالی چپلو
راجہ دھرتراشٹ کی آنکھوں کو سکھ دو +

راجہ جد ہشتر۔ آپ نے گنجفہ چوسکر کا نام لیا اس سے میں سکھ گتا۔
ہوں بھلا غفلت مند آدمیوں کو جوئے سے کیا کام۔ پیغام سر آنکھوں پر

مگر یہ گنجھ چوسر کی تفریح کا ذکر کیا مجھے کچھ دال میں کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ میں چلنے کے لئے تیار ہوں مگر جوئے کے نام سے دل دڑتا ہے۔ گنجھ چوسر سے کیا مراد۔ آپ وہیں سے تشریف لائے ہیں۔ فرمائے تو اس کے معنی کیا ہیں +

بڈا جی۔ جوئے سے بڑھ کر کون برا کام ہے میں نے تو بہت مخالفت کی مگر میری ایک پیش نہ گئی اور دوسرے دھن وغیرہ راجہ دھرتی کے مرایے ہوئے کہ ان کی زبان بند ہو گئی۔ پھر میں کس گنتی میں تھا۔ بڑے بڑے سبے جائیں گذر یا تھا۔ نکادے کی نسل میں بھی چپ نکا گیا۔ کہ یا شہ۔ جو ایشور کی مرضی آج کل دہلی دھن کے یہاں قندھار کا راجہ ٹھہرا ہوا ہے وہ پکا جواہری پرلے سر کے کا کھلاڑی۔ آنکھیں بند کر کے جوا کھیلتا ہے اور جانتا ہے کہ آج دنیا کے پروسے پر اس کا جواب نہیں ہے۔ کچھ اسی پر فرض نہیں۔ اور اور بھی کھلاڑی راجے ہمارے در یو دھن کے یہاں جہان ہیں۔ مثلاً بشتب۔ پتر سین وغیرہ وغیرہ۔ سب کے سب بڑے شاعر اور بڑے کھلاڑی ہیں۔ پانسہ بالیٹا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ چکمہ چلتا اونے سا کرتی ہے۔

اب جو تمہاری مصالحت ہو وہ کرو میرا اس معاملہ میں زیادہ زور نہیں چل سکتا +

راجہ جیدھن شہ۔ چچا صاحب نے یاد کیا ہے اس لئے میرا ہلنا لازمی ہے ورنہ وہ بے سادتی خیال فرمائینگے اور سمجھینگے کہ پانڈو مغرور ہو گئے۔ ان کا ارشاد سراسر آنکھوں پر میں ضرور چلوں گا۔ اصران کے قدم دیکھوں گا۔ اب رہی جوئے کی بات یہ اختیار ہی ہے میں نہ کھیلوں گا۔ دست کش رہوں گا۔ تو میرا کوئی کیا بنا سکتا ہے چاہے پکا جواہری ہو یا اول درجے کا کھلاڑی +

مگر یاں شکنی دون کی لیک یا اگسا بیٹکا۔ تو میں دیتے والا نہیں۔ دو ایک بازیاں اس سے ضرور ہونگی۔ یا اسے کچھ ہوشکنی کا نام سنتے ہی

راجہ جہدھتر کو کچھ ایسا جوش ہوا کہ وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے بھائیوں اور مہارانی درویدی کے ساتھ ہستنا پور کو چل پڑے سفر کشا ہی وہ دروازہ تھا۔ مگر یہیں یہ سب میں وقت چلے تو اس طرح پہنچے کہ گویا وہاں ہی تھے راستے کی مسافت معلوم ہی نہ ہوئی یہ سب کے سب شان و شوکت کے ساتھ ہستنا پور پہنچ گئے درلودھن اور اس کے بھائیوں سے ملے۔ درودنا چارج کر پا چارج وغیرہ سے قدم بوسہ کا آئینہ یاد کیا۔ پھر اپنی چچی کا درویدی کے قدم چومے اس نے گلے سے لگا لیا اور اوج اقبال کی دعائیں دیں۔ وہاں سے چل کر راجہ جہدھتر اسٹیشن کی قدم بوسہ کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے گلے سے لگایا۔ مزاج پرسی کی اپنے پاس بیٹھا لیا اور حکم دیا کہ اچھی طرح خاطر تواضع کی جائے درلودھن نے یہ خدمت اپنے ذمے لی اور اپنے راج محل میں ٹھہرانے کا انتظام کیا مہارانی درویدی درلودھن کے رتوں میں تھی اس کے جسم پر وہ وہ قیمتی زیورات اور جواہرات تھے کہ تمام راتیاں حسرت بھری نظر سے دیکھتی اور لپچاتی تھیں مہاراجہ جہدھتر اسٹیشن کے سوبائیوں میں راجہ درلودھن کی مہارانی کو بھی وہ زیورات پیش تھے جو اس کے حین و فریب کو مہارانی درویدی کے جمال جہاں آرا کے ہاتھ برابر بھی کر دکھاتے۔ ایک روز دعوت کی وضع خاطر مدارات میں صرف نوادہ دوسرے روز ایک خاص نشست ہوئی جس میں راجہ جہدھتر اسٹیشن کے حکم سے راجہ جہدھتر اپنے بھائیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ یہ نشست گاہ خاص تھی اس وقت یہاں جواہریوں کا جمگھٹا تھا۔ چونکہ بھی ہوئی تھی جسکی پانسہ کھٹ کھٹا رہا تھا۔ جو بہی راجہ جہدھتر پہنچے شکنی نے کہا:۔

آئیے مہاراج جی آپ سی کا انتظار تھا۔ ایک آگے صبا بازی تو ہو جائے راجہ جہدھتر۔ راموں صاحب تپہ بنوٹک سوکر چھوٹوں کو جوئے کی ترغیب دیتے ہیں بالکل نامناسب جواب دہی چیز ہے۔ جوئے سے

بڑھ کر کوئی برا کام نہیں، بزرگوں سے سنا ہے کہ جو اکیلے سے
چھتری کا بیج نہیں رہتا، اُس کے اقبال کا پانسہ چت سے پٹ
ہو جاتا ہے۔ اس لئے معاف رکھئے اور جس خدمت کے لئے ارشاد
ہوا اُس کے واسطے حاضر ہوں آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ مجھے نہ چوسر
آتی ہے نہ گنجھ اس سے میں معافی کا خواستگار ہوں۔
شکستی۔ واہ یہ خوب ہی کہی، بھلا ہوا اکیلے سے عقل بڑھتی ہے
یا گھٹتی ہے جو اکیلے ہر ایک کا کام نہیں بڑے بڑے عقلمندوں
اور ہوشیاروں کا کام ہے، پانسہ تو جو پڑے وہ پڑے، عقل چال
چلنے میں بڑھتی ہے جیت ہار کا مزہ عقل ہی کے ہاتھ ہوتا ہے اور
اُس پر طفت یہ کہ تفریح کی تفریح اور مشغلے کا مشغلہ +

راجہ جیدھشٹر۔ یہ اپنے اپنے پسند کی بات ہے، مگر جہاں تک
میں جانتا ہوں جو اچھا نہیں، ہر شیوں نے جوئے کو برا لکھا ہے۔
شکستی۔ اگر آپ جوئے کو برا ہی سمجھتے ہیں، تو خیر مرضی نہ کھیلے
مگر مرد جوئے اور یدھ سے منہ نہیں موڑتے آپ کا جی نہیں چاہتا
تو نہ سہی +

راجہ جیدھشٹر۔ واقعی میں جوئے کو برا ہی سمجھتا ہوں، مگر جب
بھائی دریودھن نے اسی غرض سے مجھے دعوت دی تو خیر ایک دو
بازیاں کھیلونگا ان کے دل کی دل ہی میں کہیں رہ جائے ایک دو
بازیوں میں کیا گھٹا ہوگا ہار جیت قسمت پر منحصر ہے پانسہ پڑے
اناٹھی جیتے۔

کہاں تو راجہ جیدھشٹر قطعی انکار کر رہے تھے کہاں شنی نے
شکستی کے پھندے میں پھنسا دیا +

راجہ جیدھشٹر۔ تو پھر آؤ، بھائی دریودھن +
دریودھن۔ بازی کا ذمہ دار نہیں شرط کی ہار جیت سے آپ کو
مجھ سے مطلب زر و جواہر میرے پاس ڈھیر ہیں جو جیتے جائے لیتے

جائے نگریاں چوسر سے معاف رکھئے میرے ماموں شکنتی موجود ہیں ان سے کھیلے میں سیر دیکھو نگا۔

راجہ جد ہشتہر میں کھیلتا تو تم سے کھیلتا شکنتی ماموں سے کیا کھیلوں مگر خیر تم کہتے ہو تو یہی سہی۔ ان باتوں میں راجہ دھرتیشٹ ہمیشہ پتہ نامہ۔ بڈرجی۔ کرپا چارج۔ درونا چارج اور راجے آپہنچے۔ اور چوہر بھگت کی جس وقت راجہ جد ہشتہر نے ہاتھیں پانسہ لیا بولے کہ میں یہ محل و جواہرات کا مار داؤں پر رکھتا ہوں۔ آپ بھی اس کے مقابلے کا داؤں لگائے۔

در لودھن۔ آپ اطمینان رکھیں۔ قتنے مالے جتنے محل و جواہر درکار ہونگے حاضر کرونگا۔ بازی تو ہو۔ اب چوسر سونے لگی۔ پانسے پر پانسہ پھینکنے لگاتے میں شکنتی نے کچھ ایسی بناوٹ کی کہ پانسہ کچھ اٹکا اور ہو گیا۔ جد ہشتہر کی بازی ہر گئی اور شکنتی نے پکارا کہ راجہ جد ہشتہر مالا ڈھیلا سمجھئے۔

راجہ جد ہشتہر۔ بے ایمانی کی سند نہیں۔ آپ نے نے ہوئے پانسے پھینکے یہ بالکل خلاف مالا تو آپ کو دوں ہی گا۔ مگر فیل کیٹ ٹھیک نہیں۔

شکنتی۔ نہیں نہیں یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے آپ میں بھی کہیں بے ایمانی ہوتی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔

راجہ جد ہشتہر۔ خیر لیجئے مالا۔ مگر بے ایمانی کی سند نہیں۔ شکنتی۔ نہیں نہیں بھلا آپ سے بے ایمانی۔ دیکھئے کس طرح

صاف پانسہ پھینکتا ہوں۔
اور شکنتی نے پانسہ پھینکا۔ اور جد ہشتہر نے بھی کھینکیں اور کہا ان ہزار بھرے ہوئے چاندی سونے کے صندوقوں کے مقابلے میں کیا چیز داؤں پر لگانی۔
در لودھن۔ بس برابر چاندی سونا تول لیجئے گا۔ اور کہا۔

بازی ہونے لگی بوقتہ شکستی نے پھر بنیا ہوا پانسہ پھینکا اور بولا
راجہ جید ہشتر جی! جندوق مصنم! اب اور واؤں نکلیے
راجہ جید ہشتر! اب کے لاکھوں روپے کی لاگت کا تعدادوں

پر ہے۔
تو میں ایسا ہی گئیں۔ اور پانسہ پھینکا شکستی نے پھر وہی پال
کی اور بازی سیرخت اب چوتھی بازی کی تویت آئی۔ اس میں راجہ
جید ہشتر شب ناگھی کھوڑے مار گئے جو مرصع زیورات سے لڑے
پھندے گئے۔

جوئے کی ٹائری ہوتی ہے جہاں کھلاڑی ٹائری نہ ہوا ہو گیا۔
پھر اونچ نیچ نیکی بدی کچھ نہیں سو جیتی۔ جید ہشتر کا بھی لڑتے لڑتے
یہی حال ہوا سب بال و تناع مار جانے کے بعد اس نے اپنی سلطنت
واؤں پر نگاہی اور ہر سمتی سے دیکھا بھی مار گیا۔ اب تو ماغریں
مجلس کے چھکے چھوٹ گئے۔ راجہ جید ہشتر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا پندری
راجہ دھرتی راجست سے ہوئے۔

مہاراج غنیمت ہو رہا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں میں کوئی مرتبہ
کہہ چکا ہوں کہ در بودھن خاندان کی جڑ کاٹ کے رکھ دینا جس وقت
اس کی پیدائش ہوئی تھی بسیار پٹلا چلا کر روتے تھے آج سماجوا
کھڑا کر رہا ہے آپ در بودھن کے کہنے میں آکر بس یوں ہے میں۔ کہے
دیتا ہوں کہ یہ چور کو روٹ کو چوٹ کر کے جھوٹکی پاندو سب کر کے کھینچ کر
آپ نے جس رقت مجھے بھیجا تھا۔ صاف صاف کہہ دیا تھا کہ رعداوت
اور دشمنی کی کوئی بات نہ ہوگی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ سادی
پر تاخیر کا ٹھیکہ آپ کے سر پہ ڈینگا۔ تمام دنیا میں شہرت ہوئی کہ راجہ
دھرتی راجست نے اپنے بھتیجیوں کو اپنے گھر بلا کر روٹ لیا۔ در بودھن وغیرہ
کو لڑے کہا کر چھوٹ بائینگے۔ سیاہی آپ ہی کے منہ پر لگی ہے۔ آپ
دیکھتے ہوئے دیکھیں اور آپ کا مال لائق خزانہ چھل کر پٹ سے آپ کے

بقلیجوں کو لوٹے۔ افسوس آپ کو خود ہی منظور ہے کہ بھتیجی مارے پڑیں۔
ادان کو ستیا ناس ہو جائے ورنہ بیٹوں سے کیوں نہیں کہتے کہ بس ڈالو
چوسر کو چوٹھے بھاڑ میں +

بدرجی کی یہ تقریر راجہ دھرتراشٹ ناموشی سے سنتے رہے کچھ
جواب نہ دیا۔ مگر یہ ریو دھن تاؤ کھا کر بولا۔

یہ چا صاحب آپ صیب ہوتا ہے ہمیں لوگوں پر انعام رکھتے ہیں
ہم لوگوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔ آپ کے من میں جو کچھ آتا ہے۔ باب
ڈالتے ہو۔ کوئی کہاں تک ادب و لحاظ کرے آپ بہت کچھ کہہ چکے اب
ناموش و زبان رسکے رہے۔ مجھ میں زیادہ سننے کی تاب نہیں۔ اگر
آپ کو برا معلوم ہوتا ہے تو گھر جایے یہاں بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔
ہم بھائی بھائی کھیلنے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں۔ آپ راتے والے کون چلیے
بلئے تشریف لے جایے۔

بدرجی راجہ دھرتراشٹ سے بھائی صاحب لیجئے میں تو جاتا
ہی ہوں۔ مگر یاد رکھئے گا کہ گھر غارت ہو گیا۔ خاندان پر تباہی آگئی۔
میرا کہنا درپودھن کو برا معلوم ہوتا ہے۔ نہیں سمجھتا کہ میں اسی کی
بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔ اس کو کیا معلوم کہ خیر خواہ کون ہوتے ہیں
خیر اندیشی کے سننے کیا ہیں۔ اگر اسے ہاں ہیں ہاں ملانے والوں اور
خوشامدیوں کی سپیان کا وقوف ہوتا تو پھر رونا ہی کس بات کا تھا۔ مگر
افسوس نیک و بد کی تمیز ہی نہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ نہیں نہیں بدرجی خفانہ ہو۔ ناراض نہ ہو
بیٹھو بیٹھو۔ لوگوں کی بات کا برا ماننا ہی کیا۔ اگر ان میں اتنی ہی عقل
ہوتی تو لڑکے کیوں کہلاتے آؤ اور میرے پاس چلے آؤ دیو دھن کو کہتے وہ
راجہ دھرتراشٹ نے بدرجی کو ان الفاظ سے روک لیا۔ اور پھر وہ
قسمت کر بھٹکتے ہوئے وہاں بیٹھ گئے۔

ادھیائے ۱۶

راجہ جدھشٹر کی جوئے میں کامل ہار دیویدی

تک سے دست برداری

جب بد رچی کی ناراضگی رفع دفع ہو گئی۔ اور راجہ دھرتراشٹ
نے اُنہیں پاس بٹھالیا۔ تو پھر چوسرچی شکنی بولا کہ۔

راجہ جدھشٹر آپ راج پاٹ سب مار گئے۔ اب فرمائے کیا
چیز داؤں پر لگائی۔

راجہ جدھشٹر آپ سمجھتے ہیں کہ میری مایہ بساط بڑی کائنات اتنی
ہی تھی۔ اچھی جناب محلوں میں اتنی دولت پٹی پڑی ہے۔ کہ آپ
کو خواب میں بھی خیال نہ ہو۔ لیجئے میں نے سارا مال اسباب داؤں
پر رکھ دیا۔ پھینکے پانسے شکنی نے پانسے پھینکا تو سن ناچت جدھشٹر
کی ایک پیش نہ تھی۔ شکنی بولا کہ اب فرمائے کیا داؤں پر!

راجہ جدھشٹر جیت کی پریت ترائی اس میں کسی کا بس تمیسا خیر
لیجئے۔ اب میرے چاروں بھائی داؤں پر ہیں +

بازی بھی اور جدھشٹر کی مار ہوئی۔ اب تو سب کا چہرہ زرد ہو گیا۔
جدھشٹر نے کہا۔ اچھا لیجئے۔ اب کے میں خود ہی داؤں پر

شکنی کی جیت تھی۔ جدھشٹر کی مار۔ پانسے پھینکتے سی بازی نے
کھلے میں مار کا مار پہنایا اور ساتھ ہی طوق غلامی۔ اب تو شکنی کی
چڑھ بٹی۔ وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا کہ:-

راجہ صاحب۔ اب تو آپ اپنے کنگے ہار بیٹھے باقی صرف دردیدی داؤں پر لگائی

راجہ جد ہشت ٹائیس میں اپنی زوجہ نازک بدام محبوبہ خورشید نام
 کو جوئے میں ماروں کیسے گوارا ہو۔ مگر میں قسمت آزمائی ضروری ہے
 شاید پانسہ پلٹے۔ اسی کی تقدیر سے بازی کا رنگ اور ہو۔ اچھا راجہ شکستہ
 آپ بھی کیا کہینگے کہ جد ہشت نے کہنا نہ مانا +
 لیجئے ہمارائی درویدی بھی داؤں پر ہی
 جیوں ہی راجہ جد ہشت نے درویدی کو داؤں پر لگایا محفل میں ایک
 شور مچا ہو گیا۔ ہر زبان سے یہی صدا نکلتی تھی کہ او راجہ جد ہشت
 دھڑکال دھڑکال۔ ارے ایسا اندھا پن ایسی بیوقوفی۔
 محفل میں غل غپاڑہ مچا ہی تھا کہ شکستہ جلدی سے پانسہ پھینک
 کر بلیں بجاتا اور یہ نعرے مانتا اٹھ کھڑا ہوا کہ وہ مارا درویدی بھی۔
 جیت لی۔ پس بس ہٹاؤ چوسر۔ اس نعرہ فتح سے محفل گونج اٹھی۔
 پانڈوؤں کے چہروں پر ہوائی چھوٹے لگی
 ہمیشہ تمام دروہا چارنج۔ بدرجی اور تمام حاضرین محفل دم
 بخود ہو گئے۔ سب نے سر نیچا کر لیا اور سوچنے لگے کہ نہ معلوم کیا شدنی
 ہے۔ یہ بالائق حرکت نہ جانے کیا کیا کھلائے

ادھیائے ۱۷

دریودھن کا جوئے میں جیت کر درویدی کو
 سچا میں بلا نے کیلئے حکم۔ اُس کا انکار
 دریودھن کا اصرار۔ آخر دوشاسن (درویدی)

کے بھائی کی سخت گیری و دست درازی۔
 سنبھال میں درویدی کو برہمنہ کرنے کی نیت۔
 درویدی کی مایوسی۔ مجبوری۔ بھگوان کرشن چندر
 کی یاد۔ اُن کی غائبانہ امداد۔ بھری سبھا میں
 درویدی کے پرہن کی غیر معمولی درازی و نشان
 کی کوشش برہمنہ سازی میں ناکامیابی
 وغیرہ وغیرہ

آج کا دن ہندوؤں کی تار بنج میں وہ اسبارکٹن ہے جس
 سمجھ لیجئے کہ ہند کی تباہی ویربادی کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اندر
 پرست کا راج قمار بازی کے تذکرہ چکا ہے۔ ساری راجسویہ جگہ کی دولت
 اپنے ہاتھ سے پرے ہاتھ میں پیا پڑی ہے۔ مصیم سین ایسے پہلوان
 کے اُن اعضا میں جان نہیں جن کے چھو دیئے سے ہاتھی بھی قلابازیاں
 کھا جاتے۔ ارہن اس وقت وہ ارہن نہیں جس کی کانڈیو و ہفتش کی
 ٹھکار سے اندر کا کلیجہ ہل جاتا تھا جس نے اس ہندو کو تیروں سے
 پاٹ کر لٹکا میں طاقت کے ڈنکے بجائے۔ جہاں نیل تل نے پہاڑ کے
 پہاڑ جوڑ کر سمیت باندھا یعنی پل باندھ کر بھگوان راچندر کی فوج
 پار اتاری تھی۔ اس کے بھی ہوش غائب ہیں۔ شیرتالین کی طرح
 خاموش بیٹھا ہے۔ سہدیو نکل کے بھی ترخ ڈھیلے میں چہرہ فق
 ہے۔ رنگ زرد ہے۔ دھرم پتر حد ہشر کی جان میں جان نہیں

حواس یافتہ ہیں، چومر نے چوٹ کر دیا ہے، راج پاٹ ہر دیا۔ مال
 تناع پانسے کی بڑائی نے لٹوا دیا، بھائی دیل کی طرح جوئے سے دیے
 دل ہی دل میں قسمت کو رو رہے ہیں، راجہ جد ہشتر خود بھی پرہیز مند
 ہو رہے ہیں، پرہیز سے پرندگی طرح نا تھا پاؤں ہلانے کی حرکت نہیں
 حاضرین سنا لے میں ہیں جس کو دیکھو، دانتوں کے تلے انگلی دایے
 عالم حیرت واقفوس میں قاموش ہے دریو دھن بعلیں بچارا ہے۔
 فنکئی کے دانت نکلے پڑتے ہیں، دوشامن کا کیلچہ خوشی کے مارے
 اچھل رہا ہے کرن کی بتیسی کھلی جاتی ہے، رنواں میں کسی کو کانوں
 کان خبر نہیں کہ باہر کیا رنگ ڈھنگ ہے، سب رانیاں رنگ لیاں
 مہارہی ہیں مہارانی درو پدی بھی اپنی سکھیوں سہیلیوں کے ہنسی
 خوشی رنواں کی چہلوں میں شریک ہے وہ اپنے کو تمام رنواں کی
 رانیوں سے بڑھ کر خوشی قسمت سمجھتی ہے، دل ہی دل میں خوش
 ہے کہ میں راجہ درو پدی کی بیٹی ہوں دتیا کے مترانچ پانڈووں کی
 پٹ رانی ہوں، اور دنیا کی تمام خوش نصیب اور حسین عورتوں کی
 سرایہ ناز، اس کو شان و گمان بھی نہیں، کہ آج اس کی تقدیر نے
 روز بد دکھایا ہے، درادیر کے بعد اس کی خوش نصیبی دفعہ کیسا
 پٹا کھانے والی ہے، افسوس جد ہشتر پنج کنیاؤں میں افضل اور
 دنیا کی مہارانیوں میں ممتاز درو پدی کو جوئے میں مار چکا ہے جس کو
 مہارانی کہتے کہتے بڑے بڑے مہاراجوں کی زبان گھستی تھی، اس
 کو دریو دھن لڑائی وغیرہ کہہ یاد کر رہا ہے

بدری پہلے دریو دھن کو برا بھلا کہہ چکے تھے، دریو دھن نے بھی
 جلی کٹی سنا کر کہہ دیا کہ بس رداں فی عین ہو جئے یہاں کچھ کام نہیں، مگر
 راجہ دھرتراشٹ نے بدری کو منا کر رک لیا تھا، کہ لڑکوں کی بات کا
 برا مانا کیا، جس وقت درو پدی کے نام کا مخالفت پانسہ پڑا، دریو دھن
 اچھل پڑا، اور بدری سے مخاطب ہوا کہ:-

چچا صاحب۔ مبارک۔ آپ کی درویدی ہماری لونڈی ہو گئی۔
 بیائے کہہ دیجئے کہ آج سے میرے محلوں میں جھاڑو دینے کی خدمت
 سپرد ہوئی۔ سچ نہیں لگا کیسی بازیاں جیتی ہیں۔ قدر قدر تول دیجئے۔
 پندرہ جی۔ اوکل کے چھوکرے تو مجھے بناتا ہے میرا منہ چڑھاتا
 ہے۔ تیری تو عقل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ مجھے اچھا برا کیونکہ دکھائی دے
 جس کو تو اپنی جیت سمجھ رہا ہے اس پر خوشی نہ کرو۔ سمجھ لو کہ جبراج نے
 نگے میں پھانسی ڈال دی اب اس سے نکلتا محال۔ تو پانڈوؤں کی
 مار کو مار خیال کرتا اتنی غلطی کہیں شیرگیری کے جالوں میں قید
 ہوئے ہیں۔ یہ اپنی پھلی سسئی سے عضہ ضبط کئے ہوئے ہیں جس
 وقت ذرا بھی پیچھے تو تیرا پتہ نہ لگے۔ تو شاد دیا نے بھوار رہا ہے۔ پھل
 کو دہا ہے۔ میں دل ہی دل میں رو رہا ہوں کہ تائے خاندان کی
 تباہی کے دن نزدیک آگئے۔ ایک پھلی سے سارا تالاب گندہ ہو گا
 درلودھن یا درکھ کہ تیری بدولت و تیا الٹ پلٹ ہوئے بقیہ قح نہیں
 سکتی۔ جو کھلاڑی اپنے آپ کو مار چکا ہو۔ اسے پرایا مال مارنے کا استحقاق
 کہاں۔ راجہ مدھتھر اپنے بھائیوں کے مار جانے پر پرانی استری کو کیونکہ
 مار سکتا ہے پس کسی اصول سے تم کو مجاز نہیں کہ جھارانی درویدی کو
 لونڈی کے نام سے پکارو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھ کو بھی اسکی بختی سے
 سامنا نہ ہو جس سے راجہ بین کو سالقمہ پڑا تھا

درلودھن۔ جی ہاں جناب آپ تو ایسی ہانکیں ہی گئے۔ مارا بھانڈو
 وال کاوے کی مثل ہے جب رب طرف سے مارے تو چلے نا پناہ
 کی کہادت ایسے ہی موقع پر بولی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے آپ ہی
 ایسوں کو پٹھارے میں بند کر کے رکھ چھوڑنے کے لئے کہا ہے واہ وا
 کیا منطق نکالی ہے دھوکے کوڑی لاتا اسی کا نام ہے جناب آپکو شرم آتی ہے
 تو نہ بلئے میں بھی نہیں لونڈی درویدی کو یلو آماہوں اپرات کامی سے
 مخاطب ہو کر اسے سنتا ہے۔ یا فورگے پیشتر پیشتر سے قبل قبل سے

پہلے درویدی کو سچا میں لے آ کہہ دینا کہ سر کے سامنے چلے
یاد ہوئی ہے +

پرات کا می حکم پاتے ہی بے تکلف جہ دستہ کے محل میں گھستا
چلا گیا بے روک ٹوک درویدی کے سامنے پہنچ کر بولا +

درویدی جی اب تم پانڈروں کی ہمارائی سے سہاروں کی واسی
ہو گئیں۔ راجہ دھرتی راجہ کو بھی جوئے میں مار گئے۔ چلو سچیا میں ہمارا جہ
درودھن نے پلا یا ہے۔ اب محل میں چھارو دینا پڑے گی

درپیدی۔ کیا جوادریسے جوارسی۔ کون جوارسی ہے جو عورت
کو داؤں پر رکھیکار معلوم ہوتا ہے کہ تو کچھ نشہ پی کر آیا ہے کہیں مایخویا
تو نہیں ہو گیا۔ کیا ہمارا چہ و صہم پتر کے پاس داؤں پر نکلنے کو کوڑی
پیسہ نہ تھا پھر تجھے مارنے کا سبب؟

پرات کا فخر۔ جتنا مال و زمین تھا سب ہمارا جو عید ہفت روزہ
کئے۔ سلطنت ہار گئی۔ چاروں بھائی مارے گئے بعد اپنے کو بھی
مار دیا۔ آخری پانے پر تمہاری توبت پہنچی۔ اسی سے راجہ دیو دھن تم
کو داسی کہہ کر بکر کو دو مچا رہا ہے اور کہتا ہے کہ لاؤ جلد ہی لاؤ

دویدی میں ملنے کو تیار ہوں مگر پیشتر سب کھلاڑی رہاؤں
سے دریافت کر آ کر راجہ جیڈھنٹر پہلے اس کو مار رہے ہیں۔ اپنے کو یا
مجھے جب تک اس بات کا جواب نہ ملے میں نہیں جاسکتی
پر ت کامی انہیں پیروں محفل میں آیا۔ اہل محفل کو مستاکر جیڈھنٹر
سے کہا :-

”ہمارا فی وروپہی کا سوال یہ ہے جواب دیجئے۔“

راجہ جیدھتر اس سوال پر خاموش رہے کچھ جواب دیتے نہ تھا اور کوئی بھی کچھ نہ بولا یہ عالم تھا۔ موشی و بکھر در پردہ من بولانے۔

”جا کہہ دے کہ وہ خود ہی آکر کیوں پوچھ گچھ نہیں لیتی۔ میں بیٹھے بیٹھے کیا باتیں نہاتی اور تیرے پاؤں کیوں اوڑے ڈالتی ہے

پر ات کامی سیدھا درو پدی کے پاس پہنچا اور عرض کی کہ ۔
 مہاراجہ درو پدی دھن کہتے ہیں جو بات خست کرنا جو پر چھٹا کچھنا ہو ۔
 یہیں آکر کو فیضویات سے مطلب نہیں کیا کہ جلد ہی بلا لاؤ سنیں تو
 اور تدبیر کی جائے مہارانی جی ایچی راز وال نباشد میں تو بیخامیروں
 جو انہوں نے کہا آپ سے کہہ دیا ۔ جو آپ نے فرمایا ان کے گوش گزار
 کر دیا ۔ آپ میرے کہے کا پراتہ مائیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور مہار
 ہے راجہ دھرتراشٹ کی عقل پر پتھر پڑ گئے ۔ درو پدی دھن راج کے لئے
 میں اندھا پور رہا ہے ۔ کچھ سمجھائی نہیں دیتا ۔ کوروؤں نے بہت
 آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے ۔ مجھے خوف ہے کہ ان کی جڑ بنیاد پر
 کھڑی تہ پل جائے

درو پدی ۔ میرا بھی دل ہی گواہی دیتا ہے کوروؤں کو خیر نہیں
 ایشور کو کچھ اور ہی منظور ہے ۔ مگر یہ سب آگے چل کر دیکھا جائیگا اس
 وقت تو اپنے سر پر پڑی ہے پہلے اس سے تمنا کرنا چاہئے ۔ مہارانی
 کے پتھر تم جاؤ ۔ سبھائی میں سب بزرگ رفق افرور ہیں ۔ سب سے
 پکار کر کہہ دو کہ میری بات کب مجھے کیا جواب ملا جب تک جواب نہ ملے گا ۔
 میں جگہ سے ہلنے والی نہیں ۔ سبھائی میں جانا تو بہت فخر ہے ۔ مجھے
 صرف جواب سننے کی آرزو ہے پھر تو میں کچھ دیکھ لوں گی کہ میرا دھرم میری
 رفاقت و حفاظت میں مان لوانا ہے یا کنائی کا ستا اور کاندھی و تیل ہے ۔
 پر ات کامی سبھائی میں پہنچا اور سب کے سامنے وہی الفاظ دہرائے
 جو درو پدی کی زبان سے نکلے تھے ۔ کچھ درو پدی دھرتراشٹ ہر سکوت
 لگائے رہے مگر درو پدی دھن کی ضدی طبیعت کا جوش و خروش دیکھ کر
 اسے طرح طرح کے اندیشے ہوئے اور اس نے پر ات کامی سے کہا کہ
 جاؤ درو پدی کو سمجھاؤ ۔ کچھ سوچ نہ کرے اور اپنے سے خسر ۔ مہاراجہ
 دھرتراشٹ کے حضور میں حاضر ہو جائے ۔ پھر جو ہو گا دیکھا جائیگا ۔
 درو پدی دھن یہ سنکر بجلی کی طرح ترس پڑا اور پر ات کامی سے کہا :-

کیا فضول بکواس کر رہا ہے۔ اب تک درویدی کو نہ لایا۔ جا بلالا
غیرت اسی میں ہے۔

پرآت کا جی۔ اپنا حق ناراض ہوتے ہیں۔ ہمارا فی درویدی ادھر
کہتی ہیں کہ پہلے سوال کا جواب لے آؤ تب چلوں۔ ادھر آپ ڈانٹ بیٹ
کرتے ہیں۔ خرابی میری ہے۔ کیا میں گود میں اٹھا لاؤں یہ آپ ہی خود
انصاف سمجھئے +

دریودھن۔ پرآت کا جی سے اچھا جا بیٹھ فقط باتیں ہی بنانا
آتی ہیں جس سے زبان چلتی ہے۔ اس طرح کام کا ج کوٹا تھپاؤں
نہیں چلتے دیکھ نہیں ابھی بلوائے لیتا ہوں جاتی کہاں ہے
(دو شاسن سے) بھائی۔ درویدی پرآت کا جی کی مان کی نہیں
اس کو ابھی تک وہی زعم ہے۔ اس لئے تم جاؤ۔ اور جس طرح بنے
سچا میں لے آؤ۔

دو شاسن تو ادھر رکھائے بیٹھا تھا اور فار کھائے بیٹھا تھا۔
مذوق کی طرح چلا گولی کی طرح پہنچا۔ جلتے ہی درویدی سے کہا:-
بہت دن ہمارا بی کہلا لیں۔ اب لونڈی کی عزت جمل ہوئی ہے
چلو سچا میں کوہ وٹوں کی ہٹل خدمت سے جہنم سچل کرو۔

درویدی۔ ابھی میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ جیت تک سب
سچاوائے نہ کہہ دیجئے تب تک میں جاؤنگی نہ تجھے کوئی لیجا سکتا ہے
دو شاسن۔ لونڈی کا ماہواری دم واجیہ ابھی تو جھونٹے پکڑ
کر لے جاؤنگا۔ بھولی کس برتے پر ہے

درویدی ہے۔ ایشوراج یہ کیا معاملہ ہے۔ ادھر تو عورت کا ماہواری
دھرم جسم میں تاپاکی۔ بدن پر صرف ایک دھونی۔ سر پر جھڈوت
سوار چھٹکارے کی صورت نڈرو۔

اس نے پہلے عاجزی کی لیکن جونہی دو شاسن کے تیور اور
دیکھے تو جی چھوڑ کر ان حملوں کی طرف بھاگی جہاں کوڑوؤں کی زبیاں

زندگی کے سکھ ٹوٹ رہی تھیں۔ درویدی کو آگے بھاگنے اور شناسن کو پیچھے چھوڑنے دیکھ کر تمام رنواں میں کیرم چم گیا۔ ساری زبانیں سر پیٹنے لگیں کہ یہ کیا شرارت ہے مگر پھر کے دل نہیں پکھلے ہیں دوشاسن کو رانیوں کی چٹخ سے اور بھی جوش بڑھا اور پیک کر درویدی کی چوٹی پکڑ لی۔ اور درویدی اپنی دھوئی سنبھالتی الیٹور کے واسطے دیتی اور ہاتھ جوڑتی تھی کہ رحم کر رحم مجھے ماہواری ناپاکی ہے میں پاک نہیں۔ اور درویشناسن جھوٹے پکڑے ہوئے سبھا کی طرف کھینچ رہا تھا کہاں تازک تازک پان پھول سے ہاتھ پاؤں کہاں دوشاسن کی دس ہزار ہاتھی کی طاقت درویدی گھسٹتی ہوئی جا رہی تھی اور چوٹی پر زبردست ہاتھوں کے جھٹکے پڑ رہے تھے۔

آہ۔ کیسا دردناک نظارہ ہے جن مشکبوم و غیرین زلفوں کی مہک ہوا کو بسا کر ہوئے تار و فتن کے نافوں کو مشک پیر کرتی رہی ہو جس جعد مشکبیں کی خوشبو سے بس بس کر تمام دنیا کے پھول جھکتے اور دماغ عالم صط کرتے ہوں جن بالوں کو مشاطہ قدرت نے اپنی آنکھ کے تیل سے تر کر کے شانہ من و جمال سے ستوارا ہو جن گھونگر والے گیسوؤں کے رنگ حسن کا چربہ آسمان پر کالی کالی گھٹاؤں بنے اتارا ہو۔ جن پٹیوں میں رات بھر گندھے ہنے والے عدن کے موتی صبح ہوتے ہی باسی پھولوں کی طرح گھوڑے پر پھینک دئے جاتے تھے۔ جس لٹ میں بتاؤ سنگار کے وقت میرے جواہرات ہی نظر آتے تھے بلے اس وقت ان کو بلا کا سامنا ہے۔ ان پر آسمان ٹوٹ رہا ہے کہاں وہ بالوں کی عطر بنی کہاں دوشاسن کے ہاتھ کی حشر انگیزی۔ درویدی چھٹی چلاتی تو یہ تلامچاتی کھینچتی چلی جاتی تھی اور ہر جم دوشاسن بالوں کو جھٹکے دیتا ہوا گھسیٹتا چلا جا رہا تھا۔ درویدی نے لاکھ کہا کہ میں سبھا میں جانے کے لائق نہیں

ناپاک ہوں۔ مگر دو تناسن کب سنتا تھا۔ وہ بالکل نچتا ہوا سمجھا کی طرف
ہی لے چلا +

درویدی کی حالت اس وقت دیکھی نہ جاتی تھی اگر سر کو ڈھانپتی تھی
تو نشانوں سے دھوٹی کا کنارہ سر کا جاتا تھا۔ ادھر سر پہ کرتی تھی تو کر کی
سکر پھندی کھلی پڑتی تھی۔ ادھر ستر ڈھانپنے کی فکر ادھر سر کے بالوں کو
کھینچنے پر ظالم ہاتھوں کی برعت سے تکلیف فلاح یہ کہ اس کی زندگی
حرام تھی۔ اور الیشور سے چاہتی تھی کہ کیوں پران نہیں نکل جاتے۔
دو تناسن اسی طرح جھونٹے پکڑے کھینچتا ہوا سمجھا میں لے گیا۔
درویدی تھکی وہی سمٹی جاتی تھی۔ اور سارا بدن بید کی طرح تھکھکاتے
رہتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ کس وقت صائی کے ہاتھ میں ہے۔ پھول پان عورت
کا اور اختیار رہی کیا وہ دو تناسن سے سر پہ کیونکہ ہو سکتی تھی اس
کو پانڈوں سے ناپوسی تھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ بس اب دین و دنیا
میں کسی کا سہارا نہیں۔ اس نے فوراً ہی کرشن پر ماتما کا آسرا لیا اور
اس کی زبان سے یہ الفاظ سنائی دینے لگے +

بن کا ج آج جہا راج لا ج گئی میری دکھ ہر دو وار کا ناتھ شرن میں تیری
ہے کرشن گو پال۔ دین پال جگت پال درویدی آتا تھا ہے لا ج تھلے
ناتھ ہے۔ دو تناسن نے ایک نہ سنی۔ جب درویدی بھی روتی پٹیتی
چینتی چلاتی ظالموں کے ظلموں سے ڈرتی کرشن جی کو یاد کرتی مولی
سمجھا میں پہنچی تو اس نے سب کو غامیش پایا سب کی گرو میں پہنچی
تھیں کسی کی آنکھ اوپر نہ اٹھ سکتی تھی فقط دیو دھن وغیرہ ہی
خوش ہو رہے تھے جس وقت یہ پہنچی تو اس نے یہ آواز بلند کیا

واہ اتنی بڑی راج سمجھا۔ دھرم جاننے والوں کا جمع۔ ایسے
ایسے راجے مہاراجے موجود۔ بزرگان خاندان سے سمجھا کی رفیق اور
پھر بھی میری یہ درگت۔ میرے ساتھ بہتر ماؤ۔ آفسوس۔ آفسوس
دھرم کال۔ دھرم کال۔ سچ کہتی ہوں کہ بھرت بنش کی اب خیریت

ہیں کچھ ہی دنوں میں اس کا قاتمہ نہ ہو جائے تو دروپدی نام نہ رکھوں یہ کہہ کر اس نے نظر اٹھائی تو راجہ جدمشتر وغیرہ پانچوں پانڈو سر جھکائے ہوئے بیٹھے دکھائی دئے ان کی آنکھیں غصے سے خون برسار ہی تھیں مگر کچھ یوں نہ سکتے تھے ان کی حالت دیکھ کر دروپدی ڈھائیں مار کر رو پڑی اور کیلجے پر وہ صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے

دروپدی کے آنسو بہنے لگے بھیم سین کے کیلجے پر سخت صدمہ ہوا۔ مگر کچھ یوں نہ کاموقع نہ تھا۔ اس لئے غصہ ضبط کئے اور دل مارے ہوئے خاموش بیٹھا رہا

دروپدی کی مائے وادیا اور گریہ زاری سے دوشاسن کیلجہ ہر اٹھوا جاتا تھا اس نے زور زور سے چوٹی کو جھٹکا دینا شروع کیا بہت سخت حسرت باتیں کیں۔ دروپدی کی یہ حالت وہ بھی کہ پتھر سے پتھر دل بھی پانی ہو کر رہ جاتا مگر نہیں بیرحموں کو ذرا بھی رحم نہ آیا کرن تھکے لگانے لگا اور شکتی دوشاسن سے بولا کہ شلہاں

این کار از تو آید و مرواں چنین کنند

بھیم سین کو ان حرکتوں اور ان باتوں کے دیکھنے سننے کی تاب نہ آئی وہ بجلی کی طرح تڑپ گیا اور بادل کی طرح گرج کر بولا:-

اونا بکار۔ دوشاسن۔ تب میں بھیم سین جب تیرا خون پی کر تیری جان چھوڑوں جیت تک تیرا لہونہ چوسوں گا۔ تب تک غصہ دور ہو ممکن نہیں۔ ہوشیار رہ خیر دار رہ تیری سن سن سے خون نہ چوسا تو بھیم سین کی زندگی اکارتھ

سچا دلے سب بیٹھے خاموشی سے دیکھتے سنتے رہے۔

دریودھن کے رعب و اب کے کسی کی مجال نہ تھی کہ زبان ہلا سکے صرف دریودھن شکتی کرن اور دوشاسن ہی خوشی میں مست ہو کر بیل کی طرح چپک رہے تھے جس وقت دروپدی کی گریہ زاری

شکر بھیم سین نے شیروں کی سی گرج سنائی ماضی کے کلیجے تل گئے
سب کا تپ اٹھے کہ بھیم سین بات کا دھتی ہے بغیر سمجھ کے نہ رہ سکتا
اتنے میں درویدی بولی :-

بھیم سین جی آپ اپنا عضو تھوک دیں۔ دل کو قابو میں رکھیں۔
پہلے مجھے اپنے سوال کا جواب لے لینے دیکھئے دیکھو تو اس سبھا
میں دھرم ایمان کی بات بولنے والا کون ہے

بھیشم تپاسہ، مہاراجی درویدی، دھرم کے معاملات بہت
پچیدہ ہیں۔ اس کی رگ رگ سے واقفیت بہت ہی مشکل ہے
تیرے سوال کا جواب میرے پاس نہیں۔ ساری سبھا موجود ہے
اس کی آنکھوں کے سامنے راجہ جدھشٹر اپنے آپ کو جوئے میں
کھو چکے۔ پس وہی دھرم کے روئے جو بات واجبی ہوگی، بتا دینا
ان سے بڑھ کر اور کوئی کچھ نہیں بتا سکتا۔

درویدی :- مانا کہ راجہ جدھشٹر جو اکیلے۔ مگر یہ تو فرمائے کہ کس نے
زبردستی مارا کر جو اکھلایا۔ سب کو معلوم تھا کہ شکنی وغیرہ یکے جواری
اور پلے سرے کے کھلاڑی ہیں اور راجہ جدھشٹر اناڑی۔ پھر پانڈوؤں
کو اندر پرستہ سے کیوں بلایا گیا۔ میری کیوں یاد ہوئی۔ کیا اس درگت
لئے سارے جوار بوں نے آپ سب کے موجود ہوتے ہی راجہ کو کملی
ڈال کر لوٹا۔ آپ لوگ بھی کچھ بخیر نہ ہوئے۔ جب وہ اپنے کو مار گیا تو
مجھے مارنے کا اُسے مجاز کیا تھا۔ صاحبو آپ کی استریاں ہیں بہو
بیٹیاں ہیں۔ آپ سب منہ سے کیوں نہیں پھوٹتے۔ منہ میں
گھنگھنیاں پھرے کیوں بیٹھے ہیں۔ اے اُن سب کے ہوتے
میری یہ دردِ شاہ۔ او دھرم۔ اب کچھ ہی پر پھر و سا ہے اے کرشن چندر
اب تمہارا ہی برتا ہے۔ پانچوں پانڈو تو ٹوڑ چکے کو روؤں نے ڈلو دیا
اب فقط تانے والے تم ہو۔ نندن ندن تم بھی کان میں تیل نہ ڈال
لینا۔ بیکس کی فریاد سننا

آہ۔ پانچ پانچ خاوندوں کے ہوتے ہوئے مہری یہ دروشتا زندگی پڑھ کر کال +
 جس وقت درویدی نے مہری سچا میں یہ دل ہلاتے والے الفاظ
 زبان سے نکلے۔ بہیتوں کی آنکھوں سے آنسو بہ گئے۔ بہیتوں کا دل
 پانی پانی ہو گیا کسی کا دامن آنسوؤں سے تر تھا۔ تو کسی کا وہال بھیم سبن
 کے دل پر اس آہ وزاری نے تیر و نشتر کا سا کام کیا۔ اس کا چہرہ لال
 لال انگارہ ہو گیا۔ اسکی آنکھوں میں ڈوب گئیں۔ بدن کے
 روئیں روئیں نے گویا تلوار تول لی اور تاناؤ کھا کر بولا اے راجہ جد ہشتر
 آپ پر زوف۔ مجھ پر دھڑکال۔ اور سب بھائیوں پر نین حرف
 ہائے جس دردید کماری نے کبھی پھول کی پنکھڑی کی چوٹ نہ سہی۔
 کنگھی جس کے بکھرے ہوئے بالوں کا اس قدر ادب کرتی تھی کہ
 مجال کیا ایک بال بھی یکا ہو جائے ہائے اس کی ہم سب کے سامنے
 بے عزتی۔ اس پر یہ ظلم۔ اس کے دل پر ایسی سخت چوٹ اس کے
 کلیجے پر یہ تاتیل برواشت صدمہ۔ سارا بس آپ کا بویا ہے ورنہ
 مہری آنکھوں کے سامنے کس کی مجال تھی کہ درویدی کے بالوں کو
 ہاتھ لگا سکتا۔ دل میں آتا ہے کہ ابھی دوشتا سن کے دونوں ہاتھ کاٹ
 کے پھینک دوں جس سے وہ دروید کماری کے بال کھینچ رہا ہے +
 اور پھر آپ کے وہ ہاتھ جلا دوں۔ جن سے آپ نے پانسہ پھینک کر
 بازیاں ہاری ہیں۔ بھائی سہیلو اٹھ جاؤ۔ جلدی نہیں سے آگ لے
 آؤ۔ ابھی میں دونوں کے ہاتھ جلا کر دل کی سلگتی ہوئی آگ بجھا دوں
 اب مجھ سے دیکھا نہیں جاتا احد سے زیادہ برواشت کر چکا +
 ارجن۔ بھائی صاحب اس وقت آپ کہاں ہیں۔ آج تک
 کبھی جہا راجہ جد ہشتر کی خدمت میں گستاخی نہ کی۔ آج ان کرشٹ
 پڑا تو آپ ان کے دکھے ہوئے دل کو زبان کی چھری سے اور زخمی
 کرتے ہیں۔ آپ کو دھرم کا خیال رکھنا پلے آئے آپ پر نابکار ط کی
 صہبت کا اثر ہو جائے تو تعجب کی بات ہے راجہ جد ہشتر ہمارے

بڑے بھائی ہیں۔ ان کا رتبہ باپ کے برابر ہے یہ جو کریں سب زیبا۔ جو کہیں وہ سب ٹھیک بہم سب فرمانروا ہیں۔ مطیع ہیں۔ ایسے دھڑا تما اور پھر بطف یہ کہ بڑے بھائی کی شان میں آپ نے ایسے کلمات بیان سے نکالے۔ یہ شایاں نہیں۔ راجہ میدھشٹر کو فریب دیا گیا۔ منالے کٹے کٹے دھوکے سے کام لیا گیا مگر انہوں نے اس حالت میں بھی چھتری دھرم ہی کی پابندی کی بلا سے سب کچھ ناش ہو گیا۔ کیا پروا جیتے ہیں توجیت لینگے پالا

بات تو یہی۔ اب جبار فرض ہے کہ ساتھ دیں اور ان کی بات نیا ہیں دکھیں ساتھ نہ دیا تو کیا سکھ نہیں ساتھ دینے والے تو لاکھوں ایرے غیرے پچھلیاں بھی ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم دکھیں جان مال سے شریک درضا جو رہیں

بھیم سین۔ بھائی ارجن تمہارا کہنا بہت درست۔ مگر یہ بھی تو سمجھتے ہو گئے کہ اگر مجھے بڑے بھائی کی بزرگی کا خیال نہ ہوتا۔ تو اس وقت ہی ہاتھ پھونک کر خاک کر دیتا۔ جب آخری پانسہ پھینکا تھا۔ کیا اس وقت آتموں میں کوئی میرا ہاتھ پکڑنے والا تھا۔ یا اس وقت روکنے والا ہے۔ اگر بھائی کی مرضی مقدم نہ ہوتی۔ تو مجال تھی کہ وہ اس بڑی آنکھوں کے سامنے درویدی کے جھوٹے پکڑ پکڑ کر کھینچتا۔ اسی وقت میں اس کا خون چوس نہ لیتا۔ تو بھیم سین نام نہ رکھتا۔ فقط دھرم کا خیال ہے۔ بھائی صاحب کے کئے کی پیروی ہے ورنہ بھیم سین کے بازو پارہ پئے رہتے والے نہ تھے۔ وہ ہاتھ دکھاتے کہ سیچا میں خون ہی خون نظر آتا۔ اور لاشیں ہی لاشیں دکھائی پڑتیں کہ راست کہ براست کے خیال سے چپ بیٹھا ہوں۔ خود کو وہ راغلائے نیست نے ہاتھ پاؤں کاٹ رکھے ہیں۔ دھرم نے مجھ پر کیا ہے۔ آداب بزرگی سے معذور ہو رہا ہوں مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بھیم سین کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے ہیں۔ بھیم سین کا خون اوٹ رہا ہے بھیم سین اپنے وانتوں سے

اپنی بوٹیاں نوح رہا ہے جس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ میں پکار پکار کر کہتا ہوں۔ سب لوگ سن لیں جو پر تنگیا اس وقت کرونگا کر کے نہ دکھاؤ تو اتنا کنتی کا پتر نہیں۔ بلکہ بطن کے لئے کلنگ

بھیم سین کے الفاظ بہت پر جوش تھے ایک ایک لفظ تیر و تنگ سے کم نہ تھا۔ مگر مجبوری دھرم سے تھی یا راجہ جہد شتر کی بزرگی سے اس جوش و خروش کی بات تو الگ رہی، ادھر کوروؤں کی جماعت میں بھی ایک نیک روح اپنے خیال میں مست اور محو تھی جہاں ۱۹۹ اچھلے کودتے تھے۔ وٹاں دھرترا شتر کے چھوٹے بیٹے کا کیلچہ اندر ہی اندر سلگ رہا تھا کہ میں کیا ہو رہا ہے۔ باپ کی بھی عقل سپاٹو پر چلی گئی۔ بھائیوں نے بھی فہم و فراست عزت و آبرو کو استغفا دے دیا اس کا نتیجہ یربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے اب ننگ نہیں کہ کوروؤں کے دن پورے ہو گئے اور دوروزہ زندگی میں بادھا لگ گئی غور و نحوہ نفس و عداوت سے خاندان کا حاتمہ اور سلطنت کا قلع و قمع رکھا ہوا ہے مجال کیا جو فرق ہو +

نے نحوہ سے کوئی جام جو بھرتیا ہے
آسمان اس کا وہیں کا سہ سر لیتا ہے
پیا لہ بھر گیا۔ اب صرف چھلکنے کی دیر ہے بھیم سین کا جوش و خروش اور پانڈوؤں کا سکوت ضرور ایک دن خون کی ندیاں بہا بیگا۔
درویدی کی آپس سب کچھ کر کے رہینگے۔ اوپر اوپر جانے والی نہیں۔ اس کے دل پر کوروؤں کی حرکت ناشائستہ کی چوٹ لگی اور محفل میں کھڑے ہو کر یوں سخن سرا ہوا +

میں کورو خاندان میں سب سے چھوٹا ہوں اس لحاظ سے میری عقل بھی چھوٹی ہے اور بزرگی بھقل است نہ بسال کا قول غلط۔ قینا میرا سن ہے اتنی ہی سمجھ ہے معلوم نہیں میری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں یا جہالت کا پردہ مگر گھر کا معاملہ ہے آپس کی بات

ہے اس لئے کچھ عرض کرنے کی حرات ہوتی ہے۔ آپ سب صاحبِ محاف
فرمادیں۔ افسوس سہیا میں سرسبز دکھائی دے رہے ہیں سب اپنے کو فہم و
فراست میں سمجھاؤ دیکرے نیست سمجھنے والے موجود ہیں۔ مگر جہارانی درویدی
اتنی دیر سے رو رو کرنا تھ جوڑ جوڑ کر سوال کر رہی ہے اور اس بات کا کوئی
جواب نہیں دیتا کیا یہی دھرم ہے جہاں درونا چارج اور کرپا چارج سے گرو
موجود ہوں جہاں ہمارا ج بھیشم پتا مہ ایسے ہمارے دادا جلواہ افروز ہوں۔
تو فتنہ ہے اس سہیا میں یہ شرمناک بدعنوانیاں۔ کیا آج دھرم شاستر
میں آگ لگ گئی کیا آج سامنے بیٹھے ہوئے راجوں ہمارا جوں کو دھرم
کو تلامبھی دے دی کہ کوئی دھرم کی بات منہ سے نہیں نکالتا معلوم ہوتا
ہے کہ سب دھرم چھوڑ بیٹھے +

تھوڑی دیر تک دھرتراشت کا چھوٹا بیٹا بکرن اس طرح حاضرین
مجلس سے خطاب کرتا رہا۔ مگر نہ جانے درویدھن نے کس طرح زبان کھیل
دی تھی کہ کسی کے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ بکرن بھی زبان کے ٹھپن
چھاڑ چکا۔ لیکن صدائے برنخاست اس کا ایک ایک لفظ لٹقا رہا
میں طوطی کی آواز ہو گیا۔ اس پر بکرن کو اور بھی جوش ہوا۔ وہ بھری مجلس
میں کڑکا کہ میں کھری کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کوئی برا کہے یا بھلا۔
راجہ جد ہشتر کو زبردستی کھینچ کر بلانا۔ مار مار کر جڑا کھلاتا۔ جوئے پس
بے ایمانی کر کے سب کچھ جیت لینا اور پھر درویدی جیسی جہارانی کی
بے عزتی کرنا اس سے بڑھ کر اور کیا اور دھرم ہو سکتا ہے مانا کہ راجہ جد ہشتر
جوئے کی مار سے اندھے ہو کر درویدی کو بھی مار گئے اس سے کیا حاصل
جب راجہ جد ہشتر پہلے اپنے کو مار چکے تو ان کو درویدی کے مارنے کا
کیا مجاز رہا وہ اکیلے راجہ جد ہشتر کی رانی نہیں۔ چار بھائیوں کا اور
بھی برابر کا حق ہے۔ پھر یہ دھینگا دھینگا کیوں میرے نزدیک اول
سے آخر تک بے ایمانی جمل کیٹ۔ شرارت۔ ظلم و ستم کے سوا اب تک
اور کچھ نہیں ہوا اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ آخر کچھتا ورنہ ہو تو بکرن پتلنام

یہ لڑا لے سبھا والو کچھ تو ایمان کی کہو۔ سچ سچ بولو اس وقت چپ رہنا بھی پورا دھرم ہے۔

بکرن مالانکہ دریودھن کا سب سے چھوٹا بھائی تھا مگر اس کی عقل بھر شٹ نہ تھی وہ راستی پسند تھا۔ اسے جیل فریب چھل کپٹ سے نفرت تھی خوشامد و چا پلو سی پر تفت کرتا تھا۔ اس نے تمام بھائیوں کی رائے کے مقابلہ میں کھری کہنے ہی کو دھرم سمجھا جو کبھی دنیا لگتی کبھی منہ دیکھی کہنا پسند نہ ہوئی۔ چنانچہ جب وہ بھری سبھا میں اس طرح گریا تو ہر طرف سے احسنت و مرجا کی صدا میں بلند گونجیں جو تھا شایا ش شایا ش کہہ رہا تھا۔ صرف کوروؤں کا خرفی دانت کٹکٹا رہا تھا کہ اس مالائق کو کیا سوچھی آخر کرن سے رہا گیا وہ تیور اگر جگہ سے اٹھا اور بکرن پر آنکھیں لال پٹی کر کے ہاتھ پکڑ کر بولا +

یہ حماقت یہ بیوقوفی۔ سب بڑے بڑے لوگ چپ بیٹھیں تم کس کھیت کی مولیٰ تھے جو لگے اپنی تانے بیل نہ کو داکو دی کون یہ ہمارے دیکھے کون ابھی تم ہی کیا تمہاری عقل ہی کیا۔ نہ کچھ سمجھتا نہ بوجھتا اور دل در عقول لات کر دینا۔ بزرگوں کے موجود ہوتے اپنی ہانکنا اپنی تاننا سخت گستاخی اور بے ادبی ہیں داخل ہے۔ تم بڑے عقلمند منکر چلے۔ خود پانڈو چپ۔ تمام سبھا خاموش۔ تم بڑے بن کے چلے مٹی سست گواہ چیت۔ بدھنٹر اپنی آنکھوں کے سامنے رو پیدی کو ہر چکا۔ سب اسے جیت چکے۔ اب وامہیات حجت کیسی؟

جس وقت رو پیدی کا سو ممبر مٹا تھا۔ اس وقت کی بات ناظرین کو یاد ہوگی ارجن سے پہلے کرن ہی اٹھا تھا کہ مچھلی کو چھید کر تیر اندازی کے جوہر دکھائے۔ مگر جو نہی یہ تیر و کمان اٹھانے لگا۔ رو پیدی نے کہا۔ او شوت پترو دھنش بان رکھ دے تو مچھلی کو جیت بھی لیتا۔ تو شادی نہ کرونگی اس وقت اسکے کلمجے پر جزیر بیٹھا تھا دل پر جو زخم لگا تھا۔ وہ اس موقع پر تازہ ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کو رو پیدی کی دلت

اور پانڈوؤں کی بے عزتی منظور ہی نہ ہوتی۔ بلکہ اس امر خاص کے لئے اس کو سارا زبانی زور خرچ دینا گوارا ہوا۔ لیکن کی طرف سے روئے سخن پھر کر کرن دوشاسن سے مخاطب ہوا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو۔ سب کا منہ دیکھنے سے مائل ہوا۔ پانڈوؤں سے کہو۔ سب کپڑے وغیرہ اتار کر رکھ دیں۔ دروپدی کی بھی پوشاک اتروالو۔

پانڈوؤں نے جو تہی کرن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سنے پڑی خوشی سے اپنے اپنے لباس اتار کر دوشاسن کے سامنے رکھا دئے۔ ہر گئی دروپدی جو صرف ایک دھوتی پہنے ہوئے تھی وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اور اتارتی تو کیا اتارتی یہ شعر حسب حال تھا۔

مہلی تلوار اور میں لاغر
کیا پھوڑے گی کیا تھامیگی

دھوتی اتار کے دے تو کیونکہ لحاظ و شرم پر وہ داری و تن پوشی کا دار و مدار فقط ایک اسی پر تھا۔ جب دروپدی نے دھوتی نہ اتاری تو دوشاسن غصے سے جھپٹا اور بولا۔

اولونڈی ستار دے بدن کا کپڑا۔

دروپدی۔ صرف یہ دھوتی ہی دھوتی ہے اس کو اتار کر کیا منگی ہو جاؤں۔ تمہیں شرم نہیں مجھے تو غیرت ہے۔ دوشاسن۔ غیرت چلے چوٹھے مھاڑیں شرم کو لگے آگ۔ اتار دے دھوتی نہیں تو میں خود ماتھ نکاؤں۔ دروپدی۔ تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ مگر میں دھوتی اپنے ماتھ سے اتار نہیں سکتی۔

دوشاسن۔ تو پھر اچھا مزہ چکھو۔ دوشاسن نے یہ کہہ کر دروپدی کی دھوتی کھینچی۔ اور طاقتور ماتھ

اس نازک بدن کو ماورزا در بہتہ کرنے پر اتار دھو گئے جس کو قدرت نے اپنی دلفریبی کا مالک ایک دل خوش سن سراپہ حسن و جمال بنایا تھا اور جس پر چاند سورج کی بھی نگاہ پڑتے ہوئے جھجکتی تھی + اس وقت درویدی کا دنیا بھر میں کوئی نہ تھا جن پانچوں پانڈوؤں کے زور و طاقت پر اس کو بھروسہ تھا۔ ان کو فاموش اور بے پورکھ دیکھ کر اس کو بابو سیوں نے گھیر لیا وہ سمجھ گئی کہ اب کرشن دیو کے سوا اس کو بچانے والا دنیا کے پردے میں نہیں جس وقت دوشاسن اس کی بے بسی و بکیگی کی حالت میں دھوئی پکڑ کر کھینچنے لگا۔ اس وقت اس کو کرشن چندر کے سوا سب کی طرف سے ایسی ہولی وہ ایسی دروشا اور تنگ و ناموس کے موقع پر پکاری رہا ہے جسوت کے پیارے نند کے دلارے کرشن چندر آئندہ پانچوں پانڈو فاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک سراپہ توفیق آپ کا پاس ہے۔ راج رکھئے چاہے مٹائے۔

درویدی ادھر کرشن جی سے یہ فریاد کرتی تھی ادھر دوشاسن کو یہ سہٹ تھی کہ دھوئی اتار کر چھوڑوں یہ شرم سے جتنی سمجھتی تھی اس سے زیادہ دوشاسن اس کو ننگا کرنا چاہتا تھا جب ہزار ماٹھی کاہل رکھنے والے دوشاسن کے ماتھوں نے پران زور دکھلایا تو درویدی پنج پڑی اس کے دل سے نکلی ہوئی فریاد نے اہل محفل ہی کا دل ہتیں بلادیا بلکہ دوار کا جی میں بیٹھے ہوئے سری کرشن جی کے دل پر وہ اثر کیا کہ پہلا دکی فریاد نے بھی نہ کیا ہوگا

درویدی کی جان میں جان نہ تھی۔ دھوئی اتر جانے پر اس کے لئے کوئی پردہ عصمت نہ تھا۔ اس کے لئے وہ پہلے تو تمام سبھلے کے پڑے پڑھوں تمام محفل کے حاضرین سے فریاد ہی ہوئی کہ بیکیناہ پر یہ ظلم اور آپ سب بیٹھے ہوئے دیکھیں اس کو امید تھی کہ کوئی تو ایمان کی کہیںکا مکرالیشور نے سب کا منہ کھل دیا تھا۔ سب کی زبان

پر ہر کدوی تھی کسی کے منہ سے ایک حرف نہ نکلا وہ قریا دگرتی تھی ۔ اور
دو شا سن دھوتی کھینچ رہا تھا ۔ آخر درویدی پکاری

لے دیتا تھا ۔ اے دین دیال ۔ اس وقت کہاں ہو ۔ دین ہوں ۔ راجہ
ہوں ۔ جنوں میں ہیں ہوں ۔ سبھا والوں کے منہ پر ہر لگی ہے ۔ آنکھوں
کا پانی مر گیا ۔ ایمان کی کہتے دھرم کی بات بولنے غسی میں لیاقت و طاقت
باتی نہیں ۔ بھگوان جن پانڈوؤں نے مجھ کو سوئیر میں جیتا تھا جن کی
جسمانی طاقتوں اور شتر و دریا کے کمالوں کو دیکھ کر بڑے بڑے دیڑھاؤں
کے چھکے چھوٹے رہے ۔ ان میں جیسے جان میں کھلونے کی طرح سبھا میں
برا جمان ہیں ۔ جیشتم تپا مہ جی اور دھرترا شٹھ نے دھرم کی بات
بولنے کی قسم کھائی ہے ۔ اب تباؤ تمہارے سوا میرا کون ہے گرتی نا تھا
نا تھا کے نا تھا جگت کے سوامی ۔ انتر بامی ۔ اب تمہارے سوا کوئی خبر گیر
نہیں ۔ سبھا والے راستی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں کوروں
کو ادھرم کے خیال گھیرے ہوئے ہیں ۔ میری سہا شامیری رکھتا میری
حفاظت میری دستگیری کرتے والا اور کوئی رہ گیا ہے تو صرف ایک تم ۔
تندندن را دھا ارجنندن یکنس نکندن ۔ جگ بندن ۔ آج تمہاری قدرت
کے امتحان کا موقع ہے ۔ اور بھگت بسل بھگت سہا ملک کے خطاب کی
اصلیت کا یقین دلانے والا وقت ہے تمام دنیا سے زیادہ پر اگرمی
شہنور ۔ سور پیر ۔ بہادر ۔ تیر تلوار کے دھنی ۔ روئے ذہن کو جیتے ہوئے
خانہ آنکھوں سے میری درگت دیکھ رہے ہیں مگر میری درو شا میری
مٹی خراب ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئی نہ منکتابے کیا نازک وقت ہے
خانہ ان کے بزرگ خاموش ۔ سبھا میں بیٹھے ہوئے رایے جہا رے
بالکل چپ چاپ ۔ جن پانڈوؤں کے قدموں کا سہارا وہ سون ادھر یہ
اور ادھر دو شا سن ایسے ظالم کی بدعت ۔ اس درویدی کے ٹکڑے
برداشت سکے جہا میں جس کے پاؤں میں پھوول کی سیج کی ایک ٹپکھڑی
بھی کھٹکتی تھی تو سب آنکھ کے تل کا نیل کھنچوا کر تلوں میں ملتے تھے ۔

تھے جس دروپردی کے ہونٹوں کو پان کی سرخی گراں تھی جس کی آنکھوں کو
 سرے کا دنیا لہ بھاری معلوم ہوتا تھا جس کی رقبوں کو عطر پھیل کی مہک
 بار سر معلوم ہوتی تھی جس کے پاؤں کو مہندی کا رنگ پوچھ لیا تھا۔
 آج وہی تمہارے بھگتوں کی لونڈی اور تمہارے مکمل چرنوں کی دوسری روپ
 کی راہکمار سی۔ پانڈوؤں کی پران پیاری اس کس پیر سی کی مالت اور
 ظالموں کے ماتھوں دام مصیبت میں گرفتار ہے کہ آج تک کوئی نظیر
 نہیں مل سکتی یہ پیارے کرشن، منند، لارے کرشن ہیں میری فریاد اس
 وقت تک بے اثر میری گریہ زاری اب تک بے نتیجہ کیوں کیا میں بھیا پر
 سورے ہو لکشمی کے نازک نازک ماتھوں کے پاؤں دبانے سے آنکھیں
 نہیں کھلتیں پہلا دور میری مصیبتوں کا مقابلہ کر لو گجیندا اور میری آفتوں
 کو ترازو میں تول لو پھر مدد نہ کر دو کچھ نصیحت نہیں، مگر یقین مانو مجھ
 پر جو وقت پڑا ہے جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تم پر اس وقت بھی نہ
 پڑی ہوگی جب رام اوتار میں سینا ہرن ہوا تھا یہ دور لاج آج لاج
 تمہارے ماتھ ہے اگر لاج نہیں تو سمجھ لینا کہ میں بھی آج نہیں یہ دیکھئے
 دو شناسن ماد زاونیکا کرنے پر اوتار دھورنابے شام ستر وہ آیا دکھاؤ
 کہ میری لاج رہ جانے پر وہ گویاں بھی آپ کا جس کائیں جن کا چیر ہر کہ
 آپ نے اپنی قدرت کا ایک کھیل کھیلا تھا اور سارا زمانہ نغمہ زنی کر کے کہ
 تمہاری قدرت عجیب ہے سمجھ میں نہیں آتا چیر بڑھلے راکھی دروپردی
 پت گویں چیر ہرے +

دروپردی اسی طرح کرشن جی سے فریاد کر رہی تھی مگر پتھر کے دلوں پر
 کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ دو شناسن نے ڈانٹ بتائی کہ کیا وہامیات بکتی ہے۔
 اتار دھوتی اور موبانگی +

دروپردی نے کچھ جواب نہ دیا وہ بدستور کرشن چندر آئندہ یاد کرتی رہتی
 دو شناسن اس سے اوچھٹتا تھا یہاں تک کہ اس نے زبردستی دھوتی -
 کھنٹ شروع کی بھگوان کرشن دیو اپنے بھگت کی فریاد نہ سنیں ممکن نہیں جونی

درویدی کی زبان سے گریہ وزاری کے ساتھ اظہار کے دروہر الفاظ نکلے
 سری کرشن چندر دوار کا سے چل پڑے اور وہ قدرت کاملہ دکھائی کہ درویدی
 کے بدن کو ڈھانپنے والی دھوتی کا اور چھوڑ ہی معلوم نہ ہوا اس دھوتی کو
 اس دوشاسن کے طاقتور ہاتھ بھینچ رہے تھے جس کے زور بازو کے
 سامنے دس ہزار ہاتھی بھی سمجھ بھال نہ تھے۔ مگر کرشن چندر کی بابا پاتنج چھگز
 کی دھوتی اس کے کھینچنے سے نہ کھینچتی تھی۔ درویدی کے سارے بدن
 پر صرف ہی ایک چیر تھا جس کو ہم دھوتی کے نام سے منسوب کر چکے
 ہیں۔ اس دھوتی کو دوشاسن کھینچنے لگا تو عجیب ہی معاملہ پیش ہوا
 پاتنج چھگز کی دھوتی سے لال سفید نہر دوسرے رنگ کا آنا کپڑا نکلنا شروع
 ہوا کہ سبھائیں ڈھیر رنگ گیا جگہ نہ ہی اور دوشاسن سا طاقت ور دھوتی
 کھینچتے تھک کر بیٹھ گیا ہاتھ شل ہو گئے۔ بدن چور چور ہو گیا۔ سانس
 اکھڑ گئی۔ دم پھول گیا۔ اس کو تو کیا تمام موجود حضرات کو حیرت تھی کہ معاملہ
 کیا ہے دوشاسن دیر تک دھوتی کھینچتا رہا مگر درویدی تنگی نہ ہوئی اور
 سبھائیں ہزار گز تک رنگ کا کپڑا ڈھیر ہو گیا یہ رنگت دیکھ کر دوشاسن تو
 اپنے ہاتھ اپنے اور سانس ٹھیک کرنے میں مشغول ہوا۔ پہل صاحبان محفل
 درویدی کے دھرم کو سہارے لگے۔ سب کی زبان پر یہ الفاظ تھے دوشاسن
 کی نالائقی پر زوف۔ دریودھن کے اور خواشیوں کی سمجھ پر رضت ایک
 ڈراسی عورت کو ننگا نہ کر سکے اور ان سے کیا ہو سیکتا۔ واہے استری
 دھرم۔ تجھ میں سب کچھ کرات ہے۔ درویدی ہمارا فی دھن ہو تم نے
 آج منکروں کو بھی استری دھرم کی طاقتوں کا قائل کر دیا تم دھرم کی
 دیوی ہو چھپا کر وہ تمہارے دھرم نے ہم سب کو وہ قدرت دکھائی ہے کہ
 عقل کام نہیں کرتی۔ دوشاسن نے تمہارے ساتھ بہت نالائقی کی اس
 نے اس کا پھل پایا کہ بیٹھا ہوا ناپ رہا ہے سانس اندھیں سماتی۔ اس نے
 اپنی بدعتوں انیوں کا یہ پھل پایا اور تم نے اپنے دھرم کا یہ اعجاز دکھایا۔
 اب میرا نہ مانو تمہاری آج سے اور بھی ہمارا بڑھ گئی +

بے مشقت کے نہیں رتبہ عالی ملتا
 سر پہ جاتا ہے آنکھوں میں گھر کرتا ہے
 سب پانڈواس حیرتناک اور روزناک نظارے کو دیکھتے تھے
 مگر بھیم سین کی نظر چبھتی ہوئی تھی وہ پہلے تو خاموش رہا۔ مگر جب
 دوشاسن کے بنائے کچھ نہ بنی تو مست مانتی کی طرح جھومتا ہوا گھڑا
 ہو گیا اور بھڑکے ہوئے شہر کی طرح محفل میں گر گیا کہ اے سبھائیں وقت
 آخر زرا جو بہا راجو۔ اے کورو خاندان کے چراغو۔ بہت ہو چکی چھاتی پر
 پتھر رکھنے کی اب تاب نہیں۔ دروید کماری کی بھری سبھائیں یہ بے
 ابروئی۔ یہ بیجرتی۔ یہ بے حرمتی۔ یہ پکار کر کہتا ہوں قسم کھا کر
 کہتا ہوں حلف کے رو سے کہتا ہوں سو گند سے کہتا ہوں کہ اگر میں
 نے میدان جنگ میں چھاتی پر چڑھ کر دوشاسن کا خون نہ پیا تو زندگی کا رتھ
 پر مشور میں تجھ کو حاضر ناظر کرتا ہوں۔ اگر دوشاسن کا میں یہ حال نہ کروں
 تویری بھی نجات نہ ہو۔ میں اسے بغیر مارے زندہ نہ رہوں یہ محال ہے۔
 اس کی بوٹی بوٹی کاٹوں تب سند بھیم سین کا عضو قیامت کا نمونہ
 تھا۔ ادھر درویدی کے چیر کی اعجاز نمائی پیش نظر ہو چکی تھی۔ جتنے راجے
 بہا راجے سبھائیں موجود تھے راج کا پٹ اٹھے سب نے دوشاسن کو
 برا بھلا کہا۔ دریودھن اور دھرتراشت پر بھی تھو تھوک جن کے دل پر
 درویدی کی بے حرمتی کا خاص اثر ہوا وہ تو دو دو چار کر کے کھسکنے لگے
 کہ ظلم کون آنکھوں سے دیکھے جب راجوں کے کھسکنے کا سلسلہ چلا تو
 پد راجی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پکارے کہ وہ صاحبو واہ آپ کو ایشور
 نے اسی لئے راج ملک دیا ہے کہ بے انصافی کر کے دھرم کی نہ بل
 کے گھر کا راستہ ہیں بلا سے دھرم رہے یا ایمان پائے آپ سب
 ڈاڑھی مونچھ لٹکائے مروینے سبھائیں بیٹھے ہوئے ہیں مگر کسی سے
 درویدی کے ذرا سے سوال کا جواب نہ دیا گیا۔ درویدی نے جو کچھ کہا
 اس کی بکرن نے تائید کی اس عقل و غم پر آفریں سمجھ پر تحسین۔ حالانکہ

یہ سب سے چھوٹا ہے مگر اس نے بزرگی بے قبل است نہ یہاں کا ثبوت دیا۔ دھرم کی ایسی بات کہی کہ کسی کے منہ سے نہ نکل سکی۔ شاباش ہے۔ لیکن۔ مگر افسوس کہ ادھر دروپدی کی فریاد تھی اُدھر لیکن کی رائے کسی نے ہاں بھی نہیں کی اہم سے اہم معاملات ہمیشہ سچاؤں میں ہی فیصلہ ہوا کرتے ہیں ایسی بھری سچا میں افسوس دراسے معاملے کا تعقیبہ نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایسے موقع پر چپ سا دھسے رہتے ہیں انکو پاپ سے نجات نہیں اور جو ایسے معاملات میں دھرم کے خلاف بولتے ہیں ان کے گناہ کا ٹھکانا کیا

بدرجی کی یہ باتیں بھی سنی آن سنی ہوئیں کوئی بھی نہ ٹسکا کسی نے بھی زبان نہ کھولی۔ آخر وہ بھی زبان کا پھن جھکا کر بیٹھ گئے۔ جب ہر طرف سے صدائے پنجاسرت کا موائہ دیکھا تو کرن دوشاسن سے بولا کیا جھک جھک با۔ با۔ سن رہے ہو۔ دروپدی ہماری لونڈی ہے بے باؤ اس کو گھر میں جو کوئی جس خدمت کو کہے کرتی رہے۔ نہیں کیا بن سیکھ سے مطلب ہے۔ اپنا کارن سیدھ کرو

دروپدی۔ اے کرن اگر میں بھی مرد ہوتی تو ان باتوں کا جواب دیتی افسوس کہ میں عورت ذات ہوں۔ اپنے استری دھرم کا خیال ہے سچا والو نرم چاہے نہ یولو۔ چالو۔ مگر دیکھ رہے ہو کہ دشت دوشاسن نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے میں نے آپ لوگوں سے جس بات کا سوال کیا ہے اس کا جواب ملتے تک آپ سب دوشاسن کو بیرجی سے باز رکھیں۔ دوشاسن نے میرے دل پر جو صدمے پہنچائے ہیں وہ پرواشت نہ کر سکتی تھی مگر کیا کروں زندگی بے جیا تھی ورنہ کس کے منہ میں دانت تھے کس کا منہ تھا کہ میرے کپڑے کو چھو بھی سکے۔ اب بھی کہتی ہوں کہ آپ ذرا سمجھائیں اور جب تک میری بات کا جواب نہ ملے تب تک اس سے معافی دلوائیں ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں مجھ پر جو گزری وہ جھیل چکی اب جو بنے گی برداشت کروں گی لیکن ڈرتی

یوں کہ دل سے نکلی ہوئی آہ فاندان کے فاندان سوانا کر کے نہ رہے
 بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام عاکرون ابابت از درخ بہر استقبال سے زید
 البشور ایسا کبھی نہ کرے پاند ڈوا اور کور و فاندان و دو تو پھوپھیں
 میں کسی کا برا جینا نہیں چاہتی۔ مہاراجہ دھرتراشٹ اور پاند وک دو تو
 دو آنکھیں ہیں، البشوران دو تو آنکھوں کو قائم رکھے مگر آج جو کچھ میرے
 ساتھ دھرم ہوا وہ آپ سب کے، بضاف کا مستحق ہے جہاں میں ہوں
 کے دھرم کا روناروتی ہوں وہاں اپنی غلطی سے بھی شرمندہ ہوں۔ آج
 یہ پہلا دن ہے کہ میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھتے ہی ڈنڈوت نہ کی لاکھ
 دوشاسن میرے جھونٹے پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ ہزار میری بے
 آبروتی کے ڈھنگ ہو رہے تھے مگر یہ میرا فرض تھا کہ آپ کو تمسکار
 کئے بغیر نہ رہتی ہیں اس لیے ادبی کی معافی مانگتی ہوں اور قدموں کی
 استغاثہ کر کے اشیر باد چاہتی ہوں

اس وقت درویدی کی حالت عجیب دروناک تھی اس کی آنکھوں
 سے موتی کی طرح آیدار آنسو بہ رہا تھا اس باریک ریشمی دھوتی کو تیر کر رہے
 تھے جس کو دوشاسن کے ناپاک ہاتھوں نے کھینچا تھا۔ اس کی آنکھیں
 پر ہوئی ہو رہی تھیں اس کے چہرے پر بلدی سی ملی نظر آتی تھی۔ بال
 دوشاسن کی دست اندازیوں نے یکپھر دئے تھے اور رنج نے اس
 کے چاند سے کھڑے پر مروتی چھا دی تھی جس وقت اس نے سب
 سے مخاطب ہو کر ڈنڈوت کی اس کے دل پر نہ معلوم کیا صدمہ ہوا کہ
 پیٹ سے زمین پر گر پڑی اور نازک نازک بدن لاجوتی کی طرح کھلا کر
 میر کی طرح تھر تھر کانپنے لگا۔

اس وقت وہ درویدی زمین پر پڑی ہوئی ہے جس کے لئے سوئے
 کے پہلے تمام راجے مہاراجے آنکھیں میچھانے کو تیار تھے جس کو راجہ
 درویدی نے ہمیشہ پھولوں پر رکھا۔ بیاہ ہونے پر جس کو پھولوں کی سج
 کے سوانہ میں پر قدم رکھنے کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ درویدی زمین پر تپڑی

ہے، مگر کوٹ بدل کر کہتی جاتی ہے۔ کہ آہ سوئمیر کے بعد جس صورت کے دیکھنے کو دنیا ترس گئی۔ آف آج وہ یوں دشت لوگوں کی بدولت گھونگٹ سے محروم ہے۔ لٹے فاندان والے ہی فاندان کی عزت برباد کرنے کے لئے مجھ بیکس کی مٹی خراب کر رہے ہیں۔ افسوس پاتنج پاتنج وہ شوہر جن سے ایک دفعہ موت بھی پناہ مانگے میری ذلت دیکھ رہے ہیں اور ذرا چوں بھی ہٹیں کرتے ان کے منہ پر دھرم نے چھاپ نگادی۔ راجہ دھرتراشٹ سسر ہیں۔ بھیشم تپا مہ جی ہمارا ج سارے فاندان کے بزرگ جب انہوں نے مون سا دھلی تو اور کسی کا کیا ذکر سب دیکھ چکے کہ مجھ بیکس کا چیر و شناسن ایسے جہا بلی سے نہ کھینچا گیا جھگوان کرشن دیو نے میری لاج رکھ لی اور اس پر بھی کسی کی آنکھیں نہیں ہوتیں تو میں پیشینگوئی کرتی ہوں کہ بس اب کو روئیں گے فلتے میں فرق نہیں، میرا دل بول رہا ہے کہ دریودھن دوشاسن وغیرہ کے لئے آج کی کارروائی نے پہلا پیغام موت سنا دیا، کو رو اپنے دھرم کرم کی بہت ڈینگ مانگتے تھے آج میں نے دیکھ لیا کہ بس مائیں ٹائیں فس، اگر ان کو ذرا بھی دھرم سے ککاؤ ہوتا تو آج میری یہ درویشانہ ہوتی دوشاسن مجھ پر بہت بدعت کر رہا ہے مجھیں برداشت کی طاقت باقی نہیں، اے بزرگوارے حاضرین محفل، کچھ تو منہ سے بولو مہرے کھیلو کہ فلجیان دور ہو، یا تو کہہ دو کہ ہاں میں سچ سچ لوندی ہو گئی، یا بول دو کہ نہیں۔ اگر آپ سب کہہ دیں کہ بیشک لوندی ہو گئی تو درویدی اسی کو قبول کر کے ذلت کو عزت سمجھے گی۔ کوئی نہ جانے کہ درویدی کسی حالت میں اپنے دھرم کو چھوڑنا پسند کرے گی، چاہے جان بھی چلی جائے جب تک رانی رہے گی تب تک رانی کا دھرم پالیگی جب لوندی ہوگی تب لوندی کے دھرم کو بھی تباہ کر اپنا نام کئے بخیر نہ رہے گی۔ مگر کوئی سبھا میں اس امر کا فیصلہ تو کرے +

بھیشم تپا مہ۔ پیاری درویدی تمہاری بات کائیں جوانوں دنیا

میں دھرم جاننے والے کہاں اگر ہیں تو وہ اسی ماننے گئے جہاں تک میں
 دیکھتا ہوں آجکل دھرم طاقتور کی مٹھی میں ہے جس کو وہ پسند کرے
 وہی دھرم باقی دھرم بھی ہو تو وہ دھرم۔ آج کی رنگت دیکھ کر میرے
 اوسان خطا ہو گئے ہیں۔ نے سمجھ لیا کہ کورٹوں کی خیریت نہیں۔ یہ
 اس دھرم کا مزہ لٹینگے ہیں تمہارے تعاونوں کی تعریف کرتا ہوں
 کہ وہ کیسے دھرم کے پابند ہیں۔ اتنا کچھ ہو گیا۔ مگر زبان سے افسانہ کالی
 دوسرا ہوتا تو میں خون کی ندیاں بہ جاتیں۔ رانی درویدی تم نے بھی
 آج جو دھرم نبایا ہے اس کا جس بھیشہ دنیا میں سکایا یا بیٹا کا جو تم نے
 ضبط کیا ہے وہ دوسری عورت کیا بڑے بڑے ہماروں سے ہوا ممکن
 نہیں دھن ہو درویدی البتہ تمہاری مدد پر بے میں خاموش ضرور رہا مگر
 کیا بولتا تو بیوقوف ہی بنتا۔ دیکھ لو جب درونا چارنج کا یہ حال ہے
 تو تمہارے سوال کا جواب کون دے۔ مگر یابوس نہ ہو راجہ جید ہشت
 دھرم کا سروپ ہیں وہ سب کی طرف سے جواب دیدینگے۔ اطمینان رکھو۔

ادھیائے ۱۸

دریودھن اور دوشاسن وغیرہ کی شرارتوں پر بھیم سین
 کا جوش غضب۔ دوشاسن سے عوض لینے کی قسم
 دریودھن کی سبھا کے حاضرین کی بھیم سین سے عاجزی

جس وقت بھیشم تپا مہ جی خاموش ہوئے دریودھن نے زبان
 کھولی کہ اورو درویدی ہم لوگوں سے کیا پوچھتی پچھتی ہے۔ سبھا والے

کون جواب دیں۔ ان کو کسی کے بیچ میں بولنے سے غرض واسطہ ادب سے کہتی سنتی ہے۔ بھیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ سہرید کے نکلے کہ جس میں پڑتی کہ جو زبان پلائی منہ سے بولیں مگر سے کہیں خبر چپ ہیں تو انہیں بھی جلنے دے تیرے مدد مشٹر تو دھرم کے تہنڈے پر چڑھے ہوئے ہیں وہی کچھ منہ سے بھگنیں۔ ہم لوگوں کی سی نہ کہیں ایمان سے بولیں کہ تجھے مارے یا نہیں اگر مارے تو تو ہمارے گھر میں تو ڈی اگر نہیں مارے تو رانی کی رانی میں مدد مشٹر ہی کی زبان پر فیصلہ سہی۔ جو کچھ کہنا سنتا پوچھنا کچھنا جو اپنے پاندو۔ اپنے فائدوں سے پرچھ اور کسی کا دماغ نہ پاٹ کاں نہ کترہ تصفیہ دو یا توں پر ہے کان کھول کر سن لے ایک یہ کیا تو بھیم سین وغیرہ چاروں بھائی کہیں کہ مدد مشٹر کو تجھ سے کچھ واسطہ نہ تھا۔۔۔۔۔ نہ کبھی رہا۔ اس کا تجھ پر کوئی حق نہیں پہنچایا خود مدد مشٹر دھرم سے بولے کہ وہ تیرا فائدہ نہیں +

مدد دھن کی اس تقریر پر حاضرین مجلس پاندووں کی طرف دیکھنے لگے کہ سنیں کیا کہتے ہیں۔ مگر پاندو ایک چپ میں ہزار بلا میں ملتی ہیں + غموشی سنے دارو کہہ گفتن نمی آید

پر عمل کر کے کچھ نہ بولے۔ جب بھیم سین نے دیکھا کوئی زبان نہیں کھولتا۔ اس کے منہ سے بات نہیں نکلتی تودہ ہاول کی طرح گر جا کہ ادویہوں سن لے صاحبان محفل سماعت فرمائے۔ دھرم تیرا پاندو کل سر و سنا ہمارا جادو میرا ج مدد مشٹر بھرت بنی کے آفتاب۔ مالمتاب ہم سب کے بڑے بھائی ہیں سر کے تاج ہیں۔ سب کچھ ہیں۔ انہوں نے جو اچھا یا برا کیا اس کا میں ذکر نہیں کرتا۔ مگر ماں مجھے دو شاسن سے مطلب ہے۔ اس سے بچھے بغیر رہوں تو دنیا کو منہ نہ دکھاؤں دو شاسن شکر کرے کہ ہمارا ج مدد مشٹر کے لحاظ و ادب نے اس کی جان بچالی اگر یہ نہ ہوتا تو اس کو بخت کی مجال تھی کہ ہمارا بی درو پدی کے چیر میں ماتھ لگاتا۔ چترنگ ماتھ پہنچنے میں دیر ہوتی مگر بھیم سین کہ اس کے زندہ

خون پیتے بوٹیاں کاٹتے لمحہ نہ گزرتا جو اس وقت بڑھ بڑھ کے باتیں مار
 رہے ہیں جن جن کے جیسے تیز ہیں سب زمین پر سوتے ہوتے کیا درودھن
 کیا دھڑاٹھ کے اور سپوت سب کا ایک ایک بھڑپ ایک ایک
 اوچھڑ میں کام تمام تھا۔ کچھ کو روٹوں پر ہی منحصر نہیں مجھے ہمارا جہد ہشتر
 پر بھی سخت عضو آ رہا ہے۔ انہیں نے آج اپنے ماتھوں اپنے اور ہم
 سب کے پاؤں میں کلھاڑی ماری ورنہ مجال تھی کہ مجھ کے برابر درودھن
 وغیرہ بھیم سین کے ہونے ہمارا فی ور ویدی کو یہ دیکھ دیتے، اگر بھائی
 ارجن نہ روکتا تو میں صبح کہتا ہوں کہ ادھر تو سارے کو روٹوں کا چرسا
 نکالتا دوشاسن کا خون پتیا اور ہمارا جہد ہشتر کے بھی وہ ماتھ پھونک
 دیتا جنہوں نے پانے پھینکے تھے۔ نگراب چارہ نہیں، دھرم بے سعادت
 کی ایازت نہیں دیتا اس لئے چھاتی پر پتھر رکھے ہوئے بیٹھا سب
 کی شرارتیں دیکھ رہا ہوں، اگر ہمارا جہد ہشتر جھوٹوں پر بھی اشارہ کریں
 تو دھڑاٹھ کا کھرل مارتے بے چراغ کروں، ایک کا ایک روٹے
 اور پانی دینے والا باقی نہ رہے، تب کی سندہ اگر یقین نہ ہو تو جس کا
 دل چاہے آزمائے ۴

ہمیں میدان ہمیں چوکاں ہمیں گورے

امد پھر مزہ یہ ہے کہ نہ لاؤ ہو نہ لشکر صرف تن تنہا ایک اکیلی ذات
 سے سب کو مار کے گراموں امد اپنے اوپر ذرا بھی آج نہ آنے پائے بھیم سین
 کے چہرے پر اس وقت وہ بلال وہ رعب اور عصب کا وہ جوش تھا کہ
 تمام اہل محفل تھر تھر کانپنے لگے سب کو ڈر تھا کہ کہیں عضو بڑھے اور
 بھیم سین اٹھ کھڑا ہو کر سب کو زمین پر نہ بچھا دے، تمام صفوں میں
 بیٹھے ہوئے راجے ہمارا جہد ماتھ جوڑنے لگے اہل محفل اپنی جان کے
 خوف سے بول اٹھے کہ بھیم سین تم بڑے لائق ہو تم نے بڑے بھائی کی
 پاس نہیں کیا بلکہ درودھن وغیرہ کو بھی بہت طرح دی اگر تم انکل بھی چھلا
 دیتے تو سب کی جان نکل جاتی مگر واہ ہمارا دی کے ہی معنے ہیں کہ ایسی

معبیت کو بھی خاموشی میں ڈال رہے ہو تم اپنی طاقت کو جتنا نہیں
جانتے اتنا ہم سمجھتے ہیں مگر غصہ رو کو اپنی طرف دیکھو۔ دو شا سن نے
جونا لائی کی بیشک اس کا پروا نہ کرنا تمہارا ہی کام تھا۔ مگر تم نے
بھائی کی نالائقی کا خیال نہ کر کے چشم پرشی کی تم مجھیں ہو دو شا سن
دو شا سن ہی ہے۔ کہاں آفتاب کہاں قرعہ تم سب کو برتے ہیں مگر
دل میں تو دو شا سن کو تھوکتے اس کے افعال سے نفرت کرتے ہو۔

ادھیائے ۱۹

دروپدی سے کرن اور درپو دھن کی شرارت انگیز
باتیں۔ بھیم سین کا غصہ۔ مہارانی گاندھاری کی
راجہ دھرتراشٹ سے شکایت۔ راجہ دھرترا
کی دروپدی پر غرناہیت۔ پانڈوؤں اور دروپدی کا رفاہ

بھیم تیامہ کے چپ ہونے پر کرن نے پرا نا تعض نکلانے کے
لئے یوں زہرا کھنا شروع کیا کہ اور درپدی تو جن کے بھروسے پر لڑا
کرتی ہے ان کو دم مارنے کی مجال نہیں کیا بھیم ہی کیا بد رچی اور
کیا درونا چارنج سب کی عقل ماری گئی ہے تیری بات کا جواب دینے
کے لئے منہ ہو تب جواب دیں ناں و صرم چھوڑ کر پرعتی نا تھ ان داتا
بھرت کل شرو منی بکرو ویش شرو مکٹ ہمارا راج ادھی راج کو برا بھلا
کہنا ان کو سدھ ہے یہ نہیں جانتے کہ عاقبت خواب ہو رہی ہو دروپدی

سن ۔ قلام ہو لونڈی ہو ۔ یا چیلہ کسی کو جیتے جی آزاد سی نہیں مل سکتی
مرنے ہی کے بعد چھٹکارہ حاصل ہوتا ہے پانڈو بھی کورو میں کے
قلام ہو گئے اور تو بھی لونڈی ۔ اب پانڈوؤں سے ماتھو و صودھ تیر
خاوند نہیں رہے ۔ رشتہ و خاوندی ٹوٹ گیا ۔ تجھ کو تیری خوش قسمتی
راجہ دھرتیشٹ کے بیٹوں کے سایہ عاطفت میں لے آئی ۔ مہا راجہ
دریو دھن کے یہاں بھل خدمت کر ۔ چاہے دریو دھن سے بیاہ
کر لے ۔ چاہے سو بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ رہ ۔ یہ تیری
مرغی تیری پسند تو جس کے پاس رہیگی وہ پھولوں پر رکھ دے گا ۔ دل
میں جگہ دے گا ۔ آنکھوں پر بٹھا دے گا ۔ کھجور کے پتے پر رکھ دے گا ۔ جھنڈ
کی طرح داؤں پر رکھ کر مارتا نہ پھرے گا جس نے تجھے جوئے میں باندھا
اب اس سے رشتہ کیا تعلق کیسا ۔ اس پر طرہ یہ پانچ پانچ خاوندوں
کی جو روئے ہیں نہ رات ہیں نہ دن ہیں ۔ ایک عورت کس کس کی
خدمت کرے ۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک کی ہو رہ ۔ ایک درگیر
محکم گیر ۔ اب پانڈوؤں کو تیرا بھلی دے وہ تیرے خاوند نہیں رہے نہ
تو اب رانی رہی اگر تجھے رانی بننا ہے تو کورٹوں میں جس سے جی چاہے
ناظرہ جوڑے بغیر اس کے اب رانی کہلائے کی اور کوئی صورت نہیں
کرن کی یہ تقریر پانڈوؤں کے لئے زہر سے بھرا ہوا تیرا اور سان پر
چڑھی ہوئی شمشیر تھی اس نے دریو دھن کے کلیجے پر زخم چھوڑ دیا
پر زخم ڈال دئے ۔ مگر سب پر بندھے کبوتر کی طرح پر داز سے محروم
یعنی منہ میں زبان کے ہوتے بھی نہ بول سکتے تھے بھیم سین پہلے تو
خون کے گھونٹ کے ساتھ شربت کے سے گھونٹ پیتا رہا مگر جب ان
کی زبان پڑھتی ہی چلی گئی تو وہ بھلی کی طرح کرک کر بولا کہ اوصوت کے
پیٹے کیا داحیات یک یک نکا رکھی ہے زبان سب بھال کر نہیں بولتا تیرا
منہ مگر بھیم سین کے منہ پر یہ باتیں کہے کیا تجھے بھیم سین کی طاقت
کا حال معلوم نہیں جس نے آجی کیا مائیتوں کے کھچیر کر پھینک دئے

شیروں کی کلاٹیاں ایک چٹکی سے مرکا دیں۔ لے جہا راجہ جیدھن شڑپ
 نے خود لٹیا دیو دی جوئے میں دوپدی کو مار کر سمیں آج اس حالت پر
 پہنچا دیا ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے لچے لوگ ہم لوگوں کے سامنے
 زبان بھی پاسکتے آپ نے ان کے چہرے تیز کر دئے اور ہم کو دلا چنا بنا دیا +
 درجودھن - بھیم سین جی تم زبان کا شراپن تو بہت دکھاتے ہو
 اصول کی بات کیوں نہیں کرتے۔ جیدھن شڑپ سے پوچھنا کہ کیا کہتا ہے +
 اتنا کہہ کر دیو دھن درو پدی کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے زانو سے
 دامن اٹھا کر پھینکی دیتا ہوا بولا کہ رانی بننا چاہتی ہے تو اس زانو پر بیٹھ
 یہ زانو تجھے عرش پر چڑھا دیتا۔ آنکھوں میں تیری ہی جگہ ہو گی +
 بھیم سین یہ کلمات سن کر شڑپ اٹھا اس کے بدن میں غصے کے
 مارے بھوکا سا زہر چھٹک گیا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سبھا والوں سے
 خطاب کر کے گڑ کا کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ
 درو دیو دھن جس ران پر درو پدی رانی کو بٹھانے کی خواہش کرتا ہے وہ ران
 بھیم سین چور نہ کرے تو بھیم سین اپنے باپ کے نطفے سے ہیں۔ اگر اس
 ران کے پرچھے نہ اڑائے تو سمجھ لیجئے گا کہ نا اکتی کا دودھ پینا حرام
 ہے۔ ایشور اگر میں درو دیو دھن کا ابھی زانو نہ پیس کے رکھ سکوں تو مجھ
 کو کیتی نہ دینا مجھے نرک میں رکھنا مجھے خوشی سے ویاں کی آگ میں جلنا
 منظور مگر درو دیو دھن کی بڑیاں چور چور گئے بتیر بھیم سین دم لے تو بھیم سین
 کاروبار رویاں جلنے کے لئے تیار ہے۔ درو دیو دھن سمجھ لے کہ تیرے لئے
 پر لے رکھی ہوئی ہے۔ ساری تیرے لئے پیٹکی اور کرن۔ وہ شاسن
 تماشا ہی دیکھتے رہینگے ابھی اٹھ کھڑا ہوں تو سبھا میں تم سب کیا کافی
 چڑیا تک نظر نہ آئے۔ ایک بھئی تک نہ پھٹکے۔ اس وقت بھیم سین کے
 غصے کی حد نہ تھی۔ آنکھیں سرخ لال لال گھنگھی ہو رہی تھیں آنکھوں
 سے شعلہ غضب اسی طرح نکلتا معلوم ہوتا تھا جیسے ساون بیلوں کی ٹھانیں
 کو دھنا پکتا اور بجلی چمکی ہے اس کا چہرہ لال لال انکارہ ہو رہا تھا۔

خون کا وہ جوش تھا کہ سارے چہرے کی جلد میں لہو ہی لہو کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ جوش غضب میں اس کے منہ سے جو سانس نکلتی تھی نوٹار کی دھونکھنی کو مات کر رہی تھی۔ اس کی ایک ٹھنڈی آہ بھی عام ہو رہی تھی۔ فلاؤٹنگ کو پھونک دینے کی طاقت رکھتی تھی۔ اس وقت بھیم سین کے منہ سے ایسی گرم گرم سانسیں چل رہی تھیں کہ غصے پھرے اصل کالے ناگ کی پھینکارات تھی اور آندھی کا جھونکا چلتا معلوم ہوتا تھا۔ آنکھیں ایسی خون میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی تھیں کہ بڑے بڑے شیر و لوں کی نظر چہرے کی طرف اٹھتے ہوئے دڑتی تھی + بھیم سین کو دانت کٹکٹاتے اور جوش غضب میں پھرا ہوا دیکھ کر بدرجی نے دریودھن سے کہا اسے تیری سمجھ کہاں ہے کیوں تم سب لوگ اندھے سو رہے ہو کیا نہیں جانتے کہ بھیم سین بات کا پکا اور قول کا دھنی ہے جو کہ لینگا کر کے چھوڑے گا مجال کیا کہ بات پٹ پڑے کوئی ڈبرو گھسٹو ہو تو اس کی بکواس کا خیال نہیں کیا جانا بھیم سین وہ بلوان اور ایسا بہادر ہے کہ ناہتھیوں کو چٹخیاں دے پہاڑ کو بھی ایک دفعہ بلا دے اس کی بات کو تم اس کا ات سنتے اور اس کا ان مڑاتے ہو۔ بس معلوم ہو گیا کہ شامت سوار ہے ایٹھو نے ہم سب کی عقل پر پردے ڈال دیے ہیں اسی سے کچھ نیک و بد سمجھا نہیں دیتا یہ کہے دیتا ہوں کہ بھیم سین جو کہہ رہا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ایک ایک سے بدل لینگا اور جو اس وقت چنڈال چوڑی میں قمریک ہیں سب کو ماکوں چنے چھو لینگا تائے نازوں کی پٹی دنیا کی عورتوں کی سرتاج۔ پنج کنیاؤں میں سب سے افضل مہارانی ورو پدی کی مجمع عام میں بے عزتی اس کے دل سے جو آہ نکلی ہوگی وہی کیا کم ہے اس کے ساتھ بھیم سین کا غصہ کہے دیتا ہوں کہ کورو میں اپنے ناہتھوں اپنے حق میں بس یور رہا ہے اگر نام و نشان بھی رہ جائے تو بدراپنا نام بدل ڈالے۔ راجہ جیدھشٹر عجیب پہلے اپنے آپ کو مار چکا

تو درویدی پر اس کا حق کیا۔ اس کا حق اُس وقت تھا جب اپنے سے پہلے درویدی کو ہارتا۔ اے درویدھن میں تمہارے بھلے کو کہتا ہوں تم تشکنی کے پھیر میں نہ آؤ۔ یہ قندھاری راجہ تمہارا گھر مٹا کر رہ گیا۔

درویدھن۔ (ربدرجی سے) چچا صاحب آپ بار بار خفا ہوتے ہیں بگڑتے ہیں لوگوں پر دھبار کھتے ہیں بہمت تراشتے ہیں۔ الزام لگاتے ہیں۔ جو منہ آتا ہے کہہ جاتے ہیں۔ بھیم سین بھی اتنا گرجتے ہیں۔ اکڑا کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر کسی کے منہ سے وہ بات نہیں نکلتی جس پر سارا توڑ ہے راجہ جدھشٹر نہیں بولتے تو جانے دیکھتے۔

بھیم سین۔ ارجن بیکل۔ سہدیو ہی کہیں کہ راجہ جدھشٹر درویدی سے خاندان نہیں چلے چھٹی دو ٹوک فیصلہ۔ اگر درویدی کو پھر لونڈی کہوں تو سزا۔ مگر جب تک اس کا تصفیہ نہیں ہو لیتا۔ درویدی لونڈی سے رانی نہیں کہلا سکتی نہ اب طوق غلامی سے آزادی مل سکتی ہے۔

ارجن۔ بھائی درویدھن بڑا نہ مانیکا جو اپنی سمجھ میں آتا ہے۔ کہتا ہوں آئندہ آپ کو اس وقت اختیار ہے آپ دیکھتے ہیں کہ میں کس طرح سب باتوں کو ٹال کر نظر انداز کر رہا ہوں ورنہ میرے دھنش بان ایک ایک بات کا جواب دینے کو کافی تھے۔ مگر نہیں میں ایسی پھل پھولی پھوڑی کا اُجڑنا پسند نہیں کرتا ممکن ہے کہ خیالات کی غلطی زبانی مباحثے سے دور ہو جائے اور پیچھے کسی کو نہ پھٹنا پڑے کہ زبانی حجت کے لاکھ کا گھر خاک کر دیا بھائی درویدھن تم ہی انصاف کرو کہ جب راجہ جدھشٹر پہلے اپنے آپ کو ہار گئے تو ان کا دعوے رانی درویدی پر کیا رادہ پہلے ہم لوگوں کو ہارے ہیں۔ پھر اپنے کو۔ ہم سے جو خدمت لیجئے انجام دیں مگر رانی درویدی پر ان کا کوئی حق نہیں اور یہی غلط فہمی فساد کی جڑ ہے اور کیا عجب کہ آگے چل کر اور کچھ رنگ لائے۔

دوشاسن نے جو بدعتیں کی ہیں۔ دل سے ٹھننے والی نہیں۔ ہائے ہمارا رانی درویدی کی بھری سمجھ میں یہ درگت یہ دروشا ہوا اور ہم لوگ

میٹھے دیکھیں۔ فقط بہاراج بھیشم پتامہ چچا دھرتراشت اور گرو درونا چاری
کا لحاظ تھا۔ نہیں تو آپ دیکھتے کہ ہمیں کمر خون بہتا ہوتا۔ مگر نہیں ہم
لوگ راستی پسند ہیں۔ جو سب کہہ دیں وہ بات ٹھیک اپنی رائے
سے کچھ مطلب نہیں؛

ادھر راج سمجھا میں یہ تہتک ہو رہا تھا ادھر راجہ دھرتراشت
کی جگہ شالامیں نیال کھلا جہاں ویدو دھنی کے سوا سنگھ گھڑ پال کی آواز
کے علاوہ اور کچھ سنائی ہی نہ دیتا تھا وہاں سیارا آکر رونے
لگے گدھوں نے ریگنا شروع کیا اس بدشگنی سے بھیشم پتامہ اور
درونا چارج کے رونگٹے اور کان کھڑے ہوئے ان کی زبان سے
بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ بھگوان خیر کرنا۔ ایشور فضل رکھنا۔ آنا ریڈھ
نظر آتے ہیں۔ بدشگنی کچھ کہہ رہی ہے؛

اسی عرصے میں مہارانی گاندھاری کو سب باتوں کی خبر لگی وہ
بہنئی کانپتی راجہ دھرتراشت کے پاس پہنچی اور کہا کہ میں۔ آپ نے
بڑھا لے میں یہ کیا کلنک لگایا۔ بڑھے چھو کروں کی رائے پر چلیں
تو کیوں نہ اندھیر ہو۔ ہائے آپ نے دریودھن کے کہنے سے عمر بھر
کی ساری ناموری خاک میں ڈبی۔ سارا زندگی بھر کا جش ملی میں ملا کر
رکھ دیا۔ راجہ جدھشٹر اور اس کے بھائیوں کی یہ درگت۔ درویدی
ایسی استریوں کی سر تاج پر یہ بدعتیں۔ ہائے آپ سے یہ سب کیسے
سنا دیکھا گیا۔ پانڈو اندر پرست میں رہتے تھے آپ کا کیا لیتے تھے
آپ نے دریودھن کے کہنے سے انہیں بلایا۔ جوا کھلایا۔ اور ان
کی ایسی بے عزتی کی۔ کہ کوئی دھشٹ سے دھشٹ دشمن بھی نہ کرتا۔
درویدی پر وہ شرمناک ظلم کئے کہ آج تک کسی راکشش نے بھی
پرائی غورت پر نہ کیا۔ اُٹ سے۔ زون سے۔ لعنت سے۔ دھر کال
سے۔ ارے اب بھی کچھ نہیں گیا۔ سمجھو۔ ہوش میں آؤ۔ عقل کی
آنکھیں کھولو۔ کیوں خاندان کی جان کے پیچھے پڑے ہو کہے دیتی ہوں

کہ بال بچوں کی خیریت نہیں۔ آج کی کر قوت زمین پر خون کی ندیاں بہا گئی۔
پانڈوؤں کے چپ رہنے پر نہ جانیے۔ یہ خاموشی سب کی ہوتی بندھ گئی۔
ہمارا فی گاندھارمی کی باتوں نے راجہ دھرتراشت کے دل پر اثر
کیا۔ اُس نے درجودھن کو بلا کر کہا کہ بس بہت ہو چکی۔ اب برداشت کی
طاقت نہیں۔ تو نے میرے خاندان کی عزت و عظمت میں دھبا لگا دیا
جس وقت تو زمین پر گرا تھا۔ اُسی وقت مدبرجی نے پیشنگونی کر دی تھی
کہ درجودھن خاندان کا خاتمہ کر لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج اُس کی ابتدا
ہوئی میں بھی بیوقوف تھا جو تیرے کہنے میں آ کر پانڈوؤں کو یہاں بلا بیٹھا
بھلا میں کیا جانتا تھا۔ کہ تم سب کی کیا عرض کیا نیست ہے خیر جو ہونا
تھا ہو چکا۔ سب باتوں کو ڈالو جو لھے بھاڑ میں۔

یہ کہہ کر راجہ دھرتراشت اپنے سنگھاسن سے اٹھا درویدی کے پاس
آیا۔ اور بڑی محبت سے بولا۔ ہمارا فی درویدی تم میرے خاندان کی رونق
ہو۔ میرے پانچ کلیجے کے ٹکڑوں کی پران پیاری میری سو میٹوں کی ایساں
تمہاری لونڈی کے برابر میں۔ تمہاری کوئی برابر ہی نہیں کر سکتا۔ تمہاری
ایسی بہو کی خدمت میں آج جو کچھ نالائقوں نے گستاخی کی ہے۔ اُسے
میں اندھے پن سے نہ دیکھ سکتا۔ معاف کرنا نہیں تو کسی کی مجال تھی
کہ تم ایسی بہو کا رویاں بھی دکھا سکتا۔ تم سب سے بڑی ہو۔ کسی کی
نالائقی کا خیال نہ کرو۔

بڑوں کو اُچت ہے چھوٹوں کی اپتات

از خورداں خطاوار بزرگان عطا

بزرگان خوردہ بر خورواں نہ گیرند

تمہی بڑا نہ مانے جو گنوار کہہ جائے جسے گھر کا مرد ہار بھلا بہ جائے

درویدی۔ میرے ساتھ جو چاہے بدستو کی کر لے مجھے کچھ پرواہ نہیں
مگر پانڈو اور کورو کل کی لانج کا خیال ہے۔ کہ اس پر دھبہ نہ آنے پائے
مگر نہیں جب آپ کے بیٹے ہی مجھ کو ہزار آنکھوں کے سامنے نہنگا کرتے

میں نہ شرمائیں تو فرمائیے۔ مجھ بد نصیب کا کیا قصور۔ آپ سب سے پوچھ لیجئے کہ دو شاسن نے مجھے جھوٹے پکڑ پکڑ کر بے رحمی سے کھینچا بالکل مادر زنوننگا کرنا چاہا۔ مگر میں نے بھگوان کرشن دیو کی یاد کرنے کے سوا کچھ نہ کیا۔ اگر اس وقت کو سنے لگتی تو جو کہتی وہی ہوتا چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ کچھ عرصے تک دو شاسن میرا چیر کھینچتا رہا۔ پانی چھینکے گا کپڑا اتنا بڑھا کہ سبھا میں جگہ نہ رہی اور دو شاسن کے رخ ڈھیلے ہو گئے جب میرے کرشن کرشن کہہ دینے میں یہ تاثیر تھی۔ تو ممکن تھا کہ اور جو کچھ کہہ دیتی وہی ہوتا۔ مگر نہیں فقط آپ کا لحاظ تھا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ رانی درویدی میرے سوا بھاگ۔ رہے نصیب کہ تم ایسی بہو سے میرا خاندان پوتر ہوا۔ اب میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو۔

درویدی۔ جو کچھ آپ کا ہے وہ سب میرا ہی ہے۔ پھر میں کیا مانگوں؟

دھرتراشٹ۔ نہیں نہیں کچھ اس وقت ضرور مانگو۔
درویدی۔ بس معافی مانگتی ہوں؟

دھرتراشٹ۔ پیاری درویدی زیادہ شرمندہ نہ کرو۔ نالائق دیورول کی بیوقوفیوں کا خیال بھولو۔ اگر تمہارے لڑکے ہوئے تو تم کیا کرتیں۔ اس کے علاوہ بڑی بھانج ماں کے برابر ہوتی ہے۔ پھر جب تم ماں کے برابر ہو تو لڑکے کے برابر دیورول کا قصور معاف کرنے میں کیا عذر۔ اب سب باتیں دل سے نکال کے مجھ سے مین بردان مانگ لو۔ چھوٹوں کی باتیں کو بھول جاؤ۔

درویدی۔ میں آپ سے کیا مانگوں۔ مجھے کس چیز کی ضرورت ہے آپ میرا ہاتھ اپنے پانچ بھتیجوں کو پکڑا چکے ہیں بس انہیں کی دستگیری چاہیے اور کوئی دنیا کی ہوس نہیں ہے۔
دھرتراشٹ۔ درویدھن بکا کرے میں ابھی جوئے میں آگ لگائے

دیتا ہوں۔ بھائیوں بھائیوں میں ایسی ہرجیت کیسی۔ پیاری بیہوش کو
بھتیجیوں کی طرف سے کیا فکر۔ تم اپنا سوال کرو۔
درویدی۔ آپ کا فرمانا سراسر آنکھوں پر۔ دیکھنے کی مجال نہیں۔ مگر
مجھے اطمینان کیا؟

دھرتراشٹ۔ درویدی کیا تمہاری بھی عقل کہیں چلے گئی ہے
بھلا میرے بھتیجیوں کو بھی کوئی غلام بنا سکتا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے
کوٹے پر نہیں پھینکے جاتے ہیں۔ تم اس طرف سے بے فکر ہو کر اور
کچھ مانگوں ابھی دوں گا۔ دیر نہ ہوگی۔

درویدی۔ اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو وہ سب سامان پھروا
دیکھ جو بے ایمانی سے دشمنی وغیرہ نے جیت لیا ہے بس۔
دھرتراشٹ۔ اسی وقت سب لو۔ کسی کو کچھ عذر نہ ہوگا۔ مگر تم
نے کچھ نہ مانگا۔ جس کو دے کر میں خوش ہوتا۔ یہ تو معمولی باتیں ہیں۔
درویدی۔ آپ دھرم کو جانتے ہیں۔ شاستر کے اصول پہنچاتے
اور مانتے ہیں۔ پھر میں زیادہ لالچ کروں۔ کیا اپنا بطر اعزق کروں دھرم
شاستر کے رو سے دلش کے ایک چھتری کو دو بر مانگنے کا اختیار ہے
آگے ادھرم۔ ہاں برہمن تو تک بروان مانگ سکتے ہیں۔ پھر میں تمہارا
بروان کیسے مانگوں۔ مجھے دھرم کے خلاف چلنا منظور نہیں۔ چاہے
کچھ کیوں نہ ہو جائے۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اچھا نہ ہی تو تمہارے پانچوں پران
پتی تم کو مل گئے۔ سب ہاری ہوئی چیزیں تمہاری۔ تمہارا دھرم تمہارا
مددگار ہوا۔ خوش رہو۔

ادھیائے ۲۰

کرن کی طعنہ زنی۔ بھیم سین کا اظہارِ غضب راجہ جہشٹ
 کی فہمائش۔ راجہ دھرتراشٹ سے اظہارِ مرضی کی
 درخواست۔ راجہ دھرتراشٹ کی نظرِ عاطفت۔ کوروؤں
 کے قصوروں کے لئے عذرِ خواہی۔ اندر پرست
 جانے کی اجازت۔ پانڈوؤں کی ہستنا پور روانگی

جس وقت دھرتراشٹ نے دروپدی کو بردان دیا۔ اور اس نے تیرے
 بردان لینے سے انکار کیا۔ تو راجہ دھرتراشٹ نے اس کی بہت تعریف کی
 اور بیٹوں کے قصور کی معافی مانگی۔ دروپدی نے کہا کہ آپ بڑے ہیں۔
 آپ کی بات ٹالنا میرے لئے جلد درجے کی بے سعادت تھی۔ نہیں تو دو
 بردان میں نہ مانگتی۔ فقط آپ کی بزرگی کی وجہ سے مجھے حرفِ سوال
 زبان پر لانا پڑا۔ کورو اس کارروائی سے دل شکستہ ہو رہے تھے کہ اے
 سارا کردہ نہ کروہ برابر ہو گیا۔ کہاں ہم نے پانڈوؤں کو غلام بنانے کے
 لئے اتنی درد سہی کی کہاں راجہ دھرتراشٹ نے یہ بیوقوفی کی کہ پھر ان
 کو جیسا کامیسا کر دیا۔ اور کسی منہ نہ پڑا کہ کچھ بولے یا زبان سے حرف
 نکالے۔ مگر نہیں کرن کو تاب نہ آئی وہ ضبط نہ کر سکا اس نے ان
 الفاظ میں دل تکی بھڑاس نکالی ہے

پانڈو بڑے خوش نصیب ہیں۔ ہارے کے ہارے اور پھر دیر پدی کے صدقے میں جسے کے تیسے ایشور جو رو دے تو ایسی ہی دے جو خاندانوں کے نکلنے سے طوق غلامی اُتر دوائے۔ پانڈو دو موچھوں پر تاؤ دو مزہ کرو۔ جوئے کا ہارا اور جو رو کا مارا برابر ہوتا ہے مگر تم خوش قسمت نکلے۔ تمہارا ستارہ اونچ پر ہے۔ نہ غلام بنتے دیر نہ راجہ بنتے دیر۔

کرن کے ان فقروں سے بھیم سین کے غن بدن میں آگ لگ اٹھی اس کے کلیجے میں ایک ایک لفظ نشتر کی طرح چبھا۔ اس نے کہا بھائی راجہ جد ہشتر اب زیادہ سننے کی تاب نہیں۔ آپ نے مجھ کو بھی سب کا بدل بنا دیا۔ مگر یہ جیتے ہی ممکن نہیں۔ چلے اٹھے سبھا سے باہر جایے پھر میں سمجھ لوں گا۔ تو سہی صرف ایک چپا دھرترا شٹ کو چھوڑ کر سب کی ہڈی پسلی چور نہ کروں تو زندگی پر لعنت دوم بھر میں سب کو لہا لیٹے ہوئے کو کیجیو گا میں برابر طرح دیتا جاتا ہوں۔ مگر بے ایمان نشتر پر نشتر چھوئے جاتے ہیں بڑے مرد ہیں تو چلیں میدان میں اگر ایک بھی جیتا پکے تو بھیم سین اپنے گدے آپ اپنا سر پھوڑ کر غصہ مٹائیگا۔

راجہ جد ہشتر۔ بھائی بھیم سین۔ زیادہ غصہ نہیں کرتے۔ غصہ حرام ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آج تمہارے سامنے کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ تمہاری ایک انگلی کا اشارہ شیر کے طمانچے سے زیادہ خوریز ہے مگر ہمیں پیارے بھائی غصہ کس پر کرتے ہو۔ اپنے ہی بھائیوں پر بعد بھائیوں پر غصہ کرنا ہی کیا۔ اگر کوئی اور ہو تو البتہ بات ہے تم غصہ تھوک ڈالو۔ میں فیصلہ کئے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر راجہ جد ہشتر راجہ دھرترا شٹ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور بولے۔ اب مجھے کیا اجازت ہوتی ہے جہانگ میری عقل کام کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہستنا پور کی آب و ہوا ہم لوگوں کے لئے موافق نہیں۔ اس لئے میں آپ کے ارشاد کا منتظر ہوں جو آپ فرمائیں اس سے عذر نہ ہو گا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ نور نظر۔ تختِ جگر۔ تم نے سچ سچ دھرم کو زندہ کر دیا۔ تمہاری سعادت و لیاقت و شرافت و منانیت کے دُنیا میں دُکے بچ رہے ہیں۔ ہمیشہ تمہارا جش گایا جائیگا۔ بڑے نیک ہو۔ راحت جان تم اپنے بھائیوں کی گستاخیوں کو دل سے بالکل بھلا دینا۔ یہ سب تم سے چھوٹے ہیں۔ تم عقلمند ہو۔ تمہیں میں کیا سمجھاؤں۔ جو عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ اسی طرح بروہاری سے کام لیتے ہیں۔ اوچھاپن نہیں ظاہر کرتے۔ درلودھن۔ کرن۔ دوشاسن وغیرہ نے جو نالائقیات کی ہیں ان کو معاف کرنا۔ اے اس بڑھاپے میں ایشور نے وہ دکھایا جو کبھی کانوں سے بھی نہ سنا تھا۔ تم ایسے دھرماتما کے ساتھ یہ یہ شراہیں مگر مجھے اُمید ہے کہ تم کچھ خیال نہ کرو گے۔ اور بھائیوں کو بھائی کی نظر سے دیکھو گے۔ رانی گاندھاری جی تمہاری مائیں۔ مجھ کو بھی اسی رشتے سے جیسا چاہیے بزرگ سمجھ لو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میری نظر میں کورو کچھ مال نہیں میں تمہیں کو ان سب کا مربی۔ سرپرست اور صاف الفاظ میں سرتاج کیا بلکہ راجہ سمجھتا ہوں۔ نہ تمہاری لیاقت و سعادت میں شک ہے۔ نہ تمہارے بھائیوں کی اطاعت و محبویت میں ایشور تم سب کو پھیلائیگا۔ میرا بھی اتنا قصور تھا کہ بے سمجھے بوجھے درلودھن کی بات مان کر تم کو یہاں بلا لیا۔ جس کا نتیجہ وہ ہوا جو میرے واسطے کلنک سے کم نہیں مگر راحت جان میرا جو کچھ فعل تھا۔ واسطہ نہ تھا۔ معاف کرنا۔ سب راجہ پاٹ تمہارا ہے کورو سب تمہارے چھوٹے میں مان پر نظر عنایت رکھو۔ اور اب جاؤ اندر پرستہ میں اپنا راج کلنک دیکھو۔ سلطنت کے کاروبار کرو۔

راجہ جدمہشٹر راجہ دھرتراشٹ کے مجتہد الفاظ سنکر قدموں پر گر پڑے۔ اپنی طرف سے معافی بھائیوں کی محبت کا اقرار کیا۔ اور بھیم سین وارجن وغیرہ بھائیوں کے ساتھ درلودھن کو رتھ پر سوار کر کے اندر پرستہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت اقرار کیا جو آپ فرمایا ہوگا۔

ہمیشہ وہی کرونگا۔ مجال کیا کبھی سرتابی یا تمہیں حکم سے گردانگی ہو

ادھیائے ۲۱

پانڈوؤں کی اندر پرست میں واپسی۔ وریودھن وغیرہ کی
 راجہ دھرتراشت سے فریاد مگر قمار بازی کے لئے ملانے
 کی درخواست۔ راجہ دھرتراشت کی منظوری۔ ہیشتم تیار
 مہارانی گاندھاری وغیرہ کا وادیلہ۔ فہمائش۔ راجہ دھرترا
 کی کج فہمی۔ پانڈوؤں کی طلبی۔ اُن کی آمد قمار بازی۔ کورو
 کی جیت۔ پانڈوؤں کی ہار۔ بارہ برس کی صحراوردی سامان

راجہ جدھشٹر اپنے بھائیوں اور مہارانی وریودھن کو لئے لاؤشکر کے
 ساتھ اندر پرستھ کو واپس چلے تو کوروؤں کی چھاتی پر سانپ ٹوٹ گیا۔ وہ ہاتھ
 ملنے لگے۔ کہ اے ہاتھ میں آیا ہوا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ جال میں پھنسی
 ہوئی سونے کی چڑیا جال سے نکل گئی۔ انہوں نے آپس میں پھر ٹکھنپ کرنا
 شروع کی کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہمارے غلام آزاد ہو جائیں۔ راجہ
 دھرتراشت اندھا بول دھا اس کو تمیز ہی کیا۔ عقل ہی کیا ہے۔ ہمارا
 سارا بنا بنا یا کھیل بگاڑ دیا۔ بزرگی بقل است نہ کہ بساں ایسے بڑے
 کڑھائی میں تلے جاتے ہیں۔ ارا جدھشٹر جیتے ہم۔ راجہ دھرتراشت
 کو کیا مجاز تھا کہ سب کچھ بھرنش دیتے۔ دشمن کو کبھی ابھرنے دینا نہ چاہیے

جس طرح ہو۔ جب قابو چلے پس کے رکھ دینے ہی میں مقرر ہے۔ موزی کو پہلے ہی مارنے کی بزرگوں نے اجازت دی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم پانڈوؤں کو طرح دیں جن سے ہرقت لڑائی اور موت کا اندیشہ ہے۔ ہم کبھی دھرتراشٹ کے فیصلے کو نہ مانیں گے۔ ہمارا دھرم یہ ہے کہ جس طرح ہو کے پانڈوؤں کو نیچا دکھائیں۔ سر اُبھارنے نہ دیں، آپس میں یہ بات جیت کے سارا جیتھارا جہ دھرتراشٹ کی خدمت میں پہنچا اور وہائی دی کہ آپ کی بزرگی کے قربان۔ آپ ان سانپوں کو دودھ پلاتے ہیں جو ہمیں ڈسنے کے لئے اودھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کس عقلمند نے کہا ہے کہ جو کلہاڑی اپنی ہی جڑ کاٹے اُس کے دستے کے لئے اس درخت کو سینچے جس کی شلخ سے اس کا دستہ تیار ہونے والا ہے۔ آپ نوجوان دیدہ ہیں۔ قہیدہ ہیں۔ آپ کے سامنے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

کچھ یاد سے برہمپیت جی نے راجہ اندر سے کیا نصیحت کی تھی اور کن الفاظ میں اُن کو سمجھا یا تھا۔ کہ دشمن کو چاہئے جس طرح ہو ابھرنے دینا کیا معنی اپنی ہی مٹھی میں رکھنا چاہئے کہ جس میں سنک نہ سکے۔ پانڈوؤں سے اور ہم سے دشمنی۔ ہم نے اُن کو جوئے میں جیت کر غلام بنایا۔ آپ نے پھر آزادی دے دی۔ آپ سیدھے سادھے بزرگوں۔ آپ کو کیا خبر کہ پانڈو کون ہیں۔ جناب جس وقت اُن کا بس چلا۔ ہم سب کو کاٹ کر پھینک دیں گے۔ یہ کالے ناگ ہیں۔ ان کو دودھ پلانا بیکار۔ آپ دودھ پلاتے ہی رہیں گے۔ اور یہ وہ ہیں جو موقع پا کر چپ سے کاٹ کھا لیں گے۔ پھر ایک بنائے نہ ہونگے۔ ایسے موزیوں کو اس طرح آزادی دے دینا اپنے پاؤں میں اپنے ہاتھ سے کلہاڑی دارنا اور جان بوجھ کر کنوئیں میں گرنا ہے۔ آپ سمجھ لیجئے کہ عداوت جڑ کڑ گئی۔ جوئے کی ہار اور اپنی ذلت کی کسر یہ لوگ رکھے رہیں گے۔ اور اندر پرست پنچر دل کا ستھارہ نکالیں تب ہی سے کہہ لیں گے۔ آپ سیدھے سادھے بزرگ اگلے وقت کے

لوگ کیا جانیں۔ کہ نہی پود کے خیال کیا میں آپ نے سیدھے سبھاؤ ان کو غلامی سے آزاد کر کے پھر راج پاٹ دے دیا۔ دیکھ لیجئے گا کہ یہ مہر ملنی ہم سب کے لئے آفتوں کی بانی تھر آسمانی۔ مرگ ناگہانی اور موت کی نشانی ہوگی۔ انہوں کہ آپ کو اپنے کلیجوں کے ٹکڑوں پر رحم نہیں۔ بیشک آپ کا فرض ہے کہ سب چھوٹوں کو آنکھ کا تار سمجھیں۔ مگر یہ بھی تو سمجھ لیجئے کہ جو گھر کے خاندان کو تباہ کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں۔ ان کو ایسی آزادی کیسی ہم سب لوگ غفلت میں پڑے رہینگے۔ اور دشمن کین میں رہیگا۔ ابھی آپ مغالطے میں ہیں جب کلیسی کی دہی ہوئی آگ شعلہ زن ہو کر مستحق پور کو سوا کر گئی۔ تب اٹھنے اور کھٹانے کے سوا کچھ نہ ہو سکیگا۔ اب بھی خیر وعافیت ہے۔ ابھی تک کچھ نہیں گیا۔ (علیٰ واقعہ پیش از وقوع باید کر) بہتر ہے کہ آپ پیش بندی فرمائیں حفظ ماتقدم کے بغیر فہام کی صورت نہیں۔ آئندہ اختیار۔ پانڈو ابھی راستے ہی میں ہونگے۔ ہم لوگوں کی سعادت ہے کہ آپ انہیں واپس بلائیں۔ ایک مرتبہ جو سراور ہو صرف ایک بازی میں ہم ان سے توڑ کر لینگے۔ شرط صرف یہ ہوگی کہ وہ راج پاٹ ہار کر اگر بارہ برس صحرا زوری رہن باس اختیار کر کے روپوشی سے کام لیں۔ اور اس زمانے کے ایک سال بعد ہم ان کا پتہ نہ لگے۔ تو حیت ان کی اگر ہم پتہ لگالیں۔ تو ان کو بارہ برس اور دشت گردی کرنا پڑے۔ وہ یہ شرط جیت جائیں تو ہم خوش اور ہمارا ایشور خوش وہ سب راج پاٹ بدستور کریں۔ ہمیں کچھ سروکار کچھ واسطہ نہیں۔ اگر شرط پوری نہ ہو تو ان کو تخت راج سے بالکل بے تعلقی بن باس ضرور اختیار کرنا پڑیگا۔ اس میں کچھ مضائقے کی بات نہیں۔ آپ پانڈوؤں کو باوقرائی اور ہمیں قسمت آزمائی کا موقع دیں۔ اگر اس وقت آپ چوک گئے تو سمجھ لیجئے گا کہ عنقریب پانڈوؤں کے اٹھوں سے ہم پر ظلم ہی ظلم ہونگے۔

راجہ دھرتراشٹ در یودھن وغیرہ کے حقروں میں آگیا۔ جہانہوں نے پٹی پڑھائی۔ وہ دل پر نقش مقدر ہو گئی۔ اس نے ٹھکان کی رہیشک

پانڈوؤں کو بلانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ وہ پھر اختیار پا کر میرے بیٹوں سے
دشمنی کریں۔ اور پرانا غبار نکالیں۔ جس وقت بھیشم پتا مہ جی۔ بد ر جی۔
کر پا چارنج۔ درونا چارنج نے سنا وہ بہ اتفاق راجہ دھرتراشت کے پاس
آئے۔ اور کہا۔ آپ کی غضب ٹھہرا ہے ہیں۔ سوئی بھڑپ جگانا غفلتوں
کا کام نہیں۔ آپ پانڈوؤں کو نہیں بلاتے۔ بلکہ سانپ کے منہ میں
انگی دیتے اور آگ میں کودتے ہیں۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ بڑھالے
میں آپ کی عمر بھر کی ناموری کو بڑے لگ رہا ہے اور اب اور بھی دھبہ لگے گا۔
راجہ دھرتراشت۔ آپ لوگ ناحق میرے کان کترتے ہیں۔
بھلا میرے بیٹوں کا کیا قصور ہے۔ اڑکے اڑکے آپس میں کھیلے اڑتے
ہیں۔ ہمیں مطلب۔ بھائیوں بھائیوں کو ایشور نے کھیل مال ہی کے
لئے بتایا ہے۔ جب ہم آپ ان سنوں تھے تو آخر کھیلے مالتے تھے یا
نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ میں کھیل مال سے سب کو روکوں؟
اس جواب سے بھیشم پتا مہ وغیرہ نے سمجھ لیا کہ بس ہستنا پور
کے دن پورے ہونے والے ہیں۔ در یودھن وغیرہ نے راجہ دھرتراشت
کی عقل کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے۔ اب یہ کسی کی مانتے کا نہیں
اپنی ہی کر لیا۔ اس سے اپنی بات کیوں خراب کریں۔ وہ بہت اچھا
جواب کی مرضی۔ جو آپ کا دشمن جو آپ کی مراد۔ جو آپ کو منظور۔ وہی ٹھیک
کہہ رہا ہے۔ اس سے رخصت ہوئے تو تمہارا بیٹا گانا دھاری کو بھی خبر لگی۔ وہ
ہم سے واویلا کرتی۔ تو بہتلا مچاتی سر دھنتی چھاتی پیٹتی۔ راجہ دھرتراشت
کے پاس آئی۔ اور روئی پٹی کہ مائے کیا غضب کر رہے ہو تمہاری عقل
کہاں ہے۔ کیوں لاکھ کا گھر لیک کر دو گے۔ در یودھن نہیں ستیا ناس
کر کے رہے گا۔ میں نے سمجھ لیا کہ شہنی در یودھن کے ہاتھ اور تمہاری
اوندھی عقل سے خاندان کو تباہ کر کے چھپا چھوڑی۔ جس وقت یہ ننگ
خاندان پیدا ہوا تھا۔ اسی وقت بد ر جی نے کہہ دیا تھا۔ کہ اب خاندان
کی خیر نہیں۔ میں دیکھتی ہوں کہ انہیں لگی بات سچ ہونے والی ہے۔

افسوس پڑھے ہو گئے۔ اور پھر بھی اونچ نیچ کی سمجھ نہیں۔ سفید بال ہو گئے اور پھر بھی منہ پر کالک لگانے کی خواہش۔ کس کے آگے اپنا سر دے ماروں۔ میری تو مٹی خراب ہو رہی ہے پھٹم پٹامہ سمجھا میں۔ تم کچھ نہ سمجھو۔ درو نا چارج نیک و بد سمجھائیں۔ اور تمہاری آنکھیں نہ ہوں۔ بڈر جی سب اونچ نیچ دکھائیں۔ تمہارے کان نہ ہوں۔ تو بس میں نے سمجھ لیا کہ ہونہار کچھ اور ہے۔ دریودھن کو میں نے نو مہینے پیٹ میں رکھا۔ پیدائش کے وقت کی تکلیفیں سہیں۔ دودھ پلایا تو وہ موت کیا مجھ سے بڑھ کر کس کو اُس کی محبت ہوگی۔ میں تو میں ناگن کو بھی اپنے نیچے پیارے ہوتے ہیں۔ پھر تم سمجھتے ہو کہ میں اُس کی برائی کب چاہو گی۔ مجھ سے زیادہ تم کیا اُس کی محبت کرو گے اور پھر بھی تم نہیں سمجھتے کہ میں اُس کی بھلائی کو کہتی ہوں۔ یا برائی کے لئے افسوس تم کو اتنا بھی خیال نہیں دوست دشمن کی بھی پہچان نہیں رہی۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں خاندان تباہ نہ ہو جائے۔

دھرتراشٹ۔ افسوس کہ تم مجھے سمجھاتی ہو۔ یہ نہیں سمجھتیں۔ کہ جواشور کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔ اگر خاندان بھتیاناس ہی ہونا ہے۔ تو کون روک سکتا ہے۔ ایشور کی مایا میں کس کا دخل۔ کارخانہ قدرت میں کس کو دست اندازی کا مجاز جو قسمت میں بدی یا نیکی لکھی ہے۔ اُس کا حرف بدلنے کی نہ تم میں نہ مجھ میں اور نہ اور کسی میں طاقت ہے۔ بس اِس سے لڑکوں کے معاملے میں کچھ دخل دینے کی ہم کو کیا ضرورت پڑوں کو چھوٹوں کے معاملے میں بولنے چاہئے۔ کیا مطلب۔ سب پانڈو کو رو بھائی بھائی ہیں۔ کھیلنے میں پار ہے ہیں۔ جیتے ہیں۔ کھیل لڑکوں ہی کے لئے ہوتا ہے۔ لڑکے کھیلنے ہی کے لئے ایشور نے بنا رکھے ہیں۔ پھر تمہیں کیا غم میں چاہتا ہوں۔ کہ پہلے جوئے میں جو بدترنگی ہو گئی ہے وہ اب رفع و رفع ہو جائے۔ سب مل کے کھیلیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل میں کوئی گرہ پڑی رہ جائے۔ راجاؤں کا دمصرم ہے۔

کہ جب لے اور یکر سے منہ نہ موڑیں۔ پھر کیا وجہ کہ را جاؤں کے بیٹوں کو
 رو سے نامرد بنا یا جائے۔ جدہ شتر بھی ویسا ہی میری آنکھوں کا تار ہے
 جیسا در جو دھن یا اور گورو میں اس کا کب پر اچھا ہوتا ہوں۔ اسکی بزرگ
 اور راج دھرم کے لئے چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ جو سر اور نیچے اور دو
 فرق اپنے دل کی ہوس نکال لیں کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہے کہ
 ہم کو زیادہ موقع نہیں دیا گیا۔ ماؤ تم رنواں میں بیٹھو، مردوں کی باتوں
 میں عورتوں کو دخل دینے سے کیا مطلب +

گاندھاری نے سمجھ لیا کہ ہونہار کچھ اور ہے۔ راجہ کی عقل گری میں
 سما گئی۔ کچھ شک نہیں کہ سٹھیا گئے۔ اچھا پھر جو ایشور کی مرضی۔ راجہ بھی
 پتا پر مشور ہی ہے۔ اس کی بات کو دیکھنے اور زبان لٹانے سے کوئی
 نتیجہ نہ ہوگا۔ محبت کر کے پاپ لادنے اور زبان لٹا کر عذاب میں پھنسنے سے
 کیا فائدہ آگ جانے لوٹا رہلے دھونکنے والے کی بلا جاتے۔ جو جس کی
 قسمت میں لکھا ہوگا۔ اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ اس نے سمجھ لیا کہ
 سورو خاندان کی قسمت کا نوشتہ یہی ہے کہ تباہی آئے وہ اپنے دل میں
 افسوس کرتی۔ اور راجہ دھر تراشت کی عقل کو دل ہی دل میں روتی ہوئی
 خاوند کے پاس سے چل کھڑی ہوئی اور دعا مانگنے لگی کہ بے ایشور خیر کرنا
 اور گاندھاری قسمت ہوئی اور راجہ دھر تراشت کے سر پر
 چڑھے ہوئے بھوتنے پر ات کامی کو حکم دیا۔ جلدی جاؤ۔ پاندو راتے
 ہیں ہیں۔ جہاں ملیں۔ وہاں سے ان کو ہمیں واپس لاؤ۔ کہہ دینا۔ کہ
 تمہارے چچانے ضروری کام کے لئے یاد کیا ہے۔ پر ات کامی حکم پا کر
 تیز دو گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑا ہوا سے پاتیں کرتا ہوا چلا تو جدہ شتر
 کی سواری نظر آگئی۔ یہ گھوڑے کہ چچا کا کر سر پٹ چلا تو راجہ جدہ شتر سناٹے ہی
 تھے۔ بڑے ادب سے زمین پر سی کی اور راجہ دھر تراشت کا پیغام سنا یا
 راجہ جدہ شتر۔ ابھی راستہ بھی میلا نہیں ہوا۔ خراس قدر جلدی
 بلانے کی کیا ضرورت ہوئی۔ کونسا ایسا ضروری کام دیش میں ہو گیا +

پر ات کامی مجھے ہمارا ج نے جھٹ پٹ بھجوا کر پانڈو کو
راستے سے لوٹا لاف۔ اور کچھ نہیں بمانا۔ مگر آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ
پھر بڑا ہوگا۔ چوسرا بھی نکٹ بھی ہوئی ہے +

جد ہشتدر میں نے پہلے بھی کہا تھا سا اور اب بھی کہتا ہوں کہ
جوئے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس کی مار بھی مار اور جیت بھی مار۔ جس
کام میں نقصان ہو۔ اس کے کرنے سے کیا حاصل۔ خیر کچھ ہوئے چچا
دھرتراشت سے زبان مار چکا ہوگا۔ کہ آپ جو فرما سیکے میں منگی
قیمت کرونگا۔ اب ان کی عدول حکمی کروں تو گناہ۔ اس لئے چلنا
بہر حال مناسب۔ پاس ہے بگڑے پانے۔ یہ کہہ کر جد ہشتدر نے ہر میں
کو حکم دیا کہ اندر پرست کی طرف سے رخ پھریں۔ اور ہستنا پور کا عزم
کریں۔ چچا صاحب یا د فرماتے ہیں۔ جب راجہ جد ہشتدر نے رتھ کی
باگ ہستنا پور کی طرف موڑی تو ان کے بھائی گھبرائے کہ یہ معاملہ کیا ہے
چلتے دیر نہ پلٹے۔ مگر پر ات کامی کی آد اور راجہ دھرتراشت کے پیغام
کی سن کن پالی تھی۔ اس لئے وہ راجہ جد ہشتدر کی خدمت میں
آئے اور عرض کی کہ

بھائی صاحب آپ اتنا کھو کر بھی نہ سیکھے افسوس۔ دولت میں
کیا کسر رہ گئی خیال فرماتے۔ اور پھر آپ وہیں جلتے ہیں کیا اب
کچھ اور بے عزتی کی ہوس باقی ہے +

راجہ جد ہشتدر میں خود جوئے پر گفت بھیتا ہوں قمار بازی
سے مجھے سخت نفرت ہے مگر بھائیو سوچ لو۔ سمجھ لو میں چچا
دھرتراشت کو زبان دے چکا ہوں کہ جو آپ کہیں گے۔ وہی کرونگا مجال
کیا جو فرق ہو۔ اب وہ بلاتے ہیں۔ اگر نہ جاؤں تو میری بات میں فرق
آجائیکامیری زبان جھوٹی مشہور ہوگی۔ اس سے مناسب یہی ہے کہ
وہاں چلے چلیں۔ چوسر و سر کے کھیلنے نہ کھیلنے کا اختیار ہے +
بہیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ بہدیو۔ راضی برضا۔ بڑے بھائی کی

نگاہ میں چلتے تھے۔ انہوں نے صرف اتنا تو کہا کہ سرن سوئے واندی
 کا نہیں ہوتا۔ اگر گردش قسمت سے ہمارا راجہ راجندر بھی دھوکا کھائے
 اہتیر وکمان لے کر چھوٹے۔ تو ستیا کو بھی ہاتھ سے کھو دیا۔ اور سرن مار کر
 کیا ہاتھ آیا۔ کچھ بھی نہیں تین کلنے جب ہمارا راجہ راجندر ایسے پرہیز
 پر شوخم کی برے دلوں میں عقل کا م نہ کر سکی تو ہمارا آپ کا کیا ذکر۔ خیر
 آپ کی مرضی یہی ہے تو چلئے جو قسمت میں لکھا ہوگا آگے آئیگا +
 یہ کہہ کر سب بھاٹی ہمارا راجہ جد ہنٹر کے ساتھ ہوئے۔ رتھ کے گھوڑوں
 نے قدم بڑھایا تو معلوم نہ ہوا کہ کب راستہ کٹ گیا فلا صہ یہ کہ پانڈو مستنا پور
 پہنچے۔ راج سبھا میں گئے راجہ دھرتراشت کے قدم چومے اور ہرگوں کی
 پابوسی کی درلودھن وغیرہ بھی اسی وقت کے منتظر تھے جھوٹ پٹ
 چوسر سامنے بڑھا دی شگنی مقابلے پر آ بیٹھا اور بولا۔ کہ ہمارا راجہ جد ہنٹر
 آپ کے ساتھ کھیلنے سے اب تک جی نہ بھرا طبیعت نہ سیر ہوئی۔ بھلا ایک
 بات ہی تو اور ہو جائے بشرط یہ رہی کہ ہمتا پورا اور اندر پرست کی سلطنت دولت
 ٹھاٹھ باٹ مانتی گھوڑے لاؤ لشکر ووز کے دونوں داؤں پر لگائیں۔ اور
 اس کے ساتھ ہی یہ شرط ہو کہ جو اسے بارہ برس جنگ کی ہوا اٹھائے نہ
 سلطنت سے مطلب نہ مال و دولت سے سروکار صرف ایک مرگ
 چھالے سے غرض ہوگی اور دونوں میں سے جس کی جیت ہو۔ وہ مزے
 سے سلطنت کا مالک رہے کسی کو شکایت کا موقع نہیں شگنی کی
 زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ سبھا میں رونق افروز دراندیشوں
 نے متہ پیٹ لیا کہ ہاں ابھی ایک معاملہ پیش ہو چکا ہے۔ اب یہ دوسری
 رنگت اور نئی نظر آنے لگی سب لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر کہنا شروع
 کیا کہ راجہ آپ بھی کس فتویٰ بات میں پڑے ہیں جو سر کو دا لو بھاڑیں۔
 جوے کو جھونکے جو لھے میں۔ اتنی ہو چکی۔ اور پھر بھی آپ کا پیٹ نہیں
 بھرا۔ کیا بھارت ورش کو آجاڑ کر ناہ نظر ہے۔ اے پانچوں پانڈو کیا
 تمہاری بھی عقل خط ہو گئی ہے کیا تمہاری عقل کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔

کہ کچھ سمجھائی ہی نہیں دیتا۔ اتنا ہو چکا اور پھر آپ کی آنکھیں نہیں کیا کچھ اور کسراتی ہے +

راجہ جیدھشٹر پرنسینچر دینا کی نظر تھی وہ اس نصیحت کو الٹی سمجھے انہوں نے خیال کیا کہ جو کوئی سمجھاتا ہے۔ اُن کے حق میں نہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ فضول سمجھانے بھلانے کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ جو شدنی ہے وہ ہو گا اُسے آپ کیسے روک سکتے ہیں۔ دوسرے چھتریوں کا دھرم ہی یہ ہے۔ کہ جو تے پدھ سے متہ نہ ہو میں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اس لئے میں ایک یازی تو ضرور ہی کھیلونگا۔ بارجیت ایشور کے ہاتھ۔ اگر میں اس وقت میدان سے ہٹ جاؤں تو چھتری کے نام کو کلنک لگے لوگ ہنسنیگے کہ جیدھشٹر جو تے میں پیٹھ دکھا گیا۔ اس لئے میں ضرور چور کھیلونگا۔ مجھے پروا نہیں کہ شکنی پلے سرے کے کھلاڑی سے سامنا ہے +

شکنی۔ ہمارا جہ جیدھشٹر۔ میدان ہمارا آپ کا ہے۔ کھیلتے ہم ہیں دوسروں سے ہمیں کیا واسطہ ان کی بات سننا ہی فضول۔ آئیے ہم آپ شغل کریں۔ مگر پہلے شرائط اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ کہ دو ٹورا ہے اور دو ٹورا جوں کا مال و دولت سب داؤں پر ہے جو جیتے وہ سب لے جاتے اب رہے آپ اور دلو دھن ان میں سے جو تارے وہ بارہ برس سب رات پاٹ پھوڑ کر بن میں رہے۔ بارہ برس ہو جائیں۔ تو ایک برس اور ایسا چھپے کہ فریق تانی کو خیر نہ لگے۔ پہلے وہ سر ٹیک ٹیک مریا لے لگ پتہ لگ جائے تو پھر اور بارہ برس کا بن یا س۔ بس اتنی سی شرط ہے اور دو ٹور کے لئے تکیاں +

راجہ جیدھشٹر کے برے دن تھے۔ قسمت بگاڑ پر تھی۔ اس نے کچھ آغاز انجام نہ سوچا اور بہت اچھا کہہ کر جو سر کھیلتا شروع کی شکنی پلے سرے کا چیمانٹی تھا۔ اس نے ہانٹہ پھینکا۔ تو جیدھشٹر کے ہوش اڑ گئے کوروں نے بغلیں بجانا شروع کیں کہ وہ ہانٹہ چٹ وہ باری اپنے تھے

ادھیائے ۲۲

راجہ جد ہشتی کی آخری ہار بن باس کی تیاری۔ دو شاسن
کا جوش و خروش بشارت انگیز اور دل شکن باتیں بھیم سین
اور ارجن کا عوض لینے کا تہیہ۔ نارو کی آمد۔ راجہ دھرتا
کو ملامت۔ سب پانڈوؤں کے عتاب سے
خوف وغیرہ وغیرہ

جس وقت آخری بازی میں بھی پانے نے موافقت نہ کی۔ اس
وقت جد ہشتی نے پوشاک شانانہ اتار کر مرگ چھالا اور صلیبا اور کہا
کہ مال و دولت تخت سلطنت و تاج حکومت سب نہ ہے۔ آپ یہاں
جنگل میں جنگل میں رہیں گے۔ لنگوٹی میں پھاگ کھینٹے اچھا تو اب غصہ
آپ سب رگ خوشی سے رہیں۔ بارہ برس گزرنے کے بعد زندگی ہوگی
تو سب کو دیکھینگے +

درویدوار یہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
براگشت کرو یہ تخت بیکر سے جاتے ہیں
ایکے بات وطن میں رہا یاں میں ہے
جیوں ہی راجہ جد ہشتی صحرا نوروی کے لئے کمر کس کے کھڑے
ہوئے دو شاسن نے باواز بند کہا کہ جے ہو مہاراجہ درپروہن کی۔ اقبال

اسے کہتے ہیں۔ اور جعفر اس کا نام ہے پانڈوؤں کو کیسا بیچا دکھلایا
 ہے کیسے جیتے ڈھیلے کئے ہیں۔ کہ زندگی بھر نہ بھولینگے۔ ایشور تیرا ہزار
 ہزار شکر آج دشمنوں کی طرف سے دھجی ہوئی۔ بھلی گھونسوں کی طرف سے
 طہیمان ہوا آستین کے ساپنوں سے پتہ چھوٹا۔ ایشور تیری مایا اپرم پلہ ہے
 تڑتے ہمارا جہ دیو دھن کو چکر ورتی کی پدوی دلا دی اب اس وقت روے زمین
 ہم سب کی کون برابر ہی کر سکتا ہے۔ ہمارا جہ دیو دھن کا سارے زمانے میں
 حکم چلیگا۔ انہیں کے نام کا سکے بیٹھیکا۔ اور درویدی پانڈو اب کچھ بھی نہ ہے
 جنگل میں ٹھوکریں کھاتے پھرینگے بارہ برس تک ادھر ادھر پھرتے پھرتے
 تلواروں میں کھال نہ رہیں گی۔ اگر تیرھویں برس ہم لوگوں نے ڈھونڈ نکالا۔
 تو سمجھیں۔ کہ پھر بارہ برس وہی جنگل اور وہی کانٹوں کی تلواروں کے چھاؤں
 سے رفاقت پھر ایسوں کے ساتھ جا کر کیوں اپنی مٹی تھاپ کرتی ہے۔ یہ
 حسن و جمال۔ یہ نزاکت۔ یہ نازک اندامی۔ کہتا ہوں کہ ان کا ساتھ چھوڑ
 ان کی محبت سے متہ موڑ یہ ہر وہیں رہے۔ ہمیں ہو گئے۔ ہیچڑے ہو گئے
 ایشور کی کرپا سے ہمارا جہ دھر تراشٹ کی راہ دھانی میں اتنے بیٹوں
 سے اندر لوک کی سی چل پھل رہتی ہے جس کی رانی ہے۔ اس کے
 عیش و آرام دیکھ کر اندر رانی کو بھی یہ رشک ہوتا ہے کہ مائے میں کیوں
 کروں میں سے کسی کی رانی نہ ہوئی۔ کہتا ہوں کہ جنگل کی تکلیفیں خیال کر۔
 خاندان اور گھر سے قاریح شدہ پانڈوؤں کی محبت چھوڑا اور کور ورا حکمار
 میں سے جس کی چاہے ہو کے رہ۔ جس کا چاہے دامن پکڑ لے۔ پانڈوؤں
 کے ساتھ قدم قدم پر تلواروں میں کانٹے ہونگے اور زبان پر آہ۔ کوروں کے
 محلوں میں سوتے پاندی کی پٹنگڑی ہوگی۔ موتیوں کی جھالروں سے
 آراستہ محل اور طلس کئے بھونے ہونگے۔ اور پھولوں کی بیج ہزاروں
 لونڈیاں پاؤں دیا بیٹگی۔ یا ندیاں آنکھوں سے تلواروں سے تلنگی۔ سارا جسم
 گوندنی کی طرح زہرور سے لدا ہر گاہ اندر پرست اور مستی پور کے تمام اعلیٰ
 جواہرات تیرے بدن پر ہونگے۔ اگر تو پانڈوؤں کے ساتھ گئی۔ تو سمجھ لے کہ کرم

پھوٹ گئے مٹی پلید ہوئی زندگی میں ایک لمحہ بھر بھی سکھ ہوئی کہنا ابھی ۔
 غنیمت ہے ۔ جو کہنا ہو ۔ پانڈوؤں کے سامنے کہہ لے ۔ نہیں تو پھر عمر
 بھر کھٹانا ہی پڑے گا ۔ کہ اے مہا ہواراج پاٹ ! تھ میں سے گنوا دیا ہے
 درویدی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے اپنے پانڈوؤں کی حالت
 پر دل میں روتی ۔ چھاتی پر پتھر رکھے دوشاسن کے یہ کیچھے میں تیر
 بھونکتے والے الفاظ خاموشی سے سنتی رہی ۔ اس نے مناسب نہ سمجھا
 کہ دوشاسن سے زبان لڑاتے چنانچہ وہ کھنڈی سانس بھرتی ہوئی کھڑے
 کھڑے آنسو پتی رہی ۔ اور سب پانڈو وقت پڑنے کے خیال سے بت
 بنے بیٹھے رہے ۔ کوئی کچھ نہ بولا ۔ صرف بہادر بھیم سین کو ایسی بہہ وہ باتیں
 سننے کی تاب نہ تھی ۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا ۔ اور جھپٹ کر دوشاسن کو دلوں لیا
 اس وقت بھیم سین کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا چہرے کی تمنا ہٹ
 رکتی ہوئی آگ کا نظارہ پیش نظر کر رہی تھی ۔ اس نے دوشاسن کو ایک
 ہچکا دے کر کہا ۔ اوتا بکا رہو ہی باتیں ۔ مالا تن زبان سنبھال کے بات
 نہیں کرنا اور ۔ دوشاسن تب بھیم سین حبیب میدان جنگ میں تیری
 ایک ایک بات کے عوض میں تیرا خون چوسوں نیزا چار نکالنا کوئی
 بڑی بات ہے ۔ میں بڑا اٹھاتا ہوں کہ درلودھن وغیرہ کا بھی کچھ نہ لولگا
 کرن کے چیتے بہت تیز ہیں جب دیکھو ٹرھو ٹرھو کے باتیں باز رہے
 تو سہی بھائی ارجن اس کو چھٹی کرے ۔ اور فٹکنی ساری حلیہ زدگی تیری
 ہے سمجھ لے ۔ کہ سہد یو تیرے لئے کال ہو گا ۔ ایک دن میں سب کی بائی کچائی
 نکل جائیگی ۔ وہ دن دور نہیں جب بھیم سین دوشاسن کا خون پی کر اپنی
 بات رکھیکا سب سمجھیں ۔ کہ ان کی موتیں پھر پھر ناشر دے ہو گئیں ۔
 شامت آنے میں تھوڑی کسر ہے ۔

دوشاسن ۔ صورت ہی کہے دیتی ہے ۔ زبان کو تکلیف دینے
 کی کیا ضرورت ۔ خیر دل کو خوش کر لو ۔ پھر چاہے ۔ کبھی بھی نہ ماری جائے ۔
 یہ کہہ دوشاسن سحرہ پن سے چٹکنے لگا ۔ اس نے چڑھانے پر

بھیم سین کی اور آنتیں سلک آ بیٹیں اس نے اس کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا اور کہا کہ چکھا دوں مزہ۔ رکھ دوں ابھی پسلیاں توڑ کے۔ یک یک کئے چلا ہی جاتا ہے۔ بھیم سین کی ایک جھڑپ تیرے واسطے کافی ہے +
ووشاسن تم کو ٹوہرا اپنی طرف دیکھو۔ گٹو پر عضو فضول ہے۔
گوٹارے تب بھی اس کو مارنا لازم نہیں +

یہ فقرہ پہلو دار تھا۔ یعنی او بھیم۔ تو برگ چھالا اوڑھے ہے۔
تو اس وقت فقیری کی حالت میں ہے۔ مجھ کو مارنا ہی کیا۔ اگر اس
حالت میں نہ ہوتا۔ تو ابھی کٹن بدیا ہو جاتی بھیم سین اس شرراگیز کلام
پر اور جھلایا۔ اور بولا کہ اویے ایمان تمام زلنے کے جھاساز پائے
بنا بنا کر مکلی ڈال کے ٹوٹا۔ ہم کچھ نہ یو لے پھر بھی بات بات میں زہر اگل
اگل کر سلجھے میں شتر چھوٹا چلا جاتا ہے۔ زبان میں لگام نہیں دیتا۔ منہ
نہیں سی لیتا۔ تپتی لپ لپ چلی جاتی ہے۔ سمجھ لے کہ شامت سوار
ہے بھیم جو کہہ چکا۔ وہ اڑٹ ہے۔ جو زبان سے نکلیگا۔ کر کے چھوڑ یگا۔
اگر تیرا خون پی کر تیری بوٹی بوٹی نہ کاٹوں تو دین و دنیا میں رو سیاہ۔

مدھشٹر۔ بجائی بھیم سین تم اتنے سمجھدار پھر اس تو تو میں
سے فائدہ۔ سوت نہ کیا اس کو رسی سے لٹم لٹھا جب وقت آئے تب
رکھ لینا۔ یوں فضول تھا کافضیحتی سے نتیجہ۔ آؤ چلیں +

یہ کہہ کر راجہ مدھشٹر نے بھیم سین کی یا نہ پکڑ لی اور دوشاسن کو
چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ در یو دھن بھی ساتھ ہوا نطاہری
غرض یہ تھی کہ چند قدم پہنچا دے۔ مگر دل میں شرارت تھی چلا تو بھیم سین
کی نقل کرتا ہوا +

بھیم سین۔ او۔ در یو دھن بھیم سین کی طرح چلنے کیلئے منہ چاہتے
تو میری نقل کر کے بھیم سین نہیں ہو سکتا۔ وہی در یو دھن رہیگا۔ جس
کو میں ٹچنیاں دیا کرتا تھا۔ اور جس کے ان کو بھیم سین کا گدا توڑ کے
چوہر کر یگا۔ بھیم سین بھیم سین ہی ہے در یو دھن کو بھیم سین کی نسبت

بوزینہ ز نقل آدم انسان نشود

تو بھیم سین کو منہ چڑھا تا ہے۔ یاد رکھ کہ تو اوتیرے بھائیوں کا سر کھلے
 بغیر نہ ہونگا۔ بھیم سین یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا جیب وہ چپ ہوا۔ تو ارجن
 شیر کی طرح گر جا کہ او دیو دھن کس خیال میں ہے تو ارجن کو نہیں مانتا کہ ان
 کے برتے پر پھول رہا ہے۔ کرن چیز ہی کیا ہے۔ یاد رکھ کہ جس کرن پر کچھ
 کو ناز ہے جس کی تیر اندازی کے غور میں تو اندھا ہو رہا ہے۔ اس کو
 اس کی فوج کے ساتھ فاک پر سامنے والی ایسی ایک رجن ہو گا جس ارجن
 کے دل کو آج نو د کھا رہا ہے وہ کرن کو مار کر تیرے کیلجے کے ٹکڑے اڑا بیگا
 جو پرتگیا کی ہے۔ مجال کیا نہ پوری اترے کرن میرے تیر کا حصہ ہوا۔ اب
 رہا تو اور دو شاسن اور تیرے بھائی۔ ان کو بھیم سین کے زور بازو کا لقمہ
 سمجھ تیری ران توڑے بغیر بھیم سین رہے۔ یہ ناممکن۔ دو شاسن کا
 خون نہ چوسے کیا مجال۔ تیرے بھائیوں کے دھڑے کے دھڑے نہ
 اڑائے ناممکنات سے شکنجی نے پڑا جمل قریب کیا۔ وہ سہیلو کے
 ہاتھ سے پٹنی ہو گا۔

بھیم سین۔ اس وقت ریو دھن جو چاہے گالے۔ جب کہیں
 میدان جنگ میں اتنی پر چڑھ گیا۔ تو ران توڑنا کیا۔ اگر اس کے سر کو
 پاؤں سے نہ کچلا۔ تو پھر بھیم سین کی بات کیا۔ دو شاسن بہت نکال
 بجاتا ہے۔ یہ سمجھ لے کہ اس کا خون بھیم سین ہی لئے چوستے کے لئے
 ہے۔ وہ سب کو بو دی مار ماروں کہ سانس نہ آئے۔ ایک ایک پوے
 میں سب کا کام تمام ہو گا۔ ایک ایک چھڑپ سب کا ماتمہ کرے گی۔

ارجن۔ اس وقت یہ سب سحرہ پن کرتے ہیں تو کرنے دو۔ منہ
 چڑھاتے ہیں تو چڑھانے دو۔ ہم سب کو دھرم کا خیال ہے نہیں تو
 کو رو چیز ہی کیا ہیں۔ لو سڑیوں کو دھرم مارنا ہی کون بات۔ بھائی
 بھیم سین جی آپ غصہ روکیں غینطو غضب نہ کریں نیزہ برس ہم لوگوں کو کاٹنا کچھ
 مشکل نہیں پل مار تے کٹ جائینگے چو دھویں برس سب سمجھ لیا جائیگا۔

آج جو پڑنگیا کی ہے جس بات کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کو تیرہ برس کے بعد دکھا کر پہنکے۔ ارجن تب ارجن جب کرن کو اس کے ہیکڑی باز راجاؤں کے ساتھ خاک پر لوٹتا اور خون میں ڈوبتا نیرتا دکھاوے۔ درپودھن کرن اسی کے بھروسے پر اکرٹا ہے۔ میں پکار کر کہتا ہوں کہ اس کی موت میرے ہاتھ ہے۔ اگر نہ مارا تو میرا نام ارجن نہیں۔ میں چودھ برس تک صبر کرونگا۔ آفتوں مصیبتوں کی کچھ پر حائیں۔ جہاں یہ مدت گزری میں ہم ہو گئے اور درپودھن۔ اگر اس کے راج واپس نہ کیا۔ تو چاہے سونچ پچھم سے نکلنے لگے۔ مگر میں بخیر راج لئے کسی کی جان نہ چھوڑونگا۔ اور اس وقت کی پڑنگیا نہ پوری کروں۔ تو منہ کالا کر کے دنیا کو منہ دکھاؤں۔ اور شکنی تو اپنے چھل سپٹ پر اترتا ہے چھل قریب پر نماز کرتا ہے تباہی پالنے پر اچھل کو درتا ہے۔ بے ایمانی پر بغلیں بجاتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ تیری ساری کارشائیاں تیری جان گنوا کر چھپا چھوڑ بیگی۔ اگر مجھ سے مجھ سے سامنا ہو گیا۔ تو ایسا کچھ مر نکالوں کہ تو بھی یاد کرے۔ مگر تو سامنے ہی کیوں آئیگا۔ دم و بائے منہ چھپائے الگ چھپا ہوگا۔ مگر وہی تب ہے کہ تو مقابلے پر آئے اور میں اپنی پڑنگیا پوری کرنے کے لئے تیری یونٹیاں نوزخ نوزخ کر کوڑوں چیلوں کی کھلاؤں +

نکل۔ اے راجہ دھرتراشترا کے کیو تو اب تک تمہاری بہت
سنی اپنی خیر نہا تا رہا ہو گیا میں نہیں بولا۔ جبرک داوا یثوردے گا۔
اگر تم سب کے دھرے نہ اڑا لے تو کچھ کام ہی نہ کیا۔ سب کی باتیں
سننے سنتے کیلچہ پک گیا۔ اب جب بن سے لڑیں گے۔ تو ایک ایک کا منہ
کھلنے لگے ابھی مینا چاہے زبان کا سینچا انا رو۔ مگر جب تیر تلوار کی نوبت
آئیگی۔ تب معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ جو زبان آج رہا ہے کیلچے میں زخم ڈال
رہی ہے۔ وہ تمہاری سب کی جان بواختی۔ یا میں دیکھ دینے والی +
جد دھرتراشترا نے کہا۔ جیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ اس واپس ات کو ڈالو چو لھے
جھاڑ میں اپنی تہذیب کو کھونا کس نے کہا ہے جو جس کو کہنا ہو کہنے دو۔

ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹلتی ہیں۔ فضول زبان لڑائے سے فائدہ۔
 آؤ چلیں۔ دم بھر کا تو بھروسہ نہیں ہوتا۔ چودھ برس کس نے دیکھے
 ہیں۔ اگر جیتے پھرے تب جو ہونا رہو گی۔ خود ہو گی۔ اس وقت ہمارا
 فرض ہے کہ میل جول سے رخصت ہو لیں۔ زندگی ہے۔ تم پھر
 سب سے بلینگے +

ادھر تراشٹ جی سے، ہمارا چرنوں سے رخصت مانگتا ہوں۔
 اور سب بھرت بنیوں کو ڈنڈوت کر کے چودھ برس کے لئے قدم
 چھوڑتا ہوں۔ دادا بھیشم تیار ہے۔ گرو درونا چارج۔ ہمارا چارج کرپا چارج
 جی آپ اجازت دیجئے۔ میں کے سکھاٹھا آؤں اور پھر واپس آکر چرنوں
 کے درشن کرونگا +

راجہ مدھشٹر جن صاحبوں سے مخاطب ہوا۔ ان کی آنکھوں
 میں آنسو بھرائے دل اُمتدھڑا۔ منہ سے بات نہ نکل سکی۔ نگڑاں دل
 ہی دل میں سب نے دعا دی کہ پھلو پھولو۔ جہاں رہو خوش رہو۔ خیر
 صلاح سے واپس آؤ۔ مدھرجی کو لائق بھتیجیوں سے کمال محبت تھی۔
 پانڈوؤں کو کچھڑنے دیکھ کر ان کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ انہوں نے
 دوڑ کر مدھشٹر کو گلے سے لگا لیا۔ اور بولے تم دھرم کی راہ جاتے
 ہو۔ میں روک نہیں سکتا۔ تمہارا دھرم تمہارا انگہبان۔ نگہ سوچو ہمارا
 کنتی کا جنگلوں میں پھرتا کیسے ہو سکیگا۔ جس نے محلوں کی آسائش کے
 سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں جس نے جواہرات سے جڑے سونے کے
 پتنگوں کے سوا زمین پر قدم نہیں رکھا۔ جس کے نازک نازک تلوے
 طلسم اور مغل کے فرش کے سوا جانتے ہی نہیں کہ فاک کیسے چھو جاتی
 ہے۔ وہ پڑھا پے میں ایام ضیفی میں جنگلوں جنگلوں ماری پھرے میں منظور
 ہتیں کرتا تم عقلمند ہو۔ سمجھا رہا ہو۔ انجام میں ہو۔ دورانہیش ہو غریب
 کو کہاں کہاں گھسیٹتے پھرو گے۔ میری خواہش ہے کہ ہمارا ہی کو ہمیں
 چھوڑے جاؤ۔ میں دل وہاں سے خدمت کرونگا۔ بھلا کیسے چھوڑاؤنگی +

جدد مشہور۔ آپ کی بزرگانہ توجہات کا شکریہ میں تو آپ کو تینا کی جگہ پر سمجھتا ہوں میرے لئے آپ کا سایہ عاطفت غنیمت ہے۔ آپ کا ہاتھ میرے لئے سایہ ہمارے زیادہ ہے آپ جو فرمائیں گے۔ وہ ہمہری بہتری کے لئے ہوگا۔ میں کبھی آپ کے فرمانے کو ٹالتے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اور نہ شاید آج تک جرات ہوئی ہو۔ آپ کا ارشاد سراسر آنکھوں پر۔ آپ جو فرمائیں گے۔ من و عن اسی کی تعمیل کی جائے گی۔

بڈرچی۔ تم سے بڑھ کر دھرم کے جاننے والا کون ہے۔ غنیمت میں کوئی تمہارا مقابلہ کرنے والا نہیں۔ سادرن رشی سے ہمارے میں بیاس جی بارنا دت ہیں۔ است رشی سے بہرنگ پربت (پہاڑ) پر بھرگ جی سے کمانا کندی کے سائل پر اور موقع پر ناروجی سے تقدیم پانی رخم سے بڑھ کر وید شاستریج نیت دھرم کا جاننے والا اور کون ہے تم کو کچھ سمجھانا صلاح مشورہ دینا۔ سوچ کو چراغ دکھانا۔ مگر ہاں چونکہ میں تم سے بڑا ہوں۔ بڑوں کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ چھوٹوں کو کچھ نہ کچھ نصیحت کریں اس سے میں تم سب کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ بڑے میل جول سے رہنا بڑے پیار سے بسر کرنا۔ سمجھو لو کہ بندھی ہوئی مٹھی مشکل سے کھلتی ہے ایک ڈور سے کو سب آسانی سے توڑ سکے ہیں۔ مگر جب ڈور سے بٹ گئے ہوں تو کیا مجال کہ سی کو کوئی توڑ سکے۔ ایک اینٹ ایک دو برس کا بچہ بھی اٹھا کر پھینک سکتا ہے۔ لیکن جب ایک اینٹ سے دوسری اینٹ ملے ملے دیوار بننا رہو گی۔ تو مٹتی بھی نہیں ریل سکتا۔ خود زلزلہ بھی ہلاکے تو دانتوں پسینہ آجائے اس سے میری نصیحت ہے۔ کہ آپس میں ایک ایک کا دل ہاتھ میں لیے رہیں۔ کبھی وہ بات نہ ہونے پائے کہ دل پر شکن آجائے۔ اگر باہم اتفاق رہیں۔ تو دیکھ لینا کیا اقبال و دولت کی افزائی ہوتی ہے۔ اگر گھر گھر میں بھوٹ ہوئی۔ تو سمجھ لو کہ بس گھر کا گھہری بگڑا۔ میں اشیر باد دیتا ہوں۔ کہ تم دھرم کی راہ میں ثابت قدم رہو۔ ادنیٰ و برس اس طرح کٹ جائیں۔ جیسے خواب راحت میں سوئی والوں

کی رات کٹ جاتی ہے۔ مگر ہارانی کنتی کو چھوڑ جاؤ۔

جد مشطر۔ آپ کی نصیحتیں جان کے ساتھ۔ آپ کا فرمانا سر
سے آنکھوں پر۔ میں کبھی کوئی بات نہ بھولوں گا۔ مگر مانتی کی نسبت ابھی میں
کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ ان کی مرنی پر منحصر ہے۔ یہاں رہیں یا جانے کو
منظور فرماویں۔ بہر حال میں راضی برضا ہوں۔ مانتی کے پاس جانے
پر اس کا تصفیہ ہو جائیگا۔

یہ کہہ کر راجہ جد مشطر وغیرہ کنتی کے پاس گئے۔ عرض کی۔ کہ
رخصت دیجئے۔ تیرہ برس کے لئے قدموں سے جدا ہوتے ہیں۔ کنتی
یہ سنتے ہی بھوٹ بھوٹ کر رو پڑی۔ کہ لڑے پر بیشور یہ معاملہ کیا ہے
کلیجے سے ٹکڑوں کا کیلجے سے چھٹنا کیسا۔ آخر کہاں جاتے ہو۔ کس طرف
جاتے ہو۔ مجھے کیوں چھوڑے جاتے ہو۔ کیا تم سب کو اسی دن کیلے
پالا پرورش کیا تھا۔ کہ جب بڑے ہو۔ جب سب لایق ہو۔ تو یوں متاؤ۔
جد مشطر۔ (قدموں پر گر کر) نہیں مانتی نہیں۔ میں بیوقوفی سے

سب راج پاٹ مار گیا۔ اب مجھ پر تیرہ برس کا بن باس فرض ہے۔ میں
نے جیسا کیا اس کا پھل بھوگوں گا۔ میرے لایق بھائی بھی میرے ساتھ
ہیں۔ آپ کی بہو بھی راضی برضا ہے۔ خنگلوں میں اپنا ہی سنبھالنا
مشکل ہوگا۔ پھر آپ کو بڑھاپے میں تکلیف دینا۔ کس طرح گوارا ہو۔
جس راہ سخت میں جاتے ہوئے۔ ہم لوگوں کے جی چھوٹتے ہیں وہاں
آپ خود سمجھ لیجئے۔ کہ آپ کو گھسیٹنا کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔ ہم لوگوں
کی قسمت میں آپ کی خدمت تیرہ برس تک نکلی نہیں۔ جہاں قسمت کے
تخت و تاج اتر گیا۔ وہاں یہ شرف سعادت بھی گیا۔ آپ بچا بدرجی
کیساتھ رہیں۔ ہم گئے اور تیرہ برس کے بعد واپس آئے۔ اتنے دن کٹنا
کون بات ہے۔ صبح ہوئی شام ہوئی۔ اور برس ہوتے ہوتے ایک دن
تیرہ برس ختم۔ پھر ہم لوگ ہوں گے۔ اور آپ کے قدم۔ میں ضرور
آپ کو ساتھ لے چلتا۔ مگر مشکل یہ آ پڑی ہے۔ کہ بارہ برس کے بعد

ایک سال چھپنا لازمی ہوگا چھپنے سے مراد یہ ہے کہ ہم لوگوں کو خاص امتیاز سے اپنے کو پوشیدہ رکھنا پڑے گا۔ تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ کہ کون ہیں اور کوروں کو کیسے طرح معلوم نہ ہو سکے۔ کہ ہم کہاں ہیں۔ اگر معلوم ہو جائے۔ تو پھر بارہ برس کی میعاد بولی جاوے گی۔ اور ہر کو کو پھر وہی ٹھوکریں کھانا نصیب ہوگی۔ جن کیلئے اس وقت آپ آنسو بہا رہی ہیں۔ اس شرط کی وجہ سے میں بھی پسند کرتا ہوں۔ کہ آپ چچا بدرجی ہی کے یہاں قیام کریں ہم تیرہ برس بعد واپس کرینگے۔ جہاں اپنی زندگی کی حالت اس وقت عجیب درونگ تھی۔ پیارے بیٹوں کی جدائی میں آنسوؤں کا ایک دریا بہ نکھوٹے جاری تھا۔ ساتھ نہ جانے کی مایوسی رلا رلا کر پوٹے سجا رہی تھی۔ کلیجہ باہی بے آب کی طرح ٹرپ رہا تھا۔ دل کی ٹین آگ پر کے پارے کو مات کر رہی تھی۔ وہ دوڑ دوڑ کر بھی جد مشر کو گلے سے لٹکاتی تھی۔ کبھی بصیم سین کو چٹا لیتی تھی۔ اگر ارجن کو ایک طرف سینے سے لگا لیا۔ تو دوسری طرف نعل و سہدو کو وہ اپنے پیارے کلیجے کے ٹکڑوں کو دیکھتی اور اپنے کو کوستی تھی۔ کہ تائے سارا قصور میرا ہے۔ میرے ہی سبب سے آج میرے بچوں کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ میں اسی وقت کیوں نہ مر گئی۔ میرے پران اس وقت کیوں نہ نکل گئے۔ جب ست سترنگ سے سب کو لیکر پر تھی بد آئی۔ مائے میں تو بے موت مر گئی۔ جب میرے بیٹے نظر سے اوجھل ہو گئے۔ تو زندگی کیسے رہیگی۔ اے پریشور کسی کی آئی مجھ کو آجائے۔ تو میں تیری قدرت کی قائل ہو جاؤں۔ اب پران کھنے سے فائدہ ہی کیا۔ اور آسمان مجھ پر پھٹ پڑا۔ اور زمین شق ہو جا۔ بہت زندگی کا لطف اٹھا لیا اب زیادہ ہوس نہیں۔ ارے کوشن چند دروار کایں بیٹھے کیا کر رہے ہو میرا بھی تیرے کچھ حق ہے۔ جہاں دروپی کی لاج رکھی ہے۔ وہاں میری بھی بات رکھو۔ اور آرام سے خاک پر سلا دو۔ اس کے سوا میں اور کچھ نہیں چاہتی۔

اور صرکتی ایک ایک بیٹے سے چپٹ چپٹ کر ڈھاریں مارتی تھی۔ اور

پانڈو بے سہرپرست ماں کے حال زار پر آنسو بہاتے تھے۔ ایک ایسا عالم حسرت و افسوس تھا۔ کہ دیکھنے والوں کے کھلے پھٹے تھے۔ بدرجی کے دل کی کیفیت اور ہی تھی۔ وہ ناکھ دل سنبھالتے تھے۔ مگر نہ سنبھلتا تھا۔ انہوں نے مہارانی کنتی کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ کہ مہارانی تمہارے نیچے قول مار چکے ہیں۔ انہیں بن میں جانے دو۔ جانتی ہو۔ کہ یہ میرے کیسے پیارے ہیں۔ میں بھی تیرہ برس چھانی پر پتھر رکھوں گا۔ کیونکہ دہرم کا نباہ دینا ہی لوک پر لوک بنانے والا ہے۔

دھرم لیے تو سب بے دھرم گئے سب جائے

ان کو دہرم کی راہ میں چلنے دو۔ دھرم سب کام سدھ کر لگا۔ اب یہی جدائی اس کے لئے ہمارا تمہارا فرض ہے۔ کہ زندگی کی دعا کریں۔ زندگی کے لیے تیرہ برس کیا سوچاں برس بھی کچھ دور نہیں۔ آپ ان سب کو جانے دیجئے۔ مجھ پر ماتھ رکھیے۔ آپ کو میں ماتا سے بڑھ کر سبھیوں کا اور آپ مجھے اپنے کھلے کے ٹکڑے کی طرح سبھیوں۔ تیرہ برس جنگل میں پھرنا دل لگی نہیں۔ آپ کو تو پانڈو دھرم آنکھوں پر رکھیں گے کسی حالت میں تکلیف نہ ہونے پائیگی۔ مگر ڈر یہ ہے۔ کہ کوروجب پتہ لگائیں گے۔ نشان ڈھوٹ بیگے۔ ایسی حالت میں کن ہے۔ کہ آپ کی ہمراہی سے وہ اپنے آپ کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں۔ اور پھر تیرہ برس کا بن باس اور نصیب ہو۔ اس طرح ہمارے پیارے بچیوں کی عمر ہی صحرا و نوردی کے سواراج پاٹ کا سکھ نہ دیکھ سکے۔ اسلئے میں ماتھ جوڑ کر کہتا ہوں۔ کہ آپ یہیں رہیں۔ بیٹوں کے حق میں دعائے خیر کریں۔ اور سب کو جانے دیں۔

مہارانی کنتی کا دل تڑپ رہا تھا۔ کھلے کی ٹیس دم بھر کا رہی تھی۔ وہ کبھی ایک بیٹے کو دوڑ کر گلے سے لگاتی تھی۔ کبھی آنکھوں میں اندھیرا آ جانے سے دوسرے بیٹے کو پیچھے سے لگانے ہی خوش کھا کر گر جاتی تھی۔ پانڈو وصادق القہر تھے۔ یہ اپنی بات سے پھٹنے والے کہاں۔ جس طرح بنانا کنتی کبھی بچا کر ڈھارس دے کر جنگل کو روانہ ہوئے۔ اور مہارانی

کتنی کو بدھی کے پاس چھوڑا۔ یہ موقع عجیب و غریب تھا۔ تمام راج پات
 مارے ہوئے پانڈو جانی دشمنوں کے پہنچانے ٹھہروں اور اپنی نامتوں
 کا خیال دل میں جمائے ہوئے اس دن کو یاد کر رہے ہیں۔ جب زمانہ
 آستان دولت پر سر جھٹکائے ہوئے تھا۔ جن بازوؤں نے تمام روئے
 زمین کے زبردست سے زبردست راجوں ہمارا جوں کی پولیس ڈیوٹی کر کے
 راجسویہ جگہ کو اس خوبی سے انجام کو پہنچایا کہ کوئی جھٹکا بھی جھٹک نہ
 سکا۔ کوئی کبھی بھی نہ جھٹکائی آج وہ بازو شہبازوں کے پدوں کی طرح
 دھرم کے ڈورے میں بندھے ہیں۔ طاقت پر داز تو ہے۔ مگر مجھ رہیں
 کہ ڈورے سے پر جھکے ہوئے ہیں۔ راجہ جھٹکے کو کچھ تو مضابطہ کچھ
 اپنی غلطی پر نادم وہ دل میں سوچتے تھے۔ کہ مائے میری بدولت میرے
 بھائیوں کا یہ حال ہوا۔ میرے ہی سبب مہارانی درویدی پر یہ ظلم و
 ستم ہوئے۔ اور اب میری ہی وجہ سے میرے پیارے بھائی راج کے سکھوں
 سے محروم ہو کر بن باس کے زمانے میں میری رفاقت اختیار کئے جاتے
 ہیں۔ اے جس مائے دن کو دن رات کو مات نہ سمجھ سکیں اتنا بڑا
 کیا۔ آج ہم اپنی بے سعادتی سے اس کو تیرہ برس کے واسطے تنہا چھوڑے
 ہیں۔ اس دروناک نظارے کو الفاظ میں دکھا دینا تسلیم کا کام نہیں۔
 ہر شخص اپنے کلیجے پر ماتھہ رکھ کر خود اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ ماں
 بیٹوں کی جدائی کے وقت ماں کا کیا حال ہوتا ہے۔ اور سعادت مند بیٹے
 کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ نالائقیوں کا ذکر نہیں۔

پانڈوؤں نے نہایت مجبوری سے چھاتی پر پتھر رکھ کر مائے کتنی کو بدر
 جی کے پاس چھوڑا۔ اور مائے کتنی کے منہ پیٹھ پیٹ کر بال نوح نوح کر
 چھاتی کوٹ کوٹ کر کلیجے کے ٹکڑوں کو کلیجے سے جدا ہونے کی اجازت
 دی۔ شہر میں کھرام تھا۔ اور گلی گلی میں ماتم عام کہ مائے لائقی پانڈو
 تیرہ برس کے لئے بن جاتے ہیں۔

پانڈو مائے سے رخصت ہو کر درویدی کو لئے ہوئے چلے یہ موجود کیفیت

تھا۔ وہ روتا تھا۔ کہ جن کے قدموں کے نیچے آنکھیں پھٹی تھیں۔ جن کے تنوں کو پھولوں کے سوا خاک کے ذرے سے شناسائی تک نہ تھی۔ وہ آج پیدل چلے جاتے ہیں۔ واہ رے انقلاب زمانہ اور نیرنگی فلک +

جس وقت راجہ دھرتراشٹ نے سنا کہ پانڈو دنیا پر لات مارے۔ تیرہ برس تک صحرا نوردی اختیار کی تو کبھی بھل گیا۔ دل امنڈ پڑا۔ کہہاں میں آنسو بھر آئے۔ بدرجی کو فوراً بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ پانڈو کہاں ہیں۔ اس کا جواب یہی تھا۔ کہ وہ اپنا دھرم پالنے قول نبہنے کے لئے تیرہ برس کے واسطے صحرا نوردی کو روانہ ہو گئے۔

بدرجی کے جواب پر دھرتراشٹ حیران ہو گیا۔ اور بولا کہ آخر کیسے گئے۔ کچھ ساز و سامان۔ کچھ زاد راہ۔ کچھ توشہ سفر +

بدرجی۔ نہ زاد راہ ہے۔ نہ توشہ سفر۔ فقط ہاتھ پاؤں پر تیرہ برس کی جلا وطنی گوارا کی ہے۔ جہاں تک میں جاتا ہوں ایک جھنجھی بھی نہیں راجہ دھرتراشٹ۔ تو آخر گئے کس حالت سے ہیں۔

بدرجی۔ راجہ جدھشٹر تو اپنا منہ ڈھانپے ہوئے گئے ہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ یہ کیوں اس کا سبب +

بدرجی۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ راجہ جدھشٹر دھرم کا سروپ ہے۔ دھرم کی طاقت چھپی نہیں۔ اگر وہ منہ ڈھانپ کر نہ جانے۔ تو ممکن تھا۔ کہ ہزاروں راہ چلتے۔ جل سمجھ کر رہ جاتے۔ جدھشٹر نے منہ ڈھانپ کر عوام پر احسان کیا۔ ورنہ جب طرف نظر اٹھتی۔ ایک آگ کا شعلہ اس طرف انکارے سنگا دیتا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اور دروید ہی کہاں ہے۔

بدرجی۔ دروید بھی پانڈوؤں کے ساتھ گئی۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اس نے کچھ زیور لباس ساتھ لیا یا نہیں +

بدرجی۔ کچھ بھی نہیں۔ کیا زیور کیا لباس سب اس نے کوروں کے

حوالے کیا۔ وہ اپنے سر کے بالوں سے منہ ڈھانپے ہوئے گئی ہے۔ جس کا

اشارہ یہی ہے۔ کہ حسب طرح آج وہ چہرے پر بال کھیرے جا رہی ہے۔
اس طرح چودھویں برس کو روخاندان کی عورتیں اپنے خاندانوں کے غم میں بال کھیرے
ہوئے گھروں سے روٹی پیٹی نکلتی۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اور کوئی بھی ساتھ ہے
بدربچی ہاں دھرتراشٹ بھی ہاتھ میں کٹالیے شام وید کی رچائیں دستر
پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اس سے غرض۔ اس کا مطلب۔

بدربچی۔ غرض اور مطلب کا پوچھنا کیا۔ خلاصہ مطلب ظاہر ہے۔ کہ
حسب طرح کوروں نے پانڈوں کا ستیاناس مارا ہے۔ اس طرح چودھویں
برس پانڈو کوروں کو چا پر کریں۔ دھرتراشٹ۔ چیرسا نکالیں۔
راجہ دھرتراشٹ۔ بھائی۔ یہ تو بڑی خراب بات ہوئی۔

بدربچی۔ میں نے آپ کو پہلے ہی مطلع کیا تھا۔ روکا تھا۔ مگر آپ نے
لڑکوں کے بہکانے سے اونچ نیچ نہ سمجھی۔ اب کیا ہوتا ہے۔ تیرکمان سے
نکل گیا۔ گو یہ کہنا گستاخی ہے۔ کہ آپ بڑھے ہو گئے۔ آپ جوانوں کی عقل کو
نہیں سمجھ سکتے۔ مگر میں اس کلمہ بے ادبی کی معافی مانگتا ہوں۔ کہ آپ نے

عمر بھر کی ناموری مٹی میں ملا دی۔ جوئے کے لئے بلا کر اپنے نام پر وہ دھتیر
لگایا۔ جو اس وقت تک، ٹٹنے والا نہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے۔ جوئے
کے لئے بلانا پھیل کپٹ جعل فریب کرنا آپ کے نزدیک کچھ بات نہ ہو۔

مگر میں جہاں تک خیال کرتا ہوں۔ اس کا نتیجہ ایسا خوشوار ہوگا جس کی نظیر
دنیا میں مل ہی نہ سکے گی۔ آپ چاہے بُرا مانیں مگر میں خوشامدی نہیں۔

ہاں میں ہاں ملانا۔ نالایقوں کا کام ہے۔ جا پوسی پر لعنت بھیجتی ہوں انیان
کی کہنے میں جان بھی چلی جائے تو باشد۔ کھری کہنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔

اس لئے میرا قول ہے۔ کہ

کو رو اپنی موت کا بیج بوری ہے ہیں۔ چودھویں برس میں بیج وخت
ہوگا۔ اس وقت سب پھیل چکے ہوں گے۔ اور اسی وخت کی ٹکڑیوں پر سخت

ہونگے۔ کچھ آپ کو سنائی دیتا ہے۔ کہ کیسی کیسی منحوس آوازیں کانوں کے پردے
بچا کر دلوں کو ہمار ہی ہیں اوج ہوا پر گدھ چیل کوئے چیخ رہے
ہیں۔ زمین پر گیدڑوں کی آواز آ رہی ہے۔ کیا یہ سب علامتیں بے
اثر ہیں ان کی تاثیر اد پر جانے والی نہیں۔ میری رائے میں کورنل
کی تباہی کی پیشینگوئی۔ ان سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ قدرت کی طرف
سے ہم کو خبر دی جا رہی ہے۔ کہ انقلاب عظیم سے ہوشیار اور ماتم
عام کیلئے تیار ہو جاؤ۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ دفعۃً ناروجی وارد ہوئے ان
کے ساتھ بہت سے رشتی مہرشی تھے۔ ان کی آمد پر بڑے تپاک سے
استقبال ہوا۔ سر آ نکھوں پر جگہ دی گئی۔ جب ناروجی سنگھان پر بیٹھ
تو انہوں نے یوں زبان سے گوہر افشانی کی۔

راجہ دھرتراشٹ تھم ایسے عقلمند جہاں دیدہ۔ سر و گرم زمانہ پیشہ
دھرم میں نہی مال اندیشیوں میں گرامی۔ ادا فوس کہ عمر بھر کا نام ذرا
سی بات میں مٹا دیا۔ یا نہ وایسے لائق ان کے ساتھ ایسی واہیات
کر توں۔ کچھ شک نہیں۔ کہ تمہارے خاندان پر آفت آئے بغیر نہیں
رہ سکتی۔ سارا کنبہ سچہ لو۔ کہ کٹنے ہی کو ہے۔ ادھر چودھواں سال آیا۔
ادھر ارجن مہاراشی اور بھیم سین جہا پر اکرمی کے ہاتھوں سب کورو
خاک و خون میں ملیں گے۔ بدرجی نے لاکھ سمجھا یا۔ مگر تمہاری سمجھ میں
کچھ نہ آیا۔ تم نے کسی کا کہنا نہ سنا۔ صرف دیروہن کی بات پر عمل کیا کچھ
لو۔ کہ تباہی کا شعلہ بولیا۔ جدھشٹر کے ساتھ جو اکھیلنا تباہی کی جڑ تھا۔ اب
بیج وین سے خاندان کے اچڑنے میں فرق نہیں۔ بھلا جوئے میں کوئی
ایسی بھی حرکت کرتا ہے جس سے ایک فریق کلی ڈال کر لوٹ لیا جائے
جدھشٹر ایسے دھرماتما کے ساتھ جعل فریب کرنا۔ ایک دن اب
رنگ لائے گا۔ کہ سب راج پاٹ چوٹ ہو جائیگا۔ اب بھی کچھ
نہیں گیا۔ جدھشٹر بھی دور نہیں۔ اگر خاندان کی عافیت چاہتے ہو تو پانڈ

کی دلوئی کرو۔ لڑکوں سے کہو۔ کہ معافی مانگیں۔ اور دشمنی کی تلافی کریں
اگر نہیں منظور تو تم جانو اور تمہارا کام ہے

سمجھانے سے ہم کو تھا سروکار اب مانو نہ مانو تم ہو مختار
یہ کہہ کر ناروجی کو رشتیوں مٹیوں کے ساتھ نظر سے غائب ہو گئے
یہاں دھڑاٹھٹ کو اپنے بیچ نظر آنے لگی۔ اور وہ اس فکر میں غلطانی پیا
ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ ناروجی کی گفتگو رو دھن دو شا سن سن چکے تھے
وہ گھبرائے ہوئے دردناک چارج کی خدمت میں گئے اور درخواست کی کہ
جہاں اب آپ ہی پناہ دیں گے۔ تو کام بنیگا جان بھگی

درونا چارج۔ جتنے رشتی اور بہن ہیں۔ یہی اڑاتے ہیں۔ کہ پانڈو
کو آدمی نہیں مار سکتا۔ سب کو روؤں ہی کی ناش ناش پھارتے ہیں۔ کچھ
دل لگی نہیں۔ کہ پانڈو دھڑاٹھٹ کے بیٹوں کو مار ڈالیں۔ جب تک میرے
دم میں دم ہے۔ کوروؤں کی حفاظت کروں گا۔ پانڈوں تیرہ برس تک کیلئے۔
توہن کو گئے۔ واپسی پر عرض ضرور لینگے۔ جب میں نے راجہ وروپ کو راجن کے
ناظم سے گرفتار کرایا۔ تو وروپ نے سخت زک اٹھائی۔ مجھ سے عرض
یہ کیلئے جلیہ کیا۔ جلیہ میں آگن کنڈ سے درشت دمن کی پیدائش ہوئی۔
یہ وروپ ہی کا بھائی پانڈوؤں کا سالار ہے۔ مجھے ضرور میدان کارزار میں
قتل کرے گا۔ پھر اپنی حفاظت کے تم خود دمہ وار ہو گئے۔ اے وریوہن تم
نے کیا بہت جبرا۔ کوروؤں کی خیریت نہیں۔ اب تمہارا راج پاٹ چار
دن کی چاندنی ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ پانڈو مان سکیں تو مٹالو۔

وریوہن درونا چارج کی باتوں سے اور کانپ اٹھا۔ اس نے بدیجی
سے استدعا کی۔ کہ آپ جلدی تیز رو رفتہ لے کر جائے۔ اور راجہ
بدھشٹر وغیرہ کو لے آئے۔ معافی کر کے میل کر لیں۔ بدیجی نے پاپنج
رفتہ پانڈوؤں کے پاس بھیج دیئے۔ رخصتوں پر سوار ہو کر مہارانی دروپی
اور پوہت کو ہمراہ لے ہوئے آگے چلے دیئے۔ اٹھ نہ پھرے۔

ادھیائے ۲۳

راجہ بدھتراشٹ وغیرہ پانچوں پانڈوؤں کی روانگی صحرا
کے بعد دھتراشٹ کا افسوس نتیجے سے اندیشہ سنجے کی گفتگو

جب پانڈو فقیرانہ لباس پہن کر صحرا انوردھوئے۔ تو راجہ دھتراشٹ کی
آنکھیں کھلیں۔ انہوں نے درلودھن و دوشاسن کرن سنگنی کی نالائقیوں پر
آنسو بہائے۔ پانڈوؤں کے صبر و تحمل پر دل واہواہ کرتا تھا۔ ان کی
خاموشی کے ساتھ بن میں چلے جانے سے خیال ہوتا تھا۔ کہ چپ کی داؤد
الیشور و یگا۔ نہ جانے ان کا صبر کس کس پر پڑے۔ ہائے شکیا غصہ
ہے۔ کہ راجہ درودھن کی راجکاری پانڈوؤں کی پیاری مہارانی درودھنی
کو دوشاسن بال پڑ پڑ کر گھیسٹے بھری سبھا میں اس سرمایہ حسن و خوبی کو
مادر زادو برہنہ کرنے میں وہی کیا گیا تھا۔ جو بیچ کنیاؤں میں افضل مانی جاتی
ہے۔ اد نالائق و دوشاسن تو نے بڑا ہی خراب کام کیا۔ ایسی پر عنوانی
کسی راج میں نہ سنی گئی۔ ہائے درودھنی منٹیں کرتے کرتے مار
گئی۔ ماتہ جوڑتے جوڑے تھک گئی۔ کسی کے منہ سے اس کے سوال
کا جواب نہ نکلا۔ ایسی زیادتی۔ ایسی نا انصافی۔ کمبخت بیٹوں نے بڑھاپے
میں میرے منہ پر سیاہی لگائی۔ یہ کلنگ کا ٹیکا میرے ماتھے
سے کون مٹا سکتا ہے۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ بس کورو خاندان کچھ
دنوں کا مہمان ہے۔ بھرت بنیوں کے آخری دن قریب آگئے۔
کیا راجہ دھتراشٹ کیا شبیم پیامہ اور کیا بدرجی سب کو کھیاں
۔ سچ تھا۔ سب درلودھن وغیرہ کو لعنت ملا مت کرتے تھے۔ اور
ہر ایک کی زبان پر یہی پیٹینگنی تھی۔ کہ آج کا واقعہ زمین و آسمان

زیر و زبر کتے بغیر رہنے کا نہیں۔ پانڈو چودھویں سال پھرے اور کورو خاندان
غیبت و نابود ہوا۔

سبھائیں بیٹھے ہوئے راجہ پچھتائے تھے۔ کہ ہماری شامت ہمیں
نہی یہاں لائی۔ نہ آتے نہ یہ انتہا کا شہدہ پن دیکھتے۔ وریو دھن
نے اپنی نالائقیوں سے ہمکو بھی داخل گناہ کروا دیا۔ اس کے ڈر اور بھا
کے مارے ہم بھی ایمان کی نہ بول سکے۔ اس کا اجر ہمیں ضرور ملے گا۔
جبوقت نتیجے کا خیال آتا تھا۔ خوف کے مارے بوٹی بوٹی کانپ
جاتی تھی۔ اور سان خطا ہو جاتے تھے۔ اور بس یہی معلوم ہوتا
تھا۔ کہ اب زمین بھٹی۔ اب آسمان سر پر ٹوٹا۔ راجہ دھرتراشت
رئج میں ڈوبے ہوئے ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے۔ چہرے پر
ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ کہ سچے وارو ہوا۔ راجہ کو اندر دیکھ
کر پوچھا۔ جہاں پناہ خیریت تو ہے۔ نصیب دشمنان مزاح ناساز معلوم
ہوتا ہے۔

دھرتراشت۔ ناساز کیا معنے۔ ناسازی تو اچھی تھی۔ یہ سمجھو کہ میرا دم
اکھڑا جاتا ہے۔ روح فنا ہو۔ یہاں ہے۔ کہ آج کا واقعہ تم نے نہیں
سنا۔ وریو دھن اور دوشاسن وغیرہ نے کیسی نالائقی کی ہے۔ نالائقی
حرکت کیا۔ یوں کیوں نہ کہوں۔ کہ سارے خاندان کے مٹانے کے لئے
سوئی بھڑیں جگا دیں۔ اور خود ہی سانپ کے منہ میں انگلی دسی ہے۔
جب ایسا دھرم ہو۔ تو پھر تباہی اور بربادی میں کیا شک۔

سچے۔ مہاراج! میں کیا عرض کروں۔ سارے ہستناپور میں
فقو تھو ہو رہی ہے۔ کان نہیں دے جاتے نعل نالائقیوں کا تھا۔ مگر
آپ پر بھی غصہ طاری ہے۔ جو ہے آپ ہی کو برا بھلا کہنا ہے۔ کہ وہ
راجہ دھرتراشت سے خود ہی دھرماتما بھیتوں کی ترقی دیکھی گئی۔ وہ خود ہی
چاہتے تھے۔ کہ پانڈو مٹ جائیں۔ نہیں تو انہیں اندر پیرتھ سے بلانے
کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بیٹوں کو روکتے۔ تو کس کی مجال تھی۔ کہ ایسی ایسی

حرامزادگیاں کرتے۔ بیشک آپ بھی غلطی ہوئی۔ آپ کو ضرور روک دینا تھا کہ کیا وہیات کرتے ہو۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے جوئے میں جہل فریب ہو۔ دروپردی جھوٹے پکڑ پکڑ کے گھسیٹی جائے۔ اس کو ننھی مادر زاد کرنے کیلئے زور مارے جائیں۔ اور آپ بیٹھے دیکھیں۔ تو دنیا الزام دے۔ ہائے ہزار غیر مردوں میں پرانی عورت اور کون عورت راجہ دروپردی کی آبتی پانڈوؤں کی رانی آپ ہی کی بہو بنی کیجائے۔ ڈوب مرنے کی بات ہے۔ نہ اپنی شرم رہی۔ نہ غیر کی لاج۔ اس سے بڑھکر بے حیائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ دروپردی کے منجے کرنے میں کس نے کسر چھوڑی۔ مگر وہ مصرم اس کی طرف تھا۔ اس نے بکس کی لاج رکھی۔ کورو غیرت دار ہوتے تو اس بوقت قدم چھو کر معافی مانگ لیتے۔ اور پھر منہ سامنے نہ کرتے۔

آپ سب کی تو یہ غیرت کہ دروپردی کی یہ درگت اور کوروؤں کی پششارت بیٹھے دیکھیں۔ وہاں جس وقت دروپردی کے بال کھینچے جاتے تھے۔ سارے روناس میں کہرام تھا۔ ہارانی کا ندھاری منہ پیٹ رہی تھی۔ کہ ہائے یہ کیا غضب ہے۔ آپ کی تمام بہوئیں سرور من رہی تھیں۔ کہ ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں دروپردی پر بیٹلم۔ بس کوروؤں کے دن پورے ہو گئے۔ مجھے تو حیرت یہ ہے۔ کہ خیر آپ نہ بولے تھے۔ تو ہمیشہ پتہ مہجی کو کیا ہو گیا۔ وہ سب کے کان پکڑتے اور روک دیتے کہ خبردار ایسا نہ کہند۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ سارا آوے کا آدا اور نیل کا ماٹ ہی بچھڑ گیا۔ سمجھ پر پتھر پڑتے ہیں۔ مگر اس طرح نہیں۔ اب بھی غنیمت ہے۔ کہ پانڈوؤں کو بلائے۔ سب سے معافی منگو کر میل کرا دیکھتے۔ نہیں تو نتیجہ بُرا ہو گا۔

آپ جانتے ہیں کہ سری کرشن جی پانڈوؤں کے طرف واسے ہیں۔ اور کیوں نہ عزیز رکھیں۔ راجہ جدھشکر کا دھرم کرم دیکھتے۔ بھیم ارجن کے چال چلن پر نظر کیجئے۔ نکل و سہادیو کی رؤس کا خیال کیجئے۔ کیسے

نیک افعال اور محبت خصال ہیں۔ جب وہ یہ واقعہ سنیں گے۔ تو مجھے ڈر ہے کہ ہمیں جوش غضب میں کوروں خاندان کی جڑ بنیاد نہ مٹا ڈالیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ جس وقت جوئے کے جعل فریب جہا رانی درو پدی کی بغیرتی اور پانڈوؤں کی آوارہ گردی کا حال نہیں گے۔ تو کان نہ ہلائیں گے۔ دم نہ مارینگے۔ جہا راج دیکھ لیجئے گا۔ کہ ایک ایک کورو کی تکاپوٹی ہوگی۔ لاشیں پھیل کوں کے کھائے بغیر نہ کھائی جائیں گی۔ ہستنا پور الٹ گھٹ ہو جائیگا۔ برہما بھی کسی کو بچا نہ سکیں گے۔ اس سے میری رائے ہے۔ کہ آپ پانڈوؤں کو بلا لیں۔ ان کی موجودگی میں کرشن چندر جی کا عصہ رکا رہیگا۔ راجہ جد مشٹر انہیں سبھا بھجا دیں گے۔ اس کے سوا اور بچاؤ کیلئے مفید تدبیر نہیں۔ آئندہ جو آپ کی مرضی۔ راجہ دھرتراشٹ یوہیں ہٹا بٹا ہو رہا تھا۔ سنجے اور بھی جان خشک کی۔ وہ لاکھ عقل لٹا رہا تھا۔ سوچتا تھا۔ کہ کیا کروں۔ مگر کچھ بنائے نہ ملتی تھی۔ وہ ناتھ ملتا تھا۔ کہ بڑی غلطی ہوئی ہے۔

لیکن اب پچھتائے ہوئے کیا جب چڑیاں چگ گئیں تھیں

سبھا پر بستم ہوا

مہابھارت

حصہ سوم

بن پر ب

رقم ہے تذکرہ ایٹنڈوئل کی پائیمروی کا وطن کے ہجرت تیرہ برس کی دشت گردی کا

اوصیائے ا

راجہ جنجے کا واقعات گذشتہ پر سوال پیشیم پائین کا جواب

راجہ جنجے نے جسوقت جوئے کی ساری سرگزشت سنی وہ دنگ رہ گیا۔ کہ ہیں! بھائیوں بھائیوں کا ایسا خون سفید۔ اس طرح گزشتہ ناخن سے جدا۔ ایک خاندان میں یہ شکاف فضا جیتی۔ نہ اپنی ناک کی لاج۔ نہ دائیں مچھ کی شرم ایسے ہی ایسے خیالات کی الجھن میں جنجے نے پیشیم پائین جی سے سوال کیا۔ کہ مہاراج تمہارے بازی۔ راجہ جدمشتر کی مار۔ دولاس کی سلطنت و صرموان پائندوں کی صحرانوردی کے واقعات سکر مجھے حیرت ہے۔ کہ پیشیم پتہ مہی ایسے واجب العظیم بزرگ۔ ورونا چارج ایسے مقدس گرو۔ اویہ جی ایسے گیان کی مجسم تصویر سب کے سب آنکھوں سے دیکھا کانون سے سنا کئے او

کچھ روک ٹوک نہ کی یہ معاملہ کیا

بیشیم پائین۔ ایشور کی مرضی کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں مشیت
سے قابو نہیں چلتا۔ ہونہار شائے سے نہیں مٹی۔ شدنی کسی کی ماں کی نہیں۔

بیشیم تیار مہر کی مرتے دم تک انوس رہا کہ مائے میری زندگی میں میری
آنکھوں کے سامنے یہ سب اندھیر ہوا اور میں کچھ نہ کر سکا۔ مگر اب پچھتا نے

سے کیا ہوتا تھا۔ بوند کا پوچھا گھڑے اندھا دے تو کیا ہوتا ہے۔ جب
چڑیاں کھیت چن لیں۔ تو پھر کیا رہ گیا۔ مٹتے کہ بعد از جنگ یا د آئید بر

کلہ خود با پیر و بیشیم پیامہ ایسے بہا تھا ہر وقت ماتھ ملے انوس کرتے
اور پچھتا تھے کہ مائے وریو دھن کے کھانے کی تاثیر نے میرا زندگی

بھر کا کیا دھڑی میں ملا دیا۔ بیشیم جی کے اس اٹھارہ انوس اور کلمات تاسف کے
دلون اثر کر نیا لے پہلو آگے چل کر موقع پر دکھائے جائیں گے۔

یہاں اب ان رہ نوروان ہادیہ ناکامی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ شاہنشاہی
پر شاہ عالم پناہی اوتار کر ماتھے پر کھور ہے۔ جسم پر بھبھوت لگائے مرگ چھپلا

اڑ رہے ہوئے ہستنا پور سے شمالی جنگلوں کے کالے کوس کاٹنے کو ان آراستہ
رقصوں پر جا رہے ہیں۔ جنہیں وریو دھن کے حکم سے بددجی نے روانہ کیا تھا۔

جس وقت یہ صحرا نور و عالم عسرت ہستنا پور سے باہر ہوئے۔ لشکر غم
جلوس اور ہجوم آلام مہر کا ب ہوا۔ رفیقوں میں اگر کوئی ساتھ تھا۔

تو چتر سین ایسے پندرہ جان نثار اور ان کے عیال و اطفال۔ اس وقت
شہر میں گھراں تھا۔ بہر طرف دھڑا دھڑا اور بیشیم پیامہ پر بعض طعن کی

بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ خاص عام پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ جس راج میں
ایسا اندھیر ہو دیا۔ کیا جب دھرم اوتار جہا راجہ جد دھڑا ہی نہیں

تو پھر ہمارا یہاں کون۔ ہمیں اندھیر نگری میں رہنے سے کیا واسطہ۔ جہاں جہاں
جد دھڑا نہیں۔ وہاں بکینڈ بھی نہ کہ سے زیادہ ہے۔ جہاں دھڑا تھا

مہاراج جد دھڑا ہوں۔ وہ شگل پور خار بھی ہمارے لئے گلزار ہے۔
بہا ہے۔ اسے ہستنا پور تجھ سے رخصت ہوتے ہیں۔ تیرا آب و دانہ

ہم لوگوں کے موافق نہیں رہا۔

بیل نے ایشیا نہ جین سے اٹھ لیا * اپنی بلا سے بوم رہے یا ہمارے
تب تھے ہم گلزار میں زینت گلزار ہے * ہمیں پرواہ نہیں اب گل ہے یا خار ہے
درد و یار چہ سرت سے نظر کرتے ہیں * دھندلے دل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
محبصہ بن جین تم تو کرو سیر و بہار * ہم بھی آنکھیں گے جیانی رانی ہوگی
ان اشعار کے مضامین سے تارک الوطی کا اشارہ کرتے ہوئے
باشندگان ہستنا پور مہاراجہ جد حشر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے
اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے ایک بان متفق اللفظ ہو کر بولے۔
مہاراجہ کی بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ ہم لوگوں کو بے سرپرست چھوڑ کر
چلے جائیں۔ ہم لوگوں سے یہ قدم نہیں چھوٹ سکتے۔ آپ ہم کو اندھیر نگری
میں چھوڑے جاتے ہیں۔ کیا یہ آپ کو لازم ہے۔ جو آپ کا نہ ہو۔ اس سے
ہمیں امید کیا۔ آپ کے جاتے ہی پہلے ادھرم کی عملداری برفعالی کی گرم بازاری
ہوگی۔ پھر آپ ہی سوچیے کہ ہمارا گزارہ کیونکر ممکن ہے۔ بیدھرم راجہ کی عملداری میں ان جل
کر نیا لالہ دھرمی ہو جاتا ہے۔ اس ہم لوگ بھی تمام زندگی اسی کو جلا وطنی پر قربان کیے بغیر
ہم بھی ہمراہ میں سائے کی طرح ساتھ جائیں گے جدھر جائیگا۔

راجہ جد حشر۔ آپ سب صاحبوں کی محبت کا شکریہ مگر ذرا غور کیجئے۔
میں ہستنا پور اجاڑنے کیلئے بن باس اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ آباد رکھنے
کیلئے۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا۔ اس وقت تک اینٹ سے اینٹ بج چکی ہوتی
ہزاروں گھروں میں کوئی چراغ جلائے والا نہ دکھائی دیتا۔ مگر نہیں مجھ
کو بزرگوں کے قائم کئے ہوئے۔ راجہ پاٹ کا خیال ہے۔ میں مہاراجہ
ہستی اپنے بزرگ خاندان کی راجہ صافی کو اجاڑ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔
ہم پانچ بھائیوں اورانی درد پی کے بن باس سے دنیا سونی نہیں کرتی
تیرہ برس باتوں میں گزر جائیں گے۔ آپ لوگ نہ گھبرائیں۔ دیکھئے
ہمارے دادا بھیشم پتا مہ ہمارے گرو درونا چارج و کو پا چارج ہمارے
چچا مہاراجہ دھرم تراشٹ اور بڈرجی ہماری والدہ معظمہ مہارانی کنتی سب

یہاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے چچا زاد بھائی راجہ درپو دھن وغیرہ بھی حکومت کے ڈنکے بجا رہے ہیں۔

پھر آپ سب کو اتنی فکر کیوں۔ اگر آپ کو واقعی مجھ سے محبت ہے۔ نے الحقیقت آپ کو جوش و فاداری ہے۔ تو بصیثم پنامہ جی راجہ دھرتراشٹ اور میری مائنتی کی ایسی دلجوئی کیجئے۔ کہ میں جنگل سے واپس آکر آپ کا شکر یہ ادا کروں۔ اور تب سمجھوں۔ کہ آپ کا یہ جوش رفاقت سچا اور پختہ تھا۔ اب میں آپ کا شکر یہ ادا کر کے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ آپ میرے بزرگوں کی خدمت گزاری سے میرے فریضے اپنے ذمے لیں۔ اور مجھے رخصت کریں۔ زندگی ہے۔ تو پھر درشن میلا ہوگا۔

گو اہل شہر نے بہت جھجکتیں کیں دلیلیں ملائیں۔ جوش رفاقت میں پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ ہمارا ہی سے منہ نہ موڑتے تھے۔ مگر راجہ جدھشٹر نے بہت کچھ سمجھا بھجا کر سب کو رخصت کیا۔ اور خود ہماریوں سمیت شام کے وقت گنگا جی کے کنارے پہنچ کر ایک پھتتارے درخت کے نیچے پاؤں کا سینچر اتارنا۔ اب بھوک کے تھی۔ کھانا کون کھاتا تھا۔ ہاں گنگا جی کو دیکھ کر دل میں کچھ لہر آئی۔ تو دو دو چار چار چلو پانی سے حلق تر کر لی۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد دیکھتے ہیں۔ تو ہستنا پور کے براہمنوں کا ایک جتھا اپنے متعلقین کو ساتھ لیے ہوئے سامنے تھا۔ پانڈو بہت خوش ہوئے۔ سب نے فردا فردا اشیاء دیا پو جا پاٹ کے سامان ہوئے۔ نت نیم سندھیا اور پاشا سے فراغت ہونے پر بند توں نے عمدہ عمدہ کتھامیں سنکار کر سب کاظم غلط کیا۔ اور بعد میں باوجود غم و الم بمصدق

بادشہرگاں میں بہری آنکھ لگی جاتی ہے۔

لوگ سچ کہتے سولی پہ بھی نیند آتی ہے

فرش گل اور بستر راحت پر سونے والے خاک و خاشاک پر بال
استر راحت ہو گئے۔

ادھیائے ۲

پانڈوؤں کے ساتھ برہمنوں کی رفاقت۔ جنگ گیتا۔

راجہ جدھشٹر نے جب دیکھا کہ برہمنوں کی منڈلیاں ہمراہی و رفاقت کے لئے تیار ہیں۔ تو وہ گھبرائے۔ کہ گرہ میں کوڑی کمر میں پیسہ نہیں۔ اپنا ہی گن رہشکل ہے۔ ان سب کی خدمت کیسے ہوگی۔ اس لئے انہوں نے سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ کہ آپ لوگ ناحق تکلیف فرما رہے ہیں۔ میری حالت آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں اب راجہ نہیں۔ ایک بن ہاں ہوں۔ مرگ چھالے کے سوا بدن پر اور کچھ نہیں۔ پیسہ کوڑی کے نام بالکل صفا یا ہے۔ آپ لوگ مجھے اس دکھ میں شرمندہ نہ کریں۔ جنگل تکلیفوں کا گھر ہے۔ صحرا و زوی بچوں کا کھیل نہیں۔ اس لئے آپ معاف رکھیں۔

برہمن منڈلی۔ مہاراج کوئی کسی کو کھلاتا پلاتا نہیں۔ سب اپنی تمت سے کھاتے پیتے ہیں۔ جس نے منہ چیرا ہے۔ وہ آپ سے آپ ہمارے پیٹ کی دوزخ بھر دیگا۔ آپ بے فکر رہیں۔

جب دانت نہ تھے۔ تب دودھ پیو۔ جب دودھ دیکھو۔ ان نہ دیئے !

خود گنس افتد بدام عنکبوت رزق باروزی رسال پر میدہ

ہم آپ کے ان سے پٹے ہیں۔ آپ کے نمک کا دایقہ خون میں موجود ہے۔ آپ کی ہم پر ہمیشہ نظر عاطفت رہی۔ آپ کہیں ہوں۔ ہمارے کلب برکش ہی میں جب برہمنوں پر دیوتاؤں کی بھی چشم رحمت رہتی ہے تو پھر آپ کو کیا نامناسب خیال ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ جس طرح راحت میں شریک رہے تھے۔ اسی طرح تکلیف میں بھی ساتھ رہیں۔ ہمارا ساتھ آپ کو بالکل نہ کھلے گا۔ ہم لوگ دھرم چہ چاکرتے رہینگے۔

کہتیں سنائیں گے۔ اور جلا جینگے۔ راجہ جدہشٹر کے دل پر برہمنوں کی تقریر کا اثر ہوا۔ اسکو راضی برضا ہوتے ہی بنا پڑا۔ اور اسی مقام پر ٹھہر گیا۔ اس موقع پر ایک برہمن گیارہ برہمن سونک بھی ہمراہ تھا۔ اس نے راجہ جدہشٹر کو فہائش کی کہ:-

ہمارا راجہ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس کا رنج فضل سمجھ لیجئے پیشور کی مرضی یہی تھی کہ راجہ ہاتھ سے جائے۔ اور دروہدی کو دکھ اٹھانا پڑے آپ دہرم کی تمام باریکیاں سمجھتے ہیں۔ کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اسٹ کہ ہم یعنی سنجم۔ نیم۔ آسن۔ پرانا نام۔ پریتھار۔ دھارنا۔ دھیان۔ سادھی کا آپ کو بخوبی علم ہے۔ آپ دہرم پتر ہیں۔ برہمن گیارہ ہیں۔ آپ کے فکر و تردد سے کیا غرض۔ دیکھئے راجہ جنک نے دل کو قابو میں کرنے اور اختیار میں رکھنے کے لئے کیسے مختصر اصول بتائے ہیں۔ چنانچہ سینے۔ اور دل کو ڈالوں ڈول نہ ہونے دیجئے۔

جنگ لگتا۔ دنیا میں انسان کو دو طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک مادی یعنی قلبی و روحانی۔ دوسری دیکھ یعنی جسمانی۔ جسمانی تکلیف کی چار قسمیں ہیں۔ بیادہ یعنی تکلیف۔ اسٹ بیوگ۔ صدر مفا روت۔ شرم آزار محبت۔ سنگت انجام صحبت بد۔ مادی دکھ سے مراد وہ تکلیف ہے جو دل میں کسی بات کی فکر یا اندیشہ وغیرہ سے پیدا ہو۔ ان دونوں میں سے جسمانی تکلیف تو دوا دارو سے دور ہوتی ہے۔ روحی قلبی یا روحانی تکلیف اس کا علاج صرف یہی ہے۔ کہ انسان صنا بطہ متحمل ہو کہ عمدہ عمدہ کھائیں شکر طبیعت پہلائے۔ اور جس طرح جسمانی دکھ لذات دنیا سے دور ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دکھ کو ذائقہ عقیقے سے زائل کر دے۔ غور کیجئے کہ آگ کی طرح لوہے کو لال کر کے پانی میں بجھانے سے کیا اوبال اٹھتا ہے۔ مگر پھر لوہا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے جسم میں کوئی دکھ پیدا ہو کہ اس کے دل کو انگاروں پر ٹٹاتا ہو۔ تو بھی جواب ہے۔ کہ اس کو گیان کے پانی سے ٹھنڈا کر دے۔ مہوہ اور محبت بھی روحانی تکلیف

کا باعث ہیں۔ رنج راحت۔ خوف اور فکر کی جڑ موہ ہے۔ محبت سے
 بھاؤ اور انوراگ کا ظہور ہوتا ہے۔ جو کبھی چین نہیں لینے دیتے +
 اس سینہ کی محبت کا اگر بھاؤ ہو گیا۔ تو دکھ رٹا ایک کونے میں یہ
 دھرم اور ارتھ کو اس طرح جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ جیسے تہہ درخت
 میں سگی ہوئی آگ درخت کو نہ ہونے میں تباہی یا تارک اللذات ہونا
 کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ بات تب ہے کہ ہر طرح کی نعمتوں اور لذتوں کے
 موجود ہوتے ہوئے انسان اپنی خواہشات کو ہزار زنجیروں میں جکڑے
 رہے۔ نہ کسی کے کہنے کا بڑا مانے نہ کسی کی طرف سے دل پر میل رکھے۔
 کشمی کی مایا کو درخت کا سایہ سمجھے بھی یہاں ہے۔ فرادیر میں دھلے
 درمہ جاسو سب جیوؤں کو سکھ دے نہ سکی اک ٹھائیں۔
 افق
 یہاں سے ہواں گئی چھن بھیتیر جم ترور کی چھائیں +
 دولت کو کبھی ایک جگہ قیام نہیں۔ آج جو فقیر ہیں۔ کل وہی امیر
 تھے۔ آج جن کو امیری پر ناز ہے۔ کل انہیں کے اہل دولت دستگیر
 تھے۔ دوستوں کی دوستی پر ناز کرنا یہ بھی فضول۔ دوستی میں رنج کے سوا اور
 کچھ نہیں۔ دنیا اپنے مطلب کی دوست ہے۔ آشنا غرض آشنا ہیں۔
 دوست کا لفظ ہی دہائی کی علامات ظاہر کرتا ہے۔ پھر متر تائی اور محبت
 کا بھی کچھ مزہ نہیں۔ اس لئے عقلمند آدمی پر فرض ہے۔ کہ جہاں کسی سے
 محبت جڑ پکڑتی معلوم ہو۔ وہیں گیان کی باتوں سے دل لگا دے۔ پھر مجال
 کیا کہ محبت فراسی تکلیف دے سکے۔ آپنے دیکھا ہوگا۔ کہ تالاب کا پانی
 کتنا ہی کیوں نہ بڑھے کنول اوپر ہی تیرتے رہتے ہیں۔ کنول کے پتوں
 کو پانی نہیں چھو پاتا۔ اسی طرح محبت کسی گہری ہو۔ جب گیان دھیان
 سے کام لیا جائے گا۔ تو دل پر اس کی تاثیر کبھی غالب نہ آئیگی۔ بلکہ دل
 ہی غالب رہے گا۔ جو اہل دنیا خواہشات گوناگوں سے شہد کی کھی ہوئے
 ہیں۔ ان کو زندگی بھر چین نہیں۔ پہلے شہد تیار کرتے ہیں۔ پھر
 پاؤں توڑے۔ جان لڑائی۔ پھر شہد نکالنے والوں کی بدعت سے ہاتھ

منا اور قسمت کو رد نہ پڑا۔ آخر میں بھی اگر ٹھکاس کی بھاٹ میں شہد پہنہ مارا تو مزہ گیا۔ چولھے بھاٹ میں زندگی ہی کو جواب ہو گیا۔ یہی حالت انسان کی ہے۔ اگر مقصد حاصل ہوا۔ تب خیر و رزق کو منت اور کرم صفت کے سوا دنیا میں کیا دھڑلہ ہے۔ علاوہ بریں انسانی خواہشات کا اور چھوڑ نہیں۔ اس کی ہوسیں ہر وقت بڑھتے ہی پائے گا۔ مرتے دم تک یہ بلا بچھا نہیں چھوڑتی اور جانی ہے۔ تو جان لیکر اس سے دشمن لوگ دنیا بیچ است و کار دنیا ہمہ بیچ سمجھ کر دولت و خزانہ الفت اہل زمانہ راحت و عشرت شوکت و حشمت۔ خواہشات نفسانی لذات زندگی وغیرہ کسی کو کچھ مال نہیں سمجھتے۔ اور ان پر دل کو فریفتہ نہیں کرتے۔ +

سونک رشی نے جناب گیتا کے سلسلے میں راجہ جہدھشٹر کو اور بھی بہت سے سائن دھوا غلط سا کر قطع کلام کیا۔ اور راجہ جہدھشٹر نضاج سن کر نہایت خوش ہوئے۔

ادھیائے ۳

براہمنوں کی خاطر تواضع کے لئے راجہ جہدھشٹر کو سورج نارائن کا عطیہ راجہ جہدھشٹر نے براہمنوں کے بڑھتے ہوئے۔ مجمع کو دیکھ کر دھوم رشی اپنے پروہت سے کہا کہ میں مفلس فلاںچ۔ ان کی خاطر عازات رہی درکنار روز کے کھانے پینے کی کیونکر سبیل ہو۔ مجھے شرمندگی بھی شرمندگی معلوم ہوتی ہے۔ اور سوچتا ہوں۔ تو کچھ عقل کام نہیں کرتی +

دھوم رشی۔ آپ نہ گھبرائیں۔ سورج نارائن میں وہ قدرت ہے۔ کہ جتنا چاہیں اناج برساویں۔ میں آپ کو ان کے ۱۰۸ ناموں کی استورتا ہوں۔ آپ اس کا جب کیجئے جو خواہش ہوگی۔ پوری ہوگی۔ جتنے

آدمی چاہیے۔ کھلائیے پلائیے گا۔

راجہ جد ہشتر نے سچی عقیدت اور پوری محبت کے ساتھ استوترا پڑھنا شروع کی۔ استوترا میں تاثیر تھی۔ لفظ زبان سے نکل کر محبت کی کارسٹھیکا تھا۔ سورج نارائن خوش ہو گئے۔ اور ایک پیکر نور میں روشن دیکر لوئے۔
راجہ جد ہشتر گھبرا نا نہیں۔ بن میں نہیں تھیں اناج پانی پہنچاؤں گا۔
تم کو کھانے پینے کی کیا کمی تو سہی ہزار آدمی ساتھ بیٹھ کر کھائیں۔ اور کبھی کھانا نہ گھٹے۔ لویہ تانے کا قتال درویدی اس میں کھانا پکا کر کے جب تک آخر میں درویدی کھانا نہ کھا چکیگی۔ تب تک مجال کیا۔ کہ کوئی چیز ختم ہو۔ چاہے جتنے برہمن کھائیں۔

راجہ جد ہشتر نے تانے کا قتال لیا۔ اور سورج نارائن کی بہت استوترا کی۔ اس کے بعد سورج نارائن نظر سے غائب ہو گئے۔ اور جد ہشتر کی فکر دور ہو گئی۔

بیشم پائین اہل عقیدت کیلئے فرماتے ہیں۔ کہ سورج نارائن کی یہ استوترا بہت بابرکت ہے جو صدق نیت اور سچے اعتقاد سے پڑھے یا سنے اس کو کسی بات کی کمی نہ رہے۔ ساری مرادیں برائیں۔ دولت اولہ۔ علم فضیلت ہو مصیبتوں سے ٹائی۔ قید سزا داری۔ جنگ میں فتح نصیب ہو۔ آخر کار سورج لوک کے آرام مست میں ہوں۔

رشی جی فرماتے ہیں۔ کہ راجہ جد ہشتر وہ برہمن لئے ہوئے خوش خوش پرستشگاہ سے باہر نکلے۔ دھوم رشی کو ڈنڈوت کی بھائیوں کو گلے سے لگایا۔

درویدی سے طرح طرح کے کھانے پکوائے۔ برہمن کھانے بیٹھے تو ہر چیز سامنے ڈھیر کسی نعمت کی کمی نہیں۔ برہمن کھا چکے تو بھیم۔ اجن سہیل نکل کو کھانا کھلایا پھر آب نے خود طعام نوش کیا۔ اس وقت تک ہر چیز پوری تھی۔ مگر جوہیں درویدی کھا چکی۔ تو برہمن بالکل خالی۔ سب سورج نارائن کی کرامات کے قائل ہوئے۔ راجہ جد ہشتر نے بہت دھنیا دیکھا۔ اور وہاں سے گنگا جی کی طرف گزرتے ہوئے کامیک بن میں جا کر منزل گزریں ہوئے۔

ادھیائے ۴

بد رچی کی صلاح نیک پر راجہ دھرتراشٹ کی ناراضگی :

جب پانچوں پانڈو راہی صحرا ہو چکے۔ تب تو راجہ دھرتراشٹ کو
آگاہ کیا۔ سمجھائی دینے لگا۔ اول تو نیند ہی نہیں پڑتی۔ اگر آنکھ لگ بھی گئی
تو فوراً چونک پڑے۔ کروٹیں بدلتے بدلتے سویرا ہو گیا۔ دن کو یہ حالت
نہ اٹھنے چین نہ بیٹھنے آرام۔ دل کی گھبراہٹ دم بھر قرار نہ لینے دیتی تھی۔
آخر بد رچی کو بلا یا طبیعت کو کیفیت۔ اور فکر و تردد کی اصلیت ظاہر کر کے
کہا۔ کہ بھائی منہ دیکھی۔ نہ کہنا صاف صاف بے لاگ کہنا مجھے کیا کرنا چاہیے۔
جس رات دن کی کوفت سے جان بچے ۔

بد رچی۔ از ماست کہ بر ماست۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ افسوس
کہ آپ نے اتنا زمانہ دیکھ کر بھی دھوپ ہی میں بال سفید کیے۔ میں نے
پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ در پود من خاندان کی جڑ کاٹینگا۔ آپ نے اس کی
خاطر داشت سے بدنامی کا ٹھیکرا اپنے سر پر پھوٹا۔ پانڈو سیدھے سادھے
دیوتا۔ آدمی ان کو پھل کپٹ سے جوئے میں جیت کر بن کر روانہ کیا۔
درویدی ایسی جہاں پر ظلم و ستم ہوئے۔ کہ کبھی کسی نے نہ سنے۔
نہ دیکھے ہوں گے۔ مگر جب آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اس کو کوئی برہمن نہ
کر سکا۔ تب بھی آنکھیں نہ ہوئیں۔ تو اس کا علاج کیا۔ آپ کے بیٹے فقط
اپنی گلی کے شیر ہیں۔ پانڈوؤں کے سامنے ان کی بساط لومڑی سے نہ یادہ
نہیں۔ جس وقت یہ شیر بچھرے۔ تو سب کے سب چٹنی ہو جائیں گے۔ اگر
خاندان کی حفاظت منظور ہے۔ بیٹوں کی جان کی امان مطلوب ہے۔ تو جس
طرح ہو منت سماجت خوشامد سے پانڈوؤں کو بلا کر ان کی خاطر
داشت کیجئے۔ اپنے لڑکوں سے کہیے۔ معافی مانگیں۔ اگر یہ نہیں تو سمجھو

بیچے کہ آپ کو خود ہی خاندان کا ستیا ناس کرنا مدنظر ہے۔ ابھی کچھ نہیں
 بڑا۔ علاج ممکن ہے۔ مگر یہاں مواد پک گیا۔ پھر پیچھے بٹے بغیر نہ رہے گا۔
 راجہ دھرتراشٹ۔ تم عجیب بد تہذیب آدمی ہو۔ تمہاری عقل
 جاتی رہی۔ پانڈوؤں کی طرف ذاری نے تمہیں اندھا کر رکھا ہے۔ جب دیکھو
 انہیں کی سی بولتے ہو۔ میرے لڑکوں پر الزام رکھتے۔ تہمت تراشتے۔ بہتان
 لگاتے۔ اور صاف صاف میرے منہ پر کوسے ہو۔ یہ خیال نہیں کہ درودھن
 میرے کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں کیجے کے ٹکڑے کو کیسے سینے سے نکال کر
 پھینک دوں۔ پورا پورا دور پورا پورا نزدیک۔ بیٹے بیٹے ہی ہیں۔ بھتیجے
 بھتیجے ہی۔ تم جب دیکھو درودھن ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ مجھے
 آئندہ اور کچھ سننے کی برداشت نہیں۔ پس آج سے سامنے نہ آنا۔ اپنی
 رادھا کو یاد کرو۔ جہاں سینک سمائے جاؤ۔ مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔
 تم کو ہستنا پور کا دانہ پانی حرام +
 بدرجی۔ جناب آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔ میں خود ہستنا پور سے
 بیزار ہوں۔ مجھے خود ایسی صحبت سے نفرت ہے۔ بہت اچھا رخصت +
 ادھر بدرجی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر راجہ دھرتراشٹ بھی
 گرمایا ہو محل میں داخل ہو گیا +

ادھیائے ۵

بدرجی کی ہستنا پور سے روانگی۔ جد جہنم سے ملاقات
 بدرجی کے دل میں راجہ دھرتراشٹ کی باتیں کاٹ کر گئیں۔ ان کو
 سخت رنج ہوا۔ گھر پہنچتے ہی رتھ پر سوار ہوئے۔ اور ہستنا پور سے چل
 دیئے۔ ان کو انوس تھا کہ نائے دھرتراشٹ درودھن کے

میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ ذرا بھی عقل باقی نہیں رہی جو کرتا ہے اُلٹی جوبات کرتا ہے اوجھی۔ بس معلوم ہو گیا۔ کہ بُرے دن آگے خاندان کا خاتمہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں۔ پُدرجی گھر سے چلے تو پانڈوؤں کا راستہ پوچھتے گنگا جی کے کنرے ہوتے ہوئے کامیک بن جائیجے۔ اس وقت تک راجہ جدھشٹر کا وہیں قیام تھا انہوں نے پُدرجی کو آتے دیکھا۔ تو روح سلب ہو گئی اس فکر میں مبتلا ہوئے کہ چچا صاحب (راجہ دھرتراشٹ) نے اب کیوں یاد کیا۔ راج گیا پاٹ گیا۔ صحرا نوردی وشت گردی نصیب ہوئی اب یہاں کیا دھرا ہے جو کوئی جو اکھیلیگا۔ گانڈیو وشنش کی فکر ہو۔ تو ہم اُسے مارنے والے نہیں۔ یہی تو ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس پر آئندہ اُمیدیں منحصر ہیں راجہ جدھشٹر اس خلجان میں تھے کہ پُدرجی جائیجے سب پانڈوؤں نے بڑے ادب سے تعظیم و تکریم کی جانبین سے مزاج پرسی کے بعد پُدرجی نے راجہ دھرتراشٹ کی۔ بے التفاتی بے مروتی۔ بیونمائی وغیرہ کی سرگزشت سنا کر فرمایا کہ

راجہ جدھشٹر۔ میں نے بھاری پھوچوم چھوڑا۔ ہستنا پور مجھے اڑوے کا منہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے میں نے بھی تنبیہ کر لیا کہ بس تمہارے ہی ساتھ رہو ننگا۔ بلا سے کچھ ہو۔ اب میری خوشی سے کہ جیسا جیسا میں مشورہ دیتا ہوں ویسا ویسا عمل درآمد کرو گو سچ ہے کہ بزرگی بعقل است نہ کہ بسال۔ مگر پھر بھی کہہ دے۔ نصیحت کوٹھ کن جاناں کہ از جاں دوست نرواند

جوانانِ سعادت مند پند پر وانا را

دیکھو جس وقت کسی سے دشمنی کی ٹھہرے اس وقت سے انسان کا فرض ہے۔ کہ اپنا موقع اور مصلحت دیکھے اگر موقع و مصلحت خلاف ہو تو چپ لگا کے بیٹھ جائے۔ سانس ڈکار نہ لے دم نہ مارے۔ چوں نہ کرے اس صبر کا اجر ایشور دیتا ہے۔ جھگوان اُسے دوج کے چاند کی طرح کمال کے اعلیٰ درجے پر پہنچاتے ہیں علاوہ برس جو جان و دل

سے دھرم ہی کی راہ چلتے ہیں بھولے سے بھی اُن کا قدم ادھر ادھر نہیں
 ڈکتا اُن کا تو کیا ہی کہنا۔ ایشور اُن کے دائیں ہوتا ہے اور دھرم بائیں
 اُن کی بات ہی کیا ہے۔ اس سے آپ اپنے دھرم پر قائم رہ کر تکلیف
 کو تکلیف نہ سمجھ کر ایشور پر بھروسہ رکھتے ہوئے مصالحت وقت کا خیال
 کر کے وہی بات کریں جو مناسب حال ہو۔

راجہ جدھشٹر۔ آپ تشریف لائے رہے نصیب ہم لوگ بڑے
 خوش قسمت ہیں کہ اس دشت گردی کی حالت میں آپ ایسے بزرگ
 کا سایہ عاطفت نصیب ہوا۔ آپ جو فرماتے رہینگے آپ کا جو ارشاد ہوگا
 ہم لوگ اسی پر عمل کریں گے۔ ہمارا یہ دھرم ہے کہ بزرگوں کی باتوں کو سر
 آنکھوں سے مانیں۔

ادھیاءے ۶

راجہ دھرتراشت کی پریشانی اور بد رچی کی کٹر طلبی -

راجہ دھرتراشت کہنے کو تو کہہ گئے مگر جب بد رچی پوریا بندھنا باندھ
 کر اختہ بختہ سمیٹے ہوئے ہستنا پور سے چل دئے تو پیچھے سے کچھتاوا ہوا
 کہ مائے کفنی تاوانی ہوئی۔ بد رچی کو بھیشم جی ورونا چارج جی سب دھرم
 کا روپ مانتے اور عقل مندوں میں سر بلند جانتے ہیں۔ ان کے ساتھ
 یہ بد سلوکی۔ آہ میں تو ایک یوپیہ اندھا ہوں۔ اس پر وریو دھن کی
 محبت نے اوسہ اندھا کر دیا۔ افسوس میں نے بڑی غلطی کی۔ کہ اپنے
 پیارے بھائی بد رچی سے منہ پھٹ کر کہہ دیا۔ کہ یہاں سے ٹل جاؤ
 نکل جاؤ۔ بات کا زخم گہرا ہوتا ہے بد رچی بھی برداشت نہ کر سکے۔
 اور جل کھڑے ہوئے۔ سب بھائی بند ایک ایک کر کے چھوڑتے

جانتے ہیں اس کا انجام معلوم نہیں کیا ہے راجہ دھرتراشٹ اسی خلیجان میں تھے اسی کوفت میں اُن کی جان بھنسی ہوئی تھی۔ کسے سچے حاضر خدمت ہوئے صورت دیکھی تو زور و چہرہ پر مرونی چھائی ہوئی پوچھا۔

مہاراج۔ کیوں کیوں خیریت تو ہے۔ پھول سا چہرہ کھلانے کا سبب صورت اترنے کا باعث زردی چھانے کی وجہ ہے

راجہ دھرتراشٹ۔ (کل کیفیت کہہ کر) اس وقت اور تو کچھ نہیں بدرجی کا ناراض ہو کر چلا جانا کلیجہ ملے ڈالتا ہے۔ ایسے بھائی کی جدائی مارے ڈالتی ہے۔ کیا خوب ہو کہ تم جا کر اُن کو کسی نہ کسی طرح منالائو۔

سنجے۔ میں جانے کو حاضر ہوں مگر اُن کا پتہ ٹھکانا۔ نہ جاسنے کہاں اور کدھر گئے ہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ جدھشٹ کے سوا اور کس کے پاس گئے ہونگے۔ اسی پتے پر جا کر تپہ لگاؤ اور میری پریشانی دور کرو۔

سنجے۔ بہت اچھا کمکر اٹھاؤ ہاں سے بہتہ نشان پوچھنے پوچھنے کا میک بن میں پہنچا۔ پانڈوؤں نے بڑی عمدگی سے خاطر مدارات دعوت تو افیع کی سنجے نے بدرجی کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی۔ کہ ہستنا پور واپس چلیں۔ راجہ دھرتراشٹ آپ کے فراق میں بے چین ہیں۔ پہلے تو ادھر سے اصرار اُدھر سے انکار ہوتا رہا مگر جب سنجے نے جو ش خون کو ابھار کر یہ لفظ منہ سے نکالے کہ

اپنے بھائی کی زندگی چاہتے ہو تو چلو ورنہ تمہارے سر پر پتھارے بھائی کا خون ہوگا۔

تو بدرجی سمجھا ہوا اور ہستنا پور پہنچے۔ راجہ دھرتراشٹ نے بدرجی کو دوڑ کر گلے سے لگایا مکتا چوما سینے سے چمٹایا گود میں بیٹھا کر مزاج پر سسی کی اور گزشتہ باتوں کی معافی مانگ کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا فرمایا کہ میں تو بدلتے نام ہوں گھر بار تمہارا ہے۔ تمہیں سفید سیاہ کے مالک ہو دو ریو دھن وغیرہ سب تمہارے بال بچے ہیں جس طرح

چاہو گو شمالی کرو۔ جب چلے نوازو۔
 بد رچی کو کچھ مغائرت تو تھی ہی نہیں۔ انہوں نے گذشتہ بات مٹی
 گئی کر دی اور بڑی محبت کے ساتھ رہنے لگے۔

اوصیائے

بیاس جی اور تیرے رکھیش کی راجہ دھرتراشٹ کو فہمائش

جس وقت سنجے کے ساتھ بد رچی ہستنا پور واپس آئے در یودھن وغیرہ
 کی سٹی پٹی بھول گئی ان سب کو خیال ہوا کہ بد رچی اب راجہ دھرتراشٹ
 کے کیسے کان بھرنیکے۔ ایسی پٹی پڑھاٹیکے کہ ان کا منطقہ دل کا دل
 ہی میں رہ جائیگا۔ اور پانڈوؤں کی چڑھائی کی در یودھن بد رچی کی آمد سے
 سچ مچ انگاروں ہی پر لوٹ گیا۔ اُس نے بیتابی کے ساتھ اپنی چنڈال
 چوکر دی اکٹھا کی جس کے سر غنہ شکنی۔ کرن اور دوشاسن تھے در یودھن
 نے زمین پر سر دے لیا کہ مائے آب لوگوں کے ہوتے ہر بات
 میں ہمیشی ہر معاملے میں اپنی ہی زک مار تو ہمارے جیت کجھت کا
 بھی شمار نہیں۔ یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے۔ اُس سے کیوں نہ ہر نہ کھالوں
 گلے میں کچا لہی لگا کر کیوں نہ مرجاؤں۔ ایسی زندگی سے فائدہ جو موت
 سے بدتر ہو میں کبھی کا اپنے کو ختم کر چکا ہوں تا صرف انتظار یہ تھا۔ کہ
 آپ کو اطلاع دے دوں۔

شکنی۔ مہاراجہ در یودھن۔ اس وقت آپ کہاں ہیں۔ یہ بچوں کی
 سی باتیں کیسی۔ راجہ جدھشٹر کا آنا کیا کوئی کھیل ہے۔ اول تو وہ آئے
 ہی گنا نہیں اور اگر آگیا تو پھر وہی چوسر وہی پائے وہی اس کے تین
 کانے اور وہی اپنے پو بارہ۔ وہ ہم سے سر پر ہو کے جا ہی کہاں

سکتا ہے میں تو پانچوں پانڈوؤں کو چیت کرونگا۔

دو شناسن۔ دو دفعہ تو اگر مزہ چکھ چکے ہیں اب کے آئیں تو پھر کیا ہے تسمہ تک لگانا نہیں کیا جائیگا کہیں کہاں ساری شیخی نہیں گرد و بر و سو جائیگی + کرن۔ اب وہ کیا کھا کر یہاں آئینگے۔ منہ دکھانے کی صورت بھی باقی ہے اور اگر ابھی گئے تو ہم سے کیا بھنا لیتے۔ جوئے کا مارا اور جو رو کا مارا اب رہتا ہے اُن میں دم ہی کیا جو ہمارے سامنے ڈاڑھی موچھ لگا کر آئیں اور جو سبز بھی اور اُدھوہ پھٹے سے منہ اور یہاں بازی اپنے ہاتھ + وریو دھن۔ زبانی جمع خرچ سے کام چلتے والا نہیں۔ پانڈو اصل کالے ناگ ہیں۔ جب موقع پائیگے چپ سے کاٹ کھا ئینگے۔ عقلمندوں کو چاہئے کہ سانپ کو کاٹنے کا موقع نہ دیں اور پہلے ہی سے زہریلے دانت توڑ ڈالیں پانڈو اس وقت اکیلے ہی ہیں کوئی ہاتھ بٹانے والا کیا معنے روئے دعوتے والا بھی نہیں جنگل کا معاملہ ہے آؤ ہم سب چلیں اور سب کو مار مجور کے ہر وقت کی کوفت سے چھٹی کر لیں +

شکنی۔ کرن۔ دو شناسن نے اس راے سے اتفاق کیا۔ اور سب کے سب اپنی اپنی تیاری کر کے شہر پناہ کے متصل ایک بتائے ہوئے مقام پر ملنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے +

دیاس جی روٹن ضمیر تھے ان کے چشم خیال میں دنیا بھر کی باتیں بھرتی رہتی تھیں۔ جب انہوں نے کوروؤں کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو راجہ دھرتراشٹ کے پاس آئے شکایت کی کہ آپ ایسے جہاندیدہ۔ گرم و سرد زمانہ چشپہ اور پھر بھی اپنے نیک و بد کا خیال نہیں پانڈوؤں کو بلا کر جوئے میں ہرایا۔ درویدی کی حد سے زیادہ درگت کی پھر بھی حبر نہ چھو اس کو تیرہ برس کے لئے جلاوطن کیا۔ اور اب بھی آپ اور آپ کے بیٹوں کو چین نہیں سمجھے ہی پڑے ہوئے ہیں میں جانتا ہوں۔ کہ آپ کے بیٹوں کی شامتیں پھڑ پھڑا رہی ہیں تب ہی تیر و ترکش باندھ کر پانڈوؤں کے مارنے کے لئے جانے کو تیار ہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ پانڈو

سب کا کچھ مر نکال کے رکھ دینگے آپ کو ماتم کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا خیریت اسی میں ہے کہ اپنے بیٹوں کو روکنے آئندہ آپ کو اختیار اب تک تو خیر بدنامی کا داغ تھا اب شاید آپ کو بیٹوں کی جدائی کا داغ اٹھانا منظور ہے ارجن اور بھی سیم کی طاقتیں وہ نہیں جو آپ کے بیٹوں کا اچار نکالے۔ بغیر چھوڑیں اسی سے میرا خیال یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹوں کو موت کے نہ میں جانے سے باز رکھیں جو ہونا تھا وہ تو خیر ہو چکا اب پانڈوؤں کے دھرم کی وجہ سے تیرہ برس تک امن کی صورت ہے۔ چودھویں برس اگر ایک کورو بھی بچ جائے تو میں جھوٹا بہت کچھ ہو چکی دل میں وہ مضبوط گرہیں پڑ گئی کہ کھلنا محال۔ ادھر چودھواں برس شروع ہوا۔ ادھر جان لیجئے کہ کورو خاندان کا صفایا ۴

راجہ دھرتراشٹ۔ بیاس جی ہمارا ج کس کے آگے اپنا سر دے ماروں۔ میری تو عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ لڑکے اپنی مان کے نہیں میں اندھا اس پر بڑھاپا فرمائیے کیا کروں۔ نہ جان نکالے نکلتی ہے نہ موت ہلائے سے آتی ہے جب یہ حالت مجھ پر ہے تو جو الیشور کی مرضی ۵
بیاس۔ بھیشم پتاما وغیرہ نے بھی کچھ انجام دینی نہ کی سوئیے کا ناس لئے رہے کوروں کو نہ روکا کیا آپ جانتے ہیں کہ پانڈوؤں پہ جو کچھ گزری ہے اس کا اثر اوپر ہی اوپر جائیگا۔ ہمارے مارا لانی کا ندھارہ ہی نے بھی سمجھایا اور آپ کی آنکھیں نہ ہوئیں۔ جب آپ خود اپنے پاؤں پر کھڑائی مارنے کے لئے تیار ہوں تو کوئی کیا کرے ۶

راجہ دھرتراشٹ۔ آپ کا فرمانا صحیح۔ مگر میں با قسمت کیا کروں الفت پداری نے مجھے کانوں سے بہا اور آنکھوں سے اندھا کر دیا آپ بھی ہونے تو شاید وہی کرتے جو مجھے کرنا پڑا۔ سمجھ لیجئے کہ دریودھن کہیں گہوارے پر سے اُٹھ نہیں آیا۔ کلیجے ہی کا ٹکڑا ہے پس میں اُسے کیونکر چھوڑ دوں اب رہی سمجھانے کی بات یہ اب آپ کے اختیار میں ہے نہ مجھ میں سمجھانے کی لیاقت نہ اس میں میرے سمجھانے سے سمجھنے کی

قابلیت ہے۔ آپ خود اسے سمجھا دیں تو رہے نصیب وہ سمجھ جائے تو
جائے سب پاپ کٹ گئے

بیاس جی۔ مجھے جو کہنا تھا آپ سے کہہ چکا آپ اپنا نیک و بد
سمجھ لیں رہا درپردہ من کو سمجھانا وہ منیرے رشی جی سمجھا ئینگے میں بُرائی
بھلائی کیوں لوں سارا فیصلہ وہی کر دینگے ان سے اور درپردہ من سے
بات ہوگی تو سمجھ لیجئے کہ دو ٹوک فیصلہ ہو گیا یا تو وہ سب معاملہ ٹھیک
ٹھاک کر دینگے یا پھر سراپ کی ٹھٹھکی جس کا انجام آپ جانیں یا وہ۔ اچھا۔
میں اب رخصت۔ نیک و بد سمجھنے کا آپ کو اختیار ۴

یہ کہہ بیاس جی تو اسی وقت نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور دھرتراشٹ
کو فکر پڑی کہ بیاس جی کی باتیں خالی جلنے والی نہیں۔ ضرور کچھ رنگ
لائیگی۔ اس سے اُنہوں نے درپردہ من کو یاد کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ شہر کے
باہر کرن۔ شکنی دوشاسن وغیرہ جو تیرو ترکش باندھے پانڈوؤں پر نزعہ کرنے
والے ہیں فوراً مایس آئیں۔ اور راجہ دھرتراشٹ کے حکم سے یہ لوگ
آئے اور اُدھر منیرے رشی نے بھی تشریف آوری سے شرف بخشا۔
راجہ دھرتراشٹ نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ قدم چومے سنگھاسن پر بیٹھایا
اور وہی کورو پانڈو کی بات چھڑ گئی۔ منیرے جی نے فرمایا کہ میں پانڈوؤں ہی
کے ہاں سے چلا آنا ہوں وہ اچھی طرح ہیں۔ بن باس کا زمانہ استقلال سے
بسر کرینگے۔ خلاف ورزی نہ ہوگی۔ مگر شکایت کی کہ اُن پر بیجا جبر ہوا۔ ظلم
ہوا۔ تعدی و بدعت ہوئی۔ مہارانی گاندھاری تک نے سمجھ پایا۔ اور آپ
کے کانوں پر جوں نہ رہیگی اس کا نتیجہ آخر میں دیکھ لیجئے گا کہ کیا ہوگا۔ منیرے
رشی نے وہی سب باتیں کہیں جو بیاس جی وغیرہ نے سابق میں کہیں تھیں۔
اس لئے اُن کا دہرانا تحصیل حاصل ہے اس کیلئے جو کچھ کہنا سنا اس کا
لب لباب ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے یعنی منیرے رکھی شہر نے کہا ۵
اے راجہ دھرتراشٹ۔ اودھ و درپردہ من۔ گوش ہوش سے سن ہمہ
تن گوش ہو کر سن۔ تو کہن نا تھ پائوں پر کھولتا اترتا اترتا ہے پانڈوؤں

میں کون ہے جو دس دس ہزار مانتھبول کو پس کر نہ رکھ دو جنہوں نے دیوتاؤں کی کورو بادسی اُن سے مقابلے کی جرأت بھیم سین سے سامنا ہوتا تو ختم سب کی ہڈیاں مسمرہ کر کے رکھ دیگا۔ کیا ارجن کے گانڈیو دھنش کی خبر نہیں ایک ایک ٹان میں صفیں کی صفیں صاف ہونگی۔ پانڈوؤں کی لیاقت کو کوئی پہنچے۔ مجال کیا وہ دھرم کی راہ میں چلتے اور ست کو نہایتے ہیں اگر یہ نہ ہوتا تو ختم سب کو کبھی محپھر کی طرح مسل کے رکھ دیتے سب کے دیکھتے دیکھتے ہڈم اور تک وغیرہ راچھسوں کو اس طرح مار لیا جیسے شہر لوٹری کو یا شہر ہانڈیچہ کی کو۔ جراسندھ کی کیفیت معلوم ہے۔ اُس کی طاقت سے ایک دفعہ لو جمدوت بھی پتھر پتھر اُجائے مگر واہ رے بھیم جس نے تنکے کی طرح چیر کے پھینک دیا۔ اگر ان واقعات کے دیکھتے ہوئے بھی انسان کی آنکھیں نہ کھلیں۔ تو اس کے سوا اور کیا سمجھنا چاہئے۔ کہ بس دن قریب ہیں +

میتیرے جی اس طرح سمجھا رہے تھے۔ مگر دریودھن کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگتی تھی ایک ہوا سی بہ رہی تھی۔ اور دریودھن نشہ غرور و نخوت میں مست پاؤں کے ناخن سے زمین پر لیکر میں کھینچ رہا تھا۔ اس گستاخی اور نخوت کے خیال پر میتیرے جی کو سخت غصہ آیا۔ انہوں نے تین مرتبہ پانی سے آچمن کر کے سراپ دیا کہ او پاپی دریودھن تجھے تیرے غرور کی سزا ملے تو نے میری ہانک کی میں تجھے نصیحت کرتا تھا۔ تو اُس کو سن کر زانوں پر پھپکیاں دینا تھا۔ تو یہی تیری یہی جا لگھ بھیم سین توڑے اور تجھے تیرے غرور کا مزہ چکھائے۔ تو جس کرن۔ دو شا سن شکٹی کے بل پر اینٹھ رہا ہے۔ وہ سب ایسی موت میں۔ کہ کوئی پانی دینے والا اور رونے والا بھی نہ ہو +

یہ سراپ اٹل ہے مجال کیا کہ پٹ ہو۔ جو کچھ اس وقت زبان سے نکلا ہے وہ پتھر کی لیک کیا معنی بلکہ برہما کا اکھشہ ہے۔ کبھی مرٹ نہیں سکتا +

رشی جی کا یہ سراپ سنکر راجہ دھرتراشٹ کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے
انہوں نے قدم پکڑ لئے اور عرض کی کہ مہاراج چرن سب کوں پر اتنا غصہ لڑ کے
نا سمجھ ہیں کم فہم ہیں ان پر اتنے عتاب کی کیا ضرورت ؟

میتیرے جی۔ در یودھن کے غرور نے جو شدفی تھا وہ زبان سے کہلا
دیا میرا کوئی قصور نہیں۔ اب بھی خیریت ہے کہ کورو پانڈوؤں سے میل کریں
اگر میل نہ ہو اتب تو یہ سراپ تیر بہت سے برہما کے مٹانے سے بھی نہیں
مٹ سکتا۔ اگر صلح ہو گئی تو پھر کسی کا ایک رویا بھی مبدل ہو جائے۔ تو میرا
نرمہ مگر آپ کا بیٹا در یودھن اپنے زعم میں تنہا ایٹھتا ہے۔ اس لئے ہیں
اس کو اس کی قسمت پر چھوڑ کر چلتا ہوں۔ آگ جانے لوٹا رہا ہے وہ بکتے
والے کی بلا جانے۔ جو آگ کھائیگا وہ انگاروں کا منہ چکھ بیگا ؟

یہ کہکر میتیرے رشی جی تو غصے میں بھرے ہوئے چلے گئے۔ اور دھرتراشٹ
کو پڈرجی کی تریانی کر یو دین کی جنگ عظیم اور جہیم مین کی فتح کا حال سنکر
اور بھی خلعشار ہو ا کہ ایسے بہادروں سے کوروں کی کیسے جانبری ہوگی ؟

اوصیائے

سری کرشن جی کی پانڈوؤں کے پاس تشریف آوری۔
کوروؤں پر عتاب۔ راجہ جدرھشٹر وارجن کی اتتی۔ درویدی
کی فریاد۔ کرشن جی کی تسلی بخش تقریر۔ درویدی
کے بھائی کی گفتگو

پانڈوؤں کے ہستنا پور سے جاتے ہی سارے زمانے میں خبر پھیل
گئی کہ در یودھن کی وجہ سے ان دھرماتماؤں پر کیسا ظلم ہوا۔ بھوج برشن

راجہ دروید کا فرزند اور چندیری کا راجہ دھرتراشٹ کیت کامیک بن میں جا کر
 اُن سے ملے مہاراج سری کرشن چندر بھی دوار کا سے تشریف لے آئے۔
 اور بہت سے تاجداروں نے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔ جس وقت
 کرشن جی نے راجہ جدھشٹر وغیرہ کے بدن پر فقیرانہ لباس دیکھا۔ نہایت
 رنجیدہ ہوئے اور جوش غضب میں فرمایا۔ کہ بس چوٹی کے پر نکل آئے۔
 دریودھن۔ شکنی۔ دوشاسن۔ کرن وغیرہ کی موت وور نہیں۔ عنقریب
 زمین ان سب کے خون سے رنگی جائیگی۔ ایسے فریدیوں ایسے جعلسانوں
 کا قتل کر دینا ہی دھرم ہے جس وقت ذات مقدس کو درویدی کی حالت
 زار اور دریودھن دوشاسن کی بدعتوں کا خیال آیا۔ چہرہ ہنٹا اٹھا
 آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں۔ جدھشٹر سے ارشاد ہوا۔ کہ زبان بلا دو
 تو سارے کوروؤں کی بوٹی بوٹی کاٹ کر بھینک دوں۔ تسمہ لگا
 نہ رکھوں۔

جدھشٹر نے ہمدردی کا شکر یہ ادا کر کے التجا کی کہ
 مہاراج ابھی مجھے اپنا قول نباہ لینے دیجئے پھر جو کچھ ہو گا دیکھا جائیگا
 بالفعل آپ اپنی طرف دیکھیں۔

ہے بھگوان کرشن چندر آندر کند۔ خلافت زمین و آسمان۔ مالک کون و
 مکان ہمہ اوست ہمہ ازوست آپ ہی ہیں۔ آپ نے پیکر عنصری کو نور
 موفور سے دینت دے کر بڑے بڑے شہزور راجپس قتل فرمائے۔ سورج
 چندرماں۔ برہما۔ ایشن۔ شو۔ جل پر بھتی پون اگن اکاش سب آپ ہی کی
 کرشمہ قدرت کا ادے نمونہ ہیں۔ آپ ہی نے باون جی کے سروپ میں
 تین تدموں سے پر بھتی اکاش سب کو ناپ ڈالا۔ ذات والا صفات
 ہست و بود میں ہے عدم و وجود میں ہے قادر مطلق آپ ہی خالق بر
 حق آپ ہی ہیں۔ گلشن کائنات آپ ہی کی فیض نخل بندی سے ہمیشہ بہار
 ہے۔ ہمارے خزاں بظا و فنا ہست و نیست۔ مرگ و زندگی زوال و کمال
 سب آپ کی ایک جنبش طرکوں سے رونمائی ہو رہے ہیں بھگتوں کے زیادہ آپ

کو کوئی پیارا نہیں جس نے چرنوں کا سہارا ڈھونڈا بس دنیا کی بادشاہت پر لات مار دی شاہنشاہ عالم پناہ اس کے پاؤں دھو دھو کر پیٹے گلے اندر بھی اس کے پاؤں کا دھوون نہ رہا۔ مہاراج۔ جدھشٹر آپ کے چرنوں کی خاک مانگتے سے لگانا اپنا فخر سمجھتا ہے۔ آپ بھی مجھے وہی عزت دیں جو خاک قدم کو حاصل ہے۔

راجہ جدھشٹر کے بعد ارجن نے بھی پرارغنا کی اور بڑے اوب سے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا ہو گیا۔ مہاراج نے جواب میں فرمایا۔

اے ارجن۔ کچھ جانتے ہو۔ کہ نہ میں تم سے جدا ہوں نہ تم مجھ سے جو تم ہو۔ سو میں ہوں۔ جو میں ہوں۔ سو تم ہو۔

اس میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ ظاہریوں کو دو مقابل نظر آتے ہیں مگر یہ بات نہیں۔ جلوہ ایک ہی ہے۔ تم نہ ہو میں نارائن یعنی دونوں ذاتیں مل کر ایک ہی نہ نارائن ہیں نہ ملنے کی ضروریات اور اہل زمانہ کی نجات کے لئے دنیا سے ناپائدار میں آنے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر پرست نہ پہچانیں کوئی اندیش بھید نہ جانیں تو اور بات ہے۔ مگر حقیقت شناس روشن قیاس روشن ضمیر صاحب عقل و تدبیر۔ اہل کشف و کرامات۔ عابدان عالی درجات تمام نکتوں سے واقف اور رموز قدرت سے آگاہ ہیں۔

ویکھو نہ لو آنکھیں کے سامنے کی بات ہے۔ ہزاروں دفعہ میرے کمالات قدرت مشاہدے میں آئے مگر نہیں۔ دریو و عن کرن وغیرہ ایسے عقل کے اندھے ہو رہے ہیں کہ کچھ سمجھائی نہیں دیتا مجھے اب تک نہ سمجھے کہ کون ہوں کیل ہیں۔ ایک طرف میرے دست قدرت کے کرشمے دیکھتے ہیں دوسری طرف آنکھوں پر جہالت کا پردہ ڈالتے ہیں۔ ایسے ڈھٹیاروں سے اندھے اچھے جو اگر دیکھ نہ سکتے تو ٹٹول ہی کے راستہ چل پتے ہیں۔ مگر ان نالائقوں کی منہ اور کپار دونوں کی (حشیم ظاہر و باطن) پھولی ہیں آنکھوں کے آگ ناک سو مجھے کیا خاک والی مثل ہے۔

سری کشن جی کا سلسلہ کلام جاری ہی تھا کہ دفعہ در ویدی غصے

میں بھر گئی۔ اس کا چہرہ لال لال انگارہ ہو گیا۔ وہ تار و کمانی ہوئی اٹھی۔
سرور اکشن جی کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بولی +

را دھوا کر چند دن۔ بس دیو دیو کی نندن۔ است رشی دیول منی اور
نار دیو رشی کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ ہی بنا کنندہ کائنات۔ آپ
ہی فنا کنندہ کائنات ہیں۔ پر سرام جی کا قول ہے۔ کہ آپ ہی
بشن ہیں۔ آپ ہی سرور و یاپک ہر جگہ موجود۔ حاضر و ناظر۔ آپ ہی قابل
پرستش ہیں کشت جی نے دیوتاؤں کی سبھائیں آپ کو کل دیوتاؤں کا
سر تاج بیان کیا تھا۔ اُن کے قول کا لب لباب یہ ہے۔ کہ آپ ہی پانچ
تتو یعنی عناصر کے بانی اور مخلوقات کو نین کے آفریدگار ہیں۔ جو کچھ
انتظام قدرت ہے وہ آپ ہی کے اشارے پر چل رہا ہے۔ ورنہ کسی
کی مجال نہیں کہ تنکا بھی ہلا سکے۔ آپ کی مرضی کے بغیر پتا بھی نہیں مل
سکتا۔ لیل و نہار کو سفید و سیاہ کا اختیار آپ ہی نے دیا ہے خلاصہ
یہ کہ جو کچھ ہیں آپ ہی ہیں آپ کی بقا ہے سب کو فنا ہی آپ کا درمطلق
ہیں اور سب مجبور و ناچار اسی طرح بہت کچھ استت کر کے درمندی آبدیدہ
ہو کر کہنے لگی۔ کہ مائے آپ ایسے پورن برہم۔ سرور شکتیمان کے بھائیوں
یعنی پانڈوؤں کی میں رانی۔ آپ کے دوست دھرتی دھرتی دھرتی دھرتی
ور و پد کی بیٹی جھوٹا پکڑ پکڑ کر کھڑی سبھائیں دوشاسن کھینچے مادر زاد ننگا
کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے راجہ دھرتی دھرتی دھرتی دھرتی دھرتی
دم نہ کشیدم پرٹس کریں آپ کے پیل انگن کوہ پیکر بھائی بیٹھے بیٹھے دیکھیں
اور دم نہ ماریں مائے کیسا نازک وقت تھا نفی سی جان پر نہ جانے کیا
بن رہی تھی۔ اُف جس وقت دعبیان آتا ہے جان اُڑ جاتی ہے اور جب
پران پتیوں کی خاموشی پر نظر جاتی ہے تو زمین و آسمان اُلٹ پلٹ نظر آتا
ہے۔ ارجن کے گانڈ بودھنش پر لعنت بھیم سین کے گرز پر زوٹ۔ نکل
کی بہادر می پر تین حرف۔ سہ دیو کی طاقت کو دھرتی کال۔ مائے سب اُڑے
وقت میں سوں کھینچے رہے کاندھی دے گئے اور وہ ان کو روٹوں کے

سا منے جن کو چٹکی سے مسل ڈالنا کوئی بات نہیں۔ جو پاٹوؤں کی نظر میں
اگر کچھ ہیں تو مکھی مچھر کے برابر۔

ماتے در پردہ میں نے ہم سب کے ساتھ کیا کیا بدسلوکیاں نہیں کیں
پہلے طالب علمی کے زمانے میں ماتا کتنی مہمیت خارج البلد کیا۔ پھر پیمین
کو زہر دیا۔ دریا میں ڈبو یا۔ سانپوں سے ڈسا یا۔ بعدہ بار ناناٹ بھو اکر
لاکھامندرمیں جلا کر خاک ہی کر دیا موتنا بھلے کو خبر لگ گئی اور پھر پیمین
سب کو کاندھے پیٹھ کمر باز و پیر لا کر لے پھاگے نہیں تو مہاراجہ پنڈ و کے
باٹیوں کا پتہ بھی نہ لگتا۔ جب میرا سو مگر نٹو اتوار جن کی فتحیابی کے وقت
کو روؤں نے کونسی بات اٹھا رکھی یہ تو کہئے کہ پاٹو۔ ڈبرو گھسرو دلا چنا
غیر س کے جوے نہ تھے نہیں تو اب تک کوئی کیوں زندہ رہ سکتا اور سب
کو پس کر رکھ دینے کہیں پٹیلوں کا بھی پتہ نہ ہوتا۔ اب چھل کپٹ سے
جوے میں سب راج پاٹ جیت لیا تیرہ برس کا بن باس دیا مجھ پر جو
بدعت کی وہ اگر دوسرے پر ہوتی تو جی چھوٹ جاتے عزت و آبرو عصمت
و عفت کی خیریت نہ تھی مگر اب کا احسان ہے آپ کی فطر عنایت تھی کہ آبرو
چمکائی میں نے دو شا سن ایسے ظالم سے آپ کا نام رٹ رٹ کر سب
کی ناک رکھ لی۔ مگر مجھے افسوس یہ ہمیشہ رہیگا کہ ایسے بہادر پاٹو میرے
پریشور میری ایسی مہمیت میں کنائی کاٹ گئے۔ صرف ساقتو دیا۔ تو
آپ نے۔ ماتے میں آپ کے بھائیوں کی رانی ایسے اعلیٰ خاندان کی
بیٹی اور آپ کے ہوتے میری یہ بے عزتی۔ یہ ہنسبکی یہ ورگت ہو۔ اگر اس
کا دشمنوں کو فوہ نہ چکھایا تو پھر زندگی پر تفت اگر آپ سب خاموش
رہے تو کہے دیتی ہوں کہ میرا حیر میرا شکر میرا تھمل میرا شکریہ رنگ
لاٹے بغیر نہ رہیگا۔

درویدی جس وقت یہ درد دل کی کیفیت کہکڑا زار زار رونے لگی
رشی منی کراہ کراہ اُٹھے۔ آئے ہوئے راجاؤں نے بھی اُس کی جگر خراش
فریاد سنی سب کی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے۔ سب کا دل اُمنٹ پڑا۔

سری کرشن چندر ہمارا ج کے دل پر بھی گہری چوٹ لگی۔ مگر انہوں نے طبیعت کو روکا دل کو سنبھالا اور تسلی بخش الفاظ میں کہا۔

مہارانی درویدی۔ کیوں گھبرائی جاتی ہو۔ دن گئے ہیں کہ راتیں جس طرح تم اس وقت سو رہی ہو۔ اس کے بدلے کو روؤں کی عورتیں خاوندوں کی لاشوں پر چھوٹ کے نہ روتی ہوں۔ تب کہنا۔ خاوندوں کا جو دم (رزسگاہ) ہیں پھڑک پھڑک کے دم توڑ چکے ہونگے رگ رگ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہوگا اور راجہ دھرم شاستر کی ہوتیوں سر چھوڑ چھوڑ کر آئسو بہا رہی ہونگی۔ ارجن کے تیرہوں کی ندیاں بہاؤنگے۔ لاش پر لاش ٹوٹی ہوگی۔ سرخون کے سمندر میں تیرتے ہونگے میری بات پیٹ پڑنے والی نہیں جو زبان سے نکل گیا ہے برہما کے مٹانے سے بھی نہیں مٹ سکتا غم کو اسی کوں کہہ سکتا ہے کس کا ایسا غم تو سہی کہ راجہ دھرم شاستر کے زمین کے ناجدار ہوں اور تم ان کی مہارانی کو روؤں اور ان کی رانیوں کا تو کہیں پتہ نشان بھی نہ ہوگا۔ میں تو ابھی دو ٹوک فیصلہ کر کے دکھا دیتا مگر افسوس یہ ہے۔ کہ راجہ دھرم شاستر نہیں مانتے وہ دھرم کی پرستگیا کے بعد چاہتے ہیں کہ راج پاٹ ملے ورنہ میں ابھی تم پیٹ رانی اور تمہارے مخالفوں کی رانیوں مہارانیوں کو لونڈی سے بدتر کر کے دکھا دیتا۔ خیر۔ دیر آید درست آید۔ مہاراج کرشن جی کی تقریر سنکر درویدی نے ایک غلط انداز نظر سے ارجن کی طرف دیکھا۔ ارجن بھی اس کی طرف چھبکتی نظر سے دیکھ رہا تھا چار آنکھیں ہوتے ہی ارجن درویدی کے نفس مطلب کو تاڑ گیا اور بولا۔

دروید کمار سی۔ تم اتنی عقلمند ہو کہ بھی گھبرائی جاتی ہو تم لوگوں نے جو کچھ کیا مصالحت وقت اور دھرم کے لحاظ سے ورنہ ایک پیر سے پیر نامرو سے نامرو بھی اپنی جو رو کی بے عزتی نہیں دیکھ سکتا اور جان لے کر یا جان دیکر صبر کرتا ہے ہمارے واسطے اس وقت یہی مناسب تھا کہ دھرم کا دامن بکڑے رہیں دھرم سے روگردانی نہ کریں چنانچہ وہی دھرم آڑے بھی آیا دیکھ لو کہ دشمنوں کی تم سے ایک پیش نہ کٹی اب تیرے بس بات

رہ گئی ہے وہ کچھ بھی نہیں۔ اودھر یہ زمانہ گزرا اور اودھر ہم نے سب کی چولیں ڈھیلی کیں۔ سن تو لو مہاراج سری کرشن جی کیا فرما رہے ہیں دنیا اودھر کی اودھر اور دن رات ہو جائے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے اٹ جائیں۔ زمین آسمان ہو جائے مگر ان کی بات میں رتی بھر کا فرق نہ ہو اس سے تم صبر رکھو کور و بغیر سزا پائے رہ سکیں کیا مجال۔ ناں نور اودھر ہم پر تلگیا پوری ہونے کا انتظار ہے۔

ورشت و من در فرزند راجہ ورو پد برادر ہندسی بہن تم بیفکر رہو بالکل نہ گھبراؤ ایک ایک سے ساری کسر نکال لی جائیگی تب ہم لوگوں کو چین ہوگا۔ گوئیں ناچیر ہوں حقیر ہوں بہادروں کے سامنے میری کیا بساط کیا کائنات مگر بیڑا اٹھاتا ہوں کہ ورونا چارج کوئیں ہی فرش خاک پر سلا کر دم لوں گا۔ بن چلا ہے گرو اور منہ سے نہ نکلا کہ اودھ یو دھن اودھ شناسن کیا نالائق کر رہے ہو۔ اس کی سزا بس یہی ہے۔ کہ میں اس کو زمین پر لوٹتا ہوں دھاتوں یا درکھنا کہ سب کی موتیں ایک ایک کے ماتھے لکھی ہیں یہ کھنڈی بھیشم پیامہ کو بان سجیا پر سلائیگا۔ بھیم سین وریو دھن و دوشاسن کا چیرسا نکال لیا ارجن کرن کو چٹنی کرے گا اور اسی طرح کوروؤں کا خاندان تحس تحس کئے بغیر ہم لوگ اب باز رہنے کے نہیں صرف راجہ جد ہشتر کو پر تلگیا پوری کرنے کی دیر ہے۔ ہم کو کوروؤں سے و بنے ڈرنے اور ان کی دبو و کھڑو پینے کی وجہ کیا وہ کون دو باہیاں ہیں۔ ان میں جان ہی کیا ہے مہاراج کرشن دیو اور سری بلدیو جی کے ہوتے ہوئے ہم کسی کی حیثیت ہی کیا سمجھتے ہیں کسی کا ہمارے سامنے دم ہی کیا ہے۔ جو بچو یا دیگرے نیرت بنے اگر کال بھی ہو تو ایک جھڑپ ایک اوجھڑ۔ ایک پٹخنی ایک جھڑپ میں کام تمام کر کے رکھ دیں۔

سری کرشن جی۔ راجہ جد ہشتر کی پر تلگیا سے کچھ بس نہیں۔ نہیں تو کوروؤں کو منہ معلوم ہو جاتا۔ جب ہستنا پور میں چوسر بھی کتی اس وقت میں دوار کا میں نہ تھا اگر مجھے ذرا بھی سن گن معلوم ہوتی یا پانڈو

خواہ درویدی ہیں سے کوئی یا دکر تا تو کسی نہ کسی طرح حاعر و غائب میں ضرور
موجود ہو جاتا اور پھر دیکھتا کہ بد معاش شکنی کیا کرتا ہے نالائق و دشمن
میں کتنی طاقت ہے۔ میں اول تو اس فعل سے روکتا اگر میری بات دیکھی
جاتی تو ایسا مزہ چکھا دیتا کہ سات جہنم تک یاد رکھتے خیر اب تو جو ہوئی یعنی
ہو چکی۔ راجہ جدھشٹر اجازت نہیں دیتے ورنہ اسی وقت ہستنا پور
میں گھر گھر ماتم ہو جاتا۔ اب میں آگیا تو مزاج پر سی ہی سی بگر یہ لوگ سزا
کے مستحق ضرور ہیں۔ اسی لئے میں کوروؤں کے منظام کا حال سننے
ہی یہاں پہنچا۔ دوار کا میں پانی تک نہ پیا۔ اب کے راجہ جدھشٹر کے
اختیار میں ہے جو چاہے کریں *

ادھیائے ۹

سری کرشن چندرجی کی دوار کا کو اور درشت من

وغیرہ کی اپنی اپنی راجدھانیوں میں واپسی

سری کرشن جی ہستنا پور کے عالم آشوب میں کہاں تشریف فرما تھے
اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ راجہ جدھشٹر بھی یہ جانتے تھے۔ کہ وہ ایسے
موقع نازک پر ضرور رونق افروز ہونگے مگر وہ نہ آ سکے جس وقت مہاراج
ممدوح الوصف نے دوار کا سے غیر حاضری کا نوکر تو اس خیال کو لئے
ہوئے اور باتوں کے ختم ہونے پر راجہ جدھشٹر نے دریافت کیا
کہ آپ دوار کا میں نہ تھے یہ تعجب کی بات ہے آخر تھے کہاں کوئی
ضرورت کوئی وجہ ؟

سری کرشن جی ہیں تو آپ کے جگہ میں رہا یہاں ششپال کی اچھی
طرح مرمت ہوئی تو راجہ ششپال میری عدم موجودگی میں دوار کا پر چڑھ دوا

خوب خوب ہاتھ دکھائے۔ ہزار ہا نازک بدنوں کو خاک و خون میں ملا دیا
کشتوں کے پستے باندھ دیئے۔ مجھ پر بھی خوب آوازے کئے۔ بُرا۔ بھلا سخت
سُست کہا۔ وہ ڈنکے کی چوٹ پکارتا تھا۔ کہ کرشن کہاں ہے۔ سامنے
آئے منہ دکھائے۔ میں مزہ چکھاؤں۔ خاک پر سلاؤں۔ غرور توڑوں جیتا
نہ چھوڑوں۔ میں وہاں ہوتا۔ تو کس کی مجال تھی۔ کہ لام کا ف بکتا۔ اُسی
وقت گرم چٹا ہوتا اور زبان تلو اور ہوتی اور جان نگر پیٹھ پچھے سب کو گالیاں
دیتے ہیں۔ منہ پر گالیاں دینے والوں کا منہ ہی نہیں دیکھا۔ جب شال نے
ادھم مچائی۔ تو پروں نے جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ خوب لڑائیاں ہوئیں
بہت سے معرکہ ہائے کارزار گرم ہوئے۔ ہیمینوں تک اچھی طرح مار دھاڑ
ہوتی رہی۔ آخر شال کو زخم کاری لگا۔ اور وہ اپنی راجدھانی میں لوٹ گیا۔
دوار کا کے ایک دروازہ پر بھی قبضہ نہ کر پایا۔

وہاں تو یہ خون خرابہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ مگر جب میں مہارے چلیے
دوار کا میں واپس گیا۔ تو ادھر ہی زندگی دیکھی۔ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی
اُسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ راجہ شال کو پیام جنگ دیا۔ وہ سنتے ہی فوراً فوج
جبار لئے ہوئے مارنے مارنے کو تیار ہو گیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ مگر ایک
بھی وارنے راجہ شال کو نہ تیار ہو گیا۔ ساری فوج جھاگ کھڑی
ہوئی۔ میں بھی اپنی سلطنت دوار کا میں واپس آیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں لا علی
کی حالت میں آپ کے یہاں پہنچ نہ سکا خیر گذشتہ راہ حلوۃ۔ ابھی سہی
وہمن جاتے کہاں ہیں۔ یہ فرما کر مہاراج کرشن چندر نے رخصت طلب کی اور
اور سو بھدر اور اچھمن کو طمانی اور جواہر نگار رتھوں پر سوار کئے اور درویدی
کا بھائی دھرتھ دمن اپنے پانچوں بھائیوں یعنی درویدی کے بیٹوں کو لئے
چو اپنی دارالحکومت کو روانہ ہو گئے۔ بہت سے رشیوں ملیوں نے بھی
اپنے آشرموں کی راہ لی۔

ادھیائے ۱۰

راجہ جہشٹر کی کامیک بن سے رخصت باشندگان
اندپرست کی آہ وزاری پھر عزم سفر و دیت بن قیام

جب سری کرشن چندر جی نے دوارکا کی طرف رخ کیا۔ پانڈوؤں نے بھی
برہمنوں کو نقد و جنس زر و جواہرات سے مالا مال کر کے وہاں سے آگے قدم بڑھایا
شستر۔ بستر سب دوارکا میں بھیج دیئے۔ کہ فقیری اور صحرا نوردی کی حالت
میں اُن کی ضرورت ہی کیا۔ جب شاہی لباس زیب تن کریں گے۔ تب
زیور آہن بھی پہن لیں گے۔ تمام باشندگان اندر پرست نے رخصت کے وقت
گھیر لیا۔ اُن کو خیر مقدم کی خوشی کے بعد جدائی کے رنج نے بڑا دکھ دیا سب
ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو گئے +

مہاراج۔ آپ دھرم کے اتار اور دھرم کی مجسم تصویر ہیں۔ آپ نے
اندپرست ایسا آباد کیا کہ مہادیو جی کا شولوک بھی گرو ہو گیا۔ اُنہی آپ
اُسے دیر ان کئے جاتے ہیں۔ اب ہم کس کے سایہ عاطفت میں زندگی
بسر کریں۔ افسوس اور یودھن کی سمجھ بڑ۔ جس نے ایسے دھرماتما ہمارے
اتن داتا۔ پر بھی ناتھ مہاراج ادھیراج کے ساتھ ایسی بدسلوکی اور ایسی
نالائقی کی۔ ہم لوگوں کی جان میں جان نہیں۔ رات دن کوفت اور کاہش
ہی میں بسر ہوتی ہے۔ اگر آپ کو ہم لوگوں کی زندگی منظور ہے۔ تو قدموں
کے ساتھ رکھیے۔ ہم سے یہ قدم چھوٹا۔ اور بس سمجھیے کہ ایک
دن دم ٹوٹا +

راجہ جہشٹر آپ نصیدہ ہیں۔ سنجیدہ ہیں۔ زمانہ دیدہ ہیں۔ سر دگر
زمانہ چشیدہ ہیں۔ آپ کو اس قدر افتخار۔ ترقی اور فکر کیوں ہے آپ

میرے دھرم استھان کے باشندے رات دن دھرم ہی سے کام - پھر بھلا
 آپ ہی مجھے دھرم پر لگایا سے باز رکھیں - تو تعجب ہو - کہ نہیں - بارہ برس
 ہوتے ہی کیا ہیں - سویرا - دوپہر شام ہوتے ہوتے عمر میں تمام ہو جاتی ہیں
 پھر بارہ برس کس شمار و قطار میں ہیں - بیشک جدائی کی ایک ایک گھڑی بھاری
 ہوتی ہے - ایک ایک دن پہاڑ نظر آتا ہے - مگر وہ دشمن لوگ ان گھڑیوں اور
 ان دنوں کو اس طرح کاٹ ڈالتے ہیں - کہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ دن گزرا کہ
 ہفتہ شروع ہوا - مہینے بیتے معلوم ہی نہیں ہوتے - سال یوں کٹتے ہیں - کہ
 جیسے عاشقوں کی شب وصل - آپ سب لوگ دھرم پر قائم ہیں - کچھ
 کیوں نہ ہو جائے - دھرم سے منہ نہ پھرے - اس چرچے اور اس تذکرے
 میں بارہ برس کیا - ہزاروں برس ہوں - تو اس طرح گزر جائیں - جیسے
 خوشی کی گھڑیاں - آپ سب مجھے دھرم کی راہ میں جانے دیجئے اور دعا
 کیجئے - کہ ہم لوگ اس جادہ ہمت میں ثابت قدم رہیں - اور دھرم کی برکت
 اور استقلال طبیعت کے فیض سے ہمیں وہ دن نصیب ہو کہ آپ سب
 کو دیکھ کر اپنی زندگی سچل کریں - آپ سب کو یہ چاہیے - کہ میری ہمت بڑھائیے
 جرات دلائیے - کہ راہ مشکل میں بڑے استقلال سے قدم ماروں - اب
 اس وقت اظہار محبت کا وقت نہیں - دل کا بزدل کرنا محبت کی بھول بھلیوں
 میں پھنسا ہمیشہ منزل کھوٹی کیا کرتا ہے اس لئے میں اب آپ سے معافی
 مانگتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں - کہ خوشی خوشی رخصت کیجئے - میں جو
 قول مار چکا ہوں - اُس سے کبھی جیتے جی نہ پھرؤنگا - قول مرداں جان وارو

۵

دو زبانیں نہیں رکھتے ہیں قلم کی صورت

اچھا اب آپ سب صاحب منہی خوشی گھر جائیں - اور ہمیں اجازت
 دیں - زندگی ہے - تو پھر ویدار ہو گا +

راجہ جیدھشٹر کے یہ کلمات سن کر لوگ روتے ہوئے قدموں پر گرے و عدائے
 خیر کی - راجہ جیدھشٹر پاب رکاب ہوتے ہی سب سے صاحب سلامت کر

کے آگے چلتے ہوئے۔ اہل شہر روتے پیختے چلاتے ڈھائی مارتے اور سر پٹتے ہوئے گھروں کو روانہ ہوئے۔ ایک کھرام مچا ہوا تھا۔ آہ دزاری کی درد ناک آوازوں سے یکے پیچھے تھے +

جب راجہ جد ہشت دروہل گئے۔ تو اپنے پیارے بھائیوں سے مشورہ کیا کہ بارہ برس قیام کرنے کے لئے کون جگہ مناسب ہے۔ ارجن نے دوت بن جو یہ یہ جنگل نہایت پر فضا تھا ہر طرف سبزہ زار ہمیشہ بسنت کی سی بہار جتنا کہ درخت زمین پر چھائے ہوئے جھرنے سلون بھاؤں کی سی جھڑی لگائے ہوئے خلاصہ یہ کہ جنگل میں جنگل کے لئے ہر طرح کی صورت تھی۔ کون چیز موجود نہ تھی جس کی ضرورت تھی۔ راجہ جد ہشت نے بھی ارجن کی تجویز پسند کی اور وہاں سے چلے تو منزلیں مارتے اُس صحرا پر بہار وشت غیرت گلزار میں پہنچ گئے۔ جہاں کا نظارہ کچھ عجیب ہی ولفریب تھا۔ درختوں کی گلفشانی طائرؤں کی نغمہ خوانی۔ جھرنوں کی معانی۔ ہرنوں کی مستی جوانی وغیرہ وغیرہ سامان تفریح تھے۔ کہ بے ساختہ طبیعت بہری اور دل شکفتہ ہو جاتا تھا۔ راجہ جد ہشت نے وہیں ایک کدلم درخت کے سائے میں قیام کیا۔ اور اس طرح اُس نمائش گاہ قدرت کی سیر کرنے لگے جس طرح راجہ اندرا اپنے نندن بن میں۔ تماشاخی باغ و بہار میں تھے ہیں۔ راجہ جد ہشت کی آمد آمد کی خبر سنکر یہاں بھی جوق جوق برہمن آنے لگے اور دھرم کے معاملات پر گلفشانی ہونے لگی +

ادھیائے ۱۱

مارکنڈے کی جد ہشت کے پاس تشریف آوری

کلیات فصاحت

دوت بن میں راجہ جد ہشت کی رونق افروزی سے خاص جیل پیل

رہنے لگی جنگل میں منگل اور صبح ۱ میں دسہر انظر آنے لگا۔ رشی مٹی
 بہن۔ پنڈت ۱۱ کر دھوم چڑھا کہنے سننے لگے۔ دھوم رشی پر ورت
 روز شراودہ کرتے۔ اور سب کو ایک ایک کی پسند کے موافق کھانا کھلا
 تھے کسی چیز کی کسی کو کمی نہ تھی۔ ہر وقت میلا سا لگا رہتا تھا۔ ایک
 دن مارکنڈے رشی عرف پرنجیو مٹی تشریف لائے۔ رشی جی مہاراج
 کی عزت و عظمت کا کیا پوچھنا۔ آپ کا مرتبہ سب سے افضل اور حیات
 جاوید حاصل ہے۔ راجہ جدہشٹر نے درشن پا کر بڑے ہی اعزاز و اکرام
 کے ساتھ استقبال کیا۔ سر عقیدت قدموں پر جھکا یا۔ مارکنڈے جی
 آسن پر براجم گئے۔ اور راجہ جدہشٹر کی طرف دیکھ کر ہنسے اور چپ ہوئے
 سب رشیوں میںوں کو مارکنڈے جی کی بے محسول ہنسی پر تعجب
 ہوا۔ راجہ جدہشٹر بھی حیران ہوئے۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ آخر ہنسنے کا
 سبب ان سے ضبط نہ ہوا مانا گیا۔ قدموں پر سر جھکا کر گذارش کی +
 رشی جی مہاراج بے موقع ہنسنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ رنج کے موقع
 پر آپ کے ہنسنے سے سب حیران ہیں۔ خلاف منراج نہ ہو۔ تو سبب بیان
 فرمائیے۔ ورنہ ہم سب کو ہر وقت خلیجان رہیگا +
 مارکنڈے جی راجیندر مجھے آپ کو بن میں دیکھ کر اسی وقت کی
 یاد آگئی۔ جب سر شکتیمان سری سرت کمار راجندر جی پیشیوں کے بھیس
 میں سری لکشمی جی اور جنگ نندی سری سیتا کے ساتھ جنگلوں
 جنگلوں گھومتے رکھیہ موک پر بت پر قیام پذیر ہوئے تھے اور مجھے
 ہنسی اس بات پر آئی کہ وہ تو س کشات لکش یورن بہمن تھے۔ ان کو
 بڑلوک میں کوئی جیتنے والا کون ہو سکتا تھا۔ کیونکہ فتح و شکست انہیں
 کے ہاتھ میں تھی۔ نہریت و نصرت کے وہی خود مالک ہیں۔ وہ جو کچھ
 چاہتے۔ ایک جنبش نظر میں کر سکتے تھے۔ مگر نہیں انہوں نے
 راجہسوں کے ہوش میں لاسو تیلوں کو سزا دینے کیلئے صرف جنگلوں کی خاطر
 بیکر غرضی قبول کر کے صحرا و رومی کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اہل دنیا کو

تلقین نصیحت کی۔ کہہ دیکھو باپ کی بات پس یوں کرتے ہیں۔ سو سبلی مال کا لحاظ
 و پاس اسی طرح کیا جاتا ہے۔ سعادت مند کا خطاب حاصل کرنے کے لئے اسی
 لیاقت چاہیے چنانچہ انہوں نے چودہ برس تک سب عیش و آرام چھوڑ کر بن
 اختیار کیا۔ ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں۔ اور اُن کی اب میں دیکھتا ہوں کہ تریا
 کے بعد دو پر میں آپ کو بھی وہی عزت نصیب ہوئی ہے۔ کہاں تو وہ دن کہ
 راجسوی جلیہ میں تمام روئے زمین کے راجے مہاراجے آستان دولت پر اتھا
 گھٹے تھے۔ کہاں آج یہ محراب انور دی۔ مگر راجہ جہشٹر خوب یاد رکھیے۔ کہ
 دھرم کی راہ سے کبھی قدم ڈھکنے نہ پائے۔ ست میں بال بھر فوق نہ آئے۔ اس
 وقت بارہ برس آپ کو جگ معلوم ہوتے ہوئے۔ مگر دیکھیں گا۔ کہ جہاں دھرم اد
 ست کی بدولت آپ نے اپنی پچھپی کے شغل پیدا کر لئے۔ بس وہاں معلوم بھی نہ
 ہوگا۔ کہ کب اور کیونکر یہ دن کٹ گئے۔ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں۔ کہ
 یہ دن کٹنے کے بعد راج پاٹ سب آپ کا ہوگا۔ اور لکشمی آپ ہی کا دم بھرگی
 اتنے دنوں خوب استقلال سے بستر کیجئے۔ مار کندھے جی نے اس کے سوا اور کوئی
 بات چیت نہ کی۔ اور ختم کلام کر کے سیدھے ہمالیہ پر بت کی طرف چل
 دیے۔

ادھیائے ۱۲

والبہنشی کی آمد عضو و سنا کے متعلق چند نصیحتیں درویدی
 و پیم سہن کا درپو دھن کی مخالفت میں جوش و خروش
 و راجہ جہشٹر کی عاقلانہ فہمائش

دویت بن کی رونق کچھ اور ہی ہو رہی تھی۔ سارا بن آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا
 وسیع تالاب کے چاندی کی طرح چمکتے ہوئے عمارتِ شفا پانی میں صورتیں ہی صورتیں
 دکھائی دیتی تھیں۔ نہاروں رشی منی جب تپ ہون اگیاری میں مشغول دیدھنی
 سے سارا جنگل گونج اٹھتا تھا۔ ہون کند کے شعلوں سے درختوں کے سائے
 میں بجلیاں چمکتی دکھائی دیتی تھیں۔ پانڈو جب دھنک ہاتھ میں لیتے۔ تو ذرا
 سی ٹنکار بھی شہر فلک کا دل ہلا دیتی اور جنگل کی بہار ان مہاتماؤں کے فیض قدم
 سے برہم لوک کا مزاد دکھا دیتی تھی۔ روزیہ مذہبی مشغلے اور رات دن بھی دھرم کے
 چپے رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز والبد رشی وارو ہوئے۔ دھرم منڈلی دیکھ کر
 ان کی کلی کلی کھل گئی۔ راجہ جدھشٹرنے سارا نکھوں پر جگہ دی۔ دھرم آسن
 پر بٹھلایا۔ تنظیم و تکریم و مزاج پرسی وغیرہ کے بعد والبد رشی نے کورؤں کی بیوقوفی
 حاکم ناقص العقلی کم فہمی پر افسوس کا اظہار فرمایا۔ خوش نو دی ظاہر کی۔ کہ
 مہاراج گو آپ اس وقت بن باسی ہیں۔ راج پاٹ کا کچھ سکھ نہیں۔ مگر سچ
 پوچھیے۔ تو آپ کو یہ آند یہ سکھ راج میں بھی ملا ہو گا۔ آنا کیسی کیسی دھرم کی زندہ
 سورتیاں آپ کے ارد گرد جمع ہیں۔ بھارگو۔ انگرا بشتشت۔ کشپ۔ اکست
 اتری وغیرہ رشی آپ کے ظل حمایت و سایہ عاطفت میں دھرم کے جھنڈے گاڑ
 رہے ہیں۔ وید دھنی سے سارے اکاش میں انندی بھائی ہوئی ہے۔ یہ کیوں نہ
 ہو۔ جب ہشتری کا برہمن سے میل جول ہوا۔ پھر تیج بل دھرم بل کا کیا ٹھکانا
 جس طرح آگ اور ہوا باہم متفق ہو کر بڑے بڑے جنگلوں کو جلا کر راکھ کر دیتے
 ہیں۔ اسی طرح برہمنوں کا پاپ اور ہشتری کا تیج ایک دوسرے کا شریک ہو
 تو پھر کسی دشمن کا بچاؤ کہاں۔ روئے زمین کے شور سے شور اور بہاؤ سے
 بہاؤ راجوں مہاراجوں کو زیر کرنے والے بھیجیم سین و ابن۔ نکل۔ سہدیو ورم
 کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے۔ انہوں نے اپنی آزادی اور
 اپنی بہادری دھرم کے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ ورنہ کس کی مجال تھی کہ
 ان کی ایک جھڑپ بھی سہہ سکتا۔ خیر یہ بھی موقع ہے۔ اور
 یہی بات ہے۔ کہ جس سے پانڈو وڈوں کی تین لوٹیں تعریف ہو رہی ہے۔

اور تعریف کیوں نہ ہو آپ لوگوں نے سہ

و عفو لذنیست کہ در انتقام نیست

پر عمل کیا طرح و نیا بٹوں اور لائقوں کا کام ہے۔ نالائقوں کو اس کا مزہ کیا
ہمارا جد جہشتر ہمارے نادویوں نے اخلاق زندگی کے باریک سے باریک
مسئلے میں بھی کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ کہاں عفتہ جائز ہے۔ کہاں
طرح وہی یا عفو قصور۔ اس بارے میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہیں
مگر میں آپ کے لب لباب بیان کرتا ہوں۔

ہمارے بزرگوں کی ہدایت ہے۔ کہ اگر کسی شخص سے قبل میں نیکی ہوئی
اور اس کے بعد کوئی بدی تو ایسی بدی کو قطعی نظر انداز کر دینا چاہیے
اس کے عوض کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی سے نادانستہ کوئی قصور
کسی وجہ سے سرزد ہوا ہو۔ تو وہ بھی قابل معافی ہے۔ لیکن کوئی جان
بوجھ کر کسی خطا کا خطا دار ہو۔ اور اپنی نادانستگی کا اظہار کرے۔ تو ایسے
شخص کو بے تکلف چشم نمائی کرنا لازمی ہے۔ چشم نمائی ہی نہیں بلکہ اندازہ
جرم سے زیادہ سزا دینا چاہیے۔ اگر نادانستہ میں کوئی کام ہو گیا ہے
تو بعد تحقیق واقعی درگزر کرنے میں ہرج و مرج مضائقہ نہیں۔ اس کے ساتھ
ہی اس جزا و سزا کے واسطے وقت اور موقع کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے
یہ بھی دیکھ لینا مقدم ہے۔ کہ شہزور میں۔ یا مستحق سزا۔ بالفرض کوئی آدمی
طاقتور ہے۔ اور اس کو سزا دینے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ تو
اس کے اعزاء و اقربا کی طاقتوں کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے کیونکہ
ان کا سزا بھارنا بھی موجب خطر ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس
شخص کو بھی سزا دے ڈالنا واجب نہیں۔ جس کی سزا کے سبب
سے آئندہ کے لئے طرح طرح کے خطرے اور اندیشے پیدا ہونے
کا احتمال ہو۔ اہل خطا کو سزا دینا ضرور فرض ہے۔ مگر خاص خاص
ضرورتوں کا طرح دینا بھی انسان کی لیاقت کا اعلیٰ نمونہ دینا ہے
غصہ بغیہ کوئی کام نہیں۔ چنانچہ یہ ایک مثل مشہور ہے کہ

بے ہو پریت نہیں لیکن

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے

ہر معاملے میں موقع و محل پر نظر رکھنا مناسب ہے۔ کاتالے دور کی ضرورت نہیں جس کھشتری راجہ نے حسب موقع اپنا رعب و وقاباٹیم کیا وقت پر وقت سے کام نہ لیا۔ اس کی عزت خیر باد کہہ گئی۔ جسے دشمنوں کو دھرم کے خیال سے آنا دکر دیا۔ اُسے اپنے حق میں کانٹے بوٹے دشمن کو چھوٹا چوٹ کھائے ہوئے کالے ناگ کو آستین میں پالنا۔ یا ناگن کے منہ میں انگی دینا ہے جس کھشتری نے اپنے کو طرح دی۔ گویا سانپ کو دو دو کھوپلا یا اپنے آٹھ سے اپنے نکلے پر تلوار پھیری۔ مگر ہاں جب طرح دی اس وقت غیظ و غضب بھی ٹھیک نہیں طرح دی اور معافی موقع موقع کی درست ہے۔ اگر معافی ہی معافی کا سلسلہ چلایا جائے تو نہ انتظام تنک بیٹھے نہ کوئی کاروبار ہو۔ نوکر جا کر بھی لمبی تانے پڑے رہیں۔ کوئی بات ممکن نہ۔ ہتھی لاکھ کہنے میں ہو۔ مگر آنکس ضرور چاہیے بگھڑا ہنر اسدھار دھا ہو۔ مگر نگام بغیر قابو میں نہیں اتنے بڑے اونٹ کو نکیل ہی بس میں کھتی ہے۔ ذرا سی سنٹی بغیر بند نہ کھنے پر نہیں چلتا۔ یونہی جو دھاؤ نہیں رکھتا۔ بات بات کو نظر انداز کرتا ہے اس کو نقصان ہی نقصان ہے۔ اس سے عقلمندوں نے نصیحت کی ہے۔ کہ جہاں رحم و کرم کا موقع ہو۔ وہاں انسان رحم و کرم کرے۔ اور جہاں تادیب کا موقع ہو۔ وہاں تادیب سے ہی کام لیا جائے۔ اگر کشتن روزا دل دیکھ لیجئے آدمی اپنے ہی جسم کے بگڑے خون کو نشتر کے ذریعے سے محل کر باہر کرتا ہے۔ اور شب آرام پایا تا ہے جب تک کیفیت ہے۔ تو چہ فرساؤ کرنا لے لے لے کو خواہ وہ اپنے جسم کا ہو خواہ دوسرے کے دل کا فرادور کر دینا چاہیے۔ اگر ایسے موقع پر رحم سے کام لیا جائے۔ تو اپنی سلامتی سے ناقد و صدمہ میٹھا ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ سیطرع دی اور درگزر سے جیتیں جھیلی ہیں۔ مگر ضابطہ نہیں۔ دھرم کے راہ میں چلنے والے ٹھوکر دلی پر دواہ نہیں کرتے۔ آپ کہیں رحم و کرم کا پھل سے بغیر نہ رہے گا۔ اور جائز غصہ اپنے موقع

پر وہ کام کرے گا۔ جو تیر بہدف ہو جس کا نشانہ خالی ہی نہ
جائے۔

جس وقت والبد رشی خاموش رہے۔ درویدی راجہ جد مشٹر
سے بولی۔ پران پتی۔ آپ کے بے موقع رحم و کرم ہی نے سارا بس بویا۔
اگر آپ ذرا آنکھ میٹھی کر لیتے۔ تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

بھیم سین (راجہ جد مشٹر سے) آپ سن چکے۔ کہ والبد رشی نے کیا فرمایا۔
ہم سب پر بڑے بڑے ظلم ہوئے ہیں۔ کوئی تکلیف اٹھائیں ہی جس سے
ہمیں سامنا نہ ہوا ہو۔ اب کیا وجہ ہے کہ ہم خون کے گھونٹ پیتے رہیں۔
ہر معاملے میں طرح ہی دیے جائیں۔ ہمارا فرض اور بزرگوں کی ہدایت بھی
ہے کہ دشمنوں کو سزا دینا ضروری اور اشد ضروری سمجھیں +

راجہ جد مشٹر۔ تم سب بہت ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میں کچھ اور ہی اونچ نیچ
سوچتا ہوں۔ جانتے ہو۔ کہ شاہ برج نوال میں ہے۔ دن بڑے ہیں جن بڑے
بڑے پر تہائی راجاؤں کو راجسوی جگہ کے موقع پر تم لوگوں نے ناکوں چنے
چبوا کر مطیع کیا تھا۔ جو جھک جھک کر تمہاری چوٹ چومتے تھے۔ وہ اس
وقت اٹھا غبار نکالنے کے لئے درویدھن سے مل گئے ہیں۔ اس کی طاقت
اس وقت ایسی ہو رہی ہے جس کو دیکھ کر کسی قسم کا ہواؤ نہیں پڑتا۔ ادھر
گرویش قیمت ادھر مخالف کی یاوری اقبل۔ اس پر طرہ یہ کہ درویدھن کے
پاس کرن الیا صہارتھی جس کی طاقت کا ایک زمانہ قایل ہو رہا ہے۔ اس کو
بھی جانے دو بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ کر پا چارج۔ اسو تھا مال وغیرہ کی حمایت
کے ہوتے کس کے منہ میں نانت ہیں۔ کہ اس وقت درویدھن کے مقابلے میں
ہتھیار اٹھا سکے۔ یہ لوگ ایسے صاحب طاقت ہیں۔ جن کے سامنے دیوتاؤں
کے ماتھے بھی تھر تھرا جائیں۔ اگر ہم نے اس وقت چھیڑ چھاڑ کی۔ تو نتیجہ خراب
ہوگا۔ ہم اکیلے ہوں گے۔ اور ادھر سارا زمانہ۔ اس سے کال کا ٹوکال سے
اپنے کونہ کٹاؤ۔ کبھی تو تقدیر جیتے گی۔ کبھی تو ہمارا تھا راستارہ
اونچ پر ہوگا۔ سال بھر گھبراتے کیوں ہو۔ جلدی کیا ہے؟ زندگی

کے نزدیک بارہ برس کچھ دور نہیں۔ پھر دیکھنا کہ تمہیں تم ہو گے۔ دشمنوں کا کہیں پتہ بھی نہ ہوگا +

ادھیائے ۱۳

بیاس جی کی رونق افروزی۔ راجہ جدمشتر و

ارجن کو پرانی سمرتی و دیہ کی تسلیم

راجہ جدمشتر بھیم سین کے آتش غضب پرشتی بخش الفاظ سے پانی ڈال ہی رہے تھے۔ کہ بیاس جی نے نزول اجلال فرمایا پانڈوؤں کے دوڑ کر قدم چھوئے چرنو کی بلائیں لیں۔ تشریف آوری کا شکر یہ ادا کیا۔ اپنی خوش قسمتی کے اعتراف میں گوہر نشینی کی۔ دیاس جی مہاراج نے سب کو اشیر باد دیا۔ دھرم کی راہ میں ثابت قدمی کیلئے پیچھے ٹھونکی۔ شاہنشی دی۔ اور فرمایا۔ میں نے جب چشم خیال سے دیکھا۔ تو تم سب کی تکلیفات آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ میرے قدم فوراً ہی پیوں سے اٹھ گئے۔ اور دفعہ یہاں لے آئے۔ ابھی اٹھی تھم سے اور بھیم سین سے جو باتیں ہوئی تھیں سب میں نے سنیں۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر اب دو چار باتیں میری بھی یاد رکھو۔ ان پر عمل کرو۔ تو مجھ امید ہے۔ کہ جلا ہی بھلا ہوگا۔ تم کو ہمیشہ پیار ہے۔ درونا چالاج۔ کرن کہ پاجا۔ اسو تھا ماں سے جو اندیشہ ہے۔ کوہ فصل نہیں۔ وقتی آج ان کا جواب دینے والا دنیا کے پر دے پر کوئی شکل ہی سے ملے گا۔ بہ لوگ دل میں تو قایل ہیں۔ کہ مائے پانڈوؤں پر بظلم ہوا۔ مگر جب لڑائی چھڑی۔ تو سب کے سب دریودھن ہی کی طرف ہوں گے جس لڑائی کا میں اشارہ کر رہا ہوں۔ وہ شنی ہے۔ ہوگی۔ اور ضروری ہوگی۔ اسی میں ان سب ظلموں ستموں کا فیصلہ ہوگا۔ اور زیادہ کیا کہوں۔ آپ اور ارجن ذرا تخیلے میں۔

میں چلے چلیں +

راجہ جد ہشتر تھیلے میں گئے۔ وہاں پہنچ کر بیاس جی نے کہا کہ

گھبراؤ نہیں۔ خوشی کے دن گھوڑے کی چال دوڑے۔ چلے آتے ہیں۔
دشمنوں کی موت سر پر منڈ لا رہی ہے۔ یہ فرما کر انہوں نے جد ہشتر اور
ارجن کو پرتی سمرتی بدیا سکھائی۔ اور فرمایا کہ جہاں مہا بھارت حاصل ہوئی
بس گھر بیٹھے۔ جہاں کا حال چاہے۔ دریافت کر لینا آنکھ بند کر مکی بھی ضرورت
نہیں۔ اور جہاں چاہنا چلے جانا۔ اندر رووے کے پاس جاؤ گے۔ تو وہ اپنے اپنے
عجیب وغریب ہتھیار دینگے۔ ہرن اور دھرم راج وغیرہ سب خیر مقدم کریں
گے۔ سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ یہ فرما کر انہوں نے راجہ جد ہشتر کی طرف رو سخن کیا اور فرمایا
ارجن اذکرشن زنا راین میں۔ باہم کچھ مجید نہیں۔ اس حال آپ خود کرشن
جی کی زبانی سن چکے ہیں۔ بس اب ہر طرح اطمینان کھیں۔ ارجن کو جو جیتے وہ
گو یا نارا رین کو جیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ارجن کوئی جیت نہیں سکتا۔ ارجن کو
شیو لوک پال اور دیوتا وہ وہ ہتھیار دینگے جن کے سامنے کال بھی نہ ٹھہر سکیگا۔
کو روؤں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر بالفعل میری رائے ہے کہ اب اس خصل
میں قیام کی ضرورت نہیں ہے

درویش رواں ہے تو بہتر آپ دریا ہے تو بہتر!
پانی جہاں ایک جگہ ٹھہرا۔ گندگی پیدا ہوئی۔ آدمی جہاں ایک جگہ
بہت دنوں تک رہا۔ کوئی نہ کوئی خرابی واقع ہوئی۔ اس سے نقل مقام اچھا
اتنا فرما کر بیاس جی چلتے بھرتے نظر آئے۔ جد ہشتر و ارجن نے پرتی سمرتی
بدیا کی تحصیل اور شق شروع کی۔ اور دویت بن سے کام بن میں جا کر وہاں
بھی رشیوں مینیوں کا ایک میلہ لگا دیا +

اوصیائے ۱۴

جد ہشتر کی پیش بینی۔ ارجن سے مشورت ارجن کی تحصیل

فنون جنگ کیلئے اندر کے پاس روانگی - پیسوی کے بھیس میں اندر سے ملاقات ششتر و دیاسکھانی کا وعدہ

ایک روز راجہ جدمشتر کو خیال ہوا کہ کوروؤں سے سربر ہونے اور گویا
ہوا لاج پانے کی صورت کیا ہے۔ جیشیم پتامہ کی قوتیں خطا ہر ہیں۔ ان کا سادھن
دیا جانے والا یعنی تیر انداز روئے زمین پر نہیں۔ انکے علاوہ درونا پاج
کر پاجا پج کرن۔ اس وقت ماں ایک سے ایک بڑھکر تیر کے دھنی ہیں۔ بان بدیا ان
سب کے نام پر ناز کرتی ہے۔ کچھم کی طرف دشمن ہو تو یہ پورب کی طرف رخ
کر کے نشانہ چٹ کریں۔ مجال کیا جو تیر خطا کر جائے۔ درو دھن ان سب کی
خوب خاطر تواضع کرتا ہے۔ اس لئے وہ اُسی کے جاں نثار و جنگار ہو رہے
ہیں۔ آخر ان سے تمنا را کیسے ہوگا۔ دل کی کسر کس طرح سے چلے گی۔ دل میں یہ
پس و پیش کر کے انہوں نے ارجن سے تخلیہ کیا۔ اور دل کے اندیشے ظاہر
کر کے کہا۔ کہ ایسے لوگوں کا مقابلہ آسان نہیں۔ بڑا لوٹا لگیگا جوتی کا پسینہ توؤں
تک آئیگا۔ تب بھی نجات نہ ہوگی۔ تیر اندازی میں اگر ہماری کچھ طاقت ہے۔
تو تم ہی فتح و شکست تمہاری ہی تیر اندازی پر منحصر ہے۔ مار جیت کا تمہارے
ہی دھنش بان پر دار و مدار ہے۔ اس لئے تم کو مشق ضروری اور تکمیل فن لازمی
ہے۔ بیاس جی مجھے اور تمہیں پر ترقی ممرتی بدیا کے گرتا گئے ہیں۔ ان کو سدھ
کرو۔ بیشک محنت و تکلیف ضرور ہے۔ مگر بغیر اس کے چارہ نہیں۔ پیارک مہائی۔
صبر و استقلال سے کام لو طبیعت پر فکر کا سایہ نہ پڑنے پائے۔ دل تمام ٹاپاک
خیالات سے پاک رہے۔ ایسی حالت میں کو بیج کرگ دھنش لیکر سادھوؤں
کے ہاتھ میں ناک کی سیدھ اتر کی طرف جاؤ راستے میں کسی سے بولنے چاہئے
بات چیت کرنے کی ضرورت نہیں منزل مقصود پر رسانی ہوتے ہی سب کام
بن جائیگا۔ برتر اسر کی وہ دھاک بندھی تھی۔ دیوتاؤں پر وہ رعب غالب
ہوا۔ کہ سارے دیوتا کانپ اٹھے۔ اپنے اپنے ہتھیار اندر

کے یہاں چھپا دیئے۔ وہ ہتھیار سب تک اندر کے پاس ہیں۔ تم جاکر اندر کو
ایسا خوش کرو کہ تمام ہتھیار ہاتھ آجائیں۔ اور تمہارا کام سہج ہو جائے۔ ارجن
نے ارشاد کی تعمیل کی۔ گاندیو وشنش ہاتھ میں لیا۔ دو کئی ترکش سے زینت
کمر بڑھائی۔ کوچ زیب تن کیا۔ اور آگن ہو تر۔ برہم بھوجن۔ دان پن کر کے
اکاش کی طرف دیکھتا ہوا چل پڑا۔ چہرے پر مردانہ تیور تھے۔ دل میں
دھڑکن تھا۔ اولاد کے قتل کی دھن بندھی ہوئی تھی۔ منہ سے جو سانس
نکلے تھی۔ وہ لوہار کی دھونکنی کی طرح آگ کو بھی بھونک دینے والی۔ چہرے
سے وہ جلال برس رہا تھا۔ کہ دیکھنے والوں کی دھنیں تھر تھر کانپ رہی
تھیں۔ رشیوں مہیوں نے ندانگی کی وقت اشیر باد دیا۔ ہر زبان پر اسی مضمون
کے الفاظ تھے۔ کہ

ہے کنتی پتر۔ بھڑکتا ہمارا کباد۔ بھلا مت مٹی و بالائی تمام مرادیں
کل آرزوئیں پوری ہوں۔ فتح تمہارے قدموں کے دشمن تم سے زیر ہوں۔ ہر موقع پر
پالا تمہارے ہاتھ رہیگا کسی سے پشت نہ ہو کال کے مقابلے میں بھی شکست نہ ہو۔
ارجن کے چلتے وقت درویدی بھی جوش میں رو پڑی۔ سرنگیں آنکھوں
سے آنسوؤں کے غوص ایک موتی کی لڑی آنکھوں پر کھج گئی۔ اس نے حسرت
بھری محبت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر رخصت کرتے ہوئے۔ دعا کی کہ
ایشور میرے پران پیارے کی محنت سچیل کرنا کوئی مدعا پورا ہو نیسے نہ
رہ جائے۔ ارجن سے مخاطب ہو کر پران پتی جانتے ہو کہ تم سے او مجھ سے جسم
اور جان کا سعلق ہے۔ سمجھ لو کہ تم نہیں جانتے۔ جان جاتی ہے۔ مگر بدواہ نہیں۔
جان کبھی نہیں جاتی جسم ابتر مٹ جاتا ہے۔ کیا مضائقہ جسم نہ رہے۔ تو نہ رہے۔
جان جسم سے نکل جائے۔ تو اس کو فنا نہیں۔ اچھا جاؤ۔ دل پر کسی کی جانی کا میل نہ لانا
اندر کو جاکر رہنی کرو۔ اور خیریت اور عافیت کیا ہاتھ واپس آؤ۔ تم اپنے برادر
مستظم کے فرمانبردار مطیع الارشاد۔ تابع فرمان۔ اطاعت گزار اور جان نثار ہو۔
دھرم کے خلاف چلنا ادھرم جانتے ہو۔ دل میں وفا ہے۔ نظریں مروت ہے۔
ایسے میں مرد گن ۸ روز بارہ سو راج بسوئے دیو اسب کو تمہیں سو پ کر

دعا کرتی ہوں کہ ہر ایک خواہش پوری ہو کسی کام میں کسی طرح کبھی نہ ٹرے جس وقت دو پدی خاموش ہوں۔ ارجن راجہ جد مشٹر اور مصوم رشی کے چاروں طرف پھر کر اُنکی سمت روانہ ہوا۔ جوسلے آتا۔ صورت دیکھتے ہی ادھر ادھر ہو جاتا تھا۔ ہوتے ہوئے ارجن نے اوج ہوا سے ہمالیہ پہاڑ پر پہنچ کر ایک روز کی منزل طے کی۔ یہاں دیکھا تو بڑے بڑے مقدس اہل ریخت رشی مہی مشرف عبادت میں۔ وہاں سے سیدیاں بھریں تو گند بادون پہاڑ طے کرتا ہوا۔ اندر کھیل پر بیت پر جاپنچا۔ جہاں اندر کی تفریح گاہیں تھیں۔ اس پہاڑ پر پہنچتے ہی ایک آواز آئی تبس یہیں ٹھہرا اس آواز نے ارجن کو چونکا دیا چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے لگا۔ پہلے تو کچھ نظر نہ آیا۔ آخر ایک وحیت کی طرف نظر گئی۔ تو ایک تپوی کو اس کی جڑ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس بزرگ کی آنکھیں سیر ہوئی ہو رہی تھیں۔ لمبی لمبی جٹائیں۔ بدن لاغر۔ مگر چہرہ ایسا دورانی کہ آنکھ پھیرنا محال آنکھیں چار ہوتے ہی تپوی نے کہا:-

یہ مقام میدان جنگ نہیں۔ اس واسطے کی جگہ ہے۔ یہاں ایشور کے حکمت ببتپ سے زندگی چل کرتے ہیں۔ یہاں مہتیاروں کا کام نہیں۔ پھینکو اپنے رخش بان معلوم ہو گیا کہ تم بڑے طاقتور تیر کے دشمنی ہو۔ ارجن نے گوش دل سے یہ آواز سنی۔ مگر اس نے چھتری دھرم کا خیال کر کے رخش بان پھینکا گوارا نہ کیا۔ اور کہا:-

یہ رخش بان پران کے ساتھ ہیں۔ میں چھتری ہو کر اپنے قدرتی دیور نہیں پھینک سکتا۔

پیشوی۔ اگر تم ایسے ہی چھتری ہو تو خیر کیا یاد کرو گے۔ جو کچھ مانگ ہو مانگ لو۔ میں اندر ہوں۔ آزمانا چاہتا تھا۔ کہ تمہارا دل گڑہ کیسا ہے۔

ارجن نے جوں ہی اندر کا نام سنا! قہ جڑ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کی سرنیدر امر نگہ پتی۔ اہو بھاگ۔ زبے قسمت کہ آپ نے خود ورش دیئے۔ میں خاص اسی غرض سے یہاں حاضر ہوا تھا۔ مجھے آپ بردان دینا چاہتے ہیں۔ فکر یہ مگر اس کے عوض میری خواہش ہے۔ کہ آپ صرف شتر و دیا سکھادیں۔

زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں +

اندر۔ اس مقام پر شتر استر پر یا کچھ کام نہیں۔ یہ آئندہ لوٹنے اور زندگی کے مسئلہ چھو گئے کی جگہ ہے۔ چین آرام آسائش و راحت کے لئے جو چاہئے ہو۔ تے تکلف مانگ لو۔

ارجن۔ طمع نفسانی و خواہش جسمانی و یوتاؤں کو مبارک مجھے ان کی ہوس نہیں۔ میرے بھائی بھیل میں میرا انتظار کرتے ہوں گے۔ مجھے ان کی جدائی گوارا نہیں۔ میرا پہلا فرض یہ ہے کہ ان بدکاروں کو زمین پر سلاؤں۔ جنہوں نے میرے اور میرے بھائیوں کے ساتھ حد درجہ کی بدسلوکیاں ہی نہیں۔ بلکہ عداوتیں اور دشمنیاں کی ہیں۔

اندر۔ میں ضرور تمہیں شتر و دیا سکھاؤں گا۔ مگر پہلے تم تر لو جن تر رسول و صاری بہا دیو جی کے دشمن کرو۔ ان کے دشمنوں کا نہیں بہت بھلے گا۔ ان کی نظریں سے تمہیں سر لوک تک میں جانے کی قدرت حاصل ہو جائیگی۔ اندر یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئے۔ اندر ارجن نے وہیں اپنے قدم گاڑ دیئے +

ادھیائے ۱۵

اندر بھیل پر بت پر بہا دیو جی کی نظر توجہ کے لئے ارجن کی ریاضت شاقہ

ارجن نے اندر بھیل پر بت پر آسن جمادیا۔ اس دلکش مقام کی بہاریں لطف خیز و فرحت انگیز تھیں۔ سبز و زار خوشگوار۔ درخت قطار و قطار چھوٹوں کی مہک سے داغ بے جاتے تھے۔ پھولی پھولی شاخوں پر خوش بو کا پھول چھاتے تھے۔ کہیں چکر و تھرتھرتی تھی۔ تو کہیں طاف و سلسلا

کہیں بیل چکیتی تھی۔ تو کہیں طوطے خوش آواز۔ اگر کوئل کو کتی تھی۔ تو فاختہ بھی
 کوکو سے نہ چوکتی تھی پیپے متانہ آواز سے دلوں پر ہونہی ڈالتے تھے بہن میٹھے
 میٹھے بولوں سے سرگم کے سر نکالتے تھے۔ نہروں حوصلوں کا پانی سج مچ لاشانی
 تھانی حقیقت اب زندگانی تھا۔ مردہ جسم میں آب وہوا سے جان آتی تھی۔ سیرو
 گلشت کیلے دیوتاؤں کی طبیعت لپچاتی تھی۔ کہات مقام ہتی انگیز کہاں یہ بہا
 جنون خیز۔ دیوتا بھی ست بادہ سر ہو جائیں۔ گندھرب بھی نشہ بیجودی میں چور
 ہو جائیں۔ مگر نہیں ارجن نے دل کو ہزار زنجیر میں جکڑا نفس کشی کا دامن پکڑا
 ریاضت میں جان لڑادی عبادت میں تہمت دکھا دی۔ تمام نعمتوں پر لات مار کر
 سکھتے ہوں پر لبر کی۔ اندر کھیل پر بت کی راحتوں پر بھولے سے نہ نظر کی ایک
 مہینہ تیسرے روز کھانا کھا کر گزارا دوسرے مہینے چھٹے چھٹے دن بھوک
 کا بھوت اتارا۔ تیسرے مہینے پندرہ دن کی نوبت آئی۔ چوتھے مہینے ہوا چھانک
 کر نہ ہونے کی سمائی۔ نہ کچھ کھانا نہ پینا صرف ہوا کے آسروں پر جینا۔
 اتھ آسمان کی طرف بند طبیعت کو تکلیف جسمانی پسند زمین پر صرف پاؤں
 کے انگوٹھے کا سہارا۔ سر کی جٹا سے پانی میں سورج کی کرن کا نظارہ۔ اندر
 کھیل پر بہت پر غل مچ گیا۔ کہ اتا ایسی تیشا۔ اسی ریاضت کہیں کچھ دن اور ہو۔ تو نہ
 جانے ارجن کیا کچھ کرے۔ سب گھبراے ہوئے مہادیو جی کے پاس گئے۔
 التجا کی درخواست کی۔ گزارش کی تند مائی۔ کہ

مہادیو جی۔ بہت باسی ارجن کے تپ سے گھبرا رہے ہیں۔ معلوم
 نہیں وہ کس غرض سے تیشیا کر رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پر کچھ آج
 آئے۔ ایسا تپسوی تو آج تک دیکھا ہی نہیں۔

مہادیو جی۔ آپ لوگ گھبراہٹیں نہیں۔ ارجن سے آپ لوگوں کو اطمینان
 رکھنا چاہیے۔ اس کو عمر لوک کی خواہش ہے۔ نہ اندر لوک کی۔ دولت و ثروت
 کا بھوکا نہیں۔ آپ کے بہت سی طرف نظر اٹھانے سے اس کو کیا کام
 مگر ناں جوہ چاہتا ہے۔ اُسے میں جاتا ہوں۔ ضرور مراد پوری کروں گا۔

مگر آپ لوگ بے فکر گھر بیٹھیں۔ وہم فصول ہے۔

اوصیائے ۱۶

مہادیو جی کا بھیلیہ سرپ۔ ارجن سے جنگ
صلح کے بعد مہادیو جی کی چشمِ رحمت

ارجن کا تپ مقبول ہوا۔ مہادیو جی بھیلیہ کے بھیس میں اندر کھیل پر بت
پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت کا سرپ کچھ اور ہی تھا۔ سارے جسم
میں کندن کی سی چمک و مکنتی۔ پاتھوں میں وحش بان جسم پر رنگ رنگ
کے سانپوں کا زیور۔ سری پاروتی جی ہمراہ۔ بہت سی نائیشیں جلو میں
جول ہی ذات مقدس و ماں جلوہ افروز ہوئی۔ کچھ اور ہی رونق ہو گئی سماں
وہ سہانا۔ کہ مردہ سے مردہ طبیعت بے ساختہ سہری ہو جائے۔ اُدھر نظارہ
و لفریب تھا۔ اُدھر ارجن کے سامنے ایک بند پلا آمو جوڑ ہوا۔ ظاہر میں تو
بند بیٹے کی شکل و صورت تھی۔ مگر دراصل وہ موک نامی راجپس تھا۔
اس کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ارجن نے وحش بان لیا۔ اور کہا۔

اے تیری یہ حال کہ میرے سامنے آئے۔ ارے کجغت میں تیر کیا قصہ
کر رہا ہوں۔ کہ تو مجھ پر آنکھیں نہکا تار گشتا تا آ رہا ہے۔ ارجن کو جانتا نہیں۔
نیر کے عرض ایک تنکا اٹھا کر بھی پھینک دیا۔ تو سر ٹوٹا پھر بچھا۔

مہادیو جی۔ بھیلیہ کے بھیس میں (خبردار بندلیہ کو نہ مارنا۔ یہ ہمارا جت
ہے۔ ہاتھ نہ لگائے ہوئے شکار پر کسی کی مجال نہیں۔ کہ تیر چلائے۔

ارجن۔ جو پہلے مارے وہ میری۔ وار مرواں خالی نہ باشد یہ دل میں
کہکشاں نے تیر سر کر دیا۔ اُدھر ارجن کی چمکی سے تیر نکلا۔ اُدھر شیو جی کی
کمان سے آگن بان چلا۔ دو نو تیر نشانے پر جم بیٹھے۔ بند پلا معمولی سور نہ تھا۔

معلوم ہوتا تھا۔ مگر دو تیروں کی چوٹ نے اسے زمین پر ڈھیر کر دیا۔ گرنے کے ساتھ ہی دم پھٹنے کی دیکھی۔ کہ ایک دوسری ہی صوت نظر آئی۔ بندیلے کا نام و نشان نادر۔ ایک راجپوت کی لاش فرش خاک پر پڑی ہوئی۔ نظارہ حیرت دکھائی دیتی تھی۔

شکار کو چیت ہونے پر ارجن دیکھتا ہے۔ تو سامنے کچھ اور ہی نظر فریب کیفیت تھی۔ بھیلیہ ہا دیو جی کی وضع و قطع میں آنکھوں پر مومنی ڈال رہا تھا۔ ساتھ والی ماہوشیں اپنے جمال جہاں آسے دل کو موہے لیتی تھیں۔ ارجن پر رنگ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور بھیلیہ (شیو جی) کے پاس آیا۔ بھوں پر سکا ہٹ تھی۔ اور زبان پر یہ کلام۔

کیوں جی ہمارے تاکے ہوئے۔ شکار پر تم تیر مارنے والے کون۔ شکاریوں کا یہ دھرم نہیں۔ اب چارہ اس میں ہے۔ کفارہ اس میں ہے۔ کہ میں تم پر تیر چلاؤں۔ اور ایک آبی دار میں چیت کروں۔

بھیلیہ (یعنی شیو جی) واہ بچھے پر جھینگڑ بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بقیہ میرا ہی ہے۔ بن ہمارے کلیت۔ بن بانیوں کے رہنے رہنے کی سہنے کی جگہ تپوویں کے تپ جب کا مقام۔ اس پر لطف یہ کہ تو جھولا بٹھکا۔ یہاں آیا۔ تو غرے ڈبے دکھائے لگا۔ جوانی کے زعم لائے آنکھیں بند کر گئی۔ میں طاقت کے غرور سے اندھا کر دیا ہے۔ نظر کئے تو کیا خاک پہلے یہ تاکہ تیرے یہاں آنے کا سبب ہی کیا ہے۔ مجھے یہاں آنے کی وجہ مجھے تو یہ ناوک ہلوک اتھ پاؤں دیکھ کر ترس آتا ہے۔ صورت نہ دیکھتا ہوں۔ تو طبیعت خوش ہوتی ہے۔ اس لیے باروؤں کا رخ تیری طرف نہ ہوتا۔ کیونکہ دل گواہی دے رہا ہے۔ کہ دکھ کے عوض سکھ اٹھائے لائق ہو۔ اول جگہ رحمت ہی بہت ہی تھی۔

ارجن۔ میں بھی کوئی گیا گندا۔ ولا چنا۔ و بڑو گھڑو نہیں یہ دیکھتے میرا کاندو و منٹش۔ اور یہ آگن بان میں کی طرف تیر کا سنہ کر دوں مجلس کے رہ جائے یہی وحش اور بھی بان ہے۔ جس کے ہونے جس کے جھڑے پر میں اس جنگل میں ڈھانچا بیٹھا ہوں۔ خود دیکھ لیا ہوں گا۔ کہ اتنے بڑے بندیلے کو

کے سطرچ نکار کیا +

شیوجی - منہ دھو رکھو۔ تجھ میں اس کے مارنے کی کیا طاقت تھی جب میرا تیر کلبے پر بیٹھا۔ تب اس کا خاتمہ ہوا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تو اپنے غور ہی میں چڑھتا ہے۔ نہ کمان کھینچنے کی تمیز نہ بان چلانے کا وقوف۔ پھر بندے کو مارنا اچھا بڑا بہادر ہے۔ تو وار روک سمجھ لے۔ کہ خیریت نہیں +

ارجن - جاگھر بیٹھ۔ تجھ ایسے باون سہار میری جیب میں پٹکے میں تجھ ایسے نہ معلوم کتنوں کو چرائے بیٹھا ہوں۔ ارجن کے تیروں کو تو نہیں پہچانتا بڑے بڑے تیروں کو اس نے لومڑی بنا دیا ہے۔ تو نے پہل کی۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ تیری موت کا پیغام آ گیا ہے۔ لے سنبھل۔ وہ تیر آ یا +

ارجن کو اس وقت حد سے زیادہ غصہ تھا۔ آنکھیں سرخا سرخ ہوئی تھیں۔ بدن کانپے مٹھا۔ دل میں چاہتا تھا۔ کہ بوٹی چالوں۔ اس نے تیر پر تیر مارنا شروع کئے۔ مگر وہاں رویاں بھی میلا نہ ہوا۔ سارے تیر خالی گئے +

شیوجی نے کہا۔ بس ٹائیں ٹائیں فش۔ ارے اتنے تیر خالی۔ اسی برتے پرتے پانی +

ارجن کو اس بات پر اور بھی طیش آ یا۔ اس نے دھنش سے بانوں کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن پھر بھی شیوجی کا بال مینکا نہ ہوا۔ ادھر ارجن تیر برساتا تھا۔ ادھر جیسے ہوا بہی تھی۔ شیوجی ہاتھوں سے تیر پکڑتے جاتے تھے۔ ارجن کی ایک پیش نہ جاتی تھی۔ مخالف کے چہرے پر میل تک نہ دیکھ کر ارجن کو حیرت ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ کہاں میرا گانڈ پود دھنش۔ کہاں میرے بے خطا تیر۔ دو گھڑیاں گزر گئیں۔ ترکش خالی ہو گئے۔ اوسپنکی سے مسل جانے کے لائق بھیلیہ پر تیروں کا سایہ بھی نہ پڑا۔

ارجن دل میں گھبرا یا۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ میرے تیروں کو برداشت کرنے کی طاقت بڑوں بڑوں میں نہیں۔ پہاڑوں کو کھیلنی کہہ کے رکھ دوں تیروں کا ایسا چھتر چھپا دوں کہ موسلا دھار پانی کی ایک بوند زمین پر نہ گے میں نے سہار دل بان مارے۔ اور بھیلیہ جیسے کا تیسرا ضرور کچھ بھید ہے۔ کہیں اس

بھیس میں شیوجی نہیں۔ کیونکہ ہمالیہ پہاڑ انہیں کی تفریح گاہ ہے۔ مگر پھر بھی
 دیکھتے ہیں نہ آیا خیال ہوا۔ کہ کہاں بھیلیہ کہاں شوچی۔ چہ نسبت خاک با عالم پاک
 اسی خیال کے ساتھ ارجن کو اپنے تیروں کے خالی جانے غیرت معلوم ہوئی۔
 اور تہیہ کر لیا۔ کہ بغیر مارے نہ چھوڑوں گا۔ اگر بھیلیہ کو نہ مارا۔ تو کام ہی کیا کیا۔
 اس جوش غیرت میں اس نے اگن دیو کو یاد کیا۔ اور وہ ترکش استعمال کئے۔ جو
 انہوں نے کھاڈو بن جلانے کے وقت مرحمت کئے تھے۔ اُن ترکشوں میں
 یہ وصف تھا۔ کہ لاکھ تیروں کا بیہ برسا یا جائے۔ مگر کبھی خالی نہ ہوں۔ ارجن
 نے حالت غیظ و غضب میں ان ترکشوں سے کام لیا۔ تیروں کی بارش شروع
 ہوئی۔ مگر ہر تیر گرم توے پر کی بوند سے زیادہ کام نہ کر سکا۔ سارے تیر بھیلیہ نے
 ہضم کر لئے۔ ان ترکشوں کی بھی ایک نہ چلی۔ ارجن دل ہی دل میں کہتا تھا اس
 نے زنج ہو کر گاڈ یو دھنش سر پر دے مارا۔ اور دھنش کا شتی کرنے لگا۔ بھیلیہ
 نے گاڈ یو دھنش ہاتھ سے چھین لیا۔ اور ارجن کی ایکٹ چلنے دی۔ دھنش کے
 ہاتھ سے چلے جانے پر اس نے تلوار اٹھائی۔ ایک تلافی سر پر رسید کیا جو
 تلوار سر پر پڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ بیکٹری کی سی چوٹ بھی نہ آنے پائی ارجن
 کی جیوں جیوں ہیٹی ہوتی تھی۔ اسی قدر جوش بڑھتا جاتا تھا اب اس خیمہ باز شروع
 کیا۔ درختوں کے پتوں پر چڑھ کر نے کیلئے ہاتھ پاؤں مارے جب اس سے بھی ہتک
 کر مارا۔ تو خیمہ ٹھونک کر کمر سے لپٹ گیا۔ اور لگاتار لڑنے اپنے امکان بھرب
 زور لگایا۔ بڑے بڑے داؤں پیچ کئے۔ یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔
 اس پر طرہ یہ ہوا کہ شیوجی نے ایک صفا دیا تو ارجن زمین پر جا روں نے جت معطری ہوئی ناٹھ
 دو گھڑی بعد رفتہ رفتہ ہاتھ پاؤں میں جان آئی۔ اوسان ٹھیک ہوئے۔
 شکست کی ندامت سے بدن پینہ پینہ ہو رہا تھا غیرت مارنے مرنے کے
 کے لئے اُکھار رہی تھی۔ تلواروں سے لگی تھی۔ کہ مخالف کو نیچا نہ دکھایا۔ تو کچھ کام
 نہ کیا۔ خود ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر مہادیو جی کا سہارا لیا۔ مٹی کا پٹ بنا کر مار پھول
 چڑھائے۔ اور درخواست امداد کی۔ آنکھ بند کر کے کھولی۔ بھیلیہ سامنے آہو چڑ
 تھا۔ اور مہادیو جی کی نیڈی پر چڑھائے ہوئے مار پھول اس کے

گھٹے میں نظر آئے۔ اب تو ارجن کی آنکھیں کھلیں۔ دوڑ کر قدموں پر گر پڑا اور بولا +

مہاراج آپ کے بھیس سے دھوکا ہوا۔ معاف کیجیے گا۔ میری غلط نہ تھی۔ نظر ظاہر میں کا قصور تھا +
شوچی نے ارجن کو قدموں پر سے اٹھا کر سر پر لٹا دیا پھر بیٹھ ٹھوکی۔ اور خوش ہو کر فرمایا۔

شاہنشاہ ارجن تم انسان ہو کر ایسے صاحب تحمل۔ میں تمہارے استقلال سے بہت خوش ہوا۔ چھتریوں کو ایسی ہی ثابت قدمی چاہیے۔ تم واقعی اپنا نظم نہیں رکھتے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ تمہاری قوت بازو مجھ سے کم نہیں۔ میں اپنی اظہار خوشنودی کیلئے تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ گذشتہ جنم میں تم ایک رشی تھے اس جنم میں انسانی دشمنوں کا کیا ذکر دیتا ہوں تم کو سر کر کے جھوٹو لگے۔ نہ میں تمہیں اپنا استر دیتا ہوں۔ اس کو زین تن کر دو۔ یہ وہ استر ہے۔ جس کے سامنے کوئی دوسرا استر کام نہیں دے سکتا۔ تمام استراں کا لوٹا مانتے ہیں۔ یہ فرماتے ہیں۔ ارجن کی آنکھ جھپکتے جھپکتے خود بد دولت اصلی اپنے سر وہاں میں سری پاروتی جی کے ساتھ پیش نظر ہو گئے۔ ارجن نے دیکھا تو کچھ اور ہی ہوت۔ سدھ سے تھی۔ گھٹے ٹیک کر نہ میں پر سر جھکا دیا۔ اور خود بانہ الفاظ اوردھمکھا بھیجے میں استی کر کے معافی چاہی +

مہادیوی نے ارجن کے حسن عقیدت کو سراہا۔ ادب و سعی کی تعریف کی نا دانستہ خطوں کی معافی دی۔ اور بڑے پیار سے لٹکے بکڑ لیا +

اوصیائے

ارجن کی کامیابی مقصد۔ مہادیو جی کی چشم

رحمت۔ پاسپت استر کا عطیہ

جس وقت تہا دیو جی کی ارجن پر نظر عنایت ہوئی۔ ارجن مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سما یا۔ اس کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگے پرتھو جوڑے سامنے کھڑا رہا۔ اگر جسم کو حرکت ہوتی تھی۔ اتواتنی ہی کہ سر قدموں پر جھکا جاتا تھا۔ تہا دیو جی کے دل پر ارجن کے جوش عقیدت و حسن ارادت کا اثر غالب آیا۔ انہوں نے خوش ہو کر فرمایا +

اے ارجن تم کون ہو تمہیں نام کو خبر نہیں۔ مگر سنا۔ میں تمہیں بتاؤں کرشن چندر جہا راج ناراین ہیں۔ اور تم نہ۔ تم دونوں نے بدر کا شرم (بدری ناتھ) میں بڑی تپشیا کی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ تمہیں دونوں کے فیض اقبال سے دنیا کا چکر پل رہا ہے۔ کرشن کی قدوتوں کا کیا کہنا۔ راتی کو پرستہ کوڑا لیں۔ پرستہ کو راتی خود بدولت نے اندر کے عاجز ملک میں جس وزنی اور قیامت خیز وحش سے واقف کئے۔ وہ یہی تہا لگا ڈیر و وحش ہے۔ جو تمہیں آگن دیو سے ڈٹا آ یا۔ اور جس کو میں نے تم سے چھین لیا ہے۔ تم فکر مند نہ ہو۔ تہا ری نقاہت تہا ری جراحت ابھی ابھی ہوئی جاتی ہے۔ پہلے کچھ بردان مانگ لو تم ایسا شیر دل۔ بے کلیجے چھتری کوئی اور نہیں ہے +

ارجن بھگوتی بت۔ پار دئی بت۔ سچا بت۔ آپ دھنیہ ہیں۔ کہ مجھ ایسے ناچیز کے حال پر یوں مہربان ہو گئے۔ کیلاش ناتھ اگر مجھے سمجھ دینا چاہتے ہیں۔ تو ایسا پاسیت استر مہمت فرما بیٹے۔ کون پاسیت استر جس کو برہم استر کہتے ہیں۔ اور جو پرے کے زمانے میں تمام دنیا کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جب تک میں بھیشم پتاہ۔ درونا چاراج کرن وغیرہ کو میدان جنگ میں زیر نہ کر لوں۔ تب تک مجھے کھانا پینا سونا جاگنا حرام ہے۔ علاوہ بریں دانور اچھس جکش بھوت پشایچ گندھرب ناگ بھی اپنے کو بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کی بھی کور و بادینا مقدم سمجھتا ہوں۔ اس کے واسطے آپ کے پاسیت استر کے سوا اور کوئی بہتیار بکار آمد نہیں ہو سکتا۔ میں نے سنا ہے۔ عرصہ کارزار میں اس استر سے خود بخود ہزار ہا ترسول گدا وغیرہ نمودار ہو جاتے۔ اور ایک وار

میں صفیں کی صفیں زمین پر سلا دیتے ہیں۔ اس استر سے جو تیر نکلتا ہے لیے زہر میں بھجا۔ کہ الامان۔ کالا ناگ ڈسے تو وہ زہر نہ بھٹکے جو ایسے تیر کی ہوا لگ جائے ہی سے موت کا دروازہ دکھا دے۔ مجھے کرن نے بہت کچھ بُرا بھلا کہا ہے۔ کھوٹی کھری سنائی ہیں۔ زبان سے وہ وہ زخم کھینچے پر لگائے ہیں۔ کہ تلوار سے نہ چر سکے۔ یہ چر کے میں اپنی زندگی میں بھولے والا نہیں۔ یہ زخم اس وقت تک نہ بھریں گے۔ جب تک وہ کرن وغیرہ دریودھن کے رفیقوں کا خون خاک میں نہ ملا لوں گا۔ اور بھیشم درون وغیرہ کی اچھی طرح کر یا کر م نہ کروں گا۔ آپ کو بردان دینا ہے۔ تو پہلے لاہئے۔ پاسپت استر۔

مہا دیو جی۔ ارے ارجن۔ پاسپت استر کو کیا کچھ کھیل سمجھتے ہو۔ اندر ہراج کو میرے دل بھی نہیں۔ اس کو ناتھ لگا سکتے۔ استعمال کرنا کارے دارو۔ پھر تم انسان ہو کر کیا تیر مار سکتے ہو۔ مگر خیر تم نے بردان مانگا ہے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ استر لو مگر یاد رکھنا۔ کہ خبردار۔ خبردار کبھی بے سمجھے ہو جھے اس کو چلا نہ بیٹھنا۔ اگر کسی ایسے ویسے پر چلا دو گے۔ تو دنیا الٹ پلٹ کیا غارت اور نیست و نابود ہو جائیگی۔ یہ استرا سی پر چلانے کے لائق ہے۔ جس سے دنیا کے انقلابات اور ہنگامہ محشر کا خوف ہو + پاسپت استر کی خوبیاں غیبی طاقتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کو ناتھ سے یاد دلائش ہی سے چلانے کی ضرورت نہیں۔ دل سے چلا لو۔ آنکھوں سے چلا لو۔ مجال کیا۔ جو نشانہ خالی جائے۔ یا تاکا ہو اسکا ترمینوں کوک میں اس کی زد سے بچ سکے +

ارجن نے یہ سنتے ہی جھٹ پٹ اٹھان کیا۔ اور پاک و صاف ہو کر شوجی کی خدمت میں دست بستہ عرض کی۔ کہ

ہاراج بردان دیجئے۔ استر مرحمت فرمائیے +

شیوجی نے استر دیا۔ اور اس کے استعمال کی ترکیبیں بتائیں۔ ترکیبیں کیا تھیں۔ بس ایک اعجاز قدرت کا نمونہ تھیں + ارجن نے ڈنڈوت کر کے جونہی۔ استر لیا ایک طرف تو ننگے گھڑ پال اور

دندھی کی آواز سے زمین و آسمان گونج گئے۔ دوسری طرف دختوں وغیرہ کا
کیا ذکر کہ خاک اور مہاڑ سب تھر تھر کانپنے لگے۔ استر سے وہ قدرتی روشنی
پیدا ہوئی۔ کہ نگاہوں میں عالم نور ہو گیا۔ عرش سے فرش تک سب جان
گئے۔ کہ پاسپٹ متراجن کے قصبے میں ہے +

جس وقت ہما دیو جی سے رکتی ہوئی تھی اس وقت باہم بدن کے چھو
جانے سے ارجن کے تمام قابل اعتراض جسمانی نقائص دور ہو گئے۔ اور اس کے
جسم میں ایسی پاکیزگی آگئی۔ کہ بلا تکلف بلا مزاحمت سورگ میں جا سکے +
ہما دیو جی نے ارجن کو سرگ کی سیر کے لئے اجازت دیکر گانڈیو دھنش میں بھی حوالہ
کیا۔ اور آپ اسیر باد دیتے ہوئے نظروں سے غائب ہو گئے +

ادھیائے ۱۸

ارجن پر دھرم راج - برن - کو بیرو راجہ

اندر کی مہربانی - آلات جنگ کا عطیہ

جس وقت ہما دیو جی نظر سے غائب ہو گئے۔ تو ارجن حیران رہ گیا۔ کہ میں
یہ دوپہر کا آفتاب کیسے دفعتہ غروب ہو گیا۔ مگر یہ حیرت دیر پا نہ تھی۔ شو جی کی
قدرتوں کو دیکھتے ہوئے اُس کا یہ تعجب سے بھرا ہوا خیال دور ہو گیا۔ اور اس پر
دو خوشی غالب آئی جو پاسپٹ استر کے ملنے سے حاصل ہوئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں گن
تھا۔ کہ بس اب ماریا ہے کورو کہاں بچ کے جاتے ہیں۔ سب کے سب چٹنی نہ ہوں
تب بند ادھر یہ مارے خوشی کے بغلیں بجاتا تھا۔ ادھر تمام دیوتاؤں کو ہما دیو جی کی
خوشی اور جوشن بخشش کی خبر ہوئی۔ سب کے سب بڑے ذوق شوق سے ارجن کے
دیکھنے اور دشن دینے کو دوڑ پڑے بانوں کا تاتا لگ گیا۔ دیکھتے دیکھتے مہاڑ کی
چوٹیوں پر دیوتاؤں کا میلہ لگ گیا۔ سر بھی نظر آنے لگے۔ جب بھیڑ لگ گئی تو
تو جہراج جی نے پیش قدمی کی۔ اور ارجن سے باواؤ بلند کہا۔

ذرا اوجھریکھو۔ کون کون لوگ پال نہیں دیکھنے آئے ہیں۔ تم بڑے صاحب
 طاقت ہو۔ غالب خاکی و جامہ انسانی میں تمہارے مقابلے کا کوئی انسان نہیں
 تم بڑے رشی ہو۔ تمہاری پیشانی اقبال و ملک میں سورج و چاند کو مات کر رہی
 ہے۔ برہما جی نے تمہیں یہ پیکر عنصری عطا کیا ہے۔ بے شک تم ان پیکر
 پتانہ کو بستر مرک پر سلاؤ گے۔ جو اس خواب میں تمام بسو ویتنا لے کر تیرے
 رواں ہیں۔ اور جن کی قوتوں اور دھرم کے کارناموں کی چار وائے عالم میں
 دھوم ہے ورنہ چارچ ایسے تیرے دھنی کو آج تمام روئے زمین پر کوئی نیچا نہیں
 دکھا سکتا۔ اس استادن کے محافظ و مددگار بھی وہ وہ سورما کھشتری اور
 ایسے ایسے قوی راہیں انسانی قالب میں موجود ہیں۔ جن کے بانو کے اشاروں
 میں فتح تو فتح موت تکمیلتی ہے وہ بھی تمہارے ہی تیروں کا لوبہ مانے لگے اور
 اس کے تمام حمایتی تیروں کا لقمہ ہوں گے۔ میرے پتا سورج بھگوان ہیں۔ ان
 کا تیج قریب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کی نظریض سے کرن کی ولادت ہوتی
 ہے۔ پھر اس کے آخر اقبال اور نجم قسمت کی چمک و ملک کا کیا پوچھنا اس
 کی چمکتی ہوئی پیشانی دیکھ کر دنیا کے سوربیروں کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہوتی
 ہے۔ تیروں کے سامنے شہاب ثاقب کی بھی کچھ بساط نہیں۔ ایک تیر میں
 قوس ملک کے پرچے اڑا دے جس وقت چلے چڑھائے۔ دھنش کی ٹنگار سے
 زمین و آسمان کو بلا دے۔ ایسے شور بیکر کا مقابلہ بھی تمہیں سے ہوگا اور
 اور تمہارے ہی تیر اس کی آخری ہچکی تک اس کے گلے میں پانی ٹپکانے
 یاد رکھنا کہ تمہارا دنیا میں وہ نام ہوگا۔ جو کسی طرح کبھی مٹ نہ
 سکے گا۔ عجب عالم تمہاری تعریف میں تر زبان اور رطب اللسان
 رہے گا۔ تم نے جب مہا دیو جی کو خوش کر لیا۔ تو ہم لوگ کس گنتی اور کس
 حساب کس شمار قطار میں ہیں۔ تمہارا یہ بٹن و بھگوان کا سا ہوتے ہیں۔ اس
 روئے زمین کو اللہ عذاب و گناہ سے پاک و عاف کرو۔ لو میں
 یہ اپنا ڈنڈا ستر دیتا ہوں۔ اس سے وقت ضرورت کے کام
 لینا۔ یہ استر کوئی سٹھا پٹھا۔ ایسا ویسا استر نہیں ہے۔ بلکہ

استر نہیں۔ گاڑھے وقت کڑی مصیبت میں یہی ہے۔ جو کام آسکتا ہے
ارجن نے دوڑ کر خوشی خوشی ڈنڈ نام کا استرو وھرم راج سے لے لیا اور اس
کے استعمال کی ناری کر لیں آنا فانا میں پوچھ لیں۔ برن دیوتا بھی کچھ کی طرف
سے وہیں تشریف فرما ہوئے تھے۔ ان کے بر تو رنج پر بیروں کی جگہ و مک
نثار تھی۔ نثارم خلقت آبی ہمارا ہناگ ندیاں وغیرہ سب دیوتاؤں کے بھیجیں
میں ساتھ یہ ارجن کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور بڑی محبت سے فرمایا:

کھتر لوں کے سر تاج ارجن۔ میں تمہیں وھرم کی راہ میں ثابت قدم دیکھ کر
نہایت ہی خوش ہوں اس خوشنودی کے صلے میں میں تمہیں برن استرو ویتا ہوں
یہ وہ کندیں ہیں۔ جن سے کوئی کیسا ہی شدہ زور جو۔ کبھی بچ کر نہیں جاسکتا۔
یہ وہ پھانسیاں (کندیں) ہیں۔ جن سے ناکامی کی لڑائی میں میں بے شماروت
گلا گھونٹ کر مار ڈالے جس کو پھانسیاں لیا۔ اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ کسی کی مجال
نہ ہوئی کہ جان بچا سکے۔ تم اسے اپنے قبضہ میں کر دو۔ جب موقع پڑے۔ استعمال
کرنا۔ مگر کہ جنگ میں یہ تو بخوار کندیں سرکشوں کو گھونٹ کر دینگے۔ یعنی ہرگز نہ
سانس نہ لینے دیں گی +

ارجن نے شکر یہ ادا کر کے برن استر لے لئے اور ڈنڈوت کی برائی ابھی وہیں
تھے کہ تمام زور و جواہر کے مالک کو بیرجی سامنے آبرائے چہرہ کندہ کی طرح دکھاتا
اور ماتھا سورج کی طرح چمکتا تھا۔ بہت سے دیوتا ہمارے میں تھے۔ انہوں
نے آتے ہی زبان معجز بیان سے گوہر افشانی کی کہ

”اے پانڈوؤں کے سر فیکہ فخر گزشتہ جنموں میں میرا اور تمہارا بہت ساتھ رہا ہے
لو یہ میرا پسواپن استر جو ظاہر دکھائی نہیں دیتا۔ مگر چھپے چھپے دشمنوں کو ایسی ٹپی
بلا تا ہے۔ کہ کچے کئے وھرے نہیں بن سکتی۔ اس سے اپنی طاقت دو چند ہے
چند کیا ہزار چند ہو جاتی ہے۔ اتنا زور سے آفتاب ہو جاتا ہے۔ یہ وہ خونخوار
ہتھیار ہے۔ جسے بوجی نے پراسر کے مقابلے میں استعمال کیا تھا۔ جسوقت
یہ ہتھیار چلا۔ بس سجدہ ہو۔ کہ لشکر ختم میں مری پڑ گئی۔ ہزاروں جھلس کر
رہ گئے۔ ہزاروں بچن کر بھاگے ہوئے۔ ایسے استر کی تمہیں دیو وھن کے

مقابلے میں ضرورت ہوگی۔ اس لئے میں تمہیں دیتا ہوں۔ سمجھ لینا کہ یہ استر دشمنوں کو پھاڑ کر چنوں کی طرح بھون کر مہارسی فتح کے پھریرے اڑائیکا اجن نے بڑی خوشی سے یہ استر بھی لے لیا۔ اور کوہنہ جیہ کی شکر گزاری میں سچے دل سے تر زبان کی۔ آخر میں راجہ اندر اپنے ایرایت تانقی پر سوار اندرائی کو ساتھ لئے دیوتاؤں کے جلو میں تشریف لائے اور بولے :-

اجن تو اس وقت انسان ہے اگلے جنم میں بہت ہیچا ہوا اور بڑا ہی سدھ الیشان تھا تجھ کو دیوتاؤں کی پیدوسی ملنے کے لئے یہ قالب خاکی عطا ہوا۔ دیوتاؤں کے رنہ کی بہت سی خدمتیں تجھے کرنا ہونگی۔ اس لئے تو سرگ کو چل۔ میں وہاں تجھے قسم قسم کے ہتھیار دوں گا۔ میرا مائل سار تھی (رتھبان) میرا رتھ لئے آتا ہوگا اسی پر سوار ہو لینا +

راجہ اندر کے عنایت آمیز کلمات سنکر اجن کی اور بھی باچھیں کھل گئیں اُس نے ایک ایک دیوتا کی پانی پھول پھل سے پرستش کی فردا فردا اُسنت کے ذریعے شکریہ ادا کیا۔ سب دیوتا ہان پر چڑھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اجن ایک ایک ہتھیار کو دیکھ کر خوشی مناتا تھا۔ کہ بس پالا اپنے ہاتھ۔ فتح کا سہرا اپنے سر۔ کوئی اب کیا بنا سکتا ہے۔ دشمنوں کو موت کے گھاٹ اترا سمجھنا چاہئے :-

ادھیائے ۱۹

راجہ اندر کے رتھ پر امراتنی میں اجن کی رسانی

سب لو کپال اپنے اپنے استھانوں پر واپس گئے یہاں اجن سرگ جانے کی خواہش میں رتھ کے لئے چٹم بر راہ و منتظر ہوا۔ اکاش پر نظر گڑی ہوئی تھی کہ یکایک ایک بجلی تیزی کے ساتھ زمین پر گرتی معلوم ہوئی۔ اور قسم قسم

کے باجوں سے طرح طرح کے خوش کن نئے سنائی دینے لگے قریب سے دیکھا تو انہیں کھل گئیں۔ یہ وہی آفتاب کی طرح روشن رتھ تھا جس کے بیچنے کو اندر کہ گئے تھے اس کی آراستگی کا کیا پوچھنا چاند ستاروں کی چمک دمک اس کی قدرتی روشنی سے ماند تھی۔ دس دس ہزار ہاتھی کی طاقت کے ہری نام گھوڑے جتے ہوئے تھے تمام نفاست بجز چکر۔ گولی۔ چنور۔ چھتر۔ دھبے سے آراستہ اور ایک نور کی تصویر پر ہوا تھا۔ مائل بٹھان کی وضع قطع شکل و صورت دیوال سے کم نہ تھی۔ وہ رتھ کے گھوڑے اڑاتا ہوا ارجن کے پاس آ پہنچا۔ اور درخواست کی +

تشریف لے چلے رتھ حاضر ہے۔ راجہ اندر طلب فرماتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ ورنہ ہو ابھی ابھی لے آؤ +

ارجن۔ میں ابھی چلتا ہوں۔ مگر ذرا گھوڑوں کو ٹھہراؤ۔ زبے نصیب کہ مجھے اس رتھ پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جو ہزاروں راجو اور اشرافیہ جگہ کرنے والوں کو بھی مشکل سے نصیب ہوتا ہے +

ارجن نے یہ کہہ کر گنگا جی میں اشنان کے بعد پوجا پاٹ جب تپ سے فراغت کے رتھ پر آسن جبائے۔ رتھ چلا۔ تو راستے کی سیر عجیب و غریب نظر آئی۔ جہاں نہ سورج چاند کی روشنی پہنچتی ہے نہ سیارے جھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں بہا گھومتے دکھائی دیے۔ ارجن نے مائل سے پوچھا۔

یہ بان کن کے ہیں۔ اور ان میں روشنی کیسی ہے ۹

مائل ان پر وہ فخر کائنات بزرگوار سپر کرتے اور گھومتے پھرتے ہیں جنہوں نے جگہ کے ہیں تپیشیا سے سرگ کو جیتا ہے۔ میدان جنگ میں پرتلوار کھا کر بہادری کے جوہر دکھائے ہیں۔ خیر و نیکی سے دائمی زندگی حاصل کی ہے۔ اہل زمین جن کو ستیاری سمجھتے ہیں۔ وہ سب یہی ہیں اور دوری کے سبب سے چراغ کی لومعلوم ہوتے ہیں +

باتوں باتوں میں اندر پوری آگئی۔ ارجن نے دروازے پر دیکھا۔ تو ایراپت ہاتھی جھول رہا ہے۔ گلے میں طلائی ہیکل۔ پیٹھ پر زربفت کی جھول پڑی ہوئی تھی۔

قد بلند - رنگ نظر فریب - دانت چار بڑے چاند کی طرح خوش نما چمکتے ہوئے
سفید سفید

ارجن خوش خوش تمام عجائبات و لطائف و دیکھتا ہوا امراقی میں داخل
ہوا۔ اور تامل نے رتھ کے گھوڑے آہستہ آہستہ آگے بڑھائے۔

ادھیائے ۲۰

ارجن کی دیوتاؤں اور راجہ اندر سے ملاقات

اندر پوری کے دلفریب نظارے نے ارجن کی طبیعت پر مہنی ڈال رکھی تھی مگر
نندن بن کا سماں کچھ اور ہی جان بخش تھا۔ ہرے ہرے درخت حسینان سبز پوش
کی طرح نشہ و شباب سے جھوٹے نظرات تھے جن کی بھولوں سے لدی ہوئی نازک
نازک ڈالیا جوتھی کی ولہن بن رہی تھیں ٹھنڈی ٹھنڈی دھیمی دھیمی ہوا بھولوں
کی بھینی بھینی خوشبو سے بسی ہوئی دل و دماغ معطر کرتی۔ اور نور کے سانچے
میں ڈھلی اسپرولوں کی کیسوئے غنیری اور زلف مشکیں کی جھک لے اڑتی تھی
یہ روح افزا سماں ان بد نصیبوں کو نصیب نہیں ہوتا جنہوں نے نہ کبھی جپ تپ
کیا نہ اگنی ہو تر۔ یہ سیر و تفریح انہیں کو میسر ہوتی ہے۔ جو زال و نیالے
پھندے سے آزاد رہتے ہیں۔ ارجن رتھ پر سوار۔ بھولوں کی خوشبو کو
سو نکھتا ہوائے سرد کے جھونکوں سے کلیجہ ٹھنڈا کرتا۔ اسپرولوں کی
سُریلی آوازوں اور گندھریوں کے نازک رنگ سے طبیعت بہلاتا نکشتر مارک
میں پہنچا۔ دیکھتا۔ تو دیوتاؤں کے ہمان اوہرا دھر گھوم رہے ہیں۔ وہاں
پہنچتے ہی گندھرب بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ اور اندر کا بیٹا سمجھ کر
پرستش کی۔ ارجن نے ساوگھ گن۔ مرگن۔ ۱۲۔ اسونی کبار۔ ۱۲ سورج
۸۔ یسو۔ ۱۱ دور۔ برہم رشیوں۔ راجہ ولیپ ایسے راج رشیوں سری نادر
جی۔ مانا بھو بھو۔ گندھرب وغیرہ سے حسب اعزاز و مراتب ملاقات کر کے

راجہ اندر کے ورثہوں کا شرف حاصل کیا پہنچے جی زمین بوس ہو کر وندت کی۔ راجہ اندر اس وقت جو اہرات سے بڑے ہوئے سنگھاسن پر رونق افروز تھے۔ طمانی اور مرصع ڈنڈی کا چنور جھلا جا رہا تھا پنکھوں کی ہوا جھکتے ہوئے پھولوں کی خوشبو سے وماغ بسااتی تھی۔ بسواسو۔ گندھرب اور ارجن رگ وید بھر دیا اور شام دیدہ پڑھ رہے تھے۔ ارجن کو دیکھتے ہی اندر نے بڑے پیار سے ماتھا چوما۔ اور گلے سے لگا کر دوسرے سنگھاسن پر بیٹھنے کی اجازت دی اپنے ہاتھوں سے ڈنڈے اس وقت راجہ اندر اور ارجن پر وہ پہرے آفتاب اور چودھویں کے چاند کا شبہ ہوتا تھا۔ اندر کی الفت پدیری جوش ریحی دیتا تو خوش ہو رہے تھے تبہرا قوم کے گندھرب شام دیدہ کو خوش انجانی سے کانے لگے گہر تاجی نیسکا۔ گوبالی۔ ہرٹھنی۔ سہجینا۔ اُرسی۔ پتر سینا دھر سرا اور دوسری جو ایلروں نے ناز واداسے ناچا گھنگر و بجانا۔ اور بہا و بتانا شروع۔ ایک عجیب لیلیٰ کی محفل جم گئی۔ سماں کچھ اور نظر آنے لگا +

ادھیائے ۲۱

ارجن کا پانچ برس تک اندر لوک میں قیام
شستر دیا کی تعلیم۔ استروں کی دستیابی علم ہستی
میں حصول کمال

جب ناچ رنگ سے فراغت ہوئی۔ تو اندر کے اشارے سے دیتاؤ نے ارجن کو اندرجی کے راج محلوں کی سیر کرائی۔ سلج خانہ دکھایا جہاں استر بھرے پڑے تھے۔ اندرجی نے بڑی خوشی سے ارجن کو بھر استر اور اخنی استر مرحمت کئے اور ان کے استعمال کا ایک ایک گرتایا۔ یہ استر بڑے دشمن کش اور خونخوار تھے۔ اور پھر لطف یہ کہ ان کے چلتے وقت کبھی بادل

گر حیا معلوم ہوتا تھا۔ اور کبھی مور بولتا ہوا۔ ارجن کو اندر پوری میں رہتے رہتے پانچ برس ہو گئے۔ مگر ہر وقت دل راجہ جد شہزادہ اور دوسرے بھائیوں ہی میں رکھتا تھا اس لئے ساری دلچسپیاں پھیلکی معلوم ہوتی تھیں۔ اتنی مدت تک بھائیوں کی جدائی ہر لحظہ شاک رہی۔ ایک ایک گھڑی یہاں معلوم ہوتی تھی۔ اندر جان پران سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ دم بھر کی علیحدگی غوار نہ تھی۔ جس وقت ارجن نے رخصت مانی۔ اور بھائیوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو اندر جی نے فرمایا +

میں تم سے زیادہ مصلحت سمجھتا ہوں اور موقع و وقت جانتا ہوں۔ ابھی کچھ دنوں اور یہیں ٹھہرو۔ شہزادہ ویا تم سب سیکھ گئے۔ مگر ابھی ایک بات کی کسر باقی ہے۔ نہیں بن میں بہت مرحلے طے کرنا ہیں۔ بہت سی نصیحتیں چلینی ہیں۔ اس لئے میں چتر سین گندھرب کو حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ تم کو ناد و دہالیہی سرورے (علم موسیقی میں کامل وقت کر دے) +

باجے بجانا اس طرح سکھائے۔ کہ دنیا کے پرورے پر کوئی جواب نہ ہو۔ اس علم موسیقی کی تحصیل سے طرح طرح کے فائدے ہونگے۔ ویو تاؤں کو جب چاہو گے رجھاؤ گے۔ جب منظور ہوگا۔ عامہ خلایق کے دلوں پر مہربانی ڈال لو گے۔ یہ علم اس زمانہ صحرا نور دہی و دورہ دشت گودی میں تمہارے آڑے آئے گا۔ اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھاؤ گے +

ارجن راضی برخیا تھا۔ اس نے سر قبول جھکا دیا۔ چتر سین نے دل لگا کر گانا بجانا سکھایا۔ اور ایسی تعلیم دی۔ کہ ارجن کی آئندہ زندگی میں اس کی بھی اسی طرح شہرت اور مصائب میں مدد رہی جیسی شہزادہ نے ہجارت کی لڑائی میں کی تھی۔ یہ سب دلچسپی کے سامان اہل دنیا سے دنیا کو فراہوش کر دیتے۔ خواب میں بھی اندر پوری بچپور نے کا خیال نہ پیدا ہوتا۔ مگر ارجن کی بھائیوں سے لڑائی تھی۔ اس لئے اس کو سب ساز عیش مٹی معلوم ہوتے تھے۔ اس کے پاؤں اٹھے جاتے تھے۔ کہ جیسے بنے بھائیوں سے ملے۔ اور دیو و من و دوستان وغیرہ کو ان کی کرتوتوں کا مزہ چکھائے۔ جن کے عوض

کی فکر میں اس کو اور اس کے بھائیوں کو نیند نہ پڑتی تھی۔ سونا جاگنا حرام تھا

ادھیائے ۲۲

فن حرب ضرب میں ارجن کی تکمیل۔ اُرسی کا اظہار
عشق۔ ارجن کی نفس کشی۔ اُرسی کی بدعاریجہ

اندر کے کلمات تشریح

ارجن فن حرب و ضرب میں پہلے ہی سے جگانہ روزگار تھا۔ اندر لوک کی تعلیم نے اس کے کلمات میں اور چار چاند لگائے۔ اس پر جب علم موسیقی سے کماحقہ واقفیت ہو گئی۔ تو گویا چودھویں کا چاند دوپہر کا آفتاب جن دونوں میں یہ علم موسیقی سیکھ رہا تھا۔ اُرسی اپسر پر اس کی نظر پڑتی تھی۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ کنول کو بھونرا دیکھ رہا ہے یا چاند کو چکور۔ اُرسی کا گانا۔ ناچنا وہ تھا کہ دیوتا لوگ آپے میں نہ رہتے تھے مست ہو جاتے تھے پھر دوسرے کا کہا ذکر ارجن کبھی چھٹی نظر سے اُسے دیکھ لیتا۔ اور انداز واد پر دل ہی دل میں واہ کرتا چترین کی نظر ظاہر پرست تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ ارجن اُرسی پر فریبنتہ ہے۔ اس لئے واجب ہے کہ اس کو ارجن کے قدموں پر باندھ دیا جائے وہ جانتے تھے کہ ارجن کو اندرجی فرزند مانتے تھے۔ ارجن اس وقت جو کہہ دے وہی ہو جا۔ لمحہ بھر دیر نہ ہو مگر اوبہ لحاظ ہے پاس ہے چار آنکھوں کی شرم ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ میں ہی ریشہ ودانی سلسلہ جنبانی کروں کہ اپنا مہمان کوئی ہوس دل میں لئے ہوئے واپس جائے چترین فوراً ہی اُرسی کے پاس گیا اوھر اوھر کی باتیں کر کے ارجن کی بات چھیڑی۔ ارجن کے نوکر میں باتیں ہی کیا وہی معمولی تعریف کچھ بہاوری کے اوصاف کچھ کلمات کی صفت بعدہ حسب نسب کا ذکر۔ اندر کی ولایت کے شرف کا اظہار اس کے بعد عشق انگیز

باتوں کے سلسلے میں حسب ذیل گفتگو :-
تھمر پھین - اربسی تم نے نہ معلوم کتنی آنکھیں دیکھی ہیں - تمہارے سامنے
 کوئی کیا کچھ کہہ سکے - ارجن کی نظر بھی تم سے چھپی نہ رہی ہوگی +
 بھانپنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں +
 مگر خصوصاً تم جو آنکھ چار بھی نہ ہو - اور جان لو - کہ
 محبت والے لوگوں کی نگاہیں ایسی ہوتی ہیں +
 ارجن تم پر فریفتہ ہے - شیفتہ ہے - پس مناسب ہے - کہ موقع نہ ٹالو - اس کے
 بور اپنے دل کا ارمان نکالو +

اربسی خود ہی از خود رفتہ تھی - اس تقریر نے مست کے ہاتھ میں تلوار کوئی
 اس سنگار کر کے حسن و جمال کو اور بھی نور کے سانچے میں ڈھالا بن سٹور کرات کے
 وقت وہیں جا پہنچی - جہاں ارجن جلوہ افروز تھا - تھوڑی دیر تک گانے بجانے کا
 چرچا - نچ رنگ کا ٹھنگ ریا - بعد اربسی نے اپنے مطلب کی بات چھیڑی بات
 کیا تھی - اس کا ذکر کرنا فضول - اگر دوسرا ہوتا - تو آپے میں نہ رہتا - مگر ارجن کو
 دل میرے قابو حاصل تھا - ہوائے نفسانی پھونک مارے اڑتی تھی - اس نے کازل
 پر ہاتھ رکھے - دانتوں کے تلے انجلی دہائی - اور کہا +

میں - یہ وہیتا خیالات یہ بے حیائی - میں دوسری عورت کو اپنی ماما کہتی
 اور اندرانی کے برابر سمجھتا ہوں - تو بھی اپنے کو ماما سمجھ - اور مجھ سے کسی قسم
 کی امید نہ رکھ +

اربسی باتیں نہ بنائیے - کہاں گائیے - میں وہ نظر بھول نہیں گئی جسے
 مجھ پر محبت کا جامہ کر کے دل کو اتنا بے قابو کیا - خود اظہار مطلب کے
 لئے حاضر ہوئی +

ارجن - تمہاری غلطی کا میں ذمہ دار نہیں - تم اچھا ناچتی تھیں - عمدہ گاتی
 تھیں - میں چھٹی ہوئی محبت بھری نظر سے داو دیتا تھا - یہ پاک محبت کے اشارے
 کناٹے تھے نہ کہ ناپاک محبت کے - یہاں ناپاک محبت پر لطف کرتے ہیں اربسی
 یا ایسا کسی کی طرف نظر نہیں اٹھ سکتی +

اُرسی۔ ایسے فقروں میں میں نہیں آنے کی۔ ایسے چیتے اور کسی سے تیز کیجئے۔ مجھ سے اڑ کر کہاں جائے گا۔ میں اڑتی چڑیا پکڑتی ہوں۔ نماز معشوقانہ نہ کر رکھیے اور بس +

اجن۔ نیک بخت معاف کریں تیرے لائق نہیں نہ میرے لئے کسی بات کی کہیں کی ہے۔ جو کل میں ہر وقت منگل ہے۔ مگر مجبور ہوں۔ کہ تیری بات مان نہیں سکتا۔ ہاں اور جو کچھ کہہ آسکوا بھی کروں۔ خواہش ہو۔ تو تارا توڑ کر ہاتھ پر رکھ دوں +

اُرسی۔ آپ پورونس کے چراغ میں۔ آفتاب ہیں۔ ایسی تپیشیا کی۔ کہ راجہ اند خود جا کر مہال لے آئے۔ دیوتاؤں کی آنکھ کی تیلیوں نے دوڑ دوڑ کر استقبال کیا۔ آپ کی سب کو خاطر تواضع منظور ہے۔ بھر کیا وجہ۔ کہ آپ میری دعوت قبول نہیں فرماتے +

اجن۔ ایسی دعوت عداوت ہے۔ مجھ کو معاف رکھ۔ میں سنگ و سیاہ نہیں کہنا پاکی میں سنہ و التا پھروں +

اُرسی۔ آف اوہ یہ دماغ بلی و شکنی و دعوت اور ناسپاسی کی سزا یہی ہے کہ لطف زندگی حاصل نہ ہو۔ خواہشات نفسانی کے لائق ہی رہو جاؤ بس کہہ دیا کہ سال بھر تک پیچڑوں کی زندگی بسر کرو۔ عورت کا منہ دیکھنا نہ نصیب ہے + دعا پڑھو۔ اس کا اثر شرفی تھا۔ اندر کو خیال ہوا۔ کہ اُرسی کا کو سنا خالی نجاتیگا۔ محبت پدیری نے جوشش کیا۔ خود تشریف لائے اجن کے ضبط نفس اور ترک لذات نفسانی کے لئے خوشنودی ظاہر کر کے بڑی تعریف کی۔ پیٹھ ٹھوکی سر پر ہاتھ پھیرا گلے سے لگایا۔ اور فرمایا کہ۔

اے اجن۔ کبھرانا نہیں۔ یہ ایسا کاسراپ بھی نہیں کچھ فائدہ ہی دے رہیگا۔ جب تمہیں بارہ برس کی صحرا نوردی کے بعد تیرھویں برس روپوشی کی ضرورت ہوگی۔ تو یہی سراپ تیرے آڑے اٹھکے۔ تمہیں راجہ بیراٹ کے یہاں پیچڑا بن کر رہنا پڑیگا۔ اور اسی حالت سے اقبال کی ترقی شروع ہوگی صرف ایک سال تک تمہیں یہ حالت بھگتنا پڑے گی۔ باقی نہ اب کھٹکا ہے نہ

بعد میں کچھ اندیشہ ہوگا۔ اطمینان رکھو +

ادھیائے ۲۳

اندر لوک میں لوس رشی کی ارجن سے ملاقات
راجہ جہشٹر کی تشفی کے لئے پیغام

ایک روز ارجن راجہ اندر کے زانو بہ زانو راج سنگھاسن پر بیٹھا ہوا
تھا۔ کہ لوس رکھیشرو اور ہوئے۔ ان کو سخت حیرت ہوئی۔ کہ ارجن نہ کوئی بڑا
تپسوی نہ پنیاتما اسے کیسے راجہ اندر کے برابر بیٹھنے کی عزت حاصل ہوئی۔ راجہ اندر
صبر و یکہمت ہی مانتے تھے کہ رشی جی کی عقل اس وقت چکر میں ہے حیرت سے آئینہ
دیوار بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا

آپ برہم رشی تمام اسرار غیب آگاہ اور بھر بھی یہ عالم حیرت مہاراج ارجن
کو آپ انسان جاتیں۔ یہ کتنی کا جگر بند میرا فرزند ارجن بند ہے۔ جو فنون حرب و ضرب
کی تکمیل کے لئے یہاں بٹھرا ہے علاوہ بریں یہ بڑا قدیم رشی ہے۔ جن زمانہ ان کے
اہل زمانہ کو طلقہ ریاضت بتانے کے لئے پیشیا کی تھی۔ ان میں نہ یہی ارجن تھا۔
اب میری خواہش و التجا سے دونوں زمانہ ان باتفاق گاؤ میں کو بارگناہ سے
سبکدوش کر کے پاتال کے نوات کو کوچ و تپوں کو قتل کریں گے۔ یہ نوات کوچ
دیت ہروان پاپا کر ایسے قوی و مست خوشخوار اور تیر قضا سے بیباک ہو گئے ہیں کہ
دیوتاؤں کا قافیہ تنگ ہو رہا ہے۔ منہ سے ہوئے ظلم و ستم بہتے ہیں۔ آف
تک نہیں کر سکتے ہیں۔ منکنا اور ہاتھ پاؤں ہونا معلوم۔ ارجن ان سب
و نشانہ اجل بنا کر روئے زمین کو گرد و فساد سے پاک اور صاف کرے گا
تو زمانہ جی میں سب طاقتیں ہیں۔ نوات کوچ ویت ان کے مقابلے میں کیا
چیز ہے۔ جب چاہیں۔ اس طرح ایک جہشٹر نظر میں خاک سیاہ کریں

جس طرح انہوں نے کپل من کا اوتار لے کر راجہ سگر کے ساتھ ہزار بیٹوں کو ایک دم میں راگھ کر ڈالا تھا۔ لیکن نہیں ان کی قدرت کا مدد ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ارجن کے سپرد کرے گی چنانچہ یہی صورتیں سرسری کرشن جی کا دست راست بنکر دیوتاؤں کو افکار سے نجات اور نا بکاروں کو سزائے اعمال دیگا۔ بہتر ہو کہ آپ راجہ جد شستر کے پاس جا کر اُن کی دُعا کی کریں۔ ارجن کی خیر و عافیت سنائیں شستر و دیا کی تعلیم کا ذکر فرما کر سمجھاویں۔ کہ عنقریب ارجن فارغ التحصیل ہو کر حاضر ہوتا ہے۔ دیوتاؤں سے فنون حرب و ضرب کی تحصیل ضروری تھی کیونکہ اس کے بغیر بھیشم تیامہ اور ورونا چاس سے سربر ہونا خارج از امکان تھا۔ راجہ جد شستر کو یہ بھی نصیحت کر دیجئے کہ تیر تھوں میں اشنان کر کے پلکے غمری کو پاک کریں۔ اور اس تیرتھ جاترا میں آپ اُن کے رہنا اور محافظ رہیں۔ ارجن نے بھی بڑے ادب سے پیغام رسانی اور مرتیانہ رہنمائی کی۔ درخواست کی۔ چنانچہ لومس رشی وہاں سے نکلت ہوئے۔ اور عین اُس وقت جد شستر کے پاس پہنچے۔ جب وہ رشیوں اور برہمنوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا۔ اور ارجن کے انتظار میں چشم براہ اور گوش بر آواز مہر ہا تھا +

ادھیائے ۲۲

راجہ دھرتراشت کے یہاں میاس جی کی آمد
ارجن کے سرگ میں پہنچے اور شستر و دیا
سیکھنے کا ذکر۔ راجہ دھرتراشت کا خوف

کسی روز میاس جی راجہ دھرتراشت کے یہاں رونق افروز ہوئے اور دھرتراشت کی باتیں میں ارجن کا ذکر آگیا۔ میاس جی نے فرمایا۔ کہ ارجن تپشیا سے

فراغت حاصل کر کے سوگ لوک چاہنچا۔ اور اب راجہ اندر کے شہر دریا
 سیکھ رہا ہے یہ سنتے ہی راجہ دھرتراشت کے ہوش جاتے رہے۔ اس کی روح
 کانپ اٹھی۔ کہ لو۔ یہ اور غضب ہوا۔ ایک تو کڑوا کر بولا۔ دوسرے نیک چرما
 نے عالم پریشانی میں سنبھے کو یاد کیا۔ اور ارجن کی کیفیت بیان کر کے بولا۔ کہ ہائے
 مجھے عقل کے دشمن دیوہن نے جیسے جی مار ڈالا۔ میری زندگی بھر کی نیک نامی پر تہہ الگ
 لگایا۔ اور بھرت ہنسیوں کی جان الگ غصے میں ڈالی۔ ارجن یوں ہیں تیرے کا جی
 ثابت قدم۔ مرو میدان۔ قوی بازو اور باقبال جوان ہے۔ اب راجہ اندر کی شاہی
 میں نہ معلوم کون کون فرنگ جگاس۔ یاد کر کے آتا ہو گا۔ مجھے کوروؤں کی طاقت
 پر جو تھوڑا بہت بھروسہ تھا۔ بالکل جاتا رہا۔ کرن ہینک اول درجے کا طاقتور
 اور تیرا ناز ہے۔ مگر اس کا ارجن سے سر رہنا محال۔ اس کا دل موہ ہے بہادر
 کا دل نرم ہوا۔ تو سمجھ لو کہ مارا پڑا ہے۔ دروڑا چارج اور پچیسیم پنامہ یہ دونوں
 کے دونوں بڑے جیل ہو رہے ہیں۔ جوان اور بڑے کا مقابلہ کیا۔ آدمی اندر
 کے بھرے بیچ سکتا ہے۔ مگر ارجن کے تیرہ بلا ہیں۔ جس سے کوئی بچ سکے
 کیا مجال۔ ہائے اب خاندان کی تباہی میں شک نہیں۔ ہستنا پور کا طبقہ ان
 پٹ ہوا ہی چاہتا ہے۔ زمین خون کی بیا سی ہو رہی ہے۔ تیروں کی زبانیں پیاد
 مرگ بنا رہی ہیں۔ جیسے تو بہر وقت بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب ارجن کے رعب
 کی گرد گڑا بہت سنائی دی۔ اب کا کلاویو جیش کی ٹنکار کانوں میں گونجی
 اب نیر پر سنا شروع ہوئے۔ اور اب بھرت ہنسیوں کی لاش
 پلاش گری * * *

ادھیائے ۲۵
 سنبھے اور راجہ دھرتراشت کی گفتگو

راجہ دھرتراشت کی تقریر سن کر سنبھے بولا۔ مہاراج ادھیاج آپ کا

خیال ہے وہی شرفی ہے۔ در یو دھن نے جو نالائق حرکتیں کی ہیں۔ ان کا نتیجہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔ در ویدی کو برہمنہ کرنا زانو پر بٹھانے کے لئے ران پر ہاتھ مارنا حد سے زیادہ زیادتیاں تھیں۔ بھیم سین کی خون جو سننے والی قسم اور ران توڑنے کی پرنگیا زبانی جمع ختم نہ سمجھئے۔ وہ جو کچھ کہہ چکا ہے۔ کر کے رہے گا۔ میری تو ہر وقت جان لرزتی رہتی ہے کہ وہ دیکھ کیا ہونہار ہے۔

راجہ دھرتراشٹ نہ معلوم اس در یو دھن کی سمجھ پر ممکے پتھر پڑے ہوئے ہیں کہ اپنی عقل کے آگے کسی دوسرے کی عقل کو کچھ سمجھتا ہی نہیں بھیم سین تیار۔ در ونا جارح اور بد بھی سمجھاتے سمجھاتے مار گئے۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ مجھ کو خالی اندھا ہی نہیں۔ بلکہ عقل کا اندھا بھی جھٹاتا ہے۔ پھر میری بات کیا مانے۔ جس نے بڑوں کی بات نہ مانی۔ وہ آدمی ہی کیا۔ ایسے ہی لوگ اپنے خیال سے مات ہوتے اور اپنے ہاتھوں مارے پڑتے ہیں۔ ایک تو در یو دھن خود ہی عقل کا پورا افس پر شکمنی کرتا۔ در شاسن کی شد۔ سب سامنے اور بھی چار کر کے رکھ دیا۔ خیر میری صحت +

بانڈو جیسے سعادت مند ہیں ویسے ہی اُن کی شہرت بھی ہو رہی ہے اور سری کرشن چندر کی خاص نظر عافیت اور عورتوں کی خشم عنایت۔ اجین ہارلو جس سے لڑا جھگڑا۔ مار دھاڑ کی۔ اور اسٹے پاسیت استر لیا برن نے کندہ سی راجہ اندر شہر و دیاسکھا رہے ہیں۔ پھر کوئی کیونکر یقین کرے۔ کہ کورد ایک چوٹ بھی سہہ سیکھئے +

ادھیائے ۲۶

راجہ جد ہشتر کی اوقات بسری

جنگل میں راجہ جد ہشتر کی بسراوقات کی صورت کیا تھی۔ ہزاروں برہمنوں کی غورو نویشن کا اختتام کیونکر ہوتا تھا۔ اس استفسار پر پیشم پانن جی راجہ

جنگ سے فراتے ہیں۔ کہ

دھرم پتر راجہ جدھشٹر اور اُن کے بھائی روزمرہ پھل پھول بہم کرتے اور
ہر ن مار لاتے تھے جنگل کے باشندے بھی کندیل پھل حاضر کرتے اور انعام پاتے
تھے۔ راجہ جدھشٹر سب سے پہلے ساوہر سنت رشیوں۔ برہمنوں کو ان
کے بعد بھائیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ پھر خود کھا کر ورویدی کو سورج بھگون
جو ٹوکنی دے چکے تھے۔ اور حبیب ذکر اُپر آچکا ہے۔ اس کی برکت سے طرح طرح
کے کھانے پٹے پڑے رہتے تھے اور وہ اُس وقت تک خالی نہ ہوتی تھی جب
تک ورویدی نہ کھا چکے۔ یہی سبب تھا کہ ہزار ہا برہمن مع عیال و اطفال
ہزار ہا ساوہر سنت اپنی منڈلیاں لے ہوئے کام بن میں ڈیرا ڈالے دید پائے
اور کتھا بارتا کا آئند لوٹتے تھے۔ نہ کھانے پینے کی نہ اور کسی چیز کی تلاش جو
چیز تھی جدھشٹر کے یہاں سے بے منت خیرے ملتی رہتی تھی۔ راجہ جدھشٹر
کی طرح سب کی پرورش اور خاطر داشت کرتا تھا۔ ورویدی کے سلوک مادر
حقیقی سے رتی بھر کم نہ تھے۔ حالانکہ جنگل کی سکونت تھی۔ گھروں کا سامان
وہاں کہاں۔ مگر عام و خاص سب خوش و خرم نظر آتے تھے۔ بدن خست طبیعت
درست خلاصہ یہ کہ راجہ جدھشٹر انہیں اشغال میں رات دن بسر کرتے تھے اور
رشیوں میںوں کی خدمت گزاری اور دھرم کے خرواڈ کار میں پانچ برس گزار دیے

ادھیائے ۲۷

سری کرشن جی کے جوش غضب کا تذکرہ سننے کی نہانی

دھرتراشٹ اور سنجے بیٹھ بٹھ کر رہے ہیں گفتگو کیا ہے۔ وہی آموختہ پُرانا
سبق۔ رنج افسوس۔ خوف اندیشہ اسی سلسلہ تقریر میں راجہ دھرتراشٹ
ایک دفعہ گہرا کر بولا۔
ارے سنجے کیا کہوں دن کا عجب حال ہے وِزرات طرح طرح کے ڈراؤنے

خیال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ میں سوچا کرتا ہوں۔ کہ جب نکل اور سہدیو (اشوتی) کمار کے بیٹے) ہاتھی کے سے پانچے میدان جنگ میں بادل کی طرح گرج کر تیوں کا مینہ برساتینگے۔ جب بھیم سین کا گدا اندر کے بچہ کی طرح کوروں کا پھپھار کرے گا جب ارجن کے گاندیو دھنشن سے تیروں کی برسات ہوگی۔ تب یہاں کون ہمارے کون سورہر کون تیر تلوار کا دھنی ہے جو ٹکر لے سکے گا۔ میری دانت میں تو کوئی نہیں +

سنجے۔ آپ بہت درست فرماتے ہیں۔ میں بھی رہ رہ کے مہی سوچتا ہوں اور جب انجام کا خیال آتا ہے۔ تو جان سن سے اڑجاتی ہے آپ نے پہلے بھی کچھ نہ سوچا۔ لڑکوں کی محبت میں آپ نے بھی ٹہری غلطی کی۔ آپ کو چاہیے تھا۔ کہ کوروں کو بدعتوانیوں سے باز رکھتے مگر نہیں۔ جیوں جوں آپ سر چڑھاتے گئے تیوں تیوں ان کا ہوا اور ٹھٹھا گیا۔ زیادتی پر ایسی کمر باندھنی کہ آخر کار یہاں تک فوبت پہنچی۔ آپ نے کچھ سنا جس وقت ان واقعات کی خبر طشت از بام ہوئی۔ سری کرشن جی فوراً دوار کا سے اٹھ دوڑے۔ پنچال (پنجاب) سے درشت و من غصے میں بھرا ہوا لپکا ان کے علاوہ اور بہت سے راجے جہا راجے کام بن میں پہنچے اور جد جھڑپ سے اظہار ہمدردی کیا۔ سری کرشن جی جوش غصے آپ کے میں تھے۔ انہوں نے وعدہ کر لیا۔ کہ میں ارجن کا رتھ ہانک کر کوروں کو شرارتوں کا مزہ چکھاؤں گا۔ اتنی دولت دلاؤں۔ کہ تمام دنیا کے راجاؤں کے پاس نہ ہو۔ تم نے تلوار کے زور سے دولت اکٹھی کی تھی۔ تمام راجاؤں کو مطیع کر کے راجہ بیجاگ کیا۔ تمہاری سلطنت قریب سے جیتی گئی کچھ مضائقہ نہیں۔ میں اور بلدیو جی (بلدیو عرف بلرام) ابھی جلتے ہیں دیو من موٹاسن۔ کرن شکنی وغیرہ کہاں حج کے جاتے سب کی بوٹی بوٹی کاٹ کر تمہیں ہستنا پور کے راجہ سکھاسن پر بٹھائے دیتا ہوں +

راجاؤں نے سری کرشن جی کی دست قدرت کو سراہا۔ قوت بازو کی صفت میں تر زبان ہوئے۔ لیکن راجہ جد جھڑپ سے عجز و انکسار سے عرض حضور کی کہ۔

مہاراج - تیرہ برس تک جھہرہ برہہ بانی کیجئے میں نگلیا پوری کرلوں۔ تب آپ جو چاہے کریں مانگ ہیں +
 سری کرشن جی - خیر آپ کی خاطر ہے مگر یاد رہے - کہ جن لوگوں نے درویشی کی بیعت کی ہے ان کے خون سے زمین رنگ کر رہوں گا
 یہ نوکر کر کے سب نے راجہ دھرتراشٹ سے کہا - کہ اگر راجہ جدہشتر غصہ فرو نہ کرتے تو کورو کوکب کے سری کرشن جی کے ہاتھ سے قتل ہو چکے ہوتے ایک بھی اس وقت باقی نہ ہوتا - مگر اب بھی صحرا سے واپسی پر پانڈوؤں سے کوروؤں کی خیر نہیں +
 راجہ دھرتراشٹ - تمہارا خیال درست ہے - میں بھی یہی کہتا ہوں کہ بن باس کا تیرہواں برس گزرتے ہی آفت کا سامنا ہوگا - ایشور ہی خیر کرے +

ادھائے ۲۸

کوروؤں کی سرکوبی تمیدے بھیم سین کا اصرار - راجہ جدہشتر کی فمائش - برہہ سورش کی آمد باہمی گفتگو

ایک روز راجہ جدہشتر - درویدی بھیم سین نکل و سہیلو گوشہ تنہائی میں فکر مند بیٹھے ہوئے ارجن کی یاد کر رہے تھے - اتنے عرصے کی جدائی ان کو شاق ہو رہی تھی - انتظار میں دل بے چین ہو رہا تھا - آنکھوں میں آنسو ڈوبے ہوئے تھے چہرہ بالکل اواکس تھا - بھیم سین کی طبیعت زیادہ تر ملول تھی اس کو کوروؤں سے عوض لینے کا خیال اور بھی ٹپپاٹے ڈالتا تھا - اس نے صدیہ غم سے سیکڑا رہ کر راجہ جدہشتر سے کہا

بھائی صاحب! اب تو ارجن کی مفارقت برداشت سے باہر ہو گئی نہ جانے اس کا کیا حال ہے - ہے بھی کہ نہیں - میں نے ارجن ہی کے برتے پر ویرودھن بغیر کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے جب وہ نہ ہوگا - تو میں کیا کر سکوں گا +

اسی فکوس مجھے اس کی جدائی کا ایک لمحہ ہزار ہزار سال کے برابر معلوم ہوتا ہے
افسوس کہ آپ نے جو اکیلے کر ہم سب کی یہ حالت کر دی۔ شیروں کو مگرڑی کے
جالے میں پھنسا دیا۔ ہم چھتری ہیں۔ چھتریوں کا کام راج پاٹ کرنا ہے۔ نہ کہ بن
میں بسنا۔ کوروؤں نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے فریب کی سزا دینا ہمارا فرض
ہے۔ دشمن کو جس طرح ہوزر کرنا مناسب ہے نہ کہ اور طاقتور بنانا۔ آپ تیرہ
برس دھرم کا نباہ کرتے رہینگے۔ اس عرصے میں درلودھن اور بھی چوبامیاں ہو
ہو جائیگا۔ اس کی طاقت روز بروز کئی۔ تگنی ہوتی جائیگی۔ تیرہ برس کس نے
دیکھے ہیں۔ اس عرصے میں نہ معلوم کیا کیا انقلاب ممکن ہیں۔ بہت سے ہمارے
رفیق اور ہمدر راہے دنیا ہی میں نہ رہینگے۔ بہتوں پر درلودھن کا اثر غالب
آجائیگا۔ بہت سے راہے ہماری اگلی قحندوں کا بغض نکالنے کے لئے کوروؤں
ہی کا دم بھرینگے۔ بہت سے سوئمہر کی کرکری کا بخار نکالنے کو موقع وقت غنیمت
جائینگے۔ ممکن ہے کہ میں ہی بدلہ لینے کی ہوس دل میں لئے ہوئے آنکھیں بند
کروں۔ زندگی کا بھروسہ کیا۔ گھڑی میں گھڑیاں مشہور ہے۔ اس لئے بس
آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ آپ کے لئے راج کا انتظام کروں۔ سری کرشن جی کی
مدد اور ارجن کی طاقت ہمارے لئے کافی ہے۔ ہم ان کے بل پر ایسے ایسے
سینکڑوں دشمن چت کر سکتے ہیں۔ پھر نامل فضول۔ اندیشہ بیکار آپ فسط زبان
ہلا دیجئے۔ میں جاتا ہوں۔ اور سارے کوروؤں کو حلال کر کے ڈالے دیتا ہوں
مجھے میعاد اور مدت سے کچھ واسطہ نہیں۔ آپ کی رائے پر چل کر راج کھویا۔
پاٹ کھویا ولت اٹھائی۔ بن باس اختیار کیا۔ تیرہ سال کی جلاوطنی برداشت
کی۔ مدت معینہ کے بعد بھی ہمیں کس بات کی آس۔ کیا تیرہویں برس درلودھن
سوتا رہیگا۔ دیکھ لیجئے گا ہم لوگوں کے ڈھونڈنے کو کس طرح زمین آسمان
ایک کتا ہے۔ اگر سراغ چل گیا۔ تو پھر فرمائے کیا کر لیجیگا۔ یہی صحرا گردی ہوگی
ہم سب ہونگے۔ مصیبتیں ہونگی۔ اور بارہ برس کی جلاوطنی۔ چلیے اس طرح
ایک دن عمر ختم۔ اور زندگی کا فیصلہ۔ بالفرض ہم پوشیدہ ہی رہے کسی
کو پتہ نہ لگا۔ تو درلودھن اول تو کچھ دواں نہیں۔ اگر کچھ راج ملا بھی۔ تو کیا

کہیں جو سر چلی گئی ہے۔ آپ کیا پھر بائسہ کھٹکھٹائی میں گئے اس سے یہی بہتر ہے کہ میں جاؤں اور دشمنوں کا فیصلہ کر ڈالوں +

جد حشر نے بھیم سین کو گٹے سے لگا لیا پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سمجھایا پیار سے بھائی بہت پرش باشش جرات پر آفریں۔ بیشک دشمنوں کے لئے تم اکیلے کافی ہو۔ تمہارے سامنے کوئی موٹھیں اونچی نہیں کر سکتا تم جب چاہتے کوروں کا قیمہ کر سکتے۔ مگر نہیں ذرا اور صبر کرو۔ جہاں اتیک میل کہا جاتا ہے۔ میری رضا مقدر سمجھی ہے وہاں مجھ کو باقی مدت تک صبر کا نباہ کر لینے آدمی کی نیاں ہی ہوتی ہیں۔ قول مرداں جانا دارو۔ کیا فائدہ کہ تھوڑی سی عجلت میں اتنے دنوں کے پاس قول میں فرق آئے اور اہل زمانہ کہیں کہ پانڈوا ایک بات نہ نباہ سکے جو وقت تیرہ برس گزریں۔ میں پھر کچھ نہ کہوں گا۔ بہتیں اور ارجن کو اعتبار ہے۔ جو چاہے کرنا دخل دول۔ تو گنہگار

اور یہ گفتگو ہوئی رہی تھی۔ کہ برہد سورشی تشریف لے آئے۔ جد حشر نے بڑے ادب سے تعظیم دی۔ ڈنڈوت کر کے بٹھایا۔ مزاج پرستی وغیرہ کے بعد راجہ جد حشر نے کہا۔

رشی راج۔ آپ میری کیفیت تو سنی ہوگی۔ کوروں نے فریب سے سب راج جیت لیا۔ درویدی پر بدعتیں کیں تیرہ برس کے لئے جلاوطن کیا خیر یہ تو سب بھار۔ مصیبت پر مصیبت اور یہ ہو گئی۔ کہ ارجن کا تیرہ نہیں سنا تھا سوگ میں شستر دریا سیکھ رہا ہے پھر کچھ حال نہیں معلوم ہوا۔ آپ فرماں کہ آخر وہ کب تک آئیگا۔ افسوس میں کیسا بد نصیب ہوں۔ رنج ہی رنج سے کام رہتا ہے۔ تسکین قلب کی کوئی صورت ہی نہیں +

برہد سورشی آپ اپنے کو بد نصیب سمجھتے ہیں۔ غلطی ہے آپ کی موجودہ مصیبتیں مصیبتیں نہیں راحتوں کا پیش خیمہ ہیں۔ ان کا انجام بہت اچھا ہوگا کیا آپ نے راجہ دل کا حال نہیں سنا۔ اُس مہاتما راجہ نے جوئے کی بدولت وہ وہ مصیبتیں بھیلی ہیں جن کے مقابلے میں آپ کی تکلیف کچھ بھی نہیں وہ غریب اکیلا تھا اُس کی رانی بھی علیحدہ تھی۔ آپ پر تو ریشور کی مہربانی ہے۔

بجائی ساتھ۔ رانی تیرے سامنے۔ رشیوں برہمنوں کی ہر وقت صحبت
 راجہ جد ہشتر۔ میں نے راجہ نل کا حال نہیں سنا۔ تکلیف نہ ہو۔ تو
 بیان فرمائیے۔
 برہد سو رشی۔ سینے کہتا ہوں۔

ادھیائے ۲۹

راجہ نل اور رانی دینتی کی غائبانہ محبت
 ہنس کی سلسلہ جیبانی

نل دنیا کے تاجداروں میں بڑا ہی شکیل و جمیل اور نہایت ہی با فیض
 و نیرافرماؤ تھا۔ اس کے آفتاب اقبال کی شعا عین دور دور تک نکلا ہوا
 کو چاندھیاتی تھیں۔ بہت سے پرنپالی راجے اس کی اطاعت کو فخر سمجھتے تھے
 رعیت پروری مشہور روزگار تھی۔ طاقت کو جوش جوانی تھا۔ شجاعت با نط
 پڑی تھی۔ دلاوری میں پکٹاے آفاق۔ جوا نرو ی میں طاق۔ صفدری میں شاق
 تیر کے وحشی لوہا مانتے تھے۔ تلوار یوں کا نام سے دم نکلتا تھا۔ مالوے کو پاؤ
 تخت سلطنت سے زینت تھی۔ نگین کو نام سے عزت۔ رنواسن بھیم سین کی
 راجمارمی دینتی کے چہرہ عالم افروز سے جگمگاتا تھا۔ جب یہ دونو کو ہر وجہ حسن
 بیشمال رشتہ تعلق میں ہمسلک نہ ہوئے تھے اور ان کو اکب برنج جمال کا قران نہ ہوا
 تھا۔ طرفین کی صورت صیغ حسن طبع کی چار و انک عالم میں دھوم تھی۔ راجہ نل
 لوگوں کی زبان دینتی کے حسن گلو سوز کی تعریف سنکر غائبانہ محبت کے جوش سے کلیجہ
 راجہ نل کے جمال جہاں افروز کی خوبیاں سن سنکر غائبانہ محبت کے جوش سے کلیجہ
 لگا ہوئے تھی۔ دونو کا دل جذبہ عشق کی زنجیر میں جکڑا ہوا پہلو میں چین نہ لیتا تھا
 راجہ نل کے دل پر سچی محبت نے ایسی از خود رفتگی غالب کر دی کہ۔

اُس نے راجہ پاٹ چھوڑ چھاڑ جنگل کی راہ لی اور وہیں محبوبہ دل نواز و مشوقہ
سرایا ناز کی تصویر تصویر سے دل بہانے کی صورت نکالی ایک روز جنگل میں
ایک مہنس نظر پڑا راجہ نے کمپا لگایا۔ تو مہنس قابو میں تھا مہنس نے گرد گڑا
کر عرض کی کہ:-

”جہا راجہ۔ آپ مجھے آزاد کر دیں۔ تو وہ کام کروں کہ آپ خوش ہو جائیں
راجہ نل۔ کون کام؟
مہنس۔ دینتی کو آپ کی ساری کیفیت سنا دوں گا +

راجہ نل ہنسے اور خوشی سے اُس کو رہائی دی۔ مہنس اپنے بھجنوں کے
مجھنڈ کو ساتھ لئے ہوئے وہاں سے اڑا اور سیدھا دینتی کے پاس پہنچا
مہنس بڑے خوبصورت تھے ان کو دیکھ کر دینتی کا دل لگیایا۔ وہ خرام ناز سے اپنے
سایہ کا دل کچلتی آگے بڑھی اور چاہتی ہی تھی۔ کہ ایک نہ ایک مہنس گرفتار کرے
مگر جو ہیں ہاتھ مارا۔ سب کے سب ادھر ادھر نین تیر ہو گئے صرف وہ باقی رہا جس
نے راجہ نل کو زبان دی تھی۔ دینتی کی سہلیاں لونڈیاں باندیاں اور مہنسوں
کے پیچھے لپکیں۔ دینتی اُس مہنس کے سر جوئی۔ اُس نے اس کا پیچھا کیا۔ تو کچھ
فاصلہ نہ رہا۔ مہنس اس کا منتظر تھا۔ دینتی کو پاس دیکھ بولا +

اے مرقع حسن و خوبی و اسے تصویر آئینہ محبوبی آج سویرے سیرے کس
خوش نصیب کا منہ دیکھا تھا۔ کہ وہ صورتیں ایسی دکھائی دیں۔ جن کو اقبال و
مہتاب کہوں۔ تو مبالغہ نہ ہو۔ جنگل میں تو راجہ نل کو دیکھا۔ یہاں تم کو۔ راہ و
راجہ نل تو بڑا خوش نصیب ہے۔ دولت حکومت لیاقت کے ساتھ من مہر
بھی وہ پایا کہ باید و شاید۔ تجھے دیکھ کر ایثار کی دین کا قائل ہونا پڑتا ہے +

اے راجہ نل دینتی۔ سچ کہتا ہوں۔ اگر تو ایک نظر دیکھ لے۔ تو ممکن نہیں
کہ منہ سے اُف نہ نکل جائے ہاتھ سے کلیجہ تقاے بغیر کھڑی رہ سکے۔ راجہ نل
کی اگر چوڑی ہے تو تو اور تیری کوئی جوڑی ہے۔ تو راجہ نل کیا خوب ہو۔ کہ تو راجہ نل
کے آغوش محبت کو والدین کے مہر عافیت پر ترجیح دے کر اٹھتی جوانی کے
مڑے ٹوٹے اور راجہ نل کے گلزار حسن کی سیر سے آنکھیں چری رہے۔ اگر مہنس

تو زندگی کا لطف بہ منزلہ صفر۔ تو اس قیمتی موتی کی طرح دنیا کے بد قسمتوں میں ہوگی۔ جو کسی نازک اندام کی ناک میں پروئے جانے کے عوض کہیں کوڑے میں دباڑا ہو۔
 دینیتی کے بسم آشنا نازک نازک بھول سے ہونٹوں پر اس تقریر سے ہنسی اگئی۔ اس کا کھلایا ہوا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ اور وہی زبان سے بولی اکیسے مجھ سے کیا کہتا ہے راجہ نل سے بھی تو کہہ
 ہنس یہ سنتے ہی خوش خوش وہاں سے ہوا ہوا راجہ نل کے پاس آیا۔ اور کل کیفیت بیان کی *

ادھیائے ۳۰

دینیتی کے سو ممبر کی تیاری۔ دیوتاؤں کا جو ش
 نقش۔ نل کی پیغام بری۔ دینیتی کا دیوتاؤں
 سے انکار۔ راجہ نل کے ساتھ شادی کی ضماندہ

ہنس تو راجہ نل کے ذکر سے دل میں دبی ہوئی آگ کو بھڑکا کر چلتا ہوا
 دینیتی کے کیلجے کی ٹیس نے اس کے زخم پر رنگ چھڑکنا شروع کیا۔ اس کی بے
 چینیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں بے قرار دل میں درد کی چمک نے گویا بجلیاں
 بھردیں۔ اس کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ چہرے پر ہوا سیاں چھوٹنے لگیں۔ آہ سرد
 لوہار کی دھونکنی کو مات کرتی تھی چمٹم سر کیس بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی کو
 دھونڈھ رہی ہے جیسے سین کی نگاہیں تاڑتا رہیں بیٹی کی صورت سے تار گیا
 کہ حضرت عشق کی کارستانی ہے۔ اس نے فوراً سو ممبر کی ٹھہرا دی۔ اور اپنا ارادہ
 شہر کیا۔ دینیتی کے حسن و جمال کی شہرت عالمگیر تھی۔ کون تھا جس کی آغوش

اشتباہ تصور میں تنگ نہ ہوتی ہو۔ تمام راجے ہمارے راجے لاؤ۔ لشکر کے ساتھ مل کر
 کی طرف دوڑ پڑے ہر ایک کو یہی ہوس۔ کہ ایسی تصویر نور ہمارے ہی آنکھوں
 کے چوکھٹے میں جڑ جائے۔ راجہ نل بھی جذبہ محبت اور جوش الفت کی تحریک
 سے راہی مالوہ ہوا۔ حشم و خدم کا کیا پوچھنا۔ کوسوں تک ہمراہیوں کا پڑاؤ پڑا تھا
 راجہ نل ابھی راستے ہی میں تھا۔ کہ اندر۔ آگن۔ دھرم راج اور برن نے اُسی جگہ
 ہوئے دیکھا۔ صورت دیکھی۔ تو آنکھیں کھل گئیں۔ حسن جوانی نے تصویر حیرت
 نیا دیا۔ سمجھ گئے۔ کہ راجہ نل یہی حضرت میں۔ اور سوئمہر میں قسمت آزمائی کی حسن
 کیلئے جاتی ہے۔ انہوں نے راجہ نل کو ٹوکا۔ اور کہا

راجہ صاحب آپ مالوہ میں جاتے ہیں۔ تکلیف نہ ہو۔ تو ہمارا ایک پیغام
 دینتی سے کہہ دیجئے۔

راجہ نل کیسا پیغام؟

دیوتا لوگ۔ آپ صرف یہ کہہ دیں۔ کہ اندر۔ آگن۔ دھرم راج اور برن سوئمہر
 میں شریک ہوتے ہیں۔ چاروں میں سے جس کے ساتھ مرضی ہو۔ شادی کر لے
 راجہ نل۔ میرا پیغام پہنچانے میں نقصان ہی کیا ہے۔ مگر محلوں میں گذر
 کی صورت۔

دیوتا لوگ۔ ہم تمہیں ایک منتر سکھا دیں گے۔ جس کی تاثیر سے تم نظریے
 غائب ہو گے منتر سیکھ لو اور بے تکلف محل میں چلے جاؤ۔ کوئی روکنے والے نہ ہو گا۔
 راجہ نل نے منتر سیکھا اور سپردھا دہن پہنچ گیا جہاں راج کمار دیو دینتی
 سکھیوں پہیلیوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ راجہ نل سے راج محل کے در و دیوار پر
 ستارے چمک رہے تھے جو نہی راجہ نل سامنے پہنچا۔ تمام نازنینان مشتری مثل
 و جبینان زہر و جال و نگ۔ کہ گئیں چہرے پر نظر پڑتے ہی ٹٹکی بندھ گئی تھیں
 کو سکتہ سا ہو گیا۔ دل پر جیسے کسی نے ٹونا کر دیا۔ راج کمار دیو دینتی نے چھتی
 نظریے وہ موہنی مورت دیکھی اور مسکرا کر کہا

”کیوں صاحب آپ کون ہیں۔ یہاں کیونکر بے تکلف چلے آئے۔ نہ پر وہ
 نہ لحاظ۔ کیا دربان سب سو گئے۔ پاس بانوں کو سانپ سونگھ گیا۔“

راجہ نل - میں دیوتاؤں کا پیغامبر ہوں - میری کہیں روک ٹوک نہیں -
دینتی - آپ کی تشریف آوری کا سبب مجھے کلاس وقت عجیب حیرت ہے - سمجھ میں
نہیں آتا - کہ آپ کو دیکھ کر میرا کیا کب زول کیوں آپ سے باہر ہو جاتا ہے +
راجہ نل - دل بے قابو ہو جانے کی کیفیت آپ جانیں - میں تو صرف پیغام لایا ہوں +
دینتی - تو پھر فرمائیے +

راجہ نل - ممدوح الصدور دیوتاؤں نے فرمایا ہے - کہ آپ ان چاروں میں سے
ایک کو پسند کر کے ان کی آرزو پوری کریں +
دینتی - چاروں دیوتا مجھے اپنی عنایتوں سے معاف رکھیں - میں ان کے لائق نہیں
جس کو دل دے چکی - اسی کی ہوجی ہوں +
راجہ نل - بھلا ان دیوتاؤں سے بڑھ کر بھی کوئی اور ہے - جس کو آپ کا دل قبول
کرنا چاہتا ہے +

دینتی - جی ہاں وہ آپ ہی روپ ہیں - اُف اوہ - انتظار میں تڑپا تڑپا کر اڑھا
کر دیا - ہنس تو بھنس میں چنگر کھا ڈال کر انگ کھڑا ہو گیا - یہاں کھجے میں آگ سُلکی
کہ بڈیوں کا مغز تنگ پا کھلا دیا - تم مجھے جذبِ محبت کی داو دیکر خدمت میں قبول
کر لو صرف تمہارے ہی واسطے سو مہر کا ڈھنڈورا بٹوایا ہے +
راجہ نل - ایسے دیوتاؤں کے ہوتے میں کیا چیز ہوں - کہ تم نے محبت کا اتنا
اظہار کیا +

دینتی - بہت صحیح مگر

دل یہ قابو نہیں کچھ جس پہ یہ جا بے آجائے
چاند سا کیسا بدن سائولی صورت کیسی
دل نے آپ ہی کو پسند کیا - طبیعت آپ ہی کو چاہتی ہے - اس میں کسی
کا کیا اجارہ ہے

قمری کے دل نے کی محبت گلاب کی
الفت چکور کو نہ ہوئی آفتاب کی
دیوتا لوگ چاہے جیسے صاحبِ جمال ہوں - ان کی جنبشِ نظر میں چاہے

جیسی تاثیر ہو۔ مگر میں اُن کو آپ کے پاؤں کا دھوون بھی نہیں سمجھتی۔ میں آپ کو پہلے دل دے چکی ہوں۔ اب اس پر کون قبضہ کر سکتا ہے۔ پرانے مال پر کسی کا کیا اختیار۔ کیونکہ خود میسر ابھی اپنے دل پر قابو نہیں۔
 راجہ نل۔ میں اس وقت ان باتوں کا کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ دوسری حالت میں ہوں۔ دیوتاؤں کی پیغام رسانی مجھ پر فرض تھی۔ چنانچہ اس کا نباہ کرنا لازمی ہے۔

دینیتی۔ ہاں نباہ لیجئے۔ مگر سوئمیر میں ضرورت شریف لادیں۔ میں بھری سہا میں مر مخمل ہزار آنچھوں کے سامنے دیوتاؤں اور راجاؤں کو سوکھانڈر کا کرتہ ہارے گلے میں جیمال ڈال دوں گی۔ بس سب مراویں پوری سارے مقصد حاصل۔
 راجہ نل بہت خوب کہہ کر دینیتی سے رخصت ہوا۔ اور دیوتاؤں کے پاس آکر نتیجہ گفتگو سے اطلاع دی۔

ادھیائے ۳۱

سوئمیر میں راجہ نل کی بیداری قسمتِ گلے کی جیمال
 سنہنت دینیتی سے شادی۔ دیوتاؤں کے بران

آفتاب کی سنہری رو پہلی کرنیں گوشہ مشرق سے نمودار ہو کر چاروں طرف نور بھانے لگیں۔ اور صبحی مائل سپید صبح پر نگاہوں کا ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ راجہ دواروں پر روشن چوکیاں۔ بھروں کے میٹھے میٹھے رس بھرے بول سنا چلیں باغوں میں شاید انی گنی کلیاں منہ بندھی رہ گئی ہوں۔ ورنہ ہر جگہ پھولوں کا گلزار ہی کجلا نظر آتا ہے۔ اس وقت دینیتی کے سوئمیر کا نظارہ ہی کچھ اور ہے محض مشکل میں ہر طرف راجے ہی راجے نظر آ رہے ہیں۔ مکٹوں کے شب چراغوں سے

درو دیوار جگہ گار ہے ہیں۔ ہر ایک دینیتی کے نشہ محبت میں چور۔ اور شراب
الفت سے مخمور آمد آمد کے انتظار میں بے چین ہو رہا ہے۔ آنکھیں ایک طرف
دیکھنے کی ہوس میں پلکیں نہیں چھپکاتیں۔ کان پارسیب کی چنکار سننے کی اشتیاق
میں ایسے محو ہیں کہ کسی کی کچھ نہیں سنتے +

آخر دینیتی نرق برق پوشاک پہنے۔ زیور جواہرات میں غرق۔ ہر ہفت عروس
سے آراستہ لباس ناز و انداز سے پیراستہ۔ نور کے سانچے میں ڈھلی حسن عالم فریب
پر دل ہی دل میں اتلتی سہیلیوں، بھولیوں کے ساتھ رونق افروز انجمن ہوئی۔ جس
نے دیکھا۔ دل میں آہ کر کے رہ گیا۔ جس سے چار آنکھیں ہو گئیں۔ آپے میں نہ رہا ہاتھ
نررا کیلجے تھامنے کے لئے سینے پر پہنچ گئے۔ دینیتی ہاتھ میں جہاں لئے ہوئے
خوام و ناز سے دلوں کو کچلتی ہوئی صف بہ صف پھرنے لگی۔ اس کی سرنگین
اور شرمیلیں آنکھیں راجوں مہاراجوں کو غلط انداز نظر سے دیکھتی کیلیجوں کو بر ماتی اور
نامرادوں کی سنفش کو نظری کرتی ہوئی کسی کو ڈھونڈتی پھرتی تھی۔ مگر کسی
میں تصویر مقصد نظر نہ آئی۔ یہاں تک کہ تمام ادھاب محض محرومی قسمت پر فاف افسوس
کھتے رہ گئے۔ اور دینیتی خوشگی تو کہاں۔ جہاں پانچ شخص وسط محفل میں ایک ہی شکل
ایک ہی صورت ایک ہی وضع ایک ہی قطع کے جلوہ افروز تھے۔ خط و خال میں ذرا
بھی فرق نہ تھا۔ دینیتی کو بڑی حیرت ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے پانچوں کی شکل راجہ نل کی
سی ہے ان میں سے کس کو راجہ نل سمجھ کر جہاں پہنٹے۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑی ہوئی
سوچتی رہی۔ آخر اس نے دیوتاؤں کا دھیان کر کے عرض دعا کی۔ کہ اگر میری محبت
سچی ہے۔ اگر میرا جوش الفت بناوٹی نہیں۔ تو مجھے راجہ نل ہی کی آغوش محبت میں
جگہ ملے۔ اے اندھ۔ اے اگنی۔ اے جہانج اور اے برن مغالطہ دہی کی سند
نہیں۔ عشق صادق کی داد یہی ہے کہ میں وہی گوہر مقصود پاؤں جس کے لئے ظلم
الفت میں غوطہ لگایا ہے۔ دل ہی دل میں یہ عرض معروض کر کے اس نے پھر
صد رتوں پر نظر جمائی۔ تو عقل بولی۔ حیرت کا سبب۔ تعجب کی وجہ۔ پنڈت
دیوتاؤں کی شناخت کیا بیان کرتے ہیں +
اب تو جیسے دینیتی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے پھر غور سے دیکھا

تو وہ نمازوں کا سہارا نظر نہ آیا۔ پاس بھی نہ پہنچ سکے پانی۔ زمین سے بھی کسی
قدیر اور سنگ سے کچھ نہ سبھ لیا۔ کہ یہ چار خطبات دینا تھیں۔ اور راجہ تل وہ سب نہیں
کی نشست زمین سے بلند تھیں۔ اور اس کا سہارا نہ پہنچ سکی۔ اس کے پاس لگا سکے کا
ناکم مقام ہے۔ اس کے علاوہ اس کے راجہ تل کی ڈیٹائی پہنچنے کے قطر سے چھٹک
ہو سکے دیکھو۔ جن کی آہ و تیوں کی صفا کو اس کو کی تھی۔ دینی کی غرض سے
کسی کمل گئی۔ اس کے بارے میں اور راجہ تل کے گلے میں یہاں ڈال دی۔

بدلتی افروزان غفل میں جو یہاں نفس راجہ تل اور نقد کس تاہا تھا۔ سب
کی زبان سے واہ واہ نکلتے تھے۔ جو یہاں رست اور نو پست تھے۔ اٹھا سامعہ کے
لافتہ شے اور ڈھٹا تھے ہو کے چلتے پھرتے نظر آئے۔

یہاں پہلے کار و مینق پہلے شہر شہد اٹھا رستے راجہ تل کا وہ امن نکٹ لیا۔ اور
خاموش کھڑی ہو گئی۔ راجہ تل بولا۔ آفرین تھاری غفلت میں ہے۔ واقعی ڈھری ڈھنڈ
ہوئیں۔ وعدہ کرتا ہوں۔ کہ ہر وقت تمہاری مرضی مقدم ہے۔ یہاں لیا ہو خدا کی
سے کام کروں۔ جب تک وہم میں وہم ہے جس وقت تک جان میں جان
ہے۔ یہاں تک تمہاری صحبت زندگی کا عنصر ہے۔ اس وقت تک اس
تہا رہی اللہ کو چاہیے۔ لگا سکے۔ کہو تھو۔ فرق نہ ہو گا۔

دینی کے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ وہ ہر سہارے کو شش رہی۔ ان کے
آٹھا گیا۔ کہ میرے ہمارے راقہ ہو دیکھو۔ میں۔

چاروں دیتا ہے نظارہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کو اس سلسلہ
محبت سے تھا بہت ہی خوشی ہوئی۔ انہوں نے فطرت طرب سے راجہ تل کو فدا
فرما دو وہ زبان و سنک۔ یعنی

اللہ کے لایا کہ۔

(۱) تمہارے گلے میں تمام دیتا اصلی صورتوں میں روئی افروز ہو سکے۔
اور (۲) تمہاری ڈھری عمدہ طور سے نہایت ہو گی۔

اگنی دیکھو کہ ہر نماز ہو سکے۔ کہ۔

لا اچھ اور میں وقت یہاں کہیں سکے۔ دیکھو۔ میں اسی وقت وہیں ہی

موجود ہو گیا +

(۲) جولا چھوٹے پر تمہاری سکونت اُس لوک میں ہوگی۔ جہاں میری روشنی سے بھی بد جہان زیادہ جلوہ نور ہوگا
جہاں سخنِ سخن ہوئے کہ (۱) تمہارے ماتھے کی پکائی ہوئی ہر چیز ڈالتے ہیں
بے نظیر ہوا کرے گی

اور (۲) تمہارے دل کو ہمیشہ دھرم ہی سے تعلق اور واسطہ رہیگا +
بران دیوتا بولے۔ یہ لوگ اگلے میں ڈال لو اس کی خاصیت عجیب و غریب
کچھ کیوں نہ ہو یہ ہمیشہ تازہ رہتا ہے خوشبو کبھی کسی حال میں نہیں جاتی +
اب رہا۔ دوسرا برہان وہ بھی سن لو۔ بڑے کام کا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو۔ مگر
جب پانی چاہو گے۔ فوراً موجود ہو جائیگا۔ یہی نہیں۔ جس برتن کو دیکھ دو گے
لبریز ملیگا۔

چاروں دیوتا یہ برہان دیکھ رہے ہیں نظر سے اوجھل ہو گئے۔ صاحبانِ بزم
حیران رہ گئے۔ کہ بات کیا تھی۔ سو منبر ہو گیا۔ سب راجے مہاراجے اپنی اپنی
راجدھانیوں کی طرف لیے پڑے بھیم سین راجہ تل کا سا دانا دیا کر پھولا نہ سمایا
اس نے بڑی دھوم دھام سے شادی کی بہت کچھ وہنیر دیا مفلوک مالامال اور
نادار خوشحال ہو گئے۔ شادی کے بعد راجہ تل وینتی کو لئے ہوئے اپنی راجدھانی
کو آیا۔ جوانی کی امنگوں کے حوصلے نکلے۔ شباب کی ترنگوں کا کوئی ارمان باقی
نہ رہا۔ خیر و خیرات سے ساون بھاؤں کی جھڑی گرد ہو گئی۔ پور کچھ دلوں کے بعد
اشومیدہ جکیہ کیا +

اوپلے ۳۲

کلجک کی فتنہ پرازی۔ قمار بازی۔ شکر کی حیت راجہ تل کی بار۔

وینتی کا سو منبر ہو چکا۔ راجہ تل کے ساتھ شادی بھی ہو چکی مگر کلجک اس

وقت تک خواب خرگوش ہی میں رہا۔ ایک روز وہ دیوتاؤں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد پوچھا۔ کہ سوئمہ کب بے میں بھی جانے والا ہوں۔ دیوتا بولے +

تم اب تک کہاں سو رہے تھے۔ سوئمہ کا کیا ذکر و مینتی اور راجہ مل نہ معلوم کب سے ان کے پرانے بھی ہو گئے۔ اتنا سننا تھا کہ کلجک آگ ہو گیا۔ چہرے آگ کی سی لٹیں نکلنے لگیں غصہ ضبط نہ ہوا جوش غضب میں یوں نہر اگلنے لگا +
اومینتی میں سمجھ پر جان و دل تیرے فراق میں دم توڑوں۔ تو دوسرے کی بغل میں جا بیٹھے مجھ کو خبر بھی نہ ہو رہ مڑ چکھا تا ہوں۔ راجہ مل کو وہ سراپا دلوں۔ کہ اُس کی بھی مٹی خراب ہو۔ اور سمجھ کو بھی سینکے نہ بن پڑے +
دیوتا لوگ کلجک کی آتش غضب شعلہ زن دیکھ کر بولے۔ کہ کلجک بھگوان غصہ تھوک ڈالے زیادہ حرارت اچھی نہیں ہوتی۔ راجہ مل بٹھا دھرتا راجہ ہے و مینتی اُس کے لائق تھی۔ البتہ رگی تجویز کی ہوئی جوڑی پر کسی کو حرف رکھنے کا منہ ہی کہاں جو کچھ شدنی تھا ہوا۔ اور جو ہوا۔ وہ بہت اچھا ہوا۔ اگر آپ راجہ کو بد و عاویٹے۔ تو آپ ہی کی بات جائیگی۔ اُس کا کچھ نہ بگڑے گا اس سے شعلہ غیظ و غضب پر پانی ڈال دینا ہی اچھا +

دیوتا لوگ تو یہ کہہ کر نو دو گیارہ ہو گئے مگر کلجک کی رگ ٹیڑھی سی سی سی نہ ہوئی۔ اس نے غم کیا کہ تو سہی راجہ مل کا سب راج پاٹ چھو کر جنگلوں کی خاک پھینکو اول اور وہ کارستانی کروں کہ نہ ہو و خاوند کا منہ دیکھ سکے اور نہ خاوند جو روکا +
کلجک بھگوان موقع کی تاک میں تھے۔ راجہ مل رو بہ بازی گردش ایام سے غافل۔ عیش و آرام میں مست تھا۔ بارہ برس بڑے لطف سو گزرے

جام طرب بہ ایک گھڑی بادہ ریز تھا

نظارہ فرشتے کل پہ عجب لطف خیز تھا

اب لکھی بدی سینے دیکھتے تیرنگی فلک کیا شعبہ بازی کرتی ہے راجہ مل دھرم کرم اوزت نیم کا بڑا پائیدار تھا۔ آندھی آئے پانی برسے کچھ ہو مجال کیا۔ کہ فرائض میں ناغہ یا ویر سویر ہو۔ اتفاق کی بات ایک روز راجہ پیشاب کر کے بے ماتھ پاؤں

دھوئے سندھیا میں مشغول ہو گیا۔ ذرا سی ناپاکی کلجاک کو پھیل گئی۔ وہ تاک لگائے تھا ہی فوراً جسم غصہ صری میں داخل ہو گیا اور عقل و دماغ کی کایا پلٹ دی بعد ایک دوسری شکل میں راجہ نل کے بھائی لشکر کو اکسایا کہ راجہ نل کے ساتھ جوا کھیلے شرط راج پاٹ کی ہو اور بازی ہار جیت کی لشکر کھلاڑی تھا۔ اس بات کو مفید طلب سمجھ کر راجہ نل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کلجاک ہلچل پانسہ بن کر ساتھ ہوئے جس وقت جوئے کی بات چلی۔ راجہ نل تاب نہ لاسکا چو نہ بچھا دی اور بازی شروع ہوئی۔ عزیز و اقارب روکنا چاہتے تھے۔ مگر راجہ نل کے رعب سے ہوا نہ پڑا سب بیٹھے بیٹھے دیکھا کئے اور راجہ نل نے تاج و تخت مال و ملک دولت و ثمن گھوڑے ہاتھی اور رتھ وغیرہ سب ہار دیے پاس ایک چھفنی نہ رہی۔ جس وقت اراکین دولت و امراء سلطنت نے تمہار بازی کا حال سنا۔ سب رانی دینتی سے فریادی ہوئے۔ رانی اسی وقت اکھ دوڑی۔ راجہ سے کہا اٹھیے چلیے۔ وزراء دولت و غنا سلطنت مشتاق پابوس میں مگر وہاں کون سنتا تھا۔ راجہ نل کے کانوں پر جوں تک رنگی۔ آخر سب قسمت کو ٹھونکتے واپس گئے۔ اور وہی ہوا۔ جس کا سب کو اندیشہ تھا یعنی راجہ نل کے پاس گوشت پوست کے سوا کچھ ہار سے نہ بچا۔ جب راجہ نل اپنے پیکر غصہ صری کو داؤں پر رکھنے لگا۔ تو دینتی بہت ہی گھبرائی۔ اس نے قسمت ٹھونک کر اپنے بیٹے اور بیٹی کو اپنے باپ کے گھر کندن پور میں پہنچا دیا تھا۔ ان کو پہنچا کر پھرا تو مالوے میں ناموافق ایام کا خیال کر کے اجدو دھیا کے رتورن کی ملازمت اختیار کر لی +

ادھیائے ۳۳

راجہ نل کی تارک الوطنی۔ رانی دینتی کی ہمراہی گریز
قسمت کا اشلخہ۔ پلبوس پر کلجاک کی دستبرد

پانچہ راجہ نل کے ساتھ بدی کر چکا۔ کوئی بازی بات نہ لگی جب دیکھا رنگ
 بدرنگ۔ پشکر نے بالکل تنگیا لیا و انتوں پر چھیلن بھی نہ باقی رکھا۔ اب راجہ نل
 کرے تو کیا کرے آخر ماتھے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ رنج کی انتہا نہ تھی۔ راجہ پشکر
 مجسم کلجنگ ہو رہا، اُس نے اس حالت میں بھی ایک چرکا لگایا۔ راجہ نل کو
 ادا اس اور چلتے ہوئے دیکھ کر بولا۔ کہ اب بھی جو کچھ ہو۔ واول پر رکھ دو۔ ایک
 بازی اور سہی بھاگنے کی سند نہیں۔ یہ تقریر راجہ نل کے پیچھے میں کاٹ کر گئی
 مگر وہ ضبط کر گیا۔ اس نے سب زیور و لباس اتار کر رکھ دیے۔ اورانی منتی
 کو ساتھ لیکر وہاں سے روانہ ہوا۔ راجہ نل کی اس وقت کی بیکسی عجب مہوناک
 تھی۔ رانی اور راجہ کے بدن پر صرف ایک ایک ستر پیسہ کوڑی یاس نہیں
 کھانے پینے کا سہتا نڈارو۔ مگر خیر اُس نے سے
 ہرچہ باوا باو ماکشتی در آب انداختیم۔

کہہ کر جنگل کی طرف رخ کر ہی دیا۔ راجہ کو اس وضع و لباس میں جانے دیکھ کر
 اہل شہر تعجب ہوئے ہر کوچہ و بازار میں کہرام مچ رہا تھا۔ عامہ خلایق کی آنکھیں آنسوؤں
 کا دیا بہا رہی تھیں۔ نالہ و بگر خراش تھیر کے دلوں کو گچھا رہے تھے۔ راجہ پشکر کو
 دیر لایا کا جوش رفاقت دیکھ کر اور بھی انگاروں پر لڑتا۔ اُس نے ڈھنڈو دیا پٹوایا۔
 کہ خبر وار خبر وار کوئی شخص راجہ نل کی رفاقت نہ کرے۔ اگر حکم کی خلاف ورزی
 ہوگی۔ تو سر ہوگا اور تلوار۔

رعایائے مالوہ راجہ پشکر کے خوف سے گھروں کو واپس آئی اور راجہ نل و منتی
 کو لئے ہوئے جنگل کی طرف راہی ہوا۔ تین دن تک جنگل کی خاک چھانی۔ پیٹ پیٹھ
 سے ٹک گیا۔ آنتیں خشک ہو گئیں۔ مگر کھانے پینے کا کیا ذکر منہ پرانی کا پھینا
 پڑا۔ تین دن کی بھوک پیاس جان پر کیا قیامت توڑتی ہوگی۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل
 نہیں۔ آہ تین روز پہلے جس کے منہ کا اگال انہائے زمانہ کے لئے تمام نعمتوں سے
 زیادہ قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ آج وہ جنگل کی ٹھوکر میں کھاتا پھرتا ہے۔ اور کہیں کہیں
 دانہ نصیب نہیں ہوتا۔ اسے برسوں۔ اترسوں جس مہارانی و منتی کی پالنے کے
 ایک سے یا قوت بہن پیدا ہوتے تھے۔ آج پیاس کی شدت نے اُس کے گھر

میں ایسے کانٹے ڈال دیئے ہیں کہ وہ تھوک بھی نہیں سکتی +

بھوک پیاس کی مصیبتیں بھیلے بھیلے تین دن کے جوہیں چوبیس گھنٹے نہ معلوم کیونکر کئے تیسرے روز راجہ نل سے اپنی بھوک پیاس ضبط نہ ہونی نہ رانی کو بے آب و نہ دیکھا گیا۔ اُس نے اپنا چادرہ اتارا اور شکاری پھندوں پر ڈال دیا کہ نہ اُڑ سکیں اور آج پیٹ کی زورخ بھرنے کے کام آئیں۔ مگر قسمت سیدھی نہ تھی۔ خود دام مصیبت کا شکار ہو گیا۔ پرند فوراً اڑ گئے۔ اور کپڑا بھی انہیں کے ساتھ اوج ہوا پر پرواز کر گیا۔ راجہ نل حیران کہ اسے گردش قسمت یہ رنگ ہی کیا ہے وہ آنسو بھرنی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ کہ پرند اوپر

ادب و خوف۔ حلق کے اندر سے ہر دم پرند نہیں وہی پانے ہیں جنہوں نے تیری یہ گت بنائی ہے۔ تو اس کپڑے کے سنے روتا ہے۔ ہر دم گوشت پوست کے سوا بدن پر رنگوئی بھی نہ رہنے دیں گے جانے سننے بن کی ہوا کھا۔ راجہ نل نے رانی کے آگے سر دے مارا کہ ہائے ایک کپڑا تھا۔ وہ بھی قسمت سے اتر گیا۔ اب کیا کریں۔ رانی نے راجہ نل کے ساتھ آنسو ڈال کر اسے تسلی دی۔ اور دونوں ہاں سے چکر و نہ دھیا چل کے قریب پہنچے۔ یہاں ویرا ہر تھا۔ ایک ٹھکانہ کی طرف دوسرا گوشل دیش کی جانب۔ راجہ نل نے دیشتی سے کہا +

تمہارا میکا یہاں سے نزدیک ہے بہتر ہے۔ کہ تم باپ کے گھر چلی جاؤ میرے ساتھ تمہیں تکلیف پہنچی۔ وہاں آرام تو ملے گا +

رانی دیشتی۔ آفرین اس سچہ پر۔ میں اور آپ کو بھوکا پیاسا بن میں چھوڑ دیں آپ طاقت بنانے کی اچھی ترکیب تانتے ہیں۔ میں جا کر راجہ کے سکرا اٹھاؤں اور آپ جنگلوں کی ٹھوکیں کھاتے پھریں۔ واہ +

راجہ نل بیشک دوست اور عورت کی آزمائش مصیبت ہی کے موقع پر ہوتی ہے۔ مگر تم اس سے متشنہ ہو۔ تمہارے جوش رفاقت اور صدق ارادت کا مجھے پوری طرح یقین ہے۔ ہر کہ شک آرد۔ کافر گرد۔ مگر نہیں میں صرف اس غرض سے کہتا ہوں۔ کہ ماضی تکلیف اٹھانے سے کیا فائدہ۔ تمہارا گھر یہی میں رہنا ٹھیک +

رانی وینتی - یہ تو سب دہلیات ہے - ہاں سو بات کی ایک یہ ہے - کہ اگر آپ بھی کندن پر چلیں - تو میں خوشی سے جانے کو تیار ہوں یہ ذمہ میرا کہ آپ کے ساتھ میرے پتا کا برتاؤ بہت ہی اچھا رہے گا - تدبیروں کے تپے ہلکیں بچھائینگے - آنکھوں سے تلوے نہ سہلائیں - تب کی سند

اوصیائے ۳۴

راجہ نل کی رانی وینتی سے علیحدگی - رانی کی پریشانی و سرگردانی - آخر چندیری میں گزر اور حالت بیکسی میں قیام

جس وقت رانی وینتی نے راجہ نل کو اپنے میکے میں چلنے کے لئے تحریک کی راجہ نل آنکھوں میں آنسو بھرا لایا اور بولا :-

پیری میں تمہارے پتا کے گھر کو بھی اپنا ہی گھر سمجھتا ہوں - ضرور چلتا مگر اس بے سرو سامانی و خانہ ویرانی کی حالت میں کیا منہ لیکر جاؤں - یوں کس صورت و کھائی جائیگی - اس سے جنگل ہی کی خاک چھاننا بہتر

اس وقت کی بات ہمیں کی نہیں رہ گئی - اور دوسری باتوں نے رانی اور راجہ کے خیال کو اور ہی طرف متوجہ کر لیا - ایک روز راجہ نل کو پھر رانی وینتی کی تکلیف کا خیال ہوا - اس کا دل بھرا آیا - سوچنے لگا - کہ ایسی پتی بڑا رانی کی ننھی سی جان پر مجھ بد نصیب کے سبب سے یہ مصیبت - کہاں پھولوں کی بیج اور کہاں صحرا سے پر خار ہائے سورج - چاند جن تلووں کو دھو دھو کر پیٹے تھے - آج اُن کے اگلے برہنہ پائی کی تکلیفوں سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں - اس سے نازک اندام رانی کی پریشانیوں دیکھی نہ جاتی تھیں وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح رانی جیاتی پر پھر کر اپنے باپ کے گھر چلی جائے - تو اکیلی جان لئے ہوئے مصیبتوں کے دن کاٹوں اسی غلیان اور اسی خلفشار میں ہوتے ہوئے ایک دھرم سالے میں سانی

ہوئی۔ راجہ نے وہاں بستر لگایا۔ رانی تھکائی سے بالکل پست ہو رہی تھی۔ جو میں
 ہاتھ پر سر رکھ کر لیٹی۔ آنکھ لگ گئی۔ راجہ نے سوچا کہ اس سے بڑھکر علیحدگی
 کا موقع نہیں۔ رات کا وقت۔ رانی نال خواب۔ پس چپکے سے کھسک جاؤ۔ جب
 رانی جاگی۔ تب آپ پہنچا پکے گھر کا راستہ لیگی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ رانی
 کی آؤھی چاند بھاری۔ اور اس کو اوڑھے ہوئے چلتا پھرتا نظر آیا۔ تھوڑی ہی
 دُور گیا تھا۔ کہ جوش حجت نے قدم پکڑ لئے۔ اُنہیں پیوں لوٹا۔ اور آکر رانی
 کے سر ہانے بیٹھ گیا۔ اور منہ دیکھ دیکھ کر زار زار رونے لگا۔ تھوڑی دیر آنسو
 بہا کر پھراٹھا۔ چلا اور پھر واپس آیا۔ راجہ نل نے پانچ مرتبہ یوہیں پاؤں کا سینچر بنایا
 اس سے رانی کی جدائی گوارہ نہ ہوتی تھی۔ آنکھیں اس تصویر نور کی آنکھوں سے
 اوجھل ہوتے دیکھ کر خون کے آنسو بہاتی تھیں۔ مگر کلچک نے راجہ نل کی عقل پر ایسا
 پروہ ڈال دیا تھا۔ کہ آخر کار وہ ایک مرتبہ چل ہی کھڑا ہوا۔ اور آندھی طرح جنگل
 میں جا کر ایک درخت کے نیچے لیٹ رہا۔ نیند غالب تھی۔ زمین پر پیٹھ لگتے
 ہی آنکھیں جھپک گئیں۔

اب کھڑیالی نے صبح کا گجر بجایا۔ مرغ سحر نے بانگ دی۔ آفتاب نے گوشہ
 مشرق میں جمال جہاں افروز دکھایا۔ رات بھر غالب رہنے والی روشنی سے پھر کوہِ خاکی
 منور ہونے لگا۔ نسیم سحر کے جھونکوں سے دینیتی کی آنکھ کھلی۔ انگڑائی لیتے ہوئی
 اٹھ بیٹھی۔ آنکھیں مل کر دیکھا۔ تو راجہ نل نہادو۔ چادر آؤھی غائب رانی کی جیسے
 جان نکل گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکا دیا ابل پڑا۔ کلیجے کی تڑپ پسلیاں
 توڑنے لگی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اوڑھ اُودھ ڈھونڈتی اس طرف سے
 اُس طرف دیکھتی بھالتی جنگل کی طرف چل پڑی۔ رانی کی دردناک جستج سے جنگلی جانور
 کی چھاتی پھٹتی۔ گریہ و زاری سے درختوں کا کلیجہ ہلا جاتا تھا۔ اس کے ہونٹ خشک
 ہو رہے تھے۔ چہرہ بالکل مڑجھا گیا تھا۔ اُس کی یہ جگر خراشش آواز پھر سے پھر
 دلوں کو بھی تڑپا رہی تھی۔ کہ نامے پران ناتھ۔ کہاں ہو۔ جھے اکیلا چھوڑنے
 کی وجہ بصورت سے ایسی نفرت کیوں۔ آخر کار۔ کوئی خطا۔ کوئی قصور ہ
 افسوس۔ کہ اس وقت ہاتھ میں انگوٹھی بھی نہیں۔ جس کا ہیرا ہی رفاقت

کرے۔ ہائے جان کیونکر نکالوں۔ دم کیسے توڑوں +

رانی کی پریشان حالی ایک ایک لمحے پر سیر کی سواری ہوتی جاتی تھی۔ اس کا دل تڑپ کر پہاڑ سے نکلا بھاگتا تھا نہ کچھ کھانا نہ پیتا۔ نہ آنکھوں میں نیند نہ پاؤں میں قرار اس نے تین دن تک برابر جنگلوں کی خاک اڑائی۔ گوشہ گوشہ جھان ڈالا۔ مگر راجہ نل نہ آج ملتا ہے نہ کل۔ رانی کو پاؤں توڑتے ہوئے ۲۷ گھنٹے گزر گئے پھر بھی اس کا قدم آگے ہی پڑتا جاتا تھا۔ وہ جاتے جاتے آخر کار ایک جنگل میں پہنچی۔ جہاں بشٹ اور بھرگو کے سے رشی منی مہبود حقیقی کی یاد میں محو دنیا کو اپنے تپو بل سے تھامے ہوئے تھے۔ رانی ان کی خدمت میں پہنچی اور ڈنڈوت کر کے گھڑی ہو کر آنسو پینے لگی۔ رشیوں نے اس پیکر نور کو دیکھا۔ تو آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی۔ حسن مصفا پر لاکھ نظر جمائے تھے نہ جہتی تھی۔ انہوں نے دریافت کیا :-

”زہر و برج خوبی و زیبائی مشتری سپہر رعنائی“

تھم بن دیوی ہو یا پہاڑ کی ماما۔ کیا کر یا ہوئی ہو دشمن وٹے +
و مینتی۔ میں دیوی نہیں۔ دنیاوی عورتوں کی پاؤں کی خاک۔ راجہ بھیم سین کی بد نصیب بیٹی راجہ نل کی بد قسمت رانی ہوں۔ پران پتی جوئے میں سب راج پاٹ پار گئے مجھ کو ساتھ لیکر بن کی ہوا کھاتے کھاتے مجھے اکیلا چھوڑ کر معلوم کہاں چل دئے۔ انہیں کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں آنکلی ہوں۔ تین روز سہ ماہتے ہو گئے کہیں تپہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے دن پورے ہو گئے اتنی گھڑی جلد آئیوالی ہے۔ دو چار روز اور دیکھتی ہوں۔ اس کے بعد بھی پران کا ویدارتہ نصیب ہوا۔ تو جان دے کر اس رنج و غم سے بچھا چھڑاؤنگی +
رشی رانی کے جان خراش حال سے متاثر و متاسف ہوئے۔ انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ اوریوں شفقت دی کہ۔

رانی دینتی دل کو ڈھارس دے کچھ دنوں صبر کر تیرے عروج اقبال کے دن آہستہ آہستہ چلے آتے ہیں۔ یہ دن کٹ جانے دے۔ پھر تو ہوگی۔ اور راجہ نل ہوگا۔ اور سب وہی اگلا ساٹھاٹ باٹ۔ وہی راج پاٹ

اس وقت تک جو کچھ ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ یہ سب گلچن کی کارستانی ہے
مگر اس سے گھبرانا فضول۔ ہماری ریاضت سے کھلی ہوئی آنکھیں اُس
زمانے کو قریب دیکھ رہی ہیں۔ جب سنبھ آئند ہی آئند ہوگا۔ وینتی دل
کی محویت سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ کہ دفعۃً چونک پڑی۔ دیکھتی ہے تو
تو وہاں کوئی رشی ہے نہ تپسوی نہ ندی اور نہ پھولے پھلے درخت حیران
کہ معاملہ کیا ہے۔ یہ عالم بیداری ہے یا خواب۔ آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر
دیکھا۔ کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ آخر گرداب حیرت میں ڈوبی ہوئی وہاں سے چلی
اور راجہ نل کی تلاش میں پاؤں تھکانا شروع کئے۔ وہ سارا دن اور پہاڑ
سی رات کیونکر گئی۔ وینتی ہی کا دل جانتا ہوگا۔ دوسرے کو کیا خبر نہ یارے
نہ دنگارے بیک بینی دو گوش جنگل میں ٹاپتی پھرتی۔ اور نا کامیوں پر
اٹھ اٹھ آنسو روتی تھی۔ دوسرے دن چلتے چلتے ایک قافلے میں گزر ہوا۔
اہل قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے اپنے دھندوں میں مشغول تھے۔ یہ آویں
کی صورت دیکھ کر وہاں پہنچی۔ اور ایک ایک کو پوچھتی پھری۔ کہ کہیں راجہ
نل کو فقیرانہ لباس میں تو نہیں دیکھا۔ اُس کو جو امیدیں وہاں لے گئیں تھیں
وہ جواب نفی سے متبدل ہو مایوسی ہوئیں۔ اور اس کی تشنہ ویدار آنکھوں
کو تکلیف دہی شراب سے اور رونا آیا۔ اس کا رواں کا قافلہ سالار بہت
نیک دل تھا۔ اس نے اس کی بے چینیوں کا مشاہدہ کیا۔ تو اپنے پاس بلا یا
صورت و سیرت پر عیش عیش کر کے گردش ایام پر آنسو بہائے۔ گزشت
سنی۔ اور بڑی ہمدردی کیساٹھ کہا :۔

اے سرمایہ صن و جمال واسے نازنین ہر تھال۔ تیری آنسو نہ حالی دیکھی
نہیں جاتی۔ دل کی پریشانیوں روئیں روئیں سے ظاہر ہو کر دیکھنے واسے کیا
کلیجہ ملتی ہیں۔ میں اپنے کو خوش نصیب سمجھتا۔ اگر راجہ نل کا پتہ بتا سکتا مگر
آنسو اس پر شرف مجھے حاصل نہ ہو سکا۔ میں نے یہاں شیروں مایوں اور
جنگلی جانوروں کے سوا کسی آدمی کی صورت ہی نہیں دیکھی +
وینتی۔ خیر یہ میری قسمت۔ مگر کیا آپ بنا سکتے ہیں۔ کہ آپ کا عزم اب کدھر

کا ہے ۹

قافلہ سالار - چندیری کی تیاریاں ہیں۔ اگر تمہارا بھی قصد ہو۔ تو بے تکلف چل
 چلو میں بڑی حفاظت کے ساتھ بہت اچھی طرح جہاں جانا ہوگا۔ پہنچا دوں گا +
 ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہی بہت ہوتا ہے قافلہ سالار کی ہمدردی نے
 دینتی کے بے قرار دل کو کسی قدر سنبھالا۔ اس کو آس ہوئی۔ کہ جنگلوں میں ماری
 ماری پھرنے سے تو جان بچ گئی۔ اچھا ہے کہ چندیری ہی میں زندگی کے کچھ دن بسر
 ہوں۔ اس خیال نے اس کو قافلہ سالار کے ہمراہ کر دیا۔ اور وہ اُس کی دستگیری
 سے چندیری کی طرف چلی۔ چلتے چلتے کئی روز ہو گئے۔ ہر روز ایک نئی منزل
 سے سامنا تھا۔ ایک روز ایک تالاب کے کنارے قافلہ اتر اچب رات کو سو
 اسائی ہو گئی۔ تو ایک عجیب آفت نازل اور قیامت پر پڑا ہوئی۔ جنگلی ہاتھی قافلہ
 ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور لگی مار پیٹ ہوئے۔ تمام قافلے میں ہل چل مچ گئی صد
 آدمی جھپٹ میں آکر نشانہ اجل ہو گئے۔ صد ہا جان لیکر جہاں سینک سہا بھاگ
 گئے۔ جو باقی رہے۔ اُن میں سے بھی کئی درخت پر کوئی اور گہیں خلاصہ یہ کہ
 ساری رات ہنگامہ قیامت برپا رہا۔ سب کو جان کے لالے پڑے تھے۔ بڑی
 مشکلوں سے صبح ہوئی اہل قافلہ ایک ایک دو دو کر کے پڑاؤ پر آئے۔ سب
 حیران کہ قیامت کہاں سے ٹوٹ پڑی۔ کون بلا لگئی۔ جس نے اتنا خون خرابہ
 کر ڈالا۔ اسی ذکر مذکور میں کسی زبان سے نکلا کہ بھائی ہونہ ہو۔ یہ آفت اُسی نازک
 اندام سمن فام عورت کی بدولت نازل ہوئی۔ جو ہمارے قافلے میں نوداد ہے دینتی
 نے کانوں میں یہ بھنک پڑی۔ تو جان اڑ گئی۔ وہ گھبرائی۔ کہ اب خیریت نہیں طے
 ی بلا بندر کے سرروانی مثل ضرور صادق آئیگی۔ وہ اس اندیشے میں دل ہی دل
 میں کانپ اٹھی اور سر پر پاروں رکھ کر بھاگی۔ تو پھر کبھی قافلے کی طرف نہ دیکھا
 تھوڑی دیر میں آفتاب اوجھا ہوا۔ قافلہ سالار نے لوگوں کی صورت دیکھی تو
 ہر ایک کے دل میں یہی ڈر سمایا۔ کہ کہیں رات والی کالی بلا پھر تو نہیں آئی قافلہ
 سالار نے فوراً حکم دے دیا کہ اب یہاں ٹھہرنے کا کام نہیں سب آخر بخیر سمیٹ کر
 چلیں۔ لاشیں وہیں جلتی ہوئی دھوپ میں چھوڑ چھوڑیں۔ اور قافلہ بے ڈر گستا

ہوا کچ کر گیا۔ دمیٹی نے دیکھا کہ قافلہ چل پڑا۔ وہ تنہائی سے گھبراہی تھی سوچی کہ جہاں تک بنے ساتھ نہ چھوڑوں۔ ایک سے دو بھلے۔ جماعت کی کرامات ہوئی ہے یہ سوچ کر وہ قافلہ کے چند دھرموان برہمنوں کے پیچھے پیچھے ہوئی۔ اور نقش قدم پر قدم رکھتی ہوئی چلی۔ چند روز کے بعد چندیری میں پہنچ کر راج محل کے نیچے گڑھوا۔ اتفاقاً راجہ چندیری کی ماں غرض سے جھانک رہی تھی۔ اس نے دمیٹی کی صورت دیکھی۔ تو دل پر کسی فیضیہ محبت کا اثر ہوا۔ تھی مردم شناس سمجھ گئی۔ کہ یہ کوئی معمولی عورت نہیں۔ ہونہ ہو کسی راج محل کی فلک زدہ تصویر نور ہے اس نے فوراً اپنی لونڈی دھاتری کو حکم دیا۔ کہ جائے اور ساتھ لے آئے حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور دمیٹی کی قسمت نے اسے راجہ چندیری کی ماں کے پاس پہنچا دیا۔ جن رانیوں سے چندیری کا رنواس جگہ گارہا تھا۔ دمیٹی کی صورت دیکھ کر شرمالی لجائی اور دل میں کٹی جاتی تھیں۔ ہر ایک کی نظر حیرت کے ساتھ چہرے پر پڑتی اور ہنسنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ راجہ چندیری کی ماں نے بڑی محبت سے پوچھا :-

اے ستم رسیدہ گروہ ایام۔ تو کون ہے۔ تیری یہ صورت کس نے بنائی۔ اس شکستہ حالی اور مہیبت زندگی میں بھی یہ حسن و جمال کہ آنکھیں نہیں ٹھہرتیں۔ آفتاب کھناتا ہے۔ تو تائے کی رکابی معلوم ہوتا ہے تیری خوب صورتی اس حال میں بھی دلوں پر موہنی ڈالتی ہے۔ پیچ تیا۔ کہ تو اندر رانی ہے یا اندر کی اپسرایا اور کوئی چ

دمیٹی نے رو رو کر سب داستان غم سنائی۔ راجہ چندیری کی ماں نرم دل تھی سننے کی تاب نہ لائی۔ اُس کے بھی آنسو نکل پڑے۔ اُنھ کو کیجے سے لگا لیا۔ اور کہا :-

رانی دمیٹی تم یہیں رہو۔ دیکھو۔ ایشور کیا کرتا ہے۔ اوہرا اوہر پھر سے کچھ حاصل نہیں۔ میں تمہیں بیٹی کی طرح رکھوں گی۔ اس طرح مہاری خاطر داشت کرو گی۔ کہ رنج پاس پھکنے نہ پائے۔ ذرا صبر سے کام رکھنا میں راجہ نل کو بھی کھوڑے دلوں میں ملائے دیتا ہوں اطمینان رکھو اسی وقت

آدمی دوڑاتی ہوں۔ کہ نہ لگائیں +

دینی نے اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور بڑی عاجزی سے کہا
ماتا اس وقت جان میں جان آئی۔ میں بڑی خوشی سے قدموں میں
رہوئی۔ میں نے آپ کا دامن پکڑا ہے۔ آپ کو بھی ہاتھ لگے کی لاج رہے +

اوصیائے ۳۵ راجہ نل کی پریشانی۔ آگ سے کر کوٹک کی خفا تبدیلی شکل۔ سانپ کی نظر عنایت

دینی سے جدا ہونے پر راجہ نل کی حالت بہت ہی خیر ہوئی۔ وہ دخت
کے نیچے بیٹھ کر پہروں رو دیا۔ جب آنکھیں سوچ گئیں۔ جنگلوں جنگلوں بھوک
پیاسا ٹکریں مارتا پھرا۔ پاؤں پھوڑا ہو گئے۔ تلووں کو کانٹوں نے چھانی کر دیا
چند روز کی آوارہ گردی نے ایک ایسے جنگل میں پہنچایا۔ جہاں ہر طرف آگ
ہی آگ نظر آتی تھی۔ شعلے آسمان کا منہ چھلے دیتے تھے۔ جسوقت اُس نے
جنگل میں قدم رکھا ایک آواز سنکر اُس کے کان کھڑے ہوئے۔ آواز کیا تھی؟
راجہ نل۔ رحم کر۔ آگ سے بچالے

راجہ نل کو آگنی دیوتا بردوان دے چکے تھے کہ کبھی بدن پر آئینہ نہ آئے وہ
آواز پر چلا۔ اور جلتی ہوئی آگ میں گھس پڑا۔ بردوان کے اثر سے آگ آتش نل
کی طرح سرد ہو گئی۔ حرارت کا نام نہ رہا۔ جہاں پہنچا۔ اس مقام پر ایک سانپ
کنڈلی مارے ہوئے نظر آیا۔ جس نے صورت دیکھتے ہی کہا۔ کہ میں کوٹک ہوں
نارنجی نے سر اپ ویکر سانپ بنا رکھا ہے۔ میں اپنا قد پھوٹا کرتا ہوں۔ تم
مجھے اس آگ سے نکال لو۔ تمہارا سلوک خالی نہ جائیگا۔ میں اسکا بہت عمدہ
عوض دوں گا۔ راجہ نل کو رحم آیا۔ اور جب جلتی ہوئی آگ سے باہر نکلا۔ تو سانپ بولا۔

ہر بانی کے قدم گئے تہوئے جلو۔ راجہ نل نے قدم گننا شروع کئے اور جو بنی دس کا عدد زبان پر آیا۔ سانپ نے دانت مار دیا۔ راجہ نل دیکھتا ہے۔ تو صورت کچھ اور کی اور نہ وہ جلوہ خال نہ حسن و جمال سامنے دیکھتا ہے تو سانپ غائب اور اُس کی جگہ ایک اُسی شکل کا آدمی موجود عقل حیران ہو گئی۔ کچھ معاملہ سمجھ میں نہ آیا +

دل میں افسوس کہ واہ نیکی کا بدلہ بدی۔ رحم نے خوب صلہ دیا۔ کہ صورت بھی کچھ اور کی اور کر دی۔ سانپ اب سانپ نہ رہا تھا راجہ نل کی صورت و شکل کا ایک خوشتر جوان بن گیا تھا۔ اس نے راجہ نل کو عالم حیرت میں الودہ فکر میں دیکھ کر ڈھارس دی کہ گھبرانے اور اندیشہ کرنے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تمہاری بہتری کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے۔ تمہیں اب تک کھلکے بخت نے بڑے بڑے دکھ دیئے ہیں۔ خوب تنگی کا ناچ بچایا ہے۔ آج سے اس کی مجال نہیں۔ کہ شرارت کر سکے۔ میں ورنہ وارپوں رہا۔ میرا زہر اس سے بھی تم کو آزار نہ پہنچے گا۔ اطمینان رکھو میں تم کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہر معرکہ جنگ میں تمہاری ہی فتح کا ڈنکا بجے گا۔ غنیمت ہمیشہ منہ کی کھائینگے۔ اب میری رائے ہے کہ تم اب جو دھیا میں چلے جاؤ۔ کہ وہاں کا اکشواک نبی راجہ رتورن بڑے ہی علم دوست اور علوم زمانہ میں کامل الوقت ہے۔ اس سے بلو۔ اور اپنا نام باہک سوت تباہ کیو۔ کہ مجھے فن شاہسواری میں یکتائے آفاق کر دیجئے۔ وہ تمہیں شاہسواری سکھائیگا۔ اور پھر اس فن کا کمال تمہیں ایسا فائدہ دے رہے گا۔ اس کی تشریح فضول بس حد ہے۔ کہ اسی کے فیض سے رانی تمہارے آغوش میں آجائیگی۔ کیا بڑا راج از سر نو تاجہ آئے گا۔ تم بہت جلدی شکل سے بھی بے غم رہو۔ جب تمہیں صورت اصلی کی ضرورت ہو مجھے بلا لینا۔ لو یہ کیڑا۔ اسے اوڑھ کر دھیان کرتے ہی میں تمہارے پاس ہی ہونگا اتنا کہہ کر کوٹک نے اپنی کچل کا ایک کیڑا دیا۔ اور بتایا۔ کہ میری طلبی کے لئے یہ بھی ایک عجیب و غریب چیز ہے اور اس پر آگ کی آئینہ بنی۔ اور دھریں سامنے موجود ہو گیا۔ گویا میں تھا۔ راجہ نل نے اُس کی ہدایتیں لوح دل پر نقش کر لیں۔ اور سانپ دیکھتے دیکھتے نہ جانے کہاں الوپ ہو گیا۔

او جھپکے ۳۶

راجہ نل کی راجہ رتو برن والی اجودھیا کے یہاں ملاقات
 بھیم سین والد دھستی کا دختر و داماد کی آوارہ گردی
 میں رنج و الم - تلاش - برہمنوں کی روانگی شودیو
 برہمن کی چندیری میں رسائی - دھستی سے ملاقات

راجہ نل بدلی ہوئی صورت میں اجودھیا تشریف لے گئے۔ عرض کی کہ :-
 "آن دن اپنی تھی تاتھ" فن شہساری میں طاق ہوں - حضور سے ہاتھ میں خاص
 بھارت ہے کھانا بھی نہایت ہی نفیس پکاتا ہوں - اور اور تفریحی کھیلوں میں بھی
 دستگاہ حاصل ہے - آب و دانہ کی کشش اجودھیا میں لائی - کہ آوازہ قدر وانی
 مہرہرہ قیمت نے در دولت پہنچایا - کوئی منصب ہو کر دھستی میں ساتھ دعا گوئی
 مصروف اور رضا جوئی میں مشغول رہوں - راجہ نے سائل کو بہت صاحب تیز و لطف
 شعاریا - وریائے عاطفت موزن تھا - اصل بل شاہی کی افسری ویکر و ہزار
 روپیہ مشاہیرہ مقرر کر دیا - اور جیون بارسین سار تھی بھی تعلیم و تربیت کے لئے
 حوالے گئے - راجہ نل دن کو فرائض منصبی کی انجام دہی سے جدائی کی گھڑیاں گنا
 رات ہوتی تو دھستی کی یاد میں منہ پیٹے ہوئے وہ اشعار پڑھتا جو دھستی کی حالت زار کا نقشہ پیش نظر
 کرتے تھے - ایک روز یہ اپنی دھستی میں وہی روز کا آموختہ لہو راق تھا کہ جیون سوت نے پوچھا کہ
 آپ کس صدمہ فراق میں دل پرچوٹ پٹھانے والے شعر پڑھا کرتے ہیں :-
 راجہ نل - کیا بتاؤں - ایک عقل کا دشمن اپنی چاہتی بیوی کو خواب نازین مست
 چھوڑ کر چلتا ہوا - اُس وقت تو یہ بے وفائی کی - اب بچہ اُس کے تصور میں
 بے چین ہو ہو کر قسمت کو رو دے ہیں - بہر وقت یہ خیال تڑپاتا ہے - کہ وہ
 سرمایہ حسن و خوبی اور تصویر آئینہ محبوبی نہ جانے کس حال میں ہے - کس

کرم بل کی مشور کریں اس کے تارک تارک پاؤں کو دکھائی جوتی ۔ اس نے
کہہ لکھا ایسا ہی ہے ۔ ہاں میں منہ ہانچنے سے بڑھتی ہے ۔ میں ان اشعار میں
اسی کا رونا دھنا ہوں اور ہوں ۔ راجہ لکھنوی نے سوٹ کر یوں ہاتھوں میں لگا کر
لکھی تھی اور فرما کر لکھنے لگا ۔

اب ذرا راجہ نل کے شہر مہیم پور کا حال ظنیفہ ۔ اس سے تہہ پائے
کی ہدی جوتے کی پار ۔ تارک الوطنی ۔ وطن کی بڑائی کا حال سنا ۔ نہایت محبت
ہوا ۔ اس کے آئینہ بکوں پہلی کے رہنے لگے ۔ سوڑا آہ ۔ کچھ بیکار ہونا
نہا صاحب تاج و تخت تھا ۔ اس بات کی مقدمت تھی ۔ داد اور پیش کی
فائش میں ساسی دنیا جہان ڈالنے کا پتہ آگیا ۔ اور ہزار بار ہوں اور ہزار
داد کر رہے ۔

برہمن اور تماشوں میں نکلے ۔ تو زمین کا گز بن گئے ۔ جہاں کچھ شہنشاہ پائی پہلے
اور پورا کے بیٹے ۔ انہیں میں سے شیو دیو پر ہوں چلتے جاتے چند ہی ماہ ہیں
پہلے ۔ ان دونوں جہاں پڑی و عوم و سام سے چکے ۔ پورا تھا ۔ برہمنوں کو
محل میں جاتے کی کچھ روک ٹوک تھی ۔ شیو دیو پر ہوں سے دیا ۔ کہ چلو
کچھ دیکھ آئیں ۔ سیر کی سیر ۔ تشریح کی تشریح ۔ اور کیا حسب ۔ کہ کسی سے
راجہ نل اور وطنی کا کچھ غور تھا کہ نامعلوم ہو ۔

دو پہرے و گز ۔ ان محل میں ہوا چاہا ۔ و ایسا کہ عورتوں کا ایک میدان تھا
تھا ۔ اس سے قوتی دیو اور ہزار ہزار وادی ۔ آخر ایک طرف تھا ۔ پٹی
قوتی و وطنی کی پہاڑی پہاڑی صورت سے ۔ ہاتھ پیر کا کچھ کر دیا ۔ گوراجہ نل
کی بھائی اور صاحب سوا دیو سے بہت ہاتھوں و ہاتھوں تھا ۔ شکل پوجا کی شہر کی
تھی ۔ کچھ ہی شیو دیو اپنی گودیوں کی کھدائی ہوئی سان گھاری کو دور ہی سے
پہچان گیا ۔ اس وقت اس کے پرستش مقبول کی حد تھی ۔ وہاں سے خوش
کے اچھل پڑا ۔ اور نہ تکلف وینتی سے مخاطب ہوا ۔

کچھ حسین کی ماہ و لاری ۔ راجہ نل کی چاند پہاڑی ۔ تم سے اپنے
سہاں سے دو گز سے شیو دیو کو پہچاننا ۔ کھلا دیو کی کھلا مہارانی وینتی

تمہاری ہی تلاش مجھے یہاں کھینچ لائی۔ تمہارے باپ ماں کا تمہارے
 رنج میں بُرا حال ہے۔ سب بھائی بند و ریاٹے الم میں غرق ہیں۔ ساری رعایا
 پریشان ہے۔ کہو پیاری تم تو اچھی ہو +

شیو دیو کی صورت رانی دینتی کی آنکھوں کیلئے نئی نہ تھی۔ اُس کے کان آواز
 سے بخوبی آشنا تھے۔ وہ فوراً پہچان گئے۔ کہ یہ شیو دیو ہی ہے۔ وہ روٹری۔ اور
 اُس کے گرم گرم آنسوؤں نے عارض گل رنگ پر ڈھلک ڈھلک کر اور مٹی
 تر کر دی۔ چندیری کی راجکمار سونندیا یہ رنگ دیکھ کر اپنی داوی کے پاس
 دوڑی گئی۔ سب ماجرا سنایا۔ راجہ چندیری کی ماں اُسی وقت وہاں تھی اور
 برہمن کی زبان سے دینتی کے گزشتہ حالات سُنے۔

ادھیائے ۳۷

رانی دینتی کی پاپے کے گھر میں روانگی۔ راجہ نل
 کی تلاش کا انتظام دینتی کی راجہ نل کی یاد میں بقراری

شیو دیو برہمن کی زبان سے سارے حالات سنکر راج ماتا یعنی راجہ چندیری
 کی ماں نے دوڑ کر دینتی کو گلے سے لگا لیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری
 ہو گئے۔ وہ بولی۔ بیٹی میں تیری موسیٰ ہوں۔ تیری ماں میری بہن ہے۔ جب تو
 گود میں تھی۔ تب مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ایشور کی گت دیکھو۔ کہ کس طرح
 چھو دیدار دکھایا۔ پیاری دینتی یہ تمہارا گھر ہے۔ کسی بات کی فکر نہ کرو۔ چین

سے رہو +
 دینتی۔ اپنے مجھ پر وہ مہربانیاں کیں۔ کہ مہاروری کو بھلا کر یہ قول صداقت کر گیا
 مائے مرے موسیٰ جنے جو موسیٰ سی ہوئے

مجھے یہاں ہر طرح کا آرام ہر طرح کی آسائش ہے قدم چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر ماما ایک مدت سے ماں باپ کو نہیں دیکھا۔ پران ماما کی جدائی جان لئے لیتی ہے۔ گذشتہ مہینوں نے آدھی جان کر دی ہے۔ اس سے اگر آپ کی مرضی ہو۔ تو گھر چلی جاؤں۔ اوسر میاں دل اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا، اوسر وہ میرے لئے پریشان ہیں۔ شیو دیو کی زبانی آپ سب سُن چکیں پنڈت جی کا یہاں آنا ہی اُن کی بے تابیوں کا ایک ثبوت ہے۔ اس سے مضائقہ نہ ہو۔ تو اجازت دیجئے +

راج مانا۔ پیاری۔ تم میری آنکھوں کی تپلیوں کا کھلونا ہو۔ کیسے جدائی کو گوارا کروں۔ مگر بہن اور بہنوئی بے قرار ہونگے۔ اس لئے کچھ کہہ نہیں سکتی اچھا مگر دیکھو۔ کہا سنا معاف کرنا +

دینیتی۔ آپ کے یہاں مجھے وہ سکھ رہا ہے۔ جو کبھی نہ بھولیگا۔ جس وقت مجھے دنیا میں کچھ نہ سمجھائی دیتا تھا۔ اُس وقت آپ نے مجھے جلا لیا۔ نہیں تو لہجہ تک نہ جانے مٹی کہاں ہوتی اور ہڈیاں کا بھی پتہ نہ ہوتا یا نہ +

راج مانا نے دینیتی کو سینے سے چمٹا لیا۔ دیر تک ہلک ہلک روئی۔ اور بڑے ٹھٹھاٹھاٹ سے رخصت کیا۔ دینیتی گنگا جمنی فنس پر سوار تھی۔ لونڈیاں بانڈیاں چاروں طرف دوڑی چلی جاتی تھیں۔ سواروں کے پرے اور پیادوں کے دستے اردلی میں تھے۔ دینیتی عین انتظار میں باپ کے گھر پہنچی۔ ماں باپ نے دیکھا تو کلیجہ پھٹک اٹھا۔ مہینوں پر آنسو بہائے۔ افلاس کا افسوس کیا ڈھار ڈھار دی۔ صبر و استقلال کی ہدایت کی۔ چندیری میں مہربانیوں اور عنایتوں کی شکر گزاری کا خط بھیجا۔ اور دینیتی کو بڑے پیار سے آنکھوں میں رکھنے لگے دینیتی کو کسی بات کی تکلیف نہ تھی۔ باپ ماں ہر وقت ہاتھوں میں لئے رکھتے اور دل پر کسی قسم کا میل آنے نہ دیتے تھے۔ مگر دینیتی کو یہ سب عیش کے سامان اور محبتانہ برتاؤ زہر معلوم ہوتے تھے۔ کسی آرام اور خوشی کی بات سے دل خوش نہ ہوتا تھا۔ ہر وقت چہرے پر ادا سی۔ جب دیکھو۔ ٹھنڈی سانسین حلق سے لقمہ اترنا محال۔ آنکھوں سے سینہ غائب۔ راجہ نل کی یاد

اس کے کچھے میں تشرچھوچھو کر تڑپاتی۔ اور فرقت کی پچھانس نہ پہلو میں کھٹک کھٹک کر کسی کروٹ چدین نہ بیٹے دیتی تھی۔ کہ کچھ دنوں شرم لسان کی وجہ سے وہ دل ہی دل میں گھٹتی رہی۔ آخر برداشت نہ ہوئی۔ اور آنکھوں پر ٹھیکری لک کر اپنی ماں سے کہہ ہی بیٹھی۔

کہ تمام سکھ۔ سارے عیش مٹی میں۔ کب تک چھاتی پر پھر رکھے رہوں۔ اب تاب نہیں۔ آپ نے مجھے پاکر جیسے داماد کو بھلا ہی دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میری زندگی کے دن پورے ہو گئے۔ ایک دن پتھر کے کا پتھی اڑا کے بغیر مفر نہیں مال۔ بیٹی۔ اتنا گھبراؤ۔ غفلت مصیبت میں چھوٹا دل نہیں کرتے۔ استقلال سے کام لیتے ہیں۔ تم ذرا صبر کرو۔ میں راجہ نل کو تلاش کراتی ہوں۔ جہاں کہیں ہونگے۔ جلد ہی سے آجائینگے۔

یہ کہہ کر راجہ جیم سین کے پاس گئی۔ بیٹی کے غم و الم کا قصہ سنایا۔ راجہ جیم سین نے اسی وقت شیو دیو برہمن کو ایک ہزار گائیں اور ایک گاؤں انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اور معاف دیا۔ اور صد ہا برہمنوں کو راجہ نل کی تلاش کے لئے نامزد کر کے ڈھونڈھ لانے والے کے لئے انعام مقرر فرمایا۔

جب برہمن رخصت ہوئے۔ لکے۔ رانی دینتی نے سنبھایا۔ کہ ادھر اُدھر فضول قدم نہ اپنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ راجہ نل دھو رہا ہے پلوسی ہے ملیگا۔ تو عالم برہمنوں میں۔ کامل ریشیوں میں۔ نیک خیال آدمیوں میں جہاں ایسی صحبت نظر آوے۔ وہاں یہ چند اشلوک سناتا۔ وہ ان کو سنکر خاموش نہ رہ سکیگا۔ خود بخود سامنے آکر ان کے جواب میں گوہر افشانی کرے گا۔

خوب یاد رہے۔ کہ راجہ نل اب اپنی اصلی صورت میں نہیں۔ میرا پرت برت و صرم میری چشم دل کو اور ہی شکل میں اُس کی تصویر تصور دکھار رہا ہے تبدیل شکل سے مفاظ نہ کھانا۔ غفلت مندی سے پہچاننا اور جہاں تک ہو سکے۔ جلد واپس آنا۔ برسات سر پہ آگئی۔ پانی بوند کے دن ہیں۔ رشی لوگ بھی اس موسم میں اپنی اپنی کٹیوں میں آسن جائے رہتے ہیں کھلے جنگلوں میں نہیں جتے اس سے ان جہاتوں کے یہاں بھی ضرور سراغ لگانا ممکن ہے کہ نقش مراد کر ہی فیشن ہوگا

اچھا جاؤ شلوکوں کا جواب لاؤ۔ خالی خواب ہی نہیں۔ راجہ کا ٹھیک ٹھیک
 پتہ ٹھکانا بھی پوچھنے آنا۔ باقی سب خود عقلمند میں جیسا موقع دیکھو گے۔ کاروائی
 یہ تقریر یہیں پر ختم ہوئی۔ دینتی نے شلوک حوالے کر کے برہمنوں کو
 رخصت کیا۔ اور خود پچپن دل کو بہانہ اور طبیعت کی الجھن سے بیکو چلے باغ
 باغ میں چلی گئی۔ اس وقت باغ کی بہار کچھ عجیب ہی فرحت بخش اور نظر
 فریب تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پھولوں کی بھیننی بھیننی خوشبو
 سے بے ہوشی دل و دماغ کو معطر کرتے اور درختان چمن کی ٹہنیوں کو ہلا ہلا
 کر نازک کمروں کی کمر کا لوح دکھاتے تھے کالی کالی گھٹائیں پہلے جھومتی ہوئی
 اٹھیں۔ پھر بادلوں نے چھپر چھپایا۔ چاروں طرف بجلی چلی۔ کوندھا پریوں کی طرح پھیلاوا
 دکھا کر اس برق و ش کے چہرے کی چمک دمک دکھاتا جس کا نقاب تیز ہوا کے جھونکے
 سے الٹ جانے پر پھر سنبھال لیا گیا ہو بجلی چمک چمک کر اُن پر چمکے دانوں کا
 نظارہ پیش نظر کر رہی تھی۔ جو شب وصال کی خوشی میں عاشق و معشوق کی نہ رکنے
 والی ہنسی اور خنداں نذاں نما سے مہجوران فرقت نصیب کے کلیجے تڑپایا کرتی ہے
 دینتی کے پہنچتے ہی بادل گر جا اور بارش موسلا دھار شروع ہوئی۔
 دینتی کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دن کلی کی طرح تڑپنے
 لگا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں ہوائے سرو کے جھونکوں کا مقابلہ کرنے لگیں
 اس نے کالے کالے لمبے لمبے غنبریں گیسو عارض روشن پر چمکا کر کالی گھٹا کو
 شرما دیا۔ اور آنسوؤں کی چھڑی لگا کر جوش جنوں میں یوں لغزہ زن ہوئی۔
 اسے کلیجے کے مالک اسے جسم و جان کی روج و رواں۔ ہر طرف جل جلت
 جدھر دیکھو پانی ہی پانی۔ بجلی کی تڑپ دل و ہلاتی ہے۔ بادل کی گرج کلیجہ
 ہلاتی ہے بانٹیوں سے کالے ناگ نکل پڑے ہیں۔ ندی۔ نالے ابل پڑے ہیں
 نہ جلنے تم کس جنگل میں میری یاد کو کلیجے سے لگائے گرداب غم میں ڈوب رہے
 ہو گے تنہا رہی جیسی پر ابر سے سیاہ دل کی آنکھوں سے بھی ٹپ ٹپ آنسو گر رہے
 ہیں بجلی کا کلیجہ تڑپ تڑپ جاتا۔ مگر نالے بی رحم فلک دل در ابھی نہیں پستتا اوپر سے
 چٹکیوں کی۔ تو کان اڑائے دیتا ہے۔ ارے کجخت پی کہاں اور کوئل کیوں

کوک کرکانوں کے پروے بھاڑے ڈالتی ہے۔ اگر تیرے دل میں بھی کسی کے
فراق کی ہوک اٹھتی ہوتی۔ تو یوں اپنی ہی گلے نہ جاتی چپ لگاتی آما آم
کے سرخنی مائل ہرے ہرے پٹے اپنی دلفریبی سے نکا ہوں کو کس طرح محو کر
رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ دینیتی ایسی بد نصیب ہے کہ کیریوں کی بجلی بھی اسے
ہرق غصیب ہی نظر آتی ہے مرغان خوش آہنگ اور گلہائے رنگارنگے دل
کو خوش کرنے کیلئے لاکھ چمکتے چمکتے ہیں۔ مگر اس پروہ گہری چوٹ ہے۔ کہ چین
لینے نہیں دیتی۔ مینا کے پیٹھے پیٹھے بول۔ طوطوں کی رس بھری آواز لالوں
کی خوش الحانی بلبلوں کی لغمہ خوانی سے جنگلی جانوروں کو بھی حال آتا ہے
درخت جھومنے لگتے ہیں۔ لیکن دینیتی کو محویت ہے۔ تو صرف اپنی نالہ و فغا اپنی
آہ و فغاں سے +

دینیتی کو یہ موسم خوشگوار اور جوش بہار بالکل زہر معلوم ہوا۔ پانی کو
ایک ایک بوند بوندی کی کٹاری بنکر سینے پر گہرے چر کے لگاتی اور بجلی چمک
چمک کر بجلی کی تلوار سے زیادہ کلبے میں کاٹ کرتی تھی۔ اس کا دل اس نظارہ
جنوں خیز و فضل عشق انگیز سے اور بھی گھبرا یا وہ آپیل سے آنسو بوجھتی ہوئی
وہاں سے کھسکی اور بچکیاں روکتی ہوئی محل میں آئی

ادھیائے ۳۸

راجہ تل کی تلاش۔ برہمنوں کی روانگی۔ برہنا و برہمن کی
کامیابی۔ شیو دیو برہمن کی اجد دھیامیں روانگی دینیتی
کی حکمت عملی۔ راجہ تو برن کو دینیتی کے سو بھروسہ کر کے گایا
برہمن گندن پور سے چلے تو انہوں نے پہاڑ جنگل شہر قصبے سب چھان
ماڑے مگر کسی محنت تھکانے نہ لگی۔ صرف برنا و برہمن کی رسائی بخت اُسے

اجو دھیا میں جا کر کامیاب واپس لائی۔ وہ خوش خوش دینیتی کے پاس حاضر ہوا۔ اور گنڈارشی کی۔

کندن پور کی راج کمار ی۔ مالوہ دلش کی مہارانی۔ مبارک میں پتہ لگا لایا +
راجہ نل اجو دھیا میں راجہ رتو برن کے یہاں میں۔ میں جب ڈھونڈتا۔ سراغ لگاتا اجو دھیا کے راج دربار میں پہنچا۔ تو اراکین دولت اور عمارتیں سلطنت کی بھڑکی تھی۔ میں نے موقع پا کر آپ کے اشلوک پڑھے۔ تو سارے اہل دربار سن۔ قفل۔ بدھان بہر طرف خاموشی۔ مگر ایک گوشے میں ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لگا اشلوک پڑھنے کوئی مطلب کو نہ پہنچا۔ گو گو کا معاملہ رہا۔ وہ سمجھ گیا۔ کہ مجھ سے خطاب۔ میں نے جان لیا۔ کہ سوال کا جواب ہے اور جواب دہندہ ہمارے راجہ نل کے سوا دوسرا نہیں مہارانی کیا کہوں۔ تیرے راجہ کی سورت کیسی بگڑ گئی ہے۔ بالکل پہچان نہیں پڑتے۔ وہ راجہ رتو برن کے افسر اصل بل ہیں اور کھانے پکانے کی خدمت بھی انہیں کے سپرد ہے۔ جسوقت وہ جواب دیئے اٹھے۔ چہلے مجھے ڈنڈوت کی اور بڑے چلپٹے سے مزاج پر سی کر کے نفس مطلب پر آئے +

برتاو بہمن نے جسوقت راجہ نل کی زبان سے نکلے ہوئے اشلوک سنائے رانی دینیتی رو پڑی آنسوؤں سے انچل شرابور ہو گیا۔ وہ اٹھ کر اپنی ماں کے پاس گئی اور غلے میں کہا ماما جی۔ کچھ کچھ قسمت جیتی۔ اچھے دنوں کے آمد کے آثار پائے جانے لگے آپ کے داماد کا پتہ لگ گیا۔ وہ اجو دھیا میں ہیں۔ شیو دیو بہمن کو بھیجئے۔ رتو برن کے پاس جائے اور جو میں تباہوں صرف وہی وہاں تھائے اور کسی کو کاؤں کا خبر نہ ہو۔ ماں نے منظور کیا۔ شیو دیو بہمن کی طلبی ہوئی۔ رانی دینیتی نے برتاو بہمن کو رز و جاہر میں تول دیا۔ فرمایا۔ کہ اسی کو میں نے سمجھنا راجہ کو آئیے دو پھر دکھا دوں گی کہ دعاؤں کی تکرار دیتے ہیں۔ اوعر سے فراغت پا کر دینیتی شیو دیو بہمن سے مخاطب ہوئی اور بولی کہ ہمارا راجہ کوئی پیغام ہے نہ سندھیا۔ آپ جا کر راجہ رتو برن سے یہ کہہ دیں کہ راجہ نل کا کہیں پتہ نشان نہیں نہ جانے دشمنوں کا کیا حال ہوا۔ رانی دینیتی کی ساری آس ٹوٹ گئی۔ چنانچہ کل اُس کا دوسرا سوئمبر ہے۔ آپ بھی ضرور تشریف لے چلیں۔ سویرا کندن پور بھی میں جو۔ ورنہ موقع ہاتھ سے جاتا رہیگا +

شیو دیو بن روانہ ہوا۔ ہوا کی چال چلا۔ اجدھیا میں پہنچا۔ راجہ رتو برن کو سوئمہر میں شرکت کیلئے پیغام سنایا۔

اجدھیائے ۳۹

راجہ رتو برن والی اجدھیا کی مدیریش
کی طرف روانگی۔ راجہ نل کی رتھبانی

رانی دینتی کے سوئمہر کی کیفیت سنکر راجہ رتو برن کے قدم اُٹھنے لگے فوراً رتھبان کو بلا کر کہا۔ کہ ضرورت ظاہر ہے اور وقت کم۔ پس اس طرح تیز لے چلے کہ کل سویرے تک میں مدیریش میں ہی ہوں۔ رتھبان راجہ نل بٹھا جو ہیں اُس نے دینتی کے سوئمہر کا حال سنا متعجب رہ گیا عقل حیران۔ کہ ایسی تپت بتا رانی اور میرے ہوتے میری زندگی میں دوسری شادی۔ کیا پتہ برت نہایتی تھا۔ کہ دینتی کی محبتیں منہ دیکھے ہی کی تھیں۔ ذرا ویر کے بعد اس خیال نے پلٹا کھایا۔ اُس کی عقل بولی۔ کہ دینتی ایسی عورت نہیں۔ جو دوسرے کی آغوش محبت کے لئے لچائے معلوم ہوتا ہے کہ میری تلاش کے لئے اُس نے یہ ڈھنگ نکالا ہو۔ مگر کیا اس اہیات ڈھنگ کے عوض کوئی اور طریقہ نہ تھا۔ راجہ نل کی اس وقت عقل چکر رہی تھی۔ تو بہت خیالات کی کوئی چول ٹھیک بیٹھنے نہ دیتے تھے آخر اُس نے سوچا کہ پیش ازمرگ واویلا۔ آب نہ ویدہ۔ موزہ ازپاکشیدہ سے حاصل نائی نالی بال کتے بچان آگے آئینگے۔ گھبراہٹ کیا ہے کل سویرے سب آپ سے آپ معلوم ہو جائیگا۔ اُس نے راجہ رتو برن سے بہت اچھا بہت بہتر کہہ کر صطبل کی طرف رخ کیا اور چار چاق و چست اور خرام صبارفتار سندھی گھوڑے رتھ میں جوت کر حاضرہ در دولت کر دیئے راجہ رتو برن نے گھوڑوں کی بڈیاں نکلی ہوئی دیکھیں تو بولا کہ لیل گھوڑے جوت لائے نہ بدن پر گوشت نہ بڈیوں میں مغزیہ خاک چلیں گے۔ کہیں راستے میں چھوڑ دیں۔ کہ پانڈے دو فو دیں گے نہ علوانا نہ ماڈے کی مثل اور آئے تھے ہر بھون

اوپن نگے کپاس کی کہاوت ہو۔ جاؤ انکو بدلو۔ اچھے اچھے ڈیل ڈول بھاری بھاری لاش کے گھوڑے گسو +

راجہ نل - مہاراج آپ بے فکر رہیں۔ تیل دیکھیں تیل کی دھار سے آپ کو کیا کام میں پہنچا دینے کا ذمہ دار ہوں سو پرے آپ وہاں نہ ہوں تو میں گنہگار +
رتو بولن - کہتا ہوں کہ بچتا وگے۔ یہ بالکل مردہ ہیں۔ کوس وکوس پر چار بجائے نکل جائیگا۔ سو قدم پر سانس اکھڑ جائیگی +

راجہ نل - میں نے سارے اصطبل کی جان نکال لی ہے۔ اور کوئی گھوڑا ان گھوڑوں کے برابر کا نہیں ذرا باگ ہاتھ میں لینے دیجئے پھر دیکھیں گے کہ ہوا گرد نہ پائیگی۔ آپ کو مدد یہ پہنچا کر دم لیا تو میرا ذمہ +

رتو بولن - میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا کہہ رہے ہو۔ دیکھ لینا دھوکا کھاؤ گے راجہ نل - مہاراج سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ ان گھوڑوں کو دوسرے گھوڑے پہنچ ہی نہیں سکتے ان کی سوکھی ہڈیوں پر نہ جاسکے۔ یہ فولاد اور موٹے تازے گھوڑے پھنس ڈھول کے اندر پول کے مصداق۔ ملاحظہ نہ فرمایا جائے ہر ایک گیارہ گیارہ

بھوز بولیں سے لدا ہوا ہے۔ ایک بھوزی ماتھے پر دو دو غلوں میں دو دو کانوں کے پیچھے ایک ایک گردن ران اور سینے پر یہ بھوزیاں عام گھوڑوں کو کہاں نصیب ان کو ان کی سی چال کہاں میسر۔ ان کی پوٹی۔ اور آوروں کی سرسٹ برابر آپ بے تکلف سوار ہوں یہی گھوڑے کل منہ اندھیرے مدبرہ دیش میں کھیلنے

راجہ نل کو گھوڑوں کی بہت اچھی شناخت تھی راجہ رتو بولن بھی واقف تھا وہ پھر کچھ نہ بولا۔ اور تھو پر سوار ہو گیا۔ راجہ نل نے بارسین تھو سے کہا۔ ٹلو ہانکو +

بارسین نے جو میں راس ہاتھ میں لیکر چھوڑا۔ گھوڑوں نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دئے ایک بارگی تھو تھو کر بیٹھ گئے۔ تو اٹھنا نہ معلوم۔ راجہ نل نے بارسین سے

راس لے لی ہو کہا۔ بس گھوڑے یوہیں ہانکے جاتے ہیں۔ بھائی جان سائسی

علم دیا ہے بچوں کا کھیل نہیں اب دیکھ میں سیر دکھاتا ہوں یہ کہہ کر اُس نے گھوڑوں کو چمکارا اور راس کھینچی۔ تو گھوڑے پھلی کی طرح آگے اٹھ جاتے کہ نظر نہ کام کرتی

تھی۔ بارسین بھی اپنے فن میں اُستاد وقت تھا۔ اُس نے گھوڑوں کی

تیز پڑی دیکھی۔ تو عقل گم ہو گئی۔ دل میں کہتا تھا۔ ہونہ ہو یہ بابک نہیں ضرور
 راجہ نل ہے دنیا میں راجہ نل کے سوا دوسرے کو یہ کمال کہاں نصیب۔

ادھیائے ۴۔

مچھ کی تیز روی۔ راجہ نل کے ہاتھ سے بہیڑے کے
 درخت کی پہنچ کئی کلک کا ٹھہر ہوئی و غنیمت

راجہ رتو برن کا رتھ ہوا سے باتیں کرتا چلا۔ تو سمند خیال سہی پیچے رہ گیا
 ذرا حیر میں گھوڑوں کے جیسے پرنگ گئے اور رتھ اوج ہوا پر تیر کی طرح چلے
 لگا۔ راجہ کے ہوش گم کیونکہ آسمان سے باتیں کر رہا ہے گھوڑے بے پردہ بال
 بازوؤں میں طاقت پر داز کہاں سے آگئی اسنے ہی میں راجہ کا دوپٹہ اٹکرائیں پر جا
 گرے۔ راجہ بولا۔ ذرا رتھ روکن۔ بار سین دوپٹہ اٹھا لائے۔

راجہ نل۔ دوپٹہ سے صبر کیجئے۔ نہیں تو نل کھوٹی ہو جائیگی۔ گھوڑوں کو ایک
 جوجن کی جوہر جائیں اور ایک جوجن کی وزیریاں پہنچنے میں ہوگی

راجہ رتو برن خاموش ہو رہا تھا۔ سیدھیان بھرنے لگا۔ تھوڑی دور چلکر
 ایک بہیڑے کا درخت سر فلداک نظر آیا۔ راجہ بولا۔ کہ
 دیکھنا بابک جی کیسا اور چھتارا درخت ہے میں نے سارے پتے اور پھل گبن

لئے اتنے پتے اتنے پھل

راجہ نل۔ آپ کا شمار بغیر خود گئے کیونکر صحیح سمجھوں
 راجہ رتو برن۔ تم صحیح سمجھو یا غلط میں نے تو سب گبن ڈالے

راجہ نل۔ تو فدا میں بھی شمار کر لوں۔

راجہ رتو برن۔ مفت دیر ہوگی

راجہ نل۔ نہیں میں ابھی گئے لیتا ہوں ایک لمحہ سے زیادہ نہ گزرے گا۔

یہ کہہ کر راجہ نل نے بارہ سین کے ہاتھ میں راس تھمائی۔ اور خود پھل اور پتے
گنے لگا جب گن چکا۔ تو شمار ٹھیک پایا نہ ایک کم نہ ایک زیادہ وہ راجہ رتو برن سے بولا۔
مہاراج میں اس وقت دن تک رہ گیا کہ آپ نے ایک نظر میں اتنے پتے اور
پھل کیونکر گن لئے۔ کیا آپ مجھے بھی مگر بتا سکتے ہیں۔

راجہ رتو برن۔ ہاں بشرطیکہ تم بھی ایشو بدیا (فن اسپ رانی) سکھا دو۔
راجہ نل نے منظور کیا۔ اور دونوں نے اپنے فن ایک دوسرے کو سکھا دئے
جب وقت راجہ نل نے تازہ فن سیکھا۔ حیثیت ہی بدل گئی۔ کرکونٹک سانپ کی تاثیر
جسم سے زائل ہو گئی۔ کلچک کے سراپ کا اثر جاتا رہا۔ حالت جنوں نے پند چڑھا
کلچک کی سسلی ہوئی آگ ٹھنڈی پڑی۔

اس نے بہر پیرے کے درخت پر کھڑا چلا لیا۔ درخت چوٹی کے بل زمین پر
گرا۔ اور اس میں سے کلچک مہاراج نکل کر پھرتے ہاتھ جوڑے ہوئے ہوئے
راجہ نل نے کلچک کی صورت دیکھی۔ تو چہرہ ٹٹا گیا۔ غصے سے آنکھیں لال ہو گئیں
بد دعا دینے کو زبان کھلنے ہی والی تھی کہ کلچک ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑایا۔

مہاراج جان بخشی کیجئے۔ میں آپ کے غلاموں کا غلام ہوں۔ اس وقت
کی درگزر خالی نہ جائیگی۔ میں جاں نثاری کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرونگا۔ جس
وقت آپ اندر سین کی والدہ سے علیحدہ ہوئے تھے۔ اُس وقت اُس نے بد دعا دی
تھی کہ او کلچک تیرا ستیا ناس جا۔ جسے تو نے جھٹکا رانے طے خانہ ویرانی کر دیا
کانہ رکھے اور اس بد دعا سے جان پر آشت۔ اور کرکونٹک کے زہر سے آپ کے جسم
سے جھپیر آتش سوز جگر کی شعلہ زنی۔ ان دونوں ہی سے زندگی کے لالے پڑے ہیں آپ
آپ سراپے بینگے تو نہ جانے کس قدر کا سامنا ہوگا۔ آپ اپنی طرف دیکھیں۔ میں آپ کو
یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا آپ کا جس کا بیگی۔ آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔ اگر اس
میں ذرا بھی فرق پڑے۔ تو مل مجرم۔ گنہگار و صاحب التقریر ہو۔

راجہ نل کا دل کلچک کی عاجزی سے تسبیح گیا اُس نے غصہ تھوکر کرکھڑی اور پھل و پتے
اتنا سب کچھ ہو گیا۔ مگر راجہ رتو برن کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ راجہ نل کو کلچک کی طرف
سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا۔ اور اب اسکو کوئی فکر باقی نہ رہی رہی تہجد ملی صورت کی یا

سوئمہر کی - چنانچہ وہ ان دونوں خیالوں کو دل میں لئے ہوئے ٹھوڑوں کو اڑانے لگا اور وہ نے سورج بھگوان کے رتھ کی رفتار سے دن بھر میں منزل سفر طے کر لی۔
 راجہ تل نے جس دن بھیڑیں کا درخت کاٹا۔ اُس روز سے یہ درخت اہل زمانہ کی نگاہوں سے گر گیا۔ اس کی عظمت جاتی رہی۔ لوگ بُرا سمجھنے لگے۔ وجہ یہ کہ یہی درخت ہے جس میں کبک کی بود و باش رہتی ہے۔

ادھیائے ۴۱

کندن پور میں راجہ رتھ برن کی آمد رانی مینتی کو
 راجہ تل کی تبدیلی شکل سے شناخت میں معذوری عجیب
 غریب حال ہی پہچان میل پلاپ خوشی خومی۔ جدائی کا خاتمہ بالآخر

راجہ رتھ برن ہو اکی طرح کندن پور پہنچے۔ تو دور تک پیوں کی لہنے والی آواز نے گویا مینتی سے کہہ دیا۔ کہ مبارک جس کی جدائی میں تو سوکھ کر کاٹنا ہو گئی چہرہ مر جھا گیا ہے وہ کلھے کو سکھ اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا آگیا۔ وہ دل میں خوش ہو گئی۔ آنکھوں کی پتلیاں شوق دیدار میں ادھر ادھر دوڑنے لگیں۔
 راجہ رتھ برن خوشی خوشی رتھ سے اتر ا۔ آمد آمد کی خبر سن کر بھیم سین نے پیشانی کی - مصافحہ و غلغلہ مری کے بعد ایوان فلک بارگاہ میں آیا۔ میزبان و مہمان مرصع تخت پر رونق افروز ہوئے بھیم سین نے تشریف آوری و میزبان کا شکریہ ادا کر کے اظہار محبت کے ساتھ دریافت فرمایا

آج چاند نہ ہر نکلا۔ میں اور ایسا خوش نصیب کہ تعظیم و استقبال کا شرف حاصل کر لیا
 راجہ رتھ برن نہایت ذکی الطبع و سلیم المزاج تھا۔ اُمک نے تقریب و توق افروزی صاف صاف ظاہر کرنا مصلحت سمجھی۔ صرف اتنا کہا آج ہی اپرا آگئی۔ کہ چلو کندن پور

کی ہوا کھائیں۔ آپ کی ملاقات کا بھی اشتیاق راہبر مہوا۔ گھوڑے تھک کر لائے
بھیم سین دل میں تو سمجھ گیا۔ کہ ساڑھے چار سو کوس کی دوڑ بغیر راجوں کی قلمرو
سے قطع کمزور دل لگی نہیں نہ گھوڑوں کی جان فاضل نہ وقت فالتو ضرور کوئی معاملہ
کھینچ لایا ہے۔ مگر اُس نے بھی مناسب سمجھا کہ بات پوچھے بات کی جڑ پوچھے اس
نے مہربانی کے شکر یہ پر تھر ختم کی۔ اور ایک عالیشان محل میں ٹھہرا دیا۔

دینیتی پر دے میں بیٹھی ہوئی مشتاق نگاہوں سے دل میں بسی ہوئی تصویر
کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہاں تین آدمیوں کے سوا چوتھا شخص نہ تھا جس سے وہ آنکھوں
میں پھرنے والے مرقع کا نقشہ ملاتی وہ تو وہی رتورن اور راجہ بھیم سین تھے۔ تیسرا
شخص اجنبی تھا جس پر شک ہوتا تھا تو راجہ رتورن کے رخصتان کا دینیتی کی
نگاہیں اس کی صورت شکل سے نا آشنا تھیں۔ مگر دل کو یہی خیال تھا۔ کہ راجہ
کے سوار رتورن کا رتھ کون ہانک لاسکتا تھا۔ نظر کچھ کہتی تھی دل کچھ بولتا تھا
جوش محبت کی تحریک کچھ تھی اشتیاق دیدار ہی کا تھا۔ دینیتی نے سجدہ کہ
یوں کچھ ہوتا نہیں ظاہر صورت خالی لفافہ ہی نہ ہو۔ اسیلے اُس نے اپنی ہر آنکھوں
کشتی کو بھیجا۔ کہ رخصتان سے بات چیت کر کے جو کچھ خیال جسے ظاہر کرے وہ ظاہر
فرمان تھی۔ اشارے ہی پر جا پہنچی۔ ادھر ادھر کی باتیں کیں اور اگر دینیتی کو سنا
وہیں گفتگو کا لب لباب جو دینیتی نے سنا وہ یہ تھا

کشتی خواص۔ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے کیونکر آنا ہوا ؟

رخصتان۔ راجہ رتورن کے سامنے آنا ہوا

خواص۔ رتورن نے کہاں تکلیف فرمائی۔

رخصتان۔ دینیتی کے سوئمہر کی خبر نے کھینچ بلایا۔ راتوں رات اتنی بڑی منزل طے
ہو گئی۔ گھوڑوں نے بڑا کام کیا۔

خواص۔ رتھ آپ ہی ہانکتے تھے ؟

رخصتان۔ ہاں ہانکتا ہی تھا۔ راسیں فقط ہاتھ میں لے لی تھیں
تھریر کا سلسلہ تو اتنے ہی الفاظ پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کشتی خواص
نے آنکھوں دیکھی باتیں کہنے کی یوں تھیرا اٹھا کی :-

راج کشوری - بات چیت - سلیقہ شعور تو خیر جلیسا ہے ویسا ہے میں نے
بعض کام ایسے دیکھے کہ دنگ رہ گئی نہ جانے آدمی ہے یا کوئی عقل کا تیلاب
بات چیت بھوسہ رہی تھی - کہ ہمارے مہاراج نے پانی کے لئے خالی گھر لیے تھے
رخصتان نے اٹھکر اپنے انگوچھے سے پوچھے اور نظر بھر کر دیکھا سب کے سب لہڑ
مہرہ تک تر - اس کے بعد طرح طرح کا گوشت پہنچا - ساتھ ہی کچھ پھول بھی تھے
رخصتان نے سارا گوشت خوب اچھی طرح گھرے پانی میں صودھا کر تھوڑا سا پیوس سورج کو
دکھلایا - کہاں سورج کہاں بھیس - مشعل سی جل اٹھی - اور گوشت پکا پکا یا
تیار و دم کی بھی کسر نہ رہی - یہ کہتے دیکھا کہ پھول دونوں ہاتھوں سے ملکر رکھ
کر بھر دیکھا - تو سب اُسی طرح تازہ و تر - رنگ ویسا ہی شروخ و صبحے کا نام نہیں
اس کے بعد دیکھتی ہوں - اور بھی اجنبہ ہوا - ہاتھ سے دھکے ہوئے انگارے
پکڑ لئے - مگر آئینہ کا نام نہیں - ایک ایک تینکا برف ہو گیا - بھرکتے ہوئے شعلوں
میں سچ سی بھری معلوم ہوئی - یہی نہیں بھر ایک دفعہ اشارہ کیا - تو پانی رواں وہ
بھی آدھر جدھر نظر بھر گئی - میں تو ایسے کرب قصہ کہانیوں میں بھی نہ سنے
تھے - آنکھوں سے دیکھنے کی کون کہے پتھر کی مورت بنی دیکھتی رہی - اور کچھ سمجھ

میں نہ آیا۔ جا دو تھا یا ^{پلسم} اسٹین - اب اگر اُس کا پکا یا ہوا گوشت ہے
دہی مٹی یہ سب باتیں تو میں نے اسٹین - +
لاؤ - تو میں چاکھ کے دیکھوں اور تباہوں کہ معاملہ کیا ہے +

خواص فوراً ہی دوڑی گئی۔ اور انہیں پیروں واپس لینی۔ گوشت پیش کیا اور منتظر ہوئی۔ کہ دینیتی اب کیا کہتی ہے۔ دینیتی نے گوشت کھایا۔ تو طبیعت بھرک اٹھی۔ بھیس کا سارا بھید کھل گیا۔ مچھان گئی۔ کہ ذات شریف کلن میں اور کیا صورت تبار کھی ہے۔ اُس نے کشتی سے کہا۔

چاؤ میہ کے کھجے کے ٹکڑے اور راج ولاروں کو لے جا ان کو دیکھ کر وہ
کیا کہتا ہے - دیکھتی رہتا +

خو اس دو نو کو آغوش محبت میں لے ہو رقبان کے سامنے گئی رقبان نے دو نو کی بڑی الفت سے گو میں بٹھا لیا۔ جو ماچا ٹھکے لگایا اور ایسا دل بھرایا کہ

آخر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی برس گئی +

دینتی اب اچھی طرح پہچان گئی۔ کہ اُس کا سر نہ زندگی۔ لطف حیات مہاراجہ
نل ہی ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے پاس وڑی گئی۔ خوشخبری سنائی اور اشتیاق دیدار
میں باہمی گفتگو کی درخواست کی۔ باپ ماں بھی یہ مصداق اندھا کیا چاہے۔ دو
اتھیں خوش ہو گئے اور ملنے کی اجازت دی

دینتی نے کشنی کو بھیجا وہ راجہ نل کو دانی دینتی کے محل میں بلالائی۔ خاطر
تواضع سے بٹھلایا۔ کہ اتنے میں دینتی آئی۔ اور رتھبان سے مخاطب ہو کر چھا
کیوں جی تم بھی تجربہ کار ہو۔ اتنے دنوں دنیا کی سیر کی ہے۔ بہت کچھ دیکھا
بہت کچھ سنا ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ راجہ نل کے سوا کوئی اور بھی مرد نظر سے گزرا
قصہ کہانی میں بھی سنا۔ جس نے اپنی پاکدامن عفت مآب اور فرامرواہم خواہ فرس
راحت کو بے قصور بلا سبب سفسان جنگل کف دست میدان میں بیک بینی دو
گوش چھوڑ کر دھتا بتائی ہو +

راجہ نل سوال کا جواب کیا دینا اس کی نظر نیچی ہو گئی۔ اور آنکھوں سے
آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ جب ذرا آنسو بھیسے۔ پچھلی کم ہوئی۔ تو بولا
اے مہارانی دینتی۔ یہ راجہ نل کی خطا نہ تھی۔ اُس بد نصیب نے نہ سلطنت
ملیا میٹ کی نہ تم ایسی پرت بڑا کو جنگل میں حیران و پریشان کیا۔ یہ سب کلچر
کی کارستانی تھی۔ میں اس وقت راجہ نل نہیں۔ ہاں کبھی تھا۔ اس لئے راجہ نل
نہ سمجھو۔ اس نام کے خیال سے دل تڑپ تڑپ جاتا ہے۔ پیاری جس وقت تم نے
اپنے بد قسمت خاوند کی جدائی سے تیار ہو کر کلچر کو کو سا بد دعائیں دیں۔ تو اُسکو
جان کے لالے پڑے میری پناہ میں دوڑ آیا۔ فریاد کی۔ معافی مانگی پھر یہ ہوا وہ ہوا
سب باتیں کہہ کر راجہ نل نے کہا۔ مگر تم اپنی تو کہو۔

یہ دوسرا سوئمبر کیسا۔ جس میں راجہ رتھبان بلا لے گئے ہیں +
دینتی یہ سن کر رو پڑی عارض ٹکرنک پر آنسوؤں نے نسبت کے قطرے چھلکا
کر میرے کا سا جڑا کر دیا۔ وہ پچھلی بند ہوئی۔ آواز سے بولی
آپ ڈھونڈ نکالنے کے لئے چکھ تھا۔ آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے نہ معلوم

کس کس کے پاؤں ٹوٹے مگر آپ کہاں ملتے ہیں۔ آخر یہ تدبیر سوچی۔ جو ایشور راست لایا۔ آپ کے دشمن نصیب ہوئے۔ اگر آپ کو کسی قسم کی بدگمانی یا نیت فاسد خیال ہو۔ تو اندر۔ برن۔ جمران اور اگن دیوتا گواہ ہیں۔ پہلے تو بلا دوں۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ دفعہ برن منور ہوئے اور فرمایا۔

کہ راجہ نل جس طرح تم سا با مروت۔ ایماندار۔ راست باز اور ہمہ صفت راجہ ہونا چاہتے ہو۔ اسی طرح وینیتی کی سی شوہر پرست و فاشعار۔ پاکہ امن۔ نیک شوہر و نیا کے پردے پر پیدا نہیں ہوتے یہ حالت میں پاکہ صاف ہی۔ ہوائے مخالف بھی اس کے آنچل کو نہ چھو سکی۔ دو تو بغلیں ہو جائیں۔ جدائی کے دن کٹ گئے راجہ نل نے یہ سنتے ہی کر کوٹک۔ ناگ کی دی ہوئی پوشاک نکال کر پہنی اور دل ہی دل میں اُس کا ویدیاں کیا۔ کچل آگ پر لگتے ہی اوھر کر کوٹک پیش نظر ہوا۔ اور اوھر راجہ نل کی شکل و صورت بدل گئی اور جھنسہ وہی ہوئی جس کی تبدیلی نے اور تو اور رانی وینیتی کے پاکہ زول کو بھی اپنی جان و مال کے مالک کی تصویر نہ پہچانے دی تھی اب کیا تھا نظارہ ہی کچھ اور ہو گیا۔ آکاش سے پھولوں کی بارش شروع ہوئی وینیتی نے دوڑ کر ران تپتی گئے قدم چومے راجہ نل نے اپنے سر پر لطف زندگی کو سینے سے لگا لیا۔ بیٹی دوڑ کر گھلے سے چمٹ گئی بیٹے نے جھپٹ کر قدم کی خاک سے ماتھے کو منور کیا۔ لونڈیاں باندیاں اُچھلنے کودنے لگیں۔ خواہموں پیش خدمتوں بغلیں سجائیں۔ مبارک باد کے غل سے محل گونج اٹھا۔ وینیتی کے ماں باپ کی دوبارہ زندگی ہوئی۔ بچھو لے نہ سہائے رات بہت جا چکی تھی۔ مدتوں کے پیچھے سے ہوؤں کو شوق ویدار کے خیال نے اُن کے قدم پکڑ لئے۔ ملاقات صبح پر موقوف رہی جس محل میں تھوڑی دیر پہلے درو دیوار بھاڑے کھاتے تھے۔ بالکل نو کا عالم تھا۔ اُس کی رونق کا اس وقت کا کیا پوچھنا۔ روشنی سے گوشہ گوشہ جگمگ کر رہا تھا۔ ہنسی فہم سے کان بھر رہے تھے وینیتی راجہ نل پر بچھاؤ ہوئی جاتی تھی راجہ نل وینیتی کی بلائیں لیتا تھا۔ دونوں اپنی اپنی ہوتے طبیعت کی اُسی کو خوب پریشان کی جھوٹی تعبیر ثابت کر دیتے۔ اور ہمار کو صبا کے راحت کے تازہ فط سے مسرور بنا دیتے تھے رات پچھڑوں کے ملنے کی تھی۔ اس کو درازی کہاں نصیب پھر بھی

ہر ایک لمحہ اس کیفیت اور لطف سے گذرا کہ برسوں کی مہارسی راتوں کی اکثر شمار ہو
اور بے تابیوں کا خیال بھی دروازہ خلوت نہ جھانک سکا +

ادھیائے ۴۱

راجہ نل اور راجہ بھیم سین (خسر راجہ نل) کی ملاقات
سسرال سے خدمت پشکر سے قمار بازی۔ راجہ
نل کی جیت مخالف پر نظر رحم۔ عفو تقصیرات جان
بخشی وغیرہ اور خود راجہ نل کی سلطنت الہی

راجہ نل اور دینیتی کی رات بڑے عیش و عشرت میں گزری۔ معلوم ہی ہوا
کہ خوشی کی باتوں میں کب سویرا ہو گیا۔ جسوقت آفتاب کی چمکتی ہوئی کرنوں نے
شبستان عشرت کے چراغ جھلکا کر اپنی روشنی پھیلا دی۔ اور مرغان سحر کی خوش
نوازیوں نے میٹھے میٹھے سسزل سے دل پر مومنی ڈالنا شروع کی وہ خلوت سے
برآمد ہوئے۔ راجہ نل نے غسل کیا۔ پوشاک شانہ بدلی۔ رانی دینیتی نے آئینہ سامنے
رکھ کر برسوں کے چھوڑے ہوئے سنہار سے عضو عضو کو نور کے سانچے میں ڈھالا
راجہ بھیم سین ابھی محل میں ہی تھے۔ کہ راجہ نل کی آمد کا آوازہ بلند ہوا۔ ادھر
سے راجہ نل کو اشتیاق بڑھائے لئے جانا تھا۔ ادھر بھیم سین کو شوق دیدار نے
بیتاب کر کے آگے بڑھایا۔ دو دو بڑی محبت کے ساتھ بغلیں ہوئے۔ بھیم سین نے بڑے
جوش الفت کے ساتھ گلجے سے لگا لیا۔ دائیں طرف بٹھا کر مزاج پرسی شروع
ہی کی تھی۔ کہ رانی دینیتی سولہوں سنگار کے دریاے جو ابر میں عرق برق پوشاک
پہنے سامنے پہنچی۔ دائیں طرف راجہ نل کے ساتھ تھا۔ بائیں طرف دخترانہ رخصت بھیم سین

یوہیں نشہ عشرت چور تھا۔ بیٹی کو خوش و خرم دیکھ کر اُس کے دل کی کلی کلی اور بھی کھل گئی۔ ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھالیا۔ نواسے کو زانوؤں پر رکھ دیکر چہرے کی باتیں لیں۔ اب سرگزشت چھڑی۔ جو کچھ آوارہ گردی میں جان پر گزری تھی کہ سنائی۔ بھیم سین نے ایشور کا بڑا شکریہ ادا کیا۔ بیٹی۔ داماد کو دعائیں دیں۔ کہ بھولو۔ بھولو۔ لاکھوں برسوں سلامت رہو۔ تم دونوں نے مصیبتیں تو جھیلیں۔ مگر دنیا میں صبر و شکر اور استقلال کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

راجہ نل نے عرض کی۔ آپ کے اقبال سے مصیبتوں کے دن کٹ گئے آفتوں سے چھٹی مل گئی اب بھینگی بلی بنے رہنے کی کیا ضرورت۔ لشکر نے فریب کیا و غامدی جبل کیٹ سے راج بٹھالیا۔ چکے سے ساری دولت ڈب میں کر لی اب اجازت دیجئے کہ چوسہ بچھا کر قسمت کا پانسہ چیت کروں۔

راجہ بھیم سین بیشک لشکر سے راج لینا چاہیے۔ مگر سالہا سال کے تھکے ماندے مدتوں کے فکات زدہ ہو کچھ دنوں آرام کرو سستالو پھر جو چاہے کر لینا۔ ابھی کل چلے آتے ہو آخر ہم لوگوں کی ترسی ہوئی نگاہوں کو توجہ بھر لینے دو۔

راجہ نل نے بھیم سین کے آگے سر قبول کیا۔ اور ایک چینیے تک ہاں قیام کر کے قسمت زلی کی ٹھنی راجہ رتو برن کئی روز تک کندن پور میں فروکش رہا تھا۔ جب راجہ نل سے ملاقات ہوئی۔ تو عذر خواہی کی۔ کہ معاف کرنا میں نہ سمجھتا تھا کہ آپ راجہ نل میں نے آپ سے رکتھبانی کی خدمت لی۔ اس گستاخی کی ندامت مجھے سراٹھانے نہیں دیتی۔ میں سزا پا خطا ہوں۔ مگر نادانستگی قابل پذیرائی ہے۔

راجہ نل آپ کیا فرماتے ہیں میں آپ کا احسان مند آپ کے سلوک نہ بھولوں گا جہہ پر جو کچھ گزری وہ ستاروں کی گردش سے تھی کسی کا قصور نہیں۔ اب میں لشکر سے جو اٹھیلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے آپ منظور کریں۔ تو مجھ سے علم اپنی سیکھ لیں اور مجھے قمار بازی سکھائیں۔

راجہ رتو برن نے منظور کیا۔ اور فریقین نے اپنے اپنے فن ایک دوسرے کو سکھائے ایک مہینہ انہیں اشغال میں ختم ہو گیا۔ بھیم سین نے بہت تحفہ تحائف دیکر راجہ رتو برن کو رخصت کر کے راجہ نل کو قمار بازی کی اجازت دی۔

راجہ نل کے پاس اسوقت ہاتھ پاؤں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ خسر نے ایک نہایت ہی عمدہ رتھ حوالے کیا۔ سولہ ہاتھقی سپاس گھوڑے ہمراہ کئے اور ۶۰۰ پیادے ساتھ کر کے بہت کچھ اور دولت بھی دی۔ راجہ نل اپنی قدیم راجہ دھانی کی طرف روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا نزول مرکب اقبال مرکب کی خبر اگر مہوئی پشکر نے بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ مراسم تعظیم و تکریم ادا کئے۔ جب خیر دعافیت وغیرہ پوچھی جا چکی تو راجہ نل نے کہا +

راجہ پشکر تم بھائی ہو۔ تم نے مجھے فریب سے آوارہ کر دیا۔ دغا سے ساری مایہ نشاط جیت لی۔ اس کی کچھ شکایت نہیں۔ سارے ہتھکنڈے کلچرگ کے تھے خیر اس کی تو کوروب گئی۔ اب میں مال و دولت لیکر آیا ہوں۔ جو اٹھیلو۔ چوسنر بچھاؤ دیکھوں اب کیسے چکے چلتے ہو ؟

پشکر ایک دفعہ آپ کو جیت چکا۔ اب آپ کے پاس رکھا ہی کیا ہے۔ ہاں اگر مہنتی کو داؤں پر رکھئے۔ تو کیا مفنا یقہ ہے۔ مدتوں سے میں اس کے شربت وصل کی پیاس سے بچپن ہوں۔ یہی خواہش رہتی ہے کہ کیونکر اسے پاؤں اور اندروانی افضل بناؤ پشکر کے یہ الفاظ تیر و نشتر سے زیادہ کلچے میں کاٹ کرنے والے تھے راجہ نل بجلی کی طرح تڑپ گیا انہیں خون میں ڈوب گئیں۔ ہاتھ تلوار..... پر دوڑا رہی تھا کہ اسی وقت سر اڑا دے مگر خلقی نیکیوں نے ہاتھ پکڑ لیا۔ جوش خون بولا جانے..... دو۔ اپنی طرف دیکھو۔ آخر بھائی ہی ہے راجہ نل دانت کٹٹا کر رہ گیا اور سب سے واہیات باتوں سے مطلب نہیں یا چوسنر بچھاؤ یا سہیاد اٹھاؤ بس پشکر۔ یہی مرضی ہے تو بہتر +

جوئے کی رائے قرار پا گئی۔ چوسنر بھی۔ داؤں لگے۔ پانسے پینکے اور ماحیت شروع ہوئی راجہ نل کا اقبال زبردست تھا۔ تمام بازیاں اسی نے جیت لیں پشکر سارے مال و متاع دولت و سلطنت سے ہاتھ بھاڑ بیٹھا +

ہار برمی۔ اس سے آدمی کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ زندگی بھر کی محبت رہتی۔ پشکر کا بھی منہ چٹکی ہو گیا۔ چہرے پر مرونی چھا گئی۔ راجہ نل کو یہ رنگ دیکھ کر ترس آیا۔ اور بولا۔

بھائی تم نے جو کچھ کیا - بہت اچھا کیا - تم غیر نہیں - لو اپنا راج میں نے
جان بخشی کی - سارے قصور معاف دل چاہے تو محبت بھی کھنا غیریت سے کچھ فائدہ نہیں
اس وقت پشکر کی مذمت حد سے بڑھی ہوئی تھی چہرہ عرق عرق بدن پسینہ
پسینہ دوڑ کر قدموں پر گر پڑا - ماتھے پر تلوؤں کی خاک ملی - چشم تر حم کا شکر یہ ادا کیا -
رانی اور راجہ کی دراز می عمر اور عروج اقبال کے لئے لاکھوں دعائیں دیں - راجہ تل
نے اس کل راج اور اثاث البیت واپس کر کے اُسے اُس کی بیت الحکومت میں
رخصت کیا - اور خود دار الحکومت مالوہ میں اقبال کے ڈنگے بجانا شروع کئے - تمام
اراکین دولت و عمائدین سلطنت کے دن پھرے - عامہ خلایق کی جان میں جان
آگئی دربار شاہنشاہی گرم رہتے لگا - کندن پور سے ہمارا میٹھی کی طلبی
ہوئی - ٹھاٹ - باٹ تنک و احتشام شان و شوکت کا کیا ٹھکانا - رنگ
ہی کچھ اور کا اور ہو گیا - سب راضی خوشی - سب شاد و خرم *

اوصیائے ۲۲

برہد سوری کی تسلی بخش فمائش - راجہ جد ہشتر کا رجن
کی طرف سے اطمینان رشی سے قمار بازی کی تربت

راجہ تل کی قمار بازی - پشکر کا فریب جوئے کی ہرجیت - راجہ کی خانہ
بربادی - صحرا نوردی - وینتی سے مفارقت صدمات جدائی - اچھے دنوں کی
آند - فرقت نصیبوں کا وصل - حصول دولت و سلطنت کا ذکر ختم کر کے برہد سوری
نے راجہ جد ہشتر سے فرمایا -

کہ یہ نیزنگ ماتہ کی حکایت اور انقلاب روزگار کی داستان آپ سن چکے
و یکسے راجہ تل پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں کون کون بلائیں نازل ہوئیں غربت میں پیارے مددگار

غربت میں نہ رفیق نہ غمگسار۔ اس کا سا دکھ ایشور کسی کو نہ دکھائے۔ آپ کی وشت
نوروی کی تکلیفیں اُس کے پاس نگ برابر نہیں بھائی درود دکھ بٹانے کو حاضر رانی
خدمت کیلئے ہمراہ۔ برہمنوں کی ٹولی دل بہلانے کو موجود رشی منڈلی سے ہر وقت
چہل پہل بچ پوچھو۔ توجنکل میں منگل ہے۔ جھل میں وسہرا۔ وشت میں گلگشت
بن میں سیرچن۔ بن باس میں بھوک بلاس۔ دکھ میں سکھ غرضیکہ آپ اور راجہ نل میں
زمین و آسمان کا فرق ہے پھر آپ کو ناحق ملال ہے۔ فضول مصیبتوں کا خیال ہے
اتنے دن کٹ گئے ہیں۔ باقی اور بھی یو ہیں گزر جائیں گے۔ ہاتھی تو نکل
گیا۔ دم باقی ہے۔

راجہ جدھشٹر۔ آپ کا فرمانا درست۔ راجہ نل کی سی مصیبت یہاں غاب و خیال میں
بھی نہیں۔ میں اس سے نہیں کچھ آتا۔ ترو ہے تو یہ کہ ارجن آنکھوں سے جدا ہے عرصے
سے تہہ ٹھکانا نہیں ایسے بھائی کی جدائی میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام ہے
سینکڑوں طرح کے خیال پیدا ہوتے ہیں دل برائی ہی کی طرف جاتا ہے۔ وہ
آجاتا۔ تو پھر نہ کچھ ملال تھا نہ کوئی وبال یہ دن کیا۔ ایسے ایسے لاکھوں پہاڑ بھی
ہوں تو میں کاٹ ڈالوں کبھی نہ سے آف نہ نکالوں۔

برہمن سوری بٹیک آپ کو ارجن کی جدائی شاق ہے ایک نظر دیکھنے کا اشتیاق
ہے لیکن کچھ آنے کی کوئی بات نہیں۔ ایشور کا سب فضل ہے ارجن کو کوئی دکھ
نہیں اندر پوری میں مزے کر رہا ہے۔ راجہ اندر بیٹے کی طرح جان سے عزیز
رکھتے ہیں شستر بدیا کی تعلیم جاری ہے۔ ایسے ایسے کمال حاصل کئے ہیں کہ
باید و شہا بدیا ایک دنیا میں جواب نہ نکالیکا۔ آپ فکر نہ کریں حقوٹے دنوں کی اور
کسر اور تکمیل فن ہوئی اور ارجن آپ کی خدمت میں آگیا ذرا صبر رکھ رہا ہے۔
راجہ جدھشٹر کو اس تقریر سے ڈھارس ہوئی بے چین دل سنبھل گیا
رشی سے عرض کی کہ۔

مہاراج جوئے نے مجھے اس حل تک پہنچایا ہے بنے ہوئے پالتوں نے
ٹاٹا الٹ دیا۔ دغا بازوں نے ٹنگیا لیا۔ فریبیوں نے جھگڑوں کی ٹھوکریں کھلائیں
اس مجھ پر فرض ہے کہ جوئے کی مشق ہم پہنچاؤں۔ پانسے کا زنگ پہنچاؤں آپ کو اس

فن میں خاص مہارت ہے۔ سکھلا دیں۔ توڑے نصیب عین مہربانی شاید صحرانوی کے بعد پھر اسی سے کام پڑے اور تقدیر کا پانسہ جیت کرنے کے لئے چوس رہی سے سامنا ہو۔

برہد سورشی نے درخواست قبول کی۔ اور بہت دل لگا کر بڑے شوق سے تار بازی کی رگ رگ بنا کر راجہ جد ہشت رکھ کو اس فن کا ابھی استاد بنا دیا +

ادھیائے ۲۳

ناروجی کی آمد تیرتھوں کا ذکر۔ راجہ جد ہشت رکھ سے تیرتھ جاتر کی تحریک۔ راجہ کو اجر بن کی فکر۔ تبدیلی سکونت کا خیال۔ لومس رشی کی تشریف آوری

برہد سورشی تار بازی سکھا کر چلتے ہوئے۔ تو ناروجی نے نزول اجلال فرمایا اور راجہ جد ہشت رکھ سے سب تیرتھوں کے نام و نشان بیان کئے۔ عظمت و برکت کا وصف فرمایا۔ فرائض ضروریہ کی فہرست گوش گزار کی۔ اور تمام باتوں کا پتھر صرف اس فقرے پر کیا کہ زمین کا پر کرماں (طواف) سے مطالب حاصل ہے سارے کارج سدھ ہیں نہ جگہ جگہ پھرنے کی ضرورت۔ نہ تیرتھ کے درشتوں کی حاجت کیا خوب ہو کہ تم بھی اس وقت سب تیرتھ برت کر لو۔ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا اچھا۔ پھر ایسا موقع فرصت ملے یا نہ ملے راجہ جد ہشت رکھ اسنے کی بات ہے ایک مرتبہ ہمیشہ تیار ہر دواریں گئے وہاں پولست جی سے ملاقات ہوئی۔ رشی مہاراج ہمیشہ تیار ہو کر دیکھ کر مکن ہو گئے سب تیرتھوں کا حال کہنا شروع کر دیا۔ جب پشکر تیرتھ کا نام آیا۔ تو انہوں نے بہت ہی عظمت بیان کی۔ اب تک میرے دل پر وہ الفاظ نقش ہیں۔ جو اس مقدس تیرتھ کی شان میں پولست جی کی زبان سے نکلے تھے۔ اسی سلسلے میں مہاراجی

میں ناروجی نے تمام تیر عقول کا مشرح مفصل ذکر کر کے اپنی راہ لی۔ راجہ جہد مشر
خوش تو بہت ہوئے۔ تیر تھ جاترا کے شوق نے چاہا کہ اس وقت قدم اٹھ جائیں مگر
ارجن کی جدائی کا خیال پھر سامنے اکھڑا ہوا۔ انہوں و عوم رشی سے کہا +

ایک مدت ہو گئی۔ ارجن آج آتا ہے نہ کل۔ کیا کروں کس طرح
دل کو سمجھاؤں۔ ایسا لائق۔ صابر و شاکر۔ فرمانبردار۔ اطاعت گزار۔ صاحب طاقت و
ذی لیاقت بھائی ایشور سب کو دے۔ ایسے قوت بازو بڑے نصیبوں سے ملتے
ہیں۔ میری ذرا نظر دیکھی۔ تو اندر کی خدمت میں جا پہنچا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ ایک
دن خون خرابہ رکھا ہے۔ بغیر تیر تلوار ہاتھ میں لئے مغرور ہو گا۔ اس پر طرہ یہ کہ ٹلکر کن
سے درونا چارج سے بھیشم سے اسوتھامان سے کرن سے جن کی دھاک وہ کہ
نام سنتے ہی آدی کا پتا پانی پانی ہو جائے۔ تلوار تھر تھرا کر خود ہاتھ سے پھوٹ پڑے
تیر چلتے چلتے کمان کے گوشوں میں چھپ جائیں۔ دنیا کا کوئی شور بہر کوئی صاحب
شمشیر نہیں جو ایک چوٹ سہہ سکے چٹھنا تو کارے وارد۔ آنکھ بھی ملا سکے اس خیال
نے ارجن کو اندر پوری میں پہنچایا۔ مگر واپسی کا نام نہیں۔ میرا دل اس جگہ سے اُچاٹ
ہو گیا۔ ٹھہرنے کو مطلق جی نہیں چاہتا۔ اس لئے آپ کوئی ایسا مقام تجویز کریں
جو برہمنوں کو بھی زیادہ آرام دہ ہو۔ اور میں وہاں ارجن سے مل سکوں۔ آپ تو
جہانیاں جہاں گشت میں۔ دنیا کا کوئی مقام ایسا نہیں۔ جہاں آپ کے قدم نہیں
پہنچے جو آپ کی نظر سے نہیں گذرا۔ پس مہربانی سے فرمائیے کہ کہاں فریاد پڑا پہنچایا جا
و عوم رشی نے اس کے جواب میں تمام مقدس تیر عقول اور جاترا کے لائق
مقاموں کی تفصیل سننا شروع کی۔ ایک ایک کارنی سے بیزہ تک حال میان
کر کے کہا۔ کہ اتنے تیر تھ موجود ہیں جہاں مرضی ہو جہاں جی چاہے قیام کیجئے
ہم سب ساتھ ہیں مہر جگہ رفاقت کریں گے۔ ابھی سلسلہ تقریر ختم ہوا تھا کہ موس رشی
نے اگر دشمن دیئے۔ اور رنگ محبت بدل گیا +

ادھیائے ۴۴

لومس رشی کی پیغام رسانی - تیرتھ جاترا کی تحریک

لومس رشی کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ انہیں سے ارجن اور اندر نے درخواست کی تھی۔ کہ راجہ جد ہشتر کو دشمن ویکر خیر و عاقبت سے مطلع کریں۔ جس وقت رشی ہساراج آئے راجہ جد ہشتر نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ قدم دھوئے بچول کا مال لایا۔ غلو کیا۔ خاطر و مدارات کے بعد راجہ جد ہشتر نے دریافت کیا وہاں راج کہاں سے تشریف آوری ہوئی۔ میرے نصیب کس طرح جاگے؟ لومس رشی۔ اندر لوک سے آتا ہوں۔ وہاں ارجن سے ملاقات ہوئی تھی۔ ارجن کی وہاں جو قدر و منزلت ہو رہی ہے کیا بیان کروں۔ میں نے اندر کے برابر سنگا سن پر بیٹھے دیکھا۔ چلتے وقت راجہ اندر نے آپ کو پیغام کہلا بھیجا اور مجھ سے کہہ دیا کہ ہر طرح دلجمعی کر دینا۔ ارجن سے بہت اچھی طرح سے پکڑ کر ستر بٹیا سے فراغت مل گئی گندھرب (علم موسیقی) میں بھی کمال حاصل ہو گیا۔ تھوڑے دن صبر کریں۔ ارجن عنقریب قدم بوس ہوگا۔ اندر کے بعد خود ارجن نے بھی اس مضمون کو دہرایا۔ چنانچہ ہمیشہ تیار رہا۔ ورونا چارج۔ کرپا چارج۔ اسوتھان سے ڈرتے تھے جن کا خوف آپ کے دل کو دہلا دیا کرتا تھا۔ ان کی بہادری کے دن لہ گئے۔ ان کی دھاک کا خاتمہ ہو گیا ان سب کے لئے ایک ارجن کافی ہو گیا۔ ارجن کے ہتھیار سب کی سخی کر گئے۔ ارجن کی پیشانی وہ قبولیت حاصل کی۔ کہ ہادیو جی اپنے ہتھیار رحمت فرمائے لو کہپالوں نے اپنے سلاح جنگ کا تحفہ پیش کیا۔ اب ارجن کے آنے میں زیادہ دیر نہیں سال گزر گئے دن رہ گئے ہیں تب تک آپ تیرتھ جاترا سے فراغت کر آئیں وہ بھی لازمی فرض ہے کر ڈالئے۔ نیک کام میں دیر نہ لیں اور آپ جاترا سے لوٹے اور ارجن کو بھی قدموں میں حاضر سمجھیے۔

ادھیائے ۲۵

تیرتھ جاترا کیلئے راجہ جد ہشتر کی کامیابی کی روانگی

لوہن رشی کو راجہ اندر نے فہائش کی تھی۔ کہ راجہ جد ہشت کو تیرتھ جاترا کرا دو۔
 احسان ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے خوشی سے ہمراہی منظور کی۔ مگر فرمایا کہ
 بھیڑ چھاٹو۔ مجمع کم کرو۔ سفر دور و راز ہے۔ زیادہ جاؤ تھیک نہیں۔
 راجہ جد ہشت نے حکم کی تعمیل کی۔ بہت سے برہمنوں کو سمجھا بچھا کر راجہ
 دھرتراشٹ کے یہاں بھیج دیئے کی ٹھہرائی اور کچھ اپنے سنگے برہمن ساتھ لیکر تیسرے
 دن کام بن سے غرم روانہ کی کیا سارے برہمن اور بن باسی اکٹھے ہو کر آئے۔ التجا
 کی۔ کہ کہاں لاج ہم سب کو اکیلے چھوڑنے سے آپ کا کیا فائدہ ہم سب ساتھ رہینگے
 تو کھانا سناتے۔ آپ دل بہلاتے آپ کی بجائے کارناتے۔ تیرتھ جاترا بھی کر لینگے
 جس کا ثواب آپ کو ہوگا۔ ہم کو قدموں سے جدا ہونا منظور نہیں۔ خوشی سے یا ناخوشی
 جس طرح آپ چلیں گے ضرور جائینگے۔ آپ ہم لوگوں کی فکر چھوڑ دیجئے۔ جس طرح
 الشور گذارینگا۔ گزر لینگے۔ مگر قدم نہ چھوڑیں گے
 راجہ جد ہشت پر سب کی منت و حاجت کا پورا اثر ہوا۔ جوش الفت نے
 ہاتھوں میں آنسو جھکا دیئے۔ زبان بول اٹھی۔ کہ
 اچھا خیر جو آپ سب کی مرضی۔ اگر چنانہی مد نظر ہے۔ تو راضی برعنا
 ہوں چلتے +

قافلے کا قافلہ کر کے کھڑا تھا۔ کوچ کی دیر تھی۔ کہ وید ویا س جی وارد
 ہوئے۔ دیورشی ساتھ پریت رشی ہمراہ آتے ہی انہوں نے ہدایت کی۔ کہ پہلے نہا
 دھو کے پاک صاف ہو۔ تو دیو پریت رکھو۔ تب جاترا کے لئے غرم کرنا۔ چاروں بھائیوں
 راجہ ہشت بھیم۔ نکل۔ سہادیو اور وروپدی نے برت رکھا۔ سر پر جٹائیں باندھیں
 بیاس جی وغیرہ نے اسیر باد دیا۔ اور جاترا کے عازم دھوم رشی کے ساتھ روانہ ہوئے
 اندر سین وغیرہ گل پندہ خدمتگار ہمراہی میں تھے۔ اور چند رشی اور برہمن پندرہ
 رتھ کام بن سے چلے اور عنان غرم پور کے رخ مڑ گئی

ادھیائے ۴۶

دھرم اور ادھرم کے معاملات پر لومس رشی کے خیالات کا اظہار

جاتریوں کے رحم منزل مارتے چلے جاتے ہیں راجہ جد معشر جیران ہیں کہ
ایشور کی مایا کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ میں آج تک پاپ اور ادھرم کے قریب ہی نہیں
گیا۔ میری تویہ دوشا اور دشمن ستر پانچ ماہ پہلے سرے کے بیدھرم وہ مہرے کرے
میں کلچرے اڑا رہے ہیں ات دن ندی رنگ شام سویر سیر تماشائا اقبال کو دن
و دنی رات چوگنی ترقی۔ دولت کی ہر لحظہ افزونی۔ ترقی کی حد۔ عروج کا حساب نہیں
کیا۔ انسانانہ اور کیسے اندھیر کی بات ہے۔ اس خیال میں دل کو انجمن ہوئی۔ تو
ضبط نہ ہوا۔ لومس رشی سے بھی رونما رو دیا۔ رشی جی نے فرمایا۔

دھرم پتر! تمہارا خیال غلطی پر ہے۔ اس وقت بھول میں ہو۔ دھرم دھرم
ہی ہے۔ اور ادھرم ادھرم ہی۔ ظاہر میں تو پانی لوک پھلے پھولے دکھائی دیتے
ہیں۔ مگر دراصل ان کی جڑ کمزور ہوتی ہے۔ دھرم کی ثبات و قیام ہے اس کی جڑ
پائمال میں ہے۔ ادھرم کی ترقی کا زمانہ چاروں کی چاندنی پر اندھیا راپا کھ کے معلق
ہے آمدھی آئی آم گرے اور بس صفایا۔ دھرم سدا پھل ہے جب سے پھلنا
شروع ہوا۔ بس خزاں ہو تب بھی باؤر ہمار سویت بھی نمودار۔ دھرم کی راہ ملنے
والوں کو رہن لوٹ بھی لینے۔ نتیجہ سمجھ گیتے۔ ایک دن آگے کے ہاتھوں کو
پچھے ہونا پڑ لگا۔ پانی بہت بڑھے اور ایسے بڑھے کہ کچھ ٹھکانا نہیں مگر جوت
گئے۔ تو ایک ہی دم سے فنا ہی ہو گئے۔ کوئی نام لینے والا پانی دینے والا نہ رہا کیا
اس کا نام ترقی ہے یہ ترقی نہیں بلکہ ستیاناسی کی نشانی ہے ندیاں بڑھتی ہیں جڑھتی
ہیں سیلا سٹانے میں طوفان برپا ہوتا ہے۔ مگر جہاں پانی کا اتار ہوا بس ایک دن
بالو کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ دھرم سمندر ہے جس کا پانی نہ بوند بھر گئے نہ قطرہ بھر
بڑھے ہمیشہ ایک ہی حال معمولی اعتدال۔ بادل برسند ہی نامے نہیں کچھ پرواہ
نہیں پھر سمندر اور برساتی نالے ندیوں کی کیا برابری +

ست جگت واقعہ سنا ہوگا۔ اس زمانے کو دیو مچک کہتے ہیں اس دور میں
دھرم کی عملداری کا کیا پوچھنا۔ دیوتا لوگوں نے ان ایام فرحت و فرجام میں خوب دھرم

کے جھنڈے گاڑے راجھسوں نے بھی خوب قوت پکڑی۔ مگر فرق دھرم اور
ادھرم کا تھا۔ دیوتوں کی طاقتوں سے سیدھے ساوھے دیوتا دہلی گئے۔ بچاؤ کے
لئے تیرتھوں میں پناہ لی۔ راجھسوں نے کہا ہم کیوں پیچھے رہیں۔ ہم میں کسان
کی کمی ہے۔ پس انہوں نے بھی تیرتھوں پر دھاوا بول دیا۔ مگر سب پانی تھے دھرم
نے سب کو گردیاں دیں۔ مگر میں ماتھے دیکر نکال باہر کیا۔ راجھس نشہ نخوت میں چر-
تے۔ زمین پر سیدھا قدم نہ پڑتا تھا۔ جل اٹھے کہ میں دیوتاؤں کی توقیر ہماری حقیر تو
سہی دھرم کا چرسا اور دیوتاؤں کا اچار نکالا جائے۔ اب کیا تھا۔ ادھرم نے دل پر
حکومت جمالی۔ آنکھوں کا پانی مر گیا۔ بھتل بخصت ہو گئی۔ دماغ کو شرارتوں ہی کی
سو بھنے لگی۔ اگر کچھ ثواب تھا۔ تو وہ بھی غائب جب پاپ بڑھا ادھرم نے ترقی کی تو
کہاں انسانیت کہاں رحم کہاں دولت کہاں سلطنت سب نے اپنی اپنی طرہ راہ لی
اور موت کے منہ جھونک کر اُس غرور اور نخوت کا مزہ چکھا یا جس نے چند روز ترقی کے
زعم میں آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ دیوتوں کا تو یہ حشر ہوا۔ اب دیوتاؤں کی سننے
وہ بچاؤ جان چھپاے تیرتھوں میں پڑے رہے وہاں شغل کیا وہی چپ تب دھرم
کرم کوئی مخالف ہوا پاس نہ بھٹکی۔ کسی واسیات خیال نے خواب میں بھی اثر نہ کیا پس
وہ مزے میں رہے ادھرم ایک بال تک بدیکا نہ کر سکا۔ بلکہ ان کی ذات والا صفات
مدوح خاص و فخر نام ہوئی۔

راجہ جدمشتر خیال رکھو۔ ادھرم ایک دفعہ بدیشک آسمان پر چڑھاتا ہے
مگر جب گر آتا ہے پانی کا پتہ نہیں لگتا۔ ایشور نے ویدوں میں خود یہی بات لکھی ہے
کہ دھرم کو نہ وال نہیں۔ ادھرم کا کمال ہی بہ بمنزلہ زوال ہے تم ایسے خیالات دل
میں لاؤ تیرتھ جاتا کرو۔ جو دولت و سلطنت ماتھے سے جاتی رہی سب قبضے میں سمجھو
کچھ کشتی کے دنوں کی دیر ہے۔ راجہ زنگ۔ شوی۔ بھاگیرتھ۔ پورو اور پورو وغیرہ جتنے
دھرم اتنا فرمانروا گزرے ہیں۔ سب تیرتھ جاتا رہی سے اجائے روزگار نفیست
حاصل کی خیر و ثواب شہرت و نیکنامی۔ دولت و ثروت تمام چیزیں اس دھرم کی برکت
سے نصیب بھتیں تم بھی اسی تیرتھ برکت کی بدولت دنیا کے سرمایہ ناز اور تاج
داران زمانہ میں سرفراز ہو گے۔ راجہ اکشواک۔ چکندر ماں دھاتا۔ اور بھرت

کی طرح تمہارا نام نیک بھی یادگار زمانہ ہوگا۔ مایوسی کے دن گئے اب یہ سمجھو کہ جو کچھ دنیا کی سختیاں اور عقبت کی برکتیں ہیں۔ سب تمہارے حصے میں آنے کے لئے دعائیں مانگتی اور دن گزار رہی ہیں تم اپنے دشمنوں کی ظاہر ترقی پر نہ جاؤ یہ موسیٰ کیڑے ہیں فصل بدلتے ہی ان سے ایک نہ دکھائی دیگا۔ ان کا عروج ان کے لئے کنواں کھو رہا ہے۔ سچ سمجھو کہ پروار جیونیوں کی طرح موت کے منہ میں جانے کا وقت قریب ہے +

اوصیائے ۴۷

جاتیوں کی منزلیں۔ ارٹھ تیرتھوں کے نام گیا جی کی وجہ تیبہ

جاتیوں کے رتھ چلتے چلتے گومتی پار پہنچے۔ درشن وغیرہ کے بعد جاتیوں نے نیکسار انمیسارن کی راہ لی۔ یہ تیرتھ بہت قدیم اور نہایت مقدس ہے سب لوگ یہاں ٹھہر گئے کچھ دنوں صدق عقیدت سے تپ برت۔ دامن اپنی برہم بھوج سے ثواب دارین حاصل کیا۔ پھر کہنیا تیرتھ میں گئے۔ اسو تیرتھ کے درشن کے کوڑوں کے تیرتھ پر شرادھ کرم کے فرائض ادا کئے بعد چند روز کال کوٹ پرست پر قیام پذیر رہے اس مقام پر راجہ جدھشتر لوسشی سے ملتی ہو کہ بہاراج ارٹھ تیرتھ کون ہیں۔ کہاں کہاں ہیں۔ کس کس نام سے مشہور ہیں بیان فرمائیے۔ سننے کا اشتیاق ہے +

لوسشی۔ بہت اچھا میں سناتا ہوں۔ مگر پہلے آپ یہ خود سمجھ لیں۔ کہ جامہ لٹائی قبول کر کے اگر تیرتھ جاتراند کی۔ تو زندگانی اکار تھ۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ ان تیرتھوں میں جا کر ضرور دل اور جسم کو پاک کرتا رہے۔ تیرتھ کیا چیز ہیں۔ ان سے کون کون ثواب حاصل یقیناً ہے۔ سب کی تفصیل و تشریح شاستروں میں درج ہے تیرتھوں کا جہانم اسی سے سمجھ لیجئے کہ تمام رشی منی اپنی پندشیا کو ثابت قبول

سمجھتے ہیں۔ جب تیرتھ جاترا سے فراغت پالی یہ اڑسٹھ تیرتھ حسب ذیل ہیں :-

(۱) اودھ پوری	(۲) مدھ پوری	(۳) دوارکا	(۴) مایا پوری
(۵) کانچی	(۶) اونٹی	(۷) کاشی	(۸) تیرتھ پریاک راج
(۹) گیاجی	(۱۰) چترکوٹ	(۱۱) نمبسان عرف نیکار	(۱۲) کورکنشیر
(۱۳) جنک پور	(۱۴) بدری ناتھ	(۱۵) ہرودوار	(۱۶) کیدار
(۱۷) نگلوتری	(۱۸) دیو پریاک	(۱۹) کرن پریاک	(۲۰) نیلگر ماڈھو
(۲۱) لکشمین کنور	(۲۲) مان سرودور	(۲۳) سہسٹر ہارا	(۲۴) وھنس تیرتھ
(۲۵) پھلگو	(۲۶) مکشیبا	(۲۷) کیل دیو	(۲۸) سیت بندریشور
(۲۹) سنگر	(۳۰) ریح ناتھ	(۳۱) پنچ بٹی	(۳۲) رام محلہ
(۳۳) رکھ موک پربت	(۳۴) چمپا سر	(۳۵) شرمی رنگ	(۳۶) برہم ست
(۳۷) کمت ناتھ	(۳۸) دارمور کنڈ	(۳۹) لوٹا گڑھ	(۴۰) برج منڈل
(۴۱) ہیم گوپال	(۴۲) چتر بھج ناگر	(۴۳) سوم ناتھ	(۴۴) نرسنگھ دوارہ
(۴۵) گوداوری	(۴۶) ملیاگر	(۴۷) پنج سر (پانچ نیرا)	(۴۸) ہنگراج
(۴۹) منی کرن	(۵۰) کوپ تلانی	(۵۱) پشگر	(۵۲) درو چمپتر
(۵۳) آبو	(۵۴) نارائن سر	(۵۵) شمشیر سنگھ	(۵۶) نیپال گنڈ
(۵۷) شیشاگری	(۵۸) گیشوگر	(۵۹) روہنی گنڈ	(۶۰) پوری جگن ناتھ
(۶۱) ترلوکی ناتھ	(۶۲) پدم ناچھ	(۶۳) پرہاس کھیر	(۶۴) گوپال جبار وشن
(۶۵) گنگا بھاگہرتی	(۶۶) لولہ راگرام	(۶۷) ہندوسر	(۶۸) گرنار

کال کوٹ سے چلکر جاتریوں نے ماہنودا تیرتھ کے استھان کے دہاں سے گنگا ستوتی اور جینا کے سنگم پر تیرتھ راج پریاک میں ٹھہرے ایک ان برہم بھوج سے فارغ ہو کر برہما جی کی بیدی پر کئی روز تپشیا کی۔ پھر گیا جی میں تشریف لے گئے۔ برسات کا زمانہ تھا۔ چار چھینے وہیں اکٹھے بٹ کے سائے میں قیام کر کے رشی جگہ اور اور جگہ کے ہزاروں رشیوں مینوں کا میلہ لگ گیا ویدوں کی آواز اکاش میں گونجتی تھی۔ دھرم چرچے کے سوا کان اور کسی چیز سے استھانہ تھے۔ یہ تیرتھ بہایت ہی مقدس ہے۔ عظمت کا یہ حال کہ سب تیرتھوں کا راجہ کہلاتا ہے۔ اس کے

قریب ہی برہم سر تیرکھ واقع ہے۔ جہاں جہاد یو جی و عشق لئے ہوئے ہمیشہ رونق افروز رہتے ہیں۔ اور جس میں بڑے بڑے رشیوں نے جہاں نے بھی جگہ کھینچے سمجھ نامی رشی نے جد ہشت سے کیا جی کی وجہ سے تہ بیان کرتے ہوئے گوہر نشانی کی کہ اگلے زمانے میں ہوت جس کا فخر خاندان راجہ گے بڑا نامی گرامی راج رشی تھا۔ اُس نے اس مقام پر ایسا عظیم الشان جگہ کیا۔ کہ اب تک نہ ہوا۔ اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے راجہ نے داد و دہش کی حد کر دی۔ بن دان کا شمار حساب تھا۔ غلے کے پہاڑ آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے تھے۔ دودھ ٹھی۔ وہی کی ندیاں بڑی ہی تھیں۔ جگہ جگہ جھڑاڑ ڈھلا ذرا فاصلے پر لنگر رسوئوں میں گرم گرم کھانے ہر وقت تیار۔ ہر ذائقے کی غذا ہر ایک کے لئے موجود۔ زرد جو اہر کی چار سو بارش۔ کسی بات کی کمی نہیں۔ جگہ کی و عسوم و عاصم ایسی شہرت کہ اور رشیوں اور برہمنوں کے سر ہی سر نظر آتے حاجت مند اور سالکوں کا نہ بھڑکے سوئی اچھا لئے سے زمین پر نہ گرتی تھی۔ ہر ایک نے منہ مانجی مراد پائی جس چیز پر نظر ڈالی بے مانگے ہاتھ آئی۔ راجہ اس جگہ میں شہزادہ غنیمت یعنی پیروں یعنی بزرگان سلف کی روح کو ایسا خوشش اور آسودہ کیا۔ کہ نام صفحہ روزگار پر نقش ہو گیا اہل عالم کیا دیوتا بھی قالب نورانی میں پیش نظر کر حسن ارادت و جواب ہر سعادت کے مداح و معترف ہوئے۔ راجہ گے کا جگہ اس ندی کے کنارے ہوا تھا۔ جو سامنے موجیں مار رہی ہے۔ گے کا نام گیا سر تیرکھ ہے جس سے راجہ گے کا نام زندہ جاوید رہیگا +

ادھارے ۴۸

راجہ جد ہشت کی اگست جی کے آشرم میں سائی
لوہر رشی کی گوہر نشانی۔ لوک دیت کی برہمنوں کے بد سلوکی
واقعا خونریزی۔ اگست رشی کو بزرگوں کے عذاب کا علم

لو پا مدراسے شاہی۔ اگست رشی کو زوجہ با عصمت
کی وجہ سے دولت کی تلاش۔ اُلوک دیت کے یہاں
تشریف بری باتابی برادر اُلوک کا خاتمہ اگست جی کی مطلب بری

راجہ جہدھشٹر گیا جی میں جگبھو وغیرہ سے فارغ ہو کر درجیا پور میں قیام پذیر
ہوئے یہی اگست رشی کا آشرم تھا۔ اگست جی کا نام سنکر راجہ جہدھشٹر نے لومس
رشی سے عرض کی کہ

ہمارا جی یہ اگست رشی جی وہی ہیں۔ جنہوں نے باتابی دیت کو قتل کیا تھا +
لومس رشی۔ جی ہاں وہی +

جہدھشٹر۔ واردات کیا گزری تھی۔ کشت و خون کی وجہ +
لومس رشی۔ سنئے باتابی دیت کا ایک بھائی تھا۔ اُسے اُلوک کہتے تھے۔ اس نے
کسی برہمن کو دیا۔ کہ ایشور سے میرے لئے ایسے بیٹے کی درخواست کرے۔ جو
اپنے وقت کا اندر جو برہمن نے لکا سا جواب دے دیا۔ کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اُلوک کے
تن بدن میں آگ سلگ اٹھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک ہی ہاتھ میں عزیز کی جان لے لی
مگر اس خون ناحق سے پیٹ نہجراہ تمام برہمنوں کی جان کے پیچھے چل گیا جسے پاجانا
زندہ نہ چھوڑتا اُس کی خونریزی عجیب مصلحہ کہ امیز و سحر انگیز تھی۔ اُسے کوئی منتر سنا
تھا۔ جس کے اثر سے مقتول بچہ ہنستا کھینٹا اٹھ بیٹھتا۔ چنانچہ برہمنوں کے قتل میں
بھی یہی کارستانی جاری تھی پہلے وہ اپنی قوت بازو باتابی کو بلاتا پھر اُس کا گوشت
برہمنوں کو کھلا کر باتابی باتابی لپکارتا آواز میں جاوے تھا۔ منتر کی تاثیر تیرہ ہدف تھی جب
باتابی کا نام منہ سے نکلتا باتابی فوراً پیٹ چاک کر کے اچھلتا کودتا ہنستا کھینٹتا بائیں گل
آتا۔ اور برہمنوں کی جہان مفت چلی جاتی ہزاروں برہمن اسی طرح ہلاک ہوئے۔ جو
زندہ تھے اُن کو ہر وقت جان کا خطرہ تھا اسی زمانے میں اگست رشی کسی روز کہیں جا
رہے تھے کہ ایک گڑھے میں اُن کے بزرگ اٹھے لٹے ہوئے دکھائی دئے

انہوں نے دریافت کیا کہ اس عذاب کی وجہ ہے جواب ملا تم بے اولاد ہو۔ اسی سے ہماری جان پر یہ آفت ہے۔ جب تک تمہارا بیٹا شراودھ نہ کرے اس وقت تک ہماری نجات نہیں۔ آگست نے کہا اگر یہی ہے تو آپ اطمینان رکھیے میں آپ سب کو اس عذاب سے چھٹکارا دلاتا ہوں۔ آگست رشی یہ کہہ کر وہاں سے چلتے ہوئے اور شاہی کی فکر محبوبہ و لغواز کی تلاش میں غلطان پیمان رہنے لگے +

اس واقعہ سے قبل راجہ بدرنھ کو جگمبہ کی برکت سے ایک وشنو جہاں کا دیدار نصیب ہوا تھا۔ جس کو دنیا میں لو پاد راکے نام سے شہرت ہوئی۔ لو پاد راکے جب ذرا ہوش سنبھالا کام کاج کے قابل ہوئی تو آگست رشی راجہ بدرنھ کے پاس پہنچے اور اپنی شادی کا معاملہ پیش کیا۔ راجہ بدرنھ نے پہلے تو بہت بغلیں جھانکیں۔ مگر جب آگست رشی کے کشف کرامات کا خیال آیا تو چپ چاپ بے لیاں راکے ساتھ شادی کر کے سسرال میں کیا رکھا تھا۔ گھنا جھگڑا۔ ننھی سی لٹی اور بیٹھنے کو کشا سن۔ یہاں لو پاد راکے نازوں کی پٹی۔ محلوں میں گھیلنے کو دینے والی۔ نہرا دل لونڈیاں خدمت کو بوٹی سینکڑوں سہیلیاں آنکھیں دیکھ رہے تھے کو حاضر۔ جب آگست رشی اپنے آشرم میں گئے۔ تو لو پاد راکے تیونا اور بڑے ناز و انداز سے سناٹا کرنے بیٹھ گئی۔ سامنے آئینہ سنگار دان میں عطر پھیل سمرہ سی۔ صندوق میں زیور۔ جواہرات۔ گٹھوی میں زرکار ملبوس +

جس وقت چوٹی گٹھوی کی۔ دلبستی دیکھی۔ آگست رشی نے فرمایا یہ کوئی راج محل نہیں۔ تبوین ہے۔ مجھ کو زیبائش و آرائش سے کیا سروکار سب لباس و زیور چھین کر یہاں رشی استریوں کی سادی و صوفی اور غریبانہ اوڑھنی کافی ہے۔ لو پاد راکے شہسليم خم کیا۔ ہر ہفت عروسی سے کان پکڑے چوٹی کی دھن بننے سے نفرت کی اور و صوفی اوڑھنی سے سروکار۔ اور رشی کچھ مدت سے مطلب رکھا۔ رات دن اطاعت سے غرض تھی اور شام و صبح رخصتا جونی سے واسطہ۔ ایک دن لو پاد راکے بڑے ادب سے عرض کی :-

پران ناتھ دھرم سروپ بہت دن اس وضع میں بسر ہوئے سادگی و سادگی سیر ہو گئی حکم دیکھئے کہ عروسانہ لباس اور زیور جواہرات سے جسم خاکی کو نقصان

بناؤں۔ یہی نہیں۔ بلکہ آپ خود بھی یہ چیتھرے پھینکے۔ امیروں کی
پوشاک پہنئے

اگست رشی۔ لباس اور زیورات بھلا میں کہاں سے لاؤں۔ دولت کبھی آنکھوں
سے نہیں دیکھی۔ چھیل چکنیاں بنوں۔ تو کیونکر ہے

لو یا مدرا۔ آپ کو دولت کی کیا کمی۔ سُستی کی طرح لکشی زبان پر ہے سلطنت خفاک
کی ایک چٹکی میں۔ جس دھونی کی راکھ دسے دسے سنگہ پتی ہو جائے۔ ابھی پلک جھپکا
لیجئے تو میرے پتا کی سی دولت کیا کویر کا خزانہ یہیں ہو +

اگست رشی۔ بالفرض یہی سہی تو پھر پتشیہ کی کیا سبیل چنے کا چبانا اور شہنائی کا
بجانا کب ممکن ہے

لو یا مدرا۔ اگر یہی تھا۔ تو پھر پاؤں میں بیٹری کیوں پہنی۔ شادی کی کیا ضرورت تھی
جب کسی کو پاؤں سے باندھا۔ تو رشتے کا نباہ بھی مقدم اور لطفِ زند کی بھر
ضروری ہے +

اگست رشی اس بات پر معقول ہو گئے۔ سوچے کہ واقعی عورتوں کو زیور و لباس
بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ لو یا مدرا بڑے بھاری راجہ کی بیٹی۔ پیدائش کے دن سے
نزد و جاہرات ہی آنکھوں سے دیکھے۔ ہزاروں زیوریں پہن کے پھینکے۔ اس
کا دل رکھ لینا ضروری ہے۔ اُنہوں نے آخر کار کہہ دیا۔ کہ اچھا۔ جو تمہاری مرضی
یہی میری خوشی لیکن مجھے کسی دولت مند راجہ سے کچھ دولت لے آنے دو +
یہ باتیں نہیں ختم ہو گئیں۔ اگست رشی کو دولت کی فکر راجہ سُرت برن کے پاس
لے گئی۔ راجہ نے صدقِ عہدیت سے پرستش کی۔ اور قدموں پر سر رکھ کر
اظہارِ آرزو کیا۔ کہ :-

مہاراج۔ ارشاد ہو۔ کیا خدمت گزاری کروں ؟

اگست رشی۔ تھوڑی دولت ورکار ہے +

سُرت برن تھوڑی بہت گیا۔ جو کچھ میرے پاس ہے۔ اُنکو اپنا ہی سمجھو
میں راجہ یا پٹ سب نذر کرتا ہوں +

اگست رشی۔ تمہارے حسنِ عہدیت پر آفریں۔ مجھ کو اسی سے سب کچھ مل گیا

دولت کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے

سرت برن - نہیں مہاراجہ یہ نہ ہوگا - میں تمہیں ارشاد ضرور کروں گا

اگست رشی مجھے عندہ تھا - لیکن تمہاری آمدنی خرچہ سے ایک جہ زائد نہیں اس لئے میں اپنی خواہش واپس لیتا ہوں

سرت برن - یہ تو آپ بے ڈھب سناتے ہیں مجھے خوش نصیبی پر فخر کرنے کی بھراؤ کیا بات ہوگی

اگست رشی - تم کوئی خیال دل میں نہ لاؤ - میں اپنی خوشی سے دولت لینا منظور نہیں کرتا جو یہ کہ جس کے آمد و خرچہ میں توقیر کی مدیا بخت نہ ہو - اُس کو ایک رقم کشید دینے میں ضرور دیکھ ہوتا ہے - پس میں تمہارا دل دکھانا نہیں چاہتا - او چلیں کسی دوسرے راجہ سے ملیں جلدی ہی کیا ہے

اگست رشی یہ کہہ کر راجہ سرت برن کو لئے ہوئے راجہ بروہنیشوں کے پاس گئے پھر راجہ ترس دس کے یہاں لیکن کسی سے ایک ٹکانہ لیا - سب کو ہمراہ لیکر راجہ کالوان کو درشن دینے پر سوال کیا - کہ اٹھل آسامی تباؤ جو چاہے - جتنی دولت دے ڈالے - مگر خزانے کا ایک کونا بھی نہ خالی ہو

راجہ کالوان - مہاراجہ ایسا راجہ تو پہلا دکی نسل میں صرف ایک لوک دیت ہے جس کی دولت کا نہ حساب نہ شمار چلے وہیں چلیں اُس سے مطلب نکل آئیگا
رائے قرار پاگئی اور سب لوک دیت کے پاس پہنچے - لوک نے بڑی آؤ بھگت خوب تنظیم و تکریم کی - اور دعوت کی بھڑائی - منتر کی تاثیر نے باتانی بکرا بنایا - گوشت تیار ہوا - اور سب معمول اگست جی کے سامنے پیش ہوا - اگست جی صاحب کشف کرامات تھے - لوک دیت کی کارستانی سمجھ لیجئے - مگر زبان سے کچھ نہ کہا - گوشت پر بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے - اور ایک ٹوکالی - تو باتانی ہضم - اتنے میں لوک نے آواز دی - باتانی - باتانی - مگر وہاں باتانی ہو - تو بولے - باتانی اب کہاں - اگست جی کی ٹوکا ہضم کر گئی - لوک نے دوسری بار پھر بکرا - تو اگست جی اور ٹوکا لیکر بولے

اسے بیٹھ - سب دھان ایک ہی نیسری سمجھ لے - ہو قوف تو مجھ کو بھی کوئی

ایسا ولیا برہمن سمجھتا ہے۔ بھائی سے ہاتھ دھو۔ وہ کپا ہضم ہو چکا۔ لوک مارے غیرت کے زمین میں گر گیا۔ بھائی کی جدائی نے دل پر گہری چوٹ دی۔ عذر خواہی کر کے بولا :-

”مہاراج۔ آپ نے کس غرض سے تکلیف فرمائی؟
اگست رشی۔ دولت کی خواہش گھسیٹ لائی +

لوک۔ تو پھر جس قدر خواہتے ہو بے تکلف لے لیجئے۔ میں عذر نہ کرونگا
اگست۔ یہ بات ہے تو دس دس ہزار گائیں سونے سے سینک منڈھوا کر میرے
ہمارے راجوں کو دلو اور وونی مجھے اس سے علاوہ ایک جو اہر نگار رتھ چاہیے
جس کے گھوڑے ۵

چکیں نو آڑیں شرار کی طرح

ترپیں دل بے قرار کی طرح

لوک نے اگست رشی کے لفظ لفظ کی تعمیل کی۔ رشی مہاراج رتھ پر سوار
ہو کر گھر آئے۔ راجوں کو ہنسی خوشی رخصت کیا۔ پوپا مدر کو زیور و جواہرات سے
لا دیا۔ آپ بھی وینا دار بن گئے۔ کچھ دنوں بعد اوصم باہو کی ولادت ہوئی خوشیاں
منائی گئیں۔ جشن ہوئے۔ اوصم باہو بڑا صاحب جلال و صاحب کمال ہوا۔ جس
کی بدولت اگست جی کے بزرگوں نے عذاب سخت سے رہائی ہوئی +

ادھیائے ۴۹

بھگوتیرتھ مدھو سراتیرتھ کی فضیلت۔ سری راجپند اور
پیرام جی کا تذکرہ۔ برتراسر اچھس کی جفا کاری و پیچ
رشی کی ہڈیوں کے بجر سے قتل۔ کالے دیت کی بدعت
اگست رشی کے فیض کمال سے سمندر کی پایابی۔ راجھسوں

کا د فیض

لوس جی کا سلسلہ سخن جاری ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ
اے راجہ جہد مشٹر۔ سامنے جو دریا موجیں مار رہا ہے اُسی کو سری گنگا بھائی
کے نام سے فضیلت حاصل ہے۔ گنگا جی کی عظمت کو کوئی دریا نہیں پہنچتا۔ ان
کا ظہور جہاں دیو جی کی جٹا سے ہوا ہے۔ بھاگیرتی میں اشنان کرنے سے عمر بھر کے پاپ
دھو جاتے ہیں اور آدمی بے تکلف بھوساگر کے پار اتر جاتا ہے اس بھرگو تیرتھ میں
رشیوں فیوں کی گنتی نہیں۔ جب تپ کا بازار گرم رہتا ہے۔ تم بھی یہاں اشنان کرو
تو دیکھو۔ کیسا تیج بڑھ جاتا ہے پر سرام جی ایک مرتبہ تیج کھو بیٹھے تھے۔ مگر
اس تیرتھ کی برکتوں نے جس طرح انہیں وہی جلال عطا کر دیا۔ اُسی طرح تمہاری
دولت و حکومت اس کے چشمہ فیض سے پھر واپس مل جائیگی +
راجہ جہد مشٹر نے بڑی خوش اعتقادی سے غسل کر کے لوس مٹی کے قدم
چھوئے اور پوچھا۔

مدراج۔ آپ نے پر سرام جی کا ذکر فرمایا۔ میں نہ سمجھا +
لوس مٹی۔ سنو تریا جگ کا دور دورہ تھا۔ پورن برہمن بھگوان نے راجہ سرتھ
والی اجدھیا کے شانہ دولت میں اتنا لیکر سری راجچندر جی کے نام سے شہرت
پائی۔ میں ذات مقدس کو بخشم خود دیکھ چکا ہوں عجب پر تاب تھا۔ دست قدرت
کے وہ اعجاز کہ پر سرام جی کو حیرت ہوئی۔ ہوا سے آرائش اجدھیا میں لے گئی
راجہ و سرتھ کی طرف سے راجچندر جی پیشوا لے گئے ملاقات ہوئی۔ پر سرام جی نے اظہار
مسترت کے بعد اپنا دھنشن پیش کیا اور کہا۔ کہ :-

یہ دھنشن وہ ہے جس نے چھتریوں کے قتل عام سے خاص شہرت حاصل
کی ہے۔ اسے چڑھائیے اور مجھے دست قدرت دکھائیے +
سری راجچندر۔ آپ کو آپ کا دھنشن مبارک میں اسے کیا ہاتھ لگاؤں شیوں
اور برہمنوں کے اعزاز میں فرق ڈالنا میرا وطیرہ نہیں۔ میرے لئے چھتریوں
کا دھرم بہت ہے +

پرسرام - باتیں بنائیے۔ فقروں میں نہ اڑائیے۔ دھنشن چڑھا بغیر مفر نہ ہوگا۔
 سری راجندر جی یہ سنکر مسکرا دئے۔ سرتسلیم خم کر کے ہاتھ میں دھنشن لے
 لیا۔ چٹکی سے چدہ کیپنچنے کی دیر تھی۔ کہ دھنشن دوہری کمر کی طرح خم کھا گیا۔
 پرسرام جی اس کی سند نہیں۔ یہ تیر لیجئے۔ تب دھنشن چڑھائیے۔ بات
 تب ہے کہ دونوں سرے کان کے پاس آپس میں مل جائیں۔

سری راجندر جی۔ اب تک میں آپ کے غرور کا حال کاؤں ہی سے سنتا تھا
 آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ آپ تو اپنے زعم ہی میں مست ہیں۔ کسی کو نظر ہی
 میں نہیں لاتے۔ برہاجی کہ دعا دیجئے۔ جن کی بدولت دھاک بند گئی۔ جھتری
 کھیت ہے۔ اب آپ مجھے بھی طنطنہ دکھائیے۔ گیدڑ بھبکیوں میں لانا چاہتے
 ہیں۔ تو اچھا دیکھئے میں کون ہوں۔

اس وقت سری راجندر جی کے چہرے کے جہاں کا کیا پوچھنا۔ پیکر نورانی کیا
 سے جانے کیا ہو گیا۔ روئیں روئیں میں برہا لشن ہمیش جلوہ دکھانے لگے۔ خطاؤں
 میں بارہ سورج۔ آٹھ بسو۔ گیارہ رُو۔ چاروں وید۔ ساو سید گن۔ رت گن۔ گرہ
 پنجتر گن نظر آنے لگے۔ پترشی۔ دیو۔ گندھرب۔ وشنو نتر کی صورتیں نظر آ
 گئیں۔ ادوی۔ پیلی۔ تمام رنگ کی گھٹائیں چھا گئیں۔ یہ جلوہ قدرت دکھا کر
 نرم چٹکی سے تیر چھوڑا تو زمین میں تری کا نام نہ رہا۔ وقتہ بادل گھرے۔ بیٹہ برسا
 زمین بھرا گھٹی۔ طبقہ خاکی سے ہولناک آوازیں آنے لگیں۔ تیر کرشمہ اعجاز دکھا کر
 پھر واپس آیا۔ اور پرسرام جی یہ ہوش ہو کر گر پڑے۔ چہرے کا تیج بالکل جانا
 رہا۔ تھوڑی دیر یہی حالت غلٹی رہی۔ پھر پرسرام کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ قبول
 پر سر جھکایا۔ ثنا و صفت میں تر زبان ہوئے۔ سری راجندر جی نے فرمایا۔ بس آپ
 ہیندر پرست پر چلے جائیے کبھی ادھر کا رخ نہ کیجیگا۔ پرسرام جی مارے غیرت
 کے کٹ گئے۔ سر اٹھائے نہ اٹھتا تھا۔ حیا سے آنکھیں پٹی کئے ہیندر پرست
 کی طرف راہی ہوئے۔ ارگے تیج کے ماتھے گئی۔ سال بھر کے تہہ بھر گوجی کو ترس آیا
 پرسرام جی کے پاس آسندہ ہوئے۔

جگہ تیر میں۔ ایسی نادانی۔ سری راجندر جی مصدر انوار حقیقی اور انہیں سے

بشن بھگوان ہی سے غرور۔ راجندر جی کو تم نے رام ہی جانا۔ پورن برہم کو بھی نہ پہچانا۔ خیر جو گیا۔ سو ہو گیا۔ اب جاؤ۔ بدھو سراندی میں اشنان کرو۔ اس تیرتھ کی برکتوں سے تمہارا تیج پھر جیسا کا تیسرا ہو جائیگا۔ پر سرام جی فوراً بشن بھگوان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تیرتھ اشنان کے لئے اجازت حاصل کر کے بدھو سرا ندی میں نہائے تیرتھ نے برکت ظاہر کی چہرہ اصلی تیج سے پھر جگمگانے لگا۔ اے راجہ جدہشتر جس تیرتھ کے درشن کرنے آئے ہو۔ یہ تیرتھ وہی ہے +

اتنا فرما کر موس رشی نے اگست رشی کے ذکر کو پھر یوں شروع کیا۔ کہ زمانہ بعض میں برتر اسرار چھسوں کا دل لے کر اندر سے آمدہ جناب ہوا۔ اندر گھبرا اٹھے دیوتاؤں کو لئے ہوئے برہما جی سے فریاد کی۔ جواب ملا۔ کہ مہارشی۔ دو تیج کی ہڈیوں کا بھر بناؤ۔ تب برتر اسرار سے نجات پڑے۔ دیوتا مہارشی کی خدمت میں پہنچے۔ برتر اسرار کے ظلم و ستم سے شکایت کی۔ ہڈیوں کے لئے حرف سوال زبان پر نہ لائے۔ تیج رشی برہم گمانی نھے۔ انہیں گوشت پوست کی محبت کیا۔ فوراً آنکھیں بند کر کے چولا چھوڑ دیا۔ دیوتاؤں نے ہڈیاں لے کر تشا دیوتا سے بھر بنوایا۔ اندر بھر لیکر سرگرم کارزار ہوئے اور راجھسوں کا صفایا کر دیا۔ جو راجھس جان چھپا کر بھاگے انہوں نے پھر ایکا کیا چندال چو کر طی مشورت کے لئے اکٹھا ہوئی۔ تو یہی پایا۔ کہ بس جگہ ہی نہ ہونے دو پھر دیکھیں دیوتا کہاں سے غیبی طاقتیں لاتے ہیں اب کیا تھا۔ سارے راجھس برہمنوں کے دشمن ہو گئے جہاں جگہ کرتے دیکھا اور دم مچائی جگہ برہم کیا برہمن کی آگ میں جھونکے دیوتاؤں کا مقدس گروہ اس ظلم و ستم سے اور بھی گھبرا یا جب کوئی بچاؤ کی صورت نہ دیکھی تو برہما کو لئے ہوئے برہما نارائن جی کا پلہ پکڑا۔ پہنچتے فرق اوب جھککایا فریاد کے ساتھ چشمہ رحم کی درخشاں کی۔ جواب ملا۔ اگست رشی کی خوشنادر ورا اند کرو۔ وہ سمندر خشک کر دیں۔ تب راجھسوں کا قلع قمع ممکن ہے +

دیوتا خاک ہوس ہو کر وہاں سے پھرے اگست رشی کے پاس آئے درخواست کی رشیوں کے مترج مہا تامی ترا ورن رشی کے فرزند سر ملند کشف و کرامات میں آپ کا ثانی نہیں۔ آپ کی عظمت کے خود سر نارائن قائل ہیں۔ پچھلے دنوں آپ

ہی نے دیوتاؤں کی جان بچائی۔ جب بندھیا چلنے لگی تو سوج کا رتھ روکا۔ تب آپ ہی کھیل ہوئے دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا تھا۔ اہل زمانہ دم توڑ رہے تھے۔ کہ اپنے بھائے دربان سے نجات دی۔ اب ہم سب کو پھر مہبتوں سے سامنا ہے۔ آپ کی پناہ میں آئے ہیں۔ رحم فرمائیے۔

اگست جی اٹھ کھڑے ہوئے فرمایا۔ چلے۔ جب دیوتا رشی جی کو سمندر کے کنارے لے گئے۔ تو وہاں تماشا بیوں کی بھڑکائی ہوئی پائی۔ جدھر دیکھتے دیوتا ہر طرف کنہر گندھرب غرض سب دیکھتے دیکھتے اگست رشی نے اعجازِ ریاضت دکھایا۔ چٹو منہ سے لگایا۔ تو سمندر بالکل خشک پانی کا نام نہ دار۔ ہر طرف سے نعرہ بٹے تھیں بلند ہوئے جو تھا کمالات کشف کا قائل ہو گیا۔ دیوتا سمندر میں اترے اور زمین کھود کھود کر راجھسوں کو نکالا۔ مارا اور اُن کے سردار لگے دیت کے بھی خوب دھڑے اڑا دیئے۔ جب اپنے بھائی بہتر اُس کے مارے جلے پر دیوتاؤں کے خون کا پیاسا ہو گیا تھا۔

اس پر دھڑکھڑ مار دھار میں جو راجھس کسی طرح بچ نکلے۔ انہوں نے پاتال میں پناہ لی۔ باقی سب نظرِ ریش و ریش ہوئے۔ راجھسوں سے چھٹی پا کر دیوتاؤں نے اگست رشی سے پھر درخواست کی۔ کہ مہاراج سمندر خشک پڑا ہے۔ آپ ہی چاہیں۔ تو چشمہ فیض جاری ہو جائے۔

اگست رشی۔ بس میں اپنا کام کر چکا۔ یہ میرا کام نہیں۔ کچھ دنوں صبر کیجئے جب بھاگیرتھ راجہ کا ظہور ہو گا۔ تو اُن کے فیضِ ریاضت سے پیرِ حلائی ہو جائیگی۔

ادھارے ۵۰

راجہ سلگر کا جلیہ۔ جگنیہ کے گھوڑے کی چوری۔ تلاشِ راجہ کے ۶۰ ہزار بیٹوں کی کیل مَن کے استھان پرسانی گھوڑے کی دستیابی کیل مَن سے شرت۔ کیل مَن کی حشیم

قہر سے آتش افشانی۔ سب کی موت۔ راجہ بھاگیرتھ
کی پیشیا۔ سری گنگا جی کی رونق افسرزی

راجہ جد مشر کے استصواب سے موس رشی راجہ بھاگیرتھ کا ذکر فرمانے لگے
کہ سوچ بنس کو جن راجہ اکشواک کے نام سے غفلت ہے اُن کی نسل میں ایک
راجہ سگر گزرے ہیں۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی لہذا رانیوں کے ہمراہ کیلاش پر
جا کر پیشیا کی۔ تب اس حدیکال کو پہنچا کہ مہادیو جی از حد خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ
ایک دو کیا اکٹھے ۶۰ ہزار بیٹے ہو۔ یہ سب ایک ہی ساتھ عالم وجود میں آئیں گے
اور ایک ہی ساتھ سب کا خاتمہ بھی ہوگا۔ یہ اُس وقت کا اثر ہے جس وقت تم
نے تب شروع کیا تھا۔ اب ہی بقائے نسل کی صورت اُس کے لئے دوسری
رانی کے بطن سے ایک اور فرزند ظہور پذیر ہوگا +

بروان پڑا اثر تھا۔ رانی بیدر بھی حاملہ ہوئی اور اُس کے بطن سے ایک
تو نابار آمد ہوا۔ اس ہینگم ولادت سے کون خوش ہو سکتا تھا۔ تجویز ہوئی۔ کہ
بھینک دو۔ تو نے کو بھینکنے کی تجویز عمل درآمد کرنے ہی کو تھی۔ اکاش بانی میں یہ الفاظ سنائی دے
"ہیں۔ بھگوان شکر کے عطیہ کی بے قدری۔ خبردار اسے ضائع نہ کرنا۔ اور
ساتھ ہزار فرزندوں کا منہ اسی سے دیکھتا نصیب ہو گا۔ تو نے کے بیچ اگاہ الگ
گھڑول میں رکھ کر گھی بھروا دو۔ چند دنوں میں لڑکے کھیلنے دکھائی دینگے +
اکاش بانی کی تعبیل ہوئی۔ اور میا و مقررہ پر راجہ سگر کے رناس میں بیوں
کی ایک فوج نظر آنے لگی +

اب رہ گئی دوسری رانی شیمیا۔ وہ بھی بار آور ہوئی اور بطن سے ایک نہایت
شکیل و جمیل فرزند زینت آغوش ہوا۔ یہ پسر نیک اختر نہایت سعید و رشید تھا
لیکن ساتھ ہزار نہایت شریر نفس۔ ان کے زمانہ شباب و عالم جوانی میں راجہ سگر
اشمیدہ جگہ میں مصروف ہوئے۔ جگہ ابھی نامتام تھا کہ راجہ اندر گھجرائے۔ اندیشہ
ہوا۔ کہ کہیں اندر اسن ہاتھ سے نہ نکل جائے خوف قومی تھا۔ خود نگہ میں بیٹے

گھوڑا ہی چڑا گئے اور باندھا کہاں؟ کپیل من کے استھان پر کپیل من سادھی لگائے
ایٹور کے وحیان میں محو تھے انہیں معلوم بھی نہ ہوا کہ اندر کب آئے کب گھوڑا
باندھ گئے یہاں ہون کے وقت گھوڑے کی ضرورت ہوئی تو تھیں سونا کوؤں میں
بائس ڈالے سوئی کے ناکے تک میں ڈھونڈا مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر راجہ سنگر نے
۶۰ ہزار بیوں کو تلاش کیلئے بھیجا یہ زمین کھودتے کھاوتے وہاں پہنچے تو گھوڑا
سامنے تھا۔ خوب اچھے کووے۔ جی بھر کے بغلیں سجائیں۔ مگر رگ میں شرارت
بھری تھی۔ کپیل من کو چھڑ بیٹھے ایسی شیطنت کی کہ آخر کپیل من سے ضبط نہ ہوا غصہ
رنگ نہ سکے آگہ کھول کے دیکھ دیا۔ تو ساتھوں کے ساتھوں ہزار سوخت آنا فانا میں
راکھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ نارو جی نے راجہ سنگر کو ساتھ جگر خراش سنایا۔ وہ روئے پیٹے
آؤ صبر کیا۔ اور شبیا رانی کے لخت جگر انسومان سے کہا کہ تباؤ۔ کیا کیا جائے بیٹے
میں گئے اور جگہ یہ بھی ناتمام اور سب پر یہ آفت کہ تمہارے بھائیوں کی نجات ناممکن
اُس نے چاتی ٹھونک کر عالمی بھری۔ کہ میں اپنے بھائیوں کی مٹی سوار تھ کر نکلا۔ آپ
بے فکر میں۔ انسومان اُسی وقت چل کھڑا ہوا۔ اور منزل مقصود پر پہنچ کر کپیل من کے
کے درشن کے کپیل من جی بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

دیکھو۔ کیا خواہش ہے

انسومان۔ ۶۰ ہزار بھائی نظر قہر سے خاک ہو گئے ہیں۔ ان کی نجات کے واسطے
کیا ارشاد ہوتا ہے۔ اور جگہ یہ بھی ناتمام ہے حکم ہو تو گھوڑا لے جاؤں
کپیل من۔ بیشک گھوڑا لے جاؤ۔ مگر بھائیوں کی نجات گنگا جی کے بغیر ممکن نہیں
اگر تم میں بہت ہے تو مہا دیو جی کی عبادت کرو۔ گنگا جی ان کی توجہ کے بغیر
نہیں آسکتیں۔

انسومان قدم چھو کر رخصت ہوا۔ جگہ میں گھوڑا پہنچایا۔ جگہ کی کادھان
ختم ہوئیں۔ راجہ سنگر کچھ دنوں کا روبرو سلطنت کر کے راہی ملک بٹھا ہوئے۔ اور
شکت سلطنت پر انسومان نے جلیوس فرمایا۔ اور بھائیوں کا غم دل میں لے
ہے دار فانی کی راہ لی۔ انسومان کا فرزند راجہ ولیپ تھا اُس نے بھی ایک مدت
مقررہ تک تپ کیا۔ مگر بیکار۔ گنگا جی مگر گنگا سے نہ آئیں۔ آخر اسی ہوس میں

جان دئی۔ اور اورنگ حکومت بھاگیرتھ کو نصیب ہوا
 راجہ بھاگیرتھ کو ساٹھ ہزار بزرگوں کی نجات کا خیال قدرتی تھا۔ اس نے
 دولت سلطنت سے منہ پھیر کر کیلاش کی راہ لی۔ صدق دل سے ارادہ
 کیا۔ تو سری گنگا جی بنفس نفیس سامنے تشریف لائیں۔ ارشاد ہوا کہ:-
 ”مانگو۔ کس چیز کی طلب“

بھاگیرتھ ۶۰ ہزار پنچنگ اکال مرت کے نذر ہوئے ہیں جم لوک میں جگہ ملی ہے
 ان کی نجات چاہتا ہوں۔ آپ کا چشمہ فیض موجزن ہو۔ تو سب تر ہو جائیں +
 گنگا جی تمہاری سعادتمندی پر آفریں۔ میں خوشی سے تمہارے بزرگوں کو نجات دینا
 منظور کرتی ہوں۔ مگر ایک مشکل ہے جسوقت میں سرگ سے چلی۔ میری رو کو کون
 روکیگا۔ شوجی کی تمشیا کرو۔ وہ مجھے اپنی جٹا میں جگہ دیں۔ تو کام بن
 جائے +

بھاگیرتھ جی ہمہ تن محو ہو کر مہا دیو جی کی عبادت میں دل لگا دیا۔ ایسی
 ریاضت کی کہ خود بدولت خوش ہو گئے۔ فرمایا کہ:-

شوق سے گنگا جی کو طلب کرو۔ میں جوش سیلاب کو روک لوں گا +

راجہ بھاگیرتھ نے سری گنگا جی سے نزول باران رحمت کی درخواست کی
 وہ سورگ سے چلیں۔ مہا دیو جی نے جٹا میں جگہ دی۔ جٹا سے پین و عارائیں
 بہیں۔ ایک دھارا بھاگیرتھ کے پیچھے پیچھے چلی۔ اگست جی کا سکھایا ہوا سمندر
 لبریز ہو گیا۔ بھاگیرتھ کی محنت پھل ہوئی۔ مراد برآئی۔ ترپن کیا۔ اور سری گنگا جی نے
 راجہ سرگ کے ساٹھ ہزار بیٹوں کو نجات بخشی +

ادھائے ۵۱

ہیم کوٹ پررت۔ بیترنی ندی اور برہمن کی جاتا
 اور ان کے حالات لوسرشی کی زبانی

پانڈو جاتری اب اسندا اور اپرا اند تیرتھوں پر پہنچے۔ ان نادیوں کا بھی بڑا مہاتم ہے۔ یہاں کے استھان سے نہ پاپ رہتے ہیں نہ کسی قسم کا اندیشہ۔ راجہ جدھشٹر نے ہم کوٹ پر عجیب ہی حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ بادل ہر طرف چھپر چھپائے ہوئے۔ مگر ایک بوند پانی کا نام نہیں۔ صرف پتھروں کی بوچھاڑ اور کنکروں کی بارش تیز و تند ہوا کے وہ جھکورے کہ پہاڑ پر چڑھنا محال۔ آدمیوں کی بھوہاش نہیں۔ مگر ویدوں کی دھنی سے دل مست صبح پویشام جب دیکھتے۔ آگ روشن۔ شعلے نمودار۔ ماکھیوں کی وہ کثرت کہ دم پھر ٹھہرنا موت پھر کون وہاں جائے۔ کون یہ کرے راجہ جدھشٹر حیران ہو گئے کچھ معاملہ سمجھ میں آیا۔ لوس رشی سے پوچھا:- کہ یہ دنیا سے اونچا مقام کون ہے؟

لوس رشی:- اسے رشیئے کوٹ پر بت کہتے ہیں۔ اس پر رشیئے رشی کی بوہوش تھی۔ رشی بڑا خزانہ۔ گرگھد باراں دیدہ اور سرد گرم زمانہ چشیدہ تھا تیشیا میں صاحب کمال مگر غصے میں کبھی فرد۔ بہ وقت ناک ٹھون چڑھی ہی رہتی تھی۔ جب دیکھتے غصہ ناک پر ایک دن پر بت سے کہہ دیا۔ خبردار کسی کو چڑھنے نہ دینا۔ پتھروں کی بوچھاڑ کرنا۔ تازہ ہوا کو بھی حکم دے دیا۔ کہ ایسا چھکڑ چلا کہ کسی کا پاؤں ٹانگے حکم کی تعمیل ہوئی اور سنگ باری کی آہوا کی طوفان خیزی نے ساتھ دیا۔ ڈراگھاس کی طرف نظر کرنا۔ کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس جگہ لطف ہے تو بس اسی گھاس کا۔ اواب کو شکی ندی کے درشن کریں بڑا مقدس تیرتھ ہے۔ بسوا مترجی نے یہیں فیض عبادت سے کمال حاصل کیا تھا۔

سب لوگوں نے نندا ندی میں پاپ دکھ دھو بہائے اور کو شکی ندی پر پہنچے دیکھا۔ تو پانی آئینے کی طرح صاف لہروں میں سورج کی کرنوں سے زیادہ چمک۔ بسوا مترجی کا تپ آشرم نور اعلیٰ نور لوس رشی یہاں پہنچ کر بولے:-

کہ بسوا مترجی کے ایک فرزند ارجمند تھے۔ شرننگی رکھ کا نام تھم نے سنا ہوگا انہوں نے مرگی دہرنی کے لطن سے قالب عنصری پایا۔ ریاضت میں ایسا کمال تھا کہ ایک مرتبہ نہ موسم نہ فصل نہ موقع نہ وقت اور موسلا دھار پانی برسوا دیا راجہ پدم پاد

اس قدر معتقد تھے۔ کہ اپنی راجکماری شانتا کے ساتھ شادی کر دی +

اب قافلہ یہاں سے بھی بڑھا۔ چلتے چلتے وہاں پہنچا۔ جہاں گنگا جی سمندر میں ملی ہیں یہاں کو تاج کر کے کلنگ دیش میں گزر ہوا لومس رشی گوہر افشاں ہوئے۔ کہ:-
بیترنی ندی کے درشن کیجئے۔ و صوم راج جگہ کو اسی تیرتھ کی برکتوں نے عظمت دی۔ پہاڑ پر رشیوں مینوں کی عبادت کا ہیں۔ چوٹیوں پر تپشیا کے لئے عمدہ سے عمدہ جگہ ہیں۔ نظر فریب النظر۔ دلکش منظر ہے +

راجہ جد ہشتر یہاں اشنان اور پُن دان وغیرہ سے ثواب و ارباب حاصل کر کے لومس رشی سے بولے :-

جہا راج یہاں منہانے سے میری جیسے آنکھیں کھل گئیں معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ وہی جد ہشتر ہوں تمام لوگ نظر کے سامنے پھر رہے ہیں۔ کانوں میں بیٹھ کھانس رشی کی آواز آرہی دیکھ رہا ہوں۔ کہ جاپ کر رہے ہیں۔ اس ندی کی برکت و عظمت کو میں مان گیا +

لومس رشی۔ خاموش۔ خبردار اب کسی سے نہ کہنا دل ہی دل میں رکھنا جائے ہو۔ کتنی دور سے آواز آرہی ہے + تین لاکھ جوجن سے کم فاصلہ نہیں +
بات رب دب ہو گئی۔ راجہ جد ہشتر چپ لگا گئے۔ کسی دوسرے کو خبر نہ ہونے پائی۔ عازمان سفر نے قدم اٹھائے برہا جی کے بن میں پڑاؤ پڑا لومس رشی سخن سنج ہوئے۔ کہ:-

یہیں برہا جی نے اپنے جگہ میں جہاں اور دان دیئے وہاں کشیب جی کو پر تقوی مان کر دی۔ یہ بن اور پہاڑ بھی نذر کیا۔ پر تقوی بگڑی۔ کہ واہ کہاں میں کہاں۔ کشیب ایسے شخص کو دان دئے جانے سے میری ہتک سے کشیب جی صاحب کمال تھے۔ انہوں نے ریا خدمت سے ایسا خوش کیا۔ کہ پر تقوی دیوی بن گئی درشن دیکر پانی پر قائم رہنے کا اقرار کر لیا۔ دیکھئے جگہ کی بیدی وہ ہے کوئی اسے ذرا ہاتھ لگاوے تو سمندر میں غوطہ لگا جائے۔ سنو میں منتر بتاتا ہوں۔ اسے پڑھ کر بیدی پچھڑ جاوے کھٹکے اشنان کر لو +

ادھیائے ۵۲

ہند پرپت کی جاترا - آکرت برن سے ملاقات
سری پرپرام جی کے حالات اُسی کی زبانی

راجہ جدمشٹر نے سمندر سے ہند پرپت کی راہ لی - وہاں کاشب گوتری
دیپاٹ گوتری مہرشیوں کے ورثن سے سرمایہ سعادۃ حاصل کیا وہیں سری
ورثن جی کے اوتار پرپرام جی کی بھی قیام گاہ تھی - اُن کے خدمتگار سے پوچھا +
ہمارا ج جی کہاں تشریف رکھتے ہیں - ورثنوں کا کیا وقت ہے ؟
اکرت برن - کل چودش کو +

راجہ جدمشٹر تم تو ہمارا ج کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو گے - اس
لئے تکلیف نہ ہو - تو بیان کرو +

اکرت برن خوب اچھی طرح واقف ہوں - شوق ہے تو سنئے +

ہے بے ویش کا راجہ بڑا زبردست تھا - اُسے ارجن سہسرا باہو کہتے تھے ہزاروں
باروؤں کی طاقت نے اس کی دھاک باندھ دی تھی - ونا ترے جی اس پر مہربان
تھے اُن کے طفیل اس کو ایک عجیب غریب بہان اور حیرت انگیز رتھ ہاتھ آگیا
اب کیا تھے اس کے چیمتے اور بھی تیز ہو گئے - مارے غور کے اکڑا ہی جاتا تھا - ملک
گیری کی ہوا سمانی - تو اکاش پر عملداری جالی روئے زمین پر اپنے نام پر سکھ چلایا
سمندر تک سر کر لئے - آخر سخت گیریوں سے انسان تنگ آگئے - دیوتا تک چیخ
اُٹھے - لیکن جھکوان تک فریاد نہ پہنچی - اُنہوں نے پرپرام جی کے طالب میں ظہور فرما کر
اہل خلق کو ظلم و ستم سے نجات دی - ارجن سہسرا باہو تہ تیغ ہوا - یہ دست قدرت کا
ایک اونے کرشمہ تھا - اور داستان طول ہے سنانا منظور ہو - تو کہیے میرے سنا چلوں
راجہ جدمشٹر ہاں ہاں ضرور کہو - لطف تو اسی میں آئیگا +

اکرت برن - زمانہ سابق میں راجہ گادھ کا کج (قنوج) کے فرماٹروانے

شوق ریاضت میں صحرائی نشینی اختیار کی تھی ان کی دختر نیاک اختر ستوتی بھگوجی کے فرزند روچیک رشی کے ساتھ منسوب ہوئی۔ کسی روز بھگوجی روچیک رشی کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ نازک اندام ہو کر دیکھ کر ہاتھ بھر کا کلیجہ ہو گیا بولے

جو خواہش ہو طلب کر لے سحر عاطفت جوش پر ہے +

ستوتی آپ کا پوتا کھلاؤں یہی آرزو ہے۔ مگر وہ زور و طاقت میں یگانہ روزگار ہوا +

بھگوجی - منظور - اور کچھ ۹

ستوتی تو پھر مجھے ایک بھائی بھی عطا ہو +

بھگوجی اچھا یہ بھی منظور جگہ کا پرشاد دیتا ہوں یہ تم کھانا وہ اپنی ماں کو کھلانا۔ تم پیل کی پرستش کرو۔ تمہاری ماں گولر کی +

ہدایت پر عمل ہوا پر اٹھا۔ ماں بیٹی کا حصہ اڑا گئی بیٹی ماں کا۔ ستوتی نے گولر کی پرستش کی۔ ماں نے پیل کی

بھگوجی روشن ضمیر تھے۔ انہیں راز معلوم ہو گیا۔ آئے اور بہو سے کہا کہ ایسا مغالطہ یہ غفلت تیری ماں سے چکے سے تیرا حصہ منہ میں رکھ گئی۔ تجھے اپنا حصہ کھلایا پرستش میں بھی اسی طرح الشواسی ہوئی۔ بس اب تو منہ مانگی اولاد سے بے اثر رہ اب تیرا بیٹا بہن مگر پورا چھتری ہو گا اور بھائی سا وھو مگر صاحب زور +

ستوتی نے درخواست کی کہ مجھے ایسا بیٹا نہ دیجئے پوتا دیجئے تو خیر +

استدعا قبول ہوئی۔ اور ستوتی کے بطن سے جمدگن کا ظہور ہوا۔ جمدگن جی بے صاحب کمال ہوئے ویدوں کے عالم باعمل۔ استریدیامیں استاد زمانہ +

ادھیائے ۵۳

جمدگن جی اور سری پر سرام جی کا تذکرہ۔ رنیکا والدہ پر سرام جی کا قتل۔ دوبار زندگی سہسرا باہو اور اس کے بیٹوں کی شہر میں

پر سرام کے ہاتھ سے چھتریوں کی خونریزی وغیرہ

آکرت بن مائل گفتار ہے کہ جمدگن کی زوجہ عفت گزین راجہ پر سین چت کی راجہ ماری تھی۔ جس کا نام رنیکا تھا۔ جمدگن جی جنگل میں مصروف ریاضت رہا کرتے تھے۔ رنیکا بھی خدمت میں حاضر رہتی تھی۔ ایک روز رنیکا ہنہانے لگی وہاں ایک نیا ہی معاملہ پیش ہوا۔ اُسکی نظر راجہ ماروت پر پڑی۔ جس کے حسن و لغزیب نے اس کے دل پر جا دو کا اثر کیا۔ آنکھوں کی حسن پرستی سے دل ہی دل میں ناؤم ہوئی۔ جب واپس آئی۔ تو جمدگن نے بھانپ لیا جوش غصہ سے بولے

تف - زوف - یعنی ت *

جمدگن جی کے پانچ بیٹے تھے۔ رومنوال - سولپٹ - سوکھیں لسو - لسو ایلسو اور پر - رام - چنانچہ انہوں نے اول الذکر چار بیٹوں سے کہا -

آؤ دو اس کی گردن - اس کی نیت کا ٹھکانا نہیں رہا *

بیٹے ماں پر کس طرح ہاتھ چلا - تے انہوں نے گردن نہی کر لی - اور خاموشی سے حرف انکار کا مطلب ظاہر کر دیا - جمدگن جی عدول حکمی سے آگ ہو گئے - فوراً بدعا دے دی - کہ آدمی سے ہرن ہو جائیں - بدو عاتیر بہدف تھی - چاروں کے چاروں جانور بن گئے *

اسی عرصے میں پر - رام جی نے آکر قد مبوسی کی جمدگن جی غصے میں بیٹھے ہوئے ہی تھے - دیکھتے ہی حکم کر دیا - کہ

تمہاری ماں نالائق ہو گئی - اس کا بھی سراؤ دو *

زبان پٹنے کی تھی - پر - رام جی نے فوراً ایک ہاتھ مار دیا - گردن الگ ہو گئی

سر الگ چاٹا

جمدگن پر - رام جی کی اطاعت گزاری سے نہایت ہی خوش ہوئے - فرمایا - کہ

کہو کیا صلہ دوں *

پر - رام جی اور کچھ نہیں - ماں کو زندہ کر دیجئے بھائی پھر جیسے کے جیسے ہو جائیں

مجھے پر خدا بے قائل نہ ہو - ماں کو نہ معلوم ہو قاتل کون تھا - مجھے ورازی حیات کی دعا دیجئے ایسی برکت عطا کیجئے - کہ میدان جنگ میں فتح کا سہرا میرے ہی سر پہ

جمدگن جی کی زبان نے امرت کی تاثیر کی - گردن پر - رام جی نے ہی رنیکا کاٹھ بیٹھی معلوم

ہی ہوا کہ کیا گزرا۔ سب بیٹے بچلے چنگے آدمی ہو گئے۔ اور پر سرام جی کو منہ مائی
سراویں مل گئیں +

کچھ دنوں کے بعد انوپ دیش کا راجہ کارت سرج سہسرا باہو وہاں پہنچا
فقیروں کی جھونپڑی میں چھپن جھوگ کہاں لڑکے بھی غیر حاضر تھے لہذا المصداق
برگ ہنراست تحفہ درویش۔ رینکا نے پھل پھول سے خاطر تواضع کی مگر وہاں
سلطنت کا گھمنڈ۔ بادشاہت کا غرور۔ حکومت کا نشہ۔ فرمانروائی کا زعم
تھا۔ یہ سوغات کیا نظر میں آتی نیکی پر باو گناہ لازم کی مثل صادق آتی۔ حضرت
چڑھ گئے گائیوں کے پچھڑوں پر نزالہ گرایا۔ سب کو ہنکا سے گئے +

جہ گن جی سب ٹکر ٹکر دیکھا گئے دم نہ مارا۔ مگر جب پر سرام آئے۔ تو
سرگذشت کہہ سنائی +

پر سرام بھی شمشیر برہنہ تھے ہرقت میان سے باہر ان کو تاب کہاں۔ پراٹھایا
اور سر پر جا پہنچے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ تھوڑی ہی دیر
میں سہسرا باہو زمین میں چپ ہو گیا۔ فوج میں کالی چڑیا تک باقی نہ بچی۔ ادھر
جی شیروں کو خاک پر سلا کر زین کو روانہ ہو گئے ادھر سہسرا باہو کے بیٹے دانت
کنکٹائے دانتوں سے بوٹیاں تو پچھے دوڑ پڑے ادھر مارے تیروں کے جہ گن کا
بدن چھلنی کر دیا۔ جہ گن جی یا تو تپ کر رہے تھے یا پیچھے چلتے جنگل کی طرف اٹھ
بھاگے۔ بدن لہو لہان زخموں نے درد کی بجلیاں چمکا رکھی تھیں۔ پھر آشرم میں
لوٹ آئے اور کلیف سے تڑپ تڑپ کر جان دیدی مرتے دم تک بان رام رام پتی
رہی اور یہی نام لیتے لیتے زبان بند ہو گئی۔ اسی عرصے میں پر سرام جی جنگل سے آئے
جہ گن جی کو دیکھا۔ تو مردہ صد سالہ کے برابر روک پیٹے سرو عطا اور آگ بگولا ہو کر مینو
پر جا برسے آنا فانی میں سہسرا باہو کے تمام بیٹوں کو قیدہ کر ڈالا۔ ساری فوج کاٹ کے رکھ
دی۔ چھپڑیوں کے خون سے زمین لال ہونا درکنار پر سرام جی نے انہیں کے خون سے
کرشیتر میں پانچ کنڈ لبریز کئے اور تیروں کو جل دینے کی رسم اُسی خون سے ادا کی
کشپ کو اور برہمنوں کے ساتھ زمین عطا کرنے کے علاوہ سونے کا ایک چبوترہ
دان کیا جنگل اندر ہی ۶۳ پاٹھ اور لمبائی ۴۰ پاٹھ تھی +

یہاں پٹاکرت ہرن نے پررام جی کا ذکر خیر ختم کیا۔ اور چوش کے روز راجہ جد ہشترا کو
جہاراج مہراج کے درشن حاصل ہوئے۔ اور ہرے پرستش اور ہرے نوازش
رات اسی آندھیں گزری +

ادھیائے ۵۴

پرہجاس چھتر کی جاترا۔ سری کرشن جی بلرام جی
کی ملاقات۔ بلرام جی اور ساتھی کا راجہ جد ہشترا کی حالت
پتاسف و جوہن وغیرہ کے جوش و خروش
سری کرشن جی و راجہ جد ہشترا کی دلاسا دہی

پرہرام جی سے رخصت ہو کر راجہ جد ہشترا نے اگے کی منزل میں قدم رکھا
سمندر کے کنارے تمام تیرتھوں کے درشن کئے۔ سمندر اور پرستشاندی کے
سنگم پر استھان کیا۔ وہاں سے گوداوری۔ گودادری سے دراوڑ ویش پہنچے۔ اگست
رشی اگے نام منسوب اگست تیرتھ پر قیام کیا۔ یہاں ارجن کے عجیب و غریب
اوصاف سے واقف ہوئے۔ پھر سورپاک تیرتھ پہنچے۔ وہاں کے جگہ استھان
میں روچیک رشی کے فرزند کی بیدی پر پہنچے۔ وہاں کے رشی آشرموں مندروں کے
درشن کئے۔ وان پن کر کے برہجاس چھتر میں وارد ہوئے۔ بارہ روز تک نہ چلے اور نہ اترتے
رکھا۔ اتفاق سے سری کرشن جی اور سری بلدیو جی بھی رات افروز تھے۔ بلدیو جی
جد ہشترا کی موجودگی کی خبر پا کر لاؤ لشکر کے ساتھ برہمنوں کو لئے جوئے ٹپہچے جس
وقت راجہ جد ہشترا اور وروہ پدی وغیرہ کو نیرانہ لباس پہنے اور فرش خاک پر بیٹھ ہوئے
دیکھا۔ آنکھوں میں خون اُترا آیا۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے مگر خیر ویدہ خواہ شد کے
خیال نے غصہ تھا اما اور باہم بغلیکیر ہوئے۔ مزاج پرسی کی۔ سری کرشن جی کو

جی کو درویدی کی حالت زار پر بڑا افسوس ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ پائے کہاں یہ بھولوں سے
 نازک جسم۔ آفتاب و مہتاب کی آنکھیں نیچے کر نیوالی صورت اور کہاں یہ بے
 سوسامی یہ عالم پریشانی۔ راجہ جد ہشتر نے ارجن کا حال سنایا۔ تحصیل فنون
 حرب ضرب کی کیفیت گوش گزار کی۔ جدو بندی زمانے کے انقلاب اور ایام کی گردش
 پر آنسو بہاتے تھے۔ سوچتے تھے واہ ری نیرنگی فلک کہاں۔ راجہ جد ہشتر مائے
 وہ شاخند باٹ۔ اقبال و اوج اختر کی تقدیر وہ بلندی۔ وہ منظر و عالم نہا ہی۔ وہ
 وید پر شاہنشاہی۔ راجسویہ جگہ کی وہ عظمت و شان و رود کا، کی وہ رونق کہاں
 وہ آوارہ گردی یہ صحرائی نشینی یہ مرگ چھائے سے تن پوشی

بلازم جی ایک آہ سرد بھر کر آئندہ سہری کرشن چندر سے بولے :-

جانی الٹی گنگا بہنے لگی۔ زمانہ الٹ پلٹ ہو گیا۔ دھرم کی برکتیں جاتی ہیں
 ادھرم اچھے پھل دینے لگا۔ دیکھ لیجئے۔ دھرم کی بدولت راجہ جد ہشتر کس حالت
 کو پہنچ گئے کیسی درو شاہی ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف درجوہن کی طرف نظر کیجئے
 جیسے مزے اڑا رہا ہے ہر وقت عیش ہر لحظہ جن یہ زندہ نظیر کم فہوں کے خیالات
 کو عجب محضے میں ڈالی گئی وہ سوچیں گے کہ ادھرم ہی دھرم سے اچھا ہے فدا خیال
 کیجئے کہ ست باوی اور دھرم اتنا جد ہشتر پر ایسی ایسی بدعتیں اور ناگوار سے ناگوار
 حرکتیں کرنے پر بھی درجوہن پہوتا پھلتا جائے۔ تو انسانی عقل کو کیونکر مغالطہ
 نہ ہو بھیشم تپاسہ و رونا چارچ گریا چارچ گریاں میں منہ ڈال کر نہیں سوچتے
 کہ کیسا ادھرم ہوا ہے۔ کورو اپنے ادھرم پر اتر رہے ہیں۔ راجہ دھرتراشٹ
 کو ذرا شرم نہیں آتی۔ ابھی تک اس پاپے آنکھیں کھولیں۔ جس نے مال کے
 پیٹ ہی میں آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ کچھ شک نہیں۔ سب کا پیالہ بھر گیا پھلنے پھولنے
 کی ویر ہے آہ جن پانڈوؤں نے روئے زمین کے تاجداروں کو زور بارو سے سر کیا
 جن کے قدموں پر بڑے بڑے مکھڑ دھاری سر جھکائے رہتے تھے۔ اندر اس
 جن کے قدم چومنے کو ترستا تھا آج ان کو خاک پر بیٹھنا نصیب ہے افسوس +

بلازم جی کے دل پر اس دردناک نظارے کا ایسا اثر تھا۔ کہ انہی آنکھوں میں
 آنسو بھر آتے تھے دل سمجھائے سے نہ سمجھتا تھا۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ساتھی

جی بولے جدو میں شرکٹ ۔ آپ کو افسوس کی ضرورت ۔ آپ کے اختیار میں سب
 سب کچھ ہے ایک اشارے میں دنیا الٹ پلٹ کر سکتے ہیں ۔ تین لوگ کے مالک
 ہمارے مہاراج کرشن چندر کی جس پر نظر عنایت ہو ۔ اُس کو وہ درو کیا ۔ آپ کا خادم
 حاضر ہے حکم ہو ۔ تو اسی وقت پانڈوؤں کی مصیبتوں کا خاتمہ کر دے ۔ مہاراج کرشن
 چندر جی کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا ۔ گوروں کے لئے آپ میں اور پڑوسن
 کافی ہیں ۔ فوج کو کوچ کا ارشاد ہو ۔ ایک آناٹانا میں تو ہستنا پور گوروں سے
 پاک و صاف ہو جائیگا ۔ آپ چمکے ذرا دیکھیں ۔ میں دریوہن وغیرہ کو چٹنی کئے
 بغیر پانی نہ پونٹا ۔ آگ کو جنگل جلاتے دیر ہو ۔ میری تلوار کی آچ دم بھر میں سب کو
 سوا کر دے تب سند تباہ بات ۔ جب پڑوسن کر یا چارج وغیرہ کو چیت کرے رہے
 جیشم جی وہ اپنے آگے کسی نہیں سمجھتے ۔ تو بس میں نے آپ کے لئے رکھا چلے
 میدان صاف ۔ پالا اپنے ہاتھ ۔ بالفضل تخت کے مالک پڑوسن ہم سب اطاعت
 گزار ۔ قول نباء چکنے کے بعد راجہ جدمشٹر کاراج ۔ پڑوسن تخت سے
 دست بردار اتنی سی بات کے لئے فضول تامل ۔ ناحق دیر *

سری کرشن جی ۔ ساتلکی میں تمہاری رائے تسلیم کرتا ہوں ۔ بہت ٹھیک
 کہتے ہو ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ راجہ جدمشٹر کو نہ تخت کی پرواہ نہ درویدی کو راج
 کی ہوس یہ تھی ۔ اس پر مرتے ہیں ۔ کہ جو منہ سے کہہ دیا ۔ وہ کسی طرح بندھ جائے
 اگر یہ نہ ہوتا ۔ تو راجہ دروید اور راجہ چندیری نہ معلوم کب کے میدان مار چکے
 ہوتے اور ہم لوگ یوں ہاتھ رکھے نہ دکھائی دیتے ۔ کیا کریں ۔ وصرم کی پابندی
 قول کا نباء کچھ کرنے وصرم نے نہیں دیتا ۔ خیر وں جاتے ہیں ۔ کہ راتیں ایک
 دن یہی شہر فی ہے ۔ جو ہوگی ۔ ہزار میں ہوگی ۔ لاکھ میں ہوگی اور بے ہوئے
 نہ رہے گی *

راجہ جدمشٹر ساتلکی جی آپ کی ہمدردی کا شکریہ بہت پر آفرین بیشک آپ
 کے آگے درجوہن کچھ چیز نہیں ۔ وہ آپ کی چوٹ نہیں سہہ سکتا مگر خیال
 کیجئے کھویا ہوا راج تو ہر وقت مل سکتا ہے ۔ وصرم جا کر ملے محال ہے اسلئے میں
 راج وصرم کو مقدم سمجھتا ہوں آپ کچھ دنوں صبر کریں آپ کی ہوس نکالنے کے دن ورنہ نہیں

ابھی میں تیرھ بہت کر رہا ہوں اس سے فارغ ہو کر اسی جگہ حاضر ہو گا +
یہ کہہ کر راجہ جدھشٹر نے ہساراج کرشن چندر جی و ہلرام وغیرہ کی فوری نوازی کا
شکر یہ ادا کیا۔ اور رخصت ہو کر وہاں سے آگے بڑھے +

ادھیائے ۵۵

پیسونی ندی اور جمناندی کی جاترا

راجہ جدھشٹر پیسونی ندی پر وارد ہوئے لومس رشی نے فرمایا کہ
راجہ نرگ نے اسی مقام پر جگہ کیا تھا اور چیون رشی کے جگہ کا مقام وہاں
ہے جس کے کنارے برہمن بید خوانی کر رہے ہیں۔ چیون رشی اچھے ہاتھ تھے
ان کی استری کا نام سوکنیاں تھا۔ اسونی کماریوں کی طبیعت سوکنیاں کے
حسن و جمال پر فریفتہ تھیں۔ انہوں نے بہت پاڑ بیٹے کہ سوکنیاں ان سے ہم نفل
ہو۔ چیون رشی کو تلا تجلی دے۔ مگر اُس نے راہ و فاس سے منہ نہ موڑا اور لوگ جواب
دے کر تنکا سا توڑ دیا۔ اسونی کماریاں اسکی پاکدامنی سے خوش ہوئے خوش طافت
سے چیون رشی کو بڑھاپے میں جوانی عطا کر دی اور چیون رشی کے جگہ میں انہیں
امرت مرحمت فرمایا۔ راجہ اندر اس بات پر ناراض ہوئے بھرتانا کہ رشی کی ہڈیاں
چور کر دیں۔ مگر جس طرح ہاتھ اٹھایا تھا۔ اُسی طرح رہ گیا۔ ہل نہ سکا۔ چیون رشی
اندر کی شرارت سے برہم ہوئے۔ انہوں نے کرتیا کو پیرایہ ظہور پہنا کر اندر کی سرکوبی
کا انتظام کیا۔ اندر گھبرائے جان میں جان نہ رہی۔ عذر خواہی کی۔ معافی مانگی
رشی جی نے خطا و رگز کر دی۔ اندر کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا +

راجہ جدھشٹر نے یہاں فراصل لازمی ادا کر کے سندھو بن کا راستہ
لیا۔ ارچیک بہت پر مرت دیوتا کی دوامی قیام گاہ میں رشیوں سے ملے
پھر جمنہ جی میں اشنان کئے جتان جی کون ہیں اس کے متعلق لومس رشی ہوئے۔
سورج بھگوان کی صاحبزادی سری کرشن چندر کی پٹ رانی ان کا ہاتھ

جم کا خوف پاس پھٹکنے نہیں دیتا جو نہائے سیدھا سرگ کو جائے۔ - راجہ
مانڈھاتا نے اسی شیرتھ کو اپنے لئے منتخب کیا تھا *

ادھیائے ۵۶

راجہ مانڈھاتا کا تذکرہ

راجہ جد ہشتہ راجہ مانڈھاتا کا تذکرہ سننے کے مشتاق تھے چنانچہ لومہ
رشی نے گوہر بنجی فرمائی۔ کہ

اکشواک کی نسل میں یونا سو راجہ کو بے اولادی کا غم تھا۔ چراغ خاندان
کی فکر میں لاکھ تیل پانی ایک کیا مگر شمع آرزو نے لونہ دلی۔ آخر راج وزیر
کے متھے منڈھا۔ اور خود بھارگو آشرم میں چل دیئے۔ وہاں پہنچا جگمہ کی ٹھانی
جگمہ ہوا۔ پانی میں منستروں نے تاثیر بھری۔ کاس اٹھا کر احتیاط سے رکھا گیا
ہدایت ہوئی۔ کہ رانی سویرے یہی پانی پئے اتفاق کی بات رات کو راجہ یونا سویرا
سے بچپن ہوئے اور بے سمجھے بوجھے وہی پانی پی گئے۔ سویرے دیکھا گیا تو
کلسہ خالی۔ پوچھ گچھ ہوئی تو معلوم ہوا کہ راجہ کی غلطی تھی۔ بھارگو جی نے فرمایا :-
راجہ بڑا کیا حمل ضرور رہیگا

راجہ یونا سو۔ پھر کوئی تدبیر میں تو مرجاؤنگا۔ حمل تک غنیمت ہے۔ لڑکا
پیدا ہوگا۔ تو کیوں کر جان رہیگی *

بھارگو جی۔ خیر اس کو میں دیکھ لوں گا۔ جو ہو گیا۔ اچھا ہوا۔

حمل کے دن پورے ہو گئے۔ راجہ کے بائیں پہلو سے فرزند کی ولادت ہوئی
چہرے پر آفتاب کا جلال۔ صورت بوز کے سائے میں ڈھلی *

راجہ تصویر حیرت ہو رہے تھے کہ واہ عجیب قدرت ہے او آہن سے
اندرو پوتاؤں کو لئے وارو ہوئے۔ دیوتاؤں نے اندر سے کہا سب کچھ تو ہے
مگر یہ فرما ہے کہ راجہ مرد۔ لڑکے کو دو دھکون پلائیگا۔

اتدر اس کی پڑکاش کا ذمہ دار میں میری چھنگلی چوسنا اس کیلئے شیر مار سے زیادہ ہوگی
 اس موقع پر اند کی زبان سے ماندھاتا کا لفظ نکلا تھا۔ جس کے معنی میں
 پرورش کرو تھا۔ پس یہی لفظ سب کی زبان پر چڑھ کر نام بن گیا۔ اور اسی نام سے
 اس نو بہاں گلشن اقبال کی شہرت ہوئی۔ اندرجی کی چھنگلی میں امرت کی سی
 تاثیر تھی۔ ماندھاتا بہت جلدی ماہ نو سے ماہ ہفت ہو گیا۔ کہنی میں ہی دید حفظ
 کر لئے تیر اندازی گویا گنتی میں ہی پڑی تھی۔ فنون حرب و ضرب میں استاد وقت
 اس وقت سامنے کان پکڑنے لگے۔ راجہ اندر نے خود پیشانی پر قشقہ فرمان روائی
 کھینچی۔ جو اہرات خود بخود خزانہ میں پٹ گئے ماندھاتا بڑا دھرماتا تھا۔ خوب
 جی بھر کے جگہ کئے قند مار فتح کیا۔ شام کل کے فرمانروا کو قید حیات سے نجات دی
 جب چولا چھوٹا۔ اندر آسن پر بیٹھنے کو نصف جگہ ملی +
 اتنا فرمانروا کو موس شئی نے بتایا۔ کہ کور کشیتر میں جو دیو یجن استھان آپ نے
 دیکھا۔ وہ اسی راجہ ماندھاتا کی یادگار ہے

ادھیائے ۵۷

مختلف تیرتھوں کے درشن

راجہ جد ہشٹر نے پھر اور مختلف تیرتھوں کے درشن کئے جن کے نام مع
 کیفیت ضروری درج ذیل کئے جاتے ہیں +
 تیرتھوں کے نام مختصر کیفیت لوس شئی کی زبانی
 ملکشاوترن (جہنا کا تیرتھ) سرگ کا دروازہ۔ راجہ بھرت کے جگہ کا مقام
 (جد ہشٹر کو اس میں اشنان کرنے سے کل لوک نظر آئے تھے)
 ارجن کو بھی انہوں نے انکھوں سے دیکھا +
 اس مقدس ندی پر مرنے والے کو بیکٹھ نصیب ہوتا ہے +
 وکس پر جا پت نے اپنا جگہ کر کے یہیں بردان دیا تھا +

سرتی

مقبش تیرتھ متصل سرتی اس مقام پر سستی زمیں میں غائب ہو گئی میں وجہ یہ کہ ٹکھا دلچہ
کی قلمرو کا دروازہ یہی سمجھی جاتی تھیں۔ یہ دولت گوارہ نہ ہوئی۔ اور
زمین میں سما گئی *

یہاں سستی جی نمودار ہوئی ہیں۔ اور مقدس ندیوں کا اتصال
ہوا ہے *

یہاں لوپا مدر اور انگست رشی کا سنبھدھ یعنی تعلق شادی
ہوا تھا *

اسے اند کا تیرتھ کہتے ہیں واقع عذاب بخشندہ ثواب ہے
بہت مقدس ہے *

بشٹ جی کو جب فرزند کا غم ہوا تھا۔ توستی سے ہاتھ پاؤں
جکڑ کر اسی ندی میں ڈوبنے لگے تھے۔ مگر بچ گئے۔ رستی کی بندشیں
کھل گئیں *

کامل الوقت رشیوں کا مقام سکونت یہیں کاشیپ جی جاتی عالم
و فاصل رشیوں کا مکالمہ ہوا تھا *

اس مقام پر اشران کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ یہاں
پر سرام جی کلیام پذیر رہے تھے *

اسکندر بشٹ۔ ارن دھونی کے سم پران ہونیکا مقام
رکشی جی کا آشرم اور کنولوں کی بہار اسی تالاب میں ہے۔

پانی بہت صاف *

ان ندیوں کے قریب راجہ شوی عرف اوشی نے جگیہ کیا تھا جس
میں اندر نے ان کے دھرم کی آزمائش کی کسوٹی پر کسا تھا۔ اندر
باز نے اگن دیو کیوتر۔ کیوتر آگے باز پیچھے۔ اس کو خوف جان
اسکرشکار کی فکر۔ کیوتر بھاگا۔ قوراجہ شوی کے پاس جا چھپا۔
باز بھی چھپتا ہوا پہنچا۔ راجہ ہوئے کہ کیوتر کو معاف کر دو۔ کیونکہ

چمسو کھیدن

سندھو تیرتھ

پر بھاس

بشن پد

بیاشاندی

کاشمیر منڈل

مانس پھاڑ

ادجانبک تیرتھ

کشن وان سرور

بھرگو تنگ پریت

بسانندی

چلا اونچلا متصل جینا

پناہ میں آچکا ۔

بازہ - میری خوراک آپ نہ دینگے تو کھاؤنگا کیا ؟
 راجہ کبوتر کے ہم وزن میں گوشت دیتا ہوں ؟

بازہ - اچھا یہی سہی یہاں پیٹ بھرنے سے مطلب ہے ؟
 راجہ نے گوشت کاٹ کر ترازو میں رکھا - تو لا تو کبوتر کے وزن سے
 کم اور گوشت کاٹا پھر پلہ اوسچا - آخر سارا گوشت کاٹ کاٹ کے
 تلوادیا - لیکن ٹنڈی یوری نہ ہوئی - ناچار خود پلہ میں بیٹھ کر کہا کہ
 اب تو تول میں کمی نہیں - جب راجہ اندر ہمت و جرأت اور دھرم کی
 پختگی کو دیکھ کر خوش ہو گئے - فرمایا آفریں راجہ شوی تم بڑے دھرم
 ہو - تمہارا نام ہمیشہ زندہ رہیگا ۔

ادھیائے ۵۸

سمنگاندی کی جائز انوس جی کی گوہر افشانی یعنی اشٹا
 جی کی راجہ جنک کے جگہ میں تشریف بری - راجہ جنک
 سے رمز کی باتیں - عالمانہ و عاقلانہ سوال جواب

جب راجہ جھڑو وغیرہ سمنگاندی پر اشران کرنے کو گئے تو موس رشی نے فرمایا
 اس ندی میں اشٹا بکر جی کا کوہڑ درست ہوا تھا - بڑا مشہور تیرتھ ہے ۔
 راجہ جد عشر - اشٹا بکر جی کون تھے اُن کا کچھ حال ؟
 موس رشی - اشٹا بکر جی بڑے عقل کے پتلے تھے لیاقت بات بات سے نکلتی
 تھی - ابھی بالکل نو عمر تھے - اچھی طرح لاتھ پاؤں بھی نہ نکالے تھے کہ راجہ جنک کی
 دعوت و دعاء سن کر اپنے ماموں سویت کیت کیساتھ جگہ میں جا پہنچے - سن کچھ نہ تھا
 عمر بالکل بھڑکی تھی - دربانوں نے روکا کہ یہاں چھو کرول کا کام نہیں - سن رسیدہ
 زمانہ ویدہ برہمنوں کے سوا کوئی جگہ میں شریک نہیں ہو سکتا جو وید پانچویں ہو عالم

داخل ہوئے تکلف پیدا ہوا ہے معاشرت نہیں۔ آپ معاف کریں۔
 اشیا بکر۔ بھڑوں کی سی صورت نہ ہوا۔ ہاتھ دو۔ ہاتھ بکھے بھی ہوں۔ تو ہڈی سے
 ہڈیوں سے کسی طرح کم نہیں۔ عقل تو اتنی بڑی۔ روکنے کو ایسے صرف۔ ذرا یہ تو ہوا
 کہ ہر بین ڈھانچہ یا بکچہ اس سے کسٹا علی گڑا کس نے سکھایا ڈھانچا ہے
 وربان۔ ابھی صاحبزادے ہو چکے ہیں کے منہ نہیں نکلتے۔ بڑی ہاتھ رکھنے
 سے رہتا ہے۔ رکھتے رکھاؤ پت۔ ہاتھ بکچہ ڈھانچہ آؤ۔ جب ہاتھ کر دیکھا۔ محمد محمد
 آٹھ دن کا بن اور باتیں وہ بھڑی۔ ڈھانچہ وہ کہ گویا ساری دیا میں ہینٹ
 میں بھڑی ہیں۔

اشیا بکر۔ ہاتھ بھی۔ ہنس معلوم ہو گیا۔ لہجے بھی و صوبہ ہی میں ہاں سفید کئے ہیں
 اسے بچہ ہنس۔ بڑی عقل اس کے ہاں۔ کتا کتا اٹھا ڈھانچہ۔ پھل کے نام
 سفر ہوا وہ ڈھانچہ اسی ڈھانچہ بکچہ الگو کی بکچہ۔ جس میں الگو کے چھوٹ کی وہ ہوا۔
 کہ آپہیں کھل جائیں۔

وربان۔ بکر معلوم ہے ڈھانچہ چا۔ میں ہڈی کے رکھے ہاتھ ہیں کہا دست
 بکچہ شیر ڈھانچہ ہاں۔ راستہ۔ ہڈیوں کی جو راستے کام کر سکتی ہے۔ وہ ڈھانچہ
 جو ان کی تلواریں بھی تکیں نہیں۔ مطلب یہ کہ ڈھانچہ ہینٹ ہوتے ہیں۔ لہجہ یہ
 ہوتے ہیں۔ جو ان کو سمجھ ہوتی ہے۔ وہ کل کے چھوٹوں میں کہاں۔ ابھی زمین پائے
 ہو۔ ہاتھ بکچہ۔ کوہو۔ ڈھانچہ بکچہ۔ چھوٹے منہ سے لہجہ بڑھوں کی ہی باہیں ابھی
 نہیں معلوم ہوتیں۔

اشیا بکر۔ کہا ہاں چاندی کے تار ہوا ہے سے بکچہ کی ہوتی ہے۔ کہا و انت گرہانا
 بڑی کی نشانی ہے۔ سفید ہاں تو بہت ہاتھوں کے بھی ہوتے ہیں۔ اس سے کہا
 عمر ہوا تو سے سے بکچہ کی ہوتی۔ مگر ہاتھ ہی بکچہ ہی الگو چھوٹے ہاتھ
 یہ ہے یا بکچہ۔ ہاتھ تو سب ہاتھ ہاتھ ہاتھ ہیں کہ ہاتھ جو ہینٹ کا عالم۔ ہینٹ
 کے انگوٹوں کا ہاتھ کا مل ہو۔ ہم یہ ہینٹ ہاتھ اور ہینٹ ایسے ہاتھوں کو بکچہ کی ہینٹ ہینٹ
 ہینٹ ہے کہ ہینٹ ہینٹ میں ہاتھ دو۔ ہاتھ ہی عمر ڈھانچہ۔ ہینٹ ہاتھ ہینٹ ہینٹ ہینٹ
 اس کے ہینٹ کا مطلب سمجھو۔

جذبہ چوٹی ات بل میں تذبذب سے ایرادت کا پے
(گوکہ) حد سے زیادہ ناتواں (تاہم) اندر کا ہاتھی
(سمندر) اس حالت میں بھی
آفتی کہتے ہوں ات لکھتے
توں تین یکن سے تر بھون ناپے
(بہت ہی چھوٹا) (تاہم) (قدموں) (تین لوگ)

پر بھونگٹ پر مان جگت کرنا ر سکل برہانڈ میں بیا پے
جب چرخ کی فراسی لو وور وور تک روشنی پھیلاتی ہے۔ اور اتنا بڑا پہاڑ
جگنو کی طرح بھی آنکھوں کو منور نہیں کر سکتا۔ تو پھر بزرگی کے معاملے میں یہ وہابیات
بحث کیسی۔ ابھی تم کو کیا معلوم جب میں ہندی پنڈت کا ناطقہ بند کرونگا۔ تب
سمجھو گے کہ دنیا جو جو آگ رہے اسی سے کتا ہوں ۵

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرو سوارے باشد

کچھ چھوٹائی بڑائی کو جانتے بھی ہو۔ کہ یوں ہانکنے لگے دیکھو ۵

آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

دربان کی عقل جاتی رہی کہ دودھ کے دانت نہیں اکھڑے زمین پر ابھی طرح
پلوں نہیں ٹیکا۔ اور یہ منطقی یہ دلیل اس نے کہا کہ :-

اچھا تو میں اندر جاتا ہوں۔ آپ پیچھے پیچھے ہولیں یہ نہ معلوم ہو کہ ساتھ ہیں
اشٹا بکر۔ ہمیں تیل سے مطلب ہے۔ تیل کی دھار سے کیا کام کسی طرح ہو۔ جگہ میں
پہنچا دو۔ پھر ہم نمٹ لینگے +

دربان آگے بٹھا۔ اشٹا بکر اور سویت کیت پیچھے پیچھے چلے۔ دیکھا سبھا بڑی
ہے۔ پنڈتوں کا میلا لگا ہے اشٹا بکر جی بے تکلف وہیں جا پہنچے۔ بے کھٹکے
بیٹھ گئے۔ اور راجہ جنک کو اشیر باد دیکر بولے :-

ہمارے آپ کا خطاب جنک زمین آپ کے قبضہ قدرت میں دنیا کی سب
دولتیں موجود مگر میں کسی لالچ سے نہیں آیا۔ صرف یہ خواہش گھسیٹ لانی کہ
آپ کے ہندی پنڈت سے شاستر اترتھ کر دوں۔ سنا ہے کہ وہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتا ہے

کوئی عالم اُس کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔ ہزاروں پنڈتوں کو مات کر کے دریا میں ڈبو دیا۔ آج حکم دیجئے کہ سامنے آئے وہ ویت کو ثابت کرے۔ میں ادویت کو دیکھوں اس کی لیاقت کتنی ہے۔ مہاراج لطف تب ہے کہ گھٹا بھی بندہ جائے منہ سے بات نہ نکلے۔

راجہ جنک اور حاضرین حیران رہ گئے ذرا سا چھو کر اجسم ٹیڑھا کیچا نہ جانے بکتا ہی کیا ہے۔

بھلا ذرے کی کیا طاقت جو سورج کے مقابل ہو۔ کہاں بندہ پنڈت۔ علامہ روزگار۔ کہاں پٹیل شیر خوار یہ سوچ کر راجہ جنک مہاراج آپ معاف فرمائیں۔ آپ کی سمجھ خطا پر نہیں۔ کچھ خطا ہے تو کسنی کی کہ آپ اپنے زعم میں مست ہیں۔ دوسرے کی طاقت لیاقت آپ کی نظر میں کیوں کر نہجے۔ عم کا تقاضا اسی کا نام ہے آپ کی بہت پر آفریں مگر یہ بسیار سفر باند تا پختہ شوو خاے

پیر شو بیاموز۔ بندی بڑا دھندھ پنڈت ہے۔ جب بڑے ہو جینگا پڑھ لکھ جائیگا تب خیر مقابلے کے لئے خم بھی ٹھونک لیجینگا۔ ابھی چھوٹے منہ بڑی بات والی کہاوت اشٹا بکر۔ آپ کا فرمانا درست بہت صحیح مگر خراب کیا آپ نے یہ نہیں سنا

گاہ باسشد ز پیر دانشمند جو نہ آید درست تدبیر سے

گاہ باسشد کہ کو گوگ ناداں از غلط برد فزند تیر سے

سب بھان بارہ پشیری نہیں ہوتے۔ سب انگلیاں برابر نہیں ہوتیں آپ بھی سب کو ایک ہی لاکھنی سے ہانکنے لگے واہ اونٹ جب تک پہاڑ کے تلے نہیں جاتا۔ تب ہی تک بھلاتا ہے۔ بندی پنڈت کو اتناک سٹے پٹے رووے کھدے پنڈتوں سے سابقہ رہا ہوگا اس سے جہاں روکھ نہیں وہاں ارند بھی کھوالی مثل نے اُس کے چیسے تیز کر دیے۔ اب میں لکارتا ہوں آجائے سامنے دیکھوں راجہ جنک۔ یہ دماغ یہ مزاج ہے تو اچھا سنئے

۳۰ کلا - ۱۲ انس - ۲۲ پرپ - ۳۶۰ آرا - میں نے کیا کہا مطلب - ۶

اشٹا بکر۔ اس کا مطلب کیا کہوں بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ جو آپ نے کہا اس کا

اثر آپ پر نہ ہو۔ آپ کال چکر کا حال سنئے۔ کال چکر سوچ چاند اور مابقا سیاروں کی گردش کے زمانے کو کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) ۳۶۰ دن کا ساد (۲) ۳۶۵ دن ۱۵ گھنٹہ کا سورج (۳) ۳۶۴ دن کا چنر زمان ان تین قسموں کی سمتوں میں وہی عکس کرنا لازم ہیں۔ جن میں ان کی خصوصیت ہے۔ چنانچہ سال قمری میں برت وغیرہ سال شمسی میں سولہوں سنگار اور ساون کے سال میں یگیہ وغیرہ کے فرائض ادا کرنا مناسب ہیں۔ مگر میری دعا ہے کہ ان مناسب زمانوں میں جو نیک کام ہوں۔ ان کا ثواب آپ کے آڑے آئے پس اتنا ہی جواب کافی ہے۔ عاقلاً اشارہ کافی است +

راجہ جنک۔ اچھا اب اور عقل کے گھوڑے دوڑائیے۔ بتائیے کہ جسم رتھ ہے اس رتھ کو کون گھوڑے چلاتے ہیں۔ گو وہ گھوڑے دراصل جتے نہیں۔ ایک بار باز کی طرح لوٹتے ہیں۔ مگر کام گھوڑے ہی کا ویسے ہیں ساتھ ہی یہ بھی سمجھائیے کہ ان کو حمل میں رکھنے والا کون ہے اور حمل سے پیدائش کس کی ہوتی ہے؟

اشٹا بکر یہ وہ ہیں جن کا آپ کیا آپ کے دشمنوں پر بھی سایہ نہ پڑے جسمانی رتھ کے گھوڑوں کا نام ہے۔ تکلیف اور موت۔ یہی باز کیا معنی بجلی کی طرح انسان پر گرتے ہیں۔ دل ہی ان کیلئے حل ہے اور دل ہی سے ان کا ظہور انہیں کی بدولت دل اصلی حالت پر نہیں رہتا۔ تبدیلی عجیب نیرنگ دکھائی ہے اس کے سوا دوسرا انہیں جان سکتا کہ کیا گذر گئی +

راجہ جنک۔ اب ایک چھستان اور بوچھے بتائے آپ کس کو جانتے ہیں کسی خواب میں بھی پلک سے پلک نہیں ملتی جس میں پیدائش کے بعد قوت رفتار نہیں ہوتی جو دل گردے سے محروم ہے جس کے بڑھنے میں وہ نہیں لگتی +

اشٹا بکر۔ آپ بھی کیا بچوں کی سی پہلیاں بچھانے میں۔ چاروں کون ہیں میں بتائے۔ یا ہوں۔ سنئے +

(۱) مچھی (۲) انڈا (۳) پتھر (۴) دریا

راجہ جنک۔ ان جوابات سے اچھے میں رہ گئے اُدھر منہ سے سوال نکلا۔ اُدھر پٹ سے جواب دیر کا نام نہیں۔ سوچے کہ ضرور کوئی طاقت انسانی طاقت سے

زیادہ ہے۔ فرمایا کہ ہمارا ج میری خطائیں معاف کیجیگا۔ آپ تو بہت گنی بہتہ صفت معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے شک ہے کہ کہیں آپ کوئی دیوتا نہ ہوں۔ میں نے تو کبھی اس سمجھے بوجھ اس عقل و فہم کا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ آپ نے میرا منہ کیل دیا میری زبان بند کر دی میں دروازہ کھلاؤ اے دیتا ہوں۔ بندی شاستری بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے منٹ لیجئے۔ ”رموز عاشقاں عاشق بداند“۔ آپ کا اور اُن کا سمجھو ٹھیک ہوگا۔ ہم سب لوگ تماشاخی ہیں ۴

ادھیائے ۵۹

اشٹا بکر جی کا اظہار لیاقت۔ بندی پنڈت سے شاستر

اشٹا بکر جی راجہ جنک سے خطاب کرتے ہیں کہ آج آپ کی راج سبھا ہے اور بندی علامہ و ہر۔ یقین کیجئے کہ گہرے پانی کی مچھلی نکلنے میں لنگے کو دیر ہو میں چٹ پٹ اس مغرور پنڈت کو مات کر دوں گا۔ بڑے بول کا سر نیچا کرنے۔ اور غرور کا مزہ چکھانے کے لئے میں آگیا ہوں بلائے بندی پنڈت کہاں اڑھنی چوڑیاں پہنے گھونگٹ میں منہ چھپائے بیٹھا ہے ۵

اشٹا بکر جی کا کڑکا سنتے ہی راجہ جنک نے اس شستگاہ کے دروازے کھول دیئے جہاں بندی شاستری ایک کم عمر کے نعرے پُر جوش الفاظ میں سن رہا تھا جو ہیں اشٹا بکر جی نے بندی کی صورت دیکھی شیر کی طرح بچھڑا اور اس طرح کہ پنڈت جی آپ نے بڑے بڑے پنڈتوں کو بیوقوف بنایا ہے۔ آئیے سامنے اور مجھ سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں۔ سو دن چور کی اور ایک دن سادھ کی یو سنا کی تو ایک لہار کی ۶

بندی بڑے شوق سے شاستر اترتے کیجئے۔ یہاں سبھا گنے والا کون ہے کہے سوال شروع کروں ۷

ضرور ضرور۔ اندھا کہا چاہے دوا نکھیں ۸

بندی - تو پھر گوش ہوش سے سینے آگ ہر جگہ موجود ہے مگر ایک ہی سوسہ تمام
 جہاں کو روشن کرتا ہے۔ مگر ایک ہی ہے راجہ اندر بھی ایک ہی ہے۔ جس سے
 سارے دشمن زیر رستہ ہیں راجہ جم راج بھی ایک ہی ہے۔ جو پتروں کا راجہ ہے
 میں نتجہ یہ نکلا۔ کہ پر ماتا کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ ہے جیو آتما ہی ہے
 آتشا بکسر۔ غلط۔ اندر اور اگن دو سکھنا۔ نارو اور پریت دورشی۔ رتھ کے چکر دو
 اشونی کمار دو۔ برہما جی کی اولادیں دو۔ ایک عورت ایک مرد۔ مراد یہ کہ جیو آتما
 اور پر ماتا دو ہیں۔ پر ماتا نہیں تو جیو آتما کہاں؟

بندی - مخلوقات ارضی و سماوی کا وجود تین طرح سے ہوتا ہے۔ پن سے وینا پن اور
 پاپ کے میل سے انسان اور پاپ سے کثیرے کمشوں یعنی سانپ بھمو وغیرہ
 کی پیداوار ہوتی ہے تین آشرموں کے اصول بھی تین جگہ میں بھی تین ہی کرم یعنی
 دیو جگ۔ پتر جگ۔ رشی جگ۔ لوک بھی تین۔ سرگ جگ۔ پرتھوی۔ رہشٹیاں
 بھی تین۔ سورج۔ چاند اور آگ۔

آتشا بکسر - برہم گمانیوں سے یو جیسے۔ اُن کا جو تھا آشرم مکش ہے۔ یعنی تیرا شریو
 سے آگے تین برل ہیں۔ برہمہ کے بھی چار صفات انلی ہیں۔ براٹ۔ سوتر۔ اسکی
 تری اکا۔ اکار۔ اور اروہ۔ ماترا بھی چار۔ بیکھری۔ مہا پشٹی پاکھ نام کی
 آوازیں بھی چار۔ اور وید بھی چار۔ رگ وید۔ شام وید۔ اتھرو وید۔
 بھرو وید۔

بندی کچھ مدوم ہے۔ کہ اگن پانچ قسم کی برقی ہیں۔ مشا کارہ پتہ۔ وکشا گنی وغیرہ
 پچھتہ بھی پانچ پتہ کا ہوتا ہے۔ پورن ہاشی میں جو جلیہ ہوتے ہیں۔ اُن کی پانچ قسمیں
 ہیں۔ اندریاں بھی پانچ پانچ۔ چت نام کی اپسراؤں کے بھی پانچ پتہ ہوتے ہیں
 بھیرن۔ بکلب۔ اندرا۔ اسمرتی۔ بشیوں کے استھان بھی پانچ۔

آتشا بکسر - آپ پانچ پانچ کیا کرتے ہیں۔ وید میں جلیہ کی وکشا چھ قسم کی بیان کی
 گئی ہے چھ رت کال چکر کے ہیں۔ اندریاں بھی چھ یعنی ایک من اور پانچ کیان اندری
 کر کا پچھتر بھی چھ۔ ساوسک جگ بھی چھ۔ پانچوں اندریاں اور ایک من۔ چھ
 کے چھ رت اور جلیوں کی طرح بشیوں کا مزا لوٹنے والے میں مہا سب سے

جد اگانہ - شاستر بھی دیکھ لیجئے چھ ہی ہیں *

ہندی - آتما کرتا - مجھو گتا یعنی فاعل و مفعول ہے چنانچہ دیکھئے پانچ کریم
اندیاں ایک من ایک مبدھ (یعنی عقل) یہ مل کے سات ہوئے کہ نہیں یہی کرتے
میں جو کچھ کرتے ہیں - یہی کٹ منڈل ڈالنے والے ہیں - جن کے سب سے پرہاتما کے
درشن نہیں ہو پاتے انہیں کی تحریک موہ کا وجود ہوتا ہے - جو لوک پر لوک دو فوسے
انسان کو کھو دیتا ہے - رشی بھی سات ہی ہیں - یعنی سپت رشی جنکو سمجھ لیجئے -
کہ پانچ گیان اندری من اور بدھ - زمین سے بھی سات ہی قسم کے غلے کی پیداوار
ہوتی ہے زمین کے بھی سات طبق ہیں - بن کے بھی سات - اگر یہ سات تار نہ ہوں
تو بین کا عدم وجود برابرہ - ایک تار بجانے سے کچھ مطلب حاصل نہیں - آتما بھی
اسی طرح سات تاروں کا بن ہے - اگر اس نے کسی کو بجالایا - تب تو بیٹھے بیٹھے
سرگافل کو آندوے گئے نہیں تو اس آتما روپی بین سے کچھ فائدہ نہیں - اسی
بن پر میں کہتا ہوں کہ آتما فاعل ہے - اگر آتما فاعل نہیں تو ثبوت *

اشٹا بکر - اندریوں کے خوش کن و شے آٹھ ہیں - ان آٹھوں کی تعریفیں بہت
اور کثیر الشدا ہیں - برہم آند سروپ بھی آٹھ پیدالا مشہور ہے - جس سے ادیت
کی تدھی ہوتی ہے - تمام لوک پر لوک سکھ مجھو گئے والے - دیوتا بھی آٹھ بشتو ہیں
ان کے خلاف جو گیان دنیا کو اپنے بس میں کرتا رہتا ہے - اس کے لکشن
بھی آٹھ ہی ہیں *

ہندی - ہرے شیکٹ مکر دیکھئے تو پتری چلنے میں تین تین سمدھ کی ایک ایک چلہ ۹
سمدھ کی ہوجاتی ہے - پرکرت کے تین تین گن ملکر بھی ۹ ہوجاتے ہیں اور ان سے
تو نو قسم کے پھل ملتے ہیں - آپ نے برہم پتی چھند کی کیفیت سنی ہوگی - یہ تو نو
اکشروں کے چار پھلوں سے ملکر بنتا ہے اور نو کے ہند سے کو جس طرح چاہے
تقسیم کرو - ضرب دو ۹ ہی کا عدد نکلیگا اسی طرح لایا بھی ۹ کے عدد کی طرح مختلف
صورتوں میں نمودار ہوتی ہے مگر نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے مثلاً *

$$۹ = ۳ \times ۳ = ۲ + ۷$$

$$۹ = ۱ \times ۹$$

$$۹ = ۴ \times ۲ = ۶ + ۳$$

$$۹ = ۱۸ \div ۲ = ۸ + ۱$$

$$9 \times 9 = 81 \text{ اور } 9 \times 10 = 90$$

$$9 \times 11 = 99 \text{ اور } 9 \times 12 = 108$$

$$9 \times 13 = 117 \text{ اور } 9 \times 14 = 126$$

$$9 \times 15 = 135 \text{ اور } 9 \times 16 = 144$$

$$9 \times 17 = 153 \text{ اور } 9 \times 18 = 162$$

$$9 \times 19 = 171 \text{ اور } 9 \times 20 = 180$$

$$9 \times 21 = 189 \text{ اور } 9 \times 22 = 198$$

$$9 \times 23 = 207 \text{ اور } 9 \times 24 = 216$$

$$9 \times 25 = 225 \text{ اور } 9 \times 26 = 234$$

$$9 \times 27 = 243 \text{ اور } 9 \times 28 = 252$$

$$9 \times 29 = 261 \text{ اور } 9 \times 30 = 270$$

$$9 \times 31 = 279 \text{ اور } 9 \times 32 = 288$$

$$9 \times 33 = 297 \text{ اور } 9 \times 34 = 306$$

$$9 \times 35 = 315 \text{ اور } 9 \times 36 = 324$$

یہی طرح ہندسہ ۹ سے جانے کے آئینے ۹ ہی حاصل فرمے ہیں۔
اس سبب سے یہ کہتا ہوں کہ مایا بھی ۹ کے ہندسے کی طرح مختلف حالتیں بن کر
وہ ہندسے کا مسئلہ ثابت کرتی ہے۔

اشٹا بکھر - انسان کی پانچ اندریاں اور اندریوں کے پانچ دھرتیا ہوتے ہیں
ان دھرتیوں سے دس قسم کی خواہشات و محسوسات کا ظہور ہوتا ہے۔ محسوسات سے
پرہیز بھی دس چیزیں ہیں۔ یعنی ہزار طرح کا بہانہ کیا ہے۔ عورت کا عمل بھی دس
بارہ رہتا ہے۔ لہذا کی ماہیت ان اور ان کے شعل بھی دس ہی ہیں۔ یعنی پانچ
اندریاں۔ ان کے پانچ دھرتیا۔

پندرہ کی جانوروں کی اندریوں کے گیارہ مشابہ ہوتے ہیں۔ پنج و خوشی و غم
انسانی کی حالتیں بھی گیارہ ہیں دھرتیاؤں میں تعدد بھی گیارہ
اشٹا بکھر - سال بھی بارہ مہینوں کا ہوتا ہے۔ چاند بھی بارہ چھینے کی ہوتی ہے
حکمت چاند کے ایک چرن میں بارہ اکثر ہوتے ہیں۔ ہر اکرت حکمت بھی بارہ ان
کا ہے اور پندرہ بھی بارہ اپنی بارہ اور پندرہ چھینے و غم۔ ست۔ دم۔ تب۔ لکھ
لہا۔ کلکشا۔ اشوہا۔ جاک۔ وان۔ ویرت۔ جوہر۔ یوں کہ جدا جدا کرتے
ہیں۔ ہر مرد بارہ اس اور ایک ہوس ہے۔ حکمت چاند اور بارہ اکثر چھینے
ہے۔ وہی حکمت اور پندرہ۔ ہر بارہ اور پندرہ کا چرن کرنے والی کہانی ہے
اور کوشی یعنی لکھ چھینے ہیں۔ اسی کو مخالف پندرہ کوشی یعنی پندرہ
پندرہ کا کہنا ہے۔ لکھ و کوشی کی کوشی لکھ مانی گئی ہے کہ نہیں۔ دنیا کے

سات ویپ اور تیرہ جزیرے کون نہیں جانتا۔ دل کی صفائی کا مقامی آب ہوا اور اوقات مناسب پر مقرر ہے

شلوک سنسکرت میں تھا بندی آدھا اڑا گیا۔ اور خاموشی سے بات مانے ہی کو تھا۔ کہ اشٹا بکرہ بولے۔ بس۔ ٹائیں ٹائیں فش۔ معلوم شد بافندی مجھ سے سنو۔ کہ تیرہ دن کرشن چندرجی کے ساتھ کیشنی دیت سرگرم کارزار رہا۔ اگن باپو اور سونج کی طرح دس اندریوں من۔ بدھ۔ اہنکار کا جامہ آتا ہے۔ انہیں تیرتھوں سے خواہشات اور محسوسات کی ساری باتیں ہیں۔ اور انہیں نے آتما پر ایک پروردہ سا ڈال رکھا ہے۔ ان کو بارہ ادیتوں نے ہی زیر کیا ہے پس ہم بدھ وغیرہ کے پھندے سے جب آزاد ہوئے۔ تو ادویت کو پہچان سکتے ہیں چنانچہ ہمارے قول سے ادویت ثابت ہو گیا۔ اب سامعین کے ہاتھ فیصلہ ہے +

اشٹا بکرہ جی پوہیں گویا رہے۔ بندی کی زبان بند ہو گئی۔ وہ بغلیں جھانکے لگا کہ اب کیا کہوں۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ حاضرین محفل پھر ٹک اٹھے۔ ایک شور بلند ہو گیا۔ کہ بندی پنڈت کی ایک بچے کے سامنے زبان نہ کھلی۔ جگہ کے موجودہ پنڈت اشٹا بکرہ کے قدموں سے ہوئے۔ بڑی تعریف کی۔ اشٹا بکرہ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور راجہ جنک سے گزارش کی۔ کہ :-

ہمارا ج یہ وہی بندی ہے جس نے نہ جانے کتنے پنڈت وریا میں ڈبوادے میرا بھی یہی حال ہوتا۔ مگر ایٹور کو بندی کی قلعی کھولنا تھی۔ مجھے بچالیا۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اس کو بھی وریا میں غرق کراویں۔ انصاف کی شرط یہی ہے +

بندی۔ اشٹا بکرہ جی آپ خزانہ ہوں۔ میرے پتا بلنچی بارہ سال سے جگہ میں مشغول ہیں۔ جو برہمن میں نے ڈبوئے ہیں۔ وہ سب جگہ میں شریک ہیں۔ چنانچہ آپ کے پتا بھی ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ اب آپ کی بدولت مجھے اپنے باپ کی بھی قدمبوسی نصیب ہوگی۔ مجھے خیر ہے کہ آپ ایسے لائق و فائق پنڈت کی خدمت واری کی سکو متھا +

اشٹا بکرہ میں نے بندی کی وہ زبان بند کر دی۔ وہ منہ کیل ویا۔ جس نے برہمنوں کو وریا میں ڈبو دیا۔ مگر وادی ویا اس میں پھر بھی نااضافی ہی ہے

ہنگ کی خاصیت جلانا ہے۔ اس کو اچھے بُرے کا وقوف نہیں۔ ہمارے جیسے ہرے کو کچھ نہیں جانتی۔ میں دیکھتا ہوں کہ راجہ جنگ بھی فتح و شکست کی تمیز نہیں کر سکتا اے راجہ جنگ اپنی تعریفوں پر نہ بھولو۔ مست ہاتھی کی طرح گھمنڈ نہ کر کہتا ہوں۔ کہ میری شرط پوری کرو۔ ورنہ سمجھ لو کہ تیج نہیں پھر نہ پھپھتا ہا +

راجہ جنگ آپ انسان نہیں معلوم ہوتے۔ بیشک آپ میں کوئی غیبی طاقت ہے۔ بندی پنڈت کو جیتنا اتنی کمبختی میں آپ کا ہی کام تھا۔ اور کسی کی طاقت نہیں مجھے کسی بات میں عذر نہیں۔ بندی پنڈت حاضر ہے جو منظور خاطر ہو منرا دیجئے +

اشٹا بکر۔ بندی کو میں نے ہرا دیا۔ اس کو بھی وہی سنا چاہیئے۔ جو اس نے الہ پنڈتوں کو دلوائی ہے۔ میں پرواہ نہیں کرتا۔ کہ یہ برن کا بیٹا ہے۔ برن کا بیٹا سنا کا مستحق ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ سنا نہ دیا جائے +

بندی۔ میں برن کا بیٹا ہو کر سمندر سے ڈروں۔ ناممکن۔ آپ شوق سے ڈھلے میری بار ہوئی مجھے کچھ غم نہیں۔ خوشی یہ ہے کہ اشٹا بکر جی اپنے پتا کھوڈک کے ورثن پائینگے جن کی ان کو خبر بھی نہیں کہ کہاں ہیں +

اشٹا بکر نے کہا کہ میری تمام غرق شدہ برہمنوں کو سمندر سے اس طرح نکال دیا۔ گویا ڈوبے ہی نہ تھے۔ سب کے سب راجہ جنگ کے پاس آئے کھوڈک اشٹا بکر جی کے پتا سب آگے تھے انہوں نے راجہ جنگ سے فرمایا۔

کچھ دیکھا آپ نے انسان بیٹے کی ہوس کیوں کرتا ہے۔ جو کام میرے لئے ناممکن تھا۔ وہ میرے نور نظر نے کرو دیکھا یہ کہ نہیں دنیا کا کارخانہ ہی نرالا ہے نا تو اں کا بیٹا شہزور۔ جاہل کا عاقل۔ غریب کا امیر ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا۔ آپ کو مبارک کہ آپ دشمنوں کا جہراج نے خاتمہ کر دیا۔ آپ کے جاگیہ میں سلام وید کے مترادف کی دھنی سے تین لوگ گونج رہے ہیں۔ سارے دیوتا اپنا اپنا حصہ قبول کر کے آند میں۔ گویا سب کام سدا +

لوسر رشی کا بیان ہے کہ بندی نے راجہ جنگ سے رخصت حاصل لی۔ اور سمندر میں غوطہ لگا گیا۔ اشٹا بکر اپنے پتا کے ساتھ اپنے آشرم میں آئے جس وقت کھوڈک نے اپنی استری کو دیکھا۔ دونو خوش ہو گئے کھوڈک جی بولے۔

”اشٹا بکر اس دریا میں غوطہ لگاؤ۔ تو تمہارے جسم کا ٹیڑھا پن ابھی دور ہو جائے گا۔“
 اشٹا بکر نے تعمیل ارشاد کی۔ جو میں غوطہ لگا کر سر اٹھا رہا۔ سارا بدن نور کے سانچے
 میں ڈھل گیا۔ آٹھ عضو ٹیڑھے تھے۔ سب کے سب درست ہو گئے۔ جس وقت سے
 یہ کرامات ظاہر ہوئی۔ اس ندی کا نام سمٹکاندی ہو گیا۔

ادھیائے ۶۰

اشٹا بکر کی پیدائش جسمانی تقاضے سے
 نام کی وجہ تسمیہ۔ اُن کے والد ماجد کی سرگزشت

راجہ جہشٹر کا لومس نشی سے سوال ہے۔ کہ
 مہاراج اشٹا بکر جی کی پیدائش کیونکر ہوئی۔ اُن کے اعضا کی خمیدگی کا باعث
 ادھر ویرست ہونے کی وجہ ۹

لومس نشی۔ سنئے۔ اوداک نشی کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ کھوٹک اُن کے شاگرد
 رشید و مرید سعید تھے۔ گرو جگتی کوٹ کر بھری تھی۔ نفس پر ایسا قابو تھا کہ جیت
 اندری کی بدوی حاصل کر لی تھی۔ کھوٹک کے گرو اُس کی سعاد قول اور عقیدہ قول پر
 ایسے فریفتہ ہوئے۔ کہ کل وید پڑھا دیئے اور اپنی بیٹی سوچاتا کے ساتھ گٹھ بندن کر
 دیا۔ سوچاتا ابھی حاملہ ہی تھی۔ اشٹا بکر جی پیٹ ہی میں تھے کہ آواز دی کہ آپ کا وید پڑھ
 سنئے سنئے مجھے چاند دل وید کنٹھ ہو گئے یہی نہیں بلکہ سب سے و مطلب بھی چاہئے
 تو سن لیجئے۔ مگر گستاخی معاف آپ عالم و فاضل ہو کر پانچ ٹھیک طور پر نہیں کر سکتے
 کھوٹک حیرت میں رہ گئے۔ کہ بیٹا مال کے پیٹ سے بول رہا ہے اُن کو غصہ آیا۔ کہ
 واہ کے آدمی و پیر کے شہدی۔ ازما شنیدہ بناف من سے گزارند کا قول۔ جوش و غضب
 میں بدو عادی۔ کہ گستاخی کا لطف تب ہے جب بدن میں خم ہی خم ہو جائیں بدو عادی
 دل سے نکلی تھی۔ خالی کیونکر جاتی۔ اشٹا بکر جی پیدا ہوئے۔ تو جسم میں آٹھ ہی

ختم موجود ہو گئے۔ اسی لئے اشٹا بکر (یعنی آٹھ ختم والا) کا خطاب بھی زبان زدِ خواص عام ہوا۔ اشٹا بکر کے ماموں سویت کیت کی ولادت انہی دنوں میں ہوئی۔ جب اشٹا بکر کی دوا باہم جمع تھے اور اُن کی بو و باش بھی ایک ساتھ تھی۔ ابھی اشٹا بکر جی بطن ہی میں تھے دسواں مہینہ ولادت کی خبر سے رہا تھا۔ کہ اُن کی ماما نے کھوڈک اپنے خاوند سے کہا کہ بیٹا ہونے کو ہے یہاں ٹکا پاس نہیں۔ آخر مہاہ کیسے ہوگا۔ بیٹے کی پرورش کے واسطے کیا سبیل ہے ؟

کھوڈک گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ راجہ جنک کو ایشور سلامت رکھے۔ وہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں بھرتا۔ میں وہاں پہنچا اور رقم لایا۔

یہ کہہ کر کھوڈک اچھ جنک کے دربار میں پہنچا۔ بندی پنڈت سے شاسترارتھ کی ٹھہری۔ بندی علامہ عصر تھا۔ کھوڈک کی ایک پیش نہ گئی۔ اُس نے پالا مار لیا۔ کھوڈک اپنا سامنہ لیکر رہ گیا۔ شرط یہ تھی کہ جو ہارے ڈبو دیا جائے۔ بس کھوڈک کے سر پتی۔ سمندر کی لہریں تہ میں بٹھا کر نہ جانے کہاں سے کہاں لے گئیں۔ اُدالک رشی کو جب خبر پہنچی۔ کہ داماد کا یہ حال ہوا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا دیا بہ گیا۔ بیٹی (سو جاتا) کے پاس گئے ساری واردات بیان کی اور کہا کہ بیٹی گھبراننا نہیں اور بیٹا پیدا ہو۔ تو کچھ نہ کہنا۔ کہ کیا گزری ؟

اشٹا بکر جی جب پیدا ہوئے۔ تو اُدالک رشی کو یہی اپنا باپ سمجھنے لگے۔ انہیں کچھ خبر نہ ہوئی۔ کہ اُن کے باپ کھوڈک کو کس بلا گھسا منا ہوا۔ یا اُن کا باپ اور کوئی تھا اُدالک رشی اپنے بیٹے سویت کیت کیساتھ اشٹا بکر جی کی بھی پرورش کرتے رہے کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ بیٹا کون ہے اور ناتی (نواسہ) کون۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اشٹا بکر اپنے نانا کی گود میں جا بیٹھے۔ بال بہٹ مشہور ہے۔ اُن کے ہم عمر ماموں صاحب سویت کیت نے اُن کو اپنے باپ کی آغوشِ محبت میں بیٹھا ہوا دیکھ کر جوشِ رشک سے کہا کہ

اٹھو۔ میرے باپ کی گود میں بیٹھنے کا استحقاق تم کو نہیں۔ اپنے باپ کی گود میں جا کے بیٹھو۔ اس وقت اشٹا بکر جی کی عمر دس گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی مگر وہ ہی ٹپکتا معلوم ہوتا تھا۔ مگر نہیں سویت کیت کے الفاظ نے ان

کے دل پر مقناطیسی اثر کیا۔ اور وہ نانائی گوو سے اٹھ کر اپنی ماں کے پاس آئے۔ اور پوچھا۔ کہ صورت حال کیا ہے۔ سچ سچ کہنا +

ماں غریب کیا جواب دیتی۔ بیٹے کی مایوسیوں پر نظر کر کے اُس نے صاف کہہ دیا کہ تھارے پتا کھو ڈک تھے۔ جن کو بندی پنڈت نے سنا ستر اترتھ میں جیت کر غرق دریا کر دیا +

اشٹا بکر نے جو وقت یہ کیفیت سُنی۔ بدن میں آگ لگ گئی +

سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا

کی کہ بات صادق ہوئی۔ وہ بولے۔ تو میں اشٹا بکر جب بندی کو انگلیوں سچاؤں خلیجی وہ اُسی وقت پر تگیا کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سویت کیت نے بھی ساتھ دیا۔ راجہ جنک دربار میں پہنچے اور وہ گیارہ برس کی عمر میں اُس بندی پنڈت کا ناطقہ بند اور قافیہ تنگ کر دیا۔ جس کا طوطی بول رہا تھا۔ اور جس نے ہزاروں عالم پنڈت دریا میں ڈبو دیئے تھے۔ راجہ جنک اشٹا بکر جی کی لیاقت کے قائل ہو گئے۔ اور اُنہوں نے کبسنی میں جو زبان سے کہا تھا اُس کو پورا کر کے دکھایا +

اوصیائے ۶۱

شرنگی رکھ کے حالات۔ اُن کے سلسلے میں دوسرے ذکر و مذکور

تذکرے تذکرے اور باتوں باتوں میں شرنگی رکھ کا بھی ذکر چل پڑا۔ راجہ جہنشاوس رشی سے بولے۔ کہ شرنگی جی کے نام کی خائیت اصلی کیا ہے۔ اور سر پر سینگ کیسا +

اوس رشی نے فرمایا کہ ایشور کی قدرت کا ملہ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ انسان کے سر پر سینگ لگا دے تو کون تعجب کی بات ہے۔ وجہ یہ کہ اُس کی قدر میں عجیب غریب ہیں۔ جن کو انسانی عقل سمجھ بھی نہیں سکتی۔ تم کو شرنگی جی کے حالات سننے کی

آرند ہے تو لوسنو *

شرنگی جی کے پتا بڑے مہاری تپسوی اور تہجوان رشی تھے۔ جنگل میں رہنا بسنا
بستی سے پرہیز۔ نام سمیک رشی۔ کمال ریاضت میں بے نظیر نہ جواب نہ مثال۔ قصہ گو
اپنے وقت میں فرد روز گارتھے۔ شہنی بات کی۔ ایک دن یہ دریا میں استنان کر رہے
تھے۔ ہونہار مڑکتی نہیں۔ ضرور ہوتی ہے۔ ہزار بہانے سے ہوتی ہے۔ ایک ایسی
(اپسرا ابھی اُدھر آنکلی۔ رشی جی ہاتھ پاؤں دھوئے میں مشغول تھے۔ نظر اٹھی تو
کیا دیکھتے ہیں۔ اندر کے اکھاڑے کی اپسرا سامنے ہے۔ جس کو دیکھ کر دیوتا بھی اپنے
میں نہیں رہ سکتے۔ ایسی سے یوں سرسری طور پر چار آنکھیں ہوئی تھیں۔ کہ
رشی ہمارا ج قابو میں نہ رہے۔ اور تخم محبت بار آوری نخل الفت کی درپے ہوا۔ ایسی
تو رشی کے عالم بے اختیاری و جوش طبیعت کو دیکھ کر چلتی پھرتی ہوئی۔ جو موتی صفت
جوش عشق سے نکل آبدار نظر آتے تھے۔ اُن کو ایک بہرنی نے لقمہ دہن بنایا۔ اور اس
برکت سے شرنگی رکھ عالم وجود میں آئے۔ سمیک رشی اسرار غیب کے عالم تھے اُنہوں
شرنگی رکھ کو آغوش محبت میں لیا۔ اور کٹی میں پرورش و پرواخت شرم کی شرنگی رکھ
کا بن جب دس بارہ سال کا ہوا۔ قدرت نے سر پر ایک خوشنما سینک پیدا کر دیا
جس سے شہادت ملتی تھی۔ کہ ولادت کیونکر ہوئی۔ شرنگی جی نے اپنے پتا سے تعلیم
پائی۔ چاروں وید اذہر کر لئے۔ اور ایسا تپ کیا۔ کہ دنیا بے جہان میں دھوم مچ
گئی۔ انہی دنوں راجہ روم پاو کے حدود حکومت میں ایسا قحط پڑا۔ کہ خلقت گھبرا
اٹھی۔ بخوسوں نے بتایا۔ کہ شرنگی رکھ کے بغیر کسی سے یہ آفت ارضی و سماوی
ویر نہ ہو سکیگی۔ راجہ روم پاو کی روش ٹھیک نہ تھی۔ اسکو برہمنوں سے عناد تھا اس
لئے تمام برہمن خوف عذاب و عتاب سے بھاگ بھاگ کر جہاں جہاں جان چھپائے
تھے جب قحط کی آفت نازل ہوئی۔ تو راجہ کی آنکھیں کھلیں کان بھو اور اُس نے برہمنوں
کو اکٹھا کر کے علاج قحط دریافت کیا۔ برہمنوں نے بھی یہی صلاح دی۔ کہ شرنگی رکھ
کے بغیر مشکلات کا دافیہ ممکن نہیں۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ وہ آئینے کیونکر تپ چھوڑے
نہ آفت سے انک ویش کو نجات ملیگی۔ راجہ روم پاو کو فکر ہوئی۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے
شرنگی رکھ کو لانے کی تدبیر کیا ہے اسی وقت ایک بیسوا چندے آفتاب چندے تہاب

سامنے آنکھ پٹی ہوئی۔ اور بیڑا اٹھایا کہ میں رشی کو لا کر دکھا دوں گی۔ راجہ نے انعام
 و اکرام کا لالچ دیا۔ اور وہ سرسبز حسن جمال ہم پایہ بدر و ہلال تپہ بن میں جا پہنچی۔ دیکھا
 کہ شترنگی رکھ معبود حقیقی کی یاد میں محو دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں۔ بدن سوکھ کر کانٹا
 ہو گیا ہے۔ ہڈیاں ہی ہڈیاں دکھائی دیتی ہیں۔ بیوا وہیں پھہر گئی۔ اور دیکھنے
 لگی۔ کہ آخر رشی جی کا رنگ رو بہ کیا ہے۔ کھاتے کیا ہیں پیتے کیا ہیں۔ غالی ہوا
 ہی پھانکتے ہیں۔ یا کیا شترنگی رکھ بڑی دیر کے بعد وہ بیان سے فارغ ہوئے
 اٹھے۔ اور ایک درخت کے پاس جا کر چھال چھال چھانا شروع کی۔ اور پھر واپس آکر اپنے
 جپ تپ میں مشغول ہو گئے۔ بیوا سمجھ گئی۔ کہ حضرت کی غذا بس یہی ہے اسی
 درخت کی اسی غذا میں کچھ زبان سے ڈالنے کا مصاحمہ لگنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے
 اسی چھال چھاننے لگے۔ تو مزہ ہی سمجھ اور پایا۔ زبان کو ڈالنے کی جاٹ ہوئی۔ اور حید
 روز طوے کی جاٹ کی کچھ ایسی چیر پر چکنا ہٹ آگئی۔ کہ صوت ہی بد لگئی۔ یہ نگت کچھ نہ
 بیوا اٹھاتی ٹھوکتی سامنے پہنچی باز کرشمے دکھلائے۔ وہ مومنی ڈالی۔ کہ شترنگی رکھ آپے میں
 نہ رہے فریفتہ ہوئی گئے بیوا کا منتر لیا پلا کہ رشی کی عقل غایب ہو گئی۔ وہ پرہیز راجہ
 روم پاو کے یہاں چلے آئے آگے آگے بیوا بچھے بچھے خود بدولت بلجہ روم پاو نے رشی
 جی کی بہت خاطر تواضع کی۔ بیوا نے منہ مانگا انعام پایا۔ جگمگ ہوا۔ پانی برسا۔ قحط
 کی مصیبتیں دور ہوئیں۔ شترنگی رکھ کی قدرت کا ملکا کا راجہ روم پاو کو خاسل عقاد ہوا۔
 اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کر دی۔ جس کے بطن سے کھوڈک کی پیدائش ہوئی۔
 کھوڈک کو اٹا کر جی کے سے نور کی وجہ سے خاس غزت حاصل ہوئی۔ اٹا بکر کی
 بدولت اس بدھو بند ندی نے سنگا نام پایا۔ یہ وہ ندی ہے جس کے کنارے
 راجہ بھرت کے ماتھے کو راج تلک سے زینت اور بھارت ورش کو نام نامی سے
 عظمت حاصل ہوئی تھی۔ بیہکشن تیرتھ میناک پرست پر وہ متبرک مقام
 ہے۔ جہاں اونی نے اولاد کی خواہش میں آناج وغیرہ کا بہت
 کچھ دلان کیا تھا۔ بیاسش تیرتھ کے درشنوں کا پھل یہ ہے۔
 کہ مال و دولت کی کمی نہ ہو یکیشی بہر وقت موجود رہے۔ اس تیرتھ
 سے کچھ ناصلے پر مہاندی گنگا جی بہر بہ مار رہی ہیں۔ سنت

۴
 بن پر بھارت مولفہ انق

کماروں کو جو فضیلت حاصل ہوئی۔ وہ انہیں گنگا جی کی بدولت ہے۔ اس سے قطعاً بے فرق پر بھار دواج کا وہ آشرم ہے۔ جہاں ان کے بیٹے بکریت کی جان گئی تھی۔ یہ واقعہ بھی سننے کے قابل ہے۔ سنئے۔

بھار دواج اور ریہہ رشی بڑے گہرے دوست تھے۔ دوستی کیا دانت کاٹی روٹی ہی تھی۔ بھار دواج کے فرزند بکریت کو تپ کی ہوا سامی۔ تو وہ تپ کیا۔ کہ اند کے موشن حواس کی ہو گئے۔ مونا جاگنا حرام ہو گیا۔ کہ اب اند سا کی غیر وعافیت نہیں گھبلے ہوئے بکریت کے پاس آئے اور پوچھا۔ کہ آخر اتنی تکلیف کی وجہ؟

بکریت۔ آپ اندر آ کے لئے گھبلتے ہیں۔ یہاں اس کی کچھ خواہش نہیں۔ اگر ہوس ہے۔ تو اتنی کہ مجھے اور میرے چاچا کو وید ازبر ہو جائیں۔ بس۔
 اندر سوچے کہ سستے چھوٹے مفت میں بلا ٹی بردان دیدیا کہ وید یاد ہو جا۔
 بکریت نے بردان پایا۔ تو دماغ عرش پر ہو گیا خوش خوش بھار دواج کے پاس آیا۔ یہ سب کیفیت کہی۔ اور عرض حال میں کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے سخت ٹیک رہی تھی۔ بھار دواج نے سمجھا۔ کہ غور نہیں دنیا جو اگر ہے۔ فلا سے کمال پر بھی لٹا ٹھیک نہیں ہو۔ لوگ کم ظرف سمجھتے ہیں۔ اور جمل ٹکری چھلکت جائے کی بھینیاں سنا پڑتی ہیں۔ ابھی صاحب نے ادے ہو کچھ دیکھا بھی نہیں۔ میری نقط اتنی نصیحت نہیں۔ بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ خبردار بھول کر بھی یہہ رشی کی طرف رخ نہ کرنا۔ باپ نے سمجھانے کو تو سمجھایا۔ مگر بکریت کے نزدیک ہوا سی ہو گئی۔ وہ اپنے زعم میں ریہہ رشی کے آشرم میں جا ہی پہنچا۔ وہاں ایک نیا گل کھلا۔ ریہہ رشی کی بہو پر نظر جا پڑی۔ موہنی صورت نے آپے میں نہ رہنے دیا۔ نہ عشق نے ایسا متوالا کر دیا۔ کہ تاب نہ آئی۔ بول ہی اٹھا۔ کہ پیاری! خوش تنگ ترس رہی ہے۔ پہلوئے شوق کو سر فراد کر دو۔

وہ نازک اندام سمن نام غیر مرد کی یہ ناشائستہ باتیں سن کر روتی ہوئی۔ بھائی کو اپنے خسر یعنی ریہہ رشی کے فریادی ہوئی۔ رشی کے تن بدن میں آگ لگ اٹھی۔ جڑ کا ایک ٹال اگر کنڈ میں جلا دیا۔ بال سگتے ہی ایک نہایت مہیب شخص

کنڈ سے براہ ہوا۔ جو رشی جی کا اشارہ پاتے ہی بکریت کی جان کا گھاک ہو گیا۔ اب
نوبکریت کی مدح نقض ہو گئی۔ بھاگتے بھاگتے بہت سے رشیوں کے پاس گیا۔ پناہ
اگئی۔ امن چاہی۔ مگر سب طرف سے صدا برخواست۔

آخر بکریت بھار دواج جی کے آشرم میں پہنچا۔ اس وقت رشی جی ہون کے
لے نکلے ہوئے تھے۔ اوڑھ اوڑھ گئے تھے۔ ایک اندھے غدی نے بکریت کو روکا کہ
بس وہیں ٹھہرو۔ جب تک بھار دواج جی نہ آئیں۔ کسی کو اجازت نہیں۔ کہ آگے
قدم بڑھائے۔ اس روک ٹوک میں بکریت کے سر پر قاتل پہنچ گیا۔ اور ایک
ہی ہاتھ میں جان لے لی۔

اب بھار دواج آشرم میں آئے۔ ہون کنڈ میں لکڑیاں ڈالیں۔ آگ لگائی۔
تو لوندو حیرت ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ آشرم کے اندھے محافظ سے دریافت کیا۔
اندھے نے سارا ماجا بیان کیا۔ بھار دواج کو اپنے بیٹے کے انتقال پر حال سے
سخت رنج ہوا۔ تاب ضبط نہ ہوئی۔ فوراً بد عادی کہ اور یہہ رشی تو نے میرے
نور نظر کی جان لے لی ہے۔ تو یہی تیرے بیٹے تیرے ٹکڑے ٹکڑے اڑا میں۔
یہ سارے زبان سے نکالتے ہی انہوں نے اپنے کھجے کے ٹکڑے بکریت کی
لاش چستے پر رکھی۔ اور اُسے کھجے سے لگائے خود بھی جل گئے۔

یہہ رشی اپنے آشرم میں تھے۔ ان کے دو بیٹے یعنی ارماس اور پرماس
کو راجہ برہمن نے جگہ میں مدعو کیا۔ جگہ شروع ہوا۔ اتفاق سے رات کے وقت
پرماس کو اپنی کٹی میں آنے کی ضرورت ہوئی۔ دیکھا کہ ایک ہرن بیٹھا ہوا ہے۔
فوراً تلوار کھینچی اور وار کر دیا۔ مقتول ہرن نہ تھا۔ بلکہ یہہ رشی تھے۔ مرگ
چھا۔ لے اور بھار دواج کے سر پر اپنے جان نہ پہنچے دی۔ بیٹے ہی کے ہاتھ
سے خاتمہ کر دیا۔ پرماس اپنی غلطی پر بہت ناوم ہوا۔ جگہ میں اپنے بھائی
ارماس کے کیفیت بیان کی۔ رائے ٹھہری کہ تلپ کیا جائے۔ جس میں
عذاب قتل باقی نہ رہے۔ تلپ ہوا۔ ہتیا دور ہوئی۔ مگر بعد میں ایک
”نازہ گل اور کھل گیا“

راجہ کے یہاں جگہ تھا۔ پرماس رشی مصروف و مشغول انتقام

تھے۔ انہوں نے اُرمائن پُراسٹی دُشمن رکھی۔ کہ یہ باپ کا قاتل ہے۔ اس کی نگہ
میں شرمکتا کی حکم کی تعمیل ہوئی۔ اُرمائن نکالا گیا۔ بھائی کی بے ایمانی سے دل
ٹوٹ گیا۔ اسی وقت سے تپ کی ٹھیکانی۔ اس صدق عقیدت سے تپ کیا۔ کہ
ریہہ رشی الگ زندہ ہو گئے۔ بھاروواج پھر مرگ سے چلے آئے۔ بکریت
پھر عالم وجود میں موجود ہو گیا۔

لوس رشی کا قول ہے۔ کہ راجہ جد مشٹر دُکھی۔ اپنے تپ کی برکت ناخواندوں
کو دیروں کی علت اور مردوں کی دوبارہ زندگی ہو جانا آسان بات نہیں۔ یہ
کرامتیں تپ ہی کے حصے میں ہیں۔

اوصیائے ۶۱

راجہ جد مشٹر کی تیرتھ جاترا۔ میناک پریت اور کیلاش !
وغیرہ تیرتھوں کا تذکرہ۔ نرکامر کی سرگزشت بارہ اوتار کا ذکر

لوس رشی راجہ جد مشٹر سے مخاطب ہیں۔ کہ اس مقام سے آگے بڑھنے پر
آپ کو دو پہاڑ ملیں گے۔ ایک میناک پریت جس کا رنگ سفیدی و سیاہی
مائل سے دوسرا کل پریت اس پہاڑ پر ہمیشہ آگ روشن ہتی ہے۔ اسی پہاڑ سے
گنگا جی کی دھارو جیں رتی ہوتی نمودار ہوتی ہے۔ انہیں مقاموں دینا لوگ تفریحی لچھریوں
سے دل بہلایا۔ اور غم غلط کیا کرتے ہیں۔ آگے چلے گا۔ تو ساتھ جو بن بلند کیلاش
پریت نیگا۔ بدکا شرم وہیں ہیں۔ اسی آشرم میں دیوتاؤں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ کیا
گندھرب اور کیلاش اس مقام کے محافظ ہیں۔ جس مقدس مقام پر اس وقت آپ
ہیں۔ یہ جیبا گنگا کا استھان کہلاتا ہے۔ نیچے نلکس زور سے پانی کے جڑھاؤ کی آواز
کانوں میں گونج رہی ہے۔ اتنا کہ لوس رشی نے گنگا جی کی آحتی کر کے۔ عا
ماگی۔ کہ مہارانی بگت تارنی دھرم پتر جد مشٹر آپ کے درشنوں سے جنم

سچل کرنے کو حاضر ہوئے ہیں۔ مہا بالی و مدھ پتی جی بھائی مہا کو دل میں لئے ہوئے
 ہوا ہے۔ بھائی جی ساتھ۔ اسی کر پاہیہی۔ کہ ان کی منہ کا منہ سے مدھ ہو جائے۔
 کشائی سے یہ عرض حال کر کے انہوں نے راجہ مدھ پتی کو چاہت کی۔ کہ چند روز
 اسی مقام پر آرام کرو۔ یہاں سے بہت ہی دیر اور گزرا منزل شروع ہوگی۔
 راجہ مدھ پتی نے چند روزہ قیام منظر کیا۔ اور مدھ پتی کے ہمراہ سیدنا اور
 بالی و مدھ پتی سے فرمایا۔ کہ راستہ خراب ہے۔ مسافت کی تکلیف سے کچھ حاصل
 نہیں۔ تم ہر دو ار پلٹ جاؤ۔ رشتی برہمن منڈلی کو بھی ساتھ لو میں۔ لوہے رشتی
 کے ساتھ چلتا ہوں۔ بل ہر رشتی کو کافی ہے۔ مہا رشتہ فارغ ہو کر ہر دو ار میں
 آئیں گا۔ اطمینان رکھو۔

بھیم پتی اور مدھ پتی کو بھائی کب گوارا تھی۔ انہوں نے کہا یہ بھی حسن
 نہیں۔ لوہے کی تکلیف۔ یہاں سے پہلے آپ کے قدموں کی جدائی گوارا کرنا ہم
 لوگوں کا دھرم نہیں۔ ہم بھی آپ ہی کے قدم پر قدم چلیں گے۔ وہاں رہیں
 کی طاقت کا رشتہ بھی دل سے وعدہ کیا تھا۔ انھیں اس کے دیکھنے سے
 قدموں کی اور آپ ہم لوگوں کی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیجئے۔ قدموں
 کے ساتھ رکھئے۔

دیر وقت منظر ہوتی۔ اور راجہ مدھ پتی نے اپنے قافلے کے ساتھ من مان
 بہت تکلیف لیں اٹھایا۔ لوہے رشتی نے سدا کا ہی چند مدھ اور انھوں کے مندریں
 اٹھان کی سہرا لائی۔ کچھ مقام ہیں۔ جہاں مزاج بھگت و رشتی جہاں تکام و
 کی رجاؤں سے زندگی کا آئندہ اٹھانے لگے۔ اس کے بعد کیلاش کی چوٹیوں کی طرف
 اشارہ کر کے بتایا کہ یہ پہاڑ نہیں۔ فرکا سر کی پٹاں ہیں۔ فرکا سر کا حال
 کے لائق ہے۔ اس نے اٹھان سے وہ طاقت حاصل کی۔ کہ اندر تک کاٹ لگے
 اور اس کا پتہ کر۔ دہشت سوار ہوئی۔ تو اندر سے بھگت ان سے فرماؤ کی دیاں
 دیاں سے غافل ہو کر۔ فرکا سر کے منظر کی کیفیت اور
 دھاتوں کی درونک مسکنہ شہت سی۔ دوات مقدس نے بڑی فعلیت سے
 پتھروں کی بوچھاڑ کر کے فرکا سر کو آگ کر دیا۔ یہ جو کچھ پہاڑ سے نظر

آتے ہیں۔ وصال پہاڑ نہیں۔ نہ کاسر کی ہڈیاں ہیں۔ یہ روایت تو آپؐ نے عسی
اب ایک اور اہاس مینے بہت جگہ اسی شرع ہی ہوا تھا۔ جو خلقت عالم
وجود میں آئی سب گوشت خوار ہوئی۔ اور پھر عالم موجودات میں اس کی اتنی کثرت
ہوئی۔ کہ کرۂ خاک بارگراں سے جو بن نیچے و عطنس گیا۔ پر پھوئی مے گھبرا کر نالائین
جی کی امداد چاہی فریاد کی۔ کہ بوجھاٹھاے نہیں اُٹھتا۔ جی چلی جاتی ہوں۔ جلد
علاج کیجئے۔ ورنہ میری خیریت نہیں +

بھگوان نے توجہ سے شکایت سنی۔ اور رحم و کرم سے لتلی دیکر پر پھوئی کو منتظر
توجہات کیا۔ اب اظہارِ قدرت ہوا۔ پکیر انوار نے بارہ کی صورت قبول کی۔ جسم
ایک کالا پہاڑ نظر آتا تھا۔ منہ میں ایک دانت وہ جس پر پر پھوئی روک کر سو جو
جن اور پرجہال دمی۔ اس وقت کرۂ زمین کو منہ دھار میں چھٹی ہوئی ناؤ کی جنبش
ہوئی۔ تمام فیروہ کیا انسان کیا جیوان کیا۔ چنڈ کیا۔ پرند کیا۔ سب کو جان کے
لاے پڑ گئے۔ دیوتاؤں نے برہما جی سے پناہ مانگی۔ جواب ملا۔ کہ گھبرائے کی
کوئی بات نہیں۔ نہ کسی آفت ناگہانی کا خوف ہے۔ سری شن بھگوان بارہا جتے
میں۔ اور انہوں نے زمین دانت پر اٹھالی ہے +

دیوتاؤں نے دریافت کیا۔ کہ مہاراج تشریف کہاں رکھتے ہیں۔ ورشن
کس جگہ مل سکیں گے +

برہما جی۔ نندن بن میں +
دیوتاؤں نے نندن بن میں گئے۔ جہاں مقدس سے تمکھیں پُر ہوئیں اور اسنتی
کر کے جہنم پہل گیا +

اوصیائے ۶۲

گندھ ماون پرست کی کلیفات۔ درویدی کاسل سفراور
طبیعت کی خرابی گھٹوت کیج فرزند بھیم سین کی آمد

اور روپی کی رفع تکلیفات کا انتظام

راجہ جدِ عشر وغیرہ گندھ ماون پر بہت پرہیزچے جٹائیں بندھی ہوئی تھیں مرگ چھالازیب تن تھا۔ بہتھیار بدن پر سجے ہوئے تھے۔ کڑی منزل کی سختیوں پر مصیبت میں مصیبت کا سامنا ہو گیا۔ اس زورِ شور سے آندھی آئی۔ ایسی کالی گھٹائیں چھائیں۔ مینہ برساکہ ہاتھ کو ہاتھ نہ جھائی دیتا تھا۔ سب پر مصیبت طاری ہو گئی۔ ہوش جاتے رہے۔ روپی کے بدن میں مختصر عسری نے وہ حالت پیدا کر دی۔ کہ بصیم سین اسے کھوہ میں لے جا کر چھپا اور لوگ بھی جہاں ٹھکانا ملا۔ وہیں جان جبرائے آندھی دم نہ لینے دی تھی۔ خاک پر بہت کو چھپائے ہوئے تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ بجلی چمک کر کلیجا دہلائی تھی۔ پانی کہتا تھا۔ کہ آج برس کر رہوں گا اور اس قدر سے پڑے کہ انبار لگ گئے۔ ایشور مناتے مناتے بڑی شکلوں سے آسمان صاف ہوا۔ آندھی بھی رکی۔ سب ادھر ادھر سے نکل کر باہم ملے سلامتی کی خوشیاں منائیں۔ روپی رگ گل سے نازک۔ ہاتھ پاؤں ٹھکانے سے بیدم ہو رہے تھے۔ کہ بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک۔ آندھی کے جھونکوں اور اولوں کی بھرا رنے اور بھی جان آدھی کر دی۔ اس پر ہر جگہ برف ہی برف ادھر پاؤں رکھا۔ ادھر پھلا۔ اسے اس قدر تکلیف ہوئی۔ کہ آخر ہوش و حواس باقی نہ رہے۔ اچیت ہو کر گر پڑی۔ کہ ہم مج گیا۔ کہ مصیبت پر مصیبت کسی راجہ جدِ عشر گھبرا گئے۔ گئے۔ گل اندام رانی کو مرگ چھالے پر لٹایا۔ بہت تدبیریں کیں۔ مگر روپی کو ہوش نہ آیا۔ راجہ جدِ عشر رو پڑے۔ کہ ہائے راجہ روپی کی رہبری پاؤں کی مہارانی کا یہ حال جس نے زندگی بھر فریضِ نخل کے سوا زمین پر قدم نہ رکھا اس کو میری وجہ سے یہ پیادہ روی اور صحرا زوری کی تکلیفیں۔ نف ہے مجھ پر میں نے جو کھیل کر سب کو ایسی بلاؤں میں پھنسا یا۔ میری زندگی پر زور ہے۔ ہمارا ہوں نے دھارس دی۔ کہ گھبرا ئے نہیں۔ سب مصیبت کٹ جائیگی۔ ذرا صبر کیجئے +

نوس رشی نے ایسوقت منتر پڑھ کر پانی کا ایک چھینٹا دیا۔ نو روپی نے آٹھ کھول دی۔ سب کی جان میں جان آئی۔ بصیم سین نے اپنے بیٹے ٹھٹھوت کو

کو یاد کیا جو ہڈ مبارکشہنی کے بطن سے عالم وجود میں آیا تھا گھٹوت کچھ نور پہنچا۔
اور ڈنڈوت کے درخوست کی کیا حکم ہے؟

بصیم سین نے سب کیفیت بیان کی۔ اور کہا منزل سخت ہے۔ اور مہانی
درویدی کا یہ حال ہے۔ اتنی تکلیف کرو کہ سفر خیریت سے ختم ہو جائے۔
گھٹوت کچھ نے سراوب غم کیا۔ اور عرصہ کی بعد مگر ہوتے ہوئے۔
میری ماناجی کو رحمت ہو ممکن نہیں میں بہت اچھی طرح سیرتھ جاتا کروں گا۔

اوصیائے ۶۳

گھٹوت کچھ اور اس کے ساتھیوں کی مدد پر راجہ جھشٹر
وغیرہ کی بدر کا شرم میں رسائی۔ درشن وغیرہ کا آند

گھٹوت کچھ اکیلا نہ تھا۔ اور بھی اس کے ہم جماعت اس کے ساتھ تھے۔
جہ جھشٹر نے دیکھا۔ تو بہت خوش ہو گئے بصیم سین سے بڑے کہ سخت جگر پلین
کوہ بیکہ ہے۔ زبان کا بھی پابند اور دھرم کا بھی عامل راجپوتوں میں اس کا شمار
نہیں اب ایشور جاسیکا۔ تو ہم لوگوں کو کسی وقت کا سامنا نہ ہو پائیگا۔

گھٹوت کچھ۔ میں کس لائق کہوں۔ جو سمجھ کر یگا۔ آپ ہی کا اقبال کریں گے اپنی
ماتا جہا رانی درویدی اور نکل دھند بوجی کو اٹھا کر لے چلوں گا۔ اور میرے ہمراہی
دوسرے لوگوں کی خدمت گذاری کریں گے۔ پیشتر سے کیفیت سفر معلوم ہوتی۔
تو کسی تکلیف کا نام نہ ہوتا۔ خیر اب چلیے۔ کہ دھرم کا عزم ہے۔

گھٹوت کچھ نے درویدی کو اپنے اوپر سوار کیا۔ ساتھیوں نے اور سب کو دانا
اور راستے کا دھپ نظر دے دکھائے ہوئے۔ ہوا کی طرح بہت ہی جلد بدر کا شرم
میں جا پہنچے۔ بدر کا شرم کی قدرتی دھچکیاں دلوں پر موہنی ڈال گئیں۔ درخت
ہرے بھرے فصل خوشگوار پھول خوش رنگ۔ طایران خوش اکان ننہ دن ہری
ہری دوب نظر فریب۔ جھرنوں کی بہار رطبت خیر۔ جب تپ کی کیفیت دلاؤ

سب نے بدی نارائن جی کے درشن کئے۔ قدرتی نظاروں سے آنکھیں ہری
 کہیں۔ دیکھا کہ عجیب خوبی کا مقام ہے۔ اندھیل بالکل کافور۔ ہر وقت نور ہی نور
 مچھرنہ مچھنی اور حشرات الارض۔ آب مہو کی وہ تاثیر کہ نہ بھوک معلوم ہو نہ پیاس لگے۔
 پانی پھول کی کہیں چھاول نہیں۔ داری وید پاٹھ کرتے ہیں۔ یہی جب تپ +
 اہل ریاضت نے جد مشٹر وغیرہ کی خاطر تو اس صبح کی پھول پھول کا پرشاد
 عطا کیا۔ یہ وہاں سے آگے بڑھے۔ تو جے پریت نظر آیا سنہری پوٹیاں دیکھ کر
 آنکھیں پھل گئیں۔ پھر بندہ سہ سیتا سو بھالیرتی تیرتھوں کے درشن اور کنولوں
 کی بہار اور مرغان خوشنوا کی خوش الحانی سے دل خوش کرتے ہوئے لنگا جی
 میں نہائے۔ اور مقام پر فضا میں قیام کیا +

ادھیائے ۶۴

درویدی کی فرمائش سے بصیم سین کا سہول
 کنول لینے کو گندھ مادون پریت کے بن
 میں گزر۔ مہومان جی کی وہاں موجودگی باعث

راجہ جد مشٹر ۶ دن رات گندھ مادون پہاڑ پر بدر کا اثرم میں مقیم رہے۔
 تھے۔ ایک ہزار پتوں کا کنول اڑ کر درویدی کے سامنے آگرا پھول نہایت
 خوبصورت تھا۔ درویدی دوڑ کر اٹھا لائی۔ بصیم سین سے بولی کہ۔

واہ کیا انھیں اور خوش رنگ کنول ہے۔ ایشور کی قدرت دیکھنا ہو تو اس پھول
 کو دیکھتے ہیں جاتی ہوں۔ راجہ جد مشٹر کو دکھاتی ہوں۔ وہ دیکھ دیکھ کر پھر ٹک
 اٹھیں گے۔ مگر تم سے بنے تو ایسے ہی پھول اور مجھے لادو۔ بصیم سین درویدی
 کی محویت پر فریقہ ہو گیا۔ اس نے اپنا لدا اٹھایا۔ اور اسی بن میں بیٹھا۔ جس
 کے پھول نے محل اندام درویدی کی زکسی آنکھوں پر جادو ڈال دیا تھا۔ بن

کی خوبی کا کیا کہنا۔ ہر طرف سبزہ زار۔ ہر جگہ پھولوں کی بہار و درختوں کی ہری بھری پھولوں پھولوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی شاخوں پر طائران خوش احوال کی چلبلیں ہری ہری دوپٹے سے سبزہ زاروں کے حسن کو مات کرنے والی سرزمین پر بہن اور ہرنیوں کی کھلیں۔ پہاڑ کی سفیدی بائل اور نیلگوں چوٹیوں کی خوش نمایاں مسست ماحقیوں کی چھتارے درختوں کے سائے میں خوش خرامی حد نظر تک کیلوں کی تظار۔ قدرتی سرچشموں کی طرف بہار۔ بھیم سین کی طبیعت شکستہ ہو گئی۔ صاف و شفاف پانی سے پیاس بجائی۔ اور نہاد و طوکر ایسا گرجے کہ سارا جھل گونج اٹھا۔ بہن اپنی ہرنیوں کو ساتھ لئے آگے پیچھے بھاگے۔ ہرنیوں نے اڑ کر آسمان چھایا۔ پہاڑ کی چڑھائی کیلوں کی قطاروں سے بہت دشاگر گزار اور تنگ تھی۔ مہا بیڑی نے سوچا کہ کنہوں گندھربوں کے سیر و گلشت کی جگہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی میرے بجائی بھیم سین کو کچھ دکھ دے۔ یہ سوچ کر آپ نے اپنا قدم بڑھایا۔ اور لیٹ کر اپنی دم کے دور تک راستہ روک دیا۔ جو بھیم سین قریب پہنچا۔ ہنومان جی نے دم بھٹکارنا شروع کی۔ اس سے اس زور کی آواز پیدا ہوئی۔ کہ قریب و دور کے شیر اور ہتھی دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھیم سین بھی چونک پڑا۔ آنکھیں پھاڑ کے دیکھا تو ایک بڑی بھاری چٹان پر ہنومان جی پڑے ہوئے دیکھے۔ اس وقت آپ کا جمل مقدس اور ہی تھا۔ بدن کی وہ چمک وہ چمک کہ بجلی کی آنکھ بھیک جائے۔ گردن چھوٹی گریبی ڈنڈے۔ مضبوط منہ تنک۔ زبان لال بیر بھوٹی۔ بھوس ٹیڑھی گمان۔ دانست انار کے سے دانے موتی کی طرح آبدار۔ چہرے پر کندن کی سی دمک۔ بالوں میں مہم جیسے کرفوں میں سورج +

بھیم سین نے نہ پہاڑ سے ڈیل ڈول کا خیال کیا۔ نہ دھتی ہوئی آگ کے جسم کا خوف نہ اُسے شامت ہوئی۔ کہ اس جسامت کا بازو کون ہے۔ وہ بے کھٹے نزدیک گیا۔ اور بڑے زور سے گوجا۔ ہنومان نے یوں ذرا آنکھیں کھولیں اور کہا +
ہائے کیسی مٹی نیند تھی۔ تم ایسے سہجدار ہو کر یہ نہ سمجھے کہ کوئی ذریعہ

سورما ہے۔ جگانے میں تکلیف ہوگی۔ ہم بانراگر وصرم سے نادانف ہوں۔
تو کچھ بات نہیں۔ مگر تم سے تعجب ہے۔ انسان ہو کر یہ بے رحمی یہ عقل سے
غالی حرکت۔ معلوم ہوا کہ تم کو عقلمندوں سے صحبت نہیں رہی۔ وصرم کی راہیں
نہیں دیکھیں۔ جانداروں کو یوں تکلیف دینا بچوں سے سیکھ لیا۔ پرانی جان پر
ذرا بھی ترس نہیں۔ آخر تم ہو کون۔ نام و نشان یہاں آنے سے غرض
اب کدھر کا غم ہے۔ آگے تمہیں راستہ نہ ملے گا۔ دیو لوک کے راستے
میں تھپاٹا رسیاں کہاں؟ ابھی خیریت ہے۔ امرت پھل کھاؤ۔ اور
چمکے گھر لوٹ جاؤ۔ کہنا مانو۔ نہیں تو خیر نہ ہوگی۔ ہم بھلے کو کہتے ہیں۔ مان
جاؤ گے۔ تو بھلا ہو گا۔

اوصیائے ۶۵

بھیم سین کی زور آزمائی۔ ہنومان جی سے امت و ناقبت
حال پر بھیم سین کا اکسار۔ سری رام اوتار کی مختصر گزشت
ہنومان جی کی تقریر ہے بھیم سین کے کان کھڑے ہوئے۔ جواب چندر
بھنی کشتی بھلا۔ یادوں میں شمار ہے۔ ہمارا ہی کنتی ماما ہے۔
باپو پتر لقب اور بھیم سین نام ہے۔ اب تم کہو کون ہے۔
ہنومان جی مسکرائے۔ اور کہا۔

انہوں اور کہا باتوں۔ مگر تمہیں آگے بڑھنے نہ دوں گا۔ خیریت اسی
میں ہے۔ کہ واپس جاؤ۔ ورنہ جان کی خیر نہیں۔
بھیم سین۔ مجھ پر جو گزرے گا دیکھ لوں گا۔ تم کو پرانی فکر کیا۔ بہتر ہے۔
کہ لاتے اچھوڑ دو۔ کہ میں چلا جاؤں۔ اگر نہ ہٹو گے۔ تو کہے دیتا ہوں۔ کہ پچھتاؤ
میں مروت نہ کروں گا۔

ہنومان جی۔ میں بیمار ہوں ہلنے کی شکست نہیں۔ اٹھا نہیں جاتا۔ تم نہیں مانتے۔ تو میں بیٹا ہوں۔ لاٹکھ جاؤ۔

بھیم سین۔ پریشور ہر فیرواح میں موجود ہے۔ پھر کیسے اس کی شان میں یہ گتخی کروں۔ اگر شاستر سے ناواقفیت ہوتی۔ تو تم کیا۔ مہا بیری کی طرح پہاڑ اور مندر سب کو ایک حسبت میں پہچاند جاتا۔

ہنومان جی۔ مہا بیری کون۔ کیس کا نام لیا۔ اس نے سمندر پہچاننا یا کسے آخر وہ تھا کون؟

بھیم سین۔ نہایت عقلمند از حد ہوشیار۔ انتہا سے زیادہ شہزور بازوں کے سرتاج۔ بڑے تیجہوی۔ اول درجے کے دھرموان اور میرے بھائی۔ جنہیں پلن پتہ ہی کہتے ہیں۔ جنہوں نے سری جاکھی کی تلاش میں سو جہن کا سمندر چنگی بجاتے پہچاند تھا۔ ان کے ذکر خیر سے مہا بیری کو فخر ہے۔ جو ان میں تھیں۔ وہی مجھ میں ہیں۔ تم ایسے کچھ نظر میں نہیں آتے۔ بہتر ہے کہ راستہ چھوڑ دو۔ اور کچھ دم ہو تو انھیں ٹھونکو۔ قوت دکھا دوں۔

ہنومان جی نے جس وقت یہ زعم و غور کی باتیں بنیں۔ تو ہنسی روک کر بولے۔

بھیا میں جڑھا بیل۔ مرنے کے کنارے ہو رہا ہوں۔ تم ڈنڈ بیل جمان مجھ پر عنایت رکھو۔ میں طاقت کی آزمائش سے باز آیا۔ میں لپٹنے کو تیار ہوں مگر ضعف سے پانا محال ہے۔ تم رحم کرو۔ اور میری دم فرما سرکار راستہ نکال لو۔ احسان ہوگا۔

بھیم سین کو طاقت کا گھنٹہ تھا۔ ہمک ہمک کر دم سرکانے کو بائیں ہاتھ سے زور کیا۔ تو لوہا لگ گیا۔ دم زمین میں چکی رہی۔ دوبارہ دونوں ہاتھوں کی طاقت صرف کی لیکن بیکار قوت آزمائی ہے۔ منہ تھما یا۔ ہاتھ سل ہو گئے۔ بدن پیسنے پیسنے ہو گیا۔ وہ شرمندگی غالب ہوئی۔ کہ آنکھ اوپر نہ اٹھی۔ گران جھکی گئے ہوئے زانو سے ادب کیا۔ اور دست بستہ گزارش کی۔

گستاخی معاف کیجئے گا۔ مجھ سے جو کچھ خطا ہوئی۔ وہ ناواقفگی سے تھی۔

آپ اپنے بزرگانہ لطافت سے فرمائیں۔ کہ دیوتا میں ذات اقدس کا شمار ہے
 یا دیوتاؤں گندھروں میں میرادل برت ہے۔ کہ آپ ہومان جی مہاراج ہیں۔
 ایثار کیلئے چھپائے، نہیں یعنی صاف صاف بتائیں +

ہومان جی۔ بتاتا تو نہیں خیر سن لو۔

میں واقعی ہومان ہوں۔ چون پتر کی سری نندن۔ انجی سون وغیرہ ناموں
 شہرت ہے زمانہ مہی میں بالی اور سگر یو دو بھائی بائبل کے سترناج اور طاقت
 میں شہرہ آفاق تھے۔ بالی اندر کا اور سگر یو سورج کا فرزند تھا۔ سگر یو اور مجھ سے
 گہری دوستی تھی۔ اور ذات کاٹی روٹی تھی۔ آگ اور ہوا کا تعلق زندگی بھر رہا
 امامہ انی میں دونو بھائیوں میں جگاڑ ہوا۔ سگر یو کمزور پڑا۔ بالی سے پیش نہ گئی میں
 رکھ موک پر بہت پر تھا۔ سگر یو نے وہیں میرے پاس بودو باش اختیار کی۔ اب
 سینے۔ اجودھیا میں رام اوتار ہوا۔ راجہ دسرت کی بڑھاپے میں تقدیر جاگی۔
 راجہ گدی کے وقت رانی کیکھی نے ہٹ کی۔ راجہ دسرتہ قول مار چکے تھے پس
 سری راجچندر جی نے بن باس اختیار کیا۔ کچھن جی اور مہارانی جانی بھی صحرا نورد
 ہوئیں +

ڈنڈک بن میں رونق افروزی کے بعد سیتا ہرن ہوا۔ سری راجچندر جی
 مہارانی کی جستجو میں رکھ موک پر بہت پر تشریف لائے۔ وہاں مجھے دشن نصیب
 ہوئے۔ سگر یو نے سر نیز ختم کیا۔ بالی مار گیا۔ بازو کی فوج جانی جی کی تلاش
 میں سرگردن ہوئی۔ مگر خد شگذا ری کا سہرا میرے سر رہا۔ میں سمندر بچا ندا۔
 لٹکا جلا کر مہارانی کی خبر لایا۔ اب فوج کشی ہوئی۔ پل بندھا۔ اور مہاراج راجچندر
 نے وادن ایسے زبردست اور مجسم موت کشش کو قتل ہندو ماکہ بھجین کا
 راج تک کر دیا۔ پھر آپ مہارانی کے ساتھ اجودھیا میں واپس تشریف
 لائے۔ تخت سلطنت کو زینت دی۔ ایک ہزار برس واد جہاں بانی دیکر
 سر جی میں گہت ہو گئے +

راج تک کے وقت میں نے مہاراج سے درخواست کی۔ کہ جب
 تک عالم موجودات میں آپ کا ذکر خیر رہے۔ اس وقت تک میں بقید

حیات رہوں۔ درخواست منظور ہوئی۔ بردان کی برکت سے یہاں نئے نئے لبرتا
اور گندھرب کنہروں کی زبان سے فات مقدس کی بیلئیں نثار رہتا ہوں۔
اے بھیم سین۔ میں نے تمہارا راتہ بے وجہ نہ رد کا تھا۔ اول تو وہ کنول
اور مصر نہیں جس کی تلاش تم کو یہاں کھینچ لائی۔ دوسرے طرف انسان کا گز ہی
نہیں ہو سکتا۔ صرف دیوتاؤں کے مصروف سیر رہتے ہیں۔ تم آگے جاتے۔ اور
وہ کچھ بدو غاویں دیتے۔ یا جان لے لیتے تو مفت زحمت ہی تھی +

ادھیائے ۶۶

بھیم سین کی سری ہنومان جی سے سمندر بھانڈنے کے
وقت کے سرپ دکھانے کی درخواست اُن کا غر
اور اسی سلسلے میں جگوں کا بیان +

سری ہنومان جی کی زبان گو ہر افشان کی تقریر دلپذیر نے بھیم سین کے کانوں
کو امرت پلا دیا۔ قدموں میں گھر پڑا۔ اور ڈنڈوت کر کے بولا +
جہاں ارج۔ اس وقت مجھ ایسا خوش نصیب دنیا کے پردے پر نہیں آپ
کی جس پر چشم عاطفت ہو جس کو آپ کے قدم و کیفنا نصیب ہوں۔ اس کی سی
تقدیر اور کسی کی ہوتی ہے۔ آپ کے جمال جہاں افزا نے دل کی آنکھیں کھول
دیں۔ اب دل مچل رہا ہے۔ کہ وہ سرور و یکجہ کر جنم سچل کر دیں۔ جو سمندر بھانڈنے
کے وقت قدرت کاملہ سے معجز نہا ہوا +

ہنومان جی مسکرائے۔ اور زبان فیض ترجمان سے یوں گل افشانی فرمائی۔ کہ
وہ دن لگتے۔ وہ زمانہ اسب نہیں۔ اس وقت کے سرور و یکجہ والی
آنکھیں اور نصیب۔ کہاں ست جگ تریا دوا پر۔ کہاں کجگ کی آمد آمد کا

وقت - تم تو ہوشیار ہو۔ پھر یہ سوال کیا؟ بصیم سین جانتے ہو کہ ہر جگہ میں زمین و آسمان کی کایا پلٹ ہوتی رہتی ہے۔ زمانہ انقلاب سے کچھ اور کا اور ہوتا رہتا ہے۔ میں بھی اب وہ نہیں۔ جو تریا میں تھا۔ اجسام فلکی میں بھی زمانے کی آب و ہوا دو بدل کرتی رہتی ہے۔ میں اب وہ مغرب کہاں سے لاؤں کیونکہ اور کس کو دکھاؤں۔ اس لئے یہ خیال دور ہی رکھو۔ اور باقیں کرو۔

بصیم سین - جو ارشاد بہت اچھا۔ اس معاملے کو پھر چھیڑ دوں گا۔ بالفعل آپ یہ بیان فرمادیں کہ جگہ کی کیا کیفیت رہتی ہے۔ میں یہ اس غرض سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کئی جگہ آنکھوں سے دیکھ ڈالے ہیں۔
ہنومان جی - میں بیان کرتا ہوں۔ شوق سے سنو۔

پہلا دور ست جگہ ہے۔ جسے کرت جگہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ناز و صرم کی بددی مہلداری کا ہے۔ ادھر صرم بالکل مفقود۔ کیا دیتا۔ کیا گندھرب کنہر جاش انسان سے لیکر واٹوں تک ایک ہی پر ماتا کی پریش سے سراپہ سعادت حاصل کرتے ہیں۔ دید ایک ہی تھے۔ سام۔ یجر۔ اقصو۔ رگ وید کی تفریق نہ تھی۔ غریب و فروخت کا بازار بند تھا۔ چاروں برہن جو چاہتے تھے دست غیب سے پاتے تھے۔ کھیتی باڑی کی ضرورت نہ تھی۔ چار آشرموں میں صرف سناس ہی کا رواج تھا۔ نہ بیماری۔ نہ کسل بدن۔ نہ غیبت۔ نہ عیب جوئی۔ نہ غرور نہ خود رانی۔ نہ مکر و فریب۔ نہ حسد۔ نہ دروغ بیانی۔ جو کچھ تھا۔ دھرم تھا۔ یا ست۔ سر دیباک کا پیکر نور سر شمشیر انوار تھا۔ برہن سے لیکر شودر تک اپنے اصول و فرائض کے پابند تھے۔ ایک ہی دھرم ایک ہی وید ایک ہی منتر ایک ہی طریقہ عبادت تھا۔ دھرم کے چاروں چرن ٹھیک تھے۔ کوئی ناولن یا دھرم فاضل نہ تھا۔

دوسرا دور تریا کا تھا۔ اس کے تین ہی چرن رہ گئے۔ اس زمانے میں جگیہ کا رواج اور دان پن کا پورا شوق رہا۔ انسان رشتی پسند تھے۔ دلوں میں رحم تھا۔ فرائض عبادت میں غفلت نہ تھی۔ یہ دور گوست جگ سے گھٹ تھا۔ مگر دھرم کرم میں عام طور پر غربت رہی۔

تیسرا دور دوا پر کا معلوم ہی ہے۔ اس میں دھرم کرم وغیرہ میں کمی واقع ہوئی
ایک وید کے بدلے چار ویدوں کی اشاعت ہوئی۔ اور پھر بھی لطف یہ کہ
اگر کوئی مین وید جانتا ہے۔ تو کوئی دو۔ کوئی ایک اور کوئی ایک بھی نہیں +
ست اور دھرم زوال پذیر ہوئے۔ عورتوں مردوں کے خیالات میں
اختلافات پیدا ہوئے۔ خواہشات بیجا کا عروج ہوا۔ بیماریوں نے گھر گھیرنا
شروع کئے۔ یا تو پہلے ایشور بھکتی سے تپ اور جگہیہ ہوتے تھے۔ یا علاج مرض
اور حصول خواہشات کی غرض سے جگہیہ وغیرہ ہونے لگے جب دھرم کو زوال ہوا
پھر اہل دنیا کی بہبود و رفاه کہاں۔ کبر و نخوت غیظ و غضب نے دلوں میں چلائی
ڈال دی۔ بد اعمالیوں کا ظہور ہونے سے جگہیوں ان پورن برہمن کا رنگ نیلا
پڑ گیا۔ بھوک پیاس وغیرہ کی وجہ سے ذمہ دھوں کو کج کیفیات کا سامنا ہوا جب
یہ صورت ہوئی۔ تو اہل دنیا بھی رستی کی بلا میں مبتلا ہوئے۔ مرادوں کا ملنا
دشوار ہو گیا۔ اب کلجک کی آمد آمد ہے۔ اس میں اور بھی خرابیاں واقع ہونگی
کلجک جس سے جو چاہیگا۔ کرا کے چھوڑے گا۔ جب انقلاب فطرت کی کیفیت
ہے۔ تو تمہیں میرا اگلا سروپ دیکھنے کی ہوس فضول۔ تمہارے کلیان کے
لیے چاروں جگہوں کا مختصر ذکر ہی بہت ہے +

ادھیائے ۶۷

ہنومان جی کے جلال جمال ہمیشہ کے درشن سے
بھیم سین کی حیرت مبارک حموچ کا کشر پون کسلے پدیش
جگوں کا حال ختم ہونے پر بھیم سین نے ہنومان جی کے قدموں پر
جھکا یا۔ اور بڑے مجز و انکسار سے عرض کی کہ
مہاراج کیا عرض کروں۔ آپ کا وہ سروپ دیکھے بغیر میں نہیں جانتا۔

ایشور کے واسطے ایک نظارہ دکھا دیجئے۔ آپ کی قدرت کاملہ اور نظر ترجم کے ہوتے مجھے جہاں مقدس دیکھنے کی تاب ہو ممکن نہیں۔ آپ جہاں ہیں۔ وہی ہر جگہ ہے۔ ہمایو جی نے بڑی منت و سماجت پر بڑی توجہ سے نظر کیا۔ اور سروپ دلا۔

اس وقت ان کی جہانت اور قد و قامت نے کنداؤں پر پرت کا سر پہنچا کر دیا۔ آنکھیں سرفراخ جیسے دکھتا ہوا انگارہ۔ بھویں قوس قزح کی طرح خمیدہ پھرے کا جلال وہ کہ آنکھ ٹھیرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ کہ پہاڑ پر ایک اور پہاڑ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ کیلے کے تمام دخت چر مڑا گئے۔ دم پیٹ کر دونوں اذہم میٹھے۔ تو چاند انگ عالم میں نور ہی نور برس گیا۔ بھیم سین انوار تجلی پر نظر نہ جا سکے۔ پلکوں نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

ہنو ملن جی ہنسے۔ اور کہا کہ

برائے ہی میں گھبرا گئے۔ کہیں میدان جنگ کا سروپ و کیمو تو جانے کیا حال ہو بھیم نے عرض کی کہ

آپ کے سروپ پر نگاہ نہیں ٹھیرتی۔ آپ کی قدرتوں کا شکار نہیں تو حیران رہ گیا۔ کہ یہ صوت یہ ڈیل ڈول جس پر سایہ بھی چھڑ جائے۔ اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں۔ انسان کیا پہاڑ بھی ہو تو سرے کی طرح بس جائے۔ ممکن ایک جہت بڑی بھاری ہے +

ہنومان جی۔ وہ بھی کہہ ڈالوں میں نہ رکھو +

بھیم سین۔ جب آپ میں ایسی قدرت ایسی طاقت تھی۔ تو ہزاروں منتیں اٹھانا ہیوں منظور کریں۔ راؤن آپ کی ایک اوجھڑ بھی تو نہ سہہ سکتا +

ہنومان جی۔ بیشک راؤن کچھ مال نہ تھا۔ میں ہر وقت مسل مست تھا۔ مگر نہیں

اس سے پہلا نہ مچند رجب کے دست قدرت کی شہرت نہ ہوئی۔ اچھا خیر اب تم جاؤ کہنوں نے آؤ۔ چون جی تمہارے محافظ ہیں۔ کچھ خوف کی بات نہیں پہلے سو گندھک بن لایگا۔ پھر کوہیر کا باغ۔ باغ میں جکشوں اور گندھک کا چھرا ہے۔ اُن سے ادب کے ساتھ پیش آنا۔ دیوتا عاجزی پسند کرتے ہیں۔ اس لیے منت و سماجت سے کام لینا۔ قبول مل جائیگا۔ جلدی کر دو گے۔ تو خرابی ہوگی۔

سراہ کر قدم چھوئے۔ ہنومان جی کے دل میں کا خاص جوش پیدا ہوا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھرائے، بصیم سین سے کہا۔

بھائی بس اب گھر جاؤ۔ یہاں آنے کا حل کسی سے نہ کہنا۔ جب کوئی سہام بڑھے۔ تو میری یوفا بیدہ دے رہیگی۔ جب سے میں نے تمہارا جسم چھوا۔ میری چشم دل میں بھگون راجندر کی موہنی تصویر بھر گئی۔ واہ کیا سروپ ہے۔ کیا جلوہ نوریان نہیں ہو سکتا۔ چلو اس درشن کا بھی پیل تم پلگئے۔ اب جس چیز کی ہرس ہو۔ مجھ سے بیان۔ اگر دھر تراشٹ کے نالایت بیٹوں کی سزا منظور ہو تو ابھی ہستی پور جاؤں سب کو خاک پر ملاؤں۔ طبقے کا طبقہ الٹ ڈالوں +

بصیم سین کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ آپ کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں۔ آپ کا ساحامی و مروتی جب ہم سب پر مہربان ہے۔ تو ہمیں کس کا ڈر کس بات کی خواہش۔ آپ کا جس وقت اوصیان کر لیں گے۔ تو دشمنوں کا مار دینا کیا مشکل ہے۔

ہنومان جی۔ تم بھی پون پیر ہو۔ میں بھی پلن کار۔ اس رشتے کا لحاظ مجھے ہر وقت رہے گا جس وقت معرکہ جنگ میں تم کڑ کو گئے۔ تو میری شیر کی سی گرج بھی ہم آواز ہو کر دشمنوں کے پتے بھاڑے گی۔ ارجن کی دھجیا کو مجھ سے زینت رہیگی۔ تم جیگئے دشمنوں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ اچھالے اب نصرت + اتنا سنتے ہی بصیم سین دیکھتا ہے۔ تو ہنومان جی خارو۔ آنکھیں ڈھونڈتی رہ گئیں +

ادھیائے ۶۹

بصیم سین کی منزل مقصود پر مانی راستے کے دلچسپ نظارے

بصیم سین نے وٹال سے قدم اٹھایا۔ مہا بیز جی کے تیلے ہوئے راستے پر پہلے۔ تو گندھ ماون پر بت کے بنگلوں اور شہلوں کی بہار کچھ عجب دلاؤیز دیکھی ہر جگہ باقیوں کے جھنڈ۔ ہر لڑا کا ہجوم۔ مہا ایک اپنی کلیوں میں مست پر ندوں

کو چہلوں سے کام نہ دی پر دہائی ہوئی۔ تو ہنس ہی ہنس دل بھجائے ہوئے نظر آئے۔
 سنہری رنگ کے کنوئوں نے دل کا کنول کھلا دیا۔ صاف شفاف پانی رواں
 پڑھائی کو بیر کے باغ میں جوہن پر چار طرف جھرنے راجھپوں اور جھٹوں کا
 پہرا نیلے اور سنہری کنوئوں کی دلفریب خوبصورتی بھیم سین کو اس پر فضا مقام
 کے قدرتی نظارے سے درویدی کی یاد آگئی۔ جھرنے دیکھ کر منہ میں باقی طہر
 آیا۔ دو گھنٹہ پہلے۔ تو قدری مزہ آگیا۔ کلیجہ تر ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ امرت
 کے نیچے اتر ہے۔ وہیں شکر کی اپنی بہار دکھا رہی تھی۔ سرخ سرخ یا تو تسکے
 بہ رنگ کنوئوں سے شفق شام گر تھی بھیم سین کو آتے دیکھ کر پہرے والوں کو حیرت
 ہوئی۔ کہ شخص کون ہے۔ بدن پر مرگ جیلا۔ بازو پر ہڈ اور جوشن گلے میں موتیوں
 کے زنجیر بندہ بیبتن۔ اس کے یہاں آنے کی وجہ کچھ راجھپوں اس محیط دور
 آئے۔ دریافت کیا۔

کون ہو کیا کام ہے۔ فقیرانہ لباس پر یہ سلاح جنگ کیسے؟

ادھیائے ۷

کنول کے شگل میں بھیم سین اور راجھپوں کی لڑائی بھیم
 سین کی فتح کنوئوں کی دستیابی

بھیم سین نے راجھپوں کے سوال پر جواب دیا کہ
 راجہ جادو شتر کا قوت بازو ہوں۔ سب بھیم سین کہتے ہیں۔ ہم سب بدر گشت
 میں قیام پذیر تھے۔ کہ اس طرف سے کنول کا ایک سہرل پھول وہاں جا کر جہاں لائی
 درویدی میری دھرم استری ہے۔ اس نے پھول بہت پسند کیا۔ اور مجھے ایسا ہی
 پھول لانے کی فرمائش کی۔ چنانچہ ایٹھ نے یہاں پہنچ دیا۔ صرف پھول لے جانا
 مقصود ہے۔

راجھپوں۔ جانتے ہو۔ یہ مقام کس کی سیرگاہ ہے۔ ہمارا ج کو بیر کی یہاں پر نہ پڑ

نہیں مار سکتا ہوا کابھی گزند نہیں۔ جاکش اور دیو رشی کیا دیوتاؤں کی بھی مجال نہیں کہ پانی کا چلو منہ سے نکالیں۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا آجاتا ہے۔ تو موت پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تم کہاں بھول پڑے۔ بھول پانا کیا۔ دیکھا بھی مکن نہیں۔ ناں کو میری اجازت دے دیں۔ تو یہ اور بات ہے۔ اگر ان کی خلاف مرضی جرات کی تو جان سے ناخن دھوئے بغیر مفر نہیں +

بھیم سین۔ مئی سست گراہ چیت۔ کو میری کہاں ہیں۔ ان کا حکم دکھاؤ دوسرے مجھے ان کی اجازت سے غرض۔ کیا یہ مقام ان کا ہمایا۔ خریدتا ہے۔ ہ کو بیر کا یہاں کچھ اجارہ نہیں۔ جو ان کو اتحقاق حاصل ہے۔ وہی دوسروں کو پھر میں کیوں ان کے سامنے ناخن پھیلاؤں؟

راجس۔ واہ واہ! یہ غرتے ڈبے۔ پر لائے بچے پر جھینگر چڑھ بیٹھا کہنے لگا۔ کہ بچہ میرا ہی ہے۔ اچھے آئے۔

بھیم سین۔ تو میرا نکمیں کھول دوں۔ لو دیکھو سیر دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر بھیم سین نے ایک دوڑ ماری۔ تو بس کنولوں کے پاس ہی تھا۔ **راجس** آگ بگولا ہو کر جھپٹے۔ ڈانٹا کہ خبردار آگے نہ بڑھنا۔ نہیں تو بڑی ہوگی +

بھیم سین۔ جاؤ ہوا کھاؤ۔ مردے ہو تو روک لو +
اب کیا تھا **راجس** ہتھیار لے کر جھپٹ پڑے۔ **بھیم سین** نے بھی گدا اٹھایا۔ مار دھاڑ شروع ہوئی۔ گدا جس پر پڑتا ہڈی سپلی چور کر دیتا۔ **راجس** کے ہتھیار کچھ نہ بنا سکتے تھے۔ لاش پر لاش کرتے دیکھ کر **راجس** کے جی چھوٹ گئے۔ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے جس کا جدھر سینک سما یا۔ جان بچا گیا۔ کچھ کو میری سے رونا سونے سرگزشت سنائی حکم ہوا۔ کہ

بھیم سین سے لڑنے بھڑنے کی ضرورت نہیں۔ شوق سے بھول لے جاتے۔ **راجس** اپنا سامنا لیکر رہ گئے۔ **بھیم سین** کے پاس آئے۔ عرض کی۔ آپ کو کنول لے جانے کی اجازت ہوگئی۔ کو میری خوشی سے حکم دیتے ہیں +

بھیم سین۔ ان کی عنایت۔ تم سب کی مہربانی دیکھ کر **بھیم سین** نے چوٹی

کے پھول بہن سیٹھ۔ اور وہیں کھڑے ہو کر سنا کر رکھنے لگا۔

اوپر اے

گشت کی کج کی مدد سے راجہ جہد عشر وغیرہ کی پشکری
میں تشریف بری بیہیم سین سے ملاقات قیام

بیہیم سین فرما رہے ہیں۔ راجہ جہد عشر بیہیم سین نے جس وقت راجہوں پر
کہ اچھا شروع کیا۔ اس غصہ کی آندھی چلی۔ کہ پہاڑ تک ہل گئے۔ ہول کی کج
نے گاؤں کے چروے پہاڑ دیکھے۔ جہد عشر اس وقت گنہ گاروں پر تھے۔ وہ
پر تک پہنچے۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ وہی ہی سے پہنچا۔

بیہیم سین وہی سے دکھائی نہیں دیا۔ کہیں سے لڑائی لڑ رہی ہے +
وہ وہی۔ کنول کا پھول پہننے کے لئے کھڑے ہیں۔ سیری لڑائی لڑ رہی +
راجہ جہد عشر تو پہلے تک کہیں گھسان لڑائی ہوا ہی ہے۔ وہ ملاقات کے
زعم میں اٹھنے کی طرح مست رہتا ہے۔ پہاڑوں کی اس کی ایک لڑائی کا
کہہ لیا طاعین۔ الیہ کہ جو کسی وقت وہ لڑائی سے جھڑپا ہو پہاڑ گشت کی
چار بیہیم سین کے وہاں چلیں۔ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔ گشت کی وہ وہی کو اور
اوسا جس سب پہاڑوں کو لے آئے ہیں۔ دیکھا۔ تو پشکری میں راجہوں
کی لاشیں ڈھیر ہیں۔ بیہیم سین چلے گئے کہ لڑنے کے لئے ہے۔ آگےیں شروع
نوں کہ لڑ گدا اٹھ رہی +

راجہ جہد عشر نے بولی مہلک سے پاس گئے۔ پہنچے تھے گھاٹ۔ اور کہا +
لاٹھیں لے۔ کیا کسی سے کہہ لڑائی۔ کہیں کسی دیر تا سے تو لڑ نہیں رہتے۔ ۱
بیہیم سین + میں پھول پہننے آ رہا ہوں۔ مزاحم ہوئے ہیں۔ لڑائی کا طرح وہی
کہہ لیا ہوا ہے۔ موت کے لڑائی کا پس نہیں سب کے دن پر سے ہو چکے تھے۔
گدا کے لئے آگے۔ میرا کچھ تصور نہیں +

راجہ جد ہشتر - خیر جو کچھ ہو گیا۔ وہ تو ہو گیا۔ آئندہ سے ایسی خوزیری نہ کرنا زیادہ غصہ ٹھیک نہیں +

یہ فرما کر انہوں نے پھول لے لیے اور روپدی کو دے کر سب ہمراہیوں کے ساتھ پشکرنی کی سیڑیے دل بہلانے لگے۔ اتنے ہی میں بہت سے راجہس حاضر ہوئے۔ راجہ جد ہشتر نے سب کی آؤ بھگت کی اور وریں شہر کو اجن کے انتظار میں مشیم براہ رہنے لگے +

ادھیائے ۱۷

جٹا شربت کی برہمن کے بھیس میں شرارت۔ راجہ جد ہشتر
 روپدی وغیرہ کو لیکر فراری بھیم سین کے ہاتھ سے قتل
 راجہ جد ہشتر پشکرنی اور کنولنی کی سیڑیے بہت محفوظ ہوئے۔ جوش
 سرت سے بھائیوں سے بولے۔

ہم لوگ کیسے خوش نصیب ہیں۔ کہ تمام متبرک و مقدس تیرتھوں کے درشنوں سے جنم پھل کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ جہاں دیوتاؤں کی وسائی دشوار ہے۔ وہاں ہم پہنچیں۔ ایشور کی خاص جہرانی اور تقدیر کی رہنمائی ہے اب مجھے خواہش ہے۔ کہ کو بیر پوری کی کیوں ہوس باقی رہے۔ راجہ جد ہشتر نے جو میں نشانے خاطر کا اظہار کیا۔ یہ صدائے غیب سنانی دی۔ کہ

کو بیر پوری کا عزم فصول ہے۔ وہاں رسائی محض نامکن۔ بدر کا شرم کا راستہ بکڑو۔ وہاں پہنچنے پر برکہ پوریا کی سیر کرنا۔ بڑا عمدہ مقام ہے۔ بالکال لوگ ہیں نظر آئیں گے۔ اس سے آگے ارشٹ سین کی قیام گاہ لیگی۔ قابلہ دید ہے +

اس آکاش بلانی پر سب نے کان لگا دیئے۔ غور سے سنا پھر دیکھا تو پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ خوشبو سے سی ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے داغ معطر اور دل بہرا ہو گیا۔ و معوم شی بولے۔

بس خاموشی سے چلے چلو۔ ٹھہرنے کا موقع نہیں۔ آواز غیب کی تیل
واجب ہے *

راجہ جد ہشتر وغیرہ نے اسی وقت وٹاں سے بدر کا شرم کی راہ لی۔ پہنچے
تو ایک تانہ شکوفہ کھلا۔ ٹھوٹ کچھ کے ہمراہی راہچیوں سے ساز کرے۔ جاسر
نامی راہچیس بہمن کے بھیس میں یہاں آیا۔ اور لیاقت کا کرٹا کاٹا ہوا برہمنوں
کی منڈی میں شامل ہو گیا۔ غرض یقینی۔ کہ پاٹھروں کے ہتھیار ہتیا کر درویدی کو
اڑاے جاتے۔ کسی نے بہروپ نہ پہچانا۔ سب سمجھے۔ کہ برہمن ہے۔ چنانچہ راجہ
جد ہشتر نے بھی اچھی طرح خاطر تواضع کی۔ ایک روز راجہ جد ہشتر نے ٹھوٹ
کچھ کو غصہ کیا۔ سب سانسٹی۔ راہچیس اس کے ہمراہ گئے۔ بھیم سین نکار کھیلنے
چلا گیا۔ قیام گاہ پر صرف جد ہشتر رہ گئے۔ اور درویدی سہدیو اور نکل۔ باقی ہلہریوں
میں سے کوئی انسان کو گیا۔ کوئی پھلوں پھولوں کی تلاش میں جاسر نے خالی موقع
پاکر اصلی صورت نکال کر کی۔ اور جد ہشتر درویدی وغیرہ کو اٹھا کر وٹاں سے چلا ہوا
سہدیو تو تلوار گھسیٹ کر قابو سے نکل بھاگا۔ اور آواز دیتا ہوا۔ بھیم سین کی تلاش
میں چلا۔ یہاں درویدی وغیرہ مصیبت میں مبتلا ہے۔ راجہ جد ہشتر نے کہا۔
اے بے ایمان راکشس ہم لوگوں کے لے جانے سے تیرا کیا فائدہ ہوگا۔
جائزہ تک کچھ دھرم کا خیال کرتے ہیں۔ مگر تو ان سے بھی بدتر ہے۔ غریت
پر دراجوں کے ساتھ یہ بدسلوکی سخت گناہ ہے۔ تو نے میرا نمک کھایا۔ اور
پھر مجھ پر ہی سے نمک حرامی جس تیل میں کھانا۔ اسی میں چھید کرنا۔

راجہ جد ہشتر نے اس طرح بہت سمجھایا۔ مگر راہچیس کان میں تیل ڈالے
رہا۔ راجہ جد ہشتر نے کہا۔ اچھا ذرا سا دھرم کا کرشمہ دیکھ۔ یہ کہہ کر جان ایسا
مباری کر لیا۔ کہ اس کے قدم جو جھل ہو گئے۔ تیزی سے چل نہ سکا۔ اور سہدیو
یہ کہتا ہوا۔ بیکار کہ بھائی صاحب گھبرا گیا نہیں۔ آتا ہوں ٹھہریوں کیلئے لڑائی
سے منہ موڑنا درست نہیں۔ یا دشمن کے ہاتھ سے قتل ہو یا غنیمت کو جیت کر لے
آواز ہی کے ساتھ سہدیو وٹاں آ پہنچا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ پکڑ پکڑ ہونے
لگی۔ کبھی راہچیس سہدیو کو آگے بکڑاتا تھا۔ کبھی سہدیو انٹی پر چڑھتا تھا۔ دوطرفہ

گھونسلہ چل رہے تھے اور ہاتھیوں کی سی ٹھیکریں لڑ رہی تھیں اتنے ہی میں بھیم سین آ
 پہنچا۔ جدو جھڑو وغیرہ کی جان میں جان آئی بھیم سین نے آتے ہی ڈنکا
 اوبد معاش جانا کہاں ہے تیری موت آگئی پہلے میں نے برہمن کے بھیس کی
 رعایت کی تھی۔ ورنہ کب کا ختم کر دیتا یہاں ایسے بھروپ صورت دیکھتے ہی پہچان
 لیتے ہیں یہ نہ سمجھ کہ بھیم سین کی نظر بھی دھوکا کھا گئی تھی اچھا لے اب سنبھل۔ راجہ
 ایک پہاڑ رکھا ہوا تھا۔ اس نے نہ معلوم کتنے پلٹن مارے پھچھاڑے تھے۔ وہ
 بھی پتیرے بدل کر کھڑا ہو گیا اور لڑائی چھیڑ گئی۔ وار پر وار ہونے لگے اس مار
 پرٹ میں جدو جھڑو وغیرہ اس کے نیچے سے چھوٹ کر چاہتے تھے کہ زخم کر دیا
 مگر بھیم سین نے کہا۔

کوئی تکلیف کی ضرورت نہیں میں اسے اکیلا کھا جاؤں گا۔ اس میں جان
 ہی کیا ہے۔ راجہ پس ہکا ہوا اتوا اور بھی شیر ہوا برابر کی چوٹیں چلنے لگیں۔ گھونسلوں
 سے مطلب نہ نکلا تو درختوں کی مار شروع ہوئی۔ درختوں سے جی بھر گیا تو کشتی کی
 ٹھہری خوب زور ہوئے کوئی داؤں پیچ اٹھ نہ رہا اڑنے لڑتے بہت دیر ہو گئی تو
 راجہ کا دم پھول گیا اس آکھڑے لگی بھیم سین نے ہاتھ اٹھایا اور گردے سے زین
 پرٹاک کر ایسا گھسا دیا کہ ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ گردن پر وہ ٹٹا ہوا ہاتھ پڑا کہ قسم
 نہ لگا رہا۔ راجہ پس کے مرتے ہی شور حسین و آفرین بلند ہوا بھیم سین نے راجہ
 جدو جھڑو سے عرض کی کہ بیج

آپ کے اقبال نے فتح پائی مبارک

راجہ جدو جھڑو نے کہا شاہاش زندہ باش

ایں کارا تو آید و مرداں جنیں کنند

بر دست و بازو سے ہمت تو ملک آفریں کنند

ادھیائے ۳۷

سویت پرست اور مالونت پرست کی جائزہ ارشد سین

وغیرہ رکھیشروں کے دشمن

قتل ہو گیا۔ بلائے بے درمان سے نجات ہوئی۔ سب لوگ بدر کا شرم میں رہنے لگے۔ ارجن کے انتظار میں راجہ جدمشہر کی بیچینی بڑھتی جاتی تھی۔ دیکھتے تھے کہ پانچ برس گزرنے میں اب کچھ دن ہی رہ گئے ہیں۔ مگر ارجن کا پتہ نہیں انتظار کی حد ہو چکی۔ ماہوں نے سب سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یہاں رہیں کہ سویت پر بت پر جا کر انتظار کریں۔ سب نے سویت پر بت ہی کی صلاح دی اور قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ راستے میں جو تیر تھوڑا اس کے دشمن کے مقدس ندیوں میں اشنان کیا۔ بد کو پروا ایک بڑے بزرگ راجہ رشی تھے وہاں رسائی ہوئی تو انہوں نے بڑی خاطر و مدارات کی بڑی محبت سے مہمان رکھا۔ راجہ جدمشہر بہت ممنون ہوئے۔ سب ہمراہیوں کو ان کے سپرد کر کے خود ساتویں روز بھائیوں اور دعو پدی کے ساتھ اونہوت کی سیر کو روانہ ہوئے۔ راجہ رشی بڑے خلیق اور مہمان نواز تھے۔ کچھ دور تک ساتھ گئے۔ راستہ تناکر واپس آئے۔ راجہ جدمشہر چلے تو جنگل کی بہار دینا سے نرمالی دیکھی۔ پھل چکے تو روح خوش ہو گئی۔ پھول سونگے تو باغ معطر ہو گیا۔ سبزہ زار سے طبیعت ہری ہو رہی تھی۔ چھرنے دل کو بھار رہے تھے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چاندی سونے سے منڈھتی اور جواہرات سے جڑی نظر افروز تھیں۔ ایک طرف ہرنوں کے غول ہری ہری دوب چر رہے تھے۔ دوسری طرف شیر و ہلنگ بچھ رہے تھے۔ نیل گائیں۔ سرگائیں۔ اڑنا بھینسے چٹیل تیندوے ہزاروں قسم کے جانور گھومتے تھے۔ اونچے اونچے چھتارے درخت جنبش باو بہار سے مستوں کی طرح جھومتے تھے۔ اس سیر کی دلچسپی نے گندھ ماون کی ایک دوسری چوٹی سے مایونٹ پر پہنچا دیا۔ یہ چوٹی نہایت خوشنما اور گندھریوں کنہروں وغیرہ کی تفریح گاہ ہے جس طرف دیکھئے ہزار ہارنگ کے پھول جدمہر کان لگائے مرغان خوش الحان کی دلکش آوازیں ہزاروں قسم کے میوہ دار درختوں کا گنتا دشوار ہر درخت کے پھل کا ذائقہ خوش گوار سالابوں میں جالندان آبی ذوق و شوق میں محو۔ درختوں پر

نگ رنگ کے پرند اپنی دھن میں مست یہاں کرشن رشی کا آشرم تھا۔ رشی جی نے وہ ریاضت شاکہ کی تھی۔ کہ بڑیوں کا مالا ہو گئے تھے۔ گوشت کا نام تھا۔ راجہ بدھشٹر وغیرہ ساٹھ نگ ڈنڈوت کر کے وہاں پہنچے۔ برت رشی کو بھی وہیں پایا۔ ارٹ سین رشی صورت دیکھتے ہی پہچان گئے۔ کہ پاڈو دشن کو آئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

راجہ بدھشٹر آپ کو بڑی مصیبت سے سامنا ہوا۔ مگر واہ سے استقلال دھرم سے ذرا دل اچھا نہیں۔ پابندی قول پرستور قائم ہے۔ بزرگوں کی عقیدت مندی میں ذرا کمی نہیں۔ کہاں صحرا نورمی کی تکلیفیں اور کہاں دھرم کا جوش آفرین بزرگوں کے دھرم کو حیشیوں میں قائم رکھنا۔ کا رے دار۔ مگر تمہارے شکل کو آسان کر کے دکھایا پتر لوک میں بزرگوں کی یہی خواہش رہتی ہے۔ کہ ان کے بیٹے پاتے ایسے ایسے نیک کام کریں۔ کہ ان کی روح خوش ہو۔ اگر اولاد نیک ہوتی۔ تو ان پر موشے پر سودے کی کہادت سچ ہوتی ہے۔ جو لوگ باپ ماں گرواگن دیواہ آتما کو ذرا سی بھی دکھ نہیں دیتے خوش رکھتے ہیں۔ ان کے برابر دوسرا خوش نصیب نہیں۔ لوک میں بھی ان کا اعزاز پر لوک میں بھی ان کا شرف دونوں ان کے مطیع۔

راجہ بدھشٹر میں کسی لائق نہیں۔ آپ کے چروں کی برکت سے جو کچھ شد بد ہو سکتا ہے۔ کرتا ہوں۔ آپ کے چروں کے دلہن نصیب ہوئے اس لیے جو کچھ فرمایا ہے بجا ہے۔

ارٹ سین رشی۔ ابھی آپ نے یہاں دیکھا ہی کسے ہے۔ اس پریت پر ایسے ایسے کل رشی ہیں۔ کہ باید شاید کوئی پون اماری ہے۔ ہوا یہاں کھنے کے سوا معلوم ہی نہیں۔ کہ زبان کا ذائقہ کیا ہوتا ہے۔ کسی میں وہ قدرت ہے۔ کہ اکاش کی ہوا کھاتے اور جیاں چاہے۔ وہاں دم بھر میں پنچ۔ یہاں گڑ جی بھی آ پا کرتے ہیں۔ دیوتاؤں گندھریوں اور کنہروں کا ٹوکھ رہی ہے۔ پہاڑیوں کے جوڑوں سے بڑے خوش آواز باجوں کی آواز دلوں کو کھینچتی ہے۔ کبھی بین مردنگ سن لیجے۔ کہ کسی وقت بھیروی ڈھول وغیرہ آپ بھی یہاں غیر کر اسے۔

نہیں۔ دیوتاؤں جہاتوں کو چلتے پھرتے دیکھیں۔ انسانی آمدورفت کی حد
بس یہیں پر ختم ہے۔ آگے کوئی جائے۔ تو انھیں آہنی سیخوں سے بوندک
ڈالیں۔ کو بیڑی کی آمدورفت یہاں رہتی ہے۔ جہات لوگ برجایاں ہات۔ یہاں
دیکھتے ہیں۔ دوسرے کو دیکھنا نصیب نہیں۔ بھل ایسے لذیذ ایسے خوشگوار
کہ امت مات۔ کچھ دنوں اسی پر بت پر تیام کیجئے۔ اور سمجھ لیجئے کہ اقبال چکنے
کے دن قریب آگئے +

اوصیاۓ ۴

پانڈوؤں کو گررُجی کے دشمن۔ دروپدی کی
فرمائش بھیم سین کی روانگی۔ کو بیر پوری میں
رسائی۔ راجپسوں جنگ منی بان اچھس کا قتل

راجنہجے کے سوال پر بھیم پائین پانڈوؤں کی بودوباش۔ اشتغال اور خور
نوش کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہر دوار سے چل کر ان کی بسر اوقات ہرن کی شکار پر
تھی۔ چنگی اور پہاڑی پھلوں پر گھنڈاؤں کے شیر میں اور لذیذ پھول دنیا
کے پردے پر نہیں۔ دوران سفر میں لوس رشی اور دھوم رشی کبھی کوئی کھانا سنا
تھے۔ کبھی کوئی اتھاس۔ کسی وقت شیر خوں کا ذکر تھا۔ تو کسی موقع پر دھرم کے
معاملات کی تشریح و توضیح۔ گندھاون پر بت پر پانچویں برس رسائی ہوئی تھی۔
یہاں انہوں نے جو کچھ دیکھا حیرت بخش تھا۔ ارست سین رشی کے آشرم میں
قیام کرنے پر ایک روز کیا دیکھتے ہیں کہ گررُجی ایک اڑدے کو لئے ہوئے
آئے۔ اس کا سن اس طرح چمکتا تھا جیسے آسمان پر پور نہائی کا چاند گررُ
جی نے اُسے نوش جان کیا ہی تھا۔ کہ درخت اکھڑ اکھڑ کر زمین پر گر گئے۔
اور کچھ پھول اڑے۔ تو پانڈوؤں کے پاس آگرے بھیلوں کی نوشنائی کا کیا

اوصیائے ۵

راجہ جد مشٹر کی واقعہ جنگ سے آگاری بھیم سین کو فہائش
راہیں کی کو بیرجی سے فریاد۔ ان کی تشریف آوری
راجہ جد مشٹر وغیرہ سے ملاقات ارہار خوشنودی!

راجہ جد مشٹر پہاڑ کی کھدو میں تشریف فرما تھے۔ ہارانی وروپی بھی پاس تھی۔
جانی بھی ساتھ۔ دندہ شور و غل سے کان کھڑے ہو گئے۔ دیکھا تو بھیم سین نثارو۔
کل بہدیو کو ساتھ لے کر آواز پر چلا۔ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ وہاں سے بھیم سین کی
صورت نظر آئی۔ جس کے چہرے کا جلال اندر کو اور گد بھر کو شرماتا تھا۔ اس
پاس لاشیں خبر دی رہی تھیں۔ کہ سخت خونریزی ہوئی ہے۔ راجہ جد مشٹر
نے آواز دی۔

بھیم سین۔ تم یہاں کہاں۔ افسوس تم نے کہا نہ مانا۔ چہر اتنوں کا خون ہر
پر لیا۔ راجوں کو ایسی خونریزی کبھی مناسب نہیں۔ کو بیرجی کو خبر ہو تو۔
کیسی ٹھہرے؟

بھیم سین نے ذرا گردن نیچی کر لی۔ اور راجہ جد مشٹر وغیرہ کی نظر کو بیرجی کے
محل کی خوشنمائی پر جم گئی۔ کو بیرجی دولت سرا میں تھے۔ زنجی راجپس روئے پیٹے
پہنچے۔ دہائی وی کہہ

نہاراج ایک آدمی نے ہاتھ بہت سے مچھنس اور آپکے وفادار سپاہی
خاک و خون میں ملا دیئے۔ اور تو اور منی مان کی بھی جان لے لی۔

کو بیرجی بھیم سین کا یہ دم داعید۔ یہ زعم۔ میرے آدمیوں کی خونریزی ایک تہ
طرح تہادی اور بھی پیستے تیز ہو گئے۔ اچھا جلد رفتہ تیار کرادو حکم کی دیر تھی۔ رفتہ
سانے آٹھرا ہوا۔ رفتہ کیا تھا مشرق انوار تھا۔ گھوڑے صبار قمار عقاب کی طرح
فلک پرواز۔ یہ اڑے تو رفتہ سے طرح طرح کے باجوں کی خوش کن آواز۔

آکاش میں گونج گئی۔ پیہوں کے ہر چکر میں "جے کو بیرجی" کا نعرہ بلند ہوتا تھا۔ کو بیرجی رتھ پر تھے۔ جلو میں دیوتا اور گندھرب پانڈوؤں کے دیکھتے دیکھتے رتھ تماشاخیوں کی آنکھوں میں چکا چوند ڈالتا ہوا۔ وہیں آ موجود ہوا۔ جہاں سراجہ جھنڈر بھیم سین کو دیکھ رہے تھے۔ راجہ جھنڈر سمجھ گئے۔ کہ کو بیرجی یہی ہیں۔ ان کو اند لکھیہوا کہ شاید کچھ غائب نہ ہو۔ اس خیال سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بڑے ادب سے دھڑکتی کی۔ کو بیرجی رتھ سے اتر پڑے۔ اور لبو کر مال تیار کردہ جواہرات سے مرصع۔ پشپک بوان پر رونق افروز ہوئے۔ بھیم سین زخمی تھا۔ مگر بے پرواہ۔ یہ بھی رو برو حاضر ہوا۔ بازو پر مرصع بازو بند طلائی جوشن گلے جواہرات کے نامہ روشن پر مرگ چھالا۔ ہاتھ میں تیر و کان کو بیرجی نے بھیم سین کی طرف دیکھا۔ چہرے پر خفگی کے آثار نہ تھے۔ جھنڈر سے بولے۔

کہ آپ لوگ کچھ خیال نہ کریں۔ جوشنی ٹھیا ہوا۔ بھیم سین سے ناراضگی فضول۔ ان کی موت ہی بھیم سین کے گما سے تھی۔ آپ سلب شوق سے یہاں قیام کریں۔ کوئی مزاحمت نہ کرے گا۔ بھیم سین نے رانی درو پدی کی خاطر سے راجہ جھنڈر سے اس اظہار طاق سے میں اس واسطے زیادہ خوش ہوں۔ کہ آج آگست جی کی بد دعا کا اثر زایل ہوا۔

راجہ جھنڈر۔ آپ کو کیسا سراپ مجھے بڑی حیرت ہے۔

کو بیرجی کیش دلی کی سجا میں جانا تھا۔ سب لاؤشکر ساتھ شاہی ٹکے بچے تھے۔ جو میں عجمی کے کنارے پہنچے۔ منی مان نے اوپر سے تھوکا۔ تھوک آگست رشی کے منہ پر پڑا۔ جو سورج سے آنکھ لڑائے۔ دونو ہاتھ اٹھائے تپ میں مصروف تھے۔ آگست جی کو اس گستاخی پر سخت طیش آیا۔ بد دعا دی کہ منی مان اور اس کے ہمراہی ایک انسان کے ہاتھ سے قتل ہوں۔ کو بیرجی کی آنکھوں کے سامنے میرا یہ ترک ادب وہ بھی کان کھول کر نہیں۔ جب تک منی مان کے قاتل کا دشمن نہیں کریں گے۔ تب تک سراپ سے نجات نہ ملے گی۔ چنانچہ شکر ہے کہ بھیم سین کو دیکھ لیا۔ بد دعا سے نجات ملی۔ منی مان گستاخی کی سزا پا گیا ہر روز کے منقطع سے جان لگی۔

اوصیائے ۷

کو بیروجی کی بزرگانہ نصیحتیں محکم بین کو نہائش کے بعد دعا نیک
کو بیروجی سرپ کی سرگزشت ختم کر تے درشتاں ہوئے کہ

راجہ جی دھنڑا آپ کو دھرم سے الفت ہے عقل و فہم میں طاق ہیں۔
پھر بھی میں کچھ سمجھ کرانی کرتا ہوں۔ سنئے اور یاد رکھیے۔ سنیدہ اثرے دار
حصولی مقصد کے پانچ ذریعے عقلمندوں نے بتائے ہیں :-

۱۔ تکلیف اور نصیبت میں گھبرانا نضول۔ استقلال لازمی *

۲۔ عقل و فراست کی پیروی *

۳۔ قوت کا اظہار *

۴۔ معقول تدابیر سے چارہ جونی *

۵۔ ہوائے زمانہ کی شناخت *

دورہ ست جگ میں ہر ایک سقل مزاج تھا بے سوچے سمجھے کام کرنے
والے نہ تھے۔ تدبیر سے غفلت نہ تھی۔ جو چھتری سقل مزاج تھے۔ زمانہ کی
ہوا کا رخ پہچانتے تھے۔ جن کو دھرم کا لحاظ تھا۔ ان کو حکومت کو بھی زوال
نہ ہوا۔ مدتوں تک اقبال کے ڈنکے بجاتے جن لوگوں کے اعمال و انعامات
ہیں۔ زقار زمانہ کی شناخت ہے۔ ان کا نام ہمیشہ دنیا میں روشن رہتا ہے۔

اور پر لوک میں بھی اعلیٰ مرتبہ پاتے ہیں۔ اندر ہی کو دیکھ لیجئے۔ انہوں نے
موقع وقت کی قدر و منزلت اور ہوائے زمانہ کی شناخت ہی سے اندر اس
پر قدم رکھا۔ نالائق اور سیاہ دل لوگ بے محل اور بے موقع غصہ کر بیٹھنے کا وہ نتیجہ
بھوگئے ہیں۔ اس دنیا میں بھی مورد غتاب اس دنیا میں بھی روسیہ بھوگئے

آدمیوں کو نجات نہیں۔ رنگے سیاہ سادھوؤں بہرے بے بیاریوں کی نجات کیا
خاک ہو میں میں نام نعل میں اینٹیں۔ ضرور نامہ اعمال سیاہ رہیگا۔ جہاز نکلا
مغزور یہ بھی عذاب سے بری نہیں۔ خمیازہ کھینچنے سے مفر ہو۔ کیا۔

مجل۔ اس طویل کلام سے میری غرض یہی تھی کہ آپ بصیمین کو فہمائش کریں کہ نعم
چھانہیں زور سچی بری عادت ہے۔ بغیر سوچے سمجھے کام کرنا اٹھنا بھی نہ کبھی ضرور دعا
دے گا۔ اس لئے آپ سب ارشٹ رسی کے پاس ٹھہریں۔ اور انکی چند نصائح
سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ کو راج کی فکر میں راتوں کو نیند نہیں پڑتی۔ دن فکر ہی میں گذرتا
ہے۔ اس فضول کوفت سے حاصل کیا۔ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائیگی۔
جس طرح آپ کی حفاظت دھرم راج کرتے ہیں۔ بصیمین کی ہون جی۔ ارجن
کی اندر۔ اسونی لار۔ نکل سہدیو کی۔ اس طرح میں بھی ہر وقت لحاظ رہوں گا ہر پہلو
کی حفاظت یہاں کے سب گندھرب وغیرہ کریں گے۔ آپ بے فکر میں
ارجن بڑا لائق ہے۔ بڑا خلیق۔ بڑا بامروت۔ بڑا ستور بیر ہے۔ بکا ٹوڈھنٹ
کو اس کی ذات پر فخر ہے۔ سارے دھرم اس کے لوح دل پر نقش ہیں۔

طاقت ور بھی ہے۔ عقلمندی ہے۔ مستقل مزاج بھی ہے۔ ثابت قدم بھی
ہے۔ برو بار بھی۔ صابر بھی۔ وہ زعم یا کسی کی محبت میں اندھا ہو کر ایسی
حرکت نہیں کرتا۔ جس سے نام پر بڑھ لنگے۔ کرو مینیوں کے لئے وہ سرمایہ
فخر ہے۔ دیوتا اور تیر سب عزت کرتے ہیں۔ بصیمین میں جو نقص تھا۔
وہ میں نے بتلادیا۔ مجھے امید ہے۔ کہ یہ خود اپنے مزاج کی اصلاح کریں گے
وہ اسی توجہ اور احتیاط کافی ہوگی۔ راجہ شانتن مجھے ملے تھے۔ انہوں
نے آپ کی خیر و عافیت دریافت کی ہے۔ آپ کے بزرگوں میں یہ وہ
سرتاج مورث اعلیٰ تھے۔ بہنوں نے جہنا کے کنارے۔ اشو میدھ
جلیہ کر کے بہت ناموری حاصل کی تھی۔ ان کو میں نے خود دیکھا ہے۔ کہ
جہاں ارجن پر نظر پڑی خوش ہو گئے۔ کچھ ہاتھ بھر کا ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں
کہ بصیمین بھی وہی روش اختیار کریں۔ جس سے بزرگوں کا دل زیادہ
خوش ہو۔

راجہ جدمشٹر راج شانتن کی خوشنودی کا حال سن کر دل ہی دل میں خوش
ہوئے۔ بصیمین سرادب حم کہتے ہوئے زمین بوس ہوا۔ کہ بیز جی نے
وعدائی تمہارے سامنے سب دشمنوں کا سر نہ پچا رہے گا۔ دوست تمہارے

منون رہیں۔ اور دولت تمہارے قدموں سے بندھی رہے گی۔ اچھا اب تم جاؤ۔
 راجہ جدمشتر آپ بھی تشریف لے جائیں۔ ارجن کی فکر میں پریشان نہ رہیے
 غریب وہ قدموں ہوگا۔

یہ کہہ کر بیرجی اسی شان سے رخصت ہو گئے جس شان سے تشریف
 لائے تھے۔ راجپوتوں کی ریشیں اٹھادی گئیں۔ بچے کچھے راجپوت راجہ جدمشتر
 کی خدمت میں رہے۔

اوصیائے

ارشٹ رشی کے آشرم میں چار اطراف عالم
 کا سرسری نظارہ و مہوم رشی کی معلومات

کچھ رات و مہوم چرچے میں گزری۔ کچھ آرام میں صبح ہوتے ہی پوجا پاٹ
 وغیرہ سے فارغ ہو کر و مہوم رشی اور ارشٹ سلین نے راجہ جدمشتر کو درشن
 دیے۔ جدمشتر نے بڑی تعظیم و تکریم کی رونق افروزی کا شکریہ ادا کیا۔
 و مہوم رشی نے راجہ جدمشتر کو پورب کی طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ مندر اہل ادھر ہے
 یہ پہاڑ زمین پر کیا سمندر میں بھی بھیتا چلا گیا ہے۔ اس گوشہ دنیا کی حفاظت اند
 اور کو بیر کے تعلق ہے۔ یہاں اند اور کو بیر کی سکونت ادھر ہی ہے۔ سوچ اسی
 طرف سے نوادار ہوتا ہے۔ اب وکن کی طرف نظر کیجئے۔ جبران کی جم پوری
 اسی طرف ہے۔ جہاں مرنے کے بعد ذی روجوں کو اعمال کے موافق سکونت
 ملتی ہے۔ کچھ کی طرف استحقاق پہاڑ واقع ہے۔ برن لوک اسی طرف ہے۔
 اور ادھر کے باشندوں کی پرورش برن جی کے ذمہ ہے۔

اثر کی طرف میر پہاڑ کوہ نور کی طرح روشن ہے۔ اس پہاڑ پر برہما جی کی جلوہ
 گاہ ہے۔ برہم گائیوں کے ہمراہ اس پر کسی کا گند نہیں۔ اسی پہاڑ کے پورب
 رخ جگوان لشن بھی جی کے ساتھ فروکش ہیں۔ دیوتاؤں اور راجپوتوں

کی یہاں رسائی نہیں۔ جو روشن ضمیر و منہرا بنائے جس یہاں پہنچتے ہیں۔ پھر انکو دنیا میں آنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہاں ہمیشہ روز روشن رہتا ہے۔ رات کی تاریکی کا نام نہیں۔ اسی پہاڑ کے گرد سورج چکر لگاتا رہتا ہے۔ جو مقام سورج کے مقابل ہوتے ہیں۔ وہاں دن رہتا ہے۔ مابقی میں رات دکشائیں کے سورج میں سر وی اور آرائیں کے سورج میں گرمی کا موسم رہتا ہے اسی دورے میں سورج کی کشش تمام چیزوں کا رس نچوڑ کر برسات کی بہار کا لطف دکھاتی ہے۔ پانی برتا ہے۔ ذیروحوں کی خوراک پیدا ہوتی ہے۔

راجہ جدھشٹر نے بڑے شوق سے سب سمتوں کا ذکر سنا۔ اور وہیں قیام کر کے ارجن کی راہ دیکھنے لگے۔ ایام قیام میں خوب خوب کیفیتیں دیکھیں۔ بڑے کالوں کے درشن کئے۔ اس مقام کی فضا عجیب و آواز بھی۔ جہاں کی گلگشت پر دیوتاؤں کا دل فریفتہ ہو۔ وہاں کی قدرتی بہار اور دلچسپی کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ لشکر کی کے دلفریب نظارے تھے۔ اور پاٹو۔ پانڈو تھے۔ اور رانی دروپدی +

اوصیائے ۷۸

ارجن کی اندر پوری سے واپسی بھائیوں اور دروپدی سے ملاقات دیوتاؤں کے عطیات کا تہ

راجہ جدھشٹر نے ایک مہینے تک ارشد مسین رشی کے آشرم میں خوب بیکٹھ کا سا لطف دیکھا۔ مگر ارجن کی یاد بھی نہ بھولتی تھی۔ ایک روز سب منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک رتھ آتے دکھائی دیا۔ رتھ کی چمک دمک پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی۔ آنکھوں میں ہزاروں بجلیاں چمک چمک جاتی تھیں دیکھتے دیکھتے رتھ قریب آیا۔ ہر می نام کے گھوڑے رُکے۔ ارجن انڑا۔ دوڑ کر جدھشٹر

کے قدم چمے جدھشتر نے گلے سے لگا لیا۔ بصیم سین وغیرہ سب ایک دوسرے سے رانی درود پڑھی بھی دوڑی ہوئی پہنچی۔ ارجن نے بڑی محبت سے مزاج پوچھا۔ پھر دھوم رشی ارث رشی وغیرہ کے آگے۔ سہراوب خم کیا۔ باہم مزاج پرستی ہوئی۔ ہر ایک کے چہرے پر بخوشی چھا گئی۔ اوداسی کا نام نہ رہا۔ راجہ جدھشتر نے نائل (اندر کے رخصتان) کی بہت خاطر کی پاس بٹھایا۔ سب دیوتاؤں کا حال دریافت کیا۔ تل نے بھی بڑی خوش بیانی سے ایک ایک بات کلمہ جواب دیا۔ اور رتھ اڑا کر خست ہوا +

ارجن کو راجہ اندر۔ اگن۔ برن۔ جگم۔ کوہیر۔ چندر مال۔ پون۔ لشن۔ پر جاپتی وغیرہ نے قسم قسم کے استر شتر مرحمت فرمائے تھے۔ راجہ اندر نے زیور و جواہرات سے مالا مال کر دیا تھا۔ تمام سوغاتیں ارجن نے راجہ جدھشتر کے سامنے رکھ دیں۔ کل نفائیات دیکھ دیکھ کر ناظرین پر حیرت طاری تھی۔ درود پڑی زیورات پہنکر ایسی خوش ہوئی۔ کہ بھولی نہ سمائی۔ روئیں روئیں سے ستر کا اظہار تھا۔ جب سب و جمعے سے بیٹھے۔ ارجن نے پانچ برس کی غیر حاضری کے تمام حالات بیان کئے۔ بہت دیر تک یہی ذکر و مذکور ہوتے رہے۔ پھر سب نے آرام کیا۔ ہر وقت کی فکر سے نجات ہوئی +

اوصیائے ۷۹

راجہ اندر کی نشریف آوری سے راجہ جدھشتر وغیرہ کی عزت افزائی ارجن سے اظہار محبت کام بن کی واپسی کیلئے ہدایت صبح ہوئی۔ تمام لوگ میلار ہوئے۔ ارجن نے راجہ جدھشتر کے قدم چمے۔ ساری جماعت روزانہ اشتغال عبادت میں مشغول ہو گئی۔ طلوع آفتاب کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کہ اوج فلک سے ایک رتھ اترتے معلوم ہوا۔ باجوں کی آواز دل بجا رہی تھی۔ دیوتاؤں کے بانوں کے وسط میں رتھ ستاروں

میں چاند کی طرح نظر افروز تھا۔ سب سمجھ گئے کہ راجہ اندر کی سواری ہے سبب
موتوب ہو کر استادہ ہو گئے۔ اتنے ہی میں رکتے آ پہنچا۔ راجہ اندر دیوتاؤں اور
گندھربوں کے حلقے میں سواری سے اترے۔ راجہ جد ہشتر نے صدق
عقیدت سے پستش کی۔ راجہ اندر ارجن کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ جرن محبت
میں پیشانی کا بوسہ لیا۔ جد ہشتر سے فرمایا +

تمہاری سب مراویں بر آئیں۔ ابشور ہمیشہ شتم پر ماتھ رکھے۔ رو زمین
پر تمہاری ذات سے دھرم کا سکھ بیٹھے۔ اٹھڈ راج کرو۔ ارجن بڑا لائق
ہے۔ اس نے اپنی سعادتمند یوں سے مجھے از حد خوش رکھا۔ میں نے اُسے
تمام ننون حرب ضرب گھول کر پلا دیے۔ اب تینوں لوگوں میں اس کا سامنا کرنے
والا ایک نہیں۔ ارجن کے ہاتھوں سے وہ وہ کار نمایا ہوں گے کہ دنیا کبھی اس
کے نام کو فراموش نہ کرے گی۔ اسی کی واہ واہ سے اہل زمانہ کے کان بھرے ہیں گے
کوئی اس کا رویا نہ دکھائے گا۔ بکشی پت لشن ہر حالت میں اس کے لئے
سیر ہوں گے۔ اب میری ہایت ہے کہ تم اس آ شرم میں زیادہ نہ ٹھہرو
کام بن کی سکونت ہی تمہارے لئے مفید ہے۔

راجہ جد ہشتر نے ماتھ جوڑ کر عرض کی۔ بہت خوب۔ آپ کا حکم مرا کھوں
پورا بن آ گئے۔ اب مجھے یہاں کے قیام کی ضرورت خود ہی نہیں۔ اپنے مجھے
از میرے ہمراہیوں کو جو فخر عطا کیا ہے۔ اس کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔
میری درخواست ہے کہ ہمیشہ یہی نظر توجہ قائم رہے +

راجہ اندر خوشی خوشی ٹھہرے۔ حاضرین نے اُسے شروع کی رتھ ہوا سے
باتیں کرتا ہوا چلا تو نظر سے غائب۔ راجہ جد ہشتر وغیرہ کو اندر کے درشنوں
سے جو خوشی ہوئی۔ بیان سے باہر ہے۔

اوصیائے ۸۰

ارجن کے ایم غیر حاضری کے واقعات کا سلسلہ۔ ارجن کی

زبانی۔ مہادیو جی جنگ۔ انکی نظر عاطفت۔ اندر پوری میں

حاضری تعلیم و تربیت۔ نوات کو تاج را چھ سو پانچ فتمیانی

اندر جی تشریف لے گئے۔ ارجن کا اعزاز دیکھ کر ہر ایک کو نہایت خوشی

ہوئی۔ راجہ جی دھشت نے پوچھا۔

کہو بھائی ارجن کیا کیا دیکھا۔ یا بیچ برس کن کن اشغال میں بسر ہوئے۔ کن کن دیوتاؤں نے خاطر دانات کی۔ کس کس نے کون کون سوغات دی۔ راجہ اندر تمہاری کن خدمات سے خوش ہوئے؟

ارجن۔ بہت خوب عرض کرتا ہوں۔

آپ کے قدموں سے جدا ہو کر میں نے ایک رات بھر کو تنگ پہاڑ پر کائی۔ دوسرے دن ایک برہمن سے ملاقات ہوئی۔ اس کی ہایتوں پر عمل کر کے میں نے ہمالیہ پر بت پریشیا کرنا شروع کی۔ ایک مہینہ تک پھلوں پر گزارہ کیا۔ دوسرا مہینہ ہوا پھانک کر رہا۔ تیسرے مہینے ہوا کو بھی ہوا بتائی۔ چوتھے مہینے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے رہا۔ اتنی ریاضت شاقہ کی مگر ضعف کا نام نہ تھا جسم میں وہی طاقت اور ہی پھرتی موجود تھی۔ یا بیچ دیکھا کہ ایک بندیل سور مارا مارا پھر رہا ہے۔ اس کے کب قدر پیچھے ایک بھیل ہے۔ اور بھیل کے ساتھ کچھ عورتیں ہیں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سور پر تیر جھلا دیا۔ بھیل مجھے روکتا رہا۔ میں نے ایک نہ سنی۔ وہ نشانہ نکھایا کہ سور وہیں جیت ہو گیا۔ بھیل بگڑا کہ اس کا تاکہ ہو آشکار مارنے والے شتم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کسی کا شکار ہو یہاں تو نشانہ نکھانے سے کام ہے۔ اس پر بہت بڑھاؤ ہوا۔ باتوں باتوں میں لڑائی کی ٹھہرتی۔ جو جے میں چلیں بگڑ بھیل کی حرکات عجیب تھیں کبھی کوہ قامت کبھی لپٹ قدم اور تیروں کا کیا ذکر بہا شکر کبھی ہنم کر گیا۔ مجھے حیرت تو ہوئی۔ مگر کچھ بدواہ نہ کی یہ اختیار پتھیا ملتا رہا۔ یہاں تک کہ سب تر شتر ہاتھ سے کل گئے۔ اور گھوٹا مارے مارے ایسا بلن شل ہو گیا۔ کہ مجھ میں دم نہ رہا۔ بدواہی نے کھڑا نہ رہنے دیا۔ زمین پر

گرا دیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھتا ہوں۔ تو نہ بھیل ہے۔ نہ ساتھی عورتیں۔ میں ابھی زمین پر چیت تھا۔ کہ شیوجی سامنے کھڑے نظر آئے۔ مہارانی پاربتی بھی بائیں ہاتھ پر رونق افروز تھیں۔ حسن عالم افروز کا کیا کہنا۔ آنکھ نہ ٹھیرتی تھی۔ روئیں روئیں سے آفتاب کی کرنوں کا نور برس رہا تھا۔ شیوجی نے آتے ہی فرمایا۔
 ارجن! یہ اپنا گانڈیو دھنش اور کشتے بان کا ترکش۔ یہیں نے ہی ننگلے تھے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ جس چیز کی خواہش ہو۔ شوق سے مانگ لو۔

ارجن۔ آپ کے درشنوں سے تمام میری مراویں براگئیں۔ زیادہ نظر عاطفت ہو تو دیوتاؤں کے ہتھیار دلو ایسے۔

شیوجی۔ اچھا اور استرا اور پاسپت استریہ لومیں دیتا ہوں۔ مگر یاد رکھو۔ ان تہذیب کو معافی نہ سمجھنا۔ پاسپت استریہ میں ساری دنیا خاک و سیاہ کرنے کی قدرت ہے اسے استعمال کرنا۔ تو بہت سوچ سمجھ کر۔

شیوجی استروں کے منتر بتا کر تشریف لے گئے۔ دوسرے روز آندھی مٹھی گھائیں چھائیں۔ راجہ اندر۔ بن۔ جم۔ کو بیرو وغیرہ بھانوں پر سوار تشریف لائے۔ بائیں نیچے۔ الیسرائیں ناچیں عجیب لطف نظر آیا۔ اندر مجھ کو اپنی پوری میں بلوا کر لے گئے۔ کو بیرو اور دھرم راج نے اپنے اپنے استر محبت فرمائے۔ مال رقبان اندر کی کا مرسلہ رٹھ لایا۔ میں یہاں سے روانہ ہوا۔ راستہ کی سیر کرتا ہوا۔ اور ندان بن کی بہار کا لطف اٹھاتا ہوا۔ راجہ اندر کی خدمت میں پہنچا۔ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ اندر آسن پر بائیں طرف بگدی۔ خوب خوب جیلے دکھائے۔ ششتر دو بانو دکھائی۔ گانا بجانا ناچا سیکھنے کے لئے چتر سین گن دھرب کے سپرد کیا۔ استر دیئے۔ ہر فن کی بخوبی تعلیم دے کر ایک روز مجھ سے نہرایا کہ اب کوئی نہاری نہ کر نہیں لے سکتا۔ ہر مہر کے میں نہاری ہی فتح رہیگی۔ اب میری خواہش ہے کہ تم مندر کے تین کروڑ روٹیوں کا قلع فتح کر آؤ۔

میں نے سر تسلیم خم کیا۔ انہوں نے دست مبارک سے میرے سر پر یہ کرپٹ کٹ رکھا۔ سارے زیورات پہنائے۔ بدن کو ہتھیاروں سے زینت دی۔

اور اپنے اس رتھ پر سوار کر کے روانہ کیا جس پر سوار ہو کر انہوں نے راجہ بل پرچن کے فرزند کی بائی کچائی نکالی۔ سبز نیچے۔ برتر گھڑ۔ پر ہادو۔ ترک وغیرہ بہت سے راجھپوں کو نیچا دکھایا تھا۔ دیوتاؤں نے چلتے وقت اشیر باد کے ساتھ دیوت نام کا سنگہ دیا جس کی آواز پر فتح دوڑی چلی آتی ہے میں اب چلا منزل مقصود پر پہنچا۔ راجھپس مکین میں گوشہ گیر تھے۔ سنگہ بجاتے ہی دوڑ پڑے تلوار میں بجلی کی طرح کوندھنے لگیں۔ ترسول اور برجھی کوندھے کی طرح چپکنے لگے تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ ہر طرف سے دیوتا اور گندھرب دوڑے ہوئے آئے۔ ہست کرنے لگے۔ میں نے گاڈیو وحش ناقہ میں لیا۔ راجھپس کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ بھگدڑ مچ گئی۔ راتل نے رتھ سے ہزاروں راجھپس میں ڈالے پھر ادھر سے نرغہ ہوا۔ نوات کو رح راجھپوں نے مجھ پر تیروں کا چھیر چھایا دیا گد بال بیکانہ کر کے۔ کندیں پھینکیں لیکن بے سود۔ میرے ہتھیار برابر کارگر ہوتے رہے۔ ایک ایک تیر سینکڑوں کے سراز کر دم لیتا تھا۔ راجھپوں نے پتھروں کی بوچھاڑ کی۔ تو اندر اترنے ٹکڑے اڑا دیئے۔ آگن اترنے بارش روک دی۔ مایا اترنے آگ بجھائی۔ شیل اترنے آندھی کو دفع کیا۔ درندہ راجھپس کا حملہ بہت زبردست تھا۔ ایک ساتھ آگ پانی وغیرہ کی بارش ہونے لگی۔ وہ اندھیرا چھایا۔ کہ بجا دوں کی اندھیریں راتیں مات ہو گئیں۔ ماتل کو کبھی ایسے محاربہ عظیم سے سابقہ نہ ہوا تھا۔ بہت گھبراہٹ۔ گھبراہٹ میں کوڑا بھی ناقہ سے جھوٹ پڑا۔ میں نے م سے ڈھارس دی۔ اور گاڈیو وحش سے پھر ایسے تیروں کا ہینہ برسا یا۔ کہ سب سرخنے خاک پر سو گئے۔ جو بچے بھاگے۔ جو پھر نہ آئے۔ تیروں کی نظر ہوئے۔ میں اسی طرح تیر برساتا ہوا۔ راجھپوں کے مقام سکوت تک پہنچ گیا۔ واماں راجھپوں کی عورتیں کو محضوں پر چڑھیں۔ صف جنگ ہی کی طرح نظر کیے ہوئے تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی سب ادھر ادھر ہو گئیں۔ میں نے شہر کو سونے کی لنکا پایا ماتل سے پوچھا۔ یہ جگہ تو دیوتاؤں کی بود و باش کے لائق ہے۔ یہاں راجھپوں کی سکونت کیسی ماتل۔ دیوتاؤں کو نوت کو پچ راجھپوں نے نکال باہر کیا۔

میں۔ دیوتا ان کو نہ جیت سکے تعجب ہے +
 مائل۔ انہیں برہما جی کا بردان ہی یہ تھا۔ کہ دیوتا جیت نہ سکیں جب ان کا ظلم
 و ستم برداشت ہے باہر ہوا۔ تو اندرجی نے برہما جی سے فریاد کی۔ برہما جی نے
 تسلی دی۔ اور کہا درام لو صبر کرو۔ تمہارا بیٹا۔ ارجن تدارک کروں گا۔ چنانچہ دیکھ
 لیجئے آج آپ ہی کے اقصے سے سب مار گئے۔ برہما جی کی بات سچ ہوئی۔

اوصیائے ۸۱

ارجن کی ہرنیہ پور میں جنگ آزمائی۔ یوم اور کالک
 راجپسوں کا قتل۔ اندر پوری میں واپسی ۶

ارجن سخن سرا ہے۔ کہ واپسی کے وقت ہرنیہ پور شہر راستے میں پڑا۔ یہاں
 یوم اور کالک راجپسوں کی بستی تھی۔ ان دونوں نے برہما جی کی تپشیا سے ایسی
 طاقتور اولاد پائی۔ جسے بردان تھا کہ دیوتا اور گندھرب وغیرہ کچھ نہ بنا سکیں۔ برہما
 جی نے تپ کے صلے میں یہ عجیب و غریب اور نہایت عالیشان شہر نو مہرت فرمایا۔
 اس شہر میں مکان ایسے عمدہ ہیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ کوئی کان جواہر ہے تو کوئی
 تعمیر معدن زر گوہر راجپسوں کو دیکھا۔ تو بڑے قوی مکمل بڑے شہزور۔ جب
 مائل سے سنا۔ کہ یہ وہی راجپس ہیں جن سے دیوتاؤں کی کچھ نہیں جلتی۔ تو میں نے
 اپنا رتھ اسی طرف بڑھایا۔ رتھ کی چمک دمک دیکھ کر راجپس سمجھے۔ کہ راجہ
 اندر آ گئے۔ سب اٹھ دوڑے۔ ایک ساتھ دعا ادا کر دیے۔ میں نے مہادیو جی کا
 پاسپت استر گاٹھ پو جمنش پر رکھ کر جو میں مہادیو جی کا وصیان کیا۔ ایک پیکر
 نورانی سامنے آ موجود ہوا۔ چہرے پر سورج کی چمک دمک۔ منہ میں بازو چھ
 آنکھیں نو میں نے اس کے قدموں پر سر جھکا یا اور استر راجپسوں پر چلایا۔
 راجپسوں کی عجیب و رگت ہوئی۔ دیوتا۔ گرڑ۔ راجپس۔ پشاپ۔ شہر
 بھیتے۔ سانپ وغیرہ بے شمار ذی روح اور خوشخوار جانور بدن میں چھٹ گئے

جس پر جھپٹے۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ سانس نہ لے سکا۔ ایک ہی استر نے میدان صاف کر دیا۔ شہر کی طرف نظر اٹھانا ہوا۔ تو بالکل سنان جانوروں اور گندھڑوں نے سانسے گھرا جاکر کر دیے۔ لاشیں ڈھیر تھیں۔ اور عورتوں کی گریہ زاری سے آواز مٹھم آ رہی تھی۔ میں وہاں سے راجہ اندر کی فہرست میں حاضر ہوا۔ ساری کیفیت بیان کی۔ راجہ اندر نے کار نمایاں کی تعریف کی۔ دوپٹا خوش ہو گئے۔

ادھیائے ۸۲

ارجن کو دیوتاؤں کے عطیات راجہ جد ہشت کی مر

ارجن سخن پر ہوا ہے۔ کہ بھائی صاحب راجہ اندر نے میر جسم پر کئی زخم دیکھے۔ تو حفاظت جہانی کیلئے یہ کوچ عطا فرمایا۔ جو میرے بدن پر ہے۔ سونے کا مانتشا جو آپ مجھے پہنے دیکھ رہے ہیں۔ اپنے تمام استروئے جو آپ کے پیش نظر ہیں۔ دیکھئے یہ دیوت سنگھ ہے۔ اسی کی آواز سے مخالفوں کا پناہ پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور زیورات دروپی کے زیب تن ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے بس خوبی کے ہیں۔ یہ سب دیوتاؤں نے مجھے مرحمت کئے تھے۔

راجہ جد ہشت نے فرمایا۔ کہ ارجن تمہاری ذات پر مجھے فخر ہے۔ بیشک بیشم تیار دونا چارج۔ کر پا چارج وغیرہ کی تمہارے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ یہ سب تمہارے ہی تیر کا نشانہ بنیں گے۔ مجھے اب تک بڑی فکر تھی۔ کہ تم وہاں ہو۔ یہاں مقابلہ بڑے بڑے بہادروں سے ہے۔ کیونکہ نشانہ راہوگا۔ شکر ہے کہ تم آگئے۔ جمہا خوش نصیب آج تک چند میں میں نہ تھا۔ نہ آئندہ ہوگا۔ جلا دیوتاؤں سے یا خدا کون حاصل کر سکتا ہے۔ جن سے دیوتاؤں کی روح فنا ہو۔ ان کو تم صرف غلط کی طرح مٹاؤ۔ تمہارا ہی کام ہے۔

ہم سب لوگوں کی امیدوں کا دار و مدار تمہیں ہے۔ سب راج پات

اب اپنا ہی سمجھو۔

ادھیائے ۸۳

ہتھیاروں کی نمائش۔ دیوتاؤں کی مہمانت
پانڈوؤں کی ہستناپور کی طرف واپسی ۱

راجہ جدھشٹر اور سب ہمراہیوں کو اُن ہتھیاروں کے دیکھنے کا اشتیاق
تھا۔ جو ارجن کو دیوتوں سے ملے تھے۔ سب کی خواہش کا اندازہ کر کے راجہ
جدھشٹر نے ارجن سے کہا +

ذرا دکھانا ہتھیار کون کون ہیں۔ کیسے کیسے ہیں۔

ارجن نے رخصت پر بیٹھ کر دیوت شکھ کی آواز سنائی۔ شیوجی کے پاسپت اور
رودلاستر دکھائے۔ راجہ اندر گھبرائے۔ کہ کہیں ارجن انہیں چلا نہ بیٹھے۔ وہ برن
جگ کو بیر اور ناروجی کے ساتھ آئے۔ اور کہا +

ارجن ہاتھ روکے رہے۔ انہیں ذرا بھی حرکت ہوئی۔ تو دنیا الٹ پلٹ سمجھ
لینا۔ جدھشٹر سے فرمایا۔ کہ ابھی معاف کیجئے۔ لڑائی کے موقع پر دیکھ لیجئے گا۔
کہ یہ استر کیسے ہیں۔

ارجن نے رخصت سے اتر کر دیوتاؤں کے قدم چومے۔ اطمینان و کیرخصت
کیا۔ اور کہا۔ اور ہتھیاروں کی نمائش و آزمائش ملتوی ہے۔ پانڈوؤں نے
اس مقام پر صحرا فردی کے دس سال ختم کئے۔ گیارہویں برس بھیم سین نے راجہ
جدھشٹر سے استدعا کی۔ کہ

ہمارا راج ارجن آگئے۔ دس برس بھی گزر چکے۔ اب مناسب ہے۔ کہ باقی دو
برس ہستناپور کے قریب بسر کریں۔ تیسرے برس چھینا پڑیگا۔ بعد جنگ و
جہل کا سامنا ہوگا۔ تیرہ سال کی نوبت آئیگی۔

راجہ جدھشٹر نے تجویز پسندی۔ اور سب کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا۔ راستے
میں کیشنل تھا۔ وہی دھرم کے چرچے تیرہ بہت وغیرہ بدری نبال میں پہنچے۔ تو ایک

رات وہیں آرام کیا۔ وہاں سے کراٹوں راج میں وارد ہوئے۔ سو باہورا جہ سے
 خوب ملاقات کی۔ راجہ جد ہشتر کے تمام نوکر چاکر یہاں خدمت میں حاضر ہو گئے۔
 کسی روز بصیم سین اومصر اور مصر سیر کرتا پھر تاقطا۔ اتفاق سے پہاڑ پر ایک فہوہ
 کی طرف گزرا۔ تو ایک اڑبے نے دو نو پاؤں جکڑ لئے۔ جد ہشتر کو خبر لگی۔ تو دور
 گئے۔ بصیم سین کو بلائے ناگہانی سے نجات دلائی۔

اوصیائے م

اڑبے کے منہ میں بصیم سین کو خوفِ جان جد ہشتر کی مدد
 کو تشریف بری۔ اچکر اور جد ہشتر کے سوال و جواب اچہ
 نہک کی سرگزشت غرور کے نتائج

راجہ جنبو بیٹھ پائیں سے پوچھتے ہیں۔ کہ بصیم سین کی طاقت کے تمام دنیا
 میں جھٹلے گڑلے تھے۔ پس مد ہے کہ دس ہزار ہاتھی کا زور۔ انہوں نے
 وہ وہ قوی پیکل رہیں زیر کئے جن سے دیوتاؤں کی روح تھرتی تھی پھر یہ کیا کہ
 اچکر سے جیت نہ پائے۔

بصیم سین پائیں۔ یہ رمز کی باتیں ہیں۔ دتیا میں کوئی بات بلا وجہ نہیں ہوتی جس کو میں نے
 اچکر کہا۔ وہ داصل اچکر نہ تھا۔ بلکہ اچکر کے چولے میں راجہ نہک پاندوؤں
 کے پردا دے کا دادا تھا۔ راجہ نہک گست جی کی بددعا سے اچکر بن گیا تھا۔
 اومصر خود طاقتور اومصر دعا کی تاثیر جس کو لپٹ جاتا۔ اس کا زور کھینچ لیتا تھا۔
 بصیم سین شہر ہر تھا۔ مگر کیا کرے۔ دعا کی تاثیر نے اس کی طاقت نایل کر دی
 کچھ ہاتھ نہ مار سکا۔ اور جد ہشتر کی بدولت ربانی قی جس وقت اچکر نے جکڑا
 اور بصیم سین کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے۔ بصیم سین نے دریافت کیا۔
 آخر تو ہے کون؟ میری طاقت ایک دم سے جاتی رہی۔ کچھ معاملہ سمجھ
 میں نہیں آیا۔

اجگر۔ تہارے پردا دے گا دوا ہوں۔ بھوک سے جان بگل رہی ہے تم سے پیٹ کی آگ بجھانا چاہتا ہوں۔

بیم سین۔ ایسا غضب نہ کرنا میرے چاروں بھائی جیتے ہی مر جائیں گے۔ درویدی جان دے گی۔ مائنتی کا سنتے ہی دم نکل جائیگا۔

یہ کہتے کہتے بیم سین کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ وہ رونے لگا کہ ہائے قسمت نے کہاں موت کے پنجے میں پھنسا یا۔ مجھے اپنی زندگی کی پرواہ اور موت کا کچھ غم نہیں۔ غم ہے۔ تو یہ کہ ایک گیر سبب سے کئی جانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ یہاں بیم سین زار و زار رو رہا تھا۔ وہاں جوش خون سر حد ہشٹر کے بائیں آنکھ پھڑکی۔ بار و بھی پھڑکا۔ تو بایاں۔ گیدڑوں کی آوازوں نے بدشگونی کی علامتیں ظاہر کیں۔ دل میں بھی کچھ پتھنی پیدا ہوئی۔ بھائیوں سے دریافت کیا۔

بیم سین کو کیا کہیں بھیجا ہے۔ مجھے آثار میڈ صوب نظر آتے ہیں۔ درویدی بھی تو کسی نے نہیں۔ خود ہی کسی ترنگ میں جنوب کی طرف گیا ہے۔ میں نے دختوں کو اکھاڑتے پتھروں کو ٹھکراتے کو دتے پھاندتے دیکھا تھا۔

راجہ جد ہشٹر یہ سنتے ہی اٹھ دوڑے پکٹے ہوئے وہاں پہنچے۔ جہاں ایک زورنگ کا چتی دار اڑ رہا بیم سین کو منہ میں دبائے پڑا تھا۔ جد ہشٹر کی جان اڑ گئی۔ کہ غضب ہو گیا۔ اڑ رہے کی وہ طاقت کہ دس ہزار ہاتھی کا زور کچھ کام نہیں کرتا۔ بیم سین سے دریافت کیا۔

بھائی کہو تو یہ کیا ہوا۔

بیم سین نے جو کچھ گزری قصی کہہ سنائی۔ اور کہا کہ طاقت و اقت کچھ کام نہیں دیتی۔ بے بس ہوں۔

راجہ جد ہشٹر نے اس وقت عاجزی کو مطلب براری کا ذریعہ بنایا بڑے ادب سے سوال کیا۔

اڑوہوں کے سرتاج۔ آپ نے میرے قوت بازو۔ اور جان سے عزیز بھائی پر کیوں یہ جہر بانی فرمائی ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ رحمت ہم لوگوں کیلئے

نہجست نہ ہو جائے۔ ذرا اپنی تعریف تو بیان فرمائیں +

اجگر۔ راجہ نہک کا نام سنا ہے۔ میں تمہارے پروادے کے بزرگوں میں ہوں۔ روئے زمین پر حکومت تھی۔ قلمرو میں آفتاب غروب نہ ہوتا تھا۔ نہ جانے کتنے جنگیہ کر ڈائے۔ دان پن کا حساب ہی کیا ہے۔ حکومت کے غرور اور اختیارات کے زعم نے یہ نوبت کر دی۔ در نہ دنیا میں میرے ہی نام کے ڈنکے بجتے تھے۔ خودی اور ملکیت سے سر پر بھوت سوار ہوا۔ کہ پانکی رشتی اٹھائیں۔ کہا برطرن آگست جی کو غصہ آیا۔ بدو عا دے بیٹھے۔ مجھے اس حالت پر پہنچا دیا۔ آج چھ ماہ سے پیٹ میں تو ادیسے پڑا ہوں۔ آنتیں کھرج رہی ہیں۔ کچھ منہ میں گیا ہو۔ تو قسم لے لوں تمہارا بھائی ایک ڈاڑھ کا تھا۔ شکر ہے کہ تم بھی آ گئے۔ دو ایک اور ایسے لقمے بھگوان بھیج دے۔ تو بس بھوک مر جائیگی۔ آج کا تو یوں سپہتا ہوا کل کا پھرا ایشور مالک ہے +

راجہ جدمششر۔ میں حاضر ہوں۔ مجھے کچھ عذر نہیں۔ مگر آپ میرے بھائی کی جان بچاتی کریں۔ بھوک کا علاج میں کر دوں گا۔ جو خوراک جو غذا کہئے حاضر کر دوں +

اجگر۔ میں بھی سین کو یوں نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں اگر میرے دو سوال حل کر دو۔ تو خیر کیا مضائقہ +

راجہ جدمششر۔ ضرور فرمائیے۔ جو کچھ ذہن میں آئیگا۔ گوش گزار کر دوں گا۔

اجگر۔ بس سوال یہ ہیں۔ کہ برہمن کہلانے کے لائق کون ہے۔ اور جاننے کے لائق کون ؟

راجہ جدمششر۔ برہمن وہ ہے۔ جو سچ بولے۔ دان کرے۔ بامروت و رحل ہو۔ دل آزاری و خوریزی سے متنفر ہو۔ جب تپ سے کام رکھے۔ اور جاننے کے لائق فقط ایک برہمن ہے۔ جس کو نہ خوشی سے مطلب نہ رنج سے غرض نہ حشیم خیال میں محسوس ہو۔ نہ آئینہ فکر میں عکس انگن۔ اور حکو خانہ دل میں پا کر انسان کو نہ رنج و راحت کی فکر رہتی ہے۔ نہ درود و اکی +

اجگر۔ دنیا کے چار بڑوں کے واسطے برہمن دیا اور ست دونو باعث نجات ہیں۔ کیا ان اوصاف سے شور بھی برہمن ہو سکتا ہے +

جدہ عشر۔ ماں جس برہن میں شور کے عادات و خصائل ہیں۔ وہ شور ہی ہے۔ برہن نہیں۔ اور شور برہن کے اوصاف سے متصف ہے۔ تو وہ شور نہیں برہن ہے۔

اجگر۔ اچھا مانا۔ مگر جب اپنے اوصاف و عادات سے شور برہن اور برہن شور ہوا۔ تو پھر قومیت کہاں رہی۔ یہ مسئلہ ہی نلارہ ہو گیا +

جدہ عشر۔ دنیا میں برن اس طرح ملے جلے ہیں۔ کہ ذات کی شناخت ہونا محال۔ مرد ہمیشہ سے تمام برنوں کی خورتوں کے ساتھ شادی کرتے چلے آئے ہیں۔ ان کی نسل بھی پھیلی ہے۔ گفتگو۔ عادات۔ پیدائش و موت اور اصول مباحثہ سب کیلئے یکساں ہیں۔ چنانچہ عالم و فاضل روشن ضمیر و حقیقت شناس رشتہوں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ کہ آچار مقدم ہیں۔ انہوں نے اولاد کی پیدائش کے وقت ماں کو سادری اور باپ کو اچارج مان کر ہدایت کی ہے۔ کہ نال کاٹنے سے پہلے ذات اور قومیت کے اصول برتنا چاہیے۔ احکام وید کے موافق سنسکار نہ ہونے سے انسان کسی برن کا ہو۔ شور ہی رہے گا۔ بسوا لیچھون جی کی یہی رائے ہے۔ برنوں کے خلط ملط ہونے سے ان کی شناخت وقت طلب ہوگئی۔ اس سے سنسکار اور آچار پر دار و مدار رکھا گیا +

اجگر۔ اچھا اب پہلے سوال کو یاد رکھ کر یہ تو بتائیے۔ کہ برہم جاننے کے لائق اور راحت و رنج سے متبر ہے۔ تو اس کے واسطے کوئی لفظ؟
جدہ عشر۔ وہ لفظ نہ بکار برہم ہے۔ کیونکہ انسان کیلئے رنج و راحت لازمی ہیں۔ اور سکھ و کھ شیعہ اعمال +

اجگر۔ آپ نے میرے سوالات کے جواب دیئے۔ جاننے کے لائق نہ بکار برہم کی شناخت کرائی۔ پس اب بصیم سین کو آزاد سمجھو +

جدہ عشر۔ باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ وید اور وید انگوں کے عالم ہیں۔ اس لئے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے خیال میں کن کن اوصاف سے نجات ابدی حاصل ہو سکتی ہے +

اجگر۔ شیریں زبانی سے۔ سنگتی سے اور ان لوگوں کو دان دیے سے جو
ستھی ہوں +

جد ہشتم۔ اچھا یہ تو فرمائیے کہ دان بن کا پھل زیادہ ہے۔ یا سچائی کا شیریں
زبانی کو فضیلت ہے۔ یا خوریزی کرنے کو؟

اجگر۔ ان میں فضیلت کی کمی و بیشی نہیں فرق ہے۔ تو صرف اوصاف کی کثرت
وقلت کا اگر راستی کے کام زیادہ ہیں۔ اور دان کے کم تو اول لہذا کو فوقیت ہوگی بلکہ
جد ہشتم۔ اور مرنے کے بعد نجات کس کرم سے حاصل ہوتی ہے؟

اجگر۔ اعمال کے لحاظ سے انسان کو تین حالتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ دان وغیرہ
نیک کاموں سے سرگ ملتا ہے۔ نیک کاموں کی زیادتی اور خراب اعمال کی کمی
سے قالب انسانی حاصل ہوتا ہے جس میں انسانیت نہیں غصہ درہے نفس
پرست ہے۔ دل آزار ہے۔ لالچی ہے۔ خوریزی کا عادی ہے۔ وہ ضرور جوان
ہوگا۔ گلے اور گھوڑے وغیرہ جو گوشت خوار نہیں۔ ان کی حالت غمخوار جانوروں
سے جدا ہے۔ ان کے پچھلے کرم اُسے اچھے ہوتے ہیں۔ ذی روح کیلئے چوری
لاکھ جنمیں مقرب ہیں۔ جو کوئی جیسے کام کرتا ہے۔ ویسا قالب پاتا ہے۔ اور اسی
قالب میں اعمال کے مطابق رنج و راحت کی بھی کمی و بیشی رہتی ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ سرگ میری سیر گاہ تھا۔ میری نظر میں کسی کی حقیقت
نہ تھی۔ دیتا برہم رشی اور گندھرب وغیرہ دیکھتے تھے۔ بسک میں خراج
دیتا تھا۔ ایک جنبش نظر سے پرے جسم کی طاقت کھینچ لینا۔ کوئی بات
ہی نہ تھی۔ وہ طنطنہ تھا۔ کہ بڑے بڑے برہم رشی پاکلی کا ندھے براٹھتے
تھے۔ ایک روز آگست جی کو بھی یہ خدمت ملی۔ میں نے پاؤں سے ٹھکرا
کہ سرپ سرپ کہا۔ مراد یہ تھی کہ ذمہ تیز ہیں۔ وہ گڑ گئے۔ اور کوس
بیٹھے کہ کہ بخت نہک سرپ (سانپ) ہو جائے۔ ایشور کے سرگ
سے زمین پر گر پڑے۔ بد دعا زبان سے بھگنے کی دیر تھی۔ کہ میں سانپ
ہو گیا۔ اب تو ہوش جاتی رہی۔ ساری ہیکڑی خاک میں مل گئی۔ آگست
جی سے گڑ گڑایا۔ کہ

ہمالج خطا معاف ہو۔ بیٹھے کو پہنچ گیا۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ سزا کی کچھ میعاد بھی ہے۔ اگست جی میری اگلی شان و شوکت۔ قدر و منزلت۔ ادج و عروج سے واقف تھے۔ ان کو رحم آ گیا۔ فرمایا کہ ابھی غرور و تکبر کا مزہ چکھو۔ دعائیں مانگو۔ کہ دھرم راج جد ہشٹر کے درش نصیب ہوں۔ چنانچہ آج تقدیر جاگی۔ دن پھرے سراپ سے جان بچی۔ اب پھر اصلی صورت نصیب ہوگی۔ آپ کی بدولت دوبارہ سرگ میں جاؤں گا۔

یہ کہتے ہی اگلے کی صورت تبدیل ہو گئی۔ راجہ نہک نے سرگ کی راہ لی۔ جد ہشٹر اور بھیم سین قیام گاہ پر آئے بھیم سین کی آنکھیں کسی کے سامنے نہ اٹھتی تھیں۔ چہرے پر پینہ چھلک رہا تھا۔ ریشموں اور برہمنوں نے سمجھایا کہ بُرا ماننے کی بات نہیں۔ آج تو سیکھے۔ کہ غرور کا نتیجہ کیا ہے۔ تم کو ملتا کے گھنڈ نے یہ سبق دیا۔ اب بھی احتیاط نہ کرو۔ تو تعجب ہے +
بھیم سین۔ واقعی آپ سب کا فرمانا درست ہے۔ میں نے کان پکڑے کبھی غرور کے پاس نہ پھٹکوں گا +

ادھیائے ۵۵

برہمات کی کیفیت۔ سری کرشن جی و مہارانی ست بھاماں کی کام بن میں وقت افروزی۔ پانڈوؤں سے ملاقات دوران گفتگو میں مارکنڈے رشی و سری ناروجی کی تشریف آوری۔ حالات زمانہ سابقہ سری مارکنڈے جی کی زبانی

راجہ جد ہشتہر کا مسرتی کے ساحل پر قیام ہے۔ یہاں یوں ہی معمولی دیکھی
 کے اسباب مہیا ہیں۔ اس پر جب برسات کا سہانا موقع آ جائے۔ تو کیا کہنا۔
 صحرا فردان باد یہ غربت نے اس فضل خوشگوار کی بھی جی بھر کے بہاؤ دیکھی۔
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں۔ اودی اودی کافی کافی گالی گھٹاؤں۔ بادل کی کرؤک
 سبکی کی چپک۔ رعد کے شور۔ مینہ کے زور۔ جنگلوں کے سبزہ زار۔ بہری بہری
 دوب کی بہار۔ درختوں کی گلہری۔ پھولوں کی عطر نیری۔ ہرنی۔ ہرنوں
 کی ٹھٹھلیوں۔ جڑیوں کی میٹھی میٹھی بولیوں۔ کبکوں کے تھتھوں۔ بلیوں کے
 چچوں۔ طوطی کے نغمہ دلنواز۔ طاؤسوں کے قہقہے ناز۔ خامہ قدرت کے نقش و
 منکار۔ پیسہ کی پھار۔ کوئل کی کوک۔ آواز غوک۔ رنگ رنگ کے برساتی سیڑوں
 کی خوشنما۔ پھولوں پر حسینان سراپا ناز کی غزل سرائی۔ پوہی بلادروں کی دلازاری
 مرزا پور کی کجریوں کی جنم انلیزی۔ دریاؤں کی دغیانی۔ موسلا دھار برسنے لگے
 پانی سے کیسا ہی پر مردہ دل ہو۔ ایک دم مہرا ہو کر کنول کی طرح کھل جاتا۔ ارجن پتر
 سین گندھرب کا شاگرد رشید تھا۔ اس کے دل میں ترنگ اٹھی۔ کہ فرادول بہاؤں
 خوش قسمتی سے یہ بہار نصیب ہوئی ہے۔ اس نے ایک مہار چھیڑی۔ اور آواز
 کا وہ اتار چڑھاؤ دکھا دیا۔ گیکری تال مسر کی وہ خوبیاں ظاہر کیں۔ کہ سامعین
 غشش کر گئے۔ طایران خوشنوا کو حال آنے لگا۔ جانوران صحرائی عالم وجود
 میں ہو گئے۔ راجہ جد ہشتہر کو اس موسم کی دلچسپی اور بہار پر کیفیت نے ایسا محو
 کیا۔ کہ چار مہینے وہاں کی دہشتگیوں کے دل نہ اچھا سکے جب موسم سرسبز
 فصل پریشکال کو گلے مل کر خست کیا۔ انہوں نے بھی کاٹک شادی پور نہماشی
 کی رات وہیں بسر کر کے علی الصباح کام بن کی راہ لی۔ مہراہیوں کا جھانہ کاب
 تھا۔ رتہ ہوا سے باتیں کرتے تھے۔ کام بن میں ایک ہفتہ قیام ہوا تھا۔ کہ سرکشین
 چند رجبی کے نرول اجمال کی خبر گرم ہوئی۔ پانڈو سر کے بل روانہ ہوئے۔ استقبال
 کیا۔ قدمبوسی حاصل کی۔ کرشن جی سبے انگلیسر ہوئے۔ درویدی ست بھاماں
 سے ملی۔ طرفین سے مزاج برسی ہوئی۔ اظہار محبت کیا گیا۔ پھولوں کے ٹار پٹا
 گئے۔ اس وقت کام بن میں جو کیفیت نظر آتی تھی۔ بیان سے باہر ہے۔

یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ کامرن میں نندن بن ہے۔ پانڈو نہیں اشنی کہ رہیں۔
 کرشن جی نہیں بھگوان شکر ہیں۔ مہاراج کرشن جی سب کے دیدار فرست آثار
 سے نہایت ہی خوش ہوئے۔ راجہ جدھشٹر سے فرمایا کہ
 دھرم کے مقابلے میں راج پاٹ کچھ چیز نہیں۔ آپ کے دھرم اور ست
 نے دونوں کوں پر اپنا سکہ بٹھالیا۔ دھرم کا مقدم فرض تپ تھا۔ وہ بارہ برس کی
 تیرتھ جاترا کر چکے۔ با اینہ آپ پر دنیاوی خواہشات مطلق اثر نہیں۔ ادھر
 دھرم کی کمائی۔ ادھر دھرم و دیا کی دولت اس سے بڑھکا ایک کشتی کو اور
 کیا چاہیے +

راجہ جدھشٹر سے اتنا فرما کر دھرم ہشی کی طرف روئے سخن کیا۔ کہ مہاراج دیکھئے
 ادھر تو راجہ جدھشٹر لوک پر لوک بنانے میں شغل ادھر درلودھن وغیرہ کو پاپ
 بھرنے سے دلچسپی کیا طبیعتوں کا اختلاف ہے۔ کوروؤں کا بھی کہیں بھلا ہو سکتا
 ہے۔ جن کو ادھرم کے سوا اور کسی کام سے مطلب نہیں۔ درودہی کو بھری سمجھ میں
 نہ آئے کی کوشش۔ اس پاپ کو خیال کرتے ہوئے روئے کھڑے ہوتے
 ہیں۔ یہ پانڈوؤں کا ہی کیجئے تھا۔ کہ برداشت کر گئے۔ طرح دے دی دوسرا
 ہوتا تو اپنا اور ان کا خون ایک کر دیتا۔ ان لوگوں نے پاپ کی ٹھٹھری اچھی طرح
 باندھ لی۔ ملک عدم کی تیاریاں کر چکے۔ کوس سفر پر چوٹ پڑنے کی دیر ہے۔
 (درودہی سے مخاطب ہو کر) مہاراجی جی بھیتوں کے دن گئے۔ اچھے دن دوڑے
 چلے آتے ہیں۔ دیکھو مینا کہ بد نصیب کوروؤں کو کئے کا کیا پھل ملتا ہے۔ ہمارے
 دوست ارجن اندر سے ششتر و دیاسیکھ ہی آئے۔ دیوتاؤں کے تمام استر تھار کے
 قبضے میں ہیں۔ اب کس کا ڈر ہے۔ تھارا بھائی میرے یہاں ششتر و دیاسے ناسخ
 ہو چکا۔ اب جلاوون جی بید کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اوپر دمن جی تیرا نازری کی
 وہ بٹی تھارے فرزند ان نام وارا بھن سوہیتہ اور بھانوک کی طرح پرمون کو عزیز جان
 ہے۔ (راجہ جدھشٹر کو متوجہ کر کے) مہاراج دھرم ہتر۔ آپ یہ خیال نہ کیجئے گا
 کہ بارہ برس کی صحرا نوردی سے آپ کی محبت اور قدر و منزلت کو لوگوں نے
 بھلا دیا۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں۔ صد ہا راجے تھارا جے جان شاری کیلئے

مکرستہ ہیں۔ دیو دھن کے نام سے ان کی آنکھوں میں خون اترتا ہے۔ وہ
حبوت موقع ہوگا۔ جان و مال سے حاضر ہوں گے۔ مگر ہستنا پور پہنچنے
سے قبل میری رائے ہے۔ کہ آپ وہ قول پورا کر لیں۔ جو بھری سبھائی
آپ کر چلے ہیں +

راجہ جہد ششتر۔ ترلوکی ناقد۔ پاٹھو آپ کے دست گرفتہ ہیں۔ آپ سایہ
ماطفیت ہم سب کیلئے تاج اختیار ہے۔ مجھے جو کچھ بھروسہ ہے۔ وہ آپ کی
مدد کا جس پر آپ کی نظر عنایت ہو۔ اس کو کسی سے کیا ڈر۔ کسی اور کی مدد
کیا درکار۔ آپ کی کرپا سے بارہ برس خیر و عافیت سے گزر گئے۔ اب ایک
سال سخت مصیبت کا اور باقی ہے۔ آپ جاہیں گے۔ تو وہ بھی آسانی سے کٹ جائیگا۔
ابھی راجہ جہد ششتر کی بات ادھوری ہی تھی۔ کہ مارکنڈے رشی دفعۃً وارو
ہوئے۔ رشی جہاںج زندہ جاوید ہیں۔ ہزاروں برس کی عمر پر بھی پچیس برس
سے زیادہ سن معلوم نہ ہوتا تھا۔ سب لوگ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
ڈنڈوت کی بڑی تعظیم و تحریک سے بٹھایا۔ قدم دھوئے۔ پھول چڑھائے
سری کرشن جی شکر یہ ادا کر کے گوہر انشانی کی بکا
مہاراج سب لوگ زبان مبارک سے راج رشیوں کے حالات سننے
کے مشتاق ہیں۔

مارکنڈے جی کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ سری ناراجی بھی تشریف
فرما ہوئے۔ ان کیلئے بھی آنکھیں کچھ کھلیں۔ اور خوب تواضع اور تکریم ہوئی۔
ناراجی نے دریافت کیا +

سرمہ کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ میں مغل تو نہیں ہوا۔
سرمہ کرشن جی۔ واہ مہاراج! آپ اور مغل صحبت بہم لوگ تو بڑا فخر کرتے ہیں۔
کہ ادھر مہاراج مارکنڈے جی نے عزت افزائی فرمائی۔ ادھر آپ تاج مرہندی
بخشا۔ مارکنڈے جی مہاراج سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ کچھ زمانہ قدیم کے حالات
میلن فرما کر مشن توجہات فرمائیں چنانچہ جنش لبکا انتظار تھا۔ کہ آپ اپنے درشن آویسے رہ کر
راجہ جہد ششتر جی نے عرض کی۔ کہ جب اپنی مصیبت اور کور و دل کی راحت پر

نظر کرتا ہوں۔ تو میری عقل چکر جاتی ہے۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ اچھے اور بُرے اعمال کا نتیجہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ علاوہ بریں جب موجودہ زندگی یا آئندہ قالب میں رنج و راحت وغیرہ کمروں کی اچھائی یا بُرائی پر منحصر ہیں۔ تو ایشم کے دست قدرت میں کیا رہ گیا میرا سوال یہ ہے۔ کہ قالب عنصری سے جدا ہونے پر جیو آتما لوکٹ پر لوک میں اعمال زندگی کے موافق نیک و بد افعال کے عوض اچھے یا بُرے پھل کیونکر پاتا ہے۔ اور مدت تے دراز تک ان اعمال کا ذخیرہ کہاں جمع رہتا ہے۔

مارکنڈے۔ سوال بہت معقول ہے۔ اہل دنیا کو اس سے عمدہ سبق ملے گا
سنو +

ابتدائے آفرینش میں سبک پیشتر برہما جی کا ظہور ہوا۔ انہوں نے انسانی خلقت کو لباس عنصری سے آراستہ کیا۔ اس وقت کے انسان راستی پسند اور باخبر تھے۔ ہر چیز حسب خواہش دستیاب ہوتی تھی۔ سرگ میں آمد و رفت کا اختیار حاصل تھا۔ عمریں نہ رٹا برس کی حرص و ہوا منقود۔ نفس پرستی و خواہشات نفسانی معدوم۔ اولاد کی کثرت نہ اڑوں تک کی نوبت +

دوسرے دور میں انہیں لوگوں پر کام کر دودھ، لوبھ، مودہ کا غلبہ ہوا۔ فکر معاش میں فریب و کمزوری ہو چلی۔ اب اعمال کا چکر چلا۔ نیک کاموں اور بُرے فعلوں کی جزا سزا ملنے لگی۔ یہ بیویں کیلئے حیوانات اور پرندوں کے قالب تیار ہوئے۔ تکلیف خواہشات میں لوٹا لگنے لگا۔ دلوں میں دھم گھر کو گیا۔ صدق ارادت جاتی رہی۔ خاندانی فضیلت پر داغ لگا۔ بیماریاں پیدا ہوئیں۔ رنج و غم کا دور دورہ ہو چلا۔ عمریں گھٹیں۔

ذی روحوں کی خوریزی۔ دوستوں سے دغا بازی اور ایسے ہی دوسرے افعال نتیجہ سے عقل پر پتھر پڑ گئے۔ فہم و فراست بحال دگئی۔ اگلی باتیں جھوٹ معلوم ہونے لگیں۔ کیسی ہی سچ بات ہو۔ کبھی عقل باور نہ کرتی تھی۔ ایسی ایسی بد افعالیوں اور ان کے خلاف نیک اعمالیوں کے لحاظ سے روح اچھا یا بُرا قالب پاتی ہے۔ شریر یعنی قالب عنصری دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک استھول دوسرا سوشم۔ یعنی تنگ۔ جب استھول شریر نہیں رہتا۔

اوصیائے ۸۶

۱۔ ہے ہے دلش کے راجکار کی تیر اندازی۔ رشی کا قتل
راجکار کا خوف عذاب ارشٹ رشی کی برکت سے مردہ
رشی کی زندگی بارکنڈ سے جی کی بانی

۲۔ اترے رشی کا افلاس استری کو پرورش اولاد کیلئے
فکر زر رشی کی راجہ بین کے اشمیدہ جگیہ میں رسائی۔
برہمن سے مباحثہ مباحثے میں حجت حصول دولت مقصد
براری!

بارکنڈ سے جی نے اب زمانہ قدیم کے حالات یوں بیان کرنا شروع کئے کہ
ہے ہے دلش ایک راج کا نام تھا۔ وہاں کے راجکار کو شکار کی دھن ایک
منجل میں لگی۔ جہاں ایک گھاس کا انبان نظر آیا۔ راجکار کو شکار کی دھن بندھی
تھی۔ گھاس میں کالے ہرن پر نشانہ لکھا یا۔ شکار فوراً چیت ہو گیا۔ راجکار خوش
خوش پہنچا۔ تو روح اڑ گئی۔ بکلیجہ دھک سے ہو گیا۔ منہ پیٹ لیا۔ کہ اے غضب
ہو گیا۔ کالے ہرن کے دھوکے میں ایک مہاتارشی کی جان لے لی۔ انوس
مرگ چھاتے نے دھوکا دیا۔ اس کے غلوں کے نیچے سے زمین کل گئی۔ بھاگ
ہوا راجدھانی میں آیا۔ برہمنوں کے آگے سر کو مارا۔ کہ اے غضب ہو گیا بظرف خطا کی
ناراضگی میں ایک رشی پر تیر سر ہو گیا۔ سخت سنج ہو گیا۔ خوف عذاب جان میں جان نہیں۔

تو سیکھتے شری میں نیکے بد اعمال کی سزا و جزا ملتی ہے۔ سیکھتے شری پرستار اعمال کا خزانہ ہے۔ اور جب سیکھتے شری پرستار اپنی عمر بچی کو پہنچ جاتا ہے۔ تو جیو آتما کوئی دوسرا قابل قبول کرتا ہے۔ اعمال اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ جس کے سوا کسی سے اس کو رنج ملتا ہے۔ یا رنج کی بھی ممکن نہیں کہ اعمال کا اچھا یا بُرا نتیجہ یعنی سزا یا جزا نہ ملے۔ جو لوگ روٹھنے پر غصہ کرتے ہیں یا صحت کش۔ یا بندہ شاستر یا سناخ الاعتقاد۔ راست گفکار و نرم قلب۔ یا ہمدرد خلائق ہیں۔ دھرم اور رت کو جان سے زیادہ مقدم سمجھتے۔ اور اندریوں پر قابو رکھتے ہیں۔ انکو مقدس اور پاک قابل تباہی و تاراج اعلیٰ ملتے ہیں۔ ان کی عادات نیک ہوتی ہیں۔ جسم تندرست۔ عذارین سے پاک۔ اندیشہ و فکر سے مبرا۔ جب مرگ سے عالم موجودات میں آئے۔ روٹھنے پر غصہ سے آتما اور پرما تکی شناخت کرنی۔ سرائے فانی سے نیک اعمال کی بدولت عالم باقی میں پھر جا پہنچے۔ مخلوقات عالم میں سے کچھ ذی روح تو وہ ہوتے ہیں۔ جنہیں یہاں تو راحت ملتی ہے۔ مگر مرگ میں راحت کا نام نہیں۔ کچھ جاندار ایسے ہیں۔ جنکو دنیا میں دکھ سے سامنا رہتا ہے۔ مگر عقبے میں سکھ ہی سکھ ہے۔ اکثر لوگ سیکھتے دو نو جگہ آرام ہی آرام ہے۔ اور بہتوں سیکھتے نہ یہاں چین نہ وہاں جو زندگی میں بید خوانی میں شغل رہتے ہیں۔ نفس کشی کرتے ہیں۔ اور کسی کی روح کو نہیں ستاتے۔ جان نہیں مارتے۔ ان کو دنیا میں ضرور تکلیف پہنچتی ہے۔ مگر مرگ میں راحت ہی راحت ہے۔ جو اشخاص بچپن سے نیت خیر رکھتے دھرم کو مقدم سمجھتے۔ ایمان داری سے روپیہ کاتے ہیں۔ شادی کرتے جگہ وغیرہ نیک کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کو ہر جگہ عیش ہی عیش ہے۔ بہتوں نے نہ کچھ پڑھا۔ نہ کھا۔ نہ تپ کیا۔ نہ دان پن نہ ادا وہے نہ ادا کی فکر۔ انکو کہیں بھی راحت نہیں۔

آنا کہہ کر راجہ جہد حشر سے فرمایا کہ

تمہارا یہ تکلیف کا زمانہ چند روزہ تھا۔ اسے تکلیف کا زمانہ نہ سمجھو۔ بلکہ ایام راحت کا پیش خیمہ۔ تمہیں یہاں بھی عنقریب سکھ ہی سکھ حاصل ہوگا۔ اور مرگ میں بھی راحتیں نصیب رہیں گی۔ تمہارا جہنم ہی اس واسطے ہوا ہے کہ دیوتاؤں کی مشکلات حل کرو۔ پتروں کو ثواب پہنچاؤ۔

برہمن دور ہوئے اثرش نیم رشی کے اثر میں گئے۔ دیکھا کہ رشی صحیح سلامت گئے۔ اثرش
نیم رشی جی صاحب کشف کلمات تصویرت سمجھ گئے کہ یہ لوگ غرض سے گئے وہ منہ لگا
کہ جس برہمن رشی کو تہا راجکار نے ہرن سمجھ کر نشانے سے چٹ کیا تھا۔ وہ دیکھو
سامنے بیٹھا ہے۔ راجکار ابھی سچہ ہے۔ نا سمجھ ہے۔ اس کی خطا ہی کیا۔ کہ دنیا کہ طہن
رکھے۔ اس پر برہمن تہا کا اثر نہ ہوگا۔ برہمن مردہ رشی کو زندہ دیکھ کر حیرت میں پڑے۔
زیادہ تعجب ہوا کہ فرادول پرل نہیں۔ دریا عافیت ان حالت میں بھی جوش زن ہے +
رشی جی۔ بھائی اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ جو دنیا کو لات مار کر نخل میں تپا کو
زندگی کا حاصل سمجھتے۔ پانی پر جان دیتے۔ اپنی بھوک مار کر سا دھوؤں بیراگیوں
کا پیٹ بھرتے ہیں۔ ان سے موت بھی پناہ مانگتی ہے۔ پھر راجکار کا تیر کیا اثر
کرتا۔ میری تپا کی طاقت نے مردے کو اٹھا کر بٹھا دیا۔

مارکنڈے جی نے یہ ذکر ختم کر کے دوسرا تذکرہ چھیڑا گو ہر افشاں ہوئے کہ
اترے رشی بڑے قناعت پسند اور پاکمال تھے مگر بے بھجھنی نہ تھے۔ بالکل
کھلکھل ان کی استری جب دیکھو سر ہوتی تھی۔ کہ ہاراج آپ کی قناعت سے بچوں کو
پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ بچاے بکتک ہوا پھانگیں پیٹ میں تو ادیں۔ تو کیونکر ذرا دھڑا دھڑ
جائے کسی اج سے طے نہ کچھ لاپے۔ تب یہ غریب ملیں گے کوئی پیسہ لگی پرورش کیسے ہو۔
رشی کا جواب دو ٹوک ہوتا تھا۔ کہ بن باسیوں کو روپے پیسے سے کیا غرض میں
پرائے ہاتھ کا بل لینے کیلئے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں گا +

اتفاق سے انہیں ایام میں راجہ بن نے اشمیدہ جلیہ کیا استری پیچھے پڑ گئی۔
کہ بھلا اب تو جاؤ۔ جہاں ہزاروں اور رشی مٹی ہو گئے۔ وہاں جائیسے تہا رشی عزت
گھٹ نہ جائیگی۔ اترے رشی مجبور ہوئے کوئی عذر نہ چل سکا۔ جلیہ میں گئے راجہ
بن کو اشیر بلادیا اور بڑے +

راجہ بن: تیرے دھرم کا کیا کہنا۔ رو زمین پر تو پتھم (فضل اکوین) ہے۔ کون
بشر ہے جو تیرا مداح خواں نہیں۔ سا رشی تیرا جش گاتے ہیں +
اترے رشی کے منہ سے پتھم کا لفظ نکلتے ہی گوتم رشی اور تمام برہمن یک زبان
ہو کر بول اٹھے۔ کہ وا اترے رشی راجہ بن کی شان میں پتھم کا لفظ معلوم ہوا۔

کہ عقل سنبھال گئی۔ کچھ معلوم ہے۔ کہ یہ لفظ کس کی شان میں استعمال ہوتا ہے۔
اند کے سوا کوئی راجہ اس لفظ کے ساتھ یاد نہیں کیا جاسکتا +

اترے رشی۔ میری عقل سنبھال گئی ہے۔ تو تم لوگوں کی بلا سے پہلے ذرا اپنے
دماغ کا علاج کر لو۔ تو بات کرو میں نے جو کہا۔ وہ تجھ کی ٹیک بال ٹھیک۔ راجہ
میں بڑے رعیت پرور۔ انصاف پسند ہیں۔ دست خیر کی دنیا قایل ہے پس ان
کی شان میں پرہضم کا لفظ موزوں نہیں۔ تو اور کس کی شان میں؟

برہمن منڈلی۔ کیوں ایسا نہ کہو۔ راجہ سے روپیہ کس طرح اٹیٹھ سکو گے۔ اس
بات سے کچھ اترے رشی کو طیش آیا۔ کچھ برہمن گرم ہوئے۔ ایک ہنگامہ برپا
ہو گیا۔ ہم جمع ہو گئے +

کشپ رشی غلاٹہ سکر بوے۔
کس نے کانٹوں کے پردے پھاڑ رکھے ہیں۔ کس نے ایسے شخص کو گھسنے
دیا جس کے سبب آئے بتیا جھج گئی۔ کیا بات ہے کہو +

برہمنوں نے سب کیفیت سنائی ریشپ جی نے کہا۔ کیا چھاؤ دام لو۔ نصول
بک بک جھک جھک سے نتیجہ نہیں سنت کمار جی تصفیہ کرویں گے۔ کہ حق پر
کون ہے +

رشی اور برہمن سنت کمار جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سدا مباحش گلاٹ
کیا سنت کمار جی نے فرمایا کہ

اترے رشی کا فرمانا بہت درست ہے۔ میں ایسے راجہ کی شان میں پرہضم کا
لفظ استعمال کرنا کیوں۔ وہ نہیں۔ آپ سب لوگ غلطی پر ہیں۔

رشی اور برہمن اپنا سامنہ لئے وطن سے راجہ کی خدمت میں آئے۔ سنت
کمار جی کا فیصلہ بیان کیا۔ راجہ میں کو پرہضم کے لفظ سے وہ اعزاز حاصل تھا۔ جو

راجہ اندر کے واسطے مخصوص تھا۔ اترے جی کے کمال لیاقت نے ان کو ایسا
گرہیدہ کر دیا کہ سامنے سونے چاندی کا ڈھیر بٹھایا۔ بہت سی گائیں نہر کیں اترے

رشی و ماں سے خوش خوش پھرے۔ آشرم میں آئے ساری دولت استری
کے حوالے کی۔ اور کہا لو جین کرو۔ اب تو دل بھرا؟

اوصیائے ۸۷

تاکش رشی کی درخواست پر سرسوتی جی کی سخن سرائی
وان پن کے پھلوں کا بیان (مارکنڈے جی کی زبانی)
مارکنڈے جی کا سلسلہ سخن جاری ہے کہ ایک تاکش رشی گزرے ہیں۔

جنہوں نے برہما کی عالم و فاضل بیٹی سرسوتی سے سوال کیا کہ
انسان کی نجات کے وسائل کیا ہیں۔ وان سے نجات کیونکر ملتی ہے ؟
سرسوتی : دید پاشی۔ پیشوی اور برہم کو بیاپک ماننے والے دیولوک میں جاتے
ہیں۔ یہ لوگ نہایت ہی عجیب غریب ہے۔ اُسیں خوبصورت نہیں جتنے
صاف و شیریں پانی میں ہر رنگ کی مچھلیاں طلائی و نقرئی رنگ کے کنول پھول
کی زالی بہار جن کو رنگ رنگ کے پھولوں کی زینت۔ پھلوں سے زیبائش پھول
بھی وہ جن کی ہرک مڑوں کے دماغ میں جان ڈال دے پھل بھی وہ جن کی
خوشبو سے اندرائیں پھل بھی امر پھل بن جائے۔ یہاں جو پہنچا اس کے آرام و
سائش کا کیا ٹھکانا۔ خوبصورت سے خوبصورت الپسرا میں۔ خدمت کو موجود دیوتا
تک رضا جوئی کیلئے حاضر۔ لوک ایک نہیں کئی ہیں۔ جہاں مختلف اوصاف
کے لوگوں کی بو و باس ہوتی ہے۔

سُوج لوک میں وہ جگہ پاتا ہے جس نے بیل وان کئے ہوں +
امر لوک سے ملتا ہے جس نے لباس اور سونا چاندی کا دان کیا ہے +
سورگ لوک اس کے واسطے ہے۔ جو بہت سیدھی اور دو دھاری گائے
وان کو دے۔ بچھڑا بھی ساقہ ہو +

اندر لوک کا وہ تخت ہے۔ جو برہمنوں کو ہدایات مقررہ کے موافق وان دیتا

ہے +
گو لوک میں وہ جاتا ہے جو ہومن کے باقی ماندہ اناج کو کھاتا ہے۔ بچہ کا دش

مل جانا بھی اس کے واسطے کچھ عجیب نہیں +
اب ذرا ایک ایک دان کا پھل کھسنے +
طاقتور بے شر اور کھیتی کے لائق بیل دان کرنے سے دس گنو داؤل کا ثواب حاصل ہوتا ہے +

سینگ منڈھوا کر پوش ڈال کر دشنا دے کر دان کرنے سے کپلا گائے
دان دینے والے ہی کو نہیں۔ پڑکھوں اور ان کے پتروں کو بھی سورگ میں پہنچا دیتی ہے۔

گنو دان گھو رنک کے عذاب سے انسان کو چھڑا دیتا ہے +
سات برس بلا ناغہ ہونے والے کی گذشتہ و آئندہ سات چشتیں نجات حاصل کرتی ہیں۔

مگر یاد رہے کہ بید نہ جاننے والے برہمن سے آگ میں ہون کر انیکا نہ کچھ
بھیل ہے۔ نہ گنو دان کا۔ اور نہ بے ماتھ پاؤں دھوئے ہون کرنے کا یہ نتیجہ
نکلا۔ کہ ہون کر نیوالا گنو دان لینے والا برہمن بید خواں ہونا چاہیے۔ اور ہون کرنے
وقت ماتھ پاؤں ضرور دھو کر پاک و صاف ہو جانا لازمی ہے۔

مارکش رشی۔ آپ نے بہت روضتائے میں بہت مسمون ہوا۔ اب میری
خواہش ہے۔ کہ آپ کچھ اپنا حال سنائیں۔ تکلیف دہی کی معافی مانگنا

ہوں +
سُورنی جی۔ علم۔ دولت وغیرہ تمام دنیا کے لوازمات سے میری پرورش ہوتی
ہے۔ یہی میری ترقی اور یہی میری رونق و عظمت کا باعث ہیں۔ جنگو نہ خواہت
کی خواہش۔ کسی بات کا اندیشہ و تردد۔ بید خوانی سے سروکار ہے۔ موم آزاری
دخوزیری سے عار ہے۔ جب تپ کو مال زندگی اور سرمایہ حیات جانتے ہیں۔
ان کی عظمت ہے کہ پر ماتا کو قبضے میں کر لیتے ہیں۔ پر ماتا کیا ہے۔ کل
کائنات کے درخت کی جڑ۔ اور درخت کون جس کی شاخیں کا شمار ہی نہیں۔
خلاصہ یہ کہ جس کے ملنے کی ہوس میں اندر ایسے آگن ایسے دیوتاؤں نے
جلیہ کئے۔ وہی میری جلوہ گاہ ہے۔

اوصیائے ۸۸

برہما جی کی مچھلی کے قالب میں مختلف حالتیں پرے
کا طوفان مذکور الصدمہ مچھلی کی مدد سے کشتی پر منوجی کی
جانبہری بہالیہ کی نوبندھن چوٹی پر پیشیا

مارکنڈے جی راجہ جدمشتر سے مخاطب ہیں۔ کہ اب ہیوسوت منو کا حال سنئے۔
یہ بدری بٹال آشرم میں تپ کر رہے تھے۔ کہ چیرنی ندی سے آواز آئی۔

مہاراج۔ جان بچاے بڑی بڑی مچھلیاں سیری طرف جھپٹ رہی ہیں۔
منوجی نے انسان کی آواز سنی۔ اسی وقت ندی کے کنارے پہنچے۔ دیکھا
ایک جھپٹی مچھلی فریادی ہے۔ وہ اُسے آئے اور ایک پانی کے گھڑے
میں ڈال دیا۔ مچھلی کا قد بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھا۔ کہ آخر منوجی کو بولی میں جھپٹنا
پڑا۔ باولی میں بھی وہ اس قدر بڑھ گئی۔ کہ جگہ نہ رہی۔ منوجی پہنچے۔ تو اس نے
بہت شکر یہ ادا کیا۔ اور عرض کی۔ کہ

مہاراج دیکھئے کیسی تنگی سے بھر کر رہی ہوں۔ اگر آپ گنگا جی میں جھوڑ دیں۔
تو بڑا احسان ہو۔ آپ کا سلوک میں کبھی نہ بھولوں گی۔ اور آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ کہ
ایک وقت اس طرح آپ کی بھی میرے سبک جان نہ گئی۔

منوجی رہنی تو ہوئے۔ مگر گنگا جی تک کیسے پہنچائیں مچھلی مچھلی نہ رہی تھی۔
مگر مچھلی پانک برابر نہ تھا۔ وہ اس فکر ہی میں تھے۔ کہ کیا کریں۔ اتنے میں پھر
مچھلی کو دیکھا تو قیال جھوٹا۔ وہ اُسے اٹھا کر لگائے۔ اور گنگا جی میں جھوڑ دیا۔
فقوڑے دونوں کے بعد مچھلی مگر مجھ کا کیا ذکر ایک پہاڑ دکھائی دینے لگی۔
گنگا جی میں سمانہ سکی منوجی انسان کو گئے۔ تو درخواست کی۔ کہ

مہاراج۔ آپ ہی سیری جان بچاتے چلے آئے ہیں۔ گنگا جی میں بھی اب

گنجائش نہ رہی۔ آپ ہی تکلیف کریں۔ تو سمندر میں فراغت سے رہ سکیں۔
 مچھلی نے یہ سنکر جسم چھوٹا کر لیا۔ منوجی نے سمندر میں پہنچا یا جب منوجی چلتے
 نکلے۔ تو مچھلی بولی۔

منوجی مہاراج۔ ایک بات سنتے جاتے پرے ہوئے والی ہے۔ پانی کے
 سوا خشکی کا نام نہ رہے گا۔ ایک کشتی تیار کیجئے تمام ضروری ذخیرہ اس میں ہو ایک
 مضبوط رسالہ بھی اس میں بندھا رہے۔ جب پرے کا زمانہ آئے بہت ریشوں کو
 لئے ہوئے کشتی پر سوار ہو جائے گا میں موقع پر پہنچوں گی۔ اس وقت صورت اور
 ہے۔ اس وقت منہ پر ایک طویل طویل سینگ پائیگا۔ میں آپ کو اس پر لے میں
 بچاؤنگی۔ کوئی خوف کی بات نہیں۔

مچھلی چلی گئی۔ منوجی نے کشتی طوفان کا بھی دن آگیا۔ دنیا بھی غرق ہوئی۔
 منوجی طوفان کے تھپیڑے میں پھنسے۔ مچھلی بھی اسی وقت آ پہنچی۔ جب کشتی ڈوگ
 رہی تھی۔ منوجی نے بڑی چھرتی سے رے کا پھندا پھینکا۔ مچھلی سینگ میں ڈال کر
 ادھر ادھر چکر دینے لگی۔ پانی کے زور شور کا کیا ذکر۔ تمام دنیا سیارہ ہو گئی۔ اونچے
 پہاڑ تک پانی میں ڈوب گئے۔ مچھلی بھاگتے بھاگتے ہمالیہ پہاڑ کی طرف پہنچی ہمالیہ
 کی سب بلند سے بلند چوٹیاں پانی کے اندر تھیں۔ صرف ایک سر
 بفلک چوٹی ڈوبنے سے باقی تھی۔ مچھلی نے وہ کشتی وہیں بندھوا لی۔ اور
 کہا کہ

کچھ چچا نا۔ برہما کو ان ہے۔ پر جاپتی کسے کہتے ہیں۔ میں ہی وہ ہوں۔ جن
 کا تم نے نام سنا تھا میں اس طوفان بلا سے بچا نے کسے لے مچھلی کا قالب
 بول کر رکھا تھا۔

منوجی۔ اب انتظام آفرینش کے ذمہ وار تم ہو۔ تمہیں جگہ کرنا لازم ہے۔
 یہ الفاظ ختم ہوتے ہی دیکھتے ہیں۔ تو مچھلی اندر۔ اب فکر ہوئی۔ کہ انتظام
 آفرینش کیونکر ہو سکتا ریشوں سے مشورہ ہوا۔ سب کی رائے سے اسی نو بندھن
 نئی چوٹی پر منوجی مہاراج نے تیشیا شروع کر دی۔ نو بندھن چوٹی وہی ہے۔
 تبہیں منوجی نے مچھلی کے کہنے سے کشتی کا رستہ باندھا تھا۔

اوصیائے ۸۹

زمانہ قیام دنیا کی تقسیم مہا پرے کے چشم دید واقعات نارائن
جی کی ذات مقدس کا بیان۔ مارکنڈے رشی کی زبانی!

راجہ جد مشر یہ حالات سن کر مارکنڈے جی سے بولے کہ مہا راج آپ نے پرے
تک کا حال سنایا جو برہما جی کو معلوم ہے۔ یا آپ کو دوسرے ذریعہ وصل کو کیا پتہ پرے۔ تپ
کے لوگوں کو شکائی دیکھتا اور کہتا کون آپ فرمائیے کہ آگے چل کر کیا ہوتا۔ اور کیا ہوگا۔
مارکنڈے جی۔ پرے کے بعد نارائن جی انتظام کائنات فرماتے ہیں۔ برہما جی کو
حکم ہوتا ہے کہ کلزار خلیندی ہو۔ برہما جی سلسلہ آفریش قائم کرتے ہیں۔ اور زمانے
کی تقسیم یوں ہوتی ہے +

دوب سال کا ایک دن دنیا کا ایک برس ہوتا ہے
دوب سال کی چوڑی برس کا ایک

ست جگ ۴ ہزار دو سال کا

دن +

یہی دن پرے کا

ترتیب ۳ ہزار دو سال کا

دوا پر ۲ ہزار دو سال کا

کلجگ۔ ایک ہزار دو سال کا

کالجگ کے دورے میں اندھا و صفا و معرم کی عملداری رہتی ہے۔ جھوٹ فریب
مہیا غصہ۔ لالچ وغیرہ کا دور دورہ ہوتا ہے۔ انسان کو خراب افعال سے رغبت اور
نیک اعمال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جب تپ۔ بوجھا پاٹ۔ برت۔ ہون۔ ایسے
ایسے تمام نیک کام برہمن تک چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اوروں کا کیا ذکر۔ خوردنی و
ناخوردنی چیزوں کا اقیاز نہیں رہتا۔ جھوٹ پات کو واپیات سمجھتے ہیں کیشتریوں
کو رعیت پروری سے متنفر رہتا ہے۔ جرأت و بہادری کو کھو بیٹھتے ہیں بادھوں
سنتوں کی خدمت گزاری سے کچھ کام نہیں رہتا۔ سنکر رہتی ہے۔

تو بس یہ کہ جس طرح بنے رویہ ہاتھ آئے۔ دولت ہی کے فکر میں اندھے رہتے ہیں۔ شودروں کا عروج ہوتا ہے۔ دولت سے مالا مال ہوتے ہیں سمجھتے ہیں کہ عقل بس انہیں پر ختم ہے۔ حکومت میچوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ غلہ بے مزہ پھل بد ذائقہ ہو جاتے ہیں۔ کم عمر لڑکیاں صاحبِ اولاد ہو جاتی ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں حمل رہ جاتے ہیں۔ درختوں کی بار آوری کم ہو جاتی ہے۔ گائیوں کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔ اوقات مناسب پر پانی نہیں برسا۔ امساک باران سے قحط عالمگیر ہوتے ہیں۔ ناخن اور بال بڑھا بڑھا کر لوگ جہاتا بن بیٹھتے ہیں۔ بیماری خربال مارتے ہیں۔ گوشت کھاتے شراب میں اڑاتے ہیں۔ برہمن رذیلوں سے فخر کے ساتھ دان لیتے ہیں۔ مطلب شناسوں حسن کشوں کی کثرت ہوتی ہے۔ صاوق الاقفا اور نیک نیت لوگوں کو چین نہیں ملتا۔ ان کی زندگی کم ہوتی ہے۔ پانی بیفکری سے بہت دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ عورتوں کا چلن بگڑ جاتا ہے۔ خاندانوں کے ہوتے نوکروں سے ملتفت ہوتی ہیں۔ مروجین بی بی سے التفات نہیں کرتے۔ زنان بازاری کو گلے کا مار بناتے ہیں۔ شراب خانے آباد ہوتے ہیں۔ عبادت خانے سنان جہاں پہلے دھرم ہوتے ہیں۔ وہاں بظہلوں کی گرم بازاری رہتی ہیں۔ آخر کار پرے کا دن آتا ہے۔ وہ طوفان خیز بارش ہوتی ہے۔ کہ جلا مٹی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ جہاں پر وہ ہے۔ جس سے ایشور انباشی کے سوا دیوتا اور سوگ سب نیست نابود ہو جاتے ہیں +

مجھے ایک مرتبہ جہا پر۔ بے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ طوفان آیکل مخلوقات کا عدم ہو گئی۔ صرف میں محفوظ رہا۔ اکاش سے پاتال تک پانی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں ڈوبتے تیرتے بہتے بہتے ایسا گھبراہٹ کیا کہوں مصیبت میں سب کو ایشور یاد آتا ہے۔ میں نے بھی اس سے پناہ مانگی۔ ایشور کی قدرت کہ فساد دور آگے ایک بڑے درخت تک پہنچ گیا۔ دیکھا کہ درخت کی شاخیں کوسوں تک چھپ چھپ ہوئے ہیں۔ شاخوں پر ایک نہایت نفیس فرش ہے۔ اور فرش پر ایک خوبصورت لڑکا۔ لڑکے کا سراپا کس زبان سے بیان کروں۔ چہرہ سورج کی طرح روشن آنکھیں چاند کی طرح پر نور میں جیساں تھا۔ کہ کہا

ایسی مہاجرے کہ مخلوقات عدم آباؤ کو سدھاری یہ چھوٹا سا بچہ یہاں کیسے آ گیا۔
اس کو بچانے والا کون تھا۔ اتنے میں وہ لڑکا خود بل اٹھا کہ
آئے رشی جی۔ آپ کے واسطے بچھونا بچھا ہے۔ ذرا آرام کیجئے۔ کسل دور
ہو جائے۔

اتنے ہی میں اُس نے منہ کھولا تو میں اسی وقت پیٹ میں داخل۔ وہاں میں
دیکھتا ہوں۔ تو آنکھیں کھل گئیں عجیب حیرت مہوئی کہ واہ ساری دنیا بدستور
تاقیم لگتا۔ تلج وغیرہ دریا اسی طرح جاری الیشور کی مایا دیکھتے۔ میں منہ سے
نکلا دیکھا کہ وہ پیکر نور خواب آرام ہے۔ سیری منت و اطلاق پر وہ ذات مقدس
یوں حرف زن ہوئی کہ

میں نارائن ہوں۔ روپ اصل میں ایک ہے۔ مگر جلوے ہزاروں ہو جاتے ہیں۔
دنیا کو پیدا کرنے والا پرورش کرنے والا اور فنا کرنے والا میں ہی ہوں۔ رہا
لشیں ہمیشہ۔ آگن۔ پون۔ چون۔ جہم۔ اندر سب۔ جبر سے ہی جلوے ہیں۔ میں
ہر جگہ موجود ہوں۔ نہ میری ابتدا ہے۔ نہ انتہا۔ آگن۔ منہ آنکھیں۔ چاند۔ سورج۔ ہوا
اکاش۔ دشائیں (اطراف عالم) کان۔ پسینہ۔ پانی میں ہی شیش کے روپ میں
کرہ خاک اور پہاڑوں کے بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ جو وقت طبقہ خاک پانی
میں غرق ہو گیا۔ میں نے ہی زمین کو پانی سے نکالا۔ بارہا اوتار جس کو کہتے ہیں۔ وہ
میں ہی ہوں۔ برہمن میرا منہ کشتری بازو۔ ویش ران اور شودر قدم ہیں۔ چاروں یہ
کاظہور میری زبان سے ہوا جس نے میں میں راگھیس آسمان سر پر اٹھاتے ہیں
زمین گناہوں کے بوجھ سے دب جاتی ہے مخلوقات ظلم و ستم سے جگر خراش
نالے کرتی ہے۔ ذیروحوں کی جان پر بن جاتی ہے۔ رشی منی چیچ اُٹتے ہیں۔
دیوتاؤں کے کچھ بنائے نہیں بنتی۔ اس وقت میں کسی نہ کسی گل میں نمودار ہو کر گاؤ
زمین کو بارگناہ سے بکدوش کر دیتا ہوں۔ میں تو ہمیں بیٹھے بیٹھے سب کچھ کر سکتا
ہوں۔ مگر اوتار لینے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اہل دنیا اپنی ہی طاقتوں پر
نہ اترائیں غلبی طاقتوں کو بھی سمجھیں۔ ظالموں کو خوف مظلوموں کو تسلی
رہے۔ کہ کوئی ان کی فریاد سننے والی طاقت موجود ہے۔

اگر یہ نہ ہو۔ تو سب دل شکستہ اور مایوس ہو کر بے مارے مرجائیں۔ اہل دنیا کی مشکلات کے موقع پر ظاہر ہو جاتا ہوں۔ آفتیں دور ہونے پر غائب +

اسے راجہ جیدھنٹر جس وقت نارائن جھگوان نے ورش دئے حقیقت اصلی سے آگاہ فرمایا۔ میری خوشی کی حد نہ تھی۔ تقدیر کو سراہتا خوش قسمتی کی بلائیں لیتا تھا نارائن جی تو دیکھتے دیکھتے ہی نہ جانے کس طرح نظر سے غائب ہو گئے۔ بعد گلشن کائنات کی چمن بندی کا تماشا دیکھا۔ برہاجی نے مخلوقات سے روئے زمین کو آباد کیا۔ تین دورے میری نظر سے گزر گئے صرف ایک کلچک باقی ہے وہ دیکھنے کو تو جی نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ عمر ختم ہونے والی نہیں سلسلہ حیات طول طویل ہے۔ موت میرے قبضے میں زندگی میرے اختیار میں جب چاہوں مرجاؤں جب چاہوں جی اٹھوں مگر روز روز کا مرنا روز روز کا جینا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے اس لئے پران نہیں چھوڑتا۔ جس وقت کلچک آگیا سمجھ۔ لیجئے۔ کہ دنیا کی ہوا ہی پٹ گئی وہ وہ پاپ وہ وہ گناہ ہونگے۔ کہ زمین کا نپاٹھے گی۔ لڑکے والدین کو ہو خوف سمجھیں گے رضا جوئی و فرمانبرداری کیسی۔ عورتیں لڑائی جھگڑے بکھڑے سے خاندانوں کا ناک میں دم کر کھینکیں۔ پت برت کجا۔ پوجا پاٹ و ہرم کرم جڑ پلے سے مٹ جائیں گے۔ لوگ ادھرم کریں گے۔ دھرم کو فضول اور وابہیات سمجھیں گے جب اس ادھرم کا پیالہ چھلکنے کو ہو گا۔ تو جھگوان جی کو تکلیف کرنا پڑے گی نہ کلنکی اوتار میں جلوہ دکھائیں گے پاپ کی ناؤ ڈوبیں گے۔ دھرم کی بیل بھر ہی بھری ہوگی

ادھیائے ۹۰

نہکلنکی اوتار کا ذکر۔ اکشواک بنی راجہ پرچھت کا شغل شکار ایک عورت سے عشق۔ باہمی شرائط۔ شادی کے بعد کی سرگزشت اجہ شل کا تذکرہ بہرن کے شکار کی غرض پاملو پوشتی

کے گھوڑوں کی طلبی۔ عدم واپسی پر حجت و تکرار۔ راجہ کی
تیراندازی۔ جام دیورشی کی بددعا وغیرہ مارکنڈے
رشی کی زبانی

مارکنڈے راجہ جد ہنشر کے استفسار پر نہکشی اوتار کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں کہ
جب نیک اعمالوں کا قحط ہو گا۔ بدافعالیاں اپنا سکہ جائینگی۔ تب بھگوان اوتار
لینگے برہمن کے گھر سنبھل کے مقام پر لوگ بشن جس کے نام سے پکارینگے۔ نہکشی
کی طاقیں غیبی ہونگی۔ طاقت بنیطر عظمندی میں یکٹائے۔ روز گاریوں تو نہ کوئی ہتھیار
پاس ہو گا نہ لڑائی کا اوزار مگر ایک اشارے میں سب کچھ موجود ہو جائیگا۔ فات مبارک
دھرم کو از سر نو زندہ کرے گی۔ بدکردار راجے لقمہ تیغ اجل ہونگے۔ روئے زمین پر نہکشی
ہی کی حکومت کا ڈنکا بجیگا۔ وید کے سب قائل ہونگے دھرم کی خلاف ورزی عذاب
میں داخل سمجھی جائیگی یہ تو نہکشی کا سرسری حال تھا۔ اب ذرا سنو۔ برہمنوں
کی عظمت کیا ہے ؟ ہر راجہ اکشواک کون تھے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کی نسل
میں ایک راجہ پر پھت گزرا۔ جسکو شکار کی دھن جنگل میں لے گئی شکار تو اگے ہوا
حضرت خود کند زلف میں اسیر اور تیر نظر کے شکار ہو گئے۔ ایک ایسی سرائے حسن و جمال
زہرہ مثال سے آنکھیں لڑکیوں کے دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ آپے میں رہے طبیعت
بے اختیار ہوئی۔ حرف سوال زبان پر آگیا۔ وہ تصویر خورشید مرقع ناہید ہولی
کہ ہم آغوشی منظور۔ بشرطیکہ پانی سے سامنا نہ ہو۔ دل کا کسی پر آجانا برا ہوتا ہے
طبیعت کی شیفٹنگ انسان کو قابو میں رہنے نہیں دیتی۔ راجہ نے کہہ دیا کہ :-

شرط قبول۔ عہد منظور آؤ چلو۔ زنوا اس کی زینت بنو

وہ سپر خولی و ماہ برج محبوبی داخل محل ہوئی۔ رات دن میش و عشرت کی گرم پانی
نے ببل و گل پروانہ و شمع کی دلچسپیوں کو گرو کر دیا۔ راجہ صاحب ہر وقت دل قبول
میں لئے رہتے خیال رہتا کہ پانی سامنے نہ آنے پائے

مگر اب شدنی کو دیکھئے۔ راجہ کو باغ بنانے کی سوچھی۔ باغ بنایا باغ میں بادلی
 نہ جو تو باغ کا لطف کیا۔ لہذا بادلی بنوائی۔ مگر کیسی۔ عام نظروں سے پوشیدہ
 تہ خانہ کی طرح +

ایک روز راجہ جوش محبت سے رانی کو باغ کی سیر کرانے لے گیا۔ باغ دکھاتا
 دکھاتے جوش محبت سے ایسا خود رفتہ اور باغ کی نفاست پر ایسا محو ہوا۔ کہ کچھ
 خیال نہ رہا۔ اور اُس دریا سے خوبی و قلمزم محبوبی کو بادلی دکھا دی جو میں بادلی نظر آئی
 دیکھا۔ تو رانی غائب غوطہ لگانا بھی اچھی طرح محسوس نظر نہ ہوا۔ راجہ کے دل کو سخت صدمہ
 ہوا۔ کیلچہ پر وہ چوٹ لگی۔ کہ تڑپ تڑپ گئی۔ ہاتھ ملتے سر دھنستے اور منہ پیٹتے تھے کہ ہائے
 سونے کی چڑیا جان بوجھ کر ہاتھ سے اڑا دی۔ افسوس اب زندگی کی آس کون ہے
 رونے و صوبنے سے فائدہ نہ دیکھ کر اُس نے بادلی کا سارا پانی الجھا ڈالا۔ نہ نظر آئی۔ مگر
 رانی کا نام و نشان نہاد رہا۔ اگر کوئی بلا۔ تو ایک مینڈک۔ مینڈک دیکھتے ہی راجہ آگ
 ہو گیا۔ عقل گدی میں ہو رہی تھی۔ سمجھا کہ یہی رانی کو نگل گیا۔ نہ کچھ سوچا نہ کچھ سمجھا منادی
 کرا دی۔ کہ ایک مینڈک زندہ نہ بچے۔ مینڈکوں کی شامت اعمال تھی۔ لاکھوں مفت ہلاک
 ہوئے لاکھوں کو جان کی فکر میں زندگی حرام ہو گئی۔ مینڈکوں کا ایک راجہ آیا تو تھا۔ اُس
 سے اپنے ہمجنسوں پر یہ بدعت نہ دیکھی گئی۔ وہ راجہ سے ملا اور عرض کی۔ کہ :-

مہاراج آپ کو کس نے بہکا دیا۔ بھلا مینڈکوں کی یہ طاقت کہ انسان کو کھا جائیں
 آپ جس کو اپنا دل دئے رہے جس کے فراق میں مرغ بس کی طرح تڑپتے ہیں۔ جس کے
 واسطے خون ناحق کی پرواہ اور عذابِ ثواب کا خیال نہیں وہ نہ جانے۔ آپ ایسے کتنوں
 کو چمکے دے چکی ہے۔ آپ اُس کیلئے بیتاب ہیں۔ تو لیجئے دیکھئے یہ وہی ہے یا اور
 کوئی۔ راجہ نے جو وقت اپنی محبوبہ کل اندام و معشوقہ لالہ فام کو دیکھا گلے سے لگا لیا
 بلائیں لیں۔ اور سمجھا کہ دوبارہ زندگی ہوئی۔ کچھ مدت عیش آرام سے گزری۔ پھر
 راجہ ہندیا کو چلے گئے۔ راجہ شل تخت نشین ہوا۔ ایک دن راجہ اشل شکار میں
 مشغول تھا۔ ہرن بھاگا۔ راجہ نے پیچھا کیا رتھ تیز رو تھا۔ مگر کہاں ہرن۔ کہاں رتھ کے
 گھوڑے۔ شکار کی چھاؤں تک نہ پائی۔ راجہ شوق شکار میں بیتاب تھا۔ گویا تہیتہ
 کر لیا۔ کہ ہرن مارے بغیر وائیں ہاتھ کا کھانا حرام۔ رتھ بان نے عرض

کی کہ :-

مہاراج یوں بہن زور پر آنے والا نہیں۔ اس کا ہتھکڑی چڑھنا دشوار۔ بامدیو رشی اسی جنگل میں تشریف رکھتے ہیں۔ اگر ان کے گھوڑے مل سکیں۔ تو کیا مجال کہ حیدرنگل جاوے

راجہ کے تلووں سے لگی تھی۔ بامدیو کے قدموں پر گرا۔ گھوڑے مانگے۔ واپسی کا وعدہ کیا رشی نے گھوڑے دیئے۔ راجہ نے شکار چت کیا۔ گریزیت بدل گئی گھوڑے اپنے اصطبل میں باندھ رکھے۔ رشی جی نے کچھ دنوں انتظار کیا۔ جب عرصہ گزر گیا۔ تو چیلے کو بھیج کر گھوڑے طلب کئے۔ راجہ نے جواب دیا۔ کہ ریشیوں کو گھائے میل رکھنا مناسب ہے گھوڑے راجوں کے واسطے پیدا کئے ہوتے ہیں چیلہ ناکام واپس آیا۔ تو بامدیو خود پہنچے۔ پہلے درخواست کی۔ جب راجہ نے انکار کیا۔ تو بہت بڑھاؤ ہوا۔ تکرار پڑھی۔ راجہ تشہ غرور میں مست تھا۔ بوئے خودی دماغ میں سمائی تھی۔ خادمان و دولت کو حکم ہوا کہ :-

لانا تیر۔ ابھی بامدیو کا سارا ہاتھ پائین نکال کے رکھ دیں +

بامدیو۔ چاہ کن راہ چاہ و پیش جو دوسرے کے لئے کنواں کھودیگا۔ آپ ہی کنوئیں میں گرے گا۔ شوق سے تیر منگائیے۔ میرا بال بیک کرنا تو کارے وارو۔ ذرا اپنی خبر رکھئے گا +

تیر آیا چلتے پر چڑھا چٹکی سے نکلا۔ بامدیو نے ایک اشارہ کر دیا۔ تو سیہ معامل میں کھرام بیچ گیا۔ کہ ہائے راجکمار تیر کا نشانہ ہو گئے۔ راجہ کو اس صدمہ نے اوداگ کر دیا۔ جوش غضب میں دوسرا تیر مارنے ہی کو تھا۔ کہ بامدیو کی زبان سے یہ بدو مانگی +

بس رہ جا۔ یو میں پتھر بن کے +

ریشیوں کا قول خالی نہیں جاتا۔ ان کی بددعا پٹ نہیں پڑتی۔ راجہ کا جسم فوراً ہی پتھر بن گیا۔ ساری ہیکڑی دھرمی رہ گئی۔ اب تو راجہ کے چھکے چھوٹ گئے دل کو بہت ہچھتاوا ہوا۔ بامدیو کی بہت کچھ منت سماجت کی۔ رویا پٹیا بامدیو کو دم آیا۔ کہ دیا کہ +

اچھا قصور معاف +

بادیو کی زبان میں امرت کی سی تاثیر تھی۔ راجہ شل کا جسم پھر اصلی حالت پر آگیا اور کان پکڑے کہ اب کسی بید پاٹھی برہمن کی خدمت میں گستاخی نہ ہوگی +
یہ فرما کر مارکنڈے جی نے فرمایا۔ کہ ایک رشی بڑے سن رسیدہ ہیں۔ اُن سے اور اندر سے گفتگو ہوئی۔ تقرر کے سلسلے میں رشی جی نے اندر کے ذہن نشین کیا کہ دنیا میں اُس سے بڑھ کر کوئی گرفتار مصیبت نہ ہیں۔ جس کے جو رو بچے دنیا سے اٹھ گئے ہوں۔ جسکو دشمن کے قبضہ اختیار میں زندگی کا ثنا ٹرتی ہے امیری کے بعد مفلسی اور قدر و منزلت کے بعد معیشتی یہی وہ آفتیں ہیں جن سے انسان زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہے +

ادھیائے ۹۱

راجہ شوی کی آزمائش۔ اُن کی کامیابی۔ کوشک

برہمن کا تذکرہ۔ اور ایک پتی برتا عورت کا ذکر

مارکنڈے جی راجہ شوی کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ راجہ بڑا دھرم اتما تھا اس کی آزمائش کے لئے اندر باز بنے اور اگنی کبوتر۔ باز کبوتر پر چھپتا کبوتر جان بچا کر بھاگا اور ہانپتا ہوا راجہ شوی کی پناہ میں جا چھپا۔ باز پیچھے پیچھے لپکتا ہوا راجہ کے پاس پہنچا۔ اور کہا کہ میری خوراک دلو ایسے راجہ بولا کہ کبوتر نہیں مل سکتا۔ میری پناہ میں آگیا ہے یہی پیٹ کی آگ اُس کیلئے میرا گوشت حاضر ہے +

باز جھے پیٹ بھر نیسے مطلب ہے۔ لائے گوشت ہی کبوتر کے برابر تول دیجھے رقی بھر گھٹ بڑھ نہ ہو۔ گوشت کی ناپ تول شروع ہوئی۔ ترازو کے ایک پلے میں کبوتر تھا دوسرے میں راجہ کا گوشت مگر جب تول گوشت کم۔ راجہ نے وزن پورا کرنے کے لئے سارے جسم کا گوشت کاٹ کاٹ کر ترازو کے پلے میں چڑھا دیا۔ مگر پھر بھی پوری نہ پڑی یہ حال دیکھ کر راجہ نے اپنی ہڈیوں کا ڈھانچا بھی تولنے کیلئے رکھ دیا۔ اور کہا کہ دیکھنا

ابھی ڈنڈی پوری ہوئی یا نہیں +

اندرجی راجہ کی اس بہت اس عرصے کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ بڑی معفت و
کی اور کہا کہ :-

راجہ صاحب معاف کیجئے گا۔ مجھے اور اگن جی کو آپ کی آزمائش منظرہ تھی۔ کہ
وہ صدمہ کو کس طرح نبھاتے ہیں۔ آپ کو زحمت ہوئی آزمائش میں پورے اترے ہیں
اس کا صلہ بھی لیجئے۔ ابھی ابھی سارا جسم ٹھیک ہوا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر بارہ گشت
کی شناخت کے لئے سنہری لکیریں بدن بھر پر نظر آئیں گی +

اتنا کہتے ہی بدن جیوں کا تیول ہو گیا۔ اور اندر۔ اگنی راجہ شوی کے ودم گو
سراہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ راجہ شوی نے بھی سرگ میں بود و باش کے
لئے عمدہ آرام گاہ پائی اور دنیا میں نام چھوڑا +

مارکنڈے جی یہ ذکر ختم کر کے استری و صدمہ کی فضیلت اور اس کی عظمت دکھانے
کو دوسرا تذکرہ چھڑا۔ آپ نے فرمایا +

کوشک جی ایک بڑے تيجوان برہمن تھے چاروں دیکھنے سب ویدانگ نوک
زبان ایک روز عین وید خوانی کے وقت درخت پر سے ایک بگلے نے بیٹ کی۔ ان
کے کپڑے خراب ہو گئے۔ ضبط نہ ہو سکا غصہ ہی آگیا اور نظر اٹھائی تو بگلا وہیں ملک
خاک سیاہ جو وقت بگلا مارا کوشک جی کو افسوس ہوا کہ مفت ایک غریب کی جان گئی
”بگلا مارے پکھنا ہاتھ“ مٹھی بھر پر چلانے سے مذاکے سوا اور حاصل ہی کیا ہوا
وہ اسی رنج و غم میں بھیک مانگتے ہوئے ایک گر بہت کے گھر پہنچے آواز دی کہ مائی
کچھ دلو۔ اندر سے آواز آئی کہ برتن مانج رہی ہوں فراوم لیجئے ہاتھ خالی ہو۔ تو چٹکی حاضر کر
ابھی مالک مکان برتن ہی صاف کر رہی تھی۔ کہ خاوند آگیا۔ وہ اٹھی اور بڑی محبت
سے کھانا کھلایا یا وہ رہی کہ بھیکواری ورداز سے پرکھڑا ہے۔ جب خاوند کو کھلا پلا کر
چھٹی پائی۔ تو بھیکواری کا خیال آیا۔ اُسی وقت وڑی گئی اور چٹکی پیش کر کے بولی۔
مہاراج معاف کیجئے گا۔ شوہر کے آجانے سے، مجھے آپ کا دھیان نہ رہا تھا۔
گر بڑی میں چھین گئی تھی

کوشک۔ تو نے خاوند کو بہت کچھ سمجھا اور برہمن کی حقارت کی لے جا اپنی چٹکی +

غیوت۔ آپ کی خُش فِضول خاوند میری جان و مال کا مالک ہے اور سچ پوچھے تو پریشور ہی ہے پھر اُس کے مقابلے میں کسی دوسرے کی خدمت کیونکہ مقدم سمجھتی ہے؟
 کوشک تیرا خاوند کیا چیز ہے برہمن وہ ہیں جنکو نسا کر کرتے کرتے اندر کی بھی زبان نکستی ہے جس وقت نگاہ ٹیڑھی ہو جائے دنیا الٹ پلٹ کر دیں۔

عورت آپ کا فرمانا بہت درست ہے اگست جی ہی سمندر کو چلو لگا کر پی گئے باتابی دیت ایک ڈکار میں ہضم کر لیا۔ چنانچہ آپ نے بھی بگلے سے سری گنیشا نیمہ کی آگے دیکھے کیا ہوتا ہے مگر دنیا میں سب بگلے نہیں۔ جنکو آپ پھونک دیکھیں گے۔ میں التجا کرتی ہوں کہ غصہ تھو کئے اور چٹکی قبول فرمائیے۔ برہمنوں کے جہاں آپ نے اوصاف بیان کئے۔ وہاں مجھ سے بھی سینے ان کو نرم دل ہونا اور غصہ سے دور رہنا چاہیے۔ میں پتی برتا ہوں۔ پتی برتاؤں پر کسی کے غصے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ فوجک پور کی ہوا کھائیں۔ سادہ ہواؤں کی خدمت کریں۔ پھر دھرم بیا دھ آپ کو بتا دیگا۔ کہ برہمنوں کا دھرم کیا ہے ابھی آپ نے نادانف ہیں۔ برہمن وہی ہے۔ جو رحم دل ہو۔ غصہ ورنہ جو غصہ حرام ہوتا ہے اسکو پاپ کی جڑ کہتے ہیں۔ غصہ وراؤمی کو کسی دشمن کی ضرورت نہیں۔ وہ خود اپنا ہی دشمن ہے۔

کوشک جی نے اس عورت کی زبان سے بگلے کا حال سنا۔ توجیران ہو گئے کہ اس کو کس نے غیب کی بات بتا دی ہوئے؟
 مائی تو نے میری ناقدری ضرور کی مگر میں خوش ہوا۔ کہ تو پتی برتا ہے۔ میں نے تجھے معاف کیا۔ توجنک پور جانے کے لئے بیادیت کرتی ہے۔ تو میں تیری بات مانو لگا لے رخصت۔

ادھیائے ۹۲

خدمت والدین کی برکت۔ دھرم بیا دھ ساکن جنک پور کی سعادت مندی سے کوشک برہمن کو سبق

مارکنڈے جی کا بیان ہے کہ تپت برت دھرم سے بڑھکر عورت کیواسطے کوئی اور افضل دھرم نہیں۔ پت برتا استری کو نہ دیوتاؤں کی پرستش و رکار نہ برت وغیرہ کی حاجت صرف ایک خاوند کی خدمتگزاری ہی سے دائمی نجات ہے۔ جس وقت کوشک جی پت برتا عورت کی عظمت کے قائل ہو کر جنک پور پہنچے اور دھرم بیادہ سے ملے اُس نے ایسا گیان سکھایا کہ آنکھیں کھل گئیں۔ دھرم بیادہ والدین کا نہایت فرمانبردار تھا۔ وہ کوشک جی کو مکان پر لے گئے۔ اپنے ماں باپ کے درشن کرائے اور کہا کہ میرے دیوی دیوتا یہی ہیں۔ کوشک جی بیٹھ گئے دیکھا کہ دھرم بیادہ نے اپنے ہاتھ سے والدین کو نہلایا و صلیا۔ کھانا کھلایا۔ کپڑے پہنائے اور اُن کے روبرو سوتل بیٹھ گیا۔ والدین کا رویاں رویاں اسیس دیتا تھا ہر لفظ میں درازی عمر اور کامیابی مقصد کی دعا تھی۔ دھرم بیادہ نے دست بستہ عرض کی +

آج کوشک جی مہاراج نے آپ کے دولت خانہ کو عرت بخشی ہے +

والدین کوشک جی ڈنڈوت قبل ہو۔ آپ نے بڑی کرپا کی ہمارے زبے نصیب + کوشک جی آپ یہ کہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں بڑا خوش نصیب تھا۔ جو آپ کو دیکھا دھرم بیادہ کا کہاں تک شکریہ ادا کروں انہوں نے بڑی مہربانی کی + والدین ہم لوگ تو کسی لائق نہیں مگر آپ ایسے برجنوں کی نظر عنایت نے لائق بنیاد لودا دیا۔ اس سے جو چاہے کہہ لیجئے دھرم بیادہ کو پریشور لاکھوں برس کی عمر دے۔ اسکو ہماری خدمت کے سوا جیسے کچھ اور کام ہی نہیں وہ امام دیتا ہو۔ کہ سرگ کی آسائشیں نظروں سے گزریں کوشک (دھرم بیادہ سے) آپ کے کام تو ایسے نیک خیالات ایسے پاکیزہ و پیر شور کے گھر پیدا ہونے کی کیا وجہ آپ کو تو برہمن ہونا چاہئے تھا +

دھرم بیادہ اگلے جنم میں مجھے دید پاتھ سے لیاقت و فضیلت حاصل تھی۔ ایسا کا دیا بھی سب کچھ تھا۔ مال و دولت کی کمی نہ تھی ایک راجہ کی دوستانہ محبت میں تیرا ناز بھی آگئی۔ شکار کا شوق بھی پیدا ہو گیا۔ جب راجہ شکار کو جاتا۔ میں بھی ہمراہ رہتا ایک روز بہرن پر نشانہ بازی ہو رہی تھی۔ کہ میرا تیرا ایک شیشی کے سینے میں لپٹا بیٹھا نشانہ بھر پور تھا۔ برہمن پھر کئے لگا۔ میں پہنچا۔ تو شیشی کی جان رگ رگ سے ہل رہی تھی۔ قدم چھوئے اور معافی مانگی کہ :-

ناواقفہ خطا ہوئی۔ شست بہن پر بندھی تھی۔ تیر غلطی سے آپکو مجید گیا +
 برہمن تیرا برہمن کے یہاں جنم اور دل شودروں کی طرح سخت برہمن کا کام شکار
 کھیلنا نہیں۔ شکار وہ کھیلتے ہیں جنکے دل میں الیشور کا خوف اور جاندار کا رحم نہیں
 ان الفاظ کے ختم ہوتے ہی رشی نے چولا چھوڑ دیا۔ اور مجھ کو شودر کی جُون ملی
 یہاں الیشور نے باپ ماں کی خدمت سے وہ عظمت بخشی کہ کسی دولت و ثروت کی ہوس
 نہیں جس پت برنانے آپ کو یہاں بھیجا۔ اُس کے دل کی آنکھیں پت برت دھرم نے
 کھول دیں۔ میری ماں باپ کی خدمت گزاری نے اُسکو آپ کے جلائے ہوئے بگٹے کا حال
 گور بیٹھے کیونکہ معلوم ہو گیا فقط پت برت دھرم کی برکت سے وہ مجھے بخوبی عانتی اور
 میں اپنی روشنمیری سے اُس کے کمالات سے آگاہ ہوں آپ وید پڑھنے چلے۔ تب
 آپ نے والدین کی رضامندی نظر انداز کی آپ کی جدائی میں روتے روتے اُن کی
 آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آپ کا وید پڑھنا بالکل مٹی میں بل گیا۔ اب جائے والدین کی
 خدمت کیجئے سب تک آپ یہ نہ کرینگے تب تک لیاقت اور علیت سب بیکار +

ادھیائے ۹۴

کوشک برہمن کی والدین کی خدمت میں حاضری

سوام کا رنگ عرف اسکندر جی کا ذکر خیر

کوشک جی دھرم بیاودھ کی ہدایت کے موافق اپنے مکان پر پہنچے۔ اندھ گوالدین
 کا مہیچا یا کنول ہرا ہو گیا۔ جو وقت دھرم بیاودھ کی سعادتمندیوں کے کا زمانے گئے
 اُن کی زبان سے میساخہ تعریف نکلی۔ اُس کی خوش اعتقادی اور اُس کے ماں
 باپ کی خوش قسمتی نے نہال کر دیا۔ مارکنڈے جی نے یہ ذکر ختم کر کے اور بہت
 سے تذکرے بیان فرمائے یعنی
 انگرارشی کی تپشیا۔ برہسپت جی کی پیدائش۔ انگرارشی کی آٹھ کنیاؤں کی دلاہ
 اگن کا انگرار پر۔ پدرانہ دست شفقت۔ اگن کے فرزندوں کی سرگزشت

سپت رشیوں کی استریوں کے جوش عشق میں اُگن کی مٹیابی دے اختیار پر جہارت
 دختر سواہا کی سپت رشیوں کی استریوں کی شکل و لباس میں اُگن سے مواصفت
 سورن کند میں اُگن کا تخم ڈالنے سے سوام کا رنگ جی کا ظہور۔ اُن کے اسکندھ
 نام کی شہرت چھ مہندہ - بارہ آنکھوں کا نول اور بازوؤں سے جسم کی زیبائش۔ ان
 کی طاقت سپت رشیوں کا استریوں سے تعلق - دیوتاؤں کی اسکندھ سے مواصفت
 لوک ماتا کے ذریعے قتل کی کوشش لوک ماتا کی اسکندھ کی خدمت میں پناہ گزینی
 اندر اور اسکندھ کی جنگ و جدل - اول الذکر کی شکست - اسکندھ کی فتح اور
 اندر کی خطا بخشی - اسکندھ کی اولاد کی ولادت - ماتاؤں کی پرستش کا رواج
 اسکندھ کی دیوتاؤں کے لشکر میں عہدہ سپہ سالاری پر تقرری - دیو کنیا سے
 شادی وغیرہ +

ادھیائے ۹۵

درویدی اور ست بھامان کی گفتگو - پت برت دھرم کے
 اصول کی بکار آمد بدائیں - مہاراج کرشن چندر کی واپسی

مکندھے جی کی گہرا فٹانی پر ست بھامان بھی کان لگائے ہوئے تھیں جب
 سلسلہ کلام منقطع ہوا۔ وہ درویدی کو علیحدہ لے گئیں اور پوچھا مع مع بتانا -
 تم اپنے خاوندوں کو کس منتر کے زور سے قابو میں کئے ہو - جو کہہ دو - وہی کریں وہ
 منتر مجھے بھی بتا دو - تو عمر بھر احسان مانوں +

درویدی - مہارانی جی - اس وقت تو اپنے وہ بات کہی جس پر مجھے ہنسی آتی ہے آپ
 ستراجیت کی بیٹی - مہاراج کرشن چندر جی کی پٹ رانی - حد درجے کی عقلمند دھرم
 شناستر سے واقف اور ایسا بے تکا سوال - جا دو ٹولے یا چھو منتر سے کہیں
 خاوند قابو میں ہو سکتے ہیں - اگر اُن کو ذرا بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے لئے منتر منتر
 ہوئے ہیں - تو کیا قابو میں آنا وہ سمجھ لیں - کہ استری نہیں ناگن ہے جو کچھ چاہ

جوابت چیت ہو دل ہی میں رکھتے دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے جب تک وہ رنواکس میں رہیں تب تک پھولوں کے درگوندھے جب وہ آئیں تب پہنائے کھانا کھلائیں تو نفیس اپنے ہاتھ کا پکایا ہوا۔ سوتوں کی جوابت تھنی۔ اس کان سے اُس کان اڑا دی۔ گویا کچھ تھا ہی نہیں۔ بدنفس عورتوں سے میل جول کرنے سے یہ بیزیر رکھتے پڑھن ہوں یا سانب یا اور کوئی راجکمار کسی کے پاس بیٹھنے کی ضرورت نہیں جب مہلہا جی تشریف لائیں تب آپ کو عمدہ عمدہ لباس نفیس نفیس زیور پہنے پہنائیں سولہوں سنگار سے جسم نور کے سانچے میں ڈھالا ہو اگر آپ اس طرح برتاؤ کیجئے تو سب پٹ رانیاں اور رانیاں طاق پٹھنی رہیں اور کرشن جی مہاراج ایک آپ ہی کا دم بھریں اس سے بڑھ کر ٹوٹکا ٹونا مجھے معلوم نہیں +

ست بھامان تنہاری باتیں اب زر سے لکھنے کے لائق ہیں میں نے ایک ایک نصیحت گھر میں باندھ لی۔ اب اپنے بیٹوں کا حال سنئے۔ سب آپ کی دعا سے اچھے ہیں پڑھتے ہیں لکھتے ہیں کسی بات کی فکر یا تکلیف نہیں رکھنی جی۔ سو بھدراجی وغیرہ بیٹوں کی طرح پورش کرتے ہیں۔ ہمارے مہاراج اور بلدیو جی ان کی لیاقتوں سے بہت ہی رضامند رہتے ہیں۔ استریدیا سیکھ چکے۔ روز سوار ہوتے ہیں۔ سیر کرتے ہیں۔ سسرجی کی شجہ بانی رہتی ہے۔ وہ ادھر سے ادھر قدم پڑنے نہیں دیتے +

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مہاراج کرشن جی راجہ جدیشتر اور مادگندے رشی وغیرہ سے رخصت ہوئے ست بھامان بھی وروپدی سے گئے ملی۔ رتھا آیا مہلہا اور مہارانی سوار ہوئی۔ گھوڑوں نے کنوٹی بدلی۔ قدم اٹھے تو ہوا پیچھے رہ گئی +

اویہائے ۹۶

راجہ وصترراشت پانڈوؤں کی قریبی۔ بودوباش سے اطلاع۔ بیٹوں کی

شہرت و اچھے اظہار افسوس فکر اندیشہ و سوس اور یوہن وغیرہ کی کوتاہ اندیشیاں

کرشن جی کی روانگی کے بعد مادگندے۔ نارو اور لومس رشی بھی رخصت ہو گئے پانڈو

دوسری اور پہلی کام ہی میں مقیم رہے شغل کیا تھا ۹ تھیلہ - کتھا - ہاتھ بھی تھک رہا
 رام جھڑکے پاس گئے تھے ہڑوں کی چھڑکی رہتی تھی ریشیوں کی استریاں
 دودھ کی پاس آیا جا کر قی نہیں - آدھ سے لے کر بہت دوسری کی تھلا دھفت عقی
 اور سے خاطر تو اضع نگہ نیم تعلیم - پانڈوؤں کی تیرتہ جہاز کے نالے میں رہ جاتے
 گئے زمین آگے سے اور چلے گئے انہوں میں سے ایک گھوٹا پھرتا ہستادہ میں
 جا پہنچا - رام و عورتا شٹ سے ملاقات ہوئی - تو تیرتہ جہاز کے نوکر ہی میں رہ جاتے
 پانڈوؤں کے اول سے آخر تک سال بنایا - رام و عورتا شٹ کے پچھلے آگے
 کہ پانڈوؤں کے دوسرے کا پتہ پانڈوؤں کی پتہ کی پتہ کہ جھڑکے میں بھی شغل - رام
 جھڑکے میں ہی آگے کا نام اس کی بات کی تعریف کروں - اُس کی سی خدمت سے اگلے
 کو دیا گیا کہ - نگہ اگس کہ میرے نالائق بیٹوں نے اُس کے ساتھ وہ پانڈو کہاں
 کہیں کو دیا دیکھتے دل کا پتہ اٹھتا ہے - جھڑکے ہی کی خواہاں نہیں کہ اُس سے
 پتہ پتہ صدی ہزار سے پتہ و گزشتہ گزشتہ کی شہادت و دشمن کی شہادت
 ہر جن کی پتہ سے جھڑکے کے دل پہ چا - جہ پتہ پتہ - مگر ہمیں پتہ کی پتہ پتہ
 آگے میں وہ تصویر بہت پتہ پتہ کی پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
 میں اپنی ہی پتہ آگے دیکھی تھی - اُس سے رہا انقلاب - جس رام جھڑکے کو دیکھتے
 جھڑکے خواب راحت سے بہت اگے گئے - وہ اب جھڑکے جھڑکے کی گزشتہ
 آوازوں سے جھڑکے جھڑکے - ارجن ایسا شہید - راموں کا شہید گزشتہ و دوسرے
 جھڑکے جھڑکے جھڑکے جھڑکے - افسوس جس دوسری کو فزیش گل پہ پتہ پتہ کی
 ایک ایک پتہ پتہ پتہ پتہ - آج وہی گھاس گھاس پتہ پتہ اور گزشتہ کی پتہ پتہ
 اٹھارہ ہی ہیں - اُسے میری موت کیوں نہ آگئی ایسے ایسے لائق بیٹوں پر میری
 ہی موت نہ پتہ پتہ کا چھاؤ ٹھٹھا - دھڑکا پانڈو سٹھیاں جھڑکے جھڑکے
 جھڑکے کہتے وہ جھڑکے کہ پانڈو بہا دھڑکے دھڑکے جھڑکے - تو تیرتہ جہاز کے نام
 کہاں - جھڑکے کہ اسکی موت گھاس کے اٹھارہ گزشتہ پتہ پتہ - گھاس
 پتہ اور شہید پتہ کا - جھڑکے کو چھڑکے کے جھڑکے میں دیکھ پتہ پتہ - ہمیں پتہ
 اور ارجن کے جھڑکے کی آگ کو دھڑکے کو آگے پتہ میں جھڑکے گزشتہ گزشتہ - ارجن

اندر سے شستر دیا سیکھ آیا۔ دیوتاؤں کے ہتھیار ڈھیر ہو گئے اب انسان کیا دیوتاؤں کی بھی اس سے پیش نہیں جاسکتی۔ حالانکہ یہ طاقتیں حاصل ہیں۔ مگر وہ پانڈوؤں کی بروہاری۔ تھل قوت برداشت۔ صحرا نوردی کی زحماتیں جلاوطنی کی مصیبتیں گوارہ اور دھرم سے پھر ناقطعی نامنظور شاہاش ہے پانچوں بھائیوں۔ یہ تمہارا ہی کلیجہ تمہارا ہی دم ہے دوسرے میں یہ بہت کہاں ؟

یہاں راجہ دھرتراشٹ اس طرح افسوس میں تھا۔ وہاں شکنی وغیرہ کی جینٹل چوکڑی میں خوشی منائی جا رہی تھی کہ پانڈوؤں کی اچھی طرح گت گت ہو گئی اب ان میں دم ہی کیا رہ گیا۔ رائے قرار پائی کہ میرے کچھ کام بن میں آئے ہیں شاید سر بھاریں اسلئے ذرا اپنی ٹیم نام و کھا کر ابھی سے آنکھیں کھل گنا چاہیے +

ادھیائے ۹۷

پانڈوؤں کو شاہی طاقت دکھانے کیلئے درپودھن وغیرہ کی منصوبہ بندی۔ راجہ دھرتراشٹ کو سرباز غ کی نمائش اجازت شکار کی درخواست حیلہ و حجت کے بعد منظوری

درپودھن وغیرہ کی ٹولی جمع ہوئی۔ پانڈوؤں کو شان و شوکت دکھانے کا منصوبہ تو ہو ہی چکا تھا اب کسریہ رو گئی کہ راجہ دھرتراشٹ سے کیا بہانہ کر سکتی ہوں کل صبح ہم سب مہاراج کی خدمت میں جائیں ملی بھگت ہے جو میں کہوں اسی پر سب اتفاق کریں میں کہوں گا کہ مہاراج کائناتیں تکلیف میں ہیں رہنے کی جگہ ٹھیک نہیں حکم ہو۔ تو گھو سیوں کے گاؤں میں ان کے رہنے کی ٹھیک ٹھوڑ کی جائے گھو سیوں کے موصنعات کی دیکھ بھال ہو۔ ان کی پڑتال پرسوں سے نہیں ہوگی اچھے اچھے پھڑوں پر بھی نشان لگانے کی ضرورت ہے۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں +

کران شکنی جی۔ واقعی آپ کا خیال بہت دُور تک پہنچتا ہے اور کسی کو بھلا ایسی حکمت عملیاں کبھی سوچ سکتی ہیں ؟

دریودھن نے بھی منطقہ پسند کیا۔ اور سویرے سویرے ایک تھیلے کے چٹے پٹے راجہ دھرتراشت کی خدمت میں جا پہنچے کوئی ذرا پہلے کوئی ذرا پیچھے جس میں معلوم نہ ہو کہ آپس میں سانٹھ کاٹھ ہے شکنی نے عرض کی

بہارِ کار و بار سلطنت میں تند ہی بغیر کام نہیں چلتا۔ راجہ دریودھن ذرا سرگرمی چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی تجویز ہے کہ ایک کپتھ دو کاج گھوسیوں کے موٹھوں کا کٹی بھی کرالیں۔ کانوں پچھڑوں کی دیکھ بھال بھی ہو جائے اور دیت بن میں شکار سے طبیعت بھی بہلی رہے ؟

کہان بیشک بر اصنات کے شمار کی ضرورت ہے اہلکاروں سے مرضی موافق طلب ہوگا۔ راجہ دریودھن عزم رکھتے ہیں۔ تو بہت مناسب راجوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اُنکے بھی رکھیں صرف کانوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا

راجہ دھرتراشت۔ میں منع نہیں کرتا۔ مگر خیال صرف یہ ہے۔ کہ راجہ جیو ہستریو وغیرہ ہیں کہیں قیام پذیر ہیں تم لوگوں کے اس وقت جانے مجھے ڈر ہے۔ کہ کچھ اور کا اور نہ ہو جائے تم سوچو کہ ایسا موقع پھر نہ ملے گا۔ پانڈو بنا ہی کیا لینگے۔ چلو فیصلہ ہی کر دو یہ نہ سہی تمہارے ساتھیوں سے انکو کچھ آزاری پہنچے۔ تو بھی اچھا نہیں اُن کے کسی نوکر جا کر ہی سے کوئی سوار پیادہ چھیڑ چھاڑ کر بیٹھے تب بھی نازیبا ہے۔ فوراً بارہ برس کی دبی ہوئی آگ ایک دم سے بھڑک اٹھیں گی۔ گویا کسی نے شراب کے قرابے انڈیل دیئے اپنے کو دو باہیاں نہ سمجھنا پانڈو اب وہ نہیں رہے جو پہلے تھے اُن کی طاقتیں دیوتاؤں کی بدولت کچھ سے کچھ ہو گئی ہیں۔ ارجن کی بہادری جانتے ہو جس نے صرف اپنے ہاتھ پیروں سے دنیا کے تاجدار مطیع کر لئے تھے۔ اب تو اس کے پاس دیوتاؤں کے ہتھیاروں کا انبار لگ گیا ہے۔ ایک استر سے جس لشکر کو چاہے۔ کاٹ کے ڈال دے۔ اُدھر بھیم سین معلوم ہی ہے۔ مگر کلن ہے بارہ برس میں جانے کتنے زبردست راجپس مار کے اڑا دیئے ہیں۔ دریودھن کو کبھی اجازت نہ دوں گا۔ کہ خود جائے۔ وہاں کسی مخبر اہلکاروں کا جانا ضروری

اور کسی کے جانے میں کچھ ہرج نہیں +

کرن مہاراج کا یہ خیال ہی خیال ہے۔ راجہ دریودھن کی یہ مجال ہے۔ اشارے کے بغیر تنکا بھی ہائیں۔ پانڈو جہاں رہیں خوش رہیں۔ ہم لوگوں کو اُس سے ملنے بچنے کی ضرورت اُن کی بے عزتی کرنے سے نہیں مل ہی کیا جائے گا۔ شکنی اور مانا کے اتفاق سے ہو جائے تو راجہ جدھشٹر کے دل میں کبھی بدی کا خیال جگہ نہ پائے گا۔ ان کو رشکِ حسد سے لگاؤ ہی نہیں۔ وہ قول کے پابند ہیں۔ جو ہزار آدمیوں کے سامنے کہہ چکے ہیں اُسی کا نباہ کرینگے۔ اور ہم لوگوں کا بھی دل صاف ہے پھر لڑائی جھگڑے کا اندیشہ کیسا۔ دوسرے ہیں خود کیا پڑی ہے۔ کہ کسی غریب کو پھیریں یا ستائیں۔ اگر دیکھینگے کہ پانڈو پر رب میں ہیں تو ہم کچھ کس طرف آنکھیں کر لینگے چلے فراغت شد +

دریودھن تباہی آپ میری طرف سے ہر طرح مطمئن رہیں کوئی خطا ہو۔ تو جو چور کا حال وہ میرا اپ اجازت دے دیں۔ انتظام کی ضرورت ہے + راجہ دھرتراشت۔ اچھا جاؤ۔ مگر خوب خیال رکھنا کہ میرے بھتیجوں کی ذرا بھی تازی نہ ہو ان کا کتا بھی بھونکے تو تم نے دنگارنا نہیں۔ چمکار کے پیچھے ہٹ آنا۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ تم نے کچھ اشارت یا کنایت بھی شرارت کی تو سمجھ لینا کہ میں دنیا میں نہیں خنجر مار کر مرنے والا۔ کرن وغیرہ قد مبوس ہوئے اور اچھلتے کودتے بغلیں بجاتے دریودھن کے ساتھ اس کی نشستگاہ میں آئے اُسی وقت حکم ہو گیا کہ ہمیں آراستہ ہوں مگر کتا ہی عازم سفر

ادھیائے ۹۸

دویت بن میں دریودھن اور گندھربوں کا مقابلہ۔ کوروں کی قطعی شکست دریودھن اور مستورات کی گرفتاری۔ پانڈوؤں کا جوشِ خون گندھربوں سے جنگِ جدل۔ راجہ جدھشٹر کی

بدولت سب کی رہائی

دریودھن کرن وٹکنی لالو لشکر کے ساتھ چلے۔ دل میں پانڈوؤں کی طرف سے بغض تھا ظاہر میں شکار کا بہانہ گھوسپیوں کے مواضعات کو گئے پھڑپھڑے پسند کئے شیر و پلنگ وغیرہ کے شکار سے فراغت پا کر دویت بن میں ناچ رنگ کی ٹھہرائی خوب جلسے ہوئے سیر تماشے کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ جب ان رنگ لیلیوں سے جی بھر گیا۔ تو حکم ہوا کہ تالاب کے اوہر اُدھر کی ساری زمین صاف کی جائے طرح طرح کے کھیل تماشے ہونگے۔ کار پرواز ان شاہی کو اشارے کی دیر تھی سب تالاب پر پہنچے امد انتظام کرنے لگے اتفاق کی بات گندھربوں کے راجہ چتر سین نے بھی تعزیمی و دلچسپیوں کے لئے یہ مقام منتخب کیا تھا۔ اور گندھرب صفائی صحرا میں مشغول تھے انہوں نے ہنسنا پوری دالوں سے کہا۔ یہاں تمہارا کام نہیں بھاگ جاؤ۔ پھر کہیں ادھر نہ آنا۔

دریودھن کے اہلکار اپنا سامنہ لئے دریودھن کے پاس آئے۔ اور ساری کیفیت گوش گزار کی +

دریودھن شراب خوری سے مست تھا بولا کہ +

جاؤ کہہ دو۔ کہ اند بھی یہاں قدم رکھنا چاہے تو انکی مجال نہیں۔ تمہاری کیا بساط کہ دم بھر ٹھہر سکو کیا دریودھن کو انہیں جانتے کیا کرن کا نام نہیں سنا؟

اہلکاروں نے خوف بحرف گندھربوں کو سنا دیا انہوں نے کہا
دریودھن کیا چیر ہے اور کرن کیا مال جاؤ۔ کہہ دو۔ سیدھا گھر لوٹ جائے
سورگ کے باشندوں سے یہ بے ادبی +

اہلکاروں نے گندھربوں کی ڈانٹا ڈپٹ سنائی۔ تو دریودھن غصے سے لال ہو گیا۔ فوراً فوج روانہ کی کہ گندھربوں کو مار کے اڑا دے۔ جو ہیں مڈ بھڑ ہوئی۔ تو گندھربوں نے وہ ہوی مار ماری کہ ہزاروں بہادر خاک خون میں مل گئے۔ لاشیں لاش گرتے دیکھ کر کرن رتھ پر سوار ہوا۔ دریودھن اور سب گوردستاتھے شیر کی طرح گرجتا ہوا میدان میں آڈٹا۔ اور ہزاروں گندھرب زمین پر سلاخوں سے راجہ چتر سین کو سخت

غصہ آیا۔ ایک منتر پڑھتے ہی ساری فوج کو اس طرح بیہوش کر دیا۔ گویا سانپ نے گھبرا گیا ہے۔ اب گندھربوں کا زعمہ ہوا۔ ایسے تیر برسائے کہ کرن اور کورو چھٹے گھوڑوں کو موتے چٹ بکيا۔ رتھ ٹوٹ پھوٹ کے رہ گئے۔ کرن کا رتھ چکنا چور ہوا۔ تو بکرن کے رتھ پر چڑھ کر وہیں سے نود و گیارہ ہو گیا۔ کورو گندھربوں کے پنجے میں گرفتار ہوئے وریو من بیہوش تھا۔ اس کی بھی شکلیں کسی گئیں۔ گہیوں کے ساتھ ٹھن بھی پسا۔ دیو من کی رانیوں کو بھی اسیری کا مزہ چکھنا پڑا۔ کوروں کے بچے کچھ وزیر اور مران دولہ وران لشکر مدد ملی کھینچے راجہ جدھشٹر کجھ مدت میں حاضر ہوئے اور عرض کی +

جہاں پہلہ غصہ ہو گیا۔ راجہ چتر سین نے آپ کے بھائیوں کو گرفتار کر لیا آپ کی بجائیں ہی گندھربوں کے پنجے میں پھنس گئیں۔ آہد کا معاملہ ہے۔ خاندان کی ہلک رکھئے +

راجہ جدھشٹر ان دنوں جگہ میں مصروف تھے اس وقت وہ پوجا کر رہے تھے۔ جیم سین بولا کہ خوب ہوا۔ نالائقوں کی سزا یہی ہے بچہ چلے تھے ہم کو ستانے اب ذرا کچھ دنوں میں لگیں +

راجہ جدھشٹر جیم سین۔ میں تمہارا یہ خیال۔ وریو من لاکھ دشمنی کرے مگر پھر بھائی ہی ہے۔ بھائی کی مدد کرنا تمہارا فرض ہے ذرا سوچو۔ تو وریو من کی عمدتوں کا نفع تمہارے خاندان سے ہے کہ نہیں۔ خاندان کی عورتیں پرائے ہاتھ میں چلی جائیں کسی شرم کی بات ہو۔ میں مجبور ہوں۔ جگہ ادھور انہیں چھوڑ سکتا نہیں تو خود جاتا ہاں تمہیں لازم ہے کہ بھائیوں کی مدد کرو۔ اچھی۔ مکمل سہید ہو کو بھی ساتھ لے لو +

حکم ہوتے ہی پانڈوؤں کے رتھبائوں نے کوروں کے خالی رتھ جوتے۔ اور چاروں بھائی سوار ہو کر گندھربوں کے تعاقب میں چلے۔ سامنا ہوتے ہی انہوں نے مدھوان سے پیش قدمی کی۔ گندھرب بھی ہتھیار لیکر مقابل ہوئے۔ ارجن نے باکواز بند کھما :-

گندھرب سرگ کے باشندے اور وہ پرائی عورتوں کی بے حرمتی کا خیال نہ کر کے یوں پکڑ لئے جائیں۔ تعجب ہے۔ ایسی حرکت تو انسان بھی ناپسند کرتا ہے۔ ہم لوگ اپنے بھائیوں کو چھڑانے آئے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ آپ ہڑتائی

کر کے آزاد کرویں +

گندھرب - ہمیں چھوڑنے کا اختیار نہیں - ہمکو راجہ اندر کا حکم ہے - کہ پکڑ لاؤ
نالائق کو یہ پانڈوؤں کا دشمن ہے - ویت بن میں بھی تنگ کرنے آپٹیا +

ارجن بہتر تو یہی ہے کہ میرے کہنے سے چھوڑ دو - اگر منظور ہے تو

ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گولے

ہم بھائیوں کو چھڑائے بغیر نہیں یہاں سے ہٹنے نہ دینگے

گندھربوں نے ارجن کی کچھ نہ سنی - ارجن نے گاندھویش ہاتھ میں لیا - اور

تیروں سے سر اڑانا کیلئے چھیدنا شروع کئے گندھرب بھی خوب منہ جوڑ لڑے - جی توڑ

کر مقابلہ کیا مگر گاندھویش کے تیروں نے ایسا بزن بولا - کہ ہزاروں گندھرب ڈھیر کئے

راجہ چتر سین گھبرا کر لڑا فوج بھی ساتھ ہی مائل پرواز ہوئی - لیکن بے سود ارجن نے

ایسے تیر پر تیر مارے کہ اکاش کا راستہ بند ہو گیا - اب چتر سین جائے تو کہہ

جائے نہ رہا رقت نہ جلے ماندن - آخر ارجن سے بولا کہ سرگ کی باتیں اتنی جلدی

بھلا دیں کچھ یاد ہے کہ تمہارے دوست کون کون تھے مجھے بھی پہچانا - کہ کون ہوں

واہ دوستوں ہی سے لڑائی - ٹھٹھیرے ٹھٹھیرے بدلائی +

یہ آواز سنتے ہی ارجن نے منتروں کے زور سے سارے تیر واپس بلا لئے

دم بھر میں بدلی چھٹ گئی - مطلع صاف ہو گیا - چاروں بھائی رختہ پر سے اتر پڑے

پہلے ارجن پھر بصیر سین - نکل و سہدیو چتر سین سے بنگلہ ہو گئے - راجہ چتر سین بولا :-

راجہ اندر کو در پودھن کی نیت فاسد کی خبر پہنچی تو ہم لوگوں کو حکم ہوا کہ جاؤ مگر تمہارے

لاڈیہ پانڈوؤں کی ایذا رسانی کے لئے بن میں لاؤ لشکر کے ساتھ آیا ہے - ہم لوگوں نے

حکم کی تعمیل کی ہے تم اسے بھائی کہتے ہو - یہ تمہارا بھائی ہے یا جانی دشمن - اس کو چھوڑ

ہو یا اس سانپ کو دودھ پلاتے ہو - جس کے کاٹے کا منتر نہیں +

ارجن - ہم لوگ بھی ہمارے منظم راجہ جدھشٹر کے حکم سے آئے ہیں بھائیوں کو نہ چھڑائیں

تو دنیا کیا کیسی - ہم لوگ کسی کو نہ دکھانے کے قابل نہ رہینگے +

راجہ چتر سین - راجہ جدھشٹر کو کیا خبر کہ در پودھن کی نیت کیا ہے - وہ کہاں ہیں میں

ان کے وہن نہیں کہنا یا مٹا ہوں کہ ایسے بھائی کے ساتھ سلوک کرنا اسے

پاؤں میں اپنے ہاتھ سے کھاڑی مارنا ہے +

سب لوگ راجہ جدھشٹر کی خدمت میں پہنچے +

بڑے تپاک سے سٹ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد راجہ چترسین نے کہا

آپ کیا غضب کرتے ہیں۔ ایسے دشمن کو چھڑانے سے آپ کیوں اپنے سر کی گئی

ہوئی ہلا کو پھر بلاتے ہیں راجہ اندر کا حکم ہے کہ باندھ لو اور مری کو +

راجہ جدھشٹر دیوبندر کا کس زبان سے شکریہ ادا کر دوں اُن کو ہم لوگوں سے واقعی

شفقت پداری ہے ورنہ یوں کوئی کسی کا خیال کب رکھ سکتا ہے۔ آپ کا کہنا بھی بہت

درست مگر ذرا غور کیجئے۔ ہم لوگوں کی موجودگی میں درپو دھن وغیرہ یوں گرفتار ہو گئے

تو سخت روسیاء ہی کی بات ہے جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہونگی۔ انگلیاں اٹھیں گی کہ

دیکھئے یہی پاٹھو ہیں۔ جنہوں نے دشمنی کے مارے خاندان بھر کی ناک کٹنا گوارا

کی اور بھائی بھاءوں کو قید مصیبت سے نہ بچایا۔ آپ میرے بھائیوں اور مستورا

کو آزاد کر دیں۔ میں آپ کا از حد ممنون ہوں گا۔ اگر یہ لوگ حیا فار ہونگے۔ تب تو گریبان

میں سر ڈالیں گے کسی آنکھ سامنے نہ کریں گے۔ بالفرض کتے کی دم ٹیڑھی رہی۔ راہ راست

پر نہ آئے تو دیکھ لیا جائے گا۔ ایک تو راجہ اندر کا اقبال ہی کافی ہے۔ دوسرے

ہمارے ہاتھ پاؤں کی تھوڑی جان ٹٹ لیگی +

راجہ چترسین نے "خیر جو مرضی" کہہ کر قیدیوں کو سامنے بلایا۔ اور

گندھربوں سے کہا۔ راجہ جدھشٹر حکم دیتے ہیں۔ کہ سب کو چھوڑ دو +

درپو دھن جس وقت سامنے آیا۔ انھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ راجہ

جدھشٹر کو دیکھتے ہی ڈنڈوت کے لئے جھکا اور گردن جھکالی۔ درپو دھن کی رائیال

پاؤں چھو کر بولیں +

آج آپ کی ہر دولت جان بچی۔ ایشودا آپ کا سایہ ہمیشہ ہم لوگوں کے سر پر

قائم رکھتے +

راجہ چترسین پاٹھوؤں سے رخصت ہوا۔ اندر کے حکم سے امرت کی جھری

لگی۔ مردہ گندھرب بھی اُٹھے اور اندر لوک کو چلے گئے۔ درپو دھن کی خاک پر سونے

ہونے لگی۔ جو آیا راجہ جد ہشتر کے قدم چھوتا۔ جان و مال کو دعائیں دیتا۔ اور نیکیوں کو سراہتا۔

دریودھن کی رانیوں نے درویدی کے پاؤں لاگے۔ شکر ادا کیا کہ آپ کے پُرن پرتاب سے آج عزت نچ گئی۔ کوئی بکھوت دن ہوتا ہوگا۔ جب آپ کی یاد میں دوچار آنسو نہ ڈال لیتی ہوں۔ وہ رات منحوس ہے۔ جس میں آپ کا دھیان کلیجہ نہ کلیتا ہو۔ مگر کیا کریں کیسے مردوں کے دل میں اپنا دل ڈال دیں۔ ایثار کرے۔ آپ جدر راج پاٹ کا سکھ بھوگیں۔ ہماری اجڑی نگری پھر بسے +

دریودھن بڑے ادب سے سر نہنچا کئے ہوئے راجہ جد ہشتر کے پاس بیٹھا تھا راجہ جد ہشتر نے کہا +

اتنے دنوں کے بعد تمہارا دیدار ملنے سے طبیعت بڑی خوشی ہوئی۔ پیارے بھائی دنیا چند روز ہے۔ زندگی کو ثبات نہیں یہاں اگر قیام ہے۔ تو صرف نیکی یا نیکنامی کو۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کیسے موٹے تازہ ہوں۔ دم مہر میں بیکار پہاڑ سا ہاتھی بھی مٹھی دھٹھی خاک بن جاتا ہے۔ اس لئے اب دل صاف کرو کہ دوت سے کچھ نتیجہ نہیں۔ اتفاق بڑی چیز ہے +

دریودھن کے منہ سے بات نہ نکلی وہ آنکھیں پچی کئے ہاتھ جوڑے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ ہچکی بندھ گئی۔ راجہ جد ہشتر نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا گلے لگا کر بوسے :-

ہیں روتے کیوں ہو۔ رونے کی وجہ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تم کو چھڑا کر احسان کیا۔ نہیں نہیں میں نے نہ بنا فرض ادا کیا۔ اب جو تمہارا فرض ہو۔ وہ کرنا اچھا لے جاؤ سب بڑوں چھوٹوں کو میری طرف سے بوجھ دینا +
یہ کہہ کر راجہ جد ہشتر نے سب کو رخصت کیا۔ رتھ ہستنا پور کی طرف روانہ ہوئے

کورؤں کی احسان فراموشی۔ پانڈوؤں سے بغض و حسد
 دریودھن کی مایوسیاں۔ راجپسوں کی ہمت افزائی۔ بھیشم
 کی طعنہ زنی۔ کرن وغیرہ کا جوش۔ جگہ کی تجویز
 فتح عالم گیر کا ارادہ

دریودھن کے ساتھ پانڈوؤں نے جو سلوک کیا تھا۔ وہ کبھی فراموش ہونے
 کے لائق نہ تھا۔ مگر نہیں زمانہ الٹا ہے۔ اس میں نیکی کا بدلہ بدی ملتا ہے۔ کورؤوں
 کو احسان دہی کے عوض اور ملین پیدا ہوئی۔ شرمندگی تھی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے
 رہائی! اس سے تو قید مصیبت ہی اچھی تھی۔ دریودھن کا خون کبھی اوثٹا تھا۔ کبھی
 خفت و مذمت سے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ تقریباً چار کوس زمین پانی ہوگی
 کہ قدم نہ اٹھ سکے۔ وریائے گنگا کے ساحل پر اتر پڑا فوجوں نے بھی وہیں پڑاؤ ڈالا
 دریودھن قدرتی سبزہ زار اور گنگا جی کے صاف شفاف پانی کی موجوں سے
 دل بہلا رہا تھا کہ کرن رتھ و درتھ آتا ہوا آیا آتے ہی کہا +

فتح مبارک زور بازو پر آفریں۔ آپ آپ ہی ہیں۔ کیوں نہ ہوئے آپ نے سب
 گندھربوں کو مار بھگایا۔ اقبال اسے کہتے ہیں۔ افسوس میں آپ کے چہرہ ملاوری
 نہ دیکھ سکا۔ فوج کے بیہوش ہوتے ہی میرے قدم اکھڑے میدان میں نہ ٹھہر سکا
 یکرن کا رتھ روکے سے نہ روکا۔ کھوڑے نہ سنبھلے لے بھاگے جب دیکھا کہ
 میدان صاف ہو گیا۔ میں آچکھو جتا یہاں اپنی سب فوج صحیح و سلامت
 ملی کسی کا رویاں تک میلانہ ہوا۔ یہ نمایاں فتح واقعی آپ ہی کا حصہ تھی۔ کہاں
 تک تعریف کی جائے +

دریودھن۔ ہائے کرن تم فتح مندی کی مبارک باد دیتے ہو۔ یہاں قسمت کو روکتے
 روئے آنکھیں سوچ گئیں آج ہم لوگ مرتے مرتے نیچے۔ ذلت کی بات

اُٹھ نہ رہی۔ گندھربوٹ ہم سب کی مشکیں کس لیں رانیوں کو بھی گرفتار کر کے لے چلے تھے۔ مگر بھلا ہوا پانڈوؤں کا جن کی بدولت جان بھی بچی اور آبرو بھی رہ گئی کرن پانڈوؤں میں کیا دم تھا کہ وہ آپ کو چھڑاتے واہ باقیں بنائے در یوہن نہیں ہتھار ہی قسم پانڈوؤں ہی نے بچا لیا۔ ہمیں تو قید معیبت ہوتی اور میں۔ رانیاں ہوئیں اور بے عزتی۔ راجہ جدھشٹر کی نیک نیتی کا کیا کہنا واہ واہ کیا نیک دل آدمی ہے اسکو جیوں ہی خبر ملی بھائیوں کو بھیجا کہ ہم لوگوں کو چھڑالائیں۔ سب بھائی دوڑ پڑے ارجن نے ایسے تیر برسائے کہ ہزاروں دم بھر میں چٹ پٹ ہو گئے راجہ چتر سین اکاش کو چلا۔ تو تیروں کا چھپر چھا کر راستہ بند کر دیا۔ چتر سین اٹھے پاؤں لوٹا۔ سرگ کی دوستی کرنے پر بلا ٹالی۔ راجہ جدھشٹر نے کہ منکر ہو کر رہائی دلوائی۔ واقعی اگر پانڈو نہ ہوتے تو آج لٹھا ڈوب گئی تھی ارجن کے کمال دیکھ کر میرے تو ہوش جاتے رہے منستروں کی وہ تاثیر کہ تیروں گندھربوٹ کو گویا قلعہ بند کر دیا۔ اور جانے کی راہ نہ رکھی ساری فوج مردہ پڑی تھی۔ گندھرب بھی زمین پر سو رہے تھے میرے دیکھتے دیکھتے اندر نے امرت برسیا۔ تو سب کے سب اُٹھ بیٹھے۔ افسوس دشمنوں نے ہماری جان بچائی یہ کانک کاٹیکا کس طرح ٹیگا دنیا کو کیونکر نہ دکھاؤں گا۔ اس سبکی سے موت بہترین بھیائی کی زندگی پسند نہیں کرتا۔ کرن یہ وہاں حیاں کیا کیا۔ نامرود خود کشی کرتے ہیں۔ مروں کے لئے فتح بھی شکست بھی ہے

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا کریگا جو گھٹنوں کے بل چلے

رہی پانڈوؤں کی بدولت رہائی۔ تو اس میں کون ہتک کی بات ہے جہاں کو تے نہیں جو۔ وہاں کیا سویرا نہیں ہوتا۔ اگر پانڈو مدد نہ کرتے تو کیا گندھرب ایسے ہی وہاں ہیان تھے کہ ہمیں چپ چاپ تے لے جاتے اور ہم سب کان دبا ئے چلے جاتے راجہ صاحب خون کی ندیاں تو بہہ جاتیں سندر آسن تک ہلا دیا جاتا۔ میں آخر وہاں سے کھسک ہی کیوں آیا تھا۔ صرف اسی لئے کہ ذرا پانڈوؤں کی طاقت دیکھ لیں پھر اپنا ہنر دکھاؤں اور گندھربوں کے رخ ڈھیلے کر دوں۔

وریو دھن - کچھ بوبدنامی اچھی طرح ہو گئی - میں کسی کے سامنے آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا (دو شاسن کو ٹھلے لگا کر) بجائی لو - راج تمہیں مبارک ناپا ملے اور بجائی بند تمہارے سپرد - میں نے یہاں سے ہٹنے کی قسم کھالی - تب کرونگا - اور یہیں کی مٹی میں بل جادنگا +

دو شاسن کی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے قدم بکڑ کر بولا :-

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ جنگل میں رہیں میں راج کروں بات ہی کیا ہے کونسی بدنامی ہو گئی - آفتاب پر کون خاک ڈال سکتا ہے - آسمان پر حقو کئے والے کا تھوک اُسی کے منہ پر پڑے گا - آپ چلیں دنیا کو طنطنہ عالم بنا ہی دکھائیں - کون جانیگا کہ جنگل میں مور ناچا - کلہیا میں گر پھوٹا +

کنن اور دو شاسن دو فولا کہ فمائش کرتے رہے مگر وریو دھن اپنی ہٹ پڑا تھا ایک مانتا تھا جان دیتے ہی کی سمائی تھی راج سے قطعی انکار تھا

اتفاق کی بات پاتاں کے راچس جگہ کر رہے تھے - غرض یہ تھی - کہ دیوتا پر کسی طرح فتح حاصل ہو - عین اُسی وقت دید منتروں کی تاثیر سے ایک کرتیا کن ہون کنڈ سے برآمد ہوئی - راچسوں نے درخواست کی کہ :-

درا وریو دھن کو تولے آنا +

کہ تیا کن اڑی - جنگل میں آئی - اور وریو دھن کو اڑا لے گئی سب راچس سر ہو گئے کہ واما ایسے بہادر ایسے جرمی اور پھر یہ عورتوں کے سے خیال نہیں انبی طاقیتیں معلوم ہی نہیں اسی ڈرتے ہو ورنہ تمہیں کون مار سکتا ہے تمہارے جسم کا بالائی حصہ فولا دی ہے اس پر لاکھ بھر بھی ٹوٹیں تو اثر نہ ہو نیچے کا حصہ معمولی ہے - تو کیا - پھر بھی بہت کچھ ہے اور ہر بڑے بڑے راچسوں نے تمہاری مدد کیلئے اوتار لیا ہے - بڑے بڑے راج سنبھالے ہوئے ہیں - لشکروں کے دل باول جب چاہو - چھا جائیں - تم ذرا سے ارجن سے ڈر گئے وہ چیز ہی کیا ہے - گندھربوں کو دبا لیا ہوگا - تم سے سامنا ہو - تو ابھی چٹھی کا دو دھوا دگرا دیں - تم فرے سے ہستا پور جاؤ چین سے رہو - ہم لکھ پر ہیں - بانڈوؤں کو صفحہ دنیا پر سے مٹا کر دم لینے - تمہارے سوار روٹے زمین پر اور کسی کی ڈونڈی

نہ پٹ سکیگی

دریو دھن یا تو بہت مارے ہوئے تھا۔ یار اچھول کے بڑھا دوں سے اس کے جسم میں پھر تازہ خون دوڑنے لگا۔ راجھس خوش ہو گئے کہ بس مار لیا۔ دریو دھن کے بچھے ہوئے دل میں پھر جان آ گئی۔ انہوں نے کرتیا سے کہا کہ بس کام ہو چکا۔ دریو دھن کو پہنچاؤ۔ اور دریو دھن سے تاکید کر دی کہ خبردار یہ باتیں کسی کے سامنے نہ بان پر نہ آنے پائیں۔ رازداری ضروری ہے۔

کرتیا اگن دریو دھن کو پہنچا کر چل دی۔ رفیق لوگ بدستور بڑھا دے دیتے رہے۔ رات آنکھوں میں کاٹے کروٹوں سے کوچ ہوا ہستیا پور میں پہنچے تو عیشیہ تیار ہی سے سامنا ہوا۔ وہ ہنسے اور کہا +

کہو بخودا کی گزری۔ کیوں میں کیا کہتا تھا۔ دیکھ لیا۔ دویت بن جانے کا مزہ کرن رقبان کا چھو کر۔ اونچ نیچ کیا جانے۔ و عادی پانڈوؤں کو نیچ گئے۔ دیکھا پانڈوؤں کے دھرم اور نیکی مٹی کو۔ افسوس پھر بھی تمکو شرم نہیں آتی۔ دشمنی کا خیال نہیں چھوڑتے۔

دریو دھن نے جواب تو کچھ نہ دیا۔ مگر بے عزتی کی ہنسی سے بات ٹال کر چل دیا۔ کرن بولا +

عیشیہ تیار کی باتیں آپ نے سنیں۔ یہ بڑھا جب بلاتا ہے۔ تب اونکھی۔ دل میں آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اپنی قوت دکھا کر اس کی آنکھیں کھول دوں۔ یہ ہم لوگوں کو کبھی نظر میں نہیں لانا۔ پانڈوؤں ہی کی تیج کیا کرتا ہے۔ کسی روز مہاراجہ دھرم تراشٹ چکے میں آ گئے۔ تو دنیا فتح کرنے کا بیڑا اٹھالوں گا۔ اور سب کو دکھا دوں گا۔ کہ کرن میں کیا دم ہے +

دریو دھن۔ بیشک بدنامی کا داغ مٹانے کیلئے کئی تدبیر ضرور ہونا چاہیے۔ پانڈوؤں کا سرو بائے رکھنا بڑا مقدم ہے۔ آپ سب لوگ کچھ رائے ضرور دیں +
کرن۔ بس صلاح وقت یہی ہے کہ دنیا بھر میں فتح کا جھنڈا گاڑ دیا جائے +
عیشیہ۔ بہت درست میری بھی رائے ہے کہ جگہ کیا جائے +
دریو دھن۔ منظور منظور منظور !

اوصیائے ۱۰۰

راجہ کرن کی دنیا فتح کرنے کے لئے روانگی۔ چار دانگ
عالم کے تاجداروں پر فتحیابی بہشتی پور میں خوشیاں

دریودھن جہاں جہاں دھرتی کا پابوس ہوا۔ درخواست کی کہ ہر اہل راجہ جو یہ جگہ
کی اجازت ہو۔ آپ کا پرتاپ جرات دلاتا ہے۔ کہہ دئے زمین پر ہم علم جہاں گیری
بند کریں۔ کرن وگ بجے کے واسطے کرب تہ ہے۔ وہ اپنی طاقتوں تاجداران عالم کے علم کے
راجہ دھرتی راجہ۔ تمہاری تہمت پر آفرین۔ مگر جو کام کرنا سوچ سمجھ کر۔ اگر راجہ جو یہ جگہ
کی ہوتی ہے۔ تو نیک کام کو کون روک سکتا ہے۔

اجازت مل گئی۔ دریودھن نے فوج ظفر مویج کرن کے ہمراہ کی۔ اور کرن بندگوں
کی دعاؤں اور برہمنوں کے اشیر باد کی رہنمائی سے وگ و بچ کے واسطے منزل مقصود طے
کرنے لگا۔ شمال میں پہاڑی راجوں نے گردن اطاعت خم کی بشرق کے فرمانروا طبع
ہو گئے۔ جنوب میں راجہ راجہ۔ سے مکار بہ پیش آیا مگر صلح ہو گئی۔ کرن نے پیغام دیا۔
تخت و تاج ملک حکومت کے کچھ سروکار نہیں۔ بلکہ قول پورا کرنے سے مطلب ہے۔
اُتر پور کے راجاؤں نے اطاعت قبول کی۔ میں خاموش چلا آیا کسی کی دل نازی
نہ کی۔ آپ بھی اظہار موافقت کریں۔ تو کسیر نہ بچو گئے۔ راجہ راجہ کرن کی طاقتوں
کا قیال تھا۔ اس نے تحفہ تحائف اور مال و دولت دیکر سر سے لٹا ڈالی۔ یہاں سے
کرن نے مغرب کی طرف رخ کیا۔ وہاں حکمرانوں نے بھی سرتابی نہ کی۔ پیشکش
نہ مانوں سے دروسر کا علاج کر دیا۔ چاروں اطراف عالم سے جو کچھ دولت حاصل
ہوئی۔ مینا تھی کرن فتح کا پھر میرا اڑاتا ہوا بڑے تزک و اختتام سے ہستنا پور
میں وارد ہوا۔ کوروں نے استقبال کے لئے بڑی و معوم و معام کی دار السلطنت
میں آئینہ بند ہی ہوئی تھی کے چراغ جلائے گئے۔ راجہ دھرتی راجہ اور دریودھن
خوشنواہی کے لئے گئے۔ ماقول ماقول ہے بہر زبان پر شہر مبارک باد

تھا۔ کرن کے کان تعریفوں سے بھرے جاتے تھے۔ درپور میں مارے خوشی کے پھول لٹکائے ہوئے تھے۔

کرن! آفرین۔ مرزا۔ تم ہمارے فخر ہو جتنی تعریف کی جا۔ کم ہے۔ یہ تھا ہی دم تھا۔ کہ آج بھگوان کو جگہ دیتی کا خطاب دیا۔ روئے زمین کے تاجدار ملک خراج لینا صرف تمہارا ہی کام تھا۔ اب مجھے یقین ہوا کہ ہاں مجھ میں بھی کچھ قوت ہے اب مجھ کو ڈھارس ہوئی۔ کہ میرا کچھ کوئی بنا نہیں سکتا۔ تمام دنیا پر ایک ایک تمہاری ہو کر۔ جناب بڑی سیر ہوئی۔ جہم میں پہنچا بڑے بڑے شیر دل بھیڑ بکری ہو گئے۔

جہاں کرن کا نام سناروح قبض ہو گئی۔ جس کو دیکھتے رومال میں ہاتھ باندھے گھر کی ساری دولت ڈھونڈتے چلا آتا ہے۔ آپ کے اقبال سے وہ دھاک رہی۔ کہ تیر کو چلے تک پہنچنے کی زبنت ہی نہ آئی جو اکڑے وہ ایک گھبراہٹ کی ہی میں بستی بی بی بن گئے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ آپ کے سامنے ان بد نصیبوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں جن کا نام کرن لے عاقلان را اشارہ کافی است۔ آپ ان کی طرف سے اطمینان رکھیں۔ اور بے گھٹے کوس شاہنشاہی سجائیں۔ کوئی چین چڑھ کر نہ بیگا۔ تو میں سمجھ لوں گا کہ آپ تماشا دیکھا کریں۔

اس وقت وجہ سے کرن اور درپور میں کا داغ آسمان پر ہو گیا کسی کو نظر میں لاتے تھے۔ جانتے تھے کہ جگہ جیت لیا۔ بڑا تیرا۔ طرندار تعریف کے پل باندھتے تھے۔ خوشامری اور بھی عرش پر چڑھاتے تھے۔ جن کو معائنہ ہی کا مادہ تھا۔ وہ نفرت کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ مقوڑے ہوں بڑھ بڑھ کے باتیں مار لیں۔ یہ سال گذرے تو معلوم ہو کہ وہ کچھ کیسی ہوتی ہے۔ ابھی تو پانچ سو دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔

کرن پھر خوش خوش گاندھاری کے پاس جا کر قدموں پر گرنا۔ راجہ دھرم تریشٹ نے کہا۔ رانی مبارک تمہارا بہادریا دنیا فتح کر کے لوٹ آیا۔ اس کی پیچھے ٹھوٹو گاڑی بہت خوش ہوئی۔ دعائیں دیں۔ کورو کا مزاج نہ تھا تھا۔ خوشی خوشی کے مارے جاتے۔ سے باہر جاتے تھے۔ زمین پر قدم نہ چڑھا تھا۔ سکنی وغیرہ اترا سے جاتے تھے۔ کہ کرن نے دنیا ہی فتح کی۔ یا تو وہ ملک کو بھی سر کر رہا۔

اوصیائے ۱۰۱

دربارِ دھن کا بیشنو جگیہ - پانڈوؤں کی عدم شرکت - جگیہ
کا کامیابی سے انتقام - کرن کی پرتگیا - راجہ جید شستر
کی دوراندیشی و دیت بن سے کام بن کو روانگی !

بہشتیہ میں کرن کی کامیابی واپسی سے خوب خوشیاں منائی گئیں۔ جشن ہوئے۔
چلے ہوئے۔ مہر خورہ قرار پائی۔ کہ سب معاملہ چکس ہو گیا۔ اب راجہ یہ جگیہ میں
توجہ کیا۔ کرن نے ضرور دیا کہ جگیہ ضرور ہو اور جلد ہو۔ درج ضمن نے یہ دہشت کو
یا کیا۔ ساعت پر بھی یہ دہشت نے عمل کی۔

راجہ جید شستر اور راجہ دھرتی رائے کے چوتھے آپ راجہ یہ جگیہ نہیں کر سکتے
رواج کے خلاف ہے۔ ان جگیہ کی ہوس ہے۔ تو بیشنو جگیہ میں کچھ معافی لگے نہیں۔ اس
کیلئے ایک سوئے کے بل کی ضرورت ہوگی۔ ہائی اور سناہ و سامان میں عرض کردوں گا۔
دربارِ دھن۔ راجہ یہ جگیہ نہ آئی۔ بیشنو جگیہ ہی آئی۔ شام سامان لیں ہو جائیگا۔ آپ
مہارت فرما رہے۔

یہ دہشت نے ساعت بتائی۔ جگیہ کا سرانجام ہوئے گا۔ فرشتوں کا عالم کی طلبی
ہوتی۔ عزیز و اقارب دھرتی رائے گئے۔ پانڈوؤں کو بھی ایک خاصہ نے دعوت ملی۔
دوشالین کا پنہام تھا۔ کہ آئیں اور جگیہ کی رونق دیکھ جائیں۔

راجہ جید شستر (راجہ دھرتی رائے) کی طرف سے درج ضمن کو سہارا دینا۔ میں
ملوث سے آتا۔ مگر تیرہویں سال تک جنگ سے شہر میں آہا نہیں سکتا۔ چلے معاملہ کیس
میں بہت خوش تھا۔ کہ اس راجہ کی درج ضمن جگیہ کا رواج ہو گیا۔

بیشنو جگیہ - ہم کو بھی درج ضمن نے طلب کیا ہے۔ ہمارا بھی جواب سن لو۔ کہ نہ کہ
بیشنو جگیہ اس وقت دعائی ہو گیا ہے۔ چہ وہاں ہیں شروع ہوتے ہی حاضر

ہو کر لڑائی کے جگہ میں شریک ہوگا۔ استروں شستروں کی پاڑھ آگ ہوگی۔ راجہ جدمشتر کا غصہ آہستی کا کام دیکھا۔ اسی آگ کے کٹ میں کوروؤں کو ہون کر ڈنگا۔ میں نے جن نفظوں میں جواب دیا۔ ان میں ایک نفظ اومر کا اومر کا نہ ہو۔ حرف بحرف کہہ دیا۔ پینا مہر تینا پور میں مایس آیا۔ دریو دھن کو پاٹھروں کے جواب سنائے۔ وہ چپ لگا گیا۔ کہ ایک چپ میں ہزار بلائیں ملتی ہیں۔ نحوشی منے دارو کہ گفتن نے آید۔

دور دور کے مابے جمع ہوئے۔ رشیوں بہمنوں کا ہجوم ہو گیا۔ جگہ کی رونق کا کیا کہنا۔ خوب دھوم دھام رہی۔ بڑی کامیابی سے سب فرامین ادا ہوئے۔ دریو دھن نے خوب دان پن کیا۔ دل کھول کر خیرات بانٹی۔ ہزاروں گاؤں رشیوں بیوں کے ہاتھ آئیں لاکھوں من غلہ بٹ گیا۔ روہوں اشرنیوں کے ڈھیر لٹ گئے۔

دریو دھن جگہ سے فاسخ ہو کر روپیا شرنی ٹاٹا جے جے کار کے نعرے سنتا ہوا۔ بشیم تپامہ اور درونا چارج کا قدمبوس ہوا۔ چرنوں کی پرستش کر کے۔ عرصہ کی۔ کہ

آپ کے پرتاپ سے جگہ تو اچھی طرح ختم ہو گیا۔ مگر آج کی قدمبوسی کچھ چیز نہیں۔ نہ جگہ کی کامیابی کچھ بات ہے۔ میں اس وقت قدم دھو دھو کر بیٹھ گیا۔ جب آپ کا اقبال پاٹھروں کو محسوس کر کے میرے ہاتھ سے اٹھویدہ جگہ کر آیا۔

کرن۔ جب دنیا سر ہو گئی۔ تو کیا پاٹھروں سے باہر ہیں۔ وہ بھی آپ کے حلقہ اطاعت میں آچکے۔ اب بھی آپ کے خیال میں کچھ کسر باقی ہے۔ تو میری پرگیاسن لیجئے۔

”اگر میں نے ارجن کو نہ مارا۔ تو زندگی پر تلف۔ آج سے تم ہے۔ کہ اپنے ہی ہاتھ سے پاؤں دھوؤں گا۔ دوسرے ہاتھ چھو تک نہ سکیں گے۔ شراب اور گوشت دونوں حرام۔ سائل کا ر و سوال موقوف۔ سائل خالی ہاتھ جائے۔ نہ ملن جو مانگے پائے۔“

کرن نے جبروت مچھوں پر تاؤ دے کر یہ پرگیاسن کی۔ دریو دھن وغیرہ کامل ہاتھوں بڑھ گیا۔ بے ساختہ فانت نکل گئے۔ اُن کو گویا اہام ہو گیا۔ کہ بس ارجن مار دیا۔ جاتا کہاں ہے۔ ارجن ہی نہ رہا۔ تو پھر باقی ماندہ پاٹھروں کا مال ہیں۔ اکیلا کرن سب کو چٹنی کر ڈالے گا۔

کرن سورج کا بیٹا تھا۔ جس وقت زمین پر گرا۔ اسی وقت سے سورج کی بخشی

ہوئی۔ کوئٹہ زیب تن تھی۔ اس کے علاوہ تیرکی بھی دھنی تھا۔ پر سرام جی سے شتر و دیگھی
تھی۔ اس کی پرتگیا نے شہرت پائی۔ تو راجہ جد مشٹر کو دوسرا ملیشی کا خیال آیا انہوں
نے سوچا کہ دشمن کیوں ہیں۔ کیا فائدہ کہ کسی وقت غفلت میں گھات چل جائے۔
تو پھر بڑی ہو۔ اس سے یہاں رہنے کی ضرورت ہی کیا۔ یسیم سین ارجن وغیرہ نگاہ
میں چلتے تھے۔ وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ سب نے خاموشی سے چلنا دھندا کیا۔ اور کام
بن کی راہ لی۔

وریو دھن کے دماغ کا کیا پوچھنا۔ دوسرے زمین کی حکومت۔ مال و دولت کی
طاقت۔ کرن کا پرتاب۔ یسیم سین کا زور۔ درونا چارج اور کرپا چارج کا بھروسہ تھا۔
تا جہلان عالم نظروں میں بیچ معلوم ہوتے تھے۔ پانڈوؤں کی کھسی بچھڑ کے برابر بھی
حقیقت نہ تھی۔ بیخوف و خطر طند عالمگیری دکھانے لگا۔ رات دن عیش و عشرت
سے کام تھا۔ یا راحت و آرام سے طبیعت میں اگر کچھ انقلاب ہوا۔ تو صرف اسی
قدر کہ گرد کی نمب خدمت ہونے لگی۔ بزرگوں کا ادب و سجاوٹ پہلے سے زیادہ ملحوظ
خاطر ہوا۔ مہائیوں کی خاطر مقدم تھی۔ بزرگوں کی تعظیم و تکریم فرض منصبی +

اوصیائے ۱۰۲

راجہ جد مشٹر کا خواب۔ کام بن میں روانگی۔ بیاس جی کی آمد
فہمائش۔ مدکل برہمن کا تذکرہ !

پانڈوؤں کو یسیم سین جھیلے جھیلے ایک نہ مانہ ہو چکا تھا۔ راجہ جد مشٹر ہر وقت اپنی
بیوقوفی کہ جھیلے اور بار بازی کو کوسے تھے۔ رات تارے گنتے گنتے کٹی تھی۔ دن دل
ہی دل میں گھلتے گذرتا تھا۔ کرن کی پرتگیا دل نقش ہو گئی تھی۔ اس اور بھی خلیجان پیدا
کر دیا تھا۔ ہر وقت اسی خیال میں ہر سخطہ اسی کی فکر کسی روز فکر میں آنکھ لگ گئی۔ نیند
کے نچلے میں دیکھتے کیا ہیں۔ کہ بہت سے ہرن سامنے آکھڑے ہو گئے۔ اور بولے +
مہاراج! آپ صبر پتھر کھاتے ہیں۔ آپ کو اپنے خطاب کی شرم رکھنا چاہیے۔

زادیر کی تفریح اور اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے آپ تو شکار کا نام کرتے ہیں۔ یہاں ہرنوں سے جنگل خالی ہو چلا۔ اگر آپ اور غنیمت۔ تو شاید ہرنوں کا نام بھی نہ رہے۔ آپ اب بے زبانوں پر رحم کریں۔ اور کسی اور جنگل میں دل بہلائیں +
 خواب دیکھتے ہی راجہ جد ہشتدر چونک پڑے۔ اٹھ بیٹھے۔ آنکھیں کھول کے ادھر ادھر دیکھا کوئی ہرن نظر نہ آیا۔ سمجھ گئے۔ کہ خواب تھا۔ مگر دل میں رحم تھا۔ ہرنوں پر ترس آیا۔ اسی وقت اختر بخت سیٹھا۔ اور چل کھڑے ہوئے۔ کام بن چنبچے۔ تو وہی فکر وہی اندیشہ۔ وہی تردد۔ وہی کوفت۔ بیاس جی روشن ضمیر تھے۔ راجہ جد ہشتدر کی کیفیت دور ہی سے بھانپ کر تشریف لائے۔ سمجھا یا کہ

عقل نہ ہو کر بیوقوفی۔ آپ نہ دیدہ۔ موزہ از پاکشیدہ پیش از مرگ داویلا۔ بیشک تم نے بہت سختیاں بھلیں۔ کہاں وہ عیش و آرام۔ راجہ بیہ جاگیہ کی دھوم دھام۔ کہاں صحراوردی۔ وشت گردی۔ کبھی سردی سے پریشانی۔ کبھی گرمی سے حیرانی۔ مگر سمجھو کہ بارہ برس بعد گھوڑے کے بھی دل پھرتے ہیں۔ رنج کے بعد راحت ضرور ہوتی ہے۔ پہلے نیش ہے۔ پھر نوش۔ تم نے بارہ برس تک تپ کتے بچھرتے تھے کس کا خوف اور کس چین کی کمی۔ رہی تو تکلیف سمجھ لو کہ اس کے بغیر تو کس کو چارہ ہے برہما انظام آفرینش کرتے ہیں۔ کیونکہ تپ کی تکلیف اٹھا کر نیشن و مہادیو۔ کا بھی یہی حال ہے۔ کیا دیتا۔ کیا انان۔ دونوں کو تپ کرنے میں جہاتی تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر جو روحانی آرام حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مزہ کچھ اور ہی ہے۔ زبان نہیں جان سکتی۔ انسان کی کیا حقیقت ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ ناپاک قطرہ مٹی کا پتلا۔ پڈیوں کا ڈھانچا۔ خون پیپ کا جامہ۔ پھر بھی جب یہ تپ کرتا ہے۔ تو زاکا کوئی قابو میں کر لیتا ہے۔ اور فائدوں کا کیا ذکر۔ جو شخص تپ کرتے ہیں۔ نفس قلم نہیں رکھتے ہیں۔ دان کرتے ہیں۔ ان کو تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر یہ تکلیف تکلیف نہیں۔ راحتوں کا پیش خیمہ ہے۔ انہیں تکلیفوں بدولت زحمت ہوتی ہے۔ پر ماتا وہ سکھ دیتا ہے۔ جس کو کبھی نہ وال نہیں +
 راجہ جد ہشتدر اتم نے دان بھی بہت کئے ہیں۔ دان بھی پڑے ثواب کا کام ہے۔ پُنیہ کی جڑ پانی میں ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ حسب

حیثیت ضرور دان کرے۔ وقت مناسب ہو۔ برہمن وید پڑھتی ہو۔ اس وقت اگر تھوڑے سے تھوڑا دان بھی کیا جائے۔ تو بڑے سے بڑا پل ملنے میں شبہ نہیں۔ دیکھو میں ایک نظیر دیتا ہوں +

کوکرشیر میں ایک برہمن کی سکونت تھی۔ عوام مدکل کہتے تھے۔ اس کے ایک بیٹا بھی تھا۔ بیٹا ایسا ویسا نہیں۔ بالکل باپ کا پیرو۔ برہمن دو ہفتے میں صرف ایک روز کھاتا تھا۔ بیٹے کی بھی یہ کیفیت تھی۔ دونوں باپ بیٹے کھیتوں سے گرا پڑا اناج زمین لاتے تھے۔ جو پندرہویں روز کھایا۔ وہ تو خیر باقی جو بچا۔ وہ ذخیرہ ہوتا رہا ایک روز مدکل نے سارا اناج پکا ڈالا۔ اناج کم تھا۔ برہمن ہزاروں تھے۔ گرنیت نیک سکت کی کہ بھکیا ذکر سب سیر ہو کر کھا گئے۔ اور پھر بھی کچھ بچ ہی رہا۔ جب دوبارہ ایسی ہی نوبت آئی۔ تو درباساجی چیلوں کو لئے ہوئے آ موجود ہوئے۔ جو کچھ برہمن کے یہاں موجود تھا۔ سب ڈکار گئے۔ مدکل کیلئے ایک کنگی بھی نہ بچی۔ تین دفعہ یہی معاملہ پیش ہوا۔ اور ہر دفعہ برہمن کو پیٹ میں تو ادے کر منہ باندھے رہنا پڑا۔ جب ڈیڑھ چھینے بے آب و دانہ گزر گئے۔ درباساجی خوش ہو گئے۔ بولے کہ۔
لو میں تمہیں جیتے جی سرگ میں بھیج دیتا ہوں۔ تمہارا صبر تمہارا
استقلال۔ تمہاری سی نفس کشی۔ تمہاری سی فرائضی۔ ایسی نہیں۔ کہ تم کو سرگ کا
مستحق نہ کرے۔ درباساجی تو کہتے ہی تھے۔ دفعہ ایک بوان آ موجود ہوا۔ دیوتا
مدکل سے بولا +

بوان حاضر ہے۔ تشریف لے چلیے +

مدکل۔ کہاں !

دیو دوت۔ سوگ میں +

مدکل۔ سوگ میں اچھلی کیا ہے۔ اور بڑائی کیا۔ یہ معلوم ہو جائے تب جانے
نہ جانے کا فیصلہ کروں گا۔

دیو دوت۔ سوگ میں یارے غیرے پچھلیاں نہیں جا سکتے۔ جاتے ہیں۔ تو
دھرموان تفاعت پسند۔ پیشوی دانی۔ وید پڑھتی۔ اور برہمن بھوج اور ہون وغیرہ
نیک کام کرنے والے۔ سوگ میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ وہاں نہ سردی

نہ گرمی نہ بھوک نہ پیاس۔ پوشاکیں صاف و شفاف عطر آمیز پھولوں کے ماروں
کی زینت دوائی مکانِ طلا کار و جواہر نگار۔ باغ ہمیشہ بہار آرائشی و زیبائشِ قابلِ دید
دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملکتی جس سے سرگ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش ہو سکے۔
سرگ ملک ہے۔ تو قالبِ عنصری چھوڑنے پر قالبِ نورانی میں پیکرِ انسانی میں رکھا
ری گیا ہے۔ پانی۔ خاک۔ آگ۔ ہوا۔ اور آکاش وہاں خوشی کے سوارِ سنج و تکلیف کا
نام نہیں۔ راگ رنگ سے برقت آئندہ رہتا ہے۔ یہ تو سرگ کی خوبیاں تھیں فلا
ہائی بھی سن بیچے۔ سرگ میں گئے خوب عیش کئے جب قیام کی مدت گزر گئی پھر
کبھی اچھے قالب میں آنا پڑا۔ یہاں دولت بھی ہوگی۔ خاندان بھی اچھا ملے گا۔ سب
کچھ ہو گا کہ گھر سچ یہ ہے۔ کہ اعمال نیک کئے جھوٹ سے نفرت اور سچائی سے
محبت رہی۔ تب تو پھر سرگ ملے گا۔ ورنہ اعمال کے موافق دوسرے لوگوں میں
بود و باش ہوگی۔ یا ترک سے سابقہ ہو گا۔ دنیا ایک کھیت ہے۔ جیسے اعمال کا
نہج اس میں بویا جاتا ہے۔ ویسا ہی پھل حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ کامل رشی مہرشی
الدنیک اعمالِ برہمن برہمنوں کے لوگ ہیں جاتے ہیں۔ اس سے افضل دیوتاؤں کا
لوگ ہے۔ جسے برہم لوگ کہتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ ہر خواہش
اس سے پوری ہو سکتی ہے۔ یہ وہی بہت سے ترتیب وار لوگ ہیں جن کی بندی
کے حساب سے فضیلت مانی جاتی ہے۔ لیکن ٹھیک طور پر دان کرنے والے کو
دیو لوگ میں جگہ ملتی ہے۔ یہاں کے ہنر والوں کی خوراک امرت ہے۔ اس لوگ سے
انچھا لوگ لٹن لوگ ہے۔ چلیے ہوان پر بیٹھے۔ سیر کیجئے۔
مگل۔ آپ تشریف لے جائیے۔ میں سرگ سے باز آیا۔ جہاں سے پھر دنیا
میں آنا پڑے۔

دیووت چلا گیا۔ مگل نے تنہا شروع کی۔ اسی وقت حاصل کی سرگ سے بچ
مہاشیل کو نصیب نہ ہوئی۔

یہ فرما کر بیاس جی بولے۔ کہ راجہ جو دھنٹر بھراؤ نہیں۔ دل کو ڈھارس دے۔
نہیں وہ مرتبہ وہ درجہ حاصل ہو گا۔ جسکو تم خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتے۔

اوصیائے ۱۰۳

درباسا کی در یو دھن کے یہاں خاطر و مدارات۔ در یو دھن کی
تحریک سے درباسا جی کی پاٹھروں کے یہاں رونق
افروزی بخند و نوش کا سوال۔ درو پدی کی فکر و کاہش۔ کرشن چندر
سے فریاد۔ کرشن کی جی تشریف آوری۔ درباسا جی کو شرمندگی

درباسا رشی صاحب کمال تھے۔ ان کو بیٹھے بیٹھے بھی سوچا کرتی تھی کہ چلو فلان
وصہ ماتا کی آزمائش کر لو۔ در یو دھن کا جبوقت عروج ہوا۔ آپ چلوں کی فوج
لے ہوئے اس کے بھی جلا بیچے۔ در یو دھن خاطر تواضع کے لئے جھٹ گیا خوب
خدمت کی۔ درباسا جی کے ہتکنڈے نرا لے تھے۔ سو میں جبوقت تیار پائی۔ کہہ دیا
کہ بھگدر کیا ہے۔ کھالیں گے۔ اٹان کو گئے۔ پہر و غامیب۔ جب رسوئیں اٹھ گئیں۔
تب آ موجود ہوئے۔ کہ لاؤ کھانا پر سو۔ بعض وقت آدھی رات کو فرمائش کر دی۔
غرض وقت بے وقت کھانا مانگ بیٹھتے تھے۔ اور جبوقت رسوئیں تیار ہوتی تھیں
نہ توڑتے۔ در یو دھن نے کچھ ایسی نگہداشت کی۔ کہ درباسا جی کو ہر وقت تازہ تازہ
کھانا تیار ملا کبھی شکایت کرنے پائے۔ ایسی خاطر و اشت نے ان کے دل پر اثر کیا۔
در یو دھن جو چاہو مانگ لو۔ میں تم سے بہت رضامند ہوں۔

در یو دھن۔ آپ کی برکت سے کسی چیز کی کمی نہیں۔ ایشور نے سب کچھ دیا ہے۔
آرزو بہت۔ تو صرف یہ کہ آپ ایک دن راجہ جی دھشٹر کے یہاں جوسن کریں مگر گوشت جب
درو پدی کھا چکے۔ راجہ جی دھشٹر کو سوچ بھگوان نے ایک کئی ناقہ آئی ہے۔ اسکی فاعیت

ہے کہ کبھی خالی نہیں ہوتی خواہ کتنے ہی آدمی کھانا کھا جائیں +

ور باسا ضرور جاؤں گا۔ دیکھو تو وہ کوئی قصوں کا پیٹ جبرکتی ہے +

ور باسا وٹاں سے چلے۔ دس ہزار چیلوں کی ایک فوج کی فوج ساتھ چلی۔ کام بن میں پہنچے۔ تو پانڈوؤں نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ خدمتگداری کو حاضر ہو گئے۔ پوچھا کیا ارشاد ہے؟
ور باسا۔ پیٹ کی آگ یہاں کھانچ لائی۔ نہانے کو جاتے ہیں کھانا تیار کر رکھیے +

درویدی پانڈوؤں اور برہمنوں کو کھلا کر روٹیں اٹھا چکی تھیں۔ وہ گھبراہٹ سے کہہ دے کہ دس ہزار ایک آدمیوں کے ہاتھ کیسے دھلائے جائیں گے۔ ور باسا کو اتے ہی کھانا نہ ملا۔ تو آتلیں سنگ جائیگی۔ بغیر بدو دیا دیئے نہ رہیں گے۔ اس کو سخت فکر ہوئی۔ تو دوسرے فقیر لیا مصیبت کا وقت آبرو کا معاملہ تھا سرکیشن جی کے حلقہ میں جو ہو گئی۔ اور لگی فریاد کرنے دینا ناقص عزت پر بن رہی ہے۔ بات جانی ہے۔ دو شاس کے ہاتھوں سے آپ نے حوریت بچائی۔ ہزاروں آدمیوں میں لاج رکھی۔ آج بھی آبرو رکھیے۔ فقط آپ کا ہی بھروسہ ہے۔ آپ ہی کا آسرا ہے۔

کرشن چندر جہا راج جہا رانی رانی جی کے راز میں تھے۔ جبوقت درویدی نے دھیان کیا۔ جہا رانی سے بولے +

جہا رانی درویدی یاد کرتی ہیں۔ ذرا میں ہواؤں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ضروری کام ہے +

یہ فرار کر آپ وٹاں سے کیونٹ چلی کہ دم میں پانڈوؤں کے پاس پہنچ گئے۔ پانڈوؤں کی دلی مستیوں کا کیا پوچھا۔ نہال ہو گئے۔ درویدی آمدن کر دڑی آئی۔ کہا۔ یاوش بنجیر۔ دھیان کرتے ہی آپ آ پہنچے کیسے کہیں اس پاس تھے +
سرکیشن جی۔ اول طعام۔ بعدہ کلام۔ پہلے یہ کہو۔ کہ کچھ کھانے کو بھی ہے۔ یہاں مارے جھوک کے جان پر بن رہی ہے +

درویدی ور باسا ہی کے فکر میں پریشان تھی۔ کرشن جی نے کھانے کو مانجا۔ تو ایک نہ شد دوش کا معاملہ ہوا۔ اس کی جان اور بھی مصیبت میں ڈر گئی کہتے رکتے ہوئی۔ جہا راج ابھی ابھی کھا کے اٹھی ہوں۔ کچھ بچا نہیں۔ ٹاں حکم ہو تو پکا لاؤں یہ دیکھئے کوئی خالی پڑی ہے +

سرکیشن جی۔ لاؤ لاؤ۔ اس میں میرے لئے بہت ہے +

درویدی۔ زیادہ نہ بنائیے۔ پھینکئے ڈوگری کو +

سرکیشن جی۔ تم کہتی ہو کہ کچھ نہیں۔ یہ دیکھو ساگ +

ڈوگری میں فوراً ساگ لگا رہ گیا تھا۔ آپ نے اس کو بڑے ذوق و شوق سے

کھایا۔ اور بولے کہ واہ کیا عمدہ ذائقہ ہے۔ میری طبیعت تو سیر ہو گئی +

درویدی۔ آج ایک تازہ مصیبت آپڑی ہے +

سرکیشن جی۔ وہ کیا۔

درویدی۔ دربارشی دس ہزار چیلوں کو لئے ہوئے آگئے ہیں۔ یہاں کھانے کو کچھ

نہیں۔ اب لاج آپ کے ہاتھ ہے +

سرکیشن جی۔ اُن تو پھر کیا مضائقہ ہے جیم سین سے (ذرا کھیت کرو۔ مہا سا اور اُن

کے چیلوں کو بلاؤ کہ رسوئیں تیار ہے +

جیم سین ادھر سے چلے واپس دربارسا جی کے چیلوں پیٹ کر گزرنے لگا۔ دکا رہیں

آئے نکلیں۔ دربارسا جی کا بھی پیٹ اچھڑا معلوم ہوتا تھا۔ مگر یا خوب تن کے کھا چکے ہیں۔

انہوں نے چیلوں سے کہا۔ راجہ جی جی خود ہزار مہا تاؤں کا ایک مہا تا اور شین جی

کا سچا بھگت ہے کہیں کوئی بدو عائدہ دے بیٹھے۔ اس سے بھتیا سب یہاں سے

کھسکو۔ ہم نے خود غلطی کی۔ کھانے کو مانگا +

یہ کہہ کر دربارسا وغیرہ تو واپس سے چپت ہو گئے جیم سین پہنچا۔ تو نگار جی نے

نہ اُن کا کوئی چیل +

اور شیوں نے کہا۔ آپ کس کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ وہ سب آنا کھائے۔ کہ پیشیں

سائنس کی جگہ نہ رہی۔ ایسا ہی چھوڑا کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایسی دعوت خودی سے

کان پکڑے جیم سین واپس گیا۔ تو تنہا۔ سرکیشن جی نے پوچھا کہ

دربارسا جی کہاں ہیں۔ آگئے ؟

جیم سین۔ وہ کیا ان کا سایہ بھی نہیں۔ نہ جانے کہاں کھسک گئے۔ مگر اُن کا

پیٹ اچھڑتا تھا۔ اُس لئے بھاگ کھڑے ہوئے +

درویدی۔ واہ ہا لاج واہ۔ دھنیہ ہی تمہاری قدرت کے کرشمے ہی عجیب ہیں۔ کیا وعدہ

ہی سے وقتا بادی +

راجہ جہد مشتم۔ اس جہد سے پر نہ رہنا۔ دُر با ساجی بڑے حضرت میں۔ ایسے اسٹاپے
وقت آئیں۔ کہ تھلے بنائے کچھ نہ بنے +
میر کشن جی۔ اسٹاپے وقت کیا زندگی بھرا اب میں تب کہتے تھے۔ وہ بھی نہ آتے دریدہ
لے شیطنت سے مجھ پر تھا۔ اب انکو بھی سبق مل گیا۔ اُدھر رخ بھی کریں۔ تو میرا فوہہ۔
اگر بڑے بھکے ابھی جائیں۔ تو منہ کی کھائیں سگے۔ اچھا لے اب میں چلتا ہوں۔ اب
لوگ استلحہ کرتیں۔ مجھے بچتے بچتے نہ یاد رہا۔ ہر جاگی +
مہاراج اتنا فرما کر رخصت ہو گئے۔ اور پانڈوؤں نے تازہ فکر سے نجات پا کر
بستر راحت پر آرام کیا +

اوصیائے ۱۰۴

راجہ جہد رتھ کی کام بن میں آمد۔ پانڈوؤں کی عدم موجودگی
میں دوپہی کو لیکر فراری۔ پانڈوؤں کے ہاتھ سے سزا بانی

ایک روز راجہ جہد مشتم وغیرہ مصروف شکار تھے۔ دوپہی تین بندشی سے مشتم
میں لپی رہ گئی۔ راجہ جہد رتھ کو انیچا کے فرزند جہد شکی شادی تھی۔ وہ اپنی بہات لے
ہوئے۔ اُدھر سے گزرا سالو میں کاغذ نم تھا۔ تمام شاہی جلوں۔ ساتھ۔ فوج حاضر۔ مہراج
ہمراہ بہت سے راجے مہاراجے برائیوں میں شامل۔ بابے گاؤں نے جنگل میں شکاری
بجانا شروع کئے۔ تو دوپہی کھڑی ہو کر ٹھاٹھ باٹھ دیکھنے لگی۔ سر پر کدھ کا درخت
سایہ لگن تھا۔ اور چہرے سے سورج کی سی کرنیں پھوٹی نکلتی تھیں۔ اتفاق
سے راجہ جہد رتھ کی نظر پڑ گئی۔ کوٹ کا شہید کشتری کو طلب کر کے حکم دیا۔
کہ جائے۔ دیکھئے اور پتہ لگائے۔ کہ یہ کوئی دیوی ہے۔ یا ناگ کنیاں یا ایسرا
یا انسان۔ واہ واہ کی مہمئی صورت۔ کیسی پیاری صورت ہے نیم نگاہی کی

اداس ہوں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا کہ ہے *

کوٹ کا شہ تیر کی طرح پہنچا درویدی سے بولا۔

اے تصویر نور کون ہو۔ اس جنگل میں کہاں آگئیں۔ جہاں نہ آدمی نہ آدم زاد کہیں
اور بھول تو نہیں ہیں۔ اپنا ٹھکانا تو بتاؤ *

درویدی۔ وصرم کی اجازت نہیں کہ خیر مرد سے بات چیت کروں۔ مگر میرے
سوا کوئی دوسرا موجود نہیں کہ تم سے بات چیت کرے۔ اس لئے بولنے پر مجبور
ہوئی۔ سنو درویدی میرا نام ہے۔ مہاراجہ درویدی میرے چٹا ہیں۔ اور وصرم روپ
پانڈو میرے چتی پریشور *

کوٹ کا شہ۔ پانڈو کہاں ہیں؟

درویدی۔ یہیں کہیں شکار کھیل رہے ہونگے *

کوٹ کا شہ انہیں پیروں لٹا جیہر تھوڑے سے سب حال کہا۔ درویدی کے حسن بھو
سوز اور جمال عالم افروز نے اس کے دل پر موہنی سی ڈال دی تھی۔ وہ خود دھڑا ہوا
آیا۔ اور کہا دیوی!

تم یہاں کہاں مزاج تو خیریت ہے *

درویدی نے ایک عالیشان راج کا رہکار سجھکھکس کی عزت کی ایک آسن پر بٹھایا
اور آپ اس سے دوسا ایک گے شے میں جا بیٹھی۔ جیہر تھوڑے سے بولا *

مجھے تمہارے حسن و جمال پر ترس آتا ہے۔ یہ سورج کی سی صورت۔ پانڈو ایسی
صورت۔ اور ایسے سٹائل جنگل میں بود و باش۔ پانڈوؤں کے پتے جھنجھی نہیں۔ راج پٹ
اُچڑ گیا جنگلوں کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ان کے ساتھ تکلیف کے سوا اور کیا رکھا ہے
ان پوچھو لعنت۔ آؤ میں تمہیں بے چلوں۔ وہ عیش و آرام دوں کہ اندانی کو بھی نصیب
نہیں۔ ساا پنجاب تمہارا ہوگا۔ پانڈوؤں سے اچھے اچھے تمہارا پانی بھریں گے۔
درویدی کو یہ الفاظ تیر و نشتر معلوم ہوئے۔ منہ دوپٹے سے چھپالیا۔ اور بولی کہ

میں اس کا جواب کیا دوں۔ عورت ذات ہوں۔ اس کا جواب تم کو میرے پرانے
پتی ہی دے سکتے ہیں۔ شکا سے مارے آتے ہوں گے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتی
ہوں۔ وہ صرف یہ ہے کہ راجوں کی زبان سے ایسی باتیں اچھی نہیں معلوم

ہوئیں۔

جیدر تھو جس عشق سے اندھا ہو رہا تھا۔ اس کو آکھیا کچھ نہ سوچھا۔ اٹھا۔ لپک کر درویدی کو گود میں لے لیا۔ اور رقتہ پر بٹھا کر چلتا پھرتا نظر آیا۔ درویدی چلائی۔ دھوم رشی جی دوڑ دھڑکتے سے بھاڑ۔ ظالم کے پنجے سے چھڑاؤ۔ جیدر تھو مجھے کڑے لئے جانتے ہے۔

دھوم رشی آواز پر لپکے چھینٹے ہوئے دوڑے۔ کہ
او جیدر تھو ذرا ٹھیرو۔ ایک بات تو سنئے۔ راجوں کو اسی حرکتیں مناسب نہیں۔
جیدر تھو نے سونے کی چڑیا بھانسی تھی۔ وہ کسی کی بات کب سننے والا تھا۔ رقتہ کے گھڑے اڑتا ہی رہا۔ شکار میں راجہ جد حشر کے کانوں میں جانوروں کی سنحوس آوازیں آنے لگیں۔ جو سنگون ہنسا۔ وہ خراب۔ یہ رنگ دیکھ کر وہ بھائیوں سے بولے کہ
آشرم میں خیریت نہیں۔ آٹھار بیڑا ب نظر آتے ہیں۔ جلدی چلو۔ خبر لیں بسکے
سب شکار لئے ہوئے آشرم کی طرف چکے۔ ابھی راستے ہی میں تھے۔ کہ درویدی کا خدشہ کار زمین پر پڑا نظر آیا۔ پوچھا۔

کہوں خیر تو ہے؟

جواب۔ ہمارا ج غضب ہو گیا۔ جیدر تھو نے دغا کی۔ درویدی جی کو لئے ہوئے بھاگا جاتا
پانڈوؤں نے اپنے رقتہ فوراً کے اوپر اور ہو کر گھوڑے دوڑائے۔ تو جیدر تھو
کو نشان نظر آنے لگا۔ اس نے فوج کو حکم دیا۔ کہ گھیر لو سرنگوں کو۔ کل پانچ ہی تو ہیں۔
فوج پھیر چڑی۔ پانڈو ڈیڈی دل میں گھر کر گئے۔
درویدی بولی کہ اب ہوشیار رہنا۔ تھپا کے کل آگئے۔ بہتر ہے کہ معافی مانگ
لو۔ ورنہ جان کی خیر نہیں۔

جیدر تھو۔ اچھا یہ تو جتاؤ۔ کہ ان میں سے کون کون؟

درویدی۔ راجہ جد حشر سب آگئے ہیں۔ دھرم پتھر کا خطاب ہے۔ دیکھو
انکھیں سر پر لڑکی طرح خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ پیٹا مہر پڑا لکھا ہے۔ مرگ
چھالاک خوشامی سونے میں سہاگہ۔ بدن پھر راجہ صورت موہنی رقتہ سے طرح طرح
کے باجوں کی خوش آئند آواز گونج رہی ہے۔ دھرم نام سے زندہ ہو تو جی بھر کے

نتیج سے شرمندہ۔ اُن کے پیچھے مصیبتیں ہیں۔ انکھیں خون میں ڈوبی بھریں پڑ جی
 ہوئی گمان۔ دُندبے اُتھیلوں کو لڑا دینے والے۔ دام دے۔ پہاڑوں کو کھادینے
 والے دُش کی کھا لوتی ہو جائے تب بھی غصہ نہ اُترے۔ سارا کہنے کا کب نہ اس کے
 بغیر کل نہ پڑے۔ اُن کے فوجی نشان برہمیری بونگ بلی کی شبیہ زمینت سے ہی ہے
 اور انکو بھی ہون پتر کہتے ہیں۔ تیسرے رفقہ پیرا بن میں بصورت چاند کی تصویر سر پر
 کریٹ کٹ باغ میں کاٹو پودے بخش گئے ہیں موتیوں کے مارے کانوں میں کمارت
 کندل باگل راجہ اندر کے مشکل چوشتا رفقہ کل کا ہے۔ باغ میں جو بھی چمکتی دکھائی دیتی
 ہے۔ وہ ان کی تلوار ہے۔ اور سن صغورٹ سرخ اور سہدیو پانچوں رفقہ پر ہیں۔ تیسری
 سے نکلنے کیلئے چل رہا ہے۔ تھرا لودہ نکاہیں چاروں طرف زبر آگں رہی ہیں۔ جہاں
 تھا رارقہ زو پیا آجھ لینا۔ کہ بس اب زندگی کا ساتھ چھوٹا کئے کی سزا ہے۔ اب بھی
 کہتی ہوں کہ سر کھل چلے جاؤ۔ قدموں پر سر رکھو۔ خودی اچھی نہیں کئے کی رت
 مرنے سے فائدہ نہ پائو وہ ہیں۔ جن کے نام سے دیوتاؤں کی بھی کوئی پتی ہے۔
 پھر تم کس شہر قطار میں ہو۔

جید رفقہ۔ تم لاکھ زبٹ لاکھ پرکٹی اڑاؤ۔ یہاں کوئی دہکی میں نے والا نہیں۔ ایی گیدر
 جھجکیاں بہت سنی ہیں۔ جو یا ندہ بارہ برس کی بھوکہ پیاس تکلیف و مصیبت سے اڑ
 مرے ہوئے ہیں۔ فائدہ کرتے کرتے ہڈیوں کا مغز تک خشک ہو گیا۔ ان میں جان ہی
 کیا ہے۔ وہ کہہ ہی کیا کئے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے دیکھو۔ اچھی میرے بہاوان فون تکلیف
 ہوئے آتے ہیں۔ میری اتنی فوج کے سامنے سڑوں ٹوں پانچ آدمی وہ بھی مڑوے بدر
 کی حقیقت کھنسنے ہیں۔ بھی بھی بھر خاک ڈالی جائے۔ توبہ کے رہ جائیں +

ادھر جید رفقہ اپنی طاقت کے زعم میں بڑھ بڑھ کئے باتیں۔ رارقہ دلا ابن
 نے گاٹو و وحش سے صد آدھوں پختہ تارا جس کو تیر فرما بھی چھو گیا۔ بس سانس
 نہ آئی۔ نور و دم کل گیا۔ جید رفقہ کے ساتھ بہت سے جنگی فوجی تھے۔ فیل بانوں نے
 ایک ساتھ ریا کیا۔ باغی راجہ جدو شہر پر ٹوٹے رفقہ کو چور چور کر دیا۔ راجہ جدو شہر
 پر چ کر بھاگے۔ تو جیم میں نے ہاتھ نہ بھر جھلٹے۔ اور گدا ایک جو فائدہ دیکھا فائدہ
 کئے۔ تو پچھلے فوجیوں کے سر پٹے پر پٹے ہو گئے۔ راجن کو بھی طیش آ گیا۔ ایسے

برائے کہ ہزاروں جوان پھڑک کر مر گئے +

نکل و سہریو نے ہزاروں کو تلوار پر رکھ لیا سب ام غنائے والے خون میں ڈوب گئے
اب بگڑ شروع ہوئی۔ جدھر جس کا منہ ہو گیا۔ اسی طرف سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگا جبید
کے ہوش خطا ہو گئے۔ جان ستر کوٹھوں میں پھینے لگی۔ چپکے سے روپی کو آتا اور
آپ لوگ دم بھاگ کھڑا ہوا +

راجہ جد مشتر نے روپی اور دھوم نشی کو رتھ پر بٹھایا۔ اور ارجن سے بولے
کہ

میں تو آشرم کو چلتا ہوں۔ تم جد رتھ کو مارنا نہیں۔ پکڑ کے لانا۔ وہ راجہ دھرم تراشٹ
کی رہکاری کے رشتے سے ہمارا بہنوئی ہوتا ہے۔ بہنوئی کو مارنا ٹھیک نہیں
اعتیاد رہے +

راجہ جد مشتر آشرم کو پھرے۔ ارجن اور بصیم سین نے پیچھا کیا۔ فوج کو۔ جیٹا بھیہ
کو طرح دی۔ اور جد رتھ ہی کی فکر میں پلکے کو سب کا فاصلہ ہو گا۔ کہ ارجن نے منتر
پڑھ کر ایسا تیر مارا۔ کہ رتھ کے گھوڑے وہیں ڈھیر ہو گئے۔ جد رتھ کو پیدل بھاگنا
پڑا بصیم سین اور ارجن کے رتھ آند ہی کی طرح تیز ہوئے۔ جا کر جد رتھ کو دھریا ایک
اردو چندر یعنی نصف چاند کی شکل کے تیر سے استر کے بی طرح سر موڈ ڈالا۔ اور چاہا۔
پر پانچ چوٹیاں باقی رکھیں۔ دونوں شیر دل اس رو باہ منٹ کو رتھ میں باندھ کر راجہ جد مشتر
کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کی کہ

ہمارا راج آپ کا سر منڈا غلام حاضر ہے۔

جد رتھ کا بدن عرق عرق ہو گیا۔ ڈھاریں مار کر قدموں پر گر پڑا۔ بولا خطا ہوئی معافی
کا خاکسٹکار ہوں +

راجہ جد مشتر تنہا ہی کھال بکھینی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ مگر میں معاف کرتا ہوں
تم میری وصائی دیتے ہو۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ چپ چاپ تے گھر چلے جاؤ۔ اب پھر
ایسی حرکت نہ کرنا۔

جد رتھ عذر معذرت کر کے سیدھا ہروا پہنچا۔ وہاں ایسی تپشیا کی کہ ہوا دہو جی
مد سے زیادہ خوش ہوئے۔ خود جلوہ نورانی دکھا کر پوچھا کہ

کیا سوال ہے۔ کہو +

جیدرتھ۔ بس یہی کہ پانڈوؤں کو اپنے قوت بازو سے نچا دکھاسکوں +
 مہادیو جی۔ اور وہ پتلو ایک زورور ہونے کا برداں ٹسے سکتا ہوں۔ مگر جن سے
 جیتنا محال ہے۔ ایک تو اس کی طاقتیں ہی خود کیا کم ہیں۔ دوسرے میرا پستہ اسٹر
 اس کے پاس ہے تیسرے وہ نارائن کا ایک جزو یعنی زکاروپ ہے۔ بس اس کے
 جیتنے کا خیال چھوڑ دو مگر جن ان بھگوان کا سنگی ساتھی ہے۔ جنہوں نے پہلے باہاروپ
 میں جلوہ دکھایا۔ پھر ہون روپ میں پہلا کوہرنا کشیپ کے ظالموں سے نجات دی۔
 رام اوتار میں راون کو قتل کیا۔ اور آجمل دیو کی نندن راوہا ارجنن سرکچرشن چند
 آئندہ کھلا تے ہیں۔ مہا لک کی ذات مقدس کی ثنا و صفات ممکن نہیں۔ بلکہ چکر لکھا
 پدم سے بیکرا انوار کو زینت۔ بیتا مہ کو حسن جہاں افروز سے عزت۔ نور زری میں
 وہی ارجن کا رتھ بانک کر دکھائیں گے۔ کہ ظہبی اماؤ کو کیا قوت حاصل ہے خیال
 رکھنا۔ کہ ارجن تین لوک کے بہادروں پر بھاری ہے۔ اس کے ہونہار باکل ناممکن ہے۔
 تال اور پانڈوؤں کو آکھلا ایک دن ضرور زچ کر سکو گے۔ بس +

یہ فرما کر ادھر مہادیو جی نظر سے غائب ہو گئے۔ اور ادھر جیدرتھ اپنی لہجہ کافی
 میں آیا +

اوصیائے ۱۰۵

راجہ جیدرتھ کے ذکر میں سیتا ہرن کا تذکرہ۔ راون و کبھہ کرن

وغیرہ کے مختصر حالات پیشیا۔ بروان۔ مڑم زاری

مارکنڈے جی ابھی موجود تھے۔ راجہ جیدرتھ موجب جیدرتھ کو نصرت کر چکے
 تو عرض کی۔ مہاراج! کہ کی تو بڑی عمر ہے۔ بہت زیادہ دیکھ چکے آج کہیں کہ بھلا
 بھی کوئی بد نصیب آپ نے آج تک دیکھا +

مارکنڈے رشی۔ آپ نے اپنی بیوی کا یقین کیا کر لیا۔ میں تو بہت ہوں۔ کہ

آپ بڑے خوش نصیب ہیں *

راجہ جدمشٹر خوش نصیبی تو ظاہر ہے۔ بھیاں راجہ بیاں۔ صورت ہمیں عالم سپرس
حالت منہ سے بول رہی ہے۔ کہ خوش نصیبی کے کیسے اچھے سے اچھے بچپن ہیں۔
پہلیں اور جلاطینی سلطنت سے محرومی۔ صحرا نوردی۔ آوارہ گروی سے بڑھ کر بیدار
بختی کے آثار کون ہوں گے۔ یہاں سے

رنج سہتے سہتے پتھر کا کلیجہ ہو گیا

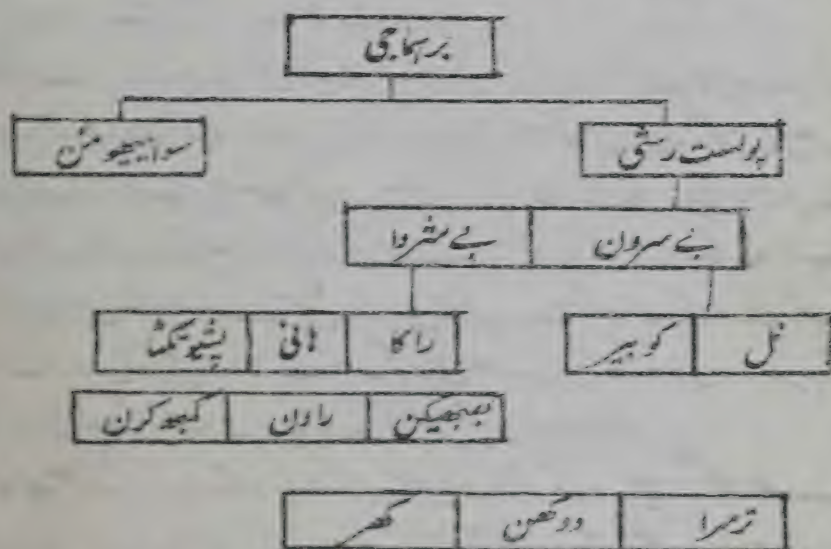
آپ فرمانے ہیں۔ کہ بڑے طالع ورم ہو *

مارکنڈے۔ آپ غریب الوطنی کا صدمہ محسوس کرتے ہیں۔ دشت بیابانی سے پریشان
ہیں۔ یہ آپ کو ایک قسم کا مغالطہ ہے۔ آپ اس وقت سکھ میں ہیں۔ دکھ میں نہیں
دکھ تو جب ہوتا جب راج سنگھاسن پر بیٹھے ہوتے۔ حکومت کا اندیشہ ہوتا۔ اپنے
کو ہجو ما دیگر نے نیست سمجھ کر مردم آزاری کرتے۔ پریشور کو نظر میں نہ لاتے۔ آپ
ایشور کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر اسی کو آپ نے دکھ سمجھ رکھا ہے۔ تب تو
اور بات ورنہ میں تو اہل زمانہ سے آپ کو خوش نصیب ہی سمجھتا ہوں۔ دھرم کے
کام میں کسی قسم کی تکلیف ہو جائے۔ تو دکھ نہیں سمجھا جاتا۔

راجہ جدمشٹر۔ آپ کے فرمانے کو میں نہیں دیکھتا۔ مگر سوچئے۔ تو کچھ مصیبت
کی حد ہے۔ ورو پدی پت برتاؤں کی سرتاج بیچ کنیاؤں میں افضل۔ ہمارا جہ ورو پد
کی راجکاری اگن کنڈ سے پیدا ہو۔ پانڈو کی رانی کہلائے۔ اس پر مصیبت کہ جنگوں
جنگوں ماری پھرے۔ اس کو بھی جانے دیجئے۔ جید رتھ کی شرارت آپ کو معلوم ہے۔
بھلا جو صدمہ ورو پدی کے دل پر گنڈا۔ اس کا ہم یا آپ اندازہ بھی کر سکتے
ہیں۔

مارکنڈے۔ بس یہی۔ اسی پر آپ اپنی بھنبی کا رونا روتے ہیں۔ واہ سری جانی
جی کا نام تو آپ نے سنا ہو گا۔ انہیں پختوی نے پیدا کیا تھا۔ پار بہم جنگوان اسرا چمند
کی ہمارانی اور جنگ کی باتا تھیں۔ انہوں نے ہم برس تک جنگل میں بسر کئے۔ وہی یہ
یہی جانی جی جو ساکشات گنشی تھیں۔ جن کی ذات پر ورو پدی یعنی راجہ جنگ کو منخرن تھا۔
ایسی مصیبت میں مصیبتیں۔ کہ خیال کرتے ہوئے ہوش اڑتے ہیں۔ نہکا کا راجہ

راول انہیں ہرے گیا تھیں میں رکھا۔ چھتیں کہیں بھلیفیں دیں۔ رام چند جی اور جانی جی کو جلیسی جلیسی بھلیفیں اٹھانا پڑیں۔ ان کا حال آپ نہیں تو دنگ رہ جائیں۔ آپ کے ساتھ آنا کوئلہ کا قافلہ ہے۔ رفتہ رفتہ گھوڑے ہیں۔ قدر و سہولت کر رہے ہیں۔ رام چند جی کے ساتھ کون تھا۔ ان کے بھائی سکشن یا مہارانی جانی جی کے پاس تھے۔ اور جنگوں کی کشت۔ جانی جی کو جو راول ہرے گیا۔ اس کا شجر و سبب یہ ہے *



راجہ جہد چٹھر۔ اگر تکلیف نہ ہو تو راول کا حال بیان فرمائیے۔ کہ تھا کون۔ علاوہ بریں بھے سری رام چند جی کے حالات سننے کا بھی اشتیاق ہے *

مارکٹ کے۔ برہما جی نے جہاں تمام خلقت کو لباس غصری پہنایا۔ وہاں دو فرزند بھی پیدا کئے۔ (۱) سوا ایچو (۲) پولست۔ بنانی الہ کر کی استری کا نام گوتھا۔ اس کے بطن سے بھجیکین کی ولادت ہوئی بے سروں نے اپنے چچا پولست سے مفارقت اور برہما جی کی خدمت میں بود و باش خست۔ یار کی پولست کو غصہ آیا۔ انہوں نے بے سروں کو اس غصے سے پیدا کیا۔ کہ بے سروں کو ترک سقاقت کا مزہ چکھائیں۔ برہما جی بے سروں سے بہت خفا تھے۔ انہوں نے اس کو دولت کا مالک بنایا۔ اور لوگ پاؤں میں شامل کر کے نہ نہ دیا وید کر دیا۔ پھر راجہ جی کی خدمت میں بار بار کر کے دو بیٹے بھی دلا دیے

(۱) نل (۲) کو بیر سونے کی لٹکا سکونت کے لئے عطا کی۔ پیشک بمان مرحمت فرمایا۔ جکشل کی حکومت سپرد کی۔ بے شر واکو جب آپ کی طاقت حاصل ہوئی۔ تو کو بیر سے خارج کھانے لگا۔ کو بیر جی نے سوچا کہ عداوت سے نہ جانے۔ اونٹ کس کل بیٹھے۔ اس لئے کہ شمس کی تین شکیل جمیل لڑکیاں پیش کر دیں۔ ان کو ناپسنے لگانے میں بڑا کمال حاصل تھا۔ ادھر گھنگر و بجائے۔ اور محفل لوٹ۔ ذرا لنگتا ہیں اور سامعین بے خود۔ ان تینوں زہرہ جمینوں نے پرست کی خوب خدمت کی۔ بہر وقت ہاتھ میں دل لئے رہتی تھیں۔ پرست جی خوش ہو گئے۔ بے شر واکے ساتھ شادی کر کے برہان دیدیا۔ کہ ایسے طاقتور بیٹے ہوں۔ جن اہل دنیا کیا۔ دیوتا بھی پھرتے رہیں۔ شادی کے بعد نخل موصلت بار آور ہوا۔ اور حسب شجرہ متذکرہ بالا۔ راون وغیرہ کی پیدائش ہوئی۔ جسکیں دسہرم کی زندہ تصویر تھا۔ راون نہایت مخمند اور دنیا کے تمام شہزادوں کا سرتاج۔ کبچہ کران مہیب صورت اور کوہ پیکہ کھرتیر انانوی میں فرد۔ اور سرپ نکھا۔ دھرماتما لوگوں کی دشمن بہانی تھی جب وید کی تعلیم سے فاسخ ہوئے۔ تو گندہ ماون پر بت پر بے شر واک کی خدمت میں چلے گئے۔ وہاں کو بیر جی ٹھاٹھ ہاٹ دیکھ کر ایسے جلے ایسا غصہ آیا۔ کہ تپشیا کرنے کو جھٹ گئے۔ راون اور کبچہ کرن نے ہزاروں برس تک ریاضت کی۔ ایک پاؤں زمین پر تھا۔ دوسرا گھٹنے پر۔ کھانا بالکل موقوف۔ صرف ہوا پر بسر۔ پنج آگنی ہر وقت موجود۔ جسکیں نے درختوں کی گری پڑی سوکھی ساکھی پتیریں پر کفایت کی۔ اور ایشو کی یاو میں محو ہو گیا۔ رہ گئے کھرا اور سپ نکھا۔ انہوں نے راون و کبچہ کرن کی خدمت ہی سے عظمت سمجھی۔ اور رات دن وہیں حاضر رہنے لگے۔ راون و کبچہ کرن نے بڑے استقلال سے تپشیا کی۔ ایسے محو رہے۔ کہ آخر مہادیو جی اور برہما جی آئے۔ اور کہا جو مانگو پڑی ہے۔ صرف واپسی زندگی نہ مانگنا۔ راون بہت کچھ چاہتا تھا۔ اس نے دس مرتبہ سر کاٹ کاٹ کر چڑھا دیا۔ دل میں یہ دھڑکتی۔ کہ کہیں منہ مانگی مراد کیونکر نہیں ملتی۔ بہرہما جی کو برہان دینا پڑا۔ کہ تمہارے دس سر منظور۔ جب چاہو گے۔ دس سر ہو جائیں گے۔ اور پھر پھر یہ کہ صورت خراب نہ معلوم ہوگی۔ جب مرنی ہو شکل

نعل و جواہر حلقی میں انگلی ڈانکر اگلوالتے۔ ایسا زچ کیا۔ کہ تینوں لوگوں میں دو مائی تہائی
توبہ تماش گئی۔ راون کے نام سے پریتی اور آسکاش دونوں کا پتہ تھے +

اوصیائے ۱۰۶

راون کے نظام سے دیوتاؤں کی پریشان حالی۔ برہما جی سے فریاد
رام اوتار۔ بسواستر کی رفاقت۔ سری جاکھی جی کا سوئمبر شادی۔

راج گدی کی تجویز

مارکنڈے جی رام اوتار کے ذکر میں یوں گوہر افشاں ہیں۔ کہ
راون برہما پا کر انسانیت سے خارج ہو گیا۔ آسمان سر پر اٹھا لیا۔ زمین ہار گناہ
سے سچلے لگی۔ دیوتاؤں نے برہما جی سے فریاد کی جواب ملا +

اچھا بے فکر ہو۔ اچھی طرح گوشمالی کی جائے گی۔ دیوتا گندھرب وغیرہ کے
ہاتھ سے اس کی موت نہیں۔ انسان اور جانور البتہ مار سکتے ہیں پس آپ لوگ رتھ
بندرنیں۔ بشن بھگوان کا انسانی قالب میں ظہور ہو گا۔ دیوتاؤں کو ڈھارس ہوتی دیکھ
بندروں کا لباس عنصری پہن کر دنیا میں آتے۔ سری رام چندر جی نے اجودھیا
کو پر تو اتوار سے منور کیا۔ راجہ وسر تھ کی تین بیٹیاں بنیں۔ اور اولاد کی ہوس
میں بہت بیاہ کئے۔ لیکن چساغ خاندان روشن نہ ہوا۔ تاج سلطنت
بے بن گئیں رہا۔ آخر رگیہ کیا۔ شرنگی رکھ کی توجہ سے چار بیٹے ہوئے

کوشلیا جی کے بطن مبارک سے سری رام چندر جی کیٹی کے بطن سے
عشرت سمد۔ کے بطن سے بھمن اور سترہن بے چساغ گھران
چاروں کے ظہور سے جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ کھیل کود کی خوبیاں
باپ کے کلیجوں کو جو سکھ دیتی تھیں۔ ان کا عشرہ شیر بھی بیان کرنا مشکل ہے۔

چاروں بھائیوں نے خوب تعلیم حاصل کی۔ ویداز برہما شستر حفظ شستر دیا میں
بھی وہ کامل حاصل ہوا۔ کہ دور تک نام پھیل گیا۔ بسواستر جی بڑے کامل رشی تھے۔

اُن کو جب تپ کا تھا۔ یا جگہ سے چنانچہ جب یہ جگہ کرنے بیٹھے۔ یا بچ بیاہو۔ اور اُن کا
 کی شہزادوں سے ناک میں نہ ہو جانا بسو اتر جی سوچے کہ یہ سخی ٹھیلوں گھی نہ نکلیں گے۔ یہ باتوں کے
 بصورت نہیں۔ لالوں کے بھوت ہیں۔ بس جو دھی میں آئے۔ راجہ دسرتھ سے کہا۔ کہ رام
 کچھن کو ساتھ کر دو۔ راجہ نے بہت ناچار کیا۔ مگر مجبوراً حرفت سوال پورا کرنا پڑا۔ رام نکشن
 بسو اتر کے ساتھ گئے۔ جیسا ہوتا تھا کہ کونٹا نہ تیر کیا۔ یا بچ کو سمندر کے کنارے چھینکا
 پھر اپنی خاک قدم سے گوتم رشی کی استری کو گت دی۔ جو اپنے شوہر کے سراپے پھر
 ہو گئی تھی۔ انہیں دونوں میں لکپور کے عالیشان سویمبر کی خبر گرم ہوئی۔ راجہ جنک نے
 عہد کیا تھا۔ کہ جوشو کا دھنک ٹوڑے۔ اس کے ساتھ سری جانی جی کا بیاہ کر دوں گا۔
 جنک پور میں راجوں ہمارا جوں کی بھیڑ لگ گئی۔ تمام دنیا کے سور بیہ جمع ہو گئے۔ مگر
 دھنک ٹوٹا۔ تو صرف راجندر جی کے ہاتھ سے سیتا جی نے جیسا پھانی۔ راجہ دسرتھ
 برات لائے۔ اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی بھرت کشن سترہن کا بھی نہیں
 بیاہ ہوا۔ شادی کے بعد راجہ دسرتھ نے کار و بار سلطنت سے سنا کر کشتی منظور کی۔ اور
 راجندر جی کے راج تلک کی تیاریاں شروع ہوئیں +

اوصیائے ۱۰۷

راج گدی کے رنگ میں بھنگ منہتر کی لگائی سجائی کیلکٹی کی مٹ
 رام چندر جی کا بن باس۔ جانی جی کی ہر راہی کچھن جی کی

رفاقت

جو دھی میں راج تلک کے خوب ٹھاٹھ ہوئے۔ سارا شہر ایک دن میں گلزار
 ہو گیا۔ چوٹی کی دھن کا سنگا جو دھی کی سجاوٹ سے گرو تھا منہتر کی کیلکٹی کی لونڈی
 یہ دھوم دیکھ کر جل پھٹی کیلکٹی کو جگایا۔ خوب روئی پٹی۔ کہ جیسا چندر کوراج مل گیا۔ تو تیار
 اور بھرت کے واسطے کیا رہ گیا۔ موقع ملنے سے جانے نہ دوسرا ہے نوعد کے پور کمالو۔

لہذا پھر سر پر ہاتھ رکھ کر رونے اور کھینچنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ ایک موقع پر راجپوتوں کی لڑائی میں لکیمی نے دوسرے کی جان بچانی سکتی راجہ دوسرے نے کہا تھا کہ وہ بڑا ناگ لکیمی نے کہا تھا کہ جب جی چاہیگا۔ ناگ لو لگی۔ اسی عدے کی یاد دلا کر اس نے لکیمی کو ایسی پٹی پڑھا دی کہ وہ راجہ دوسرے کے سر پہنچی! ایسے ہٹ پہن گئے کہ راجہ دوسرے کے بنائے کچھ نہ بنی۔ لاکھ منت سماجت کی۔ رو رو دھوئے مگر لکیمی اپنی ہی تانے لگی۔ ہٹ پر اڑی رہی کہ بھرت کو راج ہو۔ اور راجہ چند کو بن پاس صبح کو راجہ چند جی آئے۔ جو ہیں راجہ دوسرے کے پران کا حال سنا۔ خود ہی لکیمی کے کھڑے ہو گئے۔ کوشلیا اور چیمپن جی نے بہت روکا مگر ماما لکیمی کی رضا جوئی۔ اور پیاسے قول رکھنے کو دینی آرام و آسائش پر ترجیح دی تخت سلطنت پر لات مار کر شکل کو چل پڑے بانگی جی نے شوہر کی خدمت گزار کی کو طعنے زندگی سبھہ کر قدموں میں ہٹا منظر کیا اور سری کشن جی نے خون رفاقت گوارا کی۔ یا تو راج ملک کی خوشی تھی۔ یا راجہ دھیا بھر میں ماتم چھا گیا۔ راجہ چند کی سعادتندی۔ بانگی جی کے پتی پر ت دھرم اور کشن جی کی وفاداری کی تعریفیں ہوتی تھیں لکیمی کو سہرخص برا کہتا تھا متھراہ تو لغت ملامت کی بچھاڑ ہی تھی +

اوصیاے ۱۰۸

راجہ دوسرے کی وفات ناہنہال سے بھرت و سترہن کی آمد راجہ چند جی کو واپس لانے کیلئے تشریف بری چتر کوٹ پر ملاقات۔ ناکام واپسی

سری راجہ چند جی سترنگ پور پہنچے تھے کہ راجہ دوسرے نے صدرہ فراق میں پ ٹرپ کر دم توڑ دیا۔ لاش حفاظت سے رکھ چھوئی گئی۔ بھرت اور سترہن ناہنہال سے بلائے گئے۔ وہ آئے تو راجہ دھیا بسوئی پائی۔ باپ کی وفات۔ سری راجہ چند وغیرہ کی جہانی کا وہ سرخ ہوا کہ زندگی حرام سمجھے لکیمی کو بہت ہوا بھلا کہا۔ باپ کی کرپاکرم کے

سری راجندر جی کوٹا نے کہے تھے روانہ ہوئے۔ چتر کوٹ پر ملاقات ہوئی۔ منت و
سماجیت سے واپس واپس لانا چاہا۔ مگر سری راجندر جی کا یہی قول رہا۔ کہ
والدین کی رضا جی سے میں جیتا وصال دے کر نہ کروں۔ جیتے جی ممکن نہیں۔ ماما
یکسی کا حکم جان کے ساتھ چٹا جی کا پران بیان کے ساتھ *

بہت گفت و شنود ہوئی۔ ہر ایک نے منطق رٹائی۔ مگر وہاں خوش سعادت میں
فرما بھی فرق نہ آیا۔ بھرت جی کو اپنی کھڑا دل دیکر رخصت کیا۔ اور فرما نہوائی کی ہدایت
کی بھرت جی نے کھڑا دل تخت سلطنت پر رکھیں۔ بھونڈی گرام میں قیام کیا۔ روزانہ
کھڑا دل کی پیش کرتے تھے۔ اور ماماؤں کی خدمت۔ باقی رات دن نام نہام لٹھیں گزرتا تھا۔

اوصیائے ۱۰۹

راجندر جی کی شیوک ملاقات۔ انویا اور جاکی جی کی گفتگو پتی
برت دھرم کی عظمت۔ پنج وٹی میں قیام۔ پٹنچھا کی شہر
منرا بانی۔ کھروکھن قاتل۔ سیتا ہرن۔

سری راجندر جی نے چتر کوٹ پر عرصے تک قیام کیا۔ شیوک میں سے خوب صحبت
رہی۔ انویا جی بڑی پتی برنا نقیصہ۔ وہ جاکی جی کے پتی برت دھرم سے ایسی خوش پوش
کہ ایسی پوشاک دی جو ہمیشہ صاف و شفاف ہے۔ جاکی جی نے کوشیا جی کو جن خیالات سے
معقول کر کے بن باس کی ابازت لی۔ وہ گوش گزار گئے۔ انویا جی نے ساتھ ہی اور اپیش
کیا چنانچہ خاکسار افق ان مطالب کو ذیل کے دوہوں میں نذر ناظرین کرتا ہے۔

پتی برت دھرم کی مہاں۔ سیتا جی کی زبانی

ماٹی موہے۔ سہاوی بیوگ۔ نہ بھاو

اندر۔ نہ پیا پیا۔ تن جیا پنا۔ کھروکھن۔ نہ سہا ہے۔

(شعر) نہ ہو گرا شیانہ اے افق بلبل کا بچھڑوں میں

تو پھر کیا چاہے کانٹوں سے چاہے بولوں میں۔

قربے نور اچھا اور انگوٹھی بے نگین اچھی !

جدا ہوا اپنے شوہر سے ہے وہ عورت نہیں اچھی !

جب دل آرام نہیں عیش کا نام نہیں گھر کے کچھ کام نہیں بن میں آرام نہیں
(شعر) جو ہری جسکا نہیں قد علن کیا ہے ؟

باغبان جس کا نہیں وہ چین ہی کیا ہے ؟

کہیں پران برہ ہیں نہ باوے۔ (مافی موبے سواری بیوگ نہ بھاوے)

دوسرے

گھر میں ناری فریاد کر ناری بن ہوئے۔
(عورت) (خاوند)

پر مان گئے پیر (افق کو) افق نہ پوچھت کمرے
(دراستی)

جب لگ پر تیم نگ ہے تو یامین ہر پاس
(عورت)

افق چھڑا تے بکیش سے توجات مرحلے
(درخت) (دیل)

رجا بن تن حسین ہے جو پتی پیار بن
(استری لیر خاوند کے)

برہ آگن میں جل مرت۔ جسے جل بن میں
(دریائی) (مچھلی)

نر ناری کو سیں سے۔ ناری نر کو دیہہ
(خاوند عورت دوسرا)

دیہہ نہیں جب سیں نہیں۔ یا میں نہیں سیدہ
دوبت ہے بنجد عار پت بن کھیٹ کی ناو

زبن ناری جانے پانی بن در پاؤ

نشن چلن کی پت پت بل۔ ناکی کھی من

ناری مہی جو رہت ہے پتی چلن میں لین
دھکر جیون کل بن۔ کنول بناتا لاؤ
(بھونرا) (زندگی)

نر پتی پر یہ پیل بن۔ سریم کے بن گھاؤ

ناری جب لگ ہاتھ میں تب لگ تن میں چو

جیون اپنا رکھ سکے کس ناری بن پیو
بھئی را کھ جڑ پتی چلن کے چھوٹ
(خاوند)

جیا گھانک پیارہ ہے۔ یا میں نہیں کچھ جھوٹ
جیسے دن فرنگی نا جیسے نش بن پند
(مادہ)

یہ پتی پت بناتی ہے ترور بن کند

پتی برت و عہد کی مہاں - السنویا جی کی زبانی

وہ ہے

جب تپ سب (دھوکا) ہے۔ ناری پتی برت و عہد بنا
 جیتی کو پت جگتی بن۔ (دوسرا) افق نہیں کرم
 چلے ایشور نا بھجے بھی تیا پیا کا نہ

جو پتی پت پر تھے۔ دابے مشور کہوں نا نہ

تیا کو پیا جاتل ہے۔ بل بدھ۔ بدیا مین
 (عورت) برابر

ساگر جل بن سچاں۔ پران بجاوت میں
 ناری کو جب پران نہیں پھر کہاں کی کھان
 بریت مکھ نہ گت نہیں چاہے نہ پتی ہوئی۔
 برہما سو کی جگتی سے کتی نہیں جگ نا نہ۔
 پتی آگیا تیا گیو۔ بھوستی کو کال۔

ناری نہ کی کھان ہے زنا رسی کو پران
 پتی برتا جگت ناں پتی بنا نہیں کوئی۔
 پتی جگتی سے جگتی جانت جنتی نا نہ
 ناری کو جیوں سچل جب ہوا گیا پال۔
 گوہری کینو آکر تپ۔ پت پد کو اردھا
 (پاربتی)

مہا کی مہاں افق یہ پوجت سب سنار
 سچ پت کی سیہا بنا۔ پت جگتی کہہ کاج۔

پتی چرن جو سر دمو۔ وہی ناری سرتاج
 پت برتا تیا کو نہیں جگیت پتی سمان

ایون داتا ہے تو کیا جب نہیں تن میں پلن
 پتی دیا بن ہے۔ افق۔ تیا جمنگی دیہہ۔

پت کے راکھے پت ہے پت نہیں بن پت نہ

سری راجندر جی سب رشیوں مینوں سے ملکر پھر پنج ولی میں تقیم ہوئے۔ وہاں
 کھر دو کھن کا راج تھا۔ ایک دن انکی بہن سوپ نکھا اٹی طلسم فیرنگ سے وہ صورت

بنائی کہ دیکھنے والا لوٹ پوٹ ہو جائے۔ سری راجندر جی سے درخواست کی کہ غدی
 کر لو تم بدل آگیا ہے مدد نہ جانے کتنے راجے مہا راجے اشتیاق میں اڑیاں رگڑ رگڑ
 کر مر گئے۔ سری راجندر جی نے کہا۔ میں مجبور ہوں۔ دیکھو تو سیتا جی موجود ہیں۔ تمہاری
 درخواست منظور نہیں کر سکتا۔ ناں کشن جی آزاد ہیں۔ وہ شاید تمہاری آرزو پوری کر سکیں۔
 سب کشن جی کے پاس گئی۔ انہوں نے بھی ٹکا سا جواب دیا۔ اب تو سب کھال

اٹھی۔ ایسی خوفناک صورت بنائی۔ کہ دیکھتے ہی انسان کی روح قبض ہو جائے۔ یکشن جی شرارت دیکھ کر چھٹے۔ اور ناک کا صفایا بل دیا۔ وہ روئی چلتی کھڑو کھن کے پاس گئی راہیں لڑنے آئے۔ راہچندرجی نے اکیلا ان کو اور ان کے چودہ ہزار راہچسوں کو مار کے ڈال دیا۔ سپ نکھاوٹاں سے بھاگی۔ راوٹ کے پاس آئی۔ خوب دوٹائی کھینچی راوٹ سیدھا ایچ کے یہاں آیا۔ اور کہا۔ کہ جادو کے کرتب اور ہرن بن کر چھلاوے دکھاؤ۔ وہ راہچندرجی کے ماتھے کی مار کھا چکا تھا۔ پہلے تو کانوں پر ماتھے سے۔ آخر راوٹ کی دوٹکیوں سے مجبور ہوا۔ ایچ ہرن کی شکل میں سیتاجی کے سامنے آیا۔ خوب پکڑیاں بھریں۔ پھلاو پھینکا دکھائے۔ جاکلی جی ہرن کی گرفتاری کے لئے پر بوند ہوئیں۔ رام چند جی مجبور آگئے۔ اور فٹوری دور پر شکار چیت کیا۔ مایچ مرتے وقت چلایا۔

بھائی یکشن وٹرو۔ جان بہنی ہے۔ دم نکلنے میں کچھ نہیں۔ سیتاجی آوازاں کر بھرائیں۔ یکشن جی کو زبردستی بھیجا۔ یکشن جی کی سی طرح نہ جاتے تھے۔ آخر مجبوری سے چلے اور چلتے وقت جاکلی جی کو ایک کنڈلی میں بٹھائے۔ ہایت کروی۔ کچھ ہو جاتے قدم باہر نہ نکالے گا۔ راوٹ شیدان خالی پایا۔ فقیرا بھیس میں آیا۔ اور بھیک مانگی۔ جاکلی جی نے کنڈلی کے اندر سے پھول پل پٹش کئے۔ راوٹ نے بندھی پٹکی لینے سے انکار کیا۔ اور ایسے ایسے طعنے دیئے۔ کہ سیتاجی حلقے سے ہانہرل آئیں۔ راوٹ کے دل میں دغا تھی وہ اٹھا کر بھاگا۔ جاکلی جی روٹیں چلائیں۔ مگر کیا ہوتا ہے۔ راستے میں گدھ بٹایو نے روکا لڑائی ہوئی۔ دونوں نے خوب جوہر شجاعت دکھائے۔ پہلے جٹاؤ دور نا خوب راوٹ کی گت بنائی۔ آخر میں زخموں سے اودھ مرا ہو گیا۔ راوٹ پھر جھاڑا۔ جاکلی جگہ جگہ اپنا اپنا زور دھینکتی جاتی تھیں۔ تاکہ راہچندرجی تلاش میں آئیں۔ تو نشان متارنا۔ پنپا پور پر سگریو اور ہومان جی نظر آئے۔ وہاں ایک زرد وٹو پھینک دیا۔ مگر راوٹ ہوا کے گھوڑوں پر سوار تھا۔ نہ کچھ گریہ زاری سنی۔ نہ فدا رحم آیا۔ سیدھا نکلا میں پہنچا۔ اور وہاں جاکلی جی کو اشوک باٹھا میں قید کر کے راہچسوں کا ایسا سنگین پہرہ مقرر کر دیا۔ کہ ہوا بھی نہ گزر سکے۔

اوصیائے ۱۱۰

رام چندر جی کی واپسی۔ سیتا ہرن کے رنج
وغنم میں آوارہ گردی۔ گدھ جٹایو کی وفات

سری رام چندر جی کی سیوری کے مکان
میں رونق انسروزی۔ کبندہ راجپس کی ہمار

بعدہ عجز وانکھار

سری رام چندر جی ہرن کو لئے ہوئے شکار سے واپس لوٹے۔ راہ میں کشن
جی کو آتے دیکھا پوچھا۔ کہ جاگتی جی کو کیا چھوڑ دینا کیسا۔ انہوں نے سارا حال سنایا۔ رام چندر
جی کھٹک گئے۔ کہ ضرور کچھ خرابی پیش آئی۔ پنج وٹی میں پہنچے۔ تو سیتا جی نثارو۔ جان
اڑ گئی۔ بہ طرف ڈھونڈا۔ جگہ جگہ تلاش کی۔ مگر سیتا جی کا پتہ نہ ملا۔ دل پر جو صدمہ گزرا
کون بیان کر سکتا ہے۔ ٹاپتے ٹاپتے کھوجتے ڈھونڈتے چلے۔ تو جٹایو گدھوزمین
جہاں بلب نظر آیا۔ اس نے سب کیفیت سنائی۔ اور دم توڑ دیا۔

سری رام چندر جی بھگتی پر فریفتہ ہو گئے۔ اپنے بھگت کے غم میں کٹ
آٹھ آنسو روئے۔ مگر یا کر مکی۔ وہاں سے رشیوں کے درشن کرتے جاگتی جی کا
پتہ نشان پوچھتے۔ سیوری کے مکان پر پہنچے۔ سیوری رام بھگت تھی۔ صدنا
برس انتظار میں گزر گئے تھے۔ پھل لیکہ حاضر ہوئی۔ اپنی حیثیت کے موافق
اچھی طرح غلط تو اصرار کی۔ سری رام چندر جی اس سے رخصت ہو کر آگے
بڑھے۔ تو کبندہ راجپس سدراہ ہوا کشن جی مقابلے کو آئے۔ تو بھل میں داب
کے لئے چلا۔ رام چندر جی کے تیرن نے اچھی طرح خبر لی۔ تو راجپس گدھ صرب

بن گیا۔ دشمن کو چھوڑ کر دست بستہ عرض کی کہ

میں بسا سو گندھرب ہوں۔ برہما جی کو گانا سناتے سناتے وہ سخت سوار ہوئی۔
 کہ بس سمجھ لیا۔ کہ کل دنیا کے سب اہل کمال ہیج۔ برہما جی ناخوش ہوئے۔ نہ بان ہلاتے
 ہی سمجھ کو راجپس بنامہا۔ سر اپ نے میرا سامانہ کر کر کر دیا۔ تمام ہیکڑی گرو برو ہوئی۔
 ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ آپ نے لکڑی کے چور کو کٹاری سے مار ڈالا۔ آخر نجات
 کی کوئی سبیل جواب ملا۔ کہ سری رام چند کے درشنوں سے سب پاپ کٹ جائیں
 گے۔ ایشو کا ہزار ہزار شکر۔ کہ آج ستارہ چمکا۔ مسمت نے کروٹ بدلی۔ آپ کے
 قدم دیکھنا نصیب ہوئے۔ آپ ہمالی جانی کی تلاش میں سرگردان ہیں۔ گھبرا نے
 کی کوئی بات نہیں۔ یہاں سے غٹوری دور پنپا سر (تالاب) ہے۔ اور سگریو
 اور ہنومان جی ملیں گے۔ ان کو سب کچھ حال معلوم ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے۔
 کہ وہ آپ کی رفاقت میں ضرور جان و مال سے حاضر ہوں گے۔ گندھرب تو
 یہ کہہ کر آکاش کو روانہ ہو گیا۔ اور سری رام چند آگے بڑھے۔

ادھیائے ۱۱

رام چند جی دشمن جی کی ہنومان جی اور سگریو سے ملاقات
 بانی قتل سگریو کی تخت نشینی

سری رام چند جی جانی کی تلاش میں پنپا سر پہنچے۔ سگریو اپنے بھائی بانی کے
 خوف سے اس مقام پر روپوش تھا۔ سمجھا کہ جاسوس آ رہے ہیں۔ گھبرا یا اور ہنومان
 جی کو اس غرض سے روانہ کیا۔ کہ پوچھیں۔ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ یہاں
 کیا کام ہے۔؟

ہنومان جی برہمن کا روپ رکھ کر پہنچے۔ بڑے تپاک سے ملے۔ دریافت
 کیا۔ کہ آپ ایشور ہیں۔ دیوتا ہیں۔ کون ہیں۔ دل کہتا ہے۔ کہ آپ انسان ہیں۔ برہمن

پانی کی تکلیف کیوں منظور خاطر ہوئی۔ یہ سحر اور جی کا سبب ؟

مہرے راجندر جی ۔ راجہ و سر قہ کے بیٹے ہیں ۔ اچھو دھیا میں گھر ہے ۔ سب لوگ رام بچپن کہہ کر پکارتے ہیں ۔ باپ کا بچن ۔ اور مائیکلی کی ہٹ کھٹیلے تخت و تاج چھوڑ کر بن کو آئے ۔ وید یہی جانکی راجہ جنک کی راجہ کمار بھی ساتھ تھیں گانکر کوئی راجپس ہرے گیا ۔ انکی تلاش ہم کو یہاں بھی لے آئی ۔ ہمارا تو اتنا ہی حال تھا ۔ اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو ؟

مہا پیر جی ۔ لوگ آنجنی نندن کیسری پتر ۔ پون کار کہتے ہیں ۔ سگریو بانر فلک راجہ کی رفاقت میں بسر ہوتی ہے ۔ ہوں تو تمام زمانے سے بڑھ کر پانی یکنی دل کو نشن بنگوان کے چرنوں سے خاص الفت رہتی ہے ۔ اس وقت میں نے آپ کو دیکھا تو یہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جس کو بد قول سے دل کی آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں ۔ وہی نظر کے سامنے موجود ہو گیا ہے ۔ جنرور آپ ہی ہیں ۔ جس کے دشمن کو آنکھیں ترس رہی ہیں ۔ اس لئے درخواست ہے ۔ کہ خدمت میں قبول کیجئے ۔ قیاس گاہ پر چلیے ۔ وہاں بندہ دل کے راجہ سگریو سے بھی ملاقات ہوگی ۔ سگریو چھوٹا بھائی ہے ۔ اور بالی بڑا بالی کی طاقت کا کیا ٹھکانا ۔ جو لڑے آوٹھارو اس کا بھی کھینچ لے ۔ اسی لئے کوئی اس پر نہیں ہو سکتا ۔ ایک مرتبہ دوند بی راجپس سے مقابلہ ہو گیا ۔ خوب لڑائی ہوئی ۔ آخر دوند بی بھاگا تو پہاڑ کی کھوہ میں جان بچائی ۔ بالی نے پیچھا کیا ۔ تو چھ مہینے تک خبر نہ ملی ۔ آخر قوم والوں نے سگریو کو تخت پر بٹھا دیا ۔ اور بالی کے قطعی طور پر یوں ہو گئے ۔ کچھ دنوں بعد بالی آیا ۔ دیکھا کہ سگریو مالگ تخت و تاج بن بیٹھا ۔ مارے غصے کے آگہ ہو گیا ۔ سب مال و متاع ضبط کر کے جو رو بھی اپنے محل میں داخل کی ۔ اور سگریو کو مار پیٹ کے نکال دیا ۔ چلیے اس سے ملے آپ اس کی شکل کشائی کریں ۔ وہ آپ کی رفاقت کر لگا ۔

منو مان جی سری راجندر و کشن جی کو سگریو کے پاس لیگئے ۔ سگریو نے آنکھیں بچھا دیں ۔ یکنیں فرش کیں ۔ جانکی جی کا پھینکا ہوا دو پٹہ دکھایا ۔ اپنی سرگزشت کہی ۔ مدو کی درخواست کی ۔ طاقت کا امتحان لیا ۔ راجندر جی کی ہدایت سے بالی کے مقابلے کو گیا کشتی ہوئی ۔ پہلی دفعہ سگریو بھاگا ۔ دوبارہ عین کشتی کے

وقت راجندر جی نے تیر مار کر بالی کو خاک پر لٹا دیا۔ بالی نے شکایت کی۔ واہ
آپ اچھے سردو یا پی جگدیشور میں۔ کہ بیگناہوں کو مارنے سے بھی پرہیز نہیں
سگریوں نے کیا چھین ٹکے بھناوئے اور میں نے کیا کانٹے بوئے تھے۔ کہ اس کے
کہنے سے مجھے نشانہ تیر بنایا۔ آپ کو جانکی جی کی تلاش یہاں لائی تھی۔ اگر آپ
مجھ سے جھوٹوں کہہ دیتے۔ تو راون لڑکا سمیت یہیں ہوتا۔ اکیلے جانکی جی کو
لانا کون سی بڑی بات تھی۔ جو راون کئی مہینوں تک میری بخل میں دبا رہا۔ اسکی
حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر خیر جو شہ فی تھا۔ ہو گیا۔ شکایت فضول +

سری راجندر جی میں کبھی تمپر تیر نہ چلاتا۔ مجھ کو غصہ صرف اس بات پر آیا۔ کہ
تم نے اپنی چھوٹی بھانج کی عصمت کا پاس و لحاظ نہ کیا۔ بھائی۔ بہو۔ بھین
کی طرف بد نگاہی کرنے والے کو فوراً مار ڈالنے کا حکم ہے طرح و نیا ادھرم۔ مگر
اب مجھے رحم آتا ہے۔ کہو تو ابھی اٹل کر دوں +

بالی۔ بس معاف رکھئے میں چند روزہ دندگی کا لالچی نہیں۔ تمام رشی مہا راجہ مار بس
جب تپ کرتے کرتے مر جاتے ہیں۔ مگر اور تو اور گنہ سے رام کا نام نہیں نکلتا
میں ایسا خوش نصیب کہ دم ہونٹوں پر ہے اور بھگوان راجندر آکھوں کے
سلمانے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس مبارک موقع کو چھوڑ کر میں جینے کی ہوس کروں
زندگی پرتف ہے +

یہ کہتے ہی بالی نے دم توڑ دیا۔ سگریو کو تخت حکومت حاصل ہوا۔ انگد نے
خلعت و لیہادی پہنا جانکی جی کی تلاش کے واسطے شرطیں ہوئیں +
برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے چار ماہ تک سری راجندر جی اور
لکشمں جی پر کھن پیر معین ہوئے اور پنیپور میں سگریو کے نام کا ڈنکا بجنے لگا +

ادھیائے ۱۱۲

برسات کا موسم اور پر کھن پیر پر راجندر جی کی بود و باش
برسات کا موسم ہے کالے کالے بادل گھماتے برستے اور برس کر کھل جاتے ہیں

گھٹا میں جھومتی ہوئی اُٹھتی ہیں۔ پربار پڑتی ہے۔ ونگڑا برستا ہے۔ جھڑی لگتی ہے
 رات اور دن میں فرق نہیں معلوم ہوتا۔ دن کو جسوقت کووندھالپکا آنکھیں کھل گئیں بجلی
 چمکی نظر میں نہر آگیا۔ ہر جگہ جل فصل۔ جگہ جگہ پانی ہی پانی۔ ندی نالے اُبے پڑے ہیں
 جھرنوں کا زور شور طوفان کے تھپیڑوں کو بات کرتا ہے۔ ہر طرف سبزہ زار جگہ جگہ خون
 پودوں کی بہار۔ پرندوں کی سستی۔ جانوروں کی خود پرستی۔ پھولوں کی عنبر فشاںی۔ غنچوں کی
 خندہ دہانی۔ ہوا کی مشک بینی۔ نسیم کی عطر آمیزی۔ کس کس بات کا ذکر کیا جائے کون
 کون لطف معرض تحریر میں آئے ایسا موسم دلاویز ایسی فصل فرحت خیز اس میں سرری امچند
 جی کو جائی جی کا صدمہ۔ فراق کا غم جہاں بجلی چمکتی دیکھی۔ کلیجہ تڑپ اٹھا۔ درو کی چمک وہ
 ہوئی۔ کہ دل آٹھ آٹھ آنسو رو کر آنکھ کی راہ سے بہ گیا۔ جسوقت آتر سے کالے کالے
 بادل اٹھنا منہ کر دکن کی طرف ہوا پر سنسناتے ہوئے جاتے دل پکار پکار کر کہتا کہ
 جانکی جی کو ہماری اس کباری کا نمونہ دکھا دینا۔ بجلی سے پیغام ہوتا۔ ذرا کان میں کہنا
 کہ رادان کے پشپک برآں پر سوار ہو کر چل کھڑی ہوں۔ صرف ایک مرتبہ صورت
 دکھا جائیں پھر اختیار ہے +

لمحمن جی سے باتیں ہوتی تھیں۔ کہ دیکھو اپنی اپنی قسمت ہے میں یہاں تڑپ
 رہا ہوں۔ جانکی جی وہاں بلبک ہی ہوئی جن میں سب کچھ دست قدرت اُن کی یہ بے بسی
 اور پرندوں کو آزادی کہ اپنے اپنے جوڑوں کو ساتھ لئے ہوئے بے غل و غش موجیں
 اڑاتے سپین کرتے ہیں۔ یہ بھی ڈر نہیں۔ کہ کوئی شکاری تاک میں ہو۔ کہیں کچے میں
 نہ پھنسن جائیں۔ حال سے سامنا نہ ہو جائے +

ایک روز گھنٹا پور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ کالے کالے بادل۔ ننھے ننھے سنی پڑ رہے
 تھے ٹھنڈی ہوا پھولوں کی خوشبو سے دماغوں کو مضطر کر رہی تھی۔ کوئل کی کوک اور
 پیپے کی پکار سے دل کیفیٹا جاتا تھا۔ کہ ایک مورنا چٹا پٹو اسری رامچند جی
 کے قریب آگیا۔ جوش سستی میں چنگھاڑنے اور گر جنے کے سوا کچھ اور دھن ہی نہ تھی
 رہ رہ کر وہ آواز لگاتا تھا۔ جس سے میٹھ کی آرزو معلوم ہوتی تھی۔ سرری رامچند
 جی نے کہا :-

رات بھر جھڑی لگی رہی۔ اسوقت تک میٹھ کا تار بندھا ہے اور پھر بھی تیری

سیری نہیں ہوتی۔ مینہ مینہ پکارے جاتا ہے۔ بھلا اس گلا پھاڑنے سے حاصل۔ ان
 کالی آدوی گھٹاؤں سے تجھے بھیگنے کے سوا اور کیا فائدہ ہوگا ۹
 مور۔ آپ کا سوال کچھ عجیب سا ہے بھلا ذرا یہ تو فرمائیے سورج کنول کو چاند چکورو
 چراغ پتنگے کو کیا بچتا دیتا ہے اور جانے دیجئے آپ اپنی ہی کہئے جانگی جی کی یا آپ
 کو کیا دے دیتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نہیں بلینگی۔ مگر ہر وقت وہن وہی بندھی رہتی
 ہے حضرت سلامت یہ کچھ بات نہیں۔ دل کی لگی بڑی ہوتی ہے *
 راجندر جی مور کے اس جواب سے سکتے میں ہو گئے لچھن جی سے بولے
 سنا مور نے کیا کہا۔ سیری تو زبان بند ہو گئی۔ سچ کہتا ہے۔ کہ دل کی لگی
 بڑی ہوتی ہے ۴

ادھیائے ۱۱۳

سری راجندر جی اور سری لکشمی جی کا پہاڑ پر قیام۔ کار آمد پند و نصائح

سری راجندر جی نے چار مہینے پر برکمن پہاڑ پر کاٹے۔ وہ نو بھائیوں کو یا تو
 جانگی جی کی یاد سے کچھ کام تھا یا کچھ وصرم کی باتوں سے چنانچہ ایک روز باتوں
 باتوں میں سری راجندر جی نے لکشمی جی کے دل پر نقش کیا۔ کہ
 جانی محبت بڑی چیز ہے۔ جہاں اسکے پھندے میں آدمی پھنسا۔ بس کہیں کا
 نہ رہا نہ اپنے بیٹھانے کی حیثیت چار آنکھوں کی شرم۔ اس میں شک نہیں۔ کہ کام کر دھ
 موہ۔ لوجہ یعنی ہوا کے نفسانی۔ غصہ۔ جوش۔ عشق۔ لالچ۔ غرور پانچوں کے
 پانچوں انسان کے جانی دشمن ہیں۔ مگر موہ کجھت ایسا قاتل عام ہے۔ کہ کیا انسان
 کیا حیوان کیا چرند کیا پرند کسی کو نہیں چھوڑتا۔ سب کو ایک لاشی سے ہاتھ تھامی
 اس کے نزدیک سب دھنن بارہ پیسیری ہیں۔ رشیوں شیوں نے انہیں پانچوں
 پر حاکم بننے کی ہدایت کی ہے جو ان کے قابو میں نہ آیا۔ اس نے ترلوک جیت لیا

دنیا کیا چیز ہے۔ جو نفس پرور ہیں۔ جنہوں نے غصہ گوزیر کر لیا ہے جو سنگ دنیا نہیں چل سکتا۔
 صبر قناعت سے کام ہے جن پر غرور کا بھوت سوار نہیں۔ وہی انسان میں انہیں
 کی دنیا میں نیکنامی ہے۔ انہیں کو چند روزہ زندگی کا لطف ہے۔ دنیا میں دو
 ہی چیزیں ہیں۔ ایک نیکنامی دوسری بدنامی۔ عمر ختم ہو جاتی ہے وقت کسی نہ کسی
 طرح گزر جاتا ہے رہ جاتا ہے تو کیا وہی اچھا یا بُرا کام جو مرز شناس ہیں معاملہ فہم
 ہیں وہ اہل دنیا سے سوہ نہیں کرتے وہ دل لگاتے ہیں۔ تو صرف ایک پر مشور پر مانتا ہے
 جو دنیا کی محبت میں اندھے رہتے ہیں ان کو چور اسی لاکھ جون بھگتے اور ہر خیم میں قسمت
 کو روٹے گزرتی ہے۔ جس وقت ان کے سر پر جہدوت سوار ہوتے ہیں۔ تو کیا
 قائم ہوتا ہے۔ کچھ بھی نہیں بیٹا الگ کرتا ہے۔ جو رو الگ کنائی کا ٹی ہے
 بھائی بند جدا کا نہھی دیتے ہیں۔ مرنے والے کی عجیب ہی مٹی خراب ہوتی ہے اس
 کے پران عزیزوں میں اٹکے ہوتے جان کہتی ہے کہ نکل جاؤں۔ آنکھیں کہتی
 ہیں کہ فرادیر تو اور دیکھ لینے دو۔ اس کشمکش میں انسان کے روح پر جو گزرتی
 ہے۔ اس کا آج تک کسی کو اندازہ نہ ہو سکا۔ ہر حالت میں یہ بھجن حسب حال
 ہوتا ہے *

بر بھون ہیاں کتو۔ آہن ناہیں

ور یہ جاسو سب جیون کو سکھ رہ نہ سکی اک اتھائیں
 (ادلتی) (غصہ ہے)

ہیاں سے ہواں گئی چمن بھیتر۔ جسم تھوڑی کی چھائیں
 (دھڑ)

جو بھجج ڈنڈ پر چنڈ بنائے۔ جیا اوستھا مائیں

برودھ ہوت وہی کام نہ آدت دانت پر شتم گر جائیں
 (برودھ)

پھولن پرنت را کھو جن کو۔ ڈارڈار کھلے باہیں

ہوئے بام انگ موئے پت کے سنگ۔ ایکو پگٹ جائیں
 (نغمہ)

کنیاں جن دین ون جانو۔ جان پران کی ناہیں

پتی پائے نیج رات پتاسے۔ ارن بھین جب بیاہیں

پوٹائے سر سکھ جوتی جن پر۔ ور یہ کی گنتی ناہیں

جیت نہ سکھ دیو۔ اُس مرتے جاو مرگٹ ناہیں

افق ہیاں نہیں کو اودکا ہو کو۔ ہیاں کو اود اپن ناہیں
دھن دھن وہ پرانی جا کو۔ چت رہے پر بھو پائیں

انسان کو چولا پھوڑتے وقت دنیا سے قطعی دل ہٹا لینا چاہیے نہ اس وقت
دولت ہاتھ سے جانے کا افسوس کرے نہ عزیز و آشنا کی جدائی کا اُس وقت اُسکو
سب طرف سے خیال اچٹا کر صرف ایک بھگوان کی یاد کو دل میں جگہ دینی چاہئے
اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جم کی دوت آزار پہنچا نہیںے کچیا تے ہیں۔ جانتے ہیں کہ
ایشور کا بھگت ہے اس کا عزت کرنا مقدم۔ لڑکپن کھیل کو میں گورتا ہے
جوانی سیر تماشے اور اگلے تملوں میں۔ عورت گلے پڑی رہتی ہے۔ دولت کے
لٹے میں کچھ نیک و بد نہیں سوچتا۔ کوئی سمجھائے۔ تو جواب کیا ملتا ہے نہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ آگے کیا ہوگا کوئی کیا جانے
شباب کا عہد ہے جوانی کا زمانہ نہ اس میں تو مزے کر لیں عیش موبلین

یہ زندگی ہمیشہ رہنے والی نہیں جب بڑھاپا آئیگا۔ تو بھگوان کا نام جب لیں گے
یہی انسانی عقل کا اندھا پن ہے۔ ہاتھ پاؤں چلتے۔ جب کچھ نہ ہوسکا۔ تو چل چلاؤ
کے وقت کیا ہو سکیگا۔ جب نہ پیٹ میں آنت نہ منہ میں دانت دنیاوی محبتوں
کا نتیجہ کیا ہوتا ہے بس یہی کہ پران شکل سے نکلتے ہیں۔ روح کو حد سے زیادہ
تکلیف ہوتی ہے بار بار موت اور یہ آتش کی مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ جہاں ہم
سے جان نکلی سب کو لاش بھارو پڑ گئی۔ جلدی سے اٹھا کر لے گئے اور بھونک
پھانک کر چھٹی کر لی روزا دھونا کیا تھا۔ اپنے سکھ کے لئے تھا۔ ورنہ کون کسی کیلئے
دوچار آنسو ڈالنے بیٹھا ہے۔ لوگوں کو اپنی اپنی فکر پڑ جاتی ہے چاہتے ہیں کہ جلدی
ماتم کے دن گزریں۔ کوئی وہ کام نہیں کرتا۔ جس سے مروے کی روح کو خوشی یا
چین حاصل ہو۔ ست جگ میں جگ تپ اور ہون ہوتے تھے۔ تریا میں جگہ اور
برہم بھوج مقدم ہوئے۔ دوا پر میں ایشور کی پوجا پاٹ اور دان پُرن سے حصول مطلب
اب رہ گیا کلجگ اُس میں بالکل آسان لٹکا ہے یعنی صرف ایشور کا نام۔ یوں تو
جگہ وغیرہ کی برکتوں کا کچھ حساب نہیں۔ لیکن ایشور سچہ آئندہ جس قدر اپنے نام
یا د رکھنے والے سے خوش ہوتا ہے۔ دوسرے سے نہیں

جگہ وغیرہ بھی کئے اور ایشور کا نام بھی دل پر نقش رکھے۔ تب تو سمجھو کہ وہ انسان نہیں۔ ساکشات دیوتا ہے +

ادھیائے ۱۱۴

بانروں کی جانگی جی کی تلاش میں چار طرف روانگی۔ ناکام واپسی۔ ہنومان جی۔ جامونت اور انگد کی سمندر پر رسائی سنپت جٹایو سے ملاقات۔ ہنومان جی کی لنکا میں سرغ رسائی

برسات گزر گئی۔ سگریو عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا وعدہ وفائی کا خیال جاتا رہا۔ رام چندر جی برہم جوئے لکشمی جی نے کان کھولے۔ مہابیر جی نے فہمائش کی سگریو کو ہوش آیا۔ ارکان دولت کے نام حکم نافذ کیا کہ دراکھٹاروں میں جانگی جی کا پتہ ٹھکانا دریافت کر کے حاضر ہوں۔ جٹایو بانرہ اور ادھر سے روانہ ہو کر ناکام واپس آئے کسی کو صورت مقصد نظر نہ آئی۔ پھر ہنومان جی۔ جامونت جی (دیکھو کے سردار) اور انگد جی (بالی جی کے بیٹے اور سگریو کے ولیعہد) جنوب کی طرف چلے راچندر جی نے ہنومان جی کو اپنی انگوٹھی دی کہ سیتا جی کے لئے نشانی کا کام دے تینوں اور ادھر ٹاپتے ہوئے سمندر کے کنارے پہنچے وہاں سنپت جٹایو کئی دن کا بھوکا پیاسا پڑا ہوا تھا ان کو دیکھا۔ تو بھلیں نیچیں کہ واہ پریشور تمہاری کریمی کے صدمے سے

مزدق را روزی رساں بہ میدہ

کا قول صادق کر دکھایا۔ نرم نرم چارے۔ آپ سے آپ منہ کی طرف بڑے چلے آ رہے ہیں۔ جامونت اور انگد کی جان سوکھ گئی۔ مہابیر جی سامنے پہنچے اور فرمایا کہ :-

میرا جسم آپ کی بھوک مٹائے رہے نصیب۔ مگر سری راچندر جی کا کام کر کے آتا تو بہت مناسب ہوتا +

سنیات گون راجپندر آن کا کونسا کام ؟

مہا بیر جی جن کی ہوا خواہی میں جٹایو نے جان دی +

سنیات گون جٹایو جان دینے کا سبب ؟

مہا بیر جی راون مہارانی جانیکی جی کو لئے بھاگا جاتا تھا۔ جٹایو رام بھگت تھا اُس نے روکا۔ لڑائی ہوئی۔ پہلے جیتا پھر غمی ہوا آخر سری راجپندر جی کے قدموں پر جان کی سنیات ملے وہ تو میرا حقیقی بھائی تھا۔ آہ بڑھاپے میں دل پر یہ صدمہ اور زندگی زور سے ہے +

مہا بیر جی۔ وہ آپ کے بھائی تھے آہ اس وقت وہ غم پھر تازہ ہو گیا۔ جسے ہم لوگ کیلجے سے لگائے ہوئے اس طرف آئے ہیں +

سنیات افسوس کہ میرے پروبال نہیں۔ جوانی میں ہم دونوں بھائی شرط لگا کر اڑتے جٹایو کمزور تھا۔ وہ پنج بٹی کے متصل گر پڑا۔ میں اتنا اونچا ہوا کہ سورج کی شعاعوں نے پر مجلس دسے طاقت پر دوا نثار ہو گئی۔ کمزوریوں نے یہاں ٹیک لیا۔ میں جانیکی جی کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ لنکا کے اشوک باٹک میں بیٹھی ہوئی آنسو بہا رہی ہیں کیا کروں پر نہیں ورنہ ابھی جاتا اور جانیکی جی کو بازوؤں پر بٹھا کر راجپندر جی کی خدمت میں پہنچاتا خیر آپ جائیں کام سدھ کریں +

ہنومان جی جامونت اور انگد تینوں سمندر کے کنارے آئے تجویر ہوئے گی کہ کون پار جائے۔ جامونت نے بڑھاپے کا عذر کیا۔ انگد نے کمسنی کا آخر سری ہنوں جی نے ایک زخم بھری تو سمندر کے پار۔ لنکنی نے روکا تو ایک طمانچے میں ختم۔ سرسائے طاقت دکھائی تو منہ کی کھائی۔ جو بولا پھچھتایا۔ انگلی چھلانے بھڑکی ویر پھی کہ بس کچھ نہ تھا +

مہا بیر جی جانیکی جی کو تلاش کرتے ہوئے جھبیھکن کے مکان میں پہنچے وہ اس وقت رام بھجن کر رہا تھا۔ بگلیا بات چیت کی۔ سیتا جی کا سراغ پوچھا اور وہاں سے پتے پر پہنچ کر جانیکی جی کے درشن کئے +

ادھیائے ۱۱۵

ہنومان جی کی اشوک بانیکا میں رسائی۔ راون اور جانکی جی کی
گفتگو مہابیز جی کی خدمت میں حاضری۔ باغ لٹکا کی بربادی
اچھے کا قتل۔ برہم پھانس میں گرفتاری۔ لٹکا واہ۔ رام چندر
جی کی خدمت میں اُپسی لٹکا پر چڑھائی۔ بھججیکن پر راون کا عتاب
اُسکی رام چندر جی کی خدمت میں حاضری۔ راج تلک۔ پل بند کی تجویز

جس وقت ہنومان جی اشوک بانیکا میں داخل ہوئے اُسوقت راون مندودی
راچھسوں کے ساتھ جانکی جی کے پاس آدھمکا۔ ڈانٹ ڈپٹ کی کہ۔
ہوش میں آ۔ رام کی یاد بھول۔ میری محبت کو دل میں جگہ دے جانتی ہے
میں کون ہوں۔ پولست ریشی کا پوتا برہمنوں کا سترج گوبیر جی کا بھائی۔ اگر دوتا
رتھ ہٹکنے کی خدمت پر پون جی پہناری کے منصب پر ممتاز۔ ایسرا میں خدمتی
اندر میرے لشکر کا کھڑنا +

جانکی جی اور غور زبان روک۔ منہ بند کر خبروار اب ایسی بات زبان سے نہ نکلے
میں تو شعلہ آہ سے منہ مجلس دوئی۔ پولست کا پوتا کو بیر کا بھائی بنتے شرم نہیں
آتی۔ چوٹے اٹھائی گیرے۔ اوچکے۔ گر وکٹ پولست کے پوتے کو بیر کے بھائی
کہلانے پر فخر کریں۔ تو بس خانہ ان بھر کی ناک کٹنے میں کیا رہا؟

دیر تک ایسی ہی بات چیت ہوتی رہی۔ اُدھر جذبہ غضب تھا اُدھر غلبہ طیش
راون کے ہاتھ میں غصے کی تلوار تھی۔ جانکی جی کا استقلال و معال کا کام دیر تھا
جب راون نے کھری کھوٹی نیس تو پتہ نہ مار سکا۔ آپے سے باہر ہو گیا میان کے تلوار
کھینچی جو میں ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ مندووری بیچ میں آکھڑی ہوئی اور بولی۔
میں مہاراج۔ عورت پر اتنا غصہ دیکھنے تو ساستروں میں کیا حکم ہے؟

راون نے کچھ سوچ سمجھ کے اس وقت تلوار سیان میں رکھ لی۔ مگر یہ کہتا ہوا ہل سے پھر پڑا کہ

اچھا۔ آج مندووری رانی نے بچا لیا تو کیا۔ ایک دن یہی شدنی ہے۔ بے ماسے پھوڑوں تو پولست کے خون سے نہیں۔ ماما پشیوگٹا کا دودھ حرام۔ چھ جھینے کی مہلت دیتا ہوں۔ مان جا تو خیر۔ نہیں تو یہی تلوار ہوگی اور گردن +

راون چلا گیا۔ جانی جی بلک بلک کر رونے لگیں۔ رات کا وقت تھا تارے چمک رہے تھے۔ آسمان کی طرف ماتھ اٹھا اٹھا کر دعا مانگتی تھیں۔ کہ ستارے انگارے

جھلک رہے کروں اتنے میں مہابیر جی نے راجندر جی کی انگوٹھی سامنے پھینکی۔ جانی جی سمجھیں کہ اکاش سے کھانے کے لئے ہیرا گرا۔ مگر نگ دیکھتی ہیں۔ تو اور بھی کڑھ

میں کھوج کی کھات ہوئی۔ جو ہیں رام کا نام کھدا دیکھا۔ ڈھاریں بار بار کے رونے لگیں۔ کہ ہائے نہ جانے راجندر جی پر کیا گزری۔ لنکا میں اُن کی انگوٹھی آئے نامکن

کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جانی جی کو فکر میں دیکھ کر مہابیر جی سامنے آئے قدروں پر سر جھکایا۔ ڈھانس دی۔ اطمینان دلایا۔ سب حال کہہ کر اظہارِ طاقت کی دھن

سائی۔ راون کے باغ میں گئے۔ سارے درخت اکھاڑ پکھاڑ کے پھینک دئے باغبانوں کو مارا انجھانوں کا کچھ مر نکالا۔ اچھے کی بڑیاں پسلیاں چورکیں ہزار ہا

راجس قتل کر ڈالے جب میگھ ناو آیا۔ خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ہنومان جی نے وہ ماتھ دکھائے کہ چھٹی کا دو دیا د گیا۔ مگر برہم پھانسی میں پھنسا پڑا۔ وجہ یہ کہ اگر

ڈراکسر سر کرتے تو برہما کی عظمت میں فرق آ جانا۔ برہم پھانسی کو ٹوٹنے سے اُن کی بات جاتی رہتی۔ میگھ ناو ہنومان جی کو پکڑے ہوئے راون کے پاس لے

گیا۔ راون صورت دیکھتے ہی آگ ہو گیا۔ مہابیر جی خوب کڑکے۔ ایک ایک کے بدلے سو سو سنائیں۔ راون جھلایا۔ حکم دے دیا۔ کہ دم میں آگ لگا کر

خاک کر دو۔ راجسوں نے گوڈر لپیٹ لپیٹ دم میں آگ لگائی۔ مہابیر جی نے پہلے تو آگ لگانوالوں کا منہ جھلسا پھر کو و پچاند چائی۔ تو سارے لنکا پھونک کے

راگھ کر دی۔ لنکا بھر میں اگر کوئی مکان بچا تو وہ صرف بمبھیکن کا تھا یا یا اشوک باٹکا جہاں مہارانی جانی قید مصیبت میں تھیں۔ مہابیر جی نے دم کی

آگ سمندر میں بجھائی۔ اور سیتا جی سے رخصت ہونے آئے۔ جاںکی جی نے اپنا پرہیز
من یا۔ سری راجندر جی سے عجلت کی درخواست کی۔ اور بردان دیا کہ:-
تم زندہ جاوید ہو۔ سری راجندر جی تمہاری خوشنودی کو اپنی خوشنودی
سمجھتے ہیں +

ماہا پر جی سیتا جی سے رخصت ہو کر پھر سمندر بچھا ندے جا مونت اور انگد کو
لیتے ہوئے سری راجندر جی کی خدمت میں حاضر ہوئے ساری کیفیت پہنچائی
سری راجندر جی سمجھ گئے۔ کہ بے بہو پریت نہیں جب تک راون کے کان نہ گرم
کئے جائیں گے۔ تب تک آنکھیں نہ کھلینگی۔ فوراً فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ فوج
روانہ ہوئی۔ ریچھ بندروں کے ٹڈی دل سمندر کے کنارے چھا گئے۔ اتل رکھنے
کی جگہ باقی نہ رہی بھجیکین رام بھگت تھا۔ عقل تمیز میں فروزمانہ۔ اُس نے
راون سے عرض کی +

راجندر جی فوج ظفر موج سمندر پرے آئے دردمر کمتر ہے۔ غم نڈاری بھڑ
لا حاصل۔ جاںکی کوچ چپا تے حوالے کیجئے۔ پھر نہ جھگڑا نہ بکھڑا۔ نہ لڑائی
نہ فساد +

راون کو سخت غصہ آیا۔ اس زور سے لات ماری۔ کہ بھجیکین ہائے
ہائے کرتا دور جا پڑا۔ راون نے اُس پر قناعت نہ کی۔ کمر میں ہاتھ دلو کر لنکا سے
نکل باہر کیا +

بھجیکین ہاں سے روانہ ہوا۔ سیدھا راجندر جی کی خدمت میں پہنچا۔ راجندر
جی محبت سے پیش آئے اور اُسی وقت لنکا کی حکومت نامزد کر کے راج تلک
کرویا۔ جس وقت بھجیکین یہاں آیا۔ راون کے جا سوکس سک اور سازن بھی
جیس بد لے ہوئے ساتھ آگئے۔ ان کی بندروں نے خوب خبر لی۔ اور آخر میں
سری راجندر جی کے حکم سے رہا کرویا۔ سک دسارن راون کے پاس واپس
گئے بھجیکین کے راج تلک کی کیفیت سنائی۔ راجندر جی کی خوش مزاجی
کی صفت میں تر زبان ہوئے +

سری راجندر جی کو یہاں فکر ہوئی۔ کہ فوج کیونکر سمندر کے پار بھجیکین

نے کہا سیدھی انگلیوں گھسی نکلے تو زیادہ دروسری کی کیا ضرورت - آپ سمندر سے راستہ مانگئے وہ خود بخود راہ دے دیگا - راجپندر جی نے مین دن تک سمندر کی منت و سماجت کی - مگر صدائے برنخواست "آخراں کو غصہ آیا - لکشمی جی سے بولے :-

لانایت و کمان - ابھی کانوں کی دھٹی نکالے دیتا ہوں - سمندر کانپ اٹھا برہمن بکر حاضر ہوا - معافی مانگی بتایا کہ -

نیل برانی ہیں - جو چیز پانی میں ڈال دیں کبھی تہ پر نہ بیٹھے - آپ ان کو پل باندھنے کا حکم دیجئے +

راجپندر جی نے سمندر کو دست شفقت پھیر کر خست کیا - نیل سے کہا کہ پل تیار کرو

ادھیائے ۱۱۶

لنکا پر چڑھائی - کبھ کرن - میگھ ناوا اور راون کا قتل

ستیاجی اور راجپندر جی کا ملاپ بھبھیکن کی راج گدی

راجپندر جی کی اجودھی میں واپسی - تحت نشینی وغیرہ

نیل نے سیت بند تیار کیا - رچھوں اور بندروں کی میٹھا فوج سمندر کے پار ہوئی راون نے بھی فوجیں آراستہ کیں - میدان کارزار گرم ہوا - تین چھینے تک خوب کشت و خون ہوا - ایک دن لکشمی جی سرگرم پیکار تھکے - راون نے غفلت میں شکتی بان مارا - لکشمی جی غش کھا کر گرے - راجپندر جی کے لشکر میں کہرام مچ گیا - صابری جی لنکا میں پہنچے سکھین وید کو لائے - سکھین وید نے کہا "مرضی رات بھر کا مہمان ہے - ادھر پوچھٹی - سویرا ہوا - اور ادھر خیریت نہیں راتوں رات سنجیوں بوٹی آجائے تب زندگی کا میں ذمہ وار +

ہنومان جی دوناگر پرستے کال نیم کو شیطن پر آمادہ پایا - اچھی طرح خبر لی خاک

پر سلا کر پہاڑ کا پہاڑ اٹھا لائے کہ وید خود بوٹی پہچان لے ۛ

سکھین نے بوٹی کھلائی۔ لکٹمن جی تندرست ہو گئے۔ راون کو سخت تشویش ہوئی کبھی کرن کو جنگایا۔ وہ چھ مہینے کی نیند سے مشکل جاگا۔ راون نے سارا دکھڑا رو دیا اس نے پہلے دھڑکا لا مگر پھر راون کی خوشامد و آمد سے میدان جنگ میں آیا آفت مچائی ہزاروں ریچھوں بندروں کا خون ہوا۔ سارے لشکر میں بل چل مچ گئی سری راجندر آئے۔ تیر مارا اور پالا اپنے ہاتھ رکھا

دوسرے روز میگھ ناوجان پر کھیلنا۔ خوب سحر و طلسم کئے۔ نظر بندی کے کرتبوں سے ریچھوں بندروں کو اچھی طرح تنگنی کا نوح کرایا۔ مگر لکٹمن جی سے پیش گئی۔ ان کے تیروں نے جان لیکر دم لیا میگھ ناوکا ایک بازو اس کے رنوس میں جاگرا۔ اسلہنا شوہر کا ہاتھ دیکھ کر زار زار روئی۔ پت برتا تھی۔ بازو سے ساری سرگزشت لکھوائی خاند کے جوش مجب سے اس پرست سوار کر دیا۔ وہ راجندر کے پاس آئی شوہر کسر مانگا اور سر طے ہی سہی ہو گئی ۛ

اب راون کی باری آئی بڑے بڑے معرکے ہوئے ہر لڑائی میں پرلے کا نظا پیش نظر تھا کہ سری راجندر جی کے تیروں سے کچھ بس چلا۔ آخر جان دیتے ہی ۛ

بھبیکن جانی جی کو راجندر جی کی محبت میں لایا۔ ترجبا وغیرہ نے پاکد امنی کی شہادت دی برہما۔ اگنی۔ راجہ دسرتھ مبارکباد دیتے ہوئے اکاش سے آئے اور فیمل کھا کھا کر تصدیق کی کہ واقعی جانی جی پر کسی قسم کا دھبہ نہیں۔ وہ ہر طرح کے الزام سے بری ہے اور سورج کی طرح بے داغ ہے سری راجندر جی نے بھبیکن کو لٹکا کا راج دیا۔ خود اجودھیا میں واپس آئے۔ بھرت جی نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا لاج گدی کے جن ہوئے اس جشن کی عالیشان رونق کو کون بیان کر سکتا ہے۔ برہما جی بھی قائل تھے کہ اتنی عمر میں دھوم دھام نہ دیکھی۔ تو آج بہر حال راجندر جی نے گیارہ ہزار برس داد فرمانروائی دی۔ ان کے عہد حکومت میں اہل دنیا کو بیکنٹھ کا سا آرام و عیش حاصل ہوا چاروں مہائیوں کے دو دو فرزند راجندر ہوئے۔ سب کے سب بہہ صفت و صرف سرفراز میں کامل۔ تو اور کٹش۔ سری راجندر جی کے فرزند سچ و سچ انہیں کی عکسی شبیہ تھے۔ اور علم و عمل بالکل یکساں ۛ

سری راجندر جی کے اوتار کی مختصر کیفیت یہ تھی - جو بیان ہوئی جب تک زمین پانی پر تھی۔ تب تک ممکن نہیں کہ یہ مقدس حالات زبانزد خاص و عام ہیں جو شخص ان کو اُلف کو در زبان رکھیں گا۔ اُسے نجات کی کچھ فکر نہیں۔ مکت اس کے سامنے ہوتا ہندو کھڑی رہیگی +

مارکنڈے جی راجہ جد ہشترے مخاطب میں کہ: طرح راجندر جی نے بن اس کے بعد کہ زمین پر چاہانی کا ڈنکا بجایا - اسی طرح آپ بھی عنقریب چار دانگ عالم میں فرمانروائی کا جھنڈا اٹھائیں گے۔ وروہن اپنے زعم میں ست ہے۔ یہی سستی ایک دن موت کے منہ میں جھونکے گی۔ اب فکر اور گھبراہٹ کس بات کی۔ معاملہ ہر طرح سے چوکس ہے

ادھیائے ۱۱۷

پت برت دھرم کی ایک قابل قدر نظیر ساوتری

اور ست دان کی شاوی - درمیانی حالات

مارکنڈے جی نے جب تک قیام کیا۔ درویدی کی اعلیٰ لیاقتیں اچھی طرح دیکھیں۔ انہوں نے راجہ جد ہشترے فرمایا کہ درویدی کا پتی برت دھرم دیکھ کر میں حد سے زیادہ خوش ہوا۔ پتی برت دھرم میں جو طاقت ہے۔ وہ رشتیوں میں گے چپ تپ میں نہیں۔ تپتی برتا ستری جو چاہے کر سکتی ہے۔ موت بھی اُس کے ڈر سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ سینے میں آپ کو ساوتری کا اتہاس سناتا ہوں۔ آپ شکر خوش ہونے لگیں

اشوپت درویش کا راجہ لاو لد تھا۔ اُس نے خواہش میں جگہ کیا۔ ساوتری جی کے منتروں کی برکت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ راجہ نے اس کا نام بھی ساوتری رکھا ساوتری نے راجہ کو اطمینان دلایا۔ کہ یہ لڑکی ہزار لڑکوں سے اچھی ہے۔ اب بیٹے کی ہوں بھوڑو۔ ساوتری بڑی ہوئی۔ تو وہ روپ نکلا کہ لکشمی جی کی تصویریں کئی عقل

وہ تھی۔ کہ سرسوتی کی آنکھ نیچی ہوتی تھی۔ یہ تو سب کچھ تھا۔ مگر کہیں شادی کی ٹھیک ٹھور نہ ہوئی۔ راجہ نے کہا +

سادتری تجھے اختیار ہے جس کے ساتھ منظور ہو شادی کر لے +
سادتری مجھے آپ کی رضا سے مطلب ہے۔ جو حکم ہو وہی منظور۔ مگر مکان میں بیٹھنے سے مطلب ہوگا۔ ذرا پاؤں کو تکلیف کرنا پڑیگی +

راجہ نے رتھ کو سوا یا۔ خود سوار ہوا۔ سادتری کو سوار کیا۔ تجربہ کار ارکان دولت ہمراہ لئے اور گھوڑے بڑھائے بہت شہرت بہت آج بہت جنگل دیکھے کہیں صورت مدعا نظر نہ آئی۔ ایک جنگل میں پہنچے تو سادتری نے رتھ رکوایا اور کہا تیا جی بس نقش مراد کر سنی نشین ہو گیا۔ جو نوخیز سامنے نظر آ رہا ہے میں اس کی ہو چکی یہ تو عمرست 'ان تھا۔ اس کے باپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ راجہ پاٹ چھن گیا تھا۔ جنگل میں پھل پھول پر بسر تھی۔ اور چپ تپ پر گزارہ۔ مگر صورت شکل بہت دلفریب و حرم کی مجسمہ تصویر۔ اوصاف نہایت ہی عمدہ۔ راجہ نے جنگل کے تمام رشیوں سے پوچھا۔ کہ لڑکا کیسا ہے ہر ایک کا جواب یہی تھا کہ بڑا نیک نہایت خوش سیرت۔ ناروجی بھی اتفاق سے آگئے انہوں نے بھی بہت تعریف کی۔ فرمایا کہ :-

ایسا بامروت۔ قناعت پسند۔ و حرم کا پابند لڑکا دوسرا نہ ملیگا دانائی میں برہمچت کی نظیر۔ توانائی میں اندر کی مثال +
راجہ بے عیب صرف ایشور کی ذات ہے۔ انسان کیسا ہی دیوتا کیوں نہ ہو کچھ کچھ عیب ضرور ہونا چاہیے

تارو ہاں ایک عیب ہے یعنی سال بھر دنیا کی ہوا اور کھائے گا +
راجہ سادتری سے بولا :-

جوڑی تو بہت اچھی ہے مگر نہار عیبوں کا عیب یہ ہے کہ ست 'ان ایک سال سے زیادہ نہ جیوگا۔ اسکی عمر میں کچھ دن باقی نہیں +

سادتری کچھ پرواہ نہیں جو ایشور کی مرضی۔ میں اسے شوہر سمجھ چکی۔ اب دوسرے شوہر کی ہوس نہیں۔ کنیاں دان ایک دفعہ سے زیادہ نہیں ہوتا میں منکھپ کر مکی وہاں راجہ بیوقوفی کی باتیں کر رہا۔ شادی بیاہ کوئی گڑبوں کا کھیل نہیں۔ کہ لڑکیوں کی رائے

پر چھوڑا جائے جب شوہر کی عمر ہی کچھ نہیں۔ تو میں کیسے دیدہ دانستہ چولے میں
جھونک دوں ؟

ساوتری تو کیا آپ قسمت کا لکھا مٹا دینگے ؟

راجہ مگر عقل سے کام لینا تو شرط ہے۔ مانا کہ موت نہیں۔ مگر کنوئیں میں کیوں جان بوجھ
کر کودیں۔ اڑو مے لکے منہ میں کیوں جائیں جب جان لیا کہ لڑکا چند روز کا مہان
ہے تو کیوں اور لڑکا تلاش نہ کیا جائے ؟

ساوتری۔ یہ تو اب ممکن نہیں۔ میری جوڑیا کا ٹھہ ہو چکی جو قسمت میں ہو گا بھگت
لوں گی ؟

ناروجی راجہ صاحب۔ اب آپ نیک کام میں میکہ نہ کیجئے ساوتری ہی
کی رائے سے شادی ہونے دیجئے ایشور بھلا ہی کرے گا

ناروجی کے ان الفاظ سے راجہ کو تسلی ہوئی۔ اُس نے شادی کا پیغام
دیا دوست سنیں خوش ہو گیا ؟

ساوتری اور ست وان کی شادی ہوئی۔ وہ نو خوشی سے رہنے لگے
ساوتری کو رات دن اپنے سائل کسر کچھ مدت سے کام تھا یا خاندان کی رضا جوئی کو اطاعت

ادھیائے ۱۱۸

پتی برت دھرم کی عظمت۔ ست وان کی موت

ساوتری اور جمرج کی ملاقات۔ ساوتری کے

پتی برت دھرم سے میکے اور سسرال والوں

کی مقصد برائیاں۔ ست وان کی دوبارہ زندگی

ناروجی نے ست وان کیلئے جو کچھ کہا تھا۔ ساوتری اسے دل پر نقش کئے

رہی کسی وقت خیال نہ بھولتا تھا۔ شادی کو ۳۶ دن گزر گئے۔ ست وان کی عمر چار دن اور رہ گئی تو ساوتری منہ باندھ کر بیٹھ رہی نہ کھانے سے مطلب نہ پینے سے سروکار۔ ساس سسر بہت چاہا کہ منہ میں دانہ جائے مگر ساوتری نے ایک کنکی بھی نہ کھنکی۔ پوچھ گچھ ہوئی۔ تو جواب پایا +

تین دن نرا ہار زجل برت کر لینے دیجئے پھر اس کا پھل دیکھ لیجئے اتفاق سے بشواتر بھار و واج وغیرہ بہت سے رشی منی وہیں موجود تھے وہ اپنے کشف کرانا سے جان گئے کہ ساوتری کا مطلب کیا ہے۔ انہوں نے پتی برت دھرم کو سراہا اور عادی کہ :-

ایشور کا منا پوری کرے۔ پتی برت دھرم آڑے آئے +

تین دن اس طرح برت آپاس میں گزر گئے ساوتری بڑے استقلال سے بتی کی سید میں مصروف ہی نہ بھوک کا ضعف معلوم ہوتا تھا نہ پیاس کا چٹکا جو تھے روز ساس سسر بھر کر رہوئے کہ کھاؤ پیو کا یار اکھے دھرم رہے جب پہلا نہ رہیگا۔ تو دھرم کون کریگا۔ ساوتری کا جواب تھا +

بس آج ہی اور برت کا دن ہے۔ دن بھر معاف کیجئے شام کو ایشور کھلائیگا تو کھاؤ گی۔ اب ست وان پھل پھول اور لکڑی کیلے جنگل جانے لگا۔ ساوتری نے ساس سسر کے قدم پکڑ لئے اور عرض کی۔

اجازت ہو۔ تو میں بھی پھل پھول لینے چلی جاؤں +

ساس سسر کیوں آج یہ نئی بات کیسی۔ جنگل میں تمہارا کیا کام ساوتری سمجھ لیجئے کہ ضرور کوئی نئی بات ہے۔ ورنہ میں اب تک روز جانے کو نہ کہتی آج بے اختیار دل چاہتا ہے۔ کہ چلوں +

ساس سسر نے اجازت دیدی اور ساوتری ست وان کے ساتھ پلوں سے گرد راہ صاف کرتی ہوئی چلی۔ دونوں جگہ پر پہنچ گئے جہاں کا غم تھا و فتنہ ست وان کے سر میں اس شدت سے در و شروع ہو گیا۔ کہ جان ہی پر بن سکتی ساوتری نے زانو پر سر رکھ کر بونا شروع کیا۔ دعائیں مانگنے لگی۔ کہ ایشور جلد صحت دے مگر ساتھ ہی نار دجی کا قول کان میں کچھ اور کہتا تھا +

تھوڑی دیر میں ساوتری کیا دیکھتی ہے کہ ایک سانولی صورت سامنے ہے۔ چہرے میں گندن سی دھمک سر پر منڈاسا۔ ہاتھ میں کمند۔ آنکھیں بیرہوٹی کی طرح سرخا سرخ۔ وہ جو نہیں نظر آیا۔ آن واحد میں ست ان کے قالب کو انگوٹھے بھرکا جسم بنا کر چلتا ہوا۔ اور ست وان کی بضیں چھوٹ گئیں +
ساوتری نے ست وان کا سر زانو سے ہٹا دیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر یہ کہتی ہوئی پیچھے پلکی۔ کہ :-

مہاراج آپ یہ تو بتاتے جانیے کہ آپ کون ہیں +
جواب جھراج ہوں تیرے شوہر کی آج موت تھی۔ روح قبض کر کے لئے جاتا ہوں +

ساوتری ایسے موقع پر تو آپ کے دوت آتے ہیں آپ کو تو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں +

جھراج گمانیوں۔ دھرم دانوں اور پرتابی لوگوں کو لے جانے کے لئے مجھے ہی آنا پڑتا ہے علاوہ بریں تو پتی بڑتا ہے۔ مجھے تیرے دھرم کی عظمت کے خیال سے۔ ورشن دینا بھی منظور تھا

تقریر کا سلسلہ یہیں پر ختم ہوا۔ اور جھراج نے دھمن کی طرف قدم بڑھائے ساوتری بھی ہٹ کی پکی تھی نقش قدم پر قدم رکھتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ جھراج نے پھر کر دیکھا تو ساوتری کو آتے پایا۔ کہا

کیوں پاؤں توڑتی ہے جاخاوند کی مٹی ٹھکانے لگا +
ساوتری میں لوٹ کر کہاں جاؤں۔ میری توجہ کے ساتھ جوڑیا گناٹھ ہے۔ اُسی کے ساتھ جاؤں گی۔ لوٹتے مجھے کیا کام تپ کے پھل گورو بھگتی کی مہمان پتی برت دھرم کی برکت اور سب کی طاقتوں کو میں محبوب جانتی ہوں پھر آگے بڑھ کر قدم پیچھے پڑے یہ نامکن رشیوں مٹیوں کا حکم ہے کہ دوست کی لاش کم از کم سات قدم تو ہنچائے میں بھی اسی ہدایت کے موافق چل رہی ہوں آپ کو گمانیوں کے مسئلے کیا سناؤں سوچ کو چراغ دکھانے سے کیا حاصل۔ مگر باتوں میں ذرا راہ گئی۔ اس لئے عرض کرتی ہوں۔ کہ سب رشیوں مٹیوں نے دھرم ہی کو مقدم کہا ہے مہاتماؤں

کے تہائے ہوئے دھرم کی پیروی سے کیا ملتا ہے۔ دو توجہاں میں مرتبہ اعلیٰ اور
اصلی منزل مقصود یعنی نجات۔ جو لوگ دھرم کے پابند ہیں۔ ان کا قدم دھرم کی راہ
سے کبھی نہیں جھکتا۔ کیا مجال کہ ادھر سے اوھر جا پڑے

جہاں سادری کی گفتگو سے نہایت ہی خوش ہوئے۔ بولے کہ:-

کچھ بردار ٹانگ مگر خاندن کی زندگی کے بارے میں کوئی درخواست نہ ہو +

سادری حیرت کی مرضی۔ عنایت کا شکر۔ تو بس سسر کو آنکھیں سے دیکھے طاقت عطا
کیجئے اور بقیال کے آفتاب کو کہن سے نکال کر چمکائے +

جہاں ج۔ اسد ماقبول۔ خواہش منظور۔ اچھا لے اب جھگڑ کو لوٹ جا۔ خاندن کی لاش
اکیلی ہے +

سادری لاش کے ساتھ جی چرانے والوں کو عذاب ہوتا ہے۔ خاندن کا ساتھ جھوٹا
سب سے بڑھ کر گناہ پھر میں کس طرح ترک رفاقت کر سکتی ہوں جہاں شوہر جانیگا۔ میں کچھ
پیسے چلی چلوں گی۔ اس میں آپ کا ہرج ہی کیا ہے ایک نہ سہی دو سہی اب سنئے کچھ
کہنا چاہتی ہوں یعنی اچھے لوگوں سے ایک مرتبہ کی ملاقات بھی بگارا دہوتی ہے۔ وہ
اپنی ملاقاتی کو نہیں بھولتے ایک دفعہ کامیل ملاپ زندگی بھر کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اور
ظاہر پرست نہ دیکھنے کی محبت رکھتے ہیں۔ پھر آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ۔ ہر کہ از دیدہ
وہ از دل و دل کی کہاوت سچ ہوتی ہے اسی لئے تجربہ کار بزرگوں نے ہدایت کی ہے
کہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہنا انسان کے لئے ضروری اور مفید ہے +

جہاں ج۔ تیری سمجھ پر آؤں۔ توجہات کہتی سے دھرم کی۔ میں بہت خوش ہوا
کچھ اور ہوس ہو تو بیان کر۔ مگر خاندن کے جینے کی بابت کوئی حرف زبان پر نہ آئے +

سادری۔ ہوس تو مجھے کچھ نہیں۔ مجھے ایشور پر بھروسہ ہے۔ اسی کی مرضی کو مقدم
سمجھتی ہوں۔ جب سارے کام ایشور کے ہاتھ میں ہیں۔ تو پھر ہوس بیکار
مگر آپ کہتے ہیں۔ تو خیر میرے سسر کو راج پاٹ و لوائے۔ اور ان
کی سمجھ ایسی درست کر دیجئے۔ کہ دھرم کے سوا اور کوئی کام نہ

کریں +

جہاں ج۔ میں نے خواہش پوری کی۔ جہاں ج پاٹ کا سکھ دیکھ۔ چارون کی بھوک

پیاسی ہے کچھ کھائی۔

ساوتری۔ آپ کو دیکھنے سے میرا پیٹ بھر گیا۔ اب نہ بھوک ہے نہ پیاس۔ دنیا کی کسی نعمت کیلئے دل نہیں چاہتا۔ آپ وہ ہیں جو مخلوقات کو سزائیں ویکر راہ راست پر لائے ہیں۔ اور نیک اعمالوں کی جزائے خیر بھی دیتے ہیں۔ اس لئے ایک بات کہنے کا اور منہ پڑتا ہے۔ ہے تو معمولی سی بات مگر سننے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مہاراج جی نیک لوگوں کے اوصاف تین ہیں ہر ایک سے میل جول رکھنا۔ سب کو نظر محبت سے دیکھنا۔ بیناؤں کو دالے و دے ادا کرنا۔ دنیا میں جہان تک دیکھنے و دھرم سے جی پھرانے والے ہی لینے جنگلوں اور دھرم کے کاموں ہی سے لوٹ ہے مگر جو نیک لوگ ہیں۔ وہ ایسے لوگوں پر بھی عنایت کی نظر رکھتے ہیں۔ یہی نہیں۔ ان کو دشمنوں سے خاص الفت ہوتی ہے مخالفت کا ذرا بھی لگاؤ نہیں ہوتا

جہار جی تیری باتوں سے مجھے دھرم کے سبق حاصل ہو رہے ہیں تو بڑی عقلند ہے میری خواہش ہے کہ تو کچھ اور مجھ سے مانگے۔ مگر شرط یہی ہے کہ شوہر کے دھرم سے کچھ نہ کہنا +

ساوتری۔ میں اپنے باپ کی اکیلی ہوں۔ کوئی بھائی نہیں۔ بس لئے آرزو ہے کہ میرے باپ سے سو بیٹے ہوں بیٹے بھی وہ جن سے خاندان کی ترقی ہو +

جہار جی بہتر ایسا ہی ہو گا لے اب تو گھر لوٹ۔ چلتے چلتے پاؤں تھک گئے ہونگے +

ساوتری۔ جی کیسا تھکا رہی ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ تھکائی معلوم ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ جتنا آگے چلتی ہوں تازہ خون پیدا ہوتا جاتا ہے اب میری ایک عرض اور رہ گئی ہے۔ وہ بھی سن لیجئے تو میں آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھوں آپ کا پرتاپ تین لوگ میں بکھان ہے سورج آپ کے پتا میں علم و عقل میں آپ کی نظیر نہیں ہے رعب وہ کہ نام سے دنیا کا منتی ہے آپ کا نام دھرم راج آپ کی فضیلت کا شاہد ہے پس آپ سے کیا کہوں مگر جو سمجھ میں آتا ہے کہہ دیتی ہوں۔ کہ شاید آپ کچھ اصلاح کریں۔ اہل زمانہ اپنی آمتا پر اتنا بھروسہ نہیں کرتے جتنا ہے اور نیک لوگوں پر ہوتا ہے جن لوگوں کے دل میں کوئی خواہش ہوتی ہے۔ وہ اس کے حاصل کرنے کے لئے

نیک لوگوں ہی کی صحبت میں وقت گزارتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر لوگوں کو کیوں بھروسہ ہوتا ہے؟ صرف اسلئے کہ وہ راستی پسند ہوتے ہیں۔ جھوٹ اور بناوٹ سے انہیں نفرت رہتی ہے پہچانتے ہیں کہ محبت اور الفت کیا پھیر ہے *
 جمرانج واہ واہ کیا عمدہ بات کہی ہے۔ واقعی تیرا ہی حصہ تھا۔ اور کوئی غرض ہو۔ تو یہاں کر۔ لیکن خاندن کی زندگی کیلئے کچھ نہ کہنا +

ساو تری کیا مانگوں۔ مگر آپ کا حکم مال نہیں سکتی خیر مجھے سو بیٹوں کی ماں بنائے بیٹے ایسے ویسے نہ ہوں و دھرم وال ہوں۔ طاقتور ہوں۔ سعادتمند ہوں +
 جمرانج۔ اچھا لے اب جا۔ سو بیٹے گو د میں کھلائیگی۔ میں بردان دے چکا +

ساو تری چاروں بردانوں کا شکریہ ایک بات اور کہنے کے لائق ہے سنتے پڑے دنیا میں سنت مہاتما ہی دھرم کو عزیز رکھتے ہیں۔ امدان کا آئندہ بھگتے ہیں۔ ان پر نہ سنج نہ تکلیف کا اثر نہ راحت عیش کا غلبہ نہ کسی سے خوف نہ کسی سے عداوت وہ ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں۔ ان کی ملاقات کتنی ہی دیر کی ہو انسان کو نیک پھل دے جاتی ہے۔ اگر سنت لوگ نہ ہوتے۔ تو سورج دم بھرا آسمان پر بے سہارے نہ ٹک سکتا۔ زمین بھی گیند کی طرح لڑھکتی بھرتی۔ سنت ہی لوگوں کا ضمیر ہے۔ جس پر گزشتہ موجودہ اور آئندہ کی تمام کیفیات روشن رہتی ہیں۔ سنت بننا آسان نہیں۔ یہ اعزاز ان خاص خاص لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو دراصل نیکی کا جامہ پہنیں۔ سنتوں کی جماعت میں تکلیف کا نام۔ یہ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ بھلائی ہی کرتے ہیں نیکی کرنے سے غرض ہوتی ہے۔ شکریہ اور احسانندی کا مطلق خیال یا لالچ نہیں اچھے لوگوں کا کوئی کام فضول نہیں سمجھتا۔ دوسرے کی خواہش پوری کروینا دوسرے کی عزت بڑھانا ان کا خاص شہیوہ ہے یہی اوصاف ہیں جن سے سنتوں اور نیک لوگوں کا دنیا اور اہل دنیا کے ترقی خواہوں اور مربیوں میں شمار ہے +

جمرانج تیرے لفظ لفظ میں امرت بھرا ہوا ہے۔ حرف حرف سے میرے دل میں محبت کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ ایک بردان اور مانگ لے +
 ساو تری۔ اب بردان کیا مانگوں۔ مناسب سوال تو آپ نے پورے کر دئے۔ وہ ہی کیا گیا +

سُسر کو انکھیں دیں۔ راج پاٹ دیا۔ باپ کو سو بیٹے رحمت کئے مجھے بھی سو بیٹوں کی ماں بنانا منظور فرمایا۔ اب کس چیز کی ہوس کروں ایک ذرا سا خلجان ہے اُس کی نسبت آپ غور کر رہی لیا ہوگا *
جہراج۔ خلجان کیسا ؟

ساوتری۔ بس یہی کہ بے خاوند اولاد نہیں ہوتی۔ ماں ماں ٹھیک میں جھولی ملو ہوتا ہے کہ آپ نے میرا خاوند مجھے بخش دیا ورنہ سو بیٹوں کا بردان کیوں دیتے کہیں بردان بھی جھوٹے ہوا کرتے ہیں۔ مہاراج آپ کی نظر عنایت کا کھانا شکر یہ ہو کیا ہیر پھر کر کے شوہر کے زندہ ہونے کا بردان دے دیا۔ ساوتری تو بڑی خوش نصیب۔ دیکھ لیا کہ دھرم راج جی کے درشنوں کا کیسا چٹ پٹ پھل مل گیا *

جہراج ذرا سٹپائے مگر کیا ہوتا تھا۔ سلعنری کی عقلمندی اور لیاقت پرستے اور ست دان کے مختصر جسم کو گندے آزاد کر کے فرمایا۔ کہ :-
صرف تیرے پتی برت دھرم کی رعایت ہے ورنہ کبھی مردہ بھی زندہ ہوتے ہیں جاشوہر کی خدمت کر۔ چار سو برس تک اب اس کا رویا نہ دکھیکا۔ تیری رضائی ہمیشہ نظر رہیگی۔ جو کام کریگا دھرم کے سو بیٹوں سے خاندان کی رون ہوگی لوی تیری ماں کو بھی سو بیٹوں کا سکہ حاصل ہوگا۔ یہ لوگ مالو کے خطاب سے ہتھور ہونگے۔ اچھالے اب رخصت *
ساوتری چرنوں پر سر جھکا کر ست دان کی لاش کے پاس آئی اور جوش محبت سے زانو پر سر رکھ لیا۔ ذرا دیر میں ست دان نے کروٹ لیکر آنکھ کھول دی اور کہا اُن۔ اوہ آج بڑی نیند آئی۔ شام ہونے کو آئی اور آنکھ نہ کھلی۔ کیوں بیاری وہ شخص کون تھا جس نے مجھے پکڑ کر گھیسٹا تھا *
ساوتری خود جہراج جی مہاراج ہی تھے۔ اہل دنیا کی سزا و عزا انہیں کے دستِ نددت میں ہے۔ پران ماتھ اندھیرا چھاپلا۔ اگر کسل وہ ہوا۔ تو چلے۔ آپ کے ماتا پتا منتظر ہونگے *
ست دان۔ بیشک آج ماتا پتا نہ جانے کیا حال کر رہے ہونگے۔ جب

کبھی مجھے ذرا بھی دیر ہو جاتی ہے۔ تو وہ مجھ میں چین آتا تھا۔ رورو کے گھر بھر دیتے تھے۔ اچھا۔ آدھ چلیں زیادہ اندھیرا ہو جائیگا۔ تو جنگلی بجانور و ق کر سیتے۔ اس سے یہ پھل بھول اور لکڑی کا ٹوکرا یہیں درخت پر لٹکا دیں سویرہ دیکھا جائیگا +

ست دان نے ٹوکرا درخت پر لٹکایا۔ سادتری نے کھانسی لے لی اور لکڑی روشن کرتے ہوئے قیام گاہ پر آئے۔ دیکھا کہ دومت سنیں ادھر ادھر ٹاٹا پھرتا ہے انکھیں نور نظر کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ رشی منی حیران تھے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے دومتین کی آنکھیں تھیں۔ پل مارتے کیونکر سجھائی دیئے لگا جو زیادہ روکش منیر تھے انہوں نے کہا یہ سب سادتری کے پتی برت دھرم کا کرشمہ ہے

دومت سے بولے :-

گھبراہیے نہیں ست دان آتا ہوگا۔ اُس کو کس بات کا ڈر۔ پتی برتا سادتری اُس کے ساتھ ہے اتنے میں سادتری اور ست دان راجہ دومت سین کے قدموں کس پوئے آنکھوں کی مبنائی دیکھ کر ست دان کو از حد خوشی ہوئی۔ تعجب بھی تھا۔ کہ ایسٹور کی مایا کیا ہے +

رشی منی سب جمع ہو گئے۔ پوچھا کہ اتنی دیر کہاں لٹکائی۔ ایسا تو کبھی انتظار نہ دکھاتے تھے یہ تو بتاؤ کہ راجہ دومت سین کی آنکھیں کیسے کھل گئیں +

ست دان میں تو سو گیا تھا۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ سادتری سے پوچھے۔ کیا معاملہ ہے ؟

سادتری۔ اب تو بہت رات آگئی کل عرض کر دیتی۔ آپ سب کے آرام کا وقت ہے +

رات گزر گئی۔ سویرا ہوا۔ ست دان آئے ورو صرا اور غفلت کی کیفیت بیان کی چراج کے آنے کا ذکر کیا۔ سادتری سے دھرم راج کی گفتگو۔ بردانوں کی کیفیت گوش گزار کر کے ست دان کی زندگی کا مشرہ سنایا سب لوگ نہایت خوش ہوئے رشیوں نے دعائیں دیں۔ پت دھرم کی تعریف کی اور کھٹ

شباباش سادتری۔ تیرے دھرم کو۔ تو نے یکے دوسرے دونوں کے گوش

کاٹ دیئے۔ اولاد ہو تو ایسی ہی +

ساوتری کی تعریفوں سے جنگل گونج رہا تھا کہ سالودیش کی طرف سے ایک
بیڑہ وڑتی ہوئی آئی۔ دوست سمن کی جے جے کا شور بلند تھا۔ سارے جم غفیر نے
دوست سمن کو دعاؤں دیں اور عرض کی کہ :-

ہمارا ج سالودیش فتح ہو گیا۔ دشمن تدریج بیدریغ ہوئے۔ مبارک۔ آہا
آپ کی آنکھیں بھی روشن ہو گئیں۔ واہ واہ ہم لوگ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ایشور آپ کا
سایہ لاکھوں برس تک سر پر رکھے۔ تشریف لے چلے تخت سلطنت قدوسی کا منتظر
ہے دوست سمن کی دلی مسرتوں کا کچھ حساب نہ تھا۔ رشیوں میںوں کے قدم چھو
کر بولا :-

یہ سب آپ کے چرنوں اور ساوتری کے پتی برت دھرم کی برکت ہے +
ایک ایک کے قدموں پر سر جھکا کر دوست سمن نے راجہ صفائی کی طرف رخ کیا
ساوتری بڑی شان و شوکت کے ساتھ پالکی پر چلی۔ ست دان نے گھوڑا بڑھایا سالودیش
میں خوشنما کے نقارے بجے شادیاؤں نے نغمہ عشرت سنائے۔ دوست سمن نے
راج سنگھاسن پر قدم رکھا۔ رت ان کی خلعت و لیچہدی سے سرفرازی ہوئی مدیش
کے راجہ یعنی ساوتری کے باپ کارنواس سو بیٹوں کی چہل پہل سے بکینٹھ بن گیا ساوتری
نے بھی سو بیٹے گود میں کھلائے باپ نے بیٹی کو طلب کیا۔ بڑی خاطر تواضع کی۔ بیٹوں
کو قدموں پر ڈالا۔ اور کہا

یہ ہمیشہ تمہارے قدموں کی عزت کرتے رہینگے۔ کبھی فرق نہ ہوگا۔ آج میں سمجھا
کہ میری زندگی سچل ہوئی۔ ایک لائق بیٹی ہزار بیٹیوں سے اچھی +
مارکنڈے جی یہ تذکرہ سنا کر راجہ عشت سے بولے

آپ بے فکر ہیں۔ آپ کی رانی درودپی بھی پتی برتا ہے اس کے پتی برت دھرم سے
آپ کو وہی آئندہ ملیگا۔ جو ساوتری کی ذات سے اس کے بیٹے اور سسر والوں کو
نصیب ہوا۔ ایک پتی برتا عورت جو چاہے کر سکتی ہے۔ ہزار چپ تپ ایک طرف
اور یہ استری ایک طرف +

ساوتری کا آتما س کچھ ایسا ویسا نہیں۔ اس میں وہ برکت ہے۔ کہ جو کوئی ٹپٹے

خواہ مئے۔ اسکی مقصد بر آری میں کچھ شبہ نہیں۔ بڑی مقدس کتاب ہے +

ادھیائے ۱۱۹

سورج کی کرن کے پاس تشریف آوری۔ اندر کے منشاء
خاطر کا اظہار۔ کوچ اور کنڈل دینے کی ممانعت کرن
کی مالی ہمت۔ انکار سے انحراف۔ پرتھا کو درباسا کا بران

راجہ جد ہشتر کو ہر وقت کرن سے خوف لگا رہتا تھا۔ وجہ یہ کہ طلاق و مرواٹی میں
ارجن کی ٹکریلے والا کوئی تھا۔ تو کرن راجہ اندر نے سوچا کہ اسکو کنڈل اور کوچ پر ناز
ہے پس کسی طرح ہتیا نا چاہئے۔ کرن سورج کا لخت جگرتھا۔ اُن کی محبت نے نجومش
کیا۔ برہمن کے بھیس میں کرن سے ملے اور سمجھایا کہ :-

دیکھو کنڈل اور کوچ سے خبردار رہنا۔ اندر تم سے سوال کریں گے۔ خبردار خبردار
کہیں دے نہ بیٹھنا مجھے مہارمی پرت گیا سے ڈر ہے جو چیز برہمن مانگتے ہیں بے
تکلف دے دیتے ہو عند نہیں کرتے +

کرن آپ نے اس فہمائش کے لئے تکلیف گوارہ کی۔ اتنی رفاقت کا سبب آپ کا نام
بھگوان ہے۔ میں سورج ہوں۔ تمہارے جسم میں میرا ہی خون ہے۔ میں فقط اسی لئے
آیا ہوں۔ کہ تمہیں ہوشیار کر دوں جس میں کچھ مغالطہ نہ ہو جائے

کرن میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے دشن دیکر عزت افزائی فرمائی۔ مگر ذرا سوچنے
کی بات ہے کہ میں ایک ادلے برہمن تک کا تو سوال رو نہیں کرتا۔ پھر جب راجہ اندر خود
بھیک مانگے تو اُس سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اگر وہ سوال کریں گے۔ تو میں بھی ضرور
پورا کر دوں گا۔ اس میں چاہے سبھلائی ہو یا بُرائی۔ میں نے جس بات کا بیڑا اٹھایا ہے
اسکو پورا نہ کروں محض خلاف ہے میرا انکار میں رو سیا ہی ہوگی۔ اور فیاضی میں
نیکنامی۔ مجھ جیسا خوش نصیب کون ہو گا جس کے سامنے راجہ اندر ہاتھ پھیلائے

آپ کو ارجن کا خوف ہے۔ یہ کچھ بات نہیں۔ وہ چیز ہی کیا ہے۔ جب انہی پر چڑھ جائیگا جیٹھی کر کے رکھ دوں گا۔ میں کوئی دلا چنا نہیں۔ درونا چانچ میرے ات دہیں۔ پرپر کر جی نے سچکوشتر دو پا گھول کر پلا دی ہے۔ پھر ارجن ایسوں کا ڈر کیا؟ سوچ۔ جب تک کنڈل اور کوچ سے جسم کی زینت ہے۔ اس وقت تک تم سچوف ہو۔ کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ جہاں تم نے یہ اتارے۔ پس سمجھ لو۔ کہ غصہ ہو گیا۔ ایک دن ارجن سے لڑائی رکھی ہے۔ اس وقت بغیر کنڈل اور کوچ کے اس سے جان بری نہ ہو سکیگی۔ اسی لئے کہا ہوں۔ ذرا سوچیے سمجھئے۔

کرن۔ کچھ ہو جان جائے یا رہے۔ مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ کہ انکار کروں۔ سوچ۔ اچھا اگر یہ ہے۔ تو اتنی ہی کرو۔ کہ کنڈل اور کوچ دیکھ سکتی راجہ اند سے انیٹو۔ اگر کنڈل اور کوچ مضمیت دیئے۔ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ جان کی خیر نہیں۔ کرن۔ خیر وقت پر دیکھا جائیگا۔ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سوچ اور کرن کی گفتگو سن کر راجہ جنجنے لے پوچھا۔ کرن کو کنڈل اور کوچ کیسے ہاتھ لگے۔

مہتمم پائین۔ راجہ جی بھوج ایک شہر تاجدار تھے۔ ایک عالم و فاضل برہمن نے ان سے درخواست کی۔ کہ اپنے یہاں سکھنے کو جگہ دیکھئے۔ یہ بھی خیال رہے۔ کہ کسی طرح میری عزت میں فرق نہ ہونے پائے۔ راجہ نے ایک عالیشان محل میں ٹکایا کیل باتیں منظور کر لیں۔ اور پرہنفا۔ اپنی بیٹی کو خدمت کیلئے مقرر کیا۔ اور نہائش کر دی۔ کہ اس کا کافی سال رو نہ ہونے پائے۔ خاطر داشت میں کی نہ ہو۔

یہ برہمن دیودر باساشی تھے۔ ان کا مزاج عجیب و غریب تھا۔ گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ۔ ابھی رسوئیں پکوائی۔ اور ابھی آپ غائب۔ دن بھر بیٹہ ندر و پھر آئے تو غل شور کہہ

لاؤ ابھی ابھی تازہ تازہ گرم گرم کھانا۔ کھانا آگیا تب بھی چین نہیں۔ کہہ دیا۔ کہ ٹھیر کے کھائیں گے نہیں دن بھر میں کسی کئی وفد کھانا خراب کرنا۔ اور پھر سر ہونہ۔ کہ کچھ بھواد بھوجن۔ پرتھو عقل نہ تھی۔ بہر بات کی تیرہ تھی۔ اس نے ایسی تاک رکھی۔ کہ کبھی در باساجی

حرف شکایت زبان پر نہ پائے۔ ایک روز خوش ہر کے ہوئے۔

میں تیری خدمت گزاری سے نہایت خوش ہوں۔ کوئی چیز بھتے طلب کرو۔

پر تھا۔ آپ مجھ سے راضی نہ ہوئے۔ میرے واسطے ہی بہت کچھ ہے۔

وہ باسا۔ نہیں نہیں! کچھ مانگ لے۔ سچ سچ کہہ کیا خواہش ہے۔

پر تھا۔ سچ کہتی ہوں۔ کچھ خواہش نہیں۔ نہ خدمت گزاری کا معاوضہ مطلوب ہے۔

وہ باسا۔ تو نہیں مانگتی تو نہ ہی۔ میں اپنی طرف سے ایک منتر سکھاتا ہوں۔ یا دکرے

اس منتر کی تاثیر سے تو جس دیوتا کی خواہش کرے گی۔ بال باندھا حاضر ہو کر فرما کر داری

کرے گا بس لے اب میں رخصت ہوں

پر تھانے منتر خوب لٹ لیا۔ اور وہ باسا جی اس وقت نظروں سے غائب ہو گئے۔

اوصیائے ۱۲۰

سوچ دیوتا کے منجھ اور پر تھا کے لطن سے کرن کی ولادت

اور صرت رتھبان کے یہاں پر ورش۔ در جو دھن سے

دوستی۔ ارجن سے دشمنی

پر تھانے اب شباب کے پہلے زینہ پر قدم رکھا۔ اول ہی اول مہواری غسل

لے خبر دی۔ پورا بار داری کے لائق ہو گیا۔ پر تھا پہلے اس حالت کے محض ناواقف تھی۔

سخت گھبراہٹ اور یوں دن گزرتے۔ چوتھے روز وہ نہا دھو کر پاک و صاف ہوئی۔

پوشاک بدلی۔ اور سورج کی طرف دیکھا۔ تو سورج شفق کی سرخی میں چمکا ہوا بہت بھلا

معلوم ہوا۔ اس وقت سورج کے پھرے پر سرخی و درخی ہوئی تھی۔ کٹڈ اور کو پج

سے سروپ بہت ہی اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے دل میں خواہش کی کہ

”ایسا بیٹا ایشور وے۔ تو کیا بات ہے“

وہ باسا رشی کا منتر سنا دیا۔ یاد آتے ہی پورب کی طرف بڑھ کر نگاہ کی تو سورج

دیوتا آمو جو ہوئے۔ پوچھا کیوں یاد ہوئی۔ کیا خواہش ہے

پر تھا۔ خواہش و آہش کچھ نہیں۔ صرف در با ساقی کے فستر کی آرزو میں مد نظر تھی بحلیف
دی معاف۔ اب آپ جلیسے۔ اپنی راہ گئے۔

سورج و توہا۔ آکاش کی طرٹ نظر اٹھاؤ۔ ویکیر کتنے دیوتا ویکیر رہے ہیں میں لٹ جاؤنگا
توب تپتے نگا میں گئے۔ کہ وہ گئے۔ اور پٹے منہ چلے آئے۔ نکو میری طرح کے
یئے کی خواہش ہے۔ وہ پونسی کے بغیر نہ جاؤنگا۔ اٹھ چلو تنجیے میں۔

پر تھا۔ میں ماں باپ کی مٹنی کے بغیر نہ جاؤنگا۔ وہ جس کو مانڈہ کپڑا میں گئے۔ اس کا
کہنا مرا کھول پر ہوگا۔ آپ بیجا خواہش سے معاف نہیں۔

سورج و توہا۔ باپ ماں کا اس میں کچھ خل نہیں۔ دنیا میں سب دل کے مختار اور طبعیت
کے مالک ہیں۔ پھر تجھے غد کیا۔ کہنا مان جا۔ پھانسیا میا کھلا۔ تو اطمینان رکھ کر وارن
کو زاد و بے نہ لیکھا۔ تو ایسی ہی کی ایسی ہی رہے گی۔ اگر اب بھی عذروا نکار ہوا۔ تو سمجھ لے
کہ خرابی مٹ رہی ہے۔ سراپ و دو نگا۔ تمامٹ ہوگا۔

پر تھا ڈنگی۔ زیادہ مینہ حوالہ نہ کر کی۔ سورج نے جو گل سے خواہش نفسانی
پوری کی۔ کہاں سورج کا تیج۔ کہاں پر تھا کی نوعمری۔ اس کو غش آ گیا۔ اور اسی وقت حاملہ
ہوئی۔ سورج دیوتا نشرینے لے گئے۔ پر تھا کہ پاؤں بھاری معلوم ہونے لگا کسی کو راز
کی خبر نہ ہوئی۔ صرف ایک دھاتری جاتی تھی۔ کہ معاملہ کیا ہوا۔ اب مدت جل گزری ہنگد
شدی پر ہوا کو کرن کی ولادت ہوئی۔ کوچ اور کنڈل کے جسم کی زمینت چہرے پر سورج
کا جلال۔ اہل دنیا۔ سے شرم تھی۔ بدنامی کا خوف تھا۔ پر تھا نے آقا کی آپج سرور کی۔ ۳۰ نکد
کے تارے کو صندوق میں بند کر کے اٹھسی میں بھا دیا۔ دھاتری اس راز سے بھی واقف
رہی۔ دونوں کو ایسے خوبصورت لڑکے کی جدائی کا نہایت قلق ہوا۔ مگر محبوب تھی آرمو
ڈالنے کے سوا اور اختیار ہی کیا تھا۔ صندوق بہاؤ پر چلا۔ گنگا و جہا سے گندتا ہوا۔
مہنتا پور میں ایک جگہ رک گیا۔ راجہ دھرتراشت کے رقبان۔ اور مہرت کا مکان
آجگہ تھا۔ وہ اپنی عورت رادھا کے ساتھ نہانے گیا۔ تو صندوق پر نظر پڑی اور
دوڑا ہوا گیا۔ قفل توڑا۔ صندوق کھولا۔ تو ایک پیکر کو نظر آیا۔ خوش خوش رادھا
کی گود میں ویکر ہوا کہ۔

لوا ایشہ سنے ادا دے دی۔ پالو پورش کزو۔

راوہا بڑی محبت سے پرورش کرنے لگی لیکن نام تجزیہ ہوا۔ چھٹے برس وصر تراشٹ
لے دیکھا۔ تو بڑے خوش ہوئے۔ در یوومن نے اسی محبت کی۔ کہ چولی واس کا ساتھ
ہو گیا۔ ہر وقت کی محبت نے کرن کو در یوومن کا ہر نذر بنا دیا۔ لیاقت اور طاقت بہت
مظہور ہوئی۔ اچھے اچھے سے دشمنی رہتی تھی۔ راجہ جدمشٹر کو کھٹکار رہا تھا۔ تو اسی سے۔

ادھیائے ۱۲

راجہ اندر کی کرن کے پاس آمد۔ کنڈل اور کوچ کے لئے
سوال۔ کرن کی بخشش۔ راجہ اندر سے شکیستی کی دستیابی !

کرن روزانہ دو پہر تک گنگا میں کھڑا رہتا تھا۔ سوچ کی سنت زبان پر ہوتی تھی۔ اور
دست خیر واد ووش میں مصروف۔ اس وقت شخص جو چیز طلب کرتا تھا بے منت
غیرے پا جاتا۔ کرن کسی کا کوئی سوال رو نہ کرتا تھا۔ اسی حالت میں ایک روز راجہ اندر
بہمن کے بھیس میں تشریف لائے اور عرض کی۔

اے دریا دل اے کھپ کرش۔ ایک سوال ہے پورا کر دیں ۔

کرن۔ بے تکلف کہیے ! کس چیز کی ہوس ہے۔ آپ ایسا تبھان بہمن میں لے آج
ہی دیکھا۔ سونے کا مالہ۔ واہ کیا لطف دے رہا ہے۔ کہئے کوئی علاقہ دوں بھرانہ
نذر کروں۔ کیا خدمت آپ چاہتے ہیں۔

اندر۔ اور کچھ نہیں۔ آپ کے کنڈل اور کوچ کی ضرورت ہے ۔

کرن۔ مجھے دینے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر سمجھ بیجئے۔ کہ یہ میرے جزو بدن ہو رہے
ہیں۔ جب تک بدن کا گوشت کاٹا جاویگا۔ تب تک ان کا دینا ممکن نہیں۔ اگر آپ
معاف رکھ سکیں۔ تو خیر ورنہ مجبور سی۔ اس کے عوض اور تمام دنیا کی چیزوں میں سے
جو چیز مطلوب ہو۔ ابھی حاضر ہو جائے۔ مگر یہ تو فرمائیے۔ آپ کا نام کیا ہے ؟
راجہ اندر دل میں ٹپٹاے۔ مگر گنگا جی کے سامنے ایسے ذاتی شخص سے جھوٹ
بولنا خلاف تھا۔ اس لئے بتایا کہ :-

میں اندر ہوں *

کرن۔ آج آپ سوال کرنے تشریف لائے۔ یہاں نامعلوم کب سے آپ کے آراء کی خبر تھی *

راجہ اندر۔ مجھے بھی معلوم ہے کہ تم سے سوچ دیوتا کیا کہہ گئے ہیں *

کرن۔ مہاراج! آپ کو میری ڈنڈوت ہے۔ آپ دیوتاؤں کے سراج میں دنیا کی پرورش و حفاظت آپ ہی کی ذات پر منحصر ہے۔ آپ کے قدم بڑے خوش نصیبی سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کون خواہش ہے جو آپ کی توجہ سے پوری نہیں ہوتی اس لئے میں بھی سوال کرتا ہوں کہ

آپ اپنی شکتی مجھے رحمت فرمائیں *

راجہ اندر۔ اچھا منظور۔ مگر جس وقت شکتی سے ایک دشمن مرا سیدقت پھر تم خالی ناقد ہو جاؤ گے شکتی میرے پاس پہنچے گی۔ یہ بھی خیال ہے کہ اگر بن پر شکتی نہ پہلے پورن برہم بھگوان کرشن چندر راجن کے دست و بازو ہیں۔ مہ ان جنگ میں اس کی محافظت کریں گے۔ ان کے خلاف اس شکتی کا استعمال نا جائز ہے۔ لو میں شکتی دیتا ہوں۔ تم کو پرج اور کنڈل دے گا کہ کرن۔ خیر آپ کیا یاد کیا کریں گے۔ لیجئے کو پرج اور کنڈل۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے گوشت کنڈل اور کو پرج اتروانا شروع کیا۔ گوشت کٹ رہا تھا۔ مگر کون کے تیر رو ہی تھے۔ بلکہ اور سکڑا ہٹ آئی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ

ہلا سے کو پرج اور کنڈل چلا گیا۔ موت کی کچھ پروا نہیں دنیا یہ تو سمجھ گئی۔ کہ کرن کس دل کا آدمی تھا۔ اور دانی کیسے ہوتے ہیں *

کو پرج کنڈل گوشت سے جدا کئے جا رہے تھے۔ بدن کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا کہ بن انسجی مہاراج۔ اتنی ہیر بانی کیجئے گا۔ کہ بدن بگڑنے نہ پڑے *

اندر۔ نہیں اطمینان رکھو۔ خوب صورتی بدستور قائم رہے گی *

انسان کرن کی دریا ولی دیکھ کر دنگ تھے۔ دیوتاؤں کو حیرت تھی۔ بہ طرف سے پھول پرستے تھے۔ راجہ اندر خون میں شرابور کنڈل اور کو پرج لیکر چلتے ہوئے آگ کی طرح لال شکتی لیکر کرن اپنی قسمت کو سراہتا کھڑا آیا۔ چلو دان کی بدولت یہ تو نام ہوا کہ راجہ اندر کرن کے دروازے پر بھیک مانگنے آئے *

اوصیائے ۱۲۲

ایک برہمن کی فریاد۔ پانڈوؤں کی رفع شکایت کیلئے روانگی
ناکامیابی۔ بھوک پیاس کی تکلیف۔ نکل سہد یو بھیسمن
ارجن کی وفات۔ راجہ جد ہشتر کے سوال و جواب کی
دوبارہ زندگی کی امید

پانڈوؤں کی صحرا فردی کا زمانہ گزر گیا۔ اب ایک سال پوشیدہ رہنے کا وقت
شروع ہوا۔ یہ بھی دوسرے بن ہی میں تھے۔ کہ آگن ہو تری برہمن نے فریاد کی کہ
میری ارنی نکلڑی دخت پر کھڑی ہوئی تھی۔ بہن بدن کھانے آیا۔ کھڑی
سینگ میں اٹکی۔ بہن بھاگا۔ تو کھڑی سمیت غائب۔ اب میں آگن ہو تری کیڑ کر کوں۔
جس نکلڑی سے آگ نکلتی تھی۔ وہی ندارد۔ آپ سب دھرتا میں۔ برہمنوں کا کوئی
کام اٹکنے نہیں دیتے۔ جہر بانی کیجئے۔ نکلڑی دھرتا کیجئے۔
پانچوں پانڈوؤں کا وقت دوڑ پڑے۔ ادھر دھرتا اوپر تلاش کیا۔ سامان نکل
چھان مارا۔ کونا کونا دیکھا۔ نہ کہیں بہن ملانہ نکلڑی چلتے پھرتے پاؤں تھک گئے۔
دوڑتے دوڑتے دم پھول گیا۔ ایسی تھکائی ہوئی۔ آخر ایک دخت کے نیچے سناٹے
لگے۔ ادھر پاؤں بکھر ہوئے تھے۔ سانس اچھی طرح نہ سالتی تھی۔ ادھر بھوک کا
زور پیاس کا چمکا ہوش دھواس باختہ تھے نکل کو اپنی حالت پر غصہ آیا یا باجوہ ہشتر
کہ ہمارے خاندان کا ہمیشہ دھرم میں نام رہا۔ کبھی کسی نے نہ ہمت ماری۔ نہ
کسی پر انکسار ہٹ کا سایہ ہی پڑا۔ جو دھرم کا کام پیش ہوا۔ اسے کر ہی کے چھوڑا۔
اہل غرض کی حاجت روائی ہمارے نظر کے اشارے میں ہوتی رہی۔ آج یہ
کیا اٹھنا ہی ہے۔

کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ فکر کھائے جاتی ہے۔

راجہ جہد ششتر بھائی مصیبت بڑی بڑی چیز ہے۔ اس میں نہ اپنا کیا کچھ جوتا ہے۔ نہ کچھ بنائے بنتی ہے۔ دھرم میں مصیبت کے سوا راحت کہاں۔ عذاب و ثواب کی مزا جزا ہی دھرم ہی تو دیتا ہے۔ پس ہر حالت میں شکر کرنا چاہیے۔
بھیم سلیم۔ ہائے فکر۔ تو نے کہیں کا نہ رکھا۔ اگر میں دو شناس کا میثا اسی وقت دیا دیتا جب بخت درویدی کو گھسیٹ رہا تھا۔ تو آج کا ہے کو فکر جان لیتی۔

اجن۔ بھیم سین جی آپ سچ فرماتے ہیں۔ آہ مجھ سے بھی بڑی بھاری غلطی ہوئی جنت کرن اوکھیاں سنا تا تھا۔ نام و کاف بکنا تھا۔ اس وقت طرح دے کر میں نے خود ہی فکر سول لی تھی۔ اگر ذرا جھوٹا ہوتا تو آج کوفت سے سامنا نہ ہوتا۔

سہیلو میں بھی ایسی باتوں کو رہتا تھا۔ بھائی صاحب کو خشکی جوئے میں جیتے اور میں دیکھا کروں۔ افسوس نہ جانے۔ اس وقت کیا جاوہ ہو گیا۔ کہ تلوار نہ اٹھ سکی۔ اگر چہ سرخون سے رنگ گئی ہوئی۔ تو کیوں یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔

راجہ جہد ششتر جو ہو گیا۔ اب اس کا ذکر کیا۔ گذشتہ رات صلوٰۃ۔ اس وقت ہم سب بھرک پیاس سے پیچیں ہیں۔ تندرست ہوئی چاہیے۔ کہ ذرا علق تر ہو جائے جان میں جان آئے۔ زکل سے بھائی ذرا درخت پر چڑھ کر دیکھو ہمیں پانی نظر آتا ہے؟
زکل درخت پر چڑھا۔ ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

پانی تو نہیں دکھائی دیتا۔ مگر ماں وہ سلسلے نہرا جاؤ کیلیں کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ جانوروں کا یوں ایک جگہ سجم ہو جاتا ہے۔ پانی کا چشمہ ہے۔
راجہ جہد ششتر۔ تو پیارے فرما کیجئے کرو۔ برتنا تو ہے ہی نہیں۔ ترکشوں ہی میں پانی لے آؤ۔ پیاس کے مارے زبان میں کانٹے پڑ رہے ہیں۔

زکل کیا۔ دیکھا۔ کہ ایک تالاب موصی مار رہا ہے۔ پانی صاف و شفاف پیاس سے لب خشک ہو رہے تھے۔ سو چا کہ پہلے زبان ترکشوں۔ پھر ترکش بھرینا۔
جو ہیں پانی پینے کا راوہ کیا۔ ایک آواز کان میں آئی۔

فسار کے رہتے۔ پہلے میرے سوال کا جواب دیدیہ پانی کی طورت سے کرنا۔
 نعل نے آواز کی کچھ پروانگی۔ اور سُنہ سے پانی لگا لیا۔ پانی لگے تری زہر کا کام
 کر گیا۔ دو بیٹنی غالب ہوئی۔ کہ جنہیں بھی چھوٹ گئیں۔
 راجہ نے حقوڑی دیر انتظار کیا۔ مگر نعل کا پتہ نہارو یہہر کو کو بھیجا۔ کہ نعل کو ڈھونڈے
 اور پانی لے آئے۔

سہہ ہو گیا۔ تو وہی صحت پیش آئی۔ آواز نے سوال کا کر کا سنا یا سہہ ہوئے
 مہٹ سے پانی پی لیا۔ اور وہیں کا وہیں لوٹ گیا۔
 راجہ جد حشر کو اور میرانی ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ ارجن سے بولے:-
 کہ جاؤ نعل اور سہہ ہوئی کی خبر لاؤ۔ پانی لے۔ تو ترکش میں بیٹے آنا۔
 ارجن پہنچا۔ دو دو بھائی مردہ لے۔ قتال کی تماش میں سرگردان ہو کر بکھرے۔ اتنے
 میں وہی آواز سنانی دی۔ اس نے گانڈیو حشر تانا۔ آواز پر تیر کی بوجھ کر کرنا شروع
 کر دی۔ اس کے تیرا سے پیچھے نشانے پر پل سے قے۔ کہ چھوڑا نال میں یہ صدا گونجی۔
 تیروں کے فضول پھینکنے سے حاصل سوالوں کا جواب دو تب پانی پیو۔
 ارجن:- یہ کون کبک۔ کبک کر رہی ہے۔ مردہ ہو تو سانسے آجاتے۔ عورتوں کی طرح کھڑکھٹ
 میں نہ چھپانا۔ مردوں کا کام نہیں۔ میں پانی پیتا ہوں۔ دو کیسوں کو ان روکتا ہے۔
 آواز:- پانی پیا اور مزہ پکھا۔ کبک یا کہ سوال کا جواب دو۔
 ارجن:- پانی نہ پینے والے کی ایسی سی نہیں ہو اس لیے کسی کا اجارہ ہے۔
 یہ کبک ارجن نے چلو لگایا۔ تو ہوش نہارو۔ ایک۔ چکراتے ہی بھائیوں کے چار
 ہو گیا۔ ہیکڑی خاک نہ چلی۔

جب ارجن بھی وہاں۔ گیا تب تو جد حشر کے اوپری میں اس بخت ہوئے بھیجین
 سے کہا کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ارجن بھی غائب ہو گیا۔ دُعا جاؤ کیسے تو۔
 ہر چہ کہ درکان ملک رشت ملک شد

گا سا معاملہ کیا؟

بھیر سین ستا کر دیا چلا پیچھا تو تینوں بھائی خاک پہلے جان پائے تین دن
 میں آگ لگ گئی۔ کہ سا فساد گندھروں کا ہے۔ اچھا ہو۔ پانی پی لوں تو کچھ مر

نکالوں۔ اتنے ہی میں آواز نے پوچھا یا صد آئی۔ سوال حل کر دو تب پانی پیو۔
بعیم سین گر جا کہ

ڈال اپنے سوال کو پھرے جہاں میں۔ میرے تین بھائی مارے۔ پانی پیکہ گدی سے
زبان کھینچ لو لگا۔ تو سوال کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

بعیم سین کو طاقت کا گھمنڈ تھا۔ لڑکھن صبر کر پانی پیا۔ مگر اچھی طرح ڈکار بھی نہ آئی۔
گر چاروں شانے چٹ۔ نہ صحن میں حرکت نہ جسم میں سانس۔

اب راجہ جہد حشر خود اٹھے بسے دُک رکھتے ہوئے پہنچے۔ دیکھا تو چاروں بھائی
مروے۔ رو پڑے منہ پیٹ لیا۔ سروے مارا۔ جھپاتی پیٹ پیٹ کر بیٹھنے لگے۔

کہ۔

ٹمٹے اب میں کیا کروں۔ کہاں ڈوب مروں۔ نہ نہر کھالوں یا نہیر اچالوں۔ جن بھائیوں
کی ذات پر بھروسہ تھا۔ انہوں وہ ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ دروپی کی کو کیا منہ دکھاؤں۔

ماتا کنٹی کہ کیسے صبر آئیگا۔ آہ دنیا میں کئی سچا نہیں۔ بٹی منڈی سب جھوٹے بھلے دیوتاؤں
کے وہ بزدان کیا ہو گئے۔ ریشیوں میںوں کے رفیقن کہاں ہیں۔ ماویا جن اور بعیم دشمنوں

کا خون بہائیں گے۔ جہد حشر اکھنڈ راج کرے گا۔ انہوں فراموشی ویر میں مددوں کی
اسیدیں خاک میں مل گئیں۔ آرزوؤں کا ایک دم سے خون ہو گیا۔ جن بھائیوں سے

دیوتاؤں کی کوریوتی تھی۔ شکش اور گندھرب لوٹا ملتے تھے ان کا مارنے والا کون
پیدا ہو گیا۔ ترلوک میں کس کے پاس وہ ہتھیار ہے۔ جہاں جن کے خاک ہر سلاسلے

اند کا بجر بعیم سین کے بدن پر چھو جائے۔ تو چور چور ہو جائے۔ کیا بات ہے۔
کہ میرے بھائی دم کی دم میں پیٹ پیٹ ہو گئے۔ ان کے سوا کسی دوسرے

کی لاش بھی نہیں دکھائی دیتی۔ کوئی دشمن ٹہا ہوا نظر نہیں آتا۔ حیرت ہے کہ کاٹھ بھنش
کے ہوتے ارجن ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ زمین پر لاشیں بچھائے بنیر آپ خود سو جاتا۔ میں

تو جانتا ہوں۔ کہ مندر کچھ جادو ہوا ہے۔ بھائی مرے نہیں۔ کئی مایا بچی گئی ہے۔ لاف
فراہ اس ٹھیک کر کے نصیص تو کہیں۔

راجہ جہد حشر ادھر تو پیاس سے بیہوش ہو رہے تھے۔ آدھر گریہ وزاری نے لگا
خشک کر دیا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ لاؤ منہ پر دو چار پھینٹے ڈال کر دو گھونٹ

پانی پی لے اور اسان ٹھیک ہوں گے۔ چنانچہ جو ہیں پانی کی طرف چلو بڑھایا۔ آواز آئی۔

پارزگ اٹھا چکے ہیں۔ اب تم خبردار رہاں کہ جواب دے کر پانی کی طرف رخ کرنا نہیں تو یہی گت تپ رہی ہوگی۔
 راجہ جہدیشتر بھائی کیس نے آواز دی۔ کیا نام ہے؟
 آواز۔ میں جگہ ہوں بیل نام ہے۔ جو میرے سوال کا جواب نہیں دیا وہ موت کے صحا اترتا ہے۔

راجہ جہدیشتر۔ میرے بھائی ایسے طاقتور کہ سمیر اور کیا دیش کو جکڑاویں۔ بندھیا چل اور
 ہمایہ کو باویں۔ آکو جگہ کیا مار سکتا ہے جھوٹ نہ ہو لو سچ سچ کو۔
 آواز۔ پتھر سچ پچھتے ہو۔ تو کہوں کیا آنکھیں کھول کر دیکھیں میں ملکش ہوں۔ تہا ہے بھائی
 کو میں نے ہی نام ہے۔

کان میں آواز آتے ہی پلک جھپکے نے کی دیر ہوئی تھی۔ کہ سامنے ایک کان کا
 پڑسا آدمی دکھائی دیا۔ راجہ جہدیشتر بولے کہ

ملکش ہو یا وہ کہانی تمہاری کہتیں انسانیت کے لحاظ ہیں۔ ہاں پانی پینے ہی
 کے واسطے ہے۔ پھر یا رسول کو پانی پینے نہ دینا تو بدکار۔ غریبوں کو مار ڈالنا۔ کیس سے
 سکھایا ہے۔ دھرم ان لوگ تو کنیاں کھدواتے۔ یا ولی ہناتے۔ تالاب تعمیر کرتے
 ہیں۔ کہ ایشو کے بندوں کو آرام پہنچے۔ تو اٹھے پاپ بڑھتے ہو۔ وہ فیروز ہو گیا اب
 اس کا تو کر کیا۔ بہر پانی سے تار کہ سال کیا ہے؟

ملکش۔ سورج کا پرپ میں روشن کرنے والا کون ہے۔ ۲۔ اس کے پہلو میں کو کیا کہتے
 ہیں۔ ۳۔ اس کو غروب کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ ۴۔ اس کا شمار کس پر

ہے؟
 راجہ جہدیشتر۔ ۱۔ برہم۔ ۲۔ واما۔ ۳۔ دھرم۔ ۴۔ ست۔

ملکش۔ انسان کو جو صفت موصوف اور واجب تعلیم بنانے والے کون ہے۔ ۴۔
 خواہ خواہ کرنے والی چیز کیا ہے۔ ۳۔ انسان کو عقل کون بنا ہے؟

راجہ جہدیشتر۔ ۱۔ وہی تعلیم اور جہدیش۔ ۲۔ صبر۔ ۳۔ ہمت۔ ۴۔ ان کی خدمت گزاری۔

جکش۔ ۱۔ برہمنوں کا دیو بھاؤ۔ ۲۔ اُن کے ست پرشوں کا ساوہصرم۔ ۳۔ ان کا نش بھاؤ۔ اور ۴۔ ست پرشوں کا طریق کیا ہے +

راجہ جہدھشٹر۔ ۱۔ وید پانچ۔ ۲۔ پنچیا۔ ۳۔ موت۔ ۴۔ برہمنوں کی باروشی +
جکش۔ چھتریوں کی نسبت مندرجہ بالا سوال کیا جائے۔ تو کیا جواب رکھتے ہیں؟

راجہ جہدھشٹر۔ چھتریوں کا دیو بھاؤ۔ ست پرشوں کا ساوہصرم۔ جگہ۔ نش بھاؤ۔ موت۔ وہراس۔ ۱۔ ست پرشوں کا طریق داوری سے گزرتا ہے +

جکش۔ ۱۔ سام وید۔ ۲۔ سجد وید کے ایک سہندھی منتر بتائیے۔ ۳۔ جگہ کو ماننے والی رچا کون ہے جسے جگہ قبول کرنے پر مجبور ہے +
راجہ جہدھشٹر۔ ۱۔ پیمان۔ ۲۔ من۔ ۳۔ کھیر چاؤ

جکش۔ ۱۔ کس میں اچھی طرح آسودہ کرنے کی پوری قدرت ہے۔ ۲۔ تہوں کو دان ہیں کون چیزیں زیادہ ثواب کی ہیں۔ ۳۔ عزت کے خواہشمند کیلئے کون چیز رکھنا چاہیے۔ ۴۔ خاندان کی ترقی خواہوں کو کیا چیز عزیز ہے؟

راجہ جہدھشٹر۔ ۱۔ برہمنی پانی۔ ۲۔ کنوئیں یا دلی تالاب یا باغ۔ ۳۔ گائے۔ ۴۔ فرزند +

جکش۔ ۱۔ آسائش اور مال دولت سے آسودہ اور معزز ہونے پر بھی کون شخص مردہ سے بدتر ہے +

راجہ جہدھشٹر۔ صرف اپنا شکم پرور +

جکش۔ زمین سے دینی۔ ۲۔ آکاں سے بند۔ ۳۔ ہوا سے زیادہ تیز رفتار۔ ۴۔ گھاس سے زیادہ پیا ہونے والی چیزیں کون کون ہیں؟

راجہ جہدھشٹر۔ ۱۔ ماں کا درجہ۔ ۲۔ باپ کا مرتبہ۔ ۳۔ دل۔ ۴۔ نگر

جکش۔ ۱۔ نے میں کس کی ہلک نہیں جھپکتی۔ ۲۔ پیدائش کے بعد کسی میں قوت رزنا نہیں ہوتی۔ ۳۔ بغیر دل کے کون ہے۔ ۴۔ بڑھنے کی طاقت رنعت کس کو حاصل

ہے؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ بھلی - ۲۔ اٹھا - ۳۔ پتھر - ۴۔ دریا -

جکیش - ۱۔ پردیسی کا رفیق - ۲۔ گہستی کا دوست - ۳۔ روگی کا شفیق - ۴۔ قریب لبرگ کا ہمدرد کون ہے ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ سلوک - ۲۔ عورت - ۳۔ حکیم - ۴۔ دان -

جکیش - کون چیز سب میں موجود ہے - ۲۔ سنان و صرم سے کیا حاصل ہوتا ہے - ۳۔ دنیا کیا چیز ہے - ۴۔ امرت کون ہے ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ آگ - ۲۔ مکت - ۳۔ مہما - ۴۔ گائے کا دودھ -

جکیش - ۱۔ اکیلا پھر نیوالا کون ہے - ۲۔ بار بار کون ظاہر اور غائب ہوتا ہے - ۳۔ سردی کو کیا علاج ہے - ۴۔ دولت رکھنے کا سب سے بڑا کیس کون ہے ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ سوچ - ۲۔ چاند - ۳۔ آگ - ۴۔ زمین -

جکیش - ۱۔ آتما - ۲۔ دیوتا کا پید کیا ہوا - ۳۔ دوست بتاؤ - ۴۔ غذا کون دیتا ہے - آخر میں عیش و آرام کس سے ملتا ہے ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ فرزند - ۲۔ عورت - ۳۔ اندر - ۴۔ دان -

جکیش - روپیہ خیرات کرنے والوں میں کس چیز کی ضرورت ہے - ۲۔ دولت کون اچھی ہے - ۳۔ کون چیز سب سے بہتر ہے - ۴۔ کسک کون عمدہ ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ عقلندی - ۲۔ علم - ۳۔ تندرستی - ۴۔ تمناعت -

جکیش - ۱۔ انسان کی نگر غریب دنیا داؤد کا نام - ۲۔ دولت مند جاتا ہے - ۳۔ بھیکری کیڑے کو حاصل رہتی ہے - ۴۔ کسک کیونکر بنتا ہے ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ غرور چھوڑنے سے - ۲۔ خواہشات ترک کرنے سے - ۳۔ غصہ

مارنے سے - ۴۔ لالچ اور محبت دور کرنے سے -

جکیش - ۱۔ برہمن کو کس غرض سے - ۲۔ مٹوں تپھیوں کو کس واسطے - ۳۔ بھائیوں کو کس مدد سے - ۴۔ راجاؤں کو کس لئے - دولت دی جاتی ہے ؟

راجہ جید چشمشٹر - ۱۔ دھرم کے لئے - ۲۔ ناموری کے واسطے - ۳۔ پردیش کی نیت سے - ۴۔ خوف سے -

جکیش - دنیاوی تارکی کا کون باعث ہے - ۲۔ دوستوں سے کون تفرقہ ڈولتا

۳- نجات سے کون محروم رکھتا ہے ؟

راجہ جید مشٹر - ۱- بھالت - ۲- لالچ - ۳- خراب اعمال +

فلکس - ۱- انسان اور - ۲- ملک - ۳- اعتقاد - اور - ۴- جگہ کس کس چیز کی عدم موجودگی سے ہم بے جان کی مثال ہیں ؟

راجہ جید مشٹر - ۱- دولت - ۲- راجہ یا بادشاہ - ۳- عالم و فیاض برہمن - ۴- دشنا -
فلکس - وہ دشمن کون ہے - جسے تکلیف سے سر کرتے ہیں - ۲- وہ مرض کون ہے -
جو دور نہیں ہوتا - سادھو کون ہے +

راجہ جید مشٹر - ۱- غصہ - ۲- لالچ - ۳- ہمدردی +

فلکس - سب سے خراب ترک کس کے لئے ہے ؟

راجہ جید مشٹر - برہمن کو بلا کر پھر سوکھا کر دینے والے اور دھرم شاستر دینے والے کو +

فلکس - اگر وہ سبھا اے بید پاٹھ اور بید کے معنی مطلب جاننے سے برہمن ہوتا ہے - یا
کسی اور صنف ہے +

راجہ جید مشٹر - بر اعمال - ہا ہند نفس ہو - اگن ہو تر نہ کرتا ہو - تو بید پاشی برہمن

نہیں +

فلکس - ۱- شیریں زبانی - ۲- دور اندیشی - ۳- دوستوں کی کثرت - ۴- دھرم
کی محبت سے کیا حاصل ہوتا ہے -

راجہ جید مشٹر - ہر دلعزیزی - ۲- کامیابی مقاصد - ۳- امن و آسائش - ۴-
نجات +

فلکس - ۱- دنیا میں آرام سے کون ہے - ۲- حیرت انگیز کیا بات ہے - اور - ۳-
بید صراستہ کون ہے ؟

راجہ جید مشٹر - ۱- جو ہفتے میں ایک بار بھی ساگ پات کھا کر بسر کرتا ہے - اور
کسی کا مقرض نہیں - ۲- اوروں کو مرتے دیکھ کر بھی اپنے کو زندہ جاوید

سمجھتا - جس راستے میں بزرگ چلتے آئیں +

فلکس - تمہارے سب حجاب ٹھیک تھے - تمہاری عقلندی سے بہت خوش ہوا -

اچھا اب خدا بتاؤ تم کس بھائی کی زندگی چاہتے ہو؟
راجہ جدمشتر کل کی۔

جکاش۔ حقیقی بھائیوں کو چھوڑ کر سستی بھائیوں کی زندگی چاہنا۔ اس سے تمہارا فائدہ۔
جیم سین تمہارا جان و جگہ۔ دس ہزار ماتھوں کو ایک ساتھ لڑا دے۔ ارجن و سترہ
جس کو دیوتاؤں کی سی طاقتیں حاصل۔ ان کے جلائے کو کہئے۔ تب کچھ بات بھی
حق۔ راج پاٹ بھی ملے۔ دیو دھن وغیرہ بھی ہلاک ہوتے۔ محل نہیں کہاؤ
دے گا +

راجہ جدمشتر۔ میں دھرم کو مقدم سمجھتا ہوں۔ جو دھرم کا پلہ پڑتے ہیں۔ دھرم ان
کی حفاظت کا جیڑا اٹھائے رہتا ہے۔ جہاں دھرم کا ساتھ چھوٹا دھرم ہی گئے
پر چھڑی پھیر دیتا ہے۔ میں دوی کا خیال نہیں رکھتا۔ میں ماتھنق اور مادری جی
میں فساد نہیں سمجھتا۔ دونوں میرے پیار کی دھرم پتی ہیں۔ دونوں مجھے یکساں نظر
آتی ہیں۔ اسی رشتے سے میں کل کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہوں۔ جیسا جیم سین اور ارجن کو
اب رہی کل کو زندہ کرنے کی خصوصیت۔ وہ اس سبب سے ہے۔ کہ ماتھنق مجھ کو دیکھ کر
صبر کرے۔ تو ماتا مادری کل کو دیکھ کر +

جکاش۔ اے اوہ۔ آپ کے ایسا دھرم کا پاس۔ اتنی بے غرضی۔ آفرین آپ سے
دھرم نے میرے ہوش اڑا دیئے۔ پھر میرے میں کل کیا۔ آپ کے سب بھائیوں کو
اٹھا کر بٹھائے دیتا ہوں +

اوجھیاے ۱۲۳

جیم سین اور ارجن کی دوبارہ زندگی۔ دھرم راج جی کے دشمن
راجہ جدمشتر سے خوشنودی بردوان +

عکس کے ذرا سے اشتراے میں بھیجیں وغیرہ نے آنکھیں کھول دیں اور
اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ راجہ جدمشٹر کی خوشی کی حد نہ تھی عکس کا شک یہ ادا کر کے
دست بستہ عرصہ کی کہ

ہاں! آپ عکس نہیں۔ یا تو کوئی بسوہیں۔ یا تو دور نہ ہمارے پتا دہراج
جی ہونے میں شک نہیں۔ میرے بہادر اور زبردست بھائیوں کو اس طرح ماسنے
والا دنیا کے پردے پر پیدا ہی نہیں ہوا۔ ایک ایک لاکھ لاکھ پر بھاری ہے۔
سچ بتائیے آپ کا کیا نام ہے؟

عکس۔ پیارے جدمشٹر۔ تم نے خوب پہچانا۔ واقعی میں دہراج ہوں بہت
دراں سے دیکھا نہ تھا۔ آج جی چاہا۔ اسی پہلے سے دیکھ لیا۔ میں اتمہائے دہراج
کرم سے اتنا خوش ہوں کہ حدود حساب نہیں۔ تم نے دنیا بھر میں اپنا جس پھیلا
لکھا ہے۔ ست پرہر وقت قائم رہتے ہو۔ نفس کو خوب زیر کر رکھا ہے۔ قلب
کی صفائی اور نفس کی پاکیزگی میں اتمہاں نظیر نہیں کبھی مزاج اور خیالات
میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ دل آزاری سے نفرت رحم ولی سے رغبت جو بتاؤں
ہاں۔ سب برہم دویا کے موافق۔ بچپن کی بھوک پیاس۔ جوانی کے رنج
اور محبت بڑھاپے کی ناتوانی۔ اور موت پر تم ورہو گئے۔ ہاں لے کہو
مجھ سے کیا مانگتے ہو؟

راجہ جدمشٹر۔ برہمن شی کی ارنی لکڑی۔

دھرم راج۔ لکڑی تو میں ہی ہرن بن کر اڑا لے گیا تھا۔ اس کا مانگنا کیا۔ اور کچھ
مانگو۔

راجہ جدمشٹر۔ بارہ برس آپ کے اقبال سے کٹ گئے۔ اب تیر ہویں برس
سے۔ سامنا ہے۔ اس میں اگر دشمنوں نے ہمیں پہچان لیا۔ تو بس زندگی بھر تک
جنگلوں کی ٹھوکریں۔ نصیب رہیں گی۔ اس سے ایسی تدبیر بتائیے کہ کوئی
پہچان نہ سکے۔

دھرم راج۔ میں برواں دیتا ہوں۔ کہ اور بھیس کیا۔ اگر اسی صورت سے رہیں
تب بھی کوئی پہچان نہ سکے گا۔ مگر بہتر ہے کہ نام بدل کر ہیراٹ میں چلے جاؤ۔

راجہ کے پاس رہو۔ سال بھر جس طرح بنے گا تو دشمنوں کو خبر بھی نہ ہوگی۔ کہ کہیں
 ہو چھپنا کیا معنی۔ اودھ سال گذرا۔ اودھ ستم ہو گئے۔ اور راج سنگھان سب
 دشمن ایک دم خاک میں مل جائیں گے۔ ستم دہرلم کی آزمائش میں پورے اترے
 ذرا غرض نہیں ہوتی۔ اس لئے میں دعا دیتا ہوں۔ کہ تمہیں آج تک جو تکلیف
 ہوئی۔ وہ جلد دور ہو۔ راج ملے۔ ہمیشہ آئندہ کرو۔ دہرلم راج نے یہ کہہ کر اپنی
 نگاہی راجہ جدمشٹر کے حوالہ کی۔ اور راجہ جدمشٹر کو اشیر باد دیتے ہوئے
 نظر سے غائب ہو گئے۔

ہجارت

حصہ چہارم

برٹ پرپ

ادھیائے ۱

تیرھویں سال کا آغاز۔ پانڈوؤں کو روپوشی کی ضرورت
برٹ نگر جانے کی تجویز۔ خدمات کی باہمی تقسیم
راجہ جمنے راج سنگھاس پر رونق افروز ہیں۔ سامنے جواہر نگار چوکی پر بشیم پان
جی کا جلوہ ہے۔ رشی جی ہراج کی زبان فیض ترجمان سے بھول جھڑ ہے ہیں۔
برٹ پرپ کا یوں آغاز ہوتا ہے۔

پانڈوؤں کی صحراوردی کا زمانہ خیریت سے گزرا۔ بارہ برس کی سرگذشت
ختم ہو گئی۔ اب تیرھواں برس شروع ہوا۔ یہ سال نہایت سخت تھا۔ راجہ جہد شتر
وغیرہ کو ۲۶ دن میں پوشیدہ رہنے کی ضرورت تھی۔ کہ درپو و من تلاش میں جہد شتر

ہے اگر اُن یام میں پتہ لگ جاتا تو پھر غریبوں کا ٹھکانا نہ تھا۔ بارہ برس کی پھر جلا وطنی نصیب ہوتی۔ جسدن بارہواں برس ختم ہوا۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ کہاں جائیں کہاں چھپیں۔ کیونکر درلودن سے جان بچائیں دشمن زمین کھو کر دھونڈ نکالیں گے۔ زمین و آسمان ایک کئے بغیر نہ رہیں گے۔ نہ معلوم کتنے مخبر اور گوندے چھوٹ بھی چکے ہونگے۔ اسلئے اب پوشیدگی کا معقول انتظام ہونا چاہئے۔ راجہ جدھشٹر کو فکر مند دیکھ کر ارجن نے عرض کی۔

ہمارے فکر سے کچھ حاصل نہیں۔ چارہ کار سوچنے کی ضرورت ہے۔ آپ ہر طرح مطمئن رہیں۔ دیشور سب پیشبندیوں کر چکا ہے میں دھرم راج جی سے بردان حاصل کر چکا ہوں کہ تیرہویں برس ہم لوگوں کو کوئی شناخت نہیں کر سکیگا۔ اب رہی رہ پوشی کی جگہ۔ اسکے لئے میری رائے ناقص میں پانچال (پنجاب) چندیری مس۔ سورسین (مٹھرا)۔ پٹ چر۔ وشارن۔ نوراشٹ۔ تل۔ شانو۔ یوگند ہے۔ کنت راشٹ سوراشٹ اونی عرف ماہین میں سے کوئی مقام تجویز کر لینا چاہئے کرویش سے اطراف و جواہب کے تمام شہر آباد و مہموں میں کسی چیز کی کمی نہیں + راجہ جدھشٹر۔ دھرم راج کے بردان سے ہنایت اطمینان ہوا۔ سچ پوچھو تو بڑی بھاری فکر دور ہوئی۔ اب رہی پوشیدگی کی جگہ۔ تو میری رائے میں مس ویش کے برائے مگر سے بہتر دوسری جگہ پناہ نہیں۔ وہاں کا راجہ ایک تو میز دوست قدیمی ہے دوسرے گیلانی و تپانی۔ دھرماتما اور پرتاپی۔ اس کی سلطنت میں کسی قسم کا ٹھکانا ہوگا مگر یہ سوچنا چاہئے کہ وہاں کس جھیس میں جائیں۔ اور بسا اوقات کی کیا سبیل کریں + ارجن۔ مجھے اور بھائیوں کی طرف سے دلجمعی ہے۔ وہ جو کام چاہینگے کر لینگے اب فکر ہے۔ کہ آپ نازک طبع۔ دھرم کے سروپ۔ ست بادی۔ تاجداران زمانہ کی آپہی قدوسی کو فخر سمجھتے ہیں۔ اس مصیبت کے زمانے میں کیونکر آپ سے کسی کی خدمت ہو سکے گی۔

راجہ جدھشٹر۔ مجھ سے تو واقعی کوئی کام نہ ہو سکے گا۔ ہاں کہو تو قمار بازی کے جوہر سے راجہ کو خوش کروں۔ راجوں مہاراجوں کو چٹاں شکار وغیرہ سے دلچسپی رہتی ہے۔ وہاں جوے میں بھی انکی تفریح طبع کا سامان کم نہیں۔ بس میں نے تو بسا اوقات

کے لئے یہ ذریعہ پسند کیا۔

بجیم سین نے اس تقریر پر ہنس پڑے اور بجیم سین مذاقہ لہجے میں بولا۔
واقعی آپ کی قمار بازی کے کمالات کا کیا کہنا۔ آپ کا سا کامل الوقت دوسرا
کون ہوگا۔ صرف ایک راجہ نے سلطنت ہار کر اُستادی کا ثبوت دیا تھا۔ اور کسی کا
نام میں نے سنا ہی نہیں۔

راجہ جی جھٹ۔ بجائی تم نہ بناؤ گے تو اور کون ؟
بجیم سین۔ میں آپ سے ہنسوں۔ بھلا گستاخی کی مجال بھی ہے میرا مطلب
یہ تھا کہ آگ کا جلا آگ ہی سے اچھا ہوتا ہے قمار بازی نے یہ دن دکھایا۔ اسی
سے اچھے دن دیکھئے نصیب ہوں گے۔

راجہ جی جھٹ۔ بہت اچھا سرکار۔ یہی ہسی۔ اور جتنا جی چاہے۔ بیوقوف بنالو۔ مگر
میں کیا کروں کہ اور کسی خدمت کا دقوف ہی نہیں۔ مجبوری سے جوئے ہی کی
آڑوں کا مگر اب تم لوگ بتاؤ کیا کرو گے ؟

بجیم سین۔ میں تو روسیاں بناؤں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ کھانا پکانے میں
مجھے کیسی مہارت حاصل ہے ؟

ارجن۔ میں تو عورت بنوں گا۔ ناچنا گانا اندر لوک میں سیکھ ہی آیا ہوں۔ سنگار
کرنے کی کسر۔ زنانہ لباس اور زیور پہننے کی دیر ہے۔ سارے روز اس کو نہ اچھا لوں
راجہ پر موہنی نہ ڈالوں تو ارجن نام ہی نہیں ؟

راجہ جی جھٹ۔ کہاں گاندیو دھنش۔ کہاں پیچراپن ؟
ارجن۔ جی ہاں۔ سو رگ کی اپسرا کا سراپ بھی تو پورا کرنا ہے ؟

راجہ جی جھٹ۔ اچھا نکل اور سہیلو تم اپنی اپنی کھو۔
نکل۔ میں تو اطفال کا انتظام ہاتھ میں لوں گا۔ گھوڑوں کی واقفیت مجھ سے زیادہ
اور اس میں ہے ؟

سہیلو۔ گوشتالہ میں گالیوں کی پرورش و پرداخت میرے حوالے ہے ؟
راجہ جی جھٹ۔ درود پی جی۔ بھائیوں نے کام بانٹ لئے کہو تم کیا کرو گے ؟
درود پی۔ میں راتوں کو قور کی تصویر بنائے رہوں گی وہ سنگار کروں کہ پھرک

پھر دک جائیں جس کی چوٹی کنگھی کر دوں۔ اس پر خاوند ایسا فریفتہ رہے کہ دوسری عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر جمعی نہ دیکھے۔ عورت کو اتنی فرصت ہی نہ ملے کہ پرانے مرد کا خیال بھی کر سکے۔

راجہ جدمشتر خدمت تو بہت خوب سوچی۔ آفرین مگر دیکھو ایسی امتیاط رکھنا کہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ واقعی تمہاری تمیز داری سے راجہ برائے کے رول اس میں اندر ایسے زمین نظر آنے لگیں گی۔ پتی برت و صرم سے رونق و عظمت ہی کچھ اور ہو جائے گی۔

ادھیائے ۲

ہمراہیوں کی راجہ جدمشتر سے رخصت۔ دھوم رشی کی ہدایت جب آپس میں مشورہ ٹھہر چکا۔ تب راجہ جدمشتر جی نے ہمراہیوں کو یوں ہدایت فرمائی کہ

دھوم رشی سوت اور رسوے برہمن کو لئے ہوئے راجہ دروید کے یہاں قیام پذیر ہوں اندر سین و غیرہ خدمتگار رتہ سے کروار کا جی کی طرف کوچ کریں رانی درویدی کی لوندیاں باندیاں پانچال کی طرف چلی جائیں۔ سب کو ممانعت ہوئی کہ خبردار کوئی راز ظاہر نہ ہونے پائے کوئی ہملوگوں کا حال دریافت کرے تو جواب یہی ہے کہ نہ معلوم کہاں غائب ہو گئے۔ کچھ تپہ نہیں۔ لاکھ ڈھونڈا ہزار سر پٹکا کہیں نشان نہ پایا۔ مجبوراً ادھر کی راہ لی۔

دھوم رشی۔ ہدائی کا سخت رنج ہے مگر مجبوری۔ جس جگہ بس نہ چلے جائے وہاں کیا کیجئے۔ اب آپ کو خدمتگاروں کی طرح رہنا پڑے گا۔ افسوس صد افسوس۔ تقدیر سے بس نہیں۔

تقدیر جو دکھائے وہ لاچار دیکھئے

مگر یاد رکھئے کہ بادشاہی سے خدمتگاری مشکل ہے۔ اس وقت جو میں کہتا ہوں۔ آپ گوشہ نشین ہوش سے سن کر گرہ باندھیں۔ یہ نصیحتیں کچھ

فائدہ دے رہیں گی +

راجہ جہدھشٹر۔ آپ بااثر ہادی و رہنما ہیں۔ آپ کا فرمانا ہر حال میں ہم لوگوں کے لئے مفید ہوگا۔ ضرور کچھ ارشاد فرمائیں +

دھوم رشتی۔ شاستروں کی ہدایت یہ ہے کہ جب کوئی شخص راجہ سے ملنے جائے اس کا فرض ہے کہ پہلے حاضری کی خبر کرائے۔ اس وقت حاضری کا حکم ہو۔ اس وقت قدمبوسی حاصل کرے۔ راجہ دربار کی بات کہی ہی کیوں نہ ہو کبھی کسی کے سامنے زبان پر نہ لائے۔ راجہ دربار میں ایسی جگہ چھٹنا لازماً ہے جہاں کی نشست پر کوئی معترض نہ ہو سکے۔ جب تک راجہ کا خود اشارہ نہ ہو۔ کسی امر میں مشورہ دینا یا اسے زنی کرنا کبھی مناسب نہیں بلکہ ہر حال میں خاموشی واجب ہے۔ راجہ جن شخصوں یا رانیوں سے بھی ناراض ہوں ان سے التفات کرنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ ایسی باتوں میں زک رکھی ہوتی ہے راجاؤں کو جھوٹے وزیروں کو سزا دینے میں دریغ نہیں ہوتا۔ اپنے خاص عزیزوں کو بھی اپنے مزاج کے خلاف پاکر گونگالی سے محروم نہیں رکھتے ہر شخص کا فرض ہے کہ راجہ کی نگاہ دیکھے قیاد پہچانے رہے۔ کبھی مرضی کے خلاف کام نہ کرے۔ جس بات میں راجہ کی خوشی ہو اسکو بڑی لیاقت اور بڑی دانشمندی سے نبالنے میں اہلکاروں کا فائدہ ہے ورنہ ضرور راجہ جس خدمت پر مقرر کر دے اس کو خوشی کے ساتھ قبول کرے۔ انکار میں طرح طرح کے کھٹکے ہیں۔ راجہ کے سامنے تھوکتا۔ قہقہہ لگاتا۔ ڈکار لینا وغیرہ بے ادبی میں داخل ہیں۔ اگر کوئی ہنسی کی بات ہو۔ تو ضبط کے ساتھ مسکرا دینے میں مضائقہ نہیں۔ جو شیر سخت مزاج ہو۔ جس کی مشورت سے لوگوں کو سخت سزائیں ملتی رہتی ہیں اس کا کوئی دوست نہیں ہوگا۔ سب عداوت کرتے ہیں۔ اور اس کا راجہ میں رہنا اندیشے سے خالی نہیں ہوتا +

خواہ بہادر ہوں یا پیلوان۔ راستی شمار ہوں یا نفس کشش یا اور ہمہ صفت موصوف سب اس وقت مقرب بارگاہ ہوتے ہیں۔ جب راجہ کی ثنا و صفت میں تر زبان رہیں جس وقت طلبی ہو۔ انسان قدمبوسی حاصل کرے اور دست بستہ پوچھے کہ کیا ارشاد

سے حکم ملے تو بڑی خوشی سے تمیل کرے کوئی عہدہ یا منصب پا کر ملازم کا فرض ہے کہ نیک نیتی سے کام کرے۔ نہ خود رشوت لے نہ کسی کو لینے دے۔ خود امانت میں خیانت نہ کرنے دے۔ اور دیکھتا رہے کہ کوئی اور تو کچھ خرد برد نہیں کرتا۔ غائن اور رشوت خور کو راجہ طرح نہیں دیتا۔ جو اس معاملہ میں درگزر کرے وہ بھی گیسوں کے ساتھ گھن کی طرح پستا ہے۔ عیال و اطفال کی محبت ترک کر کے آقا کی رفاقت و اطاعت لازم ہے۔ مالک کی خوشنودی پر مغرور نہ ہو۔ اختیار پر ناز نہ کرے۔ جس خدمات پر نہ اترے۔ باقی آپ فہیدہ سنجیدہ ہیں۔ آپ کو ہدایت کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے +

راجہ جدعشر۔ آپ کی نصیحتوں کا شکریہ۔ آپ نے وہ وہ ہدایتیں کیں۔ جو پدرجی اور مانا گنتی کی زبان سے بچپن ہی میں سنی تھیں۔ آپ کے قدموں کی جدائی کا رنج آپ کی رفاقت کا شکر گزار ہونے نہیں دیتا۔ زبان میں طاعت نہیں۔ اب میں قدموں سے جدا ہوتا ہوں۔ آپ بھی فرقت گوارا فرمادیں۔ زندگی ہے۔ تو پھر درشن کریں گے +

دھوم رشی نے دروپدی کی لونڈی باندیوں کو پنجاب میں بھیج دیا۔ ملازم رنہ وغیرہ لے کر دوار کا جی کی طرف روانہ ہوئے۔ اور راجہ جدعشر نے براٹ نگر کا عزم کیا۔ جب منزل ملے ہوئی تو ارجن نے بیان بھومی (ایئر گیٹ) میں اپنے تمام ہتھیار اور گانڈیو و منش درخت پر پوشیدہ کر دیے۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت حسب ذیل نام تجویر کئے +

جدعشر ہے۔ بحیم جنیت۔ ارجن بچے۔ نکل جیت۔ سہدیو بیدیل۔ دروپدی سر نہ صری +

ادھیائے ۳

براٹ نگر میں پانڈوؤں اور دروپدی کی مختلف خدمات پر تقرری پانڈو براٹ نگر میں پہنچ گئے۔ راجہ جدعشر نے جیشد می کی اور پانے کر میں لگا کر راجہ براٹ کے در و دولت پر پہنچے۔ دربان سے خبر کرائی حکم ہوا۔ کہ حاضر ہو۔

راجہ جدعشر کو ہمیں بدلے ہوئے تھے مگر راجگی کی وجہ سے وہ دور دورہ ہوتے
اکڑتے دربار میں جا پہنچے دیکھا کہ راج سنگھاسن پر راجہ برائے کا اجلاس ہے وزیر جلقہ زن
ہیں برہمن بید پانھی نورارکان دولت سے دربار کی رولت کچھ اور ہی ہے۔ جو اپنی راج
نے جدعشر کے چہرے پر نظر ڈالی۔ کچھ زعب سا چھا گیا۔ میٹانی آفتاب کی طرح چمکتے
دیکھی۔ ارکان دولت سے کہا کہ

یہ برہمن کون ہے اس کی صورت کچھ اور ہی کہتی ہے۔ کہیں کوئی چکرورتی
راجہ تو اس بھیس میں نہیں آگیا۔ اہل دربار کی نظریں راجہ جدعشر کی طرف دوڑ کر
قیافہ شناسی کر رہی تھیں۔ کہ راجہ جدعشر سنگھاسن کے قریب جا پہنچے۔
اشیر بادوے کر بولے +

پر تھی ناتھ۔ کلپ برکش۔ ان داتا۔ برہمن ہوں۔ دولت لٹ پٹ گئی۔ آب
دانہ یہاں لے آیا۔ قسمت نے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا +
راجہ برائے۔ آپ کے قدم سرانگوں پر۔ کہاں سے تشریف آور می ہوئی۔ وطن کا
نام؟ گوتر۔ تنہا آنے کی وجہ۔ چہرے کا جلال کچھ اور خیر دیتا ہے۔ اور ساوہ روش میں
بھی کچھ رمز معلوم ہوتی ہے +

راجہ جدعشر کیا کہوں۔ کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے۔ افسوس بھی ہوتا ہے
راجہ جدعشر کے دربار کا میں بھی ایک رتن تھا۔ سب لوگ کنک کہہ پکارتے تھے
پانے کا دمنی ہوں۔ کوئی کھڈاری سامنے نہیں ٹھہر سکتا +

راجہ برائے۔ آپ کا گھر ہے۔ شوق سے قیام کیجئے۔ برہمنوں کا قدم میرے سر
آنکھوں پر۔ سواری شکاری سب موجود ہیں۔ تکلیف ہو تو میرا دمہ ہے۔ رنواس سے
دربار تک آپ کیلئے نہ روک ٹوک نہ پوچھ نہ گچھ۔ جس کو روزگار کی تلاش ہو۔ اسے
آپ ہی پیش کیا کریں۔ طاننان بارگاہ اشارے پر نہ چلیں۔ تو مستوجب سزا شائقین
ملازمت کی تجویز خدمات آپ ہی کے سپرد۔ آپ کو مشورت درائے زنی کا اختیار +

راجہ جدعشر نے قدروانی کا شکریہ ادا کیا۔ اور مرمنی کے موافق خدمت ملنے
سے بہت خوش ہو گئے۔ کچھ دیر ہو گئی تھی کہ بھیم سین پہنچا۔ ہاتھ میں تلوار۔ بدن پر
سیاہ لباس۔ ہاتھی کا سا ڈیل ڈول۔ دُنڈ بٹے مضبوط۔ راجہ برائے

سے ضرور ملے توڑی خوشی۔ تو گیا۔ اس کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

”میں نے تمہارے ہاتھ پاؤں کا آدمی آہٹک نہ دیکھا تھا۔ کیا نام ہے۔ مکان کہاں ہے۔ کہیں کوئی دیوتا یا گندھرب تو نہیں؟“
”بھیم سین۔“ تو نام ہے۔ راجہ جہدھشٹر کا رسو یا تھا۔ وہ میرے ہی ہاتھ کا پکا یا گیا کھاتے تھے۔

راجہ برات۔ مجھے یہ یقین نہیں۔ ضرور کوئی پرانی شخص ہو تمہارا چہرہ مہرہ کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔ ایسا شہر دور۔ ایسا قلعہ و قوش۔ ایسے رعب و داب کا آدمی رسو یا ہو نہیں سکتا۔ سچ کہنا۔ اندر تو نہیں ہو رہا۔

”بھیم سین۔“ اندر کیا۔ اندر کے باؤں کی ناک بھی نہیں۔ رہاؤں کی صورت کیا ایسی ہی سنو س ہوتی ہے۔ میں واقعی راجہ جہدھشٹر کے لئے کھانا پکا تا تھا۔ اب رہاؤں و مل۔ یہ ایشور نے بنایا ہے۔ میرا کچھ اجارہ نہیں۔ آپ کے اقبال سے کچھ ایسی طاقت حاصل ہو گئی ہے کہ ہاتھوں کو نظر میں نہیں لاتا۔ شیروں کے کھچے چرواٹا ہوں۔ راجہ برات۔ سبب یہ بات ہے۔ تو پھر تمہاری قیصر وادی کا کیا پوچھنا۔ اچھا میں نے رسوئیں تمہارے قلعہ کو دی۔ تمہیں اختیار ہے۔ کہ اپنے کاموں میں جس سے چاہو۔ مدد لو۔

اب درویدی رانی کی کیفیت سنئے۔ اس نے بالوں کا جوشا بانہ لیا۔ نیلے کچیلے لباس میں محل کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ جس نے دیکھا۔ حسن و جمال پر غرضتہ ہو گیا۔ دروازوں میں سے ایک نے پوچھا۔

”کون۔ کہاں سے آنا ہوا۔ یہاں آنے کی غرض۔ کیا مطلب ہے۔ کیا خواہش؟“

”درویدی۔ سرندھری ہوں۔ رانیوں کا سنگار کرنے میں اپنی عمر بسر ہوتی جس کی کنگھی چوٹی کروں۔ اس پر نشان کیا دہوا کی بھی وال ٹپک پڑے۔“

”درویدی کی خوشبوئی کا نقشہ کینپنا محال ہے۔ اس نازکی تصویر کو جس نے دیکھا۔ حیران رہ گیا۔ نوراسی دریں اچھی خاصی بھیرا رک گئی۔ ہوتے ہوتے وہ اس میں خبر ہوئی۔ رانی نے محل سے جھانکا۔ تو عجیب ہی موہنی صورت

نظر آئی۔ لونڈیوں کو حکم دیا کہ فوراً ساتھ لائیں۔ حکم کی تعمیل ہوتے ہی درویدی محل میں داخل ہوئی۔ جس نے صورت دیکھی۔ ایشور کی قدرت نظر آگئی۔ سو ویشنارانی نے بڑی خاطر سے بٹھلایا اور پوچھا:

یہ صورت یہ موہنی صورت۔ یہاں کہاں سبوں پڑیں۔ کیا تلاش ہے۔ کیا خواہش؟

درویدی۔ میں آپ ایسی رانیوں کا سنگار کرنا جانتی ہوں۔ سب سرزدھری کہکر پکارتے ہیں۔ خواہش کیا بتاؤں۔ صورت سوال ہے۔ پیٹ کی ٹکر گھسیٹ لائی؟

رانی۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم مذاق کرتی ہو۔ صورت تو کہتی ہے کہ ایشور کی سرتاج ہو۔ مسرکشی۔ پنڈریکا۔ مالنی۔ سینکا۔ رہنجا وغیرہ تمہارے پاؤں کا دعویٰ بھی نہیں۔ مگر تمہاری باتیں کچھ اور ہیں۔

درویدی۔ یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے۔ میں تو آپ ایسی رانیوں کی ایک اونٹ لونڈی ہوں۔ پہلے سری کرشن جی کی پیٹ رانی ست بھامان کی خدمت میں رہی پھر مہارانی درویدی کی خدمتگزاری کا شرف حاصل رہا۔ جب سے راجہ جی شتر کالچ پاٹ جاتا رہا۔ تب سے سارے شکر قسمت سے اتر گئے۔ اب تقدیر آپ کے یہاں لائی ہے۔ دیکھئے پانسہ جیت ہو یا ہٹ؟

رانی۔ تمہاری لیاقت تمہاری باتوں ہی سے ٹپکتی ہے۔ زیادہ شریچ فضول میں تمہیں اپنی سہیلیوں کی طرح رکھو گی۔

مگر صاف کرنا۔ تمہاری خوبصورتی سے درتی ہوں کہ کہیں مجھے طاق پر نہ بٹھا دو۔ نہ جہنم پر مرنے لگیں۔

درویدی۔ آپ کی بات گوئیں وگہ نہیں سکتی۔ مگر میں ست بھامان اور درویدی کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہوں۔ جس صورت پر میرا سایہ پڑ جائے۔ اس کی پی برت کو دیوتا بھی نہیں مٹا سکتے۔ پھر میرا دھرم چھڑا سکے کس کی مجال ہے۔ آپ کو خیال رہے کہ میں معمولی جتنی برتا نہیں۔ میرے دھرم کی محافظت، پانچ گندھربوں کے سپرد ہے۔ ادھر کسی نے بدعتی سے دیکھا۔ ادھر گندھرب اس کی جان کے

چھپے پڑ گئے۔

رانی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ اچھا اب تم محل میں رہو۔ تم کو کوئی بدگاہی سے نہ دیکھ پائے گا۔

درویدی جب سرمدھری کے لقب سے رانی کی ملازمت سے مشرف ہو چکی تو سہدیو کی باری آئی۔ یہ گوالے کا بھیس کئے ہوئے درودولت پر حاضر ہوا۔ راجہ کو خبر ہوئی تو صورت دیکھ کر اچھٹے میں ہو گیا۔ کہ گوال امیر کی ایسی شکل کیسے اس نے دریافت کیا۔ کون ہو۔ کیا چاہتے ہو۔

سہدیو۔ پاندوؤں کا گوالا ہوں۔ اندر پرست کا گوالا میرے ہی سپرد تھا۔ اوشٹ نیچی نام ہے۔ اور ذات لیش۔ مہاراجہ جدھشٹر وغیرہ کا اب پتہ نہیں نہ جانے کہاں چل دیئے۔ ہم لوگوں کو بے سرپرست کر دیا۔

راجہ برائے۔ تمہاری صورت تو گوالے کی سی نہیں معلوم ہوتی۔ برہمن نہ سہی تو چھتری ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

سہدیو۔ برہمن چھتری ہونے کے لئے بڑی قسمت چاہئے۔ اپنی قومیت کیوں چھپاویں۔ آپ تجسومی سمجھتے یا پرتاپی۔ یہ اپنی اپنی نظر ہے۔ میں نہ برہمن بننے سے برہمن بن جاؤں گا۔ نہ چھتری بننے سے چھتری۔ جس قوم اور جس ذات میں ایشور نے پیدا کر دیا وہی بہت ہے۔

راجہ۔ نام کیا ہے اور تنخواہ کیا لو گے۔

سہدیو۔ سب تمت پال کہتے ہیں۔ تنخواہ راجہ جدھشٹر کے ساتھ گئی۔ درگھڑ گائیں سپرد تھیں۔ روزانہ نام و اکرام ملتے تھے۔ گھر دولت سے پٹا پڑا تھا۔ اب وہ نہ دن ہے نہ وہ راتیں۔ جب دن پھر میں گے دیکھا جائے گا۔ بالفضل جو چنے چھینے کو میسر آجائے وہی بہت ہے۔

راجہ۔ میرے گوالا میں ایک لاکھ گوالے ہیں۔ میں نے تم کو سب کا افسر مقرر کیا۔ سہدیو نے راج سنگھ سن کے آگے سر جھکا یا۔ اور شکر یہ ادا کر کے ایک گوشے میں جا کھڑا ہوا۔ اتنے میں ایک خوبصورت مرد زمانہ بھیس میں حاضر ہوا۔ اسکا جمال و لغزیم عجیب ہی دلکش تھا۔ کھڑے ہوئے بال سر سے پاؤں تک

لباس زرکار۔ اس نے آتے ہی زمین چومی اور راجہ کی نگاہ کو ایک طلسم سا دکھا دیا۔
راجہ رجم بھر میں ایسی صورت آج ہی دیکھی۔ چہرے کا یہ جلال۔ یہ مردانہ تیور۔ اس
پر عورتوں کی سی نزاکت۔ افسروں کی سی دلگیری۔ میں نے عمر بھر راجہ کی حکومت
سے سیری کر لی۔ منظور ہو تو تخت خالی کروں۔

ارجن۔ مجھے راجہ پاٹ سے کیا کام۔ میں تو سچینا گویا ہوں۔ برہملا نام ہے ہاں
باپ بچپن میں چھوڑ آئے۔ اب محلوں میں رانیوں کی تفریح طبع کا باعث ہوں۔
بہت سی راجہ کنیاں مجھ سے تربیت حاصل کر چکیں۔

راجہ نے وزیروں کے مشورے سے ارجن کا امتحان کیا۔ سب کو ماننا پڑا
کہ ارجن مرد نہیں۔ مجتھ ہے۔ اسکے بعد راجہ نے حکم دیا کہ
برہملا بیٹی کو گاؤں ناچنا گانا سکھائے۔

ارجن اس فن میں کامل تھا۔ اس نے ناچ گانے کے کرتب دکھا کر تمام
لوگوں کو فریفتہ کر لیا۔ ہر ایک رانی عزیز رکھنے لگی۔

آخر میں نکل پہنچا۔ اسکی شکل سے بھی راجہ کو حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ کیا
کام جانتے ہو۔

نکل۔ گھوڑے کا علم ایسا جانتا ہوں کہ جواب نہیں۔ رتھ یا نکلے میں خوب
مہارت ہے۔

راجہ۔ نام کیا ہے؟

نکل۔ گرنٹھک۔

راجہ۔ جاؤ میں نے تمام اہمیتل تمہارے سپرد کر دیے۔ خوب عمدہ طور
سے گھوڑوں کی نگہداشت کرنا۔

نکل۔ آپ ہر طرح اطمینان رکھیں۔ مجال کیا کہ کوئی گھوڑا بیمار ہو۔ دس پانچ
روز کے بعد آپ اپنے گھوڑوں کو پہچان بھی نہ سکیں گے۔ اڑیل سے اڑیل
ہوا سے باتیں نہ کرے تب میں گنہگار۔



ادھیائے ۴

دروپدی کے حسن و جمال پر راجہ برٹ کے
سارے مسے کیچک کی فریفتگی۔ اظہار مدعا۔
دروپدی کی فہمائش

پانچوں پانڈو برٹ کے دربار میں ملازم ہو گئے۔ ان کو روپوشی کا خاطر
خواہ موقع مل گیا۔ انہوں نے لیاقت اور حسن خدمات سے راجہ کی رانی کیا سب
کے خوش کیا۔ جو مکتا تعریف کیا کرتا تھا۔ رانی دروپدی مشاطہ نہ معلوم ہوتی تھی۔
بلکہ خاص سہیلی +

دس مہینے بڑے المینان سے گزر گئے۔ وہ مہینے کی کسر باقی تھی۔ کہ فلک فزنگ
سارے تازہ گل کھلایا۔ اور گردش قسمت نے ایک نئی اوج کی لی۔ راجہ برٹ کا سال
کیچک فوج کا سپہ سالار سلطنت میں نہایت با اختیار۔ اور بہن بہوئی کی
نائب کا بل تھا۔ غزوہ خود سری کی حد نہ تھی۔ ہر وقت دماغ عرش ہی پر
رہتا تھا۔ دروپدی رانی کی ہر وقت حاضر باشی تھی۔ اس نے صورت دیکھی
تو دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور طبیعت قابو میں نہ رہی۔ لاکھ جذبات سے کام لیا
مگر جذبات نفسانی سے ایک پیش نہ لگی۔ اپنی بہن سودیشنا سے ہنسی ہنسی
میں بولا تم نے یہ ایسا کہاں سے منگائی۔ اس سے تو رنواس کی رونق ہی اور
کی اور ہو گئی۔ جب سے میں نے دیکھا۔ میں تو آپے میں نہیں رہا۔ تم بہن جو
تمہارا اختیار ہے۔ اس سے کہو۔ میرے تڑپتے ہوئے کیچے پر ہاتھ رکھے۔
یہ تمہاری خدمت نگاری کے لائق نہیں۔ راجاؤں کے محلوں کی رونق بڑھانے
والی فدیہ کی تصویر سے کام لینا تمہارا ہی کام ہے۔ تمہیں جوانی کی آسنگوں اور
نشہ حسن کی ترنجوں پر ذرا بھی رحم نہیں۔ اگر یہ میرے ہتھے پر چڑھ جائے۔ تو تمہارا
منہ میٹھا کروں گا۔ جیسی دعوت چاہو کھلاؤں گا +

رائی کو اپنے بھائی کا پاس دلچاظ تھا وہ سکر کر چپ لگا گئی۔ کیچک سمجھا کہ لکھا مڑی
نیم دنیا کا معاملہ ہے پس وہاں سے سیدھا آٹھ روپے کے پاس پہنچا اور بولے :-

تم دنیا کی خوبصورتوں کی سترنج اور پیریہ لونڈی ہیں۔ تم ایسی خدمتگاری پر دلچست
بھیجو۔ میرے رنواس کی نہایت اور سب رانیوں کی سترنج بنو۔ زیور و جواہرات
پوشاک زرنگار لٹو کر چاکر۔ لونڈیاں بانڈیاں سب تمہارے قدموں کو دھو دھو کر
پیش کی۔

دروپدی - خیر باشد۔ کچھ زیادہ پی تو نہیں گئے۔ یہ دہلیات خیال کیسا۔ کہیں لائق
مردہائی عورت کو خراب نظر سے دیکھتے ہیں۔ جس نے دوسروں کی بہو بیٹیوں پر
نیت ڈلائی وہ دنیا بھر میں روسیہ ہو گیا۔ کسی عمر گھٹ گئی۔
کیچک - بلا سے عمر گھٹ جائیگی۔ جلا تمہارا تو کچھ گھٹا نہ ہو گا۔ پیاری کینا مان
سے سچ کہتا ہوں کہ جیتے جی بکینٹھ کا لطف دکھا دوں گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ
میں کون ہوں۔ کیا ہوں۔ ہاٹ نگر کارج میری مٹھی میں ہے۔ زور و طاقت میں
کوئی جواب دینے والا نہیں۔ اقبال کا آفتاب بڑے جلال کے ساتھ چمک رہا
ہے۔ جسے چاہوں راج دے دوں۔ جسے منظور ہو خاک پر سلا دوں۔ تم جہاں
اپنے حسن و جمال پر ناز کرتی ہو۔ وہاں میری صورت شکل پر بھی نظر کرو۔ سچ بتانا
کہ آج تک اس حسن و جمال کا مرد کوئی بھی دیکھا ہے۔

تمہاری جوانی شباب پر ہے۔ رنگ رلیا میں منانے کے دن ہیں۔ اسکو
میرے ساتھ چلو لونڈی پتا چھوڑو۔

دروپدی - ذرا منہ دھو آئیے۔ تب بات کیجئے۔ میں لونڈی ہوں۔ تو بھی ہزار
رانیوں سے اچھی ہوں۔ آپ اپنے خیالات دل سے نکالنے۔ ورنہ سمجھتا ہے گا۔
پانچ گندھرب میرے اور میری عصمت کے محافظ ہیں۔ جو شخص بد نگاہی کرتا ہے
اس کی خیریت نہیں ہوتی۔ سب اس کا کچھ مر نکال کے رکھ دیتے ہیں۔ آپ
کی خیر خواہ ہوں۔ جو راز بتا دیا۔ اب بھی نہ مانیں گے۔ تو بجائے بھگتینگے۔
گندھربوں سے زمین اور آکاش پر کسی جگہ پر جانسری نہ ہو
سکے گی۔

ادھیائے ۵

رانی سودیشا کی سازش کچپک کی درویدی پر
وست درازمی۔ درویدی کی راجہ اور رانی سے فریاد

راجہ جدھشٹر اور بھیم سین کا ضبط

درویدی نے کچپک سے مطلق التفات نہ کیا۔ وہ اپنا سامنا لئے ہوئے
وہاں سے اپنی بہن سودیشا عرف کیکنی کے پاس آیا۔ بہت رو دیا پٹیا۔ جان
دینے تک کو تیار ہو گیا۔ قدموں پر سر رکھا کہ بہن اب جان کی خیریت تمہارے ہاتھ
میں ہے۔ تم چاہو گی تو زندگی رہ جائیگی +

رانی نے بہت سمجھایا کہ یہ حماقت ہے کہتے شرم نہیں آتی۔ آنکھوں پر شکاری
ہی رکھ لی۔ پرانی بھوسٹیوں پر نگاہ کرنا بھلے مانسوں کا کام نہیں۔ غیر عورت پر جس
نے نظر ڈالی وہ بے موت مرتا ہے۔ راوان سے بڑھ کر کون طاقتور راجہ ہو گا۔
مگر نہیں صرف پہلی عورت کی ہوس ہی نے لٹیا ڈوبو دی۔ سارا خاندان تباہ
ہو گیا۔ کوئی نام لیوا پانی دیا بھی نہ رہا۔ سر نہ صری کوئی ایسی ویسی عورت
نہیں۔ سنتی ہوں کہ پانچ گندھرب اس کے پہرے پر رہتے ہیں۔ اس
سے جس نے آنکھ لڑائی۔ وہ مارا پڑا۔ مجھے خوف ہے۔ کہ تمہیں بھی ان سے
سامنا نہ پڑ جائے تو زمین و آسمان میں کہیں ٹھکانا نہیں +

رانی نے لاکھ سمجھایا۔ کچپک کے سر پر بھوت سوار ہی رہا۔ بہن کی محبت
ایسی ویسی نہیں ہوتی۔ اس کی کچپک کی دلی بیقراریاں نہ دیکھی گئیں۔ مجبوراً
منہ سے نکل ہی گیا کہ

اچھا اب کے کسی تقریب پر مجھے بلانا۔ میں کسی جیلے سے تمہارا سامنا
کرادوں گی۔ تم جس طرح مانے منانا۔ نہ مانے تو تم جانو اور وہ میں
برمی الذمہ +

اسوقت تو معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔ آخر پرانی کا تیوہار پڑا۔ کچپک نے
سامان دعوت میں خوب تکلف کیا۔ عمدہ سے عمدہ شرابیں کچھوائیں۔ مناج رنگ
کسی چیز کی کسر نہ رہی۔

رانی کو وعدے کا خیال تھا۔ اس نے درویدی سے کہا
سنا ہے کہ بھائی نے بڑی عمدہ شراب اتروائی ہے۔ جاؤ میرے لئے
تھوڑی سی شراب تو مانگ لاؤ۔

درویدی۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں عذر نہیں مگر آپ کے بھائی کی نیت خراب
ہے۔ اسلئے جاتے دُرتی ہوں۔ مضائقہ نہ ہو تو اور کسی کو بھیج دیجئے۔
رانی۔ اس کی کیا مجال ہے کہ آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے خصوصاً اس وقت جب میں
کسی کام کے لئے بھیجوں۔ تم بڑھو کر جاؤ۔ یہ تو پیالہ۔ کہہ دینا کہ اچھی شراب
دلوں۔

درویدی نے پیالہ لے لیا اور تنگلے میں جا کر سورج زہن سے ہاتھ جوڑ
جوڑ کر کہنے لگی کہ

لج آپ کے ہاتھ ہے۔ آپ ہی میرے پتی برت و معرم کے محافظ ہیں۔
ایک نالائق سے سامنا ہو گا حفاظت کیجئے۔

سورج نائن کے دل پر اثر ہوا انہوں نے خفیہ طور پر ایک راجپس ہمراہ کر
دیا اور درویدی کا پتی تھر تھراقی کچپک کے پاس گئی۔ پیالہ سامنے رکھ دیا۔

جونہی کچپک نے صورت دیکھی۔ اچھیل پڑا۔ بنلیں سجانے لگا۔ بولا تھاری

بڑی عمر ہے۔ میں ابھی تھاری ہی یاد میں تھا۔ اے زہرہ جمال خود شید
تمثال۔ تیرے حسن جوانی کو دن دوئی رات چوگنی ترقتی ہو۔ تم نے اسی وقت
میرے تڑپتے ہوئے کپڑے کو تسلی بخشی۔ تمام دنیا کی نعمتیں موجود ہیں۔

پوشاک بدلو۔ زیور پہنو۔ شرابیں اٹھاؤ۔ جس کو ایشور نے حسن کی دولت
دی ہے۔ وہ تمہاری طرح سائل کو ترسیا یا نہیں کرتے۔ آج کی رات تم یہیں رہ جاؤ
دیکھو کیا لطف رہتا ہے۔ سمجھو کہ قسمت جاگ گئی۔ کل سے رنواس کی تمام رانیاں
تمہارے پاؤں دھوئیں گی۔ اور تو اور میری بہن تک کو تمہاری تعظیم و تکریم اور

خاطر تواضع سے کسی وقت نہیں نہ ملے گی +

دروپدی - باتیں پھر کر بیچے گا۔ ہمارا ہی جی انتظار میں ہوں گی۔ بلند چال بھر بیچے
میں ان کو دے آؤں۔ وہ بہت پیاسی ہیں +

کیچک - تم کیوں تکلیف کرو میں ابھی کسی لوندی کے ہاتھ سہوائے دیتا ہوں
تو پیاسی تم اور سہو بیو +

یہ کہہ کر کیچک نے دروپدی کا آنچل پکڑ لیا۔ دروپدی نے جھٹکا دیا مگر کہاں
ایک ہٹا کٹا مرد۔ کہاں ایک نازنین مہمبھی۔ آنچل چھڑانے سے نہ جھوٹا تب
تو دروپدی بولی کہ

نواحدیس میں آئے۔ ہاتھ پائی کیا منے۔ آج تک میں نے میری طرف
نظر اٹھائی۔ اُسکا پھر کہیں پتہ نہ لگا نا لگا +

کہتی ہوں کیوں آپ سانپ کے منہ میں اٹھی دیتے ہیں +
کیچک لڑکھنڈی سے چور تھا۔ وہ کیسے سناٹا ہاتھ جوڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور
غیت کی کہ دوڑ کر چمٹ جائے۔ جو ہیں ہاتھ اٹھایا۔ دروپدی نے جھٹکا کر اس لوندی
سے جھٹکا کر کیچک دوڑ جا پڑا۔ موندے موندے ہاتھ پاؤں کچھ ٹکر سکے +

دروپدی کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ سبیدھی راج دربار کی طرف
بھاگی۔ کیچک نے پیچھا کیا۔ ماسے میں ہال پکڑے۔ گرد دروپدی۔ دوق پھینکی وہاں
میں جا پہنچی۔ جہاں راجہ رات۔ جدھشتر اور بھیم سین۔ قیسنے جوڑے تھے جب
دروپدی فرادی ہوئی تو کیچک نے دوڑ کر ایک لات مار دی۔ راجہ جدھشتر تو
دل ہی دل میں دانت کٹکٹا کر رہ گئے۔ بھیم سین کی آنکھوں میں غورن بھرتیا
اٹنے ہی میں سوچ لڑائی کے بیچے ہوئے غنیمت راجس نے کیچک کو اٹھا کر
اس زور سے پٹکا۔ کہ پڑی پڑی ہو۔ چوٹھی۔ بھیم سین تیور بدل کر اٹھنے لگا کہ
سر جھل کے رکھ دے۔ تو راجہ جدھشتر نے پاؤں کے انگوٹھے کا اشارہ کر کے
باز رکھا اور کہا +

رسوئے جی مہاراج۔ آپ کے کام کا وقت قریب آئی۔ جائے لکڑی دینے
و غیرہ کا انتظام کیجئے +

بہیم سین و انت میں گر خاموش ہو گیا۔ اور درویدی نے راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ آپ دھرموان ہیں۔ منصف ہیں دیکھ لیجئے۔ آپ کے سامنے تک اس سوت کے بیٹے نے مجھے لات ماری۔ پہلے کی باتوں کا ذکر فصول۔ آپ دیکھیں اور کچھ نہ بولیں۔ افسوس کیا کہوں۔ میرے خاوند دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں وہ آزاد ہوتے تو اسی وقت مزہ چکھا دیتے۔

راجہ ہراٹ۔ نیک سخت۔ تم دونوں جانے کہاں سے لڑتے میچڑتے آئے۔ مجھے کیا معلوم کہ قصور وار کون ہے۔

وزیر۔ مجھ سے سنئے۔ سرندھری تو پتی بڑتا ہے۔ اور کچیک مخلوب نفس یہ چاہتا ہے کہ سرندھری کی عصمت پر وصلہ لگائے۔

ال دربار درویدی کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے۔ راجہ وراٹ کو سخت غصہ تھا۔ وہ زیادہ گفتگو سن نہ سکے۔ انہوں نے درویدی سے فرمایا۔

اچھا سرندھری۔ اب تم اپنی رانی کے پاس جاؤ۔ دربار میں تمہارا ٹھہرنا درست نہیں۔ تم پتی بڑتا ہو میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے غصے سے راج اُلٹ پٹ نہ ہو جائے۔ تم کسی سے نہ ڈرو تمہارے پانچوں گندھرب دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تو بھی کچھ پرواہ نہیں۔ تمہارا پتی بڑتا دھرم تمہارا ہی حفاظت و دستگیری کرے گا۔

یہ سن کر درویدی روتی ہوئی رانی کے پاس گئی۔ آنکھیں روتے روتے شہ رخ ہو گئی تھیں۔ غصے سے چہرہ لال انگارہ ہو رہا تھا۔ رانی نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہوا کہو تو۔

درویدی۔ تم بھائی کی بیچ کر دگی کہہ کے کیا کروں۔

رانی۔ نہیں نہیں کہو۔ اس نے کیا کیا۔

درویدی۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی گئی۔ بس ہاتھ پائی شروع کر دیں میں مشکل سے جان چھڑا کر بھاگی۔ تو بال پکڑے۔ اور مہاراج کے سامنے تک لات ماری ایشو نے ہرمت رکھی۔ اس کجخت نے تو اپنے سے کچھ نہ اٹھا رکھی تھی۔

رانی۔ تم کہہ دو تو ابھی کچیک کی کھال کھو ادوں۔ اچھا اب آؤ اس نہ ہو۔

درویدی بھارتی جی آپ کو بھائی پر ترس آجائے گا۔ آپ سے سزا دینے کو کیا کہوں دیکھ لیجئے گا میرے گنہ صرب کس طرح تڑپاڑ پا کر جان لیتے ہیں۔

ادھیائے ۶

درویدی کی بھیم سین سے فریاد اور گریہ و زاری بھیم سین کی کچپک کے قتل کے لئے تجویز

درویدی کے دل کا رنج کون سمجھ سکتا ہے اس کو اس زندگی سے موت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ وہ محل سے روتی ہوئی اپنے مکان میں گئی۔ قسمت کو کوس کوس کر غسل کیا۔ کپڑے دھوئے سکھائے۔ پہنے اور کچپک کی شرا تیں یاد کر کے سر کرشن جی کی یاد میں محو ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد دل سے باتیں کرتے کرتے جیسے کسی نے کان میں کہہ دیا کہ ساری مشکل بھیم سین کی ذات سے آسان ہو جائے گی۔ اس کو یقین آگیا کہ بس بھیم سین ہی سے کچپک کی باقی کچائی نکلیگی۔ ہر مصیبت کے وقت اسی نے ہاتھ اٹھایا ہے۔ اس کے دل کو کچھ تشفی ہوئی۔ اور رات کے وقت بے پاؤں اس مکان میں پہنچی۔ جہاں بھیم سین خزانے لے رہا تھا۔ وہ جاتے ہی لیٹ گئی اور رونے لگی۔ بھیم سین نے آنکھ کھولی تو اُنکے درویدی کو گلے لگا لیا پوچھا۔

پس روتی کیوں ہو چہرے کے رنگ دروغن کو کیا ہوا۔ صورت بھی کچھ اور ہو گئی ہاتھ پاؤں میں جیسے خون ہی نہیں۔

درویدی نے۔ واہ واہ کیا بھولا پن ہے آنکھوں سے کچھ دیکھ چکے اور پھر بھی معلوم نہیں کہ درویدی پر کیا گزری۔ کیا اس وقت آنکھیں بند تھیں۔ جب سر دربار کچپک نے لٹ مارا۔ ہائے کچپک دست دراز می کرے۔ لائیں مارے اور تم سب بیٹھے دیکھو۔ زوف ہے میری زندگی پر ہے الشوریٰ نے کیا سمجھ کر مجھے ہمارا جہ درویدی کی بیٹی اور پانڈوؤں کی پٹ رانی بنایا۔ مجھ سے ایک کنگال سے کنگال گھرانے کی عورت ہزار درجہ اچھی۔ ہائے راجہ جد مشن نے جو اکلیل کہ اپنی ہی مٹی خراب کی۔ اپنے ساتھ سب بھائیوں کو بھی لے ڈوبے۔ اور میرا تو اچھی طرح بیڑا عرق

کر دیا۔ تبہیں ہی دھرم سے بتاؤ کہ میری طرح کب کسی کی ذلت ہوئی ہے۔ وریو دھن کا غلام پرات کامی مجھے لونڈی کہے۔ دو شاسن ننگا کرے۔ جید رتھ اکھا کرے بھاگے کچک جھوٹے پکڑے لات مارے۔ اس سے بڑھ کر بیعتی اود کیا ہو سکتی ہے راجہ جید مشٹر نے جس جوئے میں دھن۔ دولت۔ حکومت۔ سلطنت ہار کر ہم لوگوں کی یہ ذرگت کرائی۔ اس جوئے کے پھیر میں آپ بھی پڑے ہوئے ہیں۔ کہاں وہ اندر پرت کارج جلوس میں لاکھ لاکھ رتھوں پر جنگ آور بہادروں کی ہمراہی۔ کہاں یہ ذلیل نگر کی جس شخص کی رسوائی کا انتظام لاکھ خدمتیوں کے سپرد تھا۔ جس کے لنگر سے لاکھوں آدمیوں کو چاندی سونے کے برتنوں میں تمام دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔ جو سائیل کو سونے چاندی سے لاد دیا کرتا تھا۔ جس کو بڑے بڑے بید پاٹھی اپنی خوش الحانی سے بیدار کیا کرتے تھے۔ جبکی رسوائیوں سے ہزاروں رشیوں منیوں کا پیٹ پلٹا تھا۔ جس کے دربار و دربار میں تاجداران زمانہ زمین بوس ہوتے اور تحفہ تحائف نذر کرتے تھے۔ جس نے جراسندھو ایسے شہزور راجہ کے دھڑے اڑا دیے ہائے وہ آپ طوق غلامی پہنے جوئے کو ذریعہ معاش بنائے۔ دنیا کی نگاہوں سے منہ چھپائے برائے نگر کے ٹکڑوں پر پڑا ہوا ہے۔ جسوقت کوئی لنگ کہہ کر پکارتا ہے۔ میرے دل میں خنجر کاٹ کر جاتا ہے۔

ہائے کہاں ارجن جس کے گاندیو دھن نے اگن دیوتا کے وضو ٹھنڈے کر دیے بڑے بڑے شور بیروں کو جیتا۔ اب وہی پیچر ابنا ہوا راجہ کی بیٹیوں کو ناچنے گانے کی تعلیم دیتا ہے ہائے۔ آہ جس بھیم سین کی شکل سے بڑے بڑے ہاتھیوں کی روح فنا ہوئی۔ شیروں کا پتا پانی پانی ہوتا۔ وہ بٹور سوئے کے نام سے پکارا جائے۔ اُف گردش تقدیر تیرا بڑا ہو۔ نکل اور سہدیو ایسے خوشتر و طاقتور جوان۔ تبت پال اور گرنٹھک کیلائیں۔ میں بد نصیب لونڈی سے بدتر ہو رہی ہوں۔ جو کام کبھی نہ کیا تھا۔ وہ اب کرنا پڑتا ہے۔ اوہن پیسوں چندن گھسوں۔ چوٹی کنگھی کروں۔ یہ دیکھو ہاتھوں میں دھبے پڑ گئے ہیں۔ مانگتی کے لئے کبھی کبھی اوہن تیار کرتی تھی تو چھپاے پڑ جاتے تھے۔ اب کبھت روز کا دھند ہی یہ ہو گیا ہے۔ ہم سب ایک ہی روز یہاں آئے تھے تار نے والے تارے ہیں۔ کہ ضرور کچھ سانہ گانٹھ ہے تم پر اور مجھ پر شک کر نیوالے نہ جانے کتنے

میں سب کرپٹین ہے کہ دونوں سے جوڑیا کا ٹکڑا ہو گئی۔ سب سختیاں تو میں سپہ سالار
 برس جنگ میں مصیبتیں جھیل لیں۔ اب کچک کا ظلم برداشت نہیں ہوتا۔ اگر تم اس کا
 کچھ مرنہ نکالو گے۔ تو مجھ سے ہاتھ دھولو۔ میں زہر کھا کر جان دے دوں گی۔
 درویدی نے یہ تقریر کچھ ایسے دردناک لہجے میں کی کہ بھیم سین سے مضبوط نہ ہو سکا
 وہ بھی رو پڑا۔ اور گلے لگا کر بولا کہ پیاری مہینہ ڈیرہ مہینہ اور صبر کر دے میاں دگر نے پر
 ایک ایک سے بدلے کر دم لو لگا۔

ارجن کے گانڈیو دشمنش اور میرے بھر کو دھڑکا ہے جو دشمنوں کا اچار نہ
 نکالیں۔ تم کچک سے کیوں ڈرتی ہو۔ کہہ دو کہ جس محل میں ارجن ناچ گانے کی
 تسلیم دیتا ہے۔ وہاں کل پہرات گئے لوں گی۔ اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں
 عشق کا بھوت اُسے وہاں لے جائے گا۔ تو بس ساری بانی کچائی نکل جائے گی۔ میں
 عورت کا لباس پہن کر جاؤں گا۔ اور اس نے ہاتھ لگایا اور میں نے ٹپنی دی اور
 بس ایک چوٹ میں کام تمام۔

ادھیائے ۷

بھیم سین کا سوال۔ درویدی کا جواب۔ رانی سودیشنا اور

کچک کی سازش کا اظہار۔ بھیم سین کی حکمت عملی
 کچک کا قتل

بھیم سین کچک کی فکر میں پڑ گیا۔ اس نے بتیہ کر لیا کہ کل رات کو عورت کا
 بھر وپ بھر کر بڑیاں چور چور کر دوں گا۔ تجوڑ جو بتائی وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اب
 بھیم سین درویدی سے بولا کہ

آخر کچک کو ان ناراض کرتوں کا باعث کیا ہے سودیشنا رانی جھوٹے بھائی کی
 بدکرداری پر چٹھم نہائی نہ کرے اور اسکو ایسی بدیتی سے باز نہ رکھے۔ سخت قہیب +

درویدی۔ رانی کا کچھ تصور نہیں۔ میری قسمت اور خوبصورتی کی خطا ہے اور اس کے بعد بھائی کی محبت کا جو شش۔ رانی ہر وقت ڈرتی رہتی ہے کہ کہیں راجہ فریفتہ نہ ہو جائے۔ جن بھی عجیب کجست چیز ہے جس نے کبھی حسینوں کو چین لینے نہیں دیا۔ شمع روشن ہوئی۔ اور پتنگے لوٹ ہو گئے۔ پھول کھلے اور گچھیں بڑھیا سے بڑھیا نکلتی اور چوٹی کے پھول جن لئے گئے۔ ٹیبل ایک تو خوبصورت۔ اس پر خوش الحانی جس باغ میں دیکھتے جال بچھا ہے۔ جس درخت پر دیکھتے کیے لگے ہیں۔ سارے خوش آواز لڑوں کا یہی حال ہے۔ کسی کو دام میں پھڑکتے دیکھا۔ کسی کو قفس قسمت کو روٹے ایک نظر میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ میں اپنی صورت شکل سے ماری پڑی ہوں۔ رانی کو اور تو راجہ کی حسن پرستی سے اندیشہ۔ اوپر جوش خون۔ وہ بھی چاہتی ہیں کہ کسی طرح ہر وقت کا کھٹکا دور ہو۔ دل میں کھٹکنے والی پھانس نکل جائے۔ انہوں نے کچک کو سمجھا یا تو بہت۔ مگر وہ ایک نہیں مانتا بے غیرتی لاور کمی ہے۔ بہن بھائی کامل نہ رکھے تو اور کون۔ پس اسے بھی اسی کی مرضی مقدم سمجھ لی۔ میں نے رانی سے کھل کے کہہ دیا۔ کچک کو بھی صاف صاف سمجھا دیا کہ بدنگاہی ٹھیک نہیں پانچ گندھرب حفاظت میں رہتے ہیں۔ کہیں وہ جان کے گاہک نہ ہو جائیں رانی تو اس دھمکی سے کانپ اٹھی۔ مگر کچک کا دماغ غرش پر ہے اسکی آنکھوں پر زعم جوانی اور عز و طاقت نے پروے ڈال رکھے ہیں۔ کہتا ہے کہ بس کل پانچ۔ ان کی حقیقت ہی کیا۔ اگر ہزار گندھرب بھی ہوں۔ تو کیا پروہ۔ ایک اوچھڑ میں سب کے سب نثار ہو جائیں گے۔ جبوقت راجہ صاحب محل میں آتے ہیں۔ میں خود بھی سامنا نہیں کرتی۔ رانی کو منظور ہے کہ وہ میری صورت نہ دیکھ پائیں۔ ان کی طرف سے دلجمی ہے۔ مگر یہ کچک کے سر کا بھوت ایسا پیچھے پڑا ہے جس سے میری تلی تلی کانتی اور زندگی کی خیر نہیں معلوم ہوتی ہے +

بھیم سین۔ بہتی برتاؤں کو ہمیشہ سے مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ ہمارے کو فتنہ نئی نہیں۔ راجہ دومت سین کی بیٹی۔ ستوان کی استری ساوڑی کیسی پتی برتا سکی۔ مگر وہی اس کی جان پر یہ کیا لازمی۔ بس حد ہے کہ صبح جم لوک جانے کا لپکا ارادہ کر لیا۔ جنک سندنی مہارانی جانی نے رامچند راجی کے

ساتھ چودہ برس جنگوں کی مصیبتیں جھیلیں۔ کون آفت تھی جو جان لیوا نہ رہی بس
 اہتساب ہے کہ رادن ایسے زبردست راجپس کی قید میں کیا کچھ سختیاں نہ برداشت کیں۔
 مگر آخر قہجہ وہ ہوا کہ آج اُن کے نام سے ایک عالم کو گناہوں سے نجات اور عذابوں سے
 خلاصی ہوتی ہے۔ ہماری مصیبتوں کے دن بھی قریب اختتام ہیں۔ اقبال مندی
 کا زمانہ دوڑا ہوا چلا آتا ہے۔ اور حریہ ڈیرہ دو مہینے ختم ہوئے۔ اور ہر ساری
 دنیا میں تم ہی تم ہو گی۔ راجہ جد مشر کا دور عالمگیری شروع ہی سمجھو۔ جہاں
 اتنے برس استقبال سے کائے وہاں اُن گئے دنوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔
 رہی کچپ کی گوشمالی۔ اس کے لئے تدبیر بننا چکا۔ تم دن کو طاقات کے لئے رات
 کا وقت مقرر کر لو۔ رات کو میں سمیٹ لوں گا۔ بحیم سین کے جیتے جی تمہیں
 کسی بات کا اندیشہ ہو نہ ممکن نہیں۔ اب جاؤ دل سے فکر نکالو۔ رات زیادہ آگئی ہے
 کہیں کوئی سن گن نہ پائے۔

درویدی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ قیام گاہ پر آئی۔ اسکی طبیعت کو الجھن سے
 نجات ملی۔ اور دن نکلنے کے بعد موقعہ پا کر کچپ سے ملی۔ کچپ بادۂ عشق سے
 سرشار تھا۔ صورت دیکھ کر خوش ہو گیا۔ درویدی اٹھ کھیلیاں کرتی ہوئی پاس
 پہنچی۔ اور کہا :-

آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ نہ ہنامی کا گھنٹکا نہ چار آنکھوں کی شرم۔ لیکن کیا
 بونہی آپ سے باہر ہو کر کوئی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لیتا ہے۔ اور سچ بچ کا کچھ بھی
 خیال نہیں۔ پرانی عورتوں کا دل ہاتھ میں لینا کچھ منہ کا لڑا ہے۔ ایسی باتوں کے لئے
 بڑی رازداری اور پردہ پوشی کی ضرورت ہے کا تا اور لے دوڑے سے کچھ کام
 نہیں بنتا۔ اگر کچھ آپ مجھ پر جان رکھے دیتے ہیں تو میں بھی آپ کو مایوس رکھنا
 نہیں چاہتی۔ آج رات آپ اس محل میں ملیں جہاں ناچ گانا ہوا کرتا ہے۔ آپ
 چھپ چھپا کر وہاں پہلے سے جا لیں۔ میں سب کی نظر بچا کر آ جاؤں گی۔ مگر شرط
 شرط یہ ہے کہ کسی کو راز معلوم نہ ہو۔

کچپ خوش ہو گیا۔ کلی کلی کھل گئی۔ بولا

اسوقت تم نے مڑے کر جلا دیا۔ اگر تم میرے دل کے ارمان نکال دو گی۔

تو سچ کہتا ہوں کہ کبھی غلامی سے باہر نہ ہوں گا۔ جتنا پانی پلاؤ گی۔ اتنا ہی پیو لگا۔
 فرق ہو تو گنہگار۔ بیشک میں نے دل کی بیتابیوں سے کچھ نشیب و فراز نہ سوچا۔ اور
 گستاخی کر بیٹھا تم معاف کرو۔ میں آدھی رات کو پہنچ جاؤں گا۔ پیاری زیادہ انتظار
 نہ دکھانا۔ جلد ہی آنا۔ کسی پر راز ظاہر نہ ہو کیا مجال۔ تم تو دیکھ چکیں کہ راجہ برائے برائے
 نام راجہ ہے۔ تمام سفید وسیاہ کا اختیار تو مجھ ہی کو ہے۔ پس تمہارے برابر
 دنیا میں اور کون خوش نصیب ہے جسکی غلامی کو مجھ ایسا با اختیار اور شہنشاہ درخص
 اپنا خزاں اور لطف زندگی سمجھنے کے لئے تیار ہے +

درویدی اور چلی آئی۔ اور کھپکھپ بنائیں سجانے لگا کہ وہ مارا۔ پالا میرے
 ہاتھ خوش قسمتی! تیری کیا بات ہے۔ بیداری تقدیر تیرا کیا کہنا
 طائر مقصود اڑ کر آگیا خود دام میں

اس نے بڑی بڑیا پوشاک پہنی۔ ہار پھولوں کا خاصہ انتظام کیا۔ خوشبو یا ت
 ڈھیر کر دیں۔ چند ن چوہا۔ عطر پھیل۔ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ جس کا ذخیرہ نہ جمع
 ہو گیا ہو۔ زیور جو ہر نگار و پوشاک زر کار پہنی۔ شراب نایاب سے آنکھیں اچھی طرح
 غمور کر لیں۔ بدلے ہوئے محل یعنی شہستان خلوت کو اس طرح سجایا کہ چوتھی کی
 ڈھن کا سنگار کر دہو گیا +

آدھی رات میں کچھ کسر باقی تھی۔ بحیم سین راجہ برائے کو کھلا ہلا کر عورت کے
 بھیس میں چپ چپاتے وہاں پہنچے۔ جہاں کچپک کی شامت آنے والی تھی۔
 وہ جاتے ہی سونے کی پٹنگڑی پر لمبی تان کر لیٹ رہا اور اس طرح سون کھینچی
 کہ گہری نیند کو مات کر دیا۔ ذرا دیر کے بعد کچپک اپنے خیال میں مست۔ نشہ عشق
 سے مدہوش وہاں آ پہنچا۔ دیکھا کہ مرندھری چادر تانے خواب ناز میں مست ہے۔
 اس نے جاتے ہی دل کی بیقراری سے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا

اے راحت روح۔ اے جان جہاں اٹھو۔ ذرا دیکھو تو۔ اس وقت تمہاری
 غلامی میں کون حاضر ہے۔ سچ بتانا کہ ایسی صورت کبھی اور بھی دیکھی تھی۔ لویہ شراب
 کا پیالہ۔ آؤ ذرا کلجے سے تو لگاؤں +

ہاتھ کو ہاتھ لگاتے ہی بحیم سین چادر پھینک کر اٹھ بیٹھا۔ بولا :-

اور موقوف جس کو توجان سمجھتا ہے۔ وہ تیری جان نہیں تیرے لئے کال ہے
تو اپنے کو دو باہیاں جان کر پرانی غورٹ پر پاتہ ڈالتا ہے۔ ویکو ابھی تیری سسئی پٹا
بٹلائے دیتا ہوں۔

کچک یا تو دوسرے ہی خیالی پاؤں دم کر رہا تھا بھیم سین کی تقریر سن کر جھجک گیا
رسی جیتا جاگتا کالا سانپ نظر آئی۔ ہاتھ پاؤں کاٹنے لگے۔ بدن میں جیسے جان رہی
تھے ہی میں بھیم سین نے ایک ایسا دھکا دیا کہ کچک دوڑ جا پڑا۔ جس وقت سنبھلا
بھیم سین بھی خم ٹھونک کر اٹھا۔ اور دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ دونوں صاحب طاقت
تھے۔ ہنگامہ دریائی و فیل مست کی لڑائی شروع ہوئی۔ کچھ دیر خوب دواؤں بیچ ہوئے
آخر کو بھیم سین نے اٹھا کر دے پڑا۔ اور بھاتی پر گھٹنا ٹیک کر ایسا لٹھسکا دیا کہ جان
نکل گئی۔ بھیم سین کی طاقت کا کیا کہنا۔ اس کا پرجوش غضب اس کا عقد اب بھی
نہ اڑا۔ جب ہاتھ پاؤں نوڑ کر بیٹ میں گھسیر دئے اور سر گرون میں ٹھونس دیا۔
تب ذرا حرارت کم ہوئی۔ اب وہ دوڑا ہوا روپدی کے پاس گیا۔ ساتھ لایا۔
کچک کی دُرگت دکھائی اور بولا۔

اب تو کچھ میں ٹھنڈک پڑی۔ اتنی بات کے واسطے مفت گھبراتی ہوئی تھیں
دونوں خوش خوش وہاں سے پھرے۔ بھیم سین تو سو من خانہ میں جا کر لیٹ رہا۔ یہاں
محل میں روپدی نے وادیا شروع کیا کہ میں کہتی نہ تھی۔ کہ کچک کی خیریت
نہیں۔ اس کی بد نگاہی۔ اس کی زبردست و رازی اس کی مار پیٹ کا نزلہ اسی پر
گرے گا۔ کوئی مجھ کو ملزم نہ ٹھہرائے۔ میں بے گناہ ہوں۔ میرے گندہ حربوں نے
اس وقت کچک کا قصہ تمام کر دیا۔

کچک کی موت کچھ ایسی ویسی تھی۔ محل میں کہرام مچ گیا۔ لوگ متعلیں جلا جلا
کر لاش کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ ایک گوشت پوست کا ڈمپر پڑا ہے۔ نہ سر نہ
ہاتھ پاؤں۔ جس نے دیکھا اسے یقین ہو گیا۔ کہ واقعی یہ انسان کا کام نہیں۔ کوئی
آدمی مارتا تو یا گرون الگ ہوتی اور سر الگ یا کوئی تلوار وغیرہ کا زخم، مگر یہاں تو
ایک گوشت کی گھڑی نظر آ رہی ہے۔

ادھیائے ۸

کیچک کے بھائیوں کا دروہدی پر عتاب۔ چیتا
پر جلانے کی کوشش۔ بھیم سین کا گندھرب کے
لباس میں ظہور کیچک کے بھائیوں کا قتل

کیچک کے مرنے کی خبر سے سارے محل میں ہنس پڑ گئی۔ رانیاں دیواروں سے
سر نہ کرانے لگیں۔ ہوا خواہ بچھاڑیں کھانے لگے۔ ہوتے ہوئے بھائیوں کو خبر
ہوئی۔ وہ دوڑے۔ بڑے بھائی کی لاش دیکھی تو اور رنج ہوا۔ نہ سر کا پتہ نہ
ہاتھ پاؤں کا نشان ہڈیوں میں ہڈیاں گھسی ہوئی تھیں۔ وہ خوب روئے پیٹے
تیختے چلائے اور تہیہ کر لیا کہ

دروہدی کا اسی وقت سراٹھادینا ٹھیک ہے ساری خرابی اسی کی ذات ہوئی
رانی نے سمجھایا کہ بے قصور کو مارنا اور مفت کا عذاب سر پر لینا ہے۔ سر نہ ہری
بھاری کا کیا قصور۔ وہ میرے پاس سے ہلی تک نہیں۔

سب بھائی۔ آپ کو کیا خبر۔ سارا بس اسی کینخت کا بڑا ہوتا ہے۔ اسی نے ہم
لوگوں کے ساتھ سر بھائی کیچک کی جان لے لی۔

رانی۔ وہ بالکل بے خطا ہے اس نے کچھ نہیں کیا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی۔ کہ پانچ
گندھرب کے محافظ ہیں۔ ان کے ہوتے بد نگاہی کرنے والے کو ضرور سزا ملے گی۔ میں نے
بھی کیچک کو بہت سمجھایا مگر اس نے خود مانا۔ قصور گندھربوں کا اور سر نہ ہری پر
عتاب یہ تو وہی شل بدعتی کہ مدھوبی سے جیت نہ پائے گدھے کے کان اینٹھے۔

کیچک کے بھائیوں کو ایسے شہر زور اور با اختیار بھائی کی مفارقت کے مدد سے
نے بدحواس کر رکھا تھا۔ انہوں نے سارا غصہ دروہدی پر ہی اتانا ایک ساتھ محل میں
گھس گئے۔ پکڑے چلے کہ اسے بھی بھائی کے ساتھ پھونک پھانک کر کیچھ ٹھنڈا کر کے
پھینکے۔ دروہدی پر تازہ بلا نازل ہوئی۔ وہ کہتی تھی کہ پر میثور یہ معاملہ کیا ہے۔

پتی برت و حرم کیا ہوا جی کا بھجال ہوا۔ اب زندگی مشکل۔ کچپک کے بھائی بغیر ملا نہ رہینگے۔ وہ اس وقت پرپس بندہ تھی۔ کچھ کرتے دھرتے نہ جنتا تھا۔ وہ روئے پیٹے اور چلانے لگی کہ وہاں پانچوں گندھروں کی۔ اگر اس وقت بھی مدد نہ کی۔ تو کیا عاقبت میں چراغ دکھاؤ گے۔ دروہی کی گریہ و زاری دلوں کو ہلائے دیتی تھی۔ مگر پتھر کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ کچپک کے بھائی مشکیں کسے ہوئے کھینے لئے چلے جاتے تھے۔ جس وقت کچپک کی لاش جتے ہو رکھی گئی۔ سب لوگ دروہی کو زبردستی کھینچ کر چٹا کے پاس لے گئے۔ دروہی کی باپسیوں کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ جس وقت اس کو جان سے نا اُمید ہی ہوئی۔ ایک آواز کان میں آئی +

سرندھری۔ دل کو ڈھارس کچھ فکر نہ کر تیرے محافظ آپہنچے۔ کس کی مجال ہے کہ تیرا دیاں دکھا سکے +

یہ آواز دروہی کے لئے جان بخش تھی۔ اس کا بے چین دل ٹھہر گیا۔ اس ٹھکانے ہوئے۔ سمجھی کہ اب جان بچی +

یہ آواز کس کی تھی۔ دروہی تو کچھ سمجھ گئی۔ مگر ناظرین کے سامنے بھیج سین کا دم لئے بغیر منالے کا اندیشہ ہے +

جس وقت کچپک کے بھائی دروہی کو پکڑ کر لے چلے۔ بھیج سین نے شہر کی دیوار بھاند کر گندھرب کا بھیج بدلا۔ جھیل اس وقت کہاں مل سکتے تھے۔ پس اس نے ایک بڑا بھاری درخت اکھاڑ کر گندھے پر رکھ لیا اور وڑھاری۔ بھیج سین کو اس طرح آنے دیکھ کر دل کے دل بھٹ گئے۔ جس نے اس کو جھپٹے دیکھا۔ اس کی روح سلب ہو گئی۔ جس کے پاس سے گزرا وہ جان لے کر بھاگا۔ جسے بالقی کا ساوٹل ڈول نظر آیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں تھر تھرا گئے +

بھیج سین جس وقت شیر کی طرح گرجتا اور بہادروں کی طرح للکارتا ہوا انہو میں پہنچا۔ ہزاروں آدمی پس گئے کھیل گئے۔ جو جھڑپ میں آگیا۔ جس کو ذرا سی جھپٹ آئی وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اب کچپک کے بھائی نظر پڑے۔ بھیج سین نے درخت کو چکروں میں شروع کیا۔ ایسے بانے کئے ہاتھ دکھائے کہ کچپک کے پسندوار بھائی ایک ہی حملے میں ڈھیر ہو گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈیاں پٹ رہی ہیں +

بھیم سین کے حملوں سے تمام لوگ گھبرا اٹھے۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر ہوئی۔ کوئی ایسا نہ تھا جو دم و بار کھجکا نہ ہو۔ جدھر جس کا سینک سما یا۔ بھاگ نکلا۔ جب میدان صاف ہو گیا۔ بھیم سین نے درویدی کو گلے سے لگایا۔ اور کہا کہ تم گھبرا ئی تھیں مگر دیکھو سہری کرشن جی کی مایا کیسی اپار ہے۔ انہوں نے پل بھر میں فکروں سے نجات دلوادی۔

اچھا اب تم مکان پر جاؤ۔ دشمنوں سے کھٹکا دور ہو گیا۔ اگر کوئی ناک بھجوں جڑھائے تو مجھے خبر کروینا میں اچھی طرح مزہ چکھا دوں گا۔ یہ کہہ کر بھیم سین درویدی کو ساتھ لے ہوئے مرگٹ سے واپس آیا۔ درویدی کو محل میں پہنچا کر خود اپنے قیام گاہ میں جا پہنچا۔ کسی نے نہ پہچانا کہ کچپک کے بھائیوں کی کس نے جان لی۔ اور وہ گندھرب کو ن تھا۔

ادھیائے ۹

راجہ برات کو کچپک اور اس کے بھائیوں کے قتل سے اطلاع
سندھری کے اخراج کی تجویز

سارے شہر میں غل غیاظہ مچ گیا کہ کچپک کے سارے بھائی مار ڈالے گئے۔ ارکان دولت نے راجہ کو خبر کی۔ راجہ کو سخت رنج ہوا۔ سوچنے لگا کہ کیا کروں بڑھیا مری تو مری۔ غم یہ ہے کہ موت کے جہدوت نے گھر دیکھ لیا۔ سندھری کے گندھرب چھینکے ناک کاٹیں گے۔ جب جو چاہیں گے آفت ڈھائیں گے جیسا پر ایک گندھرب نے ایک سوچو سویریم مار کر رکھ دیے۔ اس اکیلے کی طاقت نہ جانے کیا ہوگی۔ اگر پانچوں کے پانچوں قوت دکھائیں۔ تب تو برات مگر ہی کا تختہ الٹ پلٹ کر دیں۔ ارکان دولت راجہ کے قیام سے فکر و تدوکی باتیں سمجھ گئے۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ

مہاراج۔ ذرا سی بات سے تمام فکروں کا علاج ممکن ہے۔ سندھری کو نکال باہر کیجئے۔ پھر کچھ بھی خوف نہیں۔
راجہ یہاں اس سوچ بچار میں تھا کہ کیا کروں وہاں درویدی نہا دھو کر کپڑے

بدے ہوئے محل میں جانے کو رسوئیں کی طرف سے گزری۔ دیکھا کہ بھیم سین کھڑا
ہوا ہے یہ مسکرائی اور بولی کہ گندھرب جی کا ہزار ہزار شکر۔ جنہوں نے بات بھی رکھی
اور جان بھی بچائی۔ بھیم سین مسکرا کر چپ رہا اور روپیہ اب وہاں پہنچی جہاں
ارجن راج کنیاؤں کو ناپنا گانا سکھا رہا تھا۔ جو میں راج کنیاؤں نے روپیہ کو
آتے دیکھا۔ سب دور کر اُسکے قریب آئیں اور کہا

سرندھری مٹھائی کھلاؤ۔ آج بڑے بھاگ تھے جو جان بچ گئی۔

ارجن سے بھی نہ رہا گیا وہ بھی برہنہ کے بھیس میں سامنے آکھڑا ہوا۔ اور
پوچھا اور بتائے تو جاؤ۔ کیونکر بچاؤ ہوا۔ کس طرح بھٹکا راما۔

وروپدی۔ یہ پتھروں کو ایسی باتوں سے کیا مطلب۔ تو ناچ بھڑک۔ چٹک مشک۔
برہنہ۔ (یعنی ارجن) زیادہ شرمندہ نہ کرو۔ وقت کو دیکھو۔ میں اس بھیس میں جو
مصیبت جھیل رہا ہوں۔ اگر تم پر پڑتی تو معلوم ہوتی۔

بات چیت کا موقع نہ بنا دو چار لطیفے کہہ سنکر وروپدی محل میں گئی۔ تو کچھ
اور ہی نظر آیا۔ یا تو پہلے خاطر داریاں ہوتی تھیں یا اب دیکھا تو سب کی تیوریاں
چرخی ہوتی ہیں۔ رانی نے صورت دیکھتے ہی کہا۔

سرندھری۔ اب ہمارے یہاں تمہارا کام نہیں۔ تمہارے گندھربوں سے
سب کی تلی تلی کا نیچتی ہے۔ میں تم کو رخصت کرتی ہوں جہاں جی چاہا جاؤ بھاری پتھر جو چاہو
وروپدی۔ مہارانی جی۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں عذر نہیں۔ مگر صرف چودہ پندرہ روز کی
گہلت مانگتی ہوں۔ اس کے بعد بھڑوں تو قسم۔ آج کے چودھویں پندرہویں دن
میرے گندھرب خود ہی لے جاویں گے آپ کو دوبارہ کہنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

ادھیڑا سے ۱۰

دیو دھن کو پاندوؤں کی طرف سے بے فکری ان کی ہلاکت کا
وہم اہل مشورت سے گفتگو۔ کیچاک کی وفات سے جو صلہ افزائی
برائے نگر پر حملہ

کیچک ایسا شہزور اور ولاور تھا۔ کہ چار دہاک عالم میں اس کی دھوم سے بڑے بڑے شور برنام سے کاٹتے تھے۔ جب بعیم سین نے اسکی جان لی۔ دور دور تک خبر ہو گئی۔ کہ گندھربوں نے اُسے مار ڈالا۔ یہ زمانہ وہ تھا۔ جب دیودھن کے گوہر کے اور مخبر جگہ جگہ چھوٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے دنیا بھر جہان ڈالی۔ روئے زمین کے گربے مگر پانڈوؤں کا پتہ نہ لگا۔ جو قریب تھے ہر جگہ کی ٹھوکریں کھا کر راجہ دیودھن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی :-

اے ادا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پانڈوؤں کو شیر بھڑیے کھا گئے۔ ہم نے سوئی کے ناکے تک میں دیکھا کہیں راجہ جدھشٹر تک کا پتہ ملا نہ بھائیوں کا۔ برات مگر میں گئے۔ تو عجیب ہی معاملہ سنا۔ کیچک ایسے زبردست اور شہنہ ور سپہ سالار کو کسی نے مار ڈالا۔ دنیا بھر میں مشہور ہے کہ کسی گندھرب کی کارستانی تھی۔ معلوم نہیں کہ وہ گندھرب کون ہے ؟

دیودھن :- پانڈوؤں کو ایسی جگہ ڈھونڈنا فصول تھا۔ وہ کسی پتوں میں یا رشیوں کی سڈلی میں ہونگے ؟

دوٹھاسن :- نہیں صاحب۔ وہ یہاں کہاں۔ کہیں سمندر کے پار جان چھپاتے ہوں گے ؟

کران :- مجھے تو یقین ہے۔ کہ ان کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں۔ کب کی شیر بھڑیوں کے پیٹ میں ہضم ہو گئی ہوں گی ؟

درونا چارج :- اس خیال میں نہ رہئے۔ شیر بھڑیوں کو پانڈو خود کھائیں۔ اور ڈکار نہ لیں جب تک تیرھوں سال نہ گزرے تب تک ان کو مردہ سمجھنا گویا اپنی موت کا سامان کرنا ہے۔ جہاں وہ تن کے کھڑے ہوئے پھر بھاگتے راستہ نہ ملے گا۔ جان کی خیر نہ ہوگی۔ راجہ جدھشٹر کیا کم ہے اسکے علاوہ بعیم اور ارجن کی طاقتیں چھپی ہیں ان کے بھراور تیروں کے سامنے ہزار دو ہزار اور لاکھ دو لاکھ کی بھی بساط نہیں جس کے سر ہو جائیں سمجھ لو کہ موت آگئی۔ ہاتھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ بعیم سین کی گدا سے چور چور ہو جائیں۔ شیر صورت دیکھتے ہی موچیں نیچی کر کے بھگی ملی بن جائیں۔ تیرھواں سال خاتمے پر ہے جہاں یہ لوگ ظاہر ہوئے میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ

قیامت ہی آجائے گی۔ وہ راج کے غیر دم لیں۔ بھال ہے +

دریودھن - آپ نے تو آج اتنا فرمایا۔ یہاں مہینوں سے بند نہیں پڑتی۔ ہر وقت مل اندر ہی اندر پریشان رہتا ہے۔ اسے دن ہو گئے۔ گو بندوں مجنوں نے فکھ پاؤں توڑے مگر پانڈوؤں کی جھاڑوں نہ پائی۔ آپ جہان دیدہ ہیں۔ کچھ رائے دیں۔ مگر کیا کرنا چاہئے +

دریودھن چارج - مافیل بیٹھے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ یہ کچھ لینا کہ پانڈو شیر جھڑپوں کے ہیٹ میں ہضم ہو گئے۔ موت کے منہ میں جھونکے گا +

بھیشم پتاما - دریودھن گرجا دینا منظور ہے تب تو چپ لگانے ہو۔ مخالفت کا خیال ہے تو خود خود ہتہ لگاؤ۔ ورنہ غیر نہیں۔ پانچوں کے پانچوں بڑے دھاتیا شہزادہ - پیادہ اور فزون حرب و حرب میں کال ہیں۔ آج دنیا کے پرہس پران سے پکڑ لینے والا موجود نہیں۔ اس کے علاوہ وہ کرشن کی لگا ہوں میں بیٹے ہیں۔ کرشن بھی گوان سے دلی محبت ہے۔ موقعہ پر ضرورہ دکریں گے۔ پس جب تک وہ ظاہر نہ ہوں۔ تب تک غیرت سمجھنا چاہئے پانڈو تمہارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے تمہارے ساتھ سلوک کے سوا کچھ بدسلوک نہیں کی میری تو یہ رائے ہے کہ میل کرلو۔ اتفاق بڑی چیز ہے۔ ملاپ سے کبھی کسی طرح کا نقصان نہیں۔ اگر راج ہیٹ غالب ہے تو پھر کیا فوج بڑھاؤ۔ شکرا راستہ گردو۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھے۔ پنے سے کوئی نتیجہ نہیں +

دریودھن چارج - ماجہ دریودھن - کچھ شتا۔ ہمارا راج بھیشم پتاما نے کیا فرمایا۔ میری بھی یہی مرضی ہے۔ کہ لگے بل جاؤ گردو کی کورسیاں سے انھیں تو اتنا قیامت میں شک نہیں۔ وہ سخت فوج بڑی ہو جائے گی۔ کہ فوج کا سمندرہ جانے گا اپنی طاقتوں پر نہ اڑاؤ۔ فتح ہمیشہ دھرم کی طرف ہی ہے۔ اور دھرم کی کسی چیز نہیں ہوتی +

سب باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ سوشرواں ڈگھرت ریش کا ما جہل اٹھا۔ میں بھی کچھ عرض کرتا ہوں۔ سماعت فرمائیے۔ منس اور سالو دیش کے اجالہ نے کچھ بہت تنگ کیا ہے۔ میں ان سے عرض لینے کی تاک میں رہا۔ مگر کچھ

کی بے ہمتا طاقتوں نے ہمت رو کے رکھی۔ اب اسے گندھربوں نے مار ڈالا۔ حکم ہو تو ساری اگلی پچھلی کسر نکال لوں۔ براٹ نگر کی ساری کائنات وہ عظیم الشان گوشالہ ہے جس کی نظیر دنیا کے برابر نہیں۔ ایک طرف سے آپ اٹھیں۔ دوسری طرف سے میں گھیروں۔ راج پاٹ سب چھین کر راجہ براٹ کو میں چیر غنوکروں۔ آپ گوشالہ بر قابض ہو جائیں۔ سارے راج کی آدمہ بنائی کر لی جائے۔ چلے فیصلہ شدہ۔

دیروہن۔ راتے تو بہت اچھی ہے اس طرح پھر میرا نہ ملے گا۔ پانڈوؤں کا خوف فقط بھوت ہے۔ اصدیت کچھ نہیں وہ زندہ ہوتے تو آخر کہاں جاتے۔ ایک نہ ایک جگہ تو کچھ پتہ لگتا۔ بالفرض وہ اس وقت براٹ کے راجہ کی مدد کو آہی جائیں تو ہم لوگوں کے پو بارہ ہیں۔ بارہ برس کی جلا وطنی ان کا خاتمہ ہی کر کے رہیگی۔ سو سمران۔ جی ہاں اسی سے میری رائے ہے۔ کہ دیر نہ کی جائے۔ میں بھی فوج لے چلوں۔ آپ بھی لشکر کو حکم دیجئے۔

تجویز منظور ہو گئی۔ براٹ نگر پر حملے کا منصوبہ لگھو گیا۔ ایک طرف سے سو سمران پہنچا۔ دوسری طرف سے دیروہن۔ شش دیشس دشمنوں سے گھر گیا۔ اور نلاموں نے لاکھوں گائیں اپنے قبضہ میں کر لیں۔

ادھیائے ۱۱

راجہ براٹ اور سو سمران کی جنگ۔ اہل الذکر کی شکست پانڈوؤں کا اظہار شجاعت۔ سو سمران کی گرفتاری اور

بعد میں رہائی

کیچک کی وفات سے راجہ براٹ کو صدمہ تو بہت ہوا۔ مگر جس وقت وہ پانڈوؤں کی صورت دیکھتا کسی قدر غم غلط ہو جاتا۔ وہ ان کے ہاتھ پاؤں ڈیل ڈول دیکھ کر سمجھتا تھا کہ کیچک کی عدم موجودگی میں اگر کوئی غنیمت حاصل کرے گا۔ تو یہ

لوگ اچار نکال ڈالیں گے۔ دہار لگا ہوا تھا۔ مگر جنہیں دھڑ پانڈا ویسی ارکان دولت کی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امور ملک پر اسے زنی کرنا چاہتے تھے۔ کہ انہوں کی کمزور اہمیت سنائی دے۔ شہر و ضلع ایسا ہوا۔ کہ دہار و دہم برہم ہو گیا۔ چڑھوں کو گول دوہائی دینے ہوئے سامنے آکر کڑے ہوئے۔ اور فساد کی کڑ

بہاراج غضب ہو گیا۔ کچھک کے مرتے ہی برات نگر کو دشمنوں نے گھیر لیا۔ ترگوت دیلش کا راجہ سوشراں ایک طرف سے۔ کورڈ لوگ دوسری طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ہم لوگوں کو غفلت نے مار بھاگا یا۔ تمام لگائیں جھین لیں۔ جو کچھ گریستی تھی سب جھین چھان کر کھسکے جاتے ہیں۔

راجہ برات کے دربار میں کھلبلی مچ گئی۔ راجہ نے کہا۔

ہائے ایک کچھک کے مرنے سے یہ غرابی۔ ٹیڑھ پر چہ باد باد میرا طغائی رتہ جلد ہی تیار ہو۔ فوجیں جلد ہی سے آراستہ ہو جائیں۔ خبردار دیر نہ ہو۔ بغیر لڑنے بغیر چارہ نہیں۔

حکم کی دیر تھی۔ لشکر بوجھا کر کھڑا ہو گیا۔ سنبھانیک اور دھمشن جھنے بھائی بھی ایسے جوشن سپرستیار کچھ ہوئے آپہنچے۔ جب سادھن لیں ہو گیا۔ گنگ راجہ جدہ شہر (لوہیم سین) انت ہال دسپہر یوم اگر خشک داخل آکر بس ہلاری کا حکم چلا۔ رتہ۔ ہتھیار۔ زور بکتر سب موجود ہو گئے۔ یہ موقع ہاتھوں کے ٹکا ہر جہے کا تھا۔ سب نے آپس میں صلاح کی کہ جس راجہ کے یہاں سدا بھر ہر دھش آئی اس مشکل میں دستگیری ملنا نا اہلیت اور شرافت کے خلاف ہے۔ مگر اب ہماری طاقتیں ظاہر بھی ہو گئی تو اسکا اڑخال نہ جائے گا۔ دشمنوں کی کچھ ڈالھیں کھیل گئی۔ یہ سوچ سمجھ کر وہ راجہ برات کے ساتھ ہوئے اور سب ہی گر سوشراں کو بارود کا۔ روائی شہر کی۔ سوار سے سوار پیدل سے پیدل جٹ گئے۔ تو اسے کھوار بننے لگی۔ قیر پتھر سے گئے۔ دھش دھش کر گئے۔ گشتوں کے پٹے بندھے گئے۔ خان کا ایک دیا بھگیا۔

مخالفت لشکر گھبرا اٹھا۔ سپہ سالاروں کے قدم اٹھنے لگے تو راجہ سوشراں خود سامنے آیا۔ مار ہونے لگی۔ یہاں سے لڑنے لڑنے شام کو ہی۔ سوشراں کی ہر

نے برات نگر کی فوجوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ سرداران لشکر نے جی چھوڑ دیا۔ سوسرماں نے جھپٹ کر راجہ برات کے ہما سار تھی پر تلوار کا ایسا پاناہ صاف کیا کہ سردھڑ سے جدا ہو گیا اور راجہ کو گرفتار کر کے کوس ظفر پر چوٹ دی اور رتہ ٹپچے بھگایا۔ راجہ جد حشر دور تھے۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھ کر جانیوں سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو۔ جاؤ راجہ کو چھڑا دو۔

بھیم سین۔ نکل اور سہیلو تھوڑی سی فوج لئے ہوئے۔ لشکر غنیم میں پل پڑے راجہ برات زندگی سے مایوس تھا۔ تو وغیرہ کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔ بکا کر کہا کہ آفرین شاہاش۔ اب زندگی تمہارے ہاتھ ہے۔ لڑائی ہونے لگی۔ ہتھیار چلنے لگے۔ بھیم سین رتہ سے کود پڑا۔ ایک ہمداری درخت اکھاڑ کر دوڑا کہ اس سے سوسرماں کو کھیل ڈالے مگر راجہ جد حشر نے روکا اور کہا کہ ابھی اپنے کو ظاہر کرنے سے کچھ نتیجہ نہیں۔ سوسرماں فوراً پہچان جائیگا کہ بھیم سین یہی ہے۔ اس لئے تم درخت کو بھینگو اور ہنوش بان سے لڑو۔ گدا سے کچلو۔ بھیم سین نے گدا اٹھایا۔ ہزاروں ہاتھی گھوڑے سوار پیدل سرحد کر ڈالے۔ رتہ توڑ پھوڑ ڈالا۔ راجہ برات کو اپنے رتہ پر بٹھایا۔ اور سوسرماں کے گلے میں کند ڈال کر گرفتار کیا۔ نکل اور سہیلو نے فوج مخالف کے دھڑے اڑے۔

سوسرماں کی ساری سیکڑی گرو بڑ ہو گئی۔ قسمت کو چھینکنے لگا بھیم سین نے کہا راجہ برات کے قدموں پر سر رکھ تب تو مغربے نہیں تو ابھی سر اڑا کے دینا ہوتا ہے۔ سوسرماں نے جان کے خوف سے ہاتھ جوڑ دیئے۔ قدموں پر سر بٹھکایا۔ راجہ جد حشر نے معافی دلوائی۔ بھیم سین نے رہا کر دیا۔ اور کہا کہ

احسان نہ قبول۔ دیکھو دیرودھن کی خیر خواہی نے کیا پھیل دیا۔ اب بھیجا ہو گئے تو گروہوں کا ساتھ دو گئے۔ میں نے تمہاری جان بخشی کی سیدھے گھر چلے جاؤ۔

اوپھیا ۱۲

برات نگر پر دوسری طرف سے دیرودھن کے لشکر جبار کی پیش۔ گھوسیوں کی برات کے ولیعہد سے فریاد

راجہ سوسرماں کی مہائی تقصیرات ہوئی۔ جان بچی۔ لاکھوں پائے۔ وہ بھی سین کا شکر یہ ادا کر کے برات کے قدموں پر سر جھکا کر کان دہائے ہوئے گھر کی طرف بھاگا۔ راجہ برات نے میدان جنگ میں رات کاٹی۔ پانڈوؤں کی طاقتوں سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ کنک (راجہ جد عشر) سے بولا کہ

ماگھہ جی مہاراج۔ آج آپ اور آپ کے ساتھیوں کی بدولت جان بچی۔ کس زبان سے شکر یہ ادا کروں۔ آپ سب کی ہمت و ثناء و صفت میں زبان قاصر ہے میں آپ کے احسانات کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ سارا راج پاٹ۔ ساری دولت و ثروت آپ کی نذر ہے جب کہتے تلک کر دوں۔ فقط اشارے کا منتظر ہوں۔

راجہ جد عشر۔ آپ کی عنایت کافی ہے غریبوں کو راج پاٹ سے کیا کام۔ دولت سلطنت آپ کو مبارک۔ یہاں تین چار جنٹو کافی ہیں۔ اور ایک پرانا کا نام۔ آپ کے اقبال نے دشمنوں کی طرف سے دلجمعی کر دی۔ آپ فتح کے ڈنکے بجائیے۔ راجہ جانی میں سب کا دل سرور ہو گا۔ سواروں کو بھیجیں۔ خوشخبری سنا دیں۔

سوار بکھے گئے۔ برات نگر میں نویتیں بکھنے لگیں۔ ہل شہر نے بدھائی دمی محلات میں ناچ رنگ ہوا۔

سوسرماں جب مہتنا پور سے چلا تھا اسی کے دوسرے روز دیرودھن نے بھی دوسری طرف سے لشکر بڑھایا تھا۔ اسکے ساتھ بڑے بڑے سورہر تھے۔ مثلاً بھیشم پتاما۔ درونا چارج۔ کرا چارج۔ اسو قماں۔ دوشاسن۔ دوسہ ریشیت۔ بکرن۔ چتر سین۔ درمد وغیرہ۔ جب انہوں نے گھوسین کے گاؤں گھیر کر ۶ ہزار گائیوں۔ بچھڑوں پر دست تصرف دراز کیا۔ تو گھوسہ روتے پیٹے برات نگر میں آئے۔ راجہ میدان جنگ میں تھا۔ سوسرماں سے لڑائی چھڑی تھی۔ سب ولیہد سلطنت سے روئے پیٹے۔ سرگزشت سنائی۔ جرات و بہادری کی تعریف کر کے لشکر کشی کی درخواست کی۔

ادھیائے ۱۳

برہملا عرف ارجن کی رتھبانی۔ اتر راج کمار کی کوروؤں کے مقابلہ میں فوج کشی

کھوسوں کی فریاد پر اتر راجکمار نے کان دئے اور گھبراہٹ کیا کہ اس نے کہا
میں جانے کو تیار ہوں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میرا سارنقی اس ہتھیے میں قتل ہو گیا ہے
اگر کوئی لائق سارنقی ملے تو ابھی کوروں کو مار بھگاؤں وہ تیرا اندلی کے کمالات
دکھائیں کہ ارجن بھی دیکھے تو قاتل ہو جائے۔

ارجن یہ بات سن رہا تھا۔ موقع ٹال کر وہاں سے اٹھا۔ اشارے سے دروہدی
کو محل میں لے گیا اور کہا کہ

اترکمار سے کہہ دو کہ برہنلا کو سارنقی بنائے۔ میدان میں جاؤں گا تو کوروں
کی سارسی بانی کچائی نکل جائے گی۔

دروہدی وہاں سے اتر راجکمار کے پاس آئی اور عرض کی کہ
آپ کو لائق سارنقی کی تلاش ہے آپ میرا کہا نہیں برہنلا سے رکتہ تنکوائیں یہ اس کام میں نہیں
اوترا جکمار۔ تم بھی عقل کی گٹھری ہو۔ ہجڑوں زمانوں کو رکتہ ہانکے کا کیا وقوف ہے
دروہدی۔ اس خیال میں نہ رہے جس وقت ارجن نے کھانڈوبن جلایا تھا۔ اس وقت رکتہ
کے گھوڑوں کی باگ برہنلا کے ہاتھ میں تھی۔ یہ ہجڑا نہ ہوتا تو ارجن کے بنائے کچھ نہ بنتی۔
اوتراکمار۔ مجھے تو یقین نہیں آتا مگر خیر بلواؤ۔

برہنلا کی طلبی ہوئی۔ ارجن اپنا زمانہ لباس پہنے ہوئے ظاہر ہوا۔ کمار نے پوچھا :-
اوتراکمار کیا تم ارجن کے سارنقی رہ چکے ہو۔

برہنلا نے اسکے جواب میں بڑے ناز و خروش سے ناک پر انگلی رکھی اور چٹک شٹک
کر جواب دیا :-

بھاری بھاری میں صدقے میں دلیری۔ میرا کام ناپنا گانا ہے۔ میں رکتہ و تھ ہکانا
کیا جانوں۔ مگر سزہ صری بھی جھوٹی نہیں جو دیکھا ہوگا وہی کہتی ہوگی۔ یہ کہہ کر اس طرح چنگنا
شکنا شروع کیا کہ سالارنوس لوٹ پوٹ گیا۔ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔
اوتراکمار مسخرہن نہ کر۔ چل میرے ساتھ۔ دیکھوں رکتہ ہانکے کی کتنی مشق ہے۔

ارجن نے ہاتھ اٹھا کر زہ اٹھائی۔ اور بڑے انداز سے پہنٹی۔ کہاں چولی اور کہاں اور صنی
اور کہاں چوٹی لنگھی۔ کہاں زہ بکتر اور کہاں فوجی لباس۔ سب زیناں۔ راجکماریاں۔ مسکنہ نیاں
تھپتھپے لگاتیں اور کھٹکے مارتی تھیں کہ واہ برہنلا آج تو خوب ہی نہیں۔ جب ارجن نے سارے

ہشتیا راج لے۔ یہ جو کام کہہ کر سوا گیا۔ اور گھوڑے اڑائے جس نے ایسے عطاۃ کا جو ان
کبھی نہ دیکھا تھا، لکھو یہی شک ہو کہ مولا ہی ارجن چلے آئے وقت برہمنوں نے اس پر ہاتھ
دیا۔ راج کینیاؤں نے خوشی کے گانے گائے کوئی بولی۔ بات تب ہے بصیرت ہمارے کے تیر چکر
بار سے لئے لیئے آنا۔ کسی نے کہا صدنا ہمارے کے راجو عباس کی خدمت میں ہوں۔ سے بہت
دیکھو راجکار تیرے شیر میں جس طرح کھانا دین جلائے کیلئے ارجن کا ساتھ دیا تھا۔ اس
طرح اس وقت بھی ساتھ دے کر گھر آؤں کر پکڑاؤں

ارجن۔ سب اہمیانان گھوڑے کچنا ہمارے پر بٹلا سب سے بڑوں کے کان کاٹتے ہیں
کسی کر دیکھ کی ناک رہ جاتے تب کہتا ہے میں گئی۔ کہتے ہی گھوڑوں کو چھو کا مالا ہوا
بھی گردن پاسکی

اویہا تے ۱۴

اور تکرار کو لے کر ارجن کی میدان جنگ میں روانگی۔ راجکار
کی بڑولی۔ ارجن کی طرف سے حوصلہ افزائی۔ گھوڑوں میں ارجن کی
نسبت بات چیت

ارجن نے اس تیرسی سے راجکار کو تکرار کے ہاتھ پاؤں مسکتے گئے
جس وقت کہ وہوں کا لشکر جو نظر آیا۔ بن تھر تھر اٹھا۔ بصیرت ہمارے کے نام سے بولی
بولی کا سپ گئی۔ صدنا ہمارے کو دیکھ کر خون خشک ہو گیا۔ مارے کے چوہا کالہ بھر گئے
۱۵۔ ارجن سے ہر لکھ

رہو ہاتھ میں لڑنے سے باز آنا۔ جس کو جان بھادہ ہو وہ بصیرت ہمارے کے
ساتھ جاتے ہو گھر سے تھوڑے ہو وہ صدنا ہمارے کا ساتھ کرے۔ سو تھاں سے لڑ بھائی
میں طاقت کہیں۔ سب لوگ تو جیسے پھوکی طن سس کے لکے دیکھے ہاں مولا ہی کھینکے ہوں
برہمچاری۔ بھڑکی کا راجا جیسا نہ ہو کہ۔ راج ۱۶ نے کیا کہیں گے۔ لڑائی سے ہی چلتے
شیر نہیں آتی۔ جب یہاں ہی وہاں عطاوارا جہاں کے گھر کیوں جنم لیا۔ ایسے کل
کھنکی کا رہنا ہی بہتر ہے

اوترا جھکار کا کلیجہ دھڑک رہا تھا۔ جان نکلی ہوئی تھی۔ وہ گھبرا کر رکتے سے کوڑو پڑا اور جی چھوڑ کر بھاگنے لگا۔ ارجن نے کہتا ہوا جھپٹا کر چلے کہاں۔ پھر لڑائے جان نہ چھوڑوں گا +

اوترا جھکار۔ برہنلا میری عمر پر ترس کھا ایشور کے لئے موت کے منہ میں نہ جھونک باقی گھوڑے نالکی پالکی سب لے لے۔ میں نے تجھے سارا خزانہ بخش دیا۔ مجھے جان بچا دے +

برہنلا۔ بھلا چاہتا ہے تو صند نہ کر نہیں تو بچتا کیگا۔ میں یہاں سے ہٹے نہ دوں گا +

اوترا جھکار۔ برہنلا معاف کر۔ مجھ میں دم نہیں میں لڑ نہیں سکتا +

ارجن نے راجھار کی آہ واویلا کچھ نہ سنی زبردستی پکڑ کر رکتے پر سوڑ کیا اور رکتے میں جکڑ لیا +

خبردار کسمسا نا نہیں چپکے بیٹھے ہوئے گھوڑوں کی باگ تھامے رہو میں ابھی تھکا دیکھتے سارے کوروں کو خاک پر سلائے دیتا ہوں۔ ایک گھوڑے کو بھی کوئی لے جاسکے تو میرا دم +

اوترا جھکار کو کسی قدر ڈھارس ہوئی اور اسے گھوڑوں کی لگام تھامنا منظور کی ارجن وہاں سے اُس درخت کی طرف لپکا۔ جس پر ہارٹ نگر میں آتے وقت ہتھیار چھپا دئے تھے +

رکتے ہوا سے باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ بھیشم اور درونا چارج ہوئے کہ کورو ہوشیار معلوم ہوتا ہے کہ راجھکار کو لے کر ارجن آگیا۔ اسی طرح بے کھٹکے بڑھتے چلے آنا پانڈوؤں میں ہی ارجن کے کام ہیں آریوں غیروں کے دل گروہ کہاں +

درونا چارج۔ بھیشم جی ذرا آسمان کا رنگ تو دیکھئے۔ ہوا کہتی ہے کہ آج اچھی طرح ہی چل کے دم لوں گی۔ آثار اچھے نہیں۔ شگون خراب خراب ہو رہے ہیں۔ سرور ان لشکر کہاں ہیں۔ سب کو حکم دیجئے کہ گالیوں کو حلقے میں لے کر ہتھیاروں سے لیس ہو جائیں۔ ضرور ارجن ہی آ رہا ہے۔ اس سے بہت ہی سخت مقابلہ ہوگا۔ ارجن اب وہ ارجن نہیں۔ اندر نے تعلیم دے کر اس کو فنون جنگ سکھا دئے ہیں۔ جو دیوتاؤں کو بھی معلوم نہیں۔ ہمارا آپ کا کیا ذکر۔ جس وقت وہ دانت کھٹکھٹا کر دھاوا کرے گا۔ میں تو جانتا ہوں۔ کہ شاید ہی کوئی سامنے ٹھیرے۔ مہادیو جی سے لڑ کر ان کو خوش کر دینا ارجن کے سوائے کس کا کام تھا +

بساط نہیں۔ اصل میں یہ برہما جی کا وحش ہے۔ ہزار برس ان کے پاس رہا۔ ۵۰۳
 برس پر چاہت نے قبضے میں رکھا۔ اند ۸۵ برس تک قابض رہے۔ ۵۰۰ برس چند سان
 جی اور ۱۰۰ برس برن جی۔ اب ۶۵ برس تک کیلئے ارجن کی قسمت میں ہے۔
 راجکمار جس پر ہاتھیوں کی سنہری تصویریں ہیں وہ وحش کس کا ہے؟
 ارجن۔ بھیم سین کا اس شیر نے اسی وحش سے پورے راجاؤں کو زیر کیا تھا۔
 راجکمار۔ اور شیر وحش جس پر اندگوپکے نام کے کپڑے کا غلاف چڑھا ہوا ہے؟
 ارجن۔ ہمارا جد حشر کا۔

راجکمار۔ چوتھا وحش کس کا ہے جس پر سورج کوچ زرہ بکتر اپنے ہوئے نظر آئے ہیں؟
 ارجن۔ نکل کا۔

راجکمار۔ باقی پانچوں بھی بہت نفیس ہے جانوروں کی کیسی خوبصورت تصویریں
 بنی ہوئی ہیں؟

ارجن۔ یہ سہدیو کے ہاتھ کا زیو ہے۔

راجکمار۔ اور یہ ہزار ہاتھوں والا ترکش؟

ارجن۔ ارجن کا اسے لکٹے کہتے ہیں اس میں یہ وصف ہے کہ چاہے جتنے تیر سر کرو
 کبھی خالی نہ ہو۔

راجکمار۔ جس ترکش میں موٹے موٹے تیر ہیں اسکو کس کے نام سے فخر ہے؟

ارجن۔ بھیم سین سے۔

راجکمار۔ سنہری سنہری شیر و ہان تیروں کا ترکش کس کی ملکیت ہے؟

ارجن۔ نکل کی۔

راجکمار۔ جس میں سورج کی تصویر ہے اس ترکش کو کس کا سمجھیں؟

ارجن۔ سہدیو کا۔

اسکے بعد ارجن نے تواریں صاف کیں اور کہا کہ مینڈک کے منہ والی تولیہ تو
 ہمارا جد حشر کی ہے۔ جس کے پھل پر مینڈک کی تصویریں ہیں اسے ارجن چمکا تا ہے
 شیر کی تصویر والی شمشیر بھیم سین کی ہے جس پر بکے کے چرے کا میاں، پنگل کی مکر کوہنیت
 دیتی تھی۔ یہ جو گڑا ٹیل بھائی بھرم طلائی گدا پیش نظر ہے اسی سے بھیم سین نے رچھوں

اور گندھریوں کی ہڈیاں چور کی پتھیں کبھی دوسرے کی مجال تھی کہ ذرا جنبش بھی دے سکے اٹھانا تو درکنار ۔

اویسائے ۱۶

ارجن کی میدان جنگ میں روانگی ۔ درونا چارج کے اندیشے

اور تکرار تمام استر شستر ویکھ کر سخت متحیر ہوا اور بولا کہ

معلوم بیچارے پانڈو جوئے میں راج پاٹ ہا کر کہاں چلے گئے ایسے شہزادوں پر یہ آفت ۔ افسوس ۔ آہ ۔ مہاراجی درودھی اے جانے کہاں گل سڑ گئی ۔ عرصے سے کچھ پتہ نشان نہیں ۔

برہنہلا ۔ تم کو دن میں لئے جانا ہوں تمہارا دل اچھا ہو رہا ہے بسنوں میں بتاؤں کہ پانڈو کہاں رہتے ہیں ۔

جن کو تمہارے یہاں کنک کے نام سے شہرت ہے وہی مہاراجہ جد عشترو ہیں تو

بھیم سین ۔ افسر اعظمی نکل ۔ گوپال سہادیو ہیں ارجن ہوں اور سرنہ صری درودھی ۔

اور تکرار قدموں پر گر پڑا اور ہاتھ جوڑ کر بولا ۔ معاف کیجئے گا مجھ سے بڑی غلطیاں

ہوئیں ذرا یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کن کن ناموں سے مشہور زمانہ ہیں ۔

ارجن ۔ ارجن کے علاوہ ۹ خطاب ہوتے ہیں ۔

چھالکن ۔ کرہی ۔ سویت باہن ۔ بے ہتھوئے ۔ کرشن ۔ جیشو ۔ سبھی ۔ ساچی ۔ وضعی ۔

راجکمار ۔ میری خطائیں معاف ہوں ۔ آپ کا نام سنتے ہی میرا دل شیر ہو گیا ۔ سارا خوف

جاتا رہا ۔ اگر آپ کا نام لے لوں تو دشمنوں پر فتح پانا کچھ مشکل نہیں ۔ پھر جب آپ ساتھ

ہوں تو میرے بھوم جے نام کی عزت کیوں نہ بڑھیں گی ۔ آپ تو آپ ہیں ۔ آپ کے

صاحبزادوں کے زور و طاقت کا وہ شہرہ ہے کہ بڑے بڑے شیر دلوں کے

چھلکے چھوٹے ہیں ۔ ابھمن ۔ ساطا تو رراج کمار آج چھتری قوم میں کون ہوگا ۔ سی کرشن

جی کے بھائی تھے اور آپ کے فرزند ارجن کے جب اوصاف سنے جاتے ہیں ۔

انسان دنگ رہ جاتا ہے مگر مجھے حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہے کہ آپ ایسا

کمال کو جیتنے والا شوہر بھرا کیسے ہو گیا آپ تو کروڑوں کے ایک سرد ہیں ۔

ارجن۔ راجکمار بھوم ہے۔ میں ہیچ ایا زمانہ نہیں صرف اپنے بڑے بھائی مہاراجہ جد ہشتہ کی خاطر سے ایک برس کیلئے اس بھیس میں آچکے یہاں رہا بڑا شکریہ سال گزر گیا۔ اور اب میں پھر وہی ارجن ہوں۔ جو پہلے تقامیرے ہیچ ایا بننے کی میناؤ گزر گئی اب مجھے رنؤ اس میں جانے کی قسم ہے جس دن ہم سب ظاہر ہو گئے بس نہ کوئی کنگ ہے نہ برہنلا۔ نہ لوہے نہ تانت پال۔ نہ گرنٹھک نہ سرندھری۔ سب کے سب جد ہشتہ۔ بھیم سین۔ ارجن۔ نکل اور سہدیو اور درویدی ہو جائینگے ۴

راجکمار ہم لوگوں کے زہے نصیب۔ کہ آپ کے درشن حاصل ہوئے ہم لوگ سب آپ کی پناہ میں ہیں۔ اس رتھ کے گھوڑوں کو ملاحظہ کیجئے۔ چاروں سری کرشن جی کے شیبہ۔ میگھ۔ پشپ۔ سگریو اور ملاہک کی جوڑ کے ہیں آپ اس پر خوشی سے سوار ہو جئے اور دشمنوں کو دکھائیے کہ سرکشی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے ۴

ارجن نے گھوڑے بہت پسند کئے اور زمانہ زیور اُتار کر ایک سفید رنگ کی چہت تنگ پوشاک پہن کر ہتھیار بدن پر سج لئے اور زہ بکتر سے وہ بانگی صورت بنائی جسکو دیکھ کر شیروں کا کلیجہ بھی تھر تھرا جائے اس کے بعد اس نے اپنا علم لشکر رتھ میں باندھ دیا۔ جسکو سری کرشن ہنومان جی نے جلوہ افروز می سے خاص فخر مندی کی برکت بخشی۔ ارجن رتھ پر سوار ہوا۔ منتر پڑھنے شروع کئے۔ دفعۃً تمام استرو شستر کے دیوتا نمودار ہو گئے اور کہا ۴

آپ میدان جنگ میں جلیں ہم لوگ سب ہاتھ بٹانے کو تیار ہیں ۴ ارجن نے سب کو ڈنڈوت کی اور اپنے دھنن کو چڑھایا تو ٹنکار کی آواز سے زمین و آسمان گونج گئے ۴

اور راجکمار ابھی سچے ہی تھا بھیشم پتاما۔ درونا چارج۔ اسو تقاماں۔ کوہاچ دریودھن اور اسکے بھائیوں کو دیکھ کر وہ سمجھتا تھا کہ کہیں الٹی نہ پڑے۔ اکیلا چنا کیسے بھاڑ پھوڑیگا اس وجہ میں ارجن سے بولا۔ اس طرف تو منہ ہا شور بہرہ سردار لشکر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک آپ ہیں آپ کے بھائیوں میں سے بھی کوئی کمک پر نہیں پھراؤ اتنی کا فیصلہ کیونکر ہوگا ۴

ارجن۔ آپ بے فکر رہیں۔ بیٹھے بیٹھے سیر کیجیں مجھے کبھی کمک درکار نہیں

سرمجی کرشن چندرجی میری ملک پر ہیں انہیں کی مدد سے کھانڈوبن جلا کر سپاہ کو ڈالا
لغات کوچ میں راجپس مارے۔ درویدی کو سو تیر میں جیتا۔ یہاں بھی دیکھ لینا۔ سب
کو ٹیڈیوں کی طرح پیٹ کے رکھ دوں گے۔

چلو اتر کی طرف گھوڑے بڑھاؤ۔ فوراً ویریں فیصلہ ہو جاتا ہے۔
یہ کہہ کر ارجن نے دیوت سنگھ بجا یا۔ تو زمین و آسمان کانپ اٹھے۔ اتر کمار کے
ہوش اٹھ گئے۔ گھوڑے سر کے بل گر پڑے۔ ارجن نے اتر کمار کو ہوشیار کیا۔ دھارم
دسی اور پندر سنگھ بجا یا تو درونا چارج کو روں کے لشکر میں پکارا۔

بہادر و ہرشیار۔ ارجن آگیا۔ ارجن کے سولے کسی دوسرے کو ایسا سنگھ میسر نہیں
دیکھو گدھ منڈلار ہے ہس گیدڑوں کی منخس آواز کان میں آ رہی ہے۔ شگون اچھے نہیں
ورپو دھن۔ اب کہاں وہ نہ معلوم کہاں مر گیا۔ آپ بھی لوگوں کا مفت دل ادھما
کرتے ہیں۔ ابھی تیرہواں سال ختم نہیں ہوا۔ پانڈو کیا ظاہر ہو کر بیٹھے بھٹا کے جان
آفت میں پھنسا بیٹھے۔

درونا چارج۔ آپ کو یہ مغالطہ ہے اور یہاں شور پیروں کے جی جھوٹے ہوئے ہیں۔
کرن۔ اگر ارجن ہی ہے تو سامنے آنے دیجئے۔ دیکھئے گا کیسی بودی مارا رہا ہوں اگر
سرنہ اڑایا تو کچھ کام نہ کیا۔

بڑھاپے کی شرم رکھنے سفید بالوں کی طرف دیکھئے آپ شور میر ہو کر بہادروں کے جی
چھڑاتے ہیں۔ پھر بھر بہادری کا جھنڈا لگاڑا اب ایسے سٹھے پٹے لوگوں سے آپ جی چلتے ہیں۔

ادھیانے ۱۷

گیدڑوں کے لشکر میں آپس میں گھنٹ

کرن درونا چارج پر آوازے کسے بزدلی کا لہجہ دیا تو کربا چارج سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا
کرن فتنہ بھوانی میر اندھا بہرہا ہے اسکو نیکے بد کی کیا تیز۔ درونا چارج جی شاستروں کے
عالم بستا روا کی گردش سے آگاہ۔ شگون بدیا سے واقف۔ فنون جنگ میں یکتائے زمانہ۔ انہیں
کل کا چھوڑ کر آئی لمبی سنائے لڑائی۔ غالب جی کا گھوڑا درمنہ کا دارا نہیں اکے لئے شگون دیکھنے کی سب

مقدم ضرورت ہے کرن کے غور کا ٹھکانا نہیں جس ارجن نے اکیلے دم سے گندھروں کو مار کر
 کورؤوں کی جان بچائی تہا سہری کرشن جی کی بہن سوہدرا کو لے آیا۔ اکیلے ہی مہادیو جی سے
 لڑائی کی۔ اکیلے ہی سرگ میں پہنچا ششستر و دیسکھی۔ اکیلے ہی لڑائی کوچ اور کال کے راکشسوں
 کے دشمن ٹھگست کئے۔ ارجن کے کام میں ٹوٹنا چکا اب کرن بتائے کہ اس نے اکیلے ٹوٹنا کام کیا
 اتنے کورؤوں کسی میں ارجن کے سامنے ٹھہرنے کی جرأت نہیں ارجن سے مقابلہ کرنا بھاری پتھر
 گلے میں باندھ کر سمندر کے پار تیر جانے کی فتنولی ہیکڑی ہانکنا ہے ارجن تیرہ بیس تک
 سستا تار پائے اسکے حوصلوں کا کیا پوچھنا وہ سب کو اکیلا نہ ہر اسے تب بات ۲

اسو تھا مال۔ ہے کرن۔ بہت ڈینگ اچھی نہیں ہوتی۔ زعم سے آدمی خود ہی سر کے
 بل کرتا ہے۔ ارجن سے مقابلے کی ہمت واجب نہیں۔ پتاجی نے تمہیں سب اونچے نیچے
 سمجھا دی مگر تہا رمی عقل چرنے گئی ہے۔ جلتی ہوئی آگ میں کوٹنا اپنی بیڑیوں کو اسیدھن
 بنانا ہے اتنی عمر آتی۔ جھلا کھوٹو ارجن دھیم سین۔ نکلی۔ سوہدیو سے تم کس بات میں سر
 ہوئے۔ بڑے مرد تھے تو روہدی کو سوکھری لڑائی میں کیوں نہ جیت لیا۔ جوئے میں
 بھی راجہ جد حشر کبھی نہ ہارتا۔ مگر تم سب نے بل کر کئی ڈال کر ٹوٹا۔ اگر وہ دھرم کا
 نہ کرتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ روہدی پر سرور دیا جو بدعتیں ہوئیں وہ اوپر اور نہ جاتیں
 ایک روز خیارہ کھینچا پڑے گا۔ بدرجی کے سمجھانے پر تم نے کان نہ دئے۔

الٹی گردن ناچی۔ اس کا مزہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ راجہ دھرتراشت کی
 طاقت پر نہ پھولیں۔ ہاندوؤں کو کم نہ سمجھیں۔ ہمارے پتاجی کو بھی اپنے معجزات
 شاگردوں کا خیال ہے ان کی لیاقتوں کا کیا کہنا۔ کبھی کورؤوں کے ادھرم کا
 جواب نہ دیا۔ دھرم ہی پر قائم رہے۔ تیرا معوضا مال ہوں۔ ادھرم کی
 طرف دارمی کبھی نہ کروں گا۔ اس موقع پر بھی دوشا سن ہی سے کہو کہ تلوار
 اٹھاؤ۔ جملہ دفریب کا جو ارجن طرح کھیندا تھا۔ اسی طرح گاندیو دھن کی بھی
 مار دیکھے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں لڑائی سے بھاگتا یا میدان جنگ
 سے جی چراتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ راجہ برات خم ٹھونکے تو ضرور لڑوں
 ہاں ارجن کے مقابلے میں ہتھیار نہ اٹھاؤں گا ۳

ادھیسا کے ۱۸

بھیشم پتاما کی رائے سے لڑائی کا انتظام - ترتیب لشکر
دریودھن کی واپسی

بھیشم پتاما سب باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا
درونا چارج جی کا فرمانا بہت درست ہے۔ ضرور موقع مصلحت شگون و عت
دیکھ کر لڑائی کے سے جان جو کھوں کا کام کرنا چاہئے۔ کرن کی بھی غلطی نہیں۔ اس کا
جوش بھی بجا ہے۔ چھتریوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ایسے جو افراد می کے خیال موزوں
ہیں۔ درونا چارج عالم و فاضل نہیں۔ برہم تپ اور برہما ستر دونوں کے لحاظ ان کا
نظیر نہیں مل سکتا۔ درون جی اور کرپا چاریہ ہمارے ہستنا پور کے آفتاب
و ماہتاب ہیں۔ پر سرام جی کے سوائے کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔ مگر جو بوقت ارجن
ڈٹ کر کھڑا ہو جائیگا۔ مجھے یقین نہیں کہ کامیابی ہو۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے
کرپا چارج جی اور اسوتھماں معرکہ آرائی کریں۔ پھر جیسا ہوگا۔ دیکھ لیا جائیگا۔

دریودھن نے کرن کی طرف سے معافی مانگی۔ اور درونا چارج جی کے قدموں
پر سر ڈال دیا۔ درونا چارج جی بولے۔ بھیشم پتاما بہت واجبی کہتے ہیں۔ ان کی بات
ذہن نشین کر کے یہ تدبیر کرنا چاہئے کہ ارجن پر دریودھن کی طاقتوں کا رعب غالب
ہے۔ میری رائے میں بن باس اور پوشیدگی کا زمانہ گزر چکا۔ بغیر اس کے ارجن
کبھی شمشیر بہنہ نہیں بن سکتا۔

بھیشم پتاما ضرور معیاد گزر گئی۔ شک نہیں۔ کلا کانشٹ مہد برت کے حساب
اور کال چکر کے اصول آج میری دانست میں پندرہ برس پانچ مہینے اور بارہ دن
گزر گئے وہ اپنا قول پورا کر چکے۔ پانڈو دھرم کی مجسم تصویر ہیں۔ ان سے دھرم کے
خلاف کوئی بات ظہور میں نہیں آ سکتی۔ جھوٹ بولیں۔ ناممکن ہے۔

مگر یہاں یہ ہے وہاں وہ اپنے دعوے سے کبھی دست بردار نہ ہونگے اور زور بازو
سے خلعت حاصل کئے بغیر باز نہ رہیں گے۔ آج ہی دو ٹوک فیصلہ ہے کیوں دریودھن

کیا کہنے ہو راج باننا منظور ہے یا ملتا ہے۔
 دریودھن میں تو کبھی راج کے حصے بخرے نہ کروں گا چاہے جو کچھ ہو۔
 بھیشم پتاما۔ اگر یہی شئی ہے تو اچھا ہے فوج لے کر گھر کو جاؤ پھر ہم سب ملٹ لینگے۔
 دریودھن فوج اور گھوڑیں لیکر ہستنا پور کی طرف پھریاں بھیشم پتاما جی نے لشکر
 ترتیب دیا۔ دائیں طرف کرپا چارج منتظم افواج مقرر ہوئے۔ سب آگے کرن بیچ میں
 اسو تقا مال بھیشم پتاما جی نے خود عقب کے لشکر کی سپہ سالاری قبول کی۔

اویسے ۱۹

ارجن کی معرکہ آرائی۔ دریودھن پر حملہ۔ بھیشم پتاما وغیرہ کی یوش
 کشت خون۔ کرن کی شکست۔ ارجن کی فتح

جہاں ترتیب فوج قریب الختم تھی کہ ارجن رتھ اڑاتا ہوا سر پر چاہنچا۔ سنکھ کی آواز
 اور دھماکی چمک دیکر بھیشم پتاما اچھی طرح پہچان گئے کہ ارجن ہی ہے درونا چارج جی سے بولے
 ارجن کی دھماکا پہچان لو ہومان جی گرجتے ہوئے سامنے چلے آ رہے ہیں یہ دیکھو میرے قدموں
 پر تیرا گرا اور دو سٹناتے ہوئے پاس نکل گئے۔ اس سے میں مراد سمجھ گیا ارجن نے ان
 اشاروں کے میرے قدم چھوئے اور خیر و مافیت پوچھی۔ آہا ارجن کی شکل و صورت کیسی مہنی
 نظر آ رہی ہے۔ رتھ کی خوبصورتی اور دھماکی نفاست کا کیا کہنا۔ ارجن کو دیکھ کر طبیعت
 خوش ہو گئی سعادت مند می سے بھی دل پھر دک اٹھا۔

ارجن مجھ نمکے اترکار سے بولا کہ کورؤوں کے تمام شور پیر میرے تیروں کی زد پر
 ہیں دریودھن نہیں دکھائی دیتا۔ شاید دم دبا کر بھاگ گیا۔ مجھے اُسی سے مطلب ہے رتھ کی
 باگ و کن کی طرف موڑو۔ کائیں چھڑالوں دریودھن کو مار لوں تب ادھر تیر برباؤں رتھ تیزی
 سے دکن کی طرف چلا کر پا چارج ارجن کی عرض سمجھ گئے سب بولے کہ

ارجن کو یا اندر جیت سکتے ہیں یا سری کرشن جی درونا چارج جی بھی اسو تقا مال کے
 بغیر اسکے سامنے نہیں ٹھیر سکتے۔ دریودھن کی خیریت نہیں ارجن دانت کٹکٹاتا ہوا
 جا رہا ہے جبکہ جوش رفاقت ہو جلد می پہنچے۔

یہ کہہ کر گیا چارج خود اپنے اور لکا کر گیا +

لو میں آگیا +

ارجن نے سنگھ بھایا اور دونوں طرف سے تیروں کی مار شروع ہوئی۔ ارجن کے سنگھ کی آواز اور رتھ کی کھڑکھڑاہٹ سے دیرلودھن کے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ اور ساری گائیں ڈھم اٹھا اٹھا کر براٹنگ کی طرف بھاگیں۔ اب ارجن کا دیرلودھن سے کروڑوں دھن کی طرف جھپٹا۔ بجیشیم پتار نے دیکھا تو عقب سے دوڑ پڑے۔ اور جتر سین۔ سنگرام جت بجیشیم بے زومی مہارنجی واسپ سالار اعظم مقابلے کو جٹ گئے۔ ارجن نے سب کو خاک پر سٹا دیا۔ اور جو فروج مقابل ہوئی۔ سامنے نہ ٹھہر سکی۔ کرن نے لشکر کی گھبراہٹ دیکھی تو تیروں کی بوجھا کر تپتا آپہنچا۔ نقیب کڑ کا سنا بے ستے۔ فوجی باجوں کی آواز سے کان دے بات نہ سنا سکتی دیتی تھی۔ دونوں شیریشہ شجاعت خوب رہے۔ ارجن کیلا تھا۔ اور کرن۔ بجیشیم پتار اور درونا چارج کی یورش۔ ارجن نے بجیشیم پتار اور درونا چارج پر ایسی تیروں کی بوجھا کر کی کہ سر سے پاؤں تک دھبہ گئے۔ کرن نے ارجن کے سارے تھیں اور گھوڑوں کو زخمی کیا ارجن نے کرن کے جسم میں سینکڑوں تیر چوست کر دیے۔ سارے بدن چھلنی کودیا۔ لڑنے کی تپ رہی۔ اس طرح میدان سے بھاگا۔ جیسے کسی مست آدمی کی ہانسی کی ٹکر سے مر رہا تھی +

۲۰۔ اوجھیا

دیرلودھن کی ارجن پر یورش۔ میدان جنگ کے سب دیرلودھن

کی بمالوں پر جلوہ افروزی

کرن کے بھاگنے پر ارجن نے پھر دیرلودھن کی طرف رخ کیا۔ دیرلودھن۔ بجیشیم پتار اور درونا چارج، کرپا چارج۔ اسو تھاں وغیرہ سب ارجن پر جھپٹے۔ ہر طرف سے زخم ہو گیا۔ ارجن نے تیروں کی بوجھا کر تمام سپاہیوں کو زخمی۔ زخمی تیروں کو چھلنی کر دیا۔ سارے گھوڑے ہاتھی چور ہو گئے۔ سارے مخالف لشکر اپنی پریشش میں گم ہو گئے۔ یہ جو کھما لڑ رہا تھا اور نہ پورا آنچ نہ آتے باقی تھی۔ جب کوروں کی فوج کے پاؤں اکٹرو گئے اور درونا چارج اسو تھاں وغیرہ سب کو پھیر کر لائے اور کہا

ایک ارجن کے سامنے یوں بھاگتا بڑے شرم کی بات ہے مچھوں کی شرم کیا یہی کہتی ہے کہ پیٹھ دکھا جائے فوج کو بڑھاوا دیکر سب نے ارجن پر دھاوا کیا۔ اس موقع پر تمام آکاشیں ہانوں سے چھا گیا۔ سارے دیوتا لڑائی کا نظارہ دیکھنے لگے۔ بچوں بیچ میں راجہ اندرم نامی گرامی دیوتاؤں کے ساتھ اپنے رتن جیت بھان پر سوار تھے۔ گندھرب راجھس ناگ۔ پتر رشی۔ راجہ یسھو منا۔ بلاکش۔ پرتروں۔ اشک۔ رشی۔ حجات۔ سنک گے۔ منو پرور گھو۔ بھالو۔ کر ساسو۔ سگر۔ نل وغیرہ راج رشی۔ شیو۔ چندرمان۔ برن۔ پر جاتا دھاتا۔ بدھاتا۔ کبیر۔ جم۔ پر ملب۔ اوگر سین۔ تو بن اور اور سر مدھ ہارشی ہانوں پر رتوں افروز تھے خوشبو سے سارا میدان جنگ بس گیا۔ ہر چیز ہکے لگی ۶

ادھیائے ۲۱

کرپا چارج و درونا چارج کے مقابلے میں ارجن کی فتح بابی

جس وقت دیوتا ہانوں پر چڑھ کر سیر دیکھنے کو آکاش پر جمع ہوئے ارجن نے رتہ کرپا چارج کی طرف بڑھایا۔ گاندیو دھنش سے تیر برسنے لگے سنکھ کی آواز سے شیردلوں کا پتہ پھٹ گیا۔ اب کوروؤں کی فوج زمین پر بیچھے لگی۔ کرپا چارج بھی اپنا سنکھ بجاتے ہوئے جھپٹے خوب وولہ طرف سے چوٹیں چلیں۔ ذرا ہی دیر میں لاشوں کے انبار لگ گئے ۶ ارجن نے چار تیر ایسے تاک کر مارے کہ کرپا چارج کا رتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ چاروں گھوڑے پھڑک کر وہیں ڈھیر ہو گئے کرپا چارج اس طرح زمین پر گرے جیسے کیلے کا کٹا ہوا درخت وہ گر کر سکتے اٹھتے اور دوسرے رتھ پر سوار ہو کر تیر اندازی کا کمال دکھانا شروع کیا۔ ارجن نے شکنتی بان تک کاٹ ڈالا۔ اور تیروں کا ذکر کیا۔ دوسرے رتھ گھوڑے اور سار رتھی بھی ارجن کے تیروں نے چٹنی کر ڈالے۔ رتھ بھی چور چور ہو گیا۔ کرپا چارج میں لڑائی کا دم نہ رہا۔ سنہری بیدی کا جھنڈا جھٹک گیا۔ اور اب ارجن نے درونا چارج کی طرف تیروں کا رخ کیا۔ یہ لال گھوڑوں کے رتھ پر سوار تھے۔ ارجن نے دور سے دندوت کی اور بلند آواز سے کہا ۶

مہاراج آپ ہمارے گرو ہیں آپ کی تعظیم ہر لمحہ واجب ہے آپ کو یہی مناسب ہے کہ غصہ نہ

کریں میں اپنے دشمنوں کی آنکھیں کھولنے آیا ہوں آپ سے لڑائی نہیں۔

درونا چارج جی نے تفریر سنی مگر بان مارتے ہے میں وار ارجن نے خالی دئے پھر تیر کاٹھا شروع کئے استاد شاگرد کی لڑائی تھی بمعہ سخت تھا دو طرف سے موت کو چھیننے والے تیروں کا وار تھا۔ ارجن گرد کے تیروں کو کاٹنے ہی میں معروف تھا انکی ذات خاص پر حملہ نہ تھا ہاں مخالف فوج کھیرے و لکڑی کی طرح کٹ رہی تھی۔ بڑی دیر تک باز آگشت خون گرم رہا۔ کوروں کے ہزار ہا پیادہ سوار زمین پر سو رہے تھے۔ ہزاروں کا دم ہونٹوں پر تھا۔ درونا چارج نے لاکھ جوہر کمال دکھائے مگر ارجن کے تیروں نے فوجی جھنڈا اگرایا۔ آچار یہ جی زخمی ہو کر خیمے میں جا لیٹے تکان سے بٹنے کی طاقت نہ رہی گھوڑوں کو گرگ اہل نے لقمہ بنایا۔ آچار یہ جی پالا ہار گئے مگر زبان ارجن کی تعریف میں شکر فشاں تھی۔ دیوتاؤں کی زبان سے واہ واہ کی آواز آنے لگی۔ اندر فتح مند سی گہمت خوش ہو ارجن نے فتح کا ڈنکا بجایا۔ سب جوش شجاعت دیکھ کر حیران ہوئے

ادھیسا ۲۲

اسوتھاماں کی جنگ کرن کی کمک۔ دو تلو کی ارجن شکست

درونا چارج جی کے بھاگنے پر ان کے بیٹے اسوتھاماں کو سخت غصہ آیا۔ وہ تار کھا کر اٹھا۔ ارجن کو لٹکارا مگر واہ رے ارجن پانی کی موسلا دھار مات کر دئی اسوتھاماں کو تیروں میں چھپا دیا اسوتھاماں بھی دلا چنا نہ تھا اس نے اور اسکے ہمراہیوں نے بھی آکاش پر تیروں کا جال بنا دیا اسوقت کی لڑائی سبھنے ویسی تھی جس طرح پراسر اور اندر کی۔ اسوتھاماں کو طیش آیا تو ایسا تیر مارا کہ ارجن کا وحش بیکار ہو گیا۔ ارجن نے فوراً ہی کانڈیو دھنش کے چلے سے کام لیا اور ایسے تیر مار کر کہ اسوتھاماں بوکھلا گیا۔ ارجن چاہتا تو ایک دو تاروں میں کام تمام کر دیتا۔ مگر نہیں گرد کے لحاظ اور گرد کے بیٹے کی مروت نے ہاتھ روک لیا۔ اسوتھاماں کی گھبراہٹ دیکھ کر ان لپکا ارجن نے دیکار بتائی کہ او بھگورے پھر منہ دکھانے آہنچا۔ ابھی جان چھوڑ چکا ہوں۔ اب پھر شامتیں گھیر لائیں تو نے بڑے بڑے ظلم کئے ہیں درو پدمی کے ساتھ جو بدسلوکیاں کیں جو فریب کا جوا کھیلا جو محارازمی کے صدمات دئے کبھی بھولنے والے نہیں کس کس بدسلوکی اور کس کس جبر و ظلم کا ذکر کیا جائے تو بڑی شیخی بگھارتا ہے کھڑا رہا ابھی ہیکرو می گرد بڑو کئے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر ارجن نے دانت پیسکر تیر مارا تو کرن کا دھنش دو ٹکڑے ہو کر نئے دوسرا
دھنش اٹھایا۔ اور اس پھرتی سے تیر مارا کہ ارجن نشانہ نہ بن سکا تیر مٹھی پر بیٹھا ارجن نے
بھی فوراً ہی وار کیا تیر چلا کرن کی کوچ توڑتا ہوا بدن میں چوست ہو گیا۔ کوروا ارجن پر ٹوٹ
پڑے مگر ایک پیش کشی کرن کی رات کے گھوڑے مر گئے سار مٹی کرن کو لیکر بھاگا اور راجہ مار فتح
اچھل پڑا اور پکارا :-

او کرن کہاں بھاگا جاتا ہے کہیں چھتری میدان جنگ میں پیچھو دکھاتے ہیں :-
کرن اس وقت زخموں سے چورا اور بیہوش تھا۔ اسے رقیان اٹھا کر پڑا اور لے گئے
ارجن نے فتح کا سکہ سجایا :-

اوصیا ۳۳

بھیشم پتاماہ کی جنگ آزمائی۔ محاربہ عظیم۔ دوشامن وغیرہ
کی ہار۔ ارجن کی فتح
سب تو بھاگ گئے اب شاتق کے فرخاندان بھیشم پتاماہ جی رہ گئے۔ ارجن
اتر راجہ مار سے بولا کہ

اب لے چلو جدھر تال کے درخت کا سنہری پھر پڑا ہوا میں اُتر رہا ہے :-
اتر راجہ مار۔ صاف کیجئے گا میں سخت زخمی ہوں۔ ہاتھوں میں باگ سنبھالنے کی سکت
نہیں بچے اب تک کبھی ایسی کھسائی لڑائی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اب خون نہیں دیکھا
جاتا آپکے دھنش کی ٹسکا اور سبک کی آواز سے میرا کیجھو دل جاتا ہے ہاتھوں کی چنگھاڑ
گھوڑوں کی ہینٹا ہٹ۔ ترپنے والوں کی چنچ سنی نہیں جاتی۔ جس وقت گائیو دھنش
کو دیکھتا ہوں۔ آنکھیں جھومبیا جاتی ہیں :-

ارجن۔ راجہ ہرات کیسے بہادر کیسے شہرہ کی اولاد ہو کر تمہاری یہ بزدلی۔ دل کھارو
شیر بنو۔ دیکھو میں ابھی بھیشم پتاماہ کو لڑکھم بھاگے دیتا ہوں :-
اتر راجہ مار نے سر جھکا دیا۔ اور گھوڑے بھگائے رتہ آتے دیکھا تو بھیشم پتاماہ نے
ایسی تیر سے راہ روکی کہ دوسرا ہوتا تو وہیں ٹرک جاتا۔ مگر نہیں ارجن نے ایک ہی تیر میں
تیروں کی دیوار گرا دی۔ اور وچھا کو زمین پر ڈال دیا۔ اتنے ہی میں دوشامن ہو کر ن۔

دو شرمہ ریشیت زیور شاہانہ پہنے اور ہتھیار بجا کے ہوئے ارجن پر آگئے۔ دو شاسن نے پہنچتے ہی ایک ایک تیر میں اتر کمار اور ارجن کو زخمی کر دیا مگر ارجن نے کچھ پرواہ نہ کی بلکہ غصے کے جوش میں ایک تیر سے اسکا فوجی بھریا توڑ پھوڑ ڈالا اور پانچ تیر دو شاسن کے سینے میں ایسے مارے کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور اسکے تینوں بھائیوں کی بھی یہی حالت ہوئی سب کے رتھ ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اب بھیشم پتاماہ جی سامنے آئے۔ دولہا طرف سے ایسی تیر بارسی ہوئی کہ دیوتا تک حیران ہو گئے۔ کبھی بھیشم پتاماہ کے بالوں سے ارجن چھب جاتا تھا کبھی ارجن کے تیروں سے بھیشم پتاماہ۔ مگر ارجن کی بات کچھ یہی تھی۔ بھیشم پتاماہ سے بھی غم نہ جوڑ رہا تھا اور ان کے مددگاروں کو بھی خاک پر سلاتا جاتا تھا۔ ذرا دیر میں خون کی ندی طوفان خیز ہو گئی۔ سر جابلوں کی طرح اور ہاتھ پاؤں مجھیلیوں کی طرح اس دریا کے شہاب میں تیر رہے تھے۔ ہوتے ہوتے ارجن کی فتح ہوئی۔ اسے بھیشم پتاماہ کے دھنشن کے پر چٹے اڑا دئے اور دس تیروں سے سینے کو چھید کر ایسا بدھ اس کیا کہ بھیشم پتاماہ جی غش کھا کر گر پڑے۔ سارہی یہ حالت دیکھ کر انہیں بے بھابھا اور ارجن کی جے جے کا ٹل ہونے لگا۔

ادھیان ۲۴

کوروؤں کی شکست فاش۔ ارجن کی کامل فتح پانی اور یورش کا خاتمہ
 بھیشم پتاماہ کی شکست سے ارجن تو ارجن اتر کمار کو اتنی خوشی ہوئی کہ میدان میں اچھلنے کودنے اور سنکھ بجانے لگا۔ نقارہ فتح کی آواز نے در یو دھن کو چونکا دیا۔ وہ اسے دورا ارجن کے مقابل ہوا۔ آتے ہی پیشانی پر تیر کا ایسا وار کیا۔ کہ خون کا فوارہ چھوٹ گیا ارجن جوٹ کھا کر شیر کی طرح گرج اٹھا اور طلائی گاتھوں کے تیر برسنے لگے۔ دولہا شیر مقابلہ پر تھے کہ بکرن بھی ایک جنگی ہاتھی پر آموجود ہوا۔ اور خوب تیر اندازی کی۔ ارجن ادھر در یو دھن سے مدد کے آ رہا تھا۔ ادھر بکرن کی یورش دیکھی تو ایک ہی تیر میں ہاتھی کی مستک چھید دی۔ تیر جانستان تھا۔ ہاتھی دم دبا کر چھپتا ہوا بھاگا۔ اور چند دم پر دھیر ہو گیا۔ بکرن نے ہاتھی سے گوؤ کر اپنے بہادر بھائی کے رتھ پر جان بچائی۔ در یو دھن کے زخم کا رمی لگے۔ اسکا بھی منہ پھر گیا۔ ارجن نے مالی دی کی

وہ بھگایا پالا اپنے ہاتھ پڑا۔ اتنے ہی میں اور کور و فرج لیکر ارجن پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن
 منہ کی کھائی، سینکڑوں خاک و خون میں لوٹنے لگا آئے۔ ہزاروں کو موت نے چٹنی کیا
 دریودھن سے ارجن کی بات برداشت نہ ہوئی۔ وہ بھی پھر پلٹ پڑا۔ اس وقت ماں و رونا چارچ
 وغیرہ سب لڑائی پر ٹپٹ گئے۔ اس وقت ارجن نے کچھ عجیب ہی کرشمہ دکھایا۔ جونہی سنگھ
 بجایا۔ اور تار میدان میں گونجی۔ سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑے۔ کسی کے
 ہاتھ میں ہتھیار نہ رہا۔ تیر و ترکش سب زمین پر پڑے تھے۔
 ارجن خود رتھ بڑھا کر بیہوشوں کو دیکھنے لگا اور اتر کمار سے کہا کہ
 سب کے کپڑے اتار لاؤ۔

راجیکار فوراً رتھ سے اتر اور دونا چارج دکر یا چارج کی سفید پوشاک اتار لی اس وقت
 دریودھن کا میلا مہر بتایا اور کرن کا پتا مہر ڈب میں کیا۔ جب وہاں سے چلنے کی ٹھیری تو
 بھیشم پتا مہر جی پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیر اندازی شروع ہوئی مگر ارجن نے رتھ کے گھوڑوں
 کو نشانہ اجل بنا کر بھیشم پتا مہر جی پر اور بھی گہرے چر کے لٹکائے ارجن اس پر بھی وہاں
 ڈنڈا مارا کہ جس میں دم ہو جس نکال لے۔ ذرا دیر گزنی تھی کہ دریودھن نے آنکھ کھولی
 ارجن کے سامنے اور بھیشم جی کو رتھ پر دیکھ کر بولا کہ

پتا مہر جی ارجن آپ کے بچے سے نکل جائے تعجب ہے۔ آپ مروت نہ کیجئے۔ اس
 کو بے مارے نہ چھوڑیے یہ جیتنا بچ نکل تو ہم لوگوں کی کچھ نہ رہے گی۔

بھیشم پتا مہر جی دریودھن تیر می غفل کو کیا ہو گیا ہے آدمی کچھ کھوکھو کے دیکھتا ہے مگر
 تیر می اس لڑائی سے بھی آنکھیں نہ کھلیں۔ پاپ چھپا نہیں چھوڑتا کیلئے ارجن نے سب کو مار
 ہٹایا مگر تہیں ہوش نہیں۔ کچھ معلوم ہے کہ تم لوگوں کی ابھی کیا حالت تھی بیہوش چھو اس پڑے
 ہوئے تھے۔ خبر بھی نہ تھی کہ کہاں ہیں اگر ارجن پھر کا کیجہ کر لیتا تو سب کے سر و سر سے الگ
 پڑے ہوئے ہوتے۔ اس نے تم لوگوں پر رحم بھی کیا۔ پھر تمہیں اس کی شرافت و لیاقت
 پر شرم نہیں۔ کہاں تو لڑائی کا خیال چھوڑ کر ٹھنڈے گلو چلو۔ ابھی تاک خیریت ہے اگر ایک چوڑ
 اور چلی تو کہے دیتا ہوں کہ ارجن کسی کو جیتنا نہ چھوڑے گا۔

دریودھن وغیرہ کا دل ہار چکا تھا۔ اس پر بھیشم پتا مہر کی فمائش سب باقی ماندہ فرج
 کو لئے ہوئے وہاں سے بھاگا۔ ارجن نے چلتے چلائے وقت بھی بھیشم پتا مہر دونا چارج

و غیرہ کے پاؤں بترس کر کے رخصتی دنداوت کی اور ایک خبر ہو کہ گراما تو درلودن کا ہوا کہ
 ہاش ہاش ہو کر دور جا پڑا۔ کور دوں کی فرج کا نسب تھی۔ جہاں میں عیشہ پڑ گیا۔ ہر ایک ہی چلنے
 ہوئے ہستنا پور کی طرف چلا۔ لیکن راجن نے ابھی تک رختہ نہ پھیرا۔ وہ وہیں ڈٹا رہا۔ خیال تھا
 کہ شاید پھر کوئی سورہا چھوٹ کر کے سورہا چار روکنے نہ آجائے۔
 میدان صاف ہو جائیے بعد راجن کو ترککار سے بولاکہ
 بس اب لوٹ چلو۔ کوئی دشمن نظر نہیں آتا۔ گائیں قبیلہ سے یہاں پہنچ گئیں۔ فتح کا سہرا
 مہار سے سر ہوا۔ جسوقت راجن منگہ بچا تا ہوا وہاں سے پھر اقام دیو کا منال ہو رہے تھے۔
 جو تھا شہنشاہی دیتا تھا۔

ادھیما کے ۲۵

اور ترا جگمار اور راجن کی میدان جنگ سے واپسی
 جب راجن میدان جنگ سے لڑا۔ راستے میں کور دوں کے مدد پاس ہی ہے۔
 جو جان چپا کر ہوا اور ہر ہر ہے تھے انہوں نے جب راجن کو دیکھا۔ جان نکل گئی۔ بچے
 کہ میں اب غیریت نہیں مگر راجن نے کہا کہ
 تم بے فکر ہو نہ سے کوئی جو بیگہ میں اسی کا سر کہتا ہوں جو میرے منگہ کا ہے۔
 بتا۔ راجہ دیو دھن آگے جا رہے ہیں۔ شوق ستان کے اس چلے جاؤ۔
 سب نے طریب پر دھن ادا عاجز و تڑپ کا شکر یہ ادا کر کے لاکھوں دھائیں دیں۔ بعد
 دست دہاڑ کو آفرین کہتے ہوئے وہاں سے لے پڑے۔
 خودی دھچل کر راجن نے اپنا ستر شستر اسی صفے پر چھپا دیا۔ جہاں پہلے
 ہتھیار چھپا دیا تھے۔ اسکے بعد وہ ہنواں میں کی دھما بھی غائب ہو گئی۔ دوسری ہتھیار بھی
 خود بھی اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اکاشش کو تشریف لے گئے راجن نے راج کب۔
 سے کہا کہ

دیکھو خبر وار میرا دم قابز نہ کرنا جو کوئی پوچھے یہی کہنا کہ میں نے دشمنوں کو مار دیا
 انرا جگمار۔ میں لاکھ لاکھوں کو ان لپٹن کرے گا۔ دوسرے جو لڑا کیوں دیوں۔ آپ کے

کام کی تعریف آپ ہی کیلئے زیبا ہے۔ میں فغول کیوں زیٹ ہا نکوں؟
 ارجن۔ راجکمار جی جنت نہ کرو۔ مصلحت سمجھو ہم لوگ ابھی اپنا نام ظاہر نہیں کر سکتے حالانکہ جن
 کا ذکر تھا ان کو میرا حال روشن ہو چکا مگر براٹ نگر میں ظاہر ہونے کا وقت نہیں اگر مہاراج کو
 ذرا بھی خبر لگے گی تو وہ کانپ اٹھیں گے۔ اور مہاراجہ جدہشٹر کے روبرو سنگاسن پر قدم نہ
 رکھیں گے۔

اسطرح قبائش کر کے ارجن گوشت لائیں آیا گائیں گھوسیوں کو گنا دیں۔ حفاظت کا انتظام کیا
 اور تھوڑی دیر میں ٹھیکر کر اشنان وغیرہ سے فراغت حاصل کی گھوسی راجہ براٹ کو مرثوہ فتح سنائے
 کیلئے دو ڈرپڑے ارجن نے برہنلا کا بھیس بدلایا اور گھوڑوں کی باگ پہرہ ہاتھ میں لے لی +

اوچھاے ۲۶

راجہ براٹ اور راجہ جدہشٹر سے چوڑ باز می۔ راجکمار کی فتح
 کا تذکرہ۔ راجہ براٹ کی خود ستانی۔ راجہ جدہشٹر کا تردید کلام
 برہنلا کی مدح سرائی۔ راجہ براٹ کا عتاب۔ سزا دی۔ اور تر راجکمار
 کی آمد۔ راجہ براٹ کی جدہشٹر سے عذرخواہی

راجہ براٹ دارالسلطنت میں آیا تو راجکمار نے ہمیشہ پتہ ایسے شور بہر و رونا چاریہ د
 کر پاجاریہ ایسے زبردست اور اسوققا مال کرن ایسے شہزوروں کے مقابلے میں جانے کا حال سنا
 تو اسے سخت رنج ہوا۔ خصوصاً برہنلا کی ہمراہی سے اس کا دل بالکل ٹوٹ گیا۔ دربار میں
 بیٹھے بیٹھے حکم دیا کہ زخمی یہاں رہیں۔ اور ساری فوج میرے ساتھ چلے۔ میں ابھی جاتا
 ہوں میرا کلچے کا ٹکڑہ زندہ بھی ہے یا وینا سے چل بسا +

گنگ (جدہشٹر) مہاراج۔ آپ بھیکر رہیں۔ اڑکار کا رویاں بھی میلانہ ہونے پائے گا
 برہنلا سار تھی کے ہوتے اندر کی بھی مجال نہیں کہ راجکمار کے سامنے ٹھیکر سکیں۔ برہنلا
 بالکمال سار تھی ہے اس نے سب کو مار گرایا ہوگا +

اتنے میں گوال اور گھوسی فتح کی بدھائیاں دیتے ہوئے سامنے حاضر ہوئے اور

عوض کی کہ

مہاراج کی جے ہو۔ اور نکار نے بھیشم پتنامہ، درونا چارج وغیرہ سب کو مار ہٹایا۔ سارے مویشی چھین لائے۔

کنک۔ کیوں مہاراج میں نہ کہتا تھا کہ برہنہا سار تھی کے سامنے کوئی بھی ٹھیر نہیں سکتا وہ سب کو مار کے اڑا دے گا۔ چنانچہ میری ہی بات سچ ہوئی۔

راجہ برات کو جب ہشتر کی بات بہت بڑی معلوم ہوئی مگر اس وقت ٹال گیا۔ راجکمار کی فحتمندی سے پھولا نہ سہا تا تھا۔ خوش ہو کر حکم دیا کہ اڑان وقت ہمتی پر سوار ہو کر شہر میں فوج کی خوشخبری سنائیں۔ عام روشنی کا حکم ہو۔ جشن اور جلے کئے جائیں کہیں سنگار کر کے راجکمار کا استقبال کریں۔ اسکے بعد سر نہ دھری کو حکم دیا کہ چوسرے آئے ذرا دیر کنک کے ساتھ راجکمار کے انتظار میں دل پیٹے۔

راجہ جد ہشتر (یعنی کنک) بزرگوں سے سنا ہے کہ خوش و خرم آدمی کے ساتھ قمار بازی جائز نہیں۔ آپ اس وقت پھولے نہیں سماتے۔ اس لئے دل تو نہیں چاہتا۔ مگر تعمیل ارشاد میں عذر نہیں۔

راجہ برات۔ جوئے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں لوگوں کو عورت دولت سلطنت کی خواہش ہو تو جوئے ہی میں سبق پڑھائے۔ جو اٹھیلے کرو تو تمہیں دنیا کی دولتیں حاصل ہو جائیں۔

راجہ جد ہشتر۔ بیوپار جو خوب تھا گرا رہا ہے ہوتی۔

حالانکہ پیادوں کی جوئے اور چہا دل لڑائی سے منہ موڑنے میں ہتک ہے لیکن شغل بہت ہی بُرا ہے عقلمندوں نے سچ کہا ہے کہ

”ہمارے جوئے کے نام سے بیل“۔

راجہ جد ہشتر ہی کا حال دیکھ لیجئے کل کی بات ہے کہ جوئے کی بدولت مصیبت کا کیسا سامنا ہوا جوئے کی جیت بھی بُری اور ہار بھی خراب۔

راجہ برات۔ تو یہاں ویسا جوئے تو نہیں۔ صرف تفریح منظور ہے۔

کنک۔ خیر جو مرضی۔ یہاں رضا جوئی سے غرض ہے۔

اس گفتگو کے بعد چوسر بھیجی، بازی جھی۔ پانے پینے۔ چالیں چلنے لگیں۔ اسی شغل میں راجہ برات کو راجکمار کی فحتمندی کی خوشی نے خاموش نہ رہنے دیا۔ وہ پالنے ہاتھ میں

لے کر بول اٹھا کہ

دیکھو گنگ۔ راج میرا جنم سپہل ہوا۔ میرے راجکار کے برابر آج دنیا میں کون پہاڑ ہے جس نے بھیتم پتہ نہ۔ درو نا چارج۔ کر پا چارج۔ کرن۔ اسو تھا ماں ایسوں کو لڑکھ بھکا دیا۔

گنگ۔ آپ کو خوشی کا ضرور موقع ہے مگر برہنہ نہ ہوتا تو آپ دیکھتے کیا نصیحتی ہوتی اسس فقرے پر راجہ ہراٹ کا چہرہ تمنا گیا۔ آنکھوں سے غصہ کی چپکاریاں اڑنے لگیں بولا۔

تو میرے بیٹے کی حقارت ہی کرتا چلا جاتا ہے میرے سامنے ہیجڑے کی تعریف میں دومرتبہ طرح دے چکا اب کہ پھر گستاخی کی تو نتیجہ اچھا نہیں۔ مجھے کچھ پرواہ نہ ہوگی کہ برہمن کو سزا دیتا ہوں۔

گنگ۔ آپ سچ کے عوض جھوٹ بلوانا چاہتے ہیں۔ میں جھوٹ بولنے والا نہیں۔ مجھے سزا کی پرواہ نہیں۔ ڈنکے کی چوٹ کہے چلا جاؤں گا۔ کہ یہ ہم برہنہ نے سر کی راجکار کو ابھی دقوت ہی کیا ہے برہنہ کو آپ میسر سمجھتے ہیں وہ اندر کو بھی بھگا سکتا ہے راجپس اور دیوتا کس گنتی میں ہیں۔ جب تک گھسانکی لڑائی نہ ہو اس کا دل ہی نہیں بھرتا اس نے عمر بھر یا دیوتاؤں کی گردن جھکا تی ہے یا راجپسوں کی کورد بانی۔ ایسے فاتح عالم کی دستگیری سے اگر راجکار نہ مینا تو اور کون۔

راجہ ہراٹ۔ زبان قینچی کی طرح چلی ہی جاتی ہے سمجھا بھی دیا مگر بد لگامی موقوف نہیں ہوتی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے تو سزا ہی کے قابل ہے۔

یہ کہہ کر راجہ نے جوش غضب میں منہ پر پائے کھینچ مارے راجہ جدھشٹر کی ناک سے پائے سے خون بہ نکلا۔ جدھشٹر نے خون چلو میں روکا۔ سر نہ صری اشارہ پا کر پانی کا طلائی آب خورہ اٹھا لائی۔ جدھشٹر نے منہ اسی کی ہی طرف جھکا دیا اور خون زمین پر نہ گرنے پایا۔ اتنے ہی میں راجکار کی آمد آمد کا آواز بلند ہوا چوہداروں کو حکم دیا۔

راجکار کو برہنہ کے ساتھ بلالائیں۔

چوہدار دوڑے تو راجہ جدھشٹر نے اٹھ کر چپکے سے کہا کہ

خبردار برہنہ کو ساتھ نہ لانا۔

جدھشٹر کی برہنہ کو رد کرنے کی یہ عرض تھی کہ وہ ناک سے خون گرتے دیکھ کر آگ

بگولا ہو جائیگا اور راجہ کی مفت میں جان جائے گی۔

چوہدرائے راجکمار کو لائے۔ راجکمار نے دودھ کر راجہ کے قدم چھوئے اور پھر کنگ کو
 ڈنڈوت کی ناک پر نظر پڑی تو خون کا فوارہ چھوٹنے پایا۔ پوچھا کہ
 ہیں یہ چوٹ کیسے لگی۔ کسی نے مارا تو نہیں۔

راجہ براٹ۔ میں نے اسکو گستاخیوں کی سزا دی۔ یہ بڑا بے ادب ہو گیا ہے تم لڑائی
 جیتے اور یہ حقوق پیچھے ہی کی تعریف کے گیت گانا تھا۔
 راجکمار۔ خطا معاف۔ آپ نے بڑی غلطی کی۔ فوراً ان سے معافی مانگ کر خوشنودی
 حاصل کیجئے۔ مجھے دے کہ برہمن کے سرپت سے براٹ نگر کا تختہ الٹ پلٹ نہ ہو جائے۔
 راجہ براٹ۔ اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو معافی مانگنے میں عذر نہیں اچھا برہمن اور
 کنگ میری خطا سے درگزر فرمائیے میں سخت نادوم ہوں۔

راجہ چارھشتر۔ معافی کی ضرورت نہیں اگر مجھے ناراضگی ہوئی تو خون زمین پر ہی گراؤ۔ میری
 سے آبخورہ کیوں سگوانا۔ ہاں اگر کوئی قطرہ زمین پر گرا تو آپ کے راج پاٹ کی خیر عافیت
 نہ تھی۔ آپ نے مجھے بے قصور مارا بیخدا کو بہت ہی غصہ آتا ہے مگر میں مال گیا کہ نادرست
 خطا کا کیا خیال کروں۔ آپ کو راج پاٹ کا زعم تھا ایک اشارے میں جے چاہیں
 قتل کر سکتے ہیں۔ مجھے تو آپ نے پانے ہی مارے میں نے سمجھ لیا کہ زبردست کاٹھنٹھا
 سر پر والی مثال ہے ضبط کر لو چپ لگا جاؤ۔ اچھا اب میرے ناک کا خون بند ہو گیا۔ آپ
 کا جی چاہے تو برہنلا کو بلا لیجئے کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔

برہنلا کی طلبی ہوئی وہ آیا راجہ کے سامنے زمین بوس ہو کر کنگ کو ڈنڈوت کی سزا
 برہنلا اقامت نے میرے راجکمار کی بہادری دیکھی مہتابے کہ تم ارجن کے بھی سارے ہی
 ہو مگر سچ کہنا کہ میرا جیسا ارجن سے کس بات میں کم ہے۔ آج میرا کھجور ہاتھوں بڑھ رہا ہے۔
 اسوقت میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی سچل ہوئی۔ اور راجکمار شہنشاہ بنیں۔

ایں کارا زو آید و مرواں چنین کنسند

بہشت پر نامہ لکھو رونا چارہ۔ اگر پا چارہ مگر۔ اسو ستا ماں پئے مرواں کار زار و
 ولاوران روزگار کو تن تھا جیتنا فقط تیرا ہی کام تھا۔

اوجھیا کے ۲۷

راجہ براٹ کا دوبارہ واقعات جنگ بھوم بے راجکمار کی

زبانی دیگر حالات۔ لہجن اور راجکمار کا راجہ جد جھٹڑ کی تخت نشینی کیلئے مشورہ

راجکمار بھوم جے اپنی بیجا تعریف سن کر بولا
پتاجی نہیں نے جیشتم پتامہ وغیرہ پر فتح پائی نہ کوہ وٹوں سے گامیں چھینیں۔ جس
وقت میں نے لشکر جبار دیکھا۔ میرے تو ہوش خطا ہو گئے جان میں جان نہ رہی۔ میں
بھگنے کو ہی تھا کہ اتفاقاً ایک نوجوان دیوتا آگیا۔ اس نے ڈانٹ ڈپٹ کر زبردستی مجھے تھوڑے
بکڑ دیا اور پھر تیروں کی بوچھاڑ سے ساری فوج کو ٹڈیوں کی طرح لپیٹ لیا۔ بھگایا تالیاں دیں
اور درونا چارج وغیرہ ایسے سفید بیروں کے لباس بھی اتار لئے کہ وہوں نے جیسی زک پائی
عمر بھر نہ بھولیں گے جان بچ جانے ہی کو غنیمت سمجھے۔

راجہ برات۔ وہ جوان دیوتا کہاں ہے اسکو بھی بلواؤ۔

راجکمار۔ جناب وہ لڑائی کی وقت تو سا تھوڑا۔ جب سب دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔
وہ نہ جانے کہاں نظروں سے غائب ہو گیا۔ لیکن اقرار کر گیا ہے کہ ایک دو روز میں ملونگا۔
یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں وہاں معلوم میں خبر ہوتی تو تمام راج کینائیں گائی سہاٹی
آرتا اتارنے کیلئے جمع ہو گئیں برہنڈا نے اور کمار راجکمار (راجہ برات کی بیٹی) کے سامنے
درونا چارج، گر پا چارج، اسو ستھال۔ کرن کے نیلا سبر جیتا مبرہ وغیرہ کو سامنے رکھوایا
اور کہا کہ راجکمار جی آپ کی فرمائش حاضر ہے۔

جس نے دیکھا ان لباسوں کی نفاست و خوشنائی سے حیران رہ گیا۔ راج کیناؤں
نے سب لباس اٹھائے۔ سب کہنے لگیں۔

کہ برہنڈا سومروں کی ایک مرد نکلیں۔ ایسے بہادروں۔ سو رماؤں اور دنیا کے مشہور
فتح مندوں کی پوشاک اتار لانا مقبارہ میں کام تھا۔ جو کام دیوتاؤں کے امکان میں نہیں وہ
تم نے کر دکھلایا۔ آفرین۔

برہنڈا چنک شک کے غرے دکھائے لگی اور ناک پر انگلی رکھ کر بولی۔ کہ میں
ناچنا گانا جانوں۔ میرا تو یہ بھی نہیں جانتی کہ تیرا حوتہ ہے یا کسان سیدھی

تکو درم کی ہوتی ہے یا اگر چھوٹی موٹی درخت کا۔ فقط ہما راج کا اقبال آڑے آیا۔ سب
 ہیز تھے نامرد تھے آپ ہی آپ بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں تو کوٹھا بھی سٹکانے نہ پائی رجن
 نے اس وقت ایسے رٹائے پن کی باتوں سے مہنسی دل لگی کی باتیں کیں کہ ہر ایک کے پیٹ
 میں ہنسنے ہنسنے بل پڑ گئے۔ اور حریف کی خوشی اور ہر ہٹلا کا مذاق۔ قدم کر کا مرہ آگیا۔
 اسکے بعد راجہ راجہ اپنی نشست گاہ میں گیا۔ ارجن بھی ساتھ تھا اس نے کہا کہ
 راجہ جد عشر کے ظاہر ہونے کا وقت آچکا۔ اب ان کو سنگھاسن پر بٹھانا ضروری
 ہے تم چپکے چپکے انتظام کرو۔ بجید اس وقت نہ کھٹلنے پائے جب تک راجہ جد عشر
 سر پہ تاج نہ رکھیں +

اوجھیا ۲۸

راجہ جد عشر کی راجہ برات کے راج سنگھاسن پر جلوہ افروزی
 انکشاف حال۔ راجہ برات کا پانڈوؤں کے سامنے اظہار عجز۔
 اوٹرکاری اور ابھمنو فرزند رجن کی شادی کا تصفیہ
 برات نگر کا راج

ان باتوں کو دور دراز کر کے نیسرے دن درم میں کچھ اور ہی رنگ نظر آیا۔ راج سنگھاسن
 پر برہمن دیوتا کنک جی جلوہ افروز ہو گئے بھیم سین واجن وغیرہ چاروں بھائیوں نے شاہی
 زلیہ لباس سے آراستہ ہو کر وائیں بائیں کھڑے کھڑے چنور چھلنا شروع کیا۔
 ستوٹھی دیر کے بعد راجہ برات دزیروں کے ساتھ دربار گویا ہوا آیا۔ تو غیب ہی کیفیت
 نظر آئی۔ وہ حیران ہو گیا کہ آج ماجرا کیا ہے۔ دیکھا تو راج سنگھاسن پر ایک ایسی صورت
 نظر آئی۔ جسکے چہرے پر آفتاب کی طرح ناز و برس رہا تھا۔ وہ سمجھا کہ کہیں اندر نے
 سنگھاسن پر قبضہ تو نہیں کر لیا۔ جب چاروں بھائیوں کی صورت دیکھی اور بھی حیرت
 طاری ہوئی۔ کچھ دیر تو سکوت کا عالم رہا کھڑے کھڑے سب کا منہ دیکھنے کے
 سوا کچھ اور کچھ بن نہ پڑا۔ آخر کار دلوں کو

آج یہ مسخرہ پن چہ معنی دار وہ کنک کو دل لگی کی کیا سوچھی۔ میرے سنگھاسن پر بیٹھنے سے بڑھ کر اور گستاخی کون ہو سکتی ہے۔ ایسا مذاق ٹھیک نہیں۔ میں اس منگ کو گوارا نہیں کر سکتا۔ ارجن اس تقریر پر مسکرایا اور کہا:

ہمارا جہ صاحب گھبرائے نہیں آپ کا سنگھاسن کوئی چھینے نہیں لیتا آپ کا راج پاٹ آپ کو مبارک یہاں صرف شگون کرنا ہے آپ کو خوشخبری کہ آپ کے سنگھاسن کو شاستروں کے عالم فاضل۔ نفس کش۔ رحمدل۔ صادق القول۔ مستقل مزاج لائق اور نگ جہا بنانی شائق کشورستانی۔ زینت وہ تاج و تخت۔ شکست دھرم راج۔ فاتح رو کے زمین۔ عزت تاج و نگین۔ سر کوپ سرکشاں زمانہ۔ سرتاج دلاوران یگانہ۔ اہل اقبال۔ صاحب جاہ و جلال۔ نعمت و نیوی سے بہرہ ور۔ رعیت نواز۔ عدالت گستر۔ راج ریشیوں میں سر بلند۔ بخت مندوں سے زیادہ اقبال مند۔ منوجی جی کی طرح رعیت پروری میں طاق۔ کوہر کی طرح دولت مند میں شہرہ آفاق مہاراج اور میراج راجہ جد حشر کے قدموں سے زینت ہے سراقہ کس پر رونق افروزی سے تاج کی زینت ہے۔ راجہ جد حشر کون؟ جنکے نام نامی سے اندر پرست کو فخر ہے۔ جن کی سواری میں جواہرات سے مرصع مورتیوں کی لڑیوں سے آراستہ رتھ چلا کرتے تھے۔ جگانے کو ماگہ بندی لوگوں کی نغمہ سرائی تھی۔ اور دید خواروں کی خوش نواہی۔ یہ وہی سرعلاقہ تاجداران زمانہ ہیں۔ جن کے راجہ جی جگہ میں آپ ایسے نامعلوم کتنے ہزار فرماؤں کے سنگھاسن کے پائے چومتے تھے۔ نقش قدم کے اور گرد گھومتے تھے ان کا دربار راجہ اندر کی سمجھا سے کم نہ تھا۔ سرگ کے دیوتاؤں کی قسمت کو لپچاتے تھے انہیں کی رنجوئیوں میں انھیں ہزار بہنوں کی روزانہ پرورش ہوتی تھی۔ اور انہیں کا نام نامی تھا۔ جن سے دنیا کے فرماؤں کا پتہ تھا۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ ایسے سرتاج زمانہ بزرگ نے آپ کے سایہ عاطفت میں مصیبتوں کے دن کاٹے کبھی دن بڑا کبھی رات بڑھی کی شل سچ ہوئی۔ اب بڑھی رات گئی بڑا دن آیا۔ آپ کے دیر سایہ ہمارے مشکلات دور ہوئیں۔ یہ مہاراجہ جد حشر جی کا اقبال تھا۔ جس نے راجکمار کی لڑائی میں عجیب تمام دھیرہ کے چیلنے دھیلے کر دیے۔

راجہ برائے اس تقریر سے حیران رہ گیا اسکے ہاتھ پاؤں میں پھر پھری پڑ گئی بولا کہ مہاراجہ جد حشر کی تو میں دُندوٹ کرتا ہوں میرے سرتاج ہیں۔ مگر اب یہ تو بتاؤ کہ

بیشم سین۔ ارجن۔ نکل۔ سہیلو اور مہارانی دروپدی کہاں ہیں۔ تیرہ برس سے ز
مجھے کسی چیز کی خبر خبریت بھی معلوم نہیں۔

اور ترا جکھا رہتا جی جو آپ سے باتیں کر رہے ہیں یہ تو ارجن ہیں۔ جنہوں نے میرے ساتھی
کی حیثیت میں کوروؤں کے تمام بہادروں کے دھڑے اڑا دئے اور میرے نام سے
فتح کا ڈنکا بجایا ان سے بڑے وہ سامنے بھی سین جی کھڑے ہیں جن کو آپ اب تک تو
کہہ کر پکارتے ہیں۔

انہیں نے کچک کو بدعاشیوں کی سزایا ان سے رُحکے دینا میں کوئی طاقتور نہیں
یہ جو سامنے بائیں بازو پر دو جیل ونگیل جو ان استاد ہیں۔ ان میں سے ایک سہیلو جی ہمارے
میں۔ دوسرے نکل جی۔ اور مہارانی دروپدی کا ذکر کرتے ہوئے مجھے رونا آتا ہے۔ یہ
وہی سر نہ صری ہیں جن کو میرے ناموں کچک نے نہ معلوم کیا کیا ڈکھ دئے۔
جو ہنی یہ تقریر سنی۔ راجہ برائے نے اپنا سر پیٹ لیا۔ روتا ہوا راجہ جہ مشٹر کے
قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ

ہمارے مجھے معاف کیجئے گا آپ کی خدمت میں مجھ سے بہت سی خطائیں سرور ہوئیں
جو قصور ہوا وہ نادانستگی میں۔ بھول چوک سب معاف کرتے ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ
آپ پانچوں کے سراج ہیں تو کبھی کوئی گستاخی نہ ہوتی میں سر آنکھوں پر رکھتا آپ ہمیں
بدلے رہے مجھے کچک کی حرکتوں سے سخت مذمت ہے اس نے مہارانی دروپدی کی
خدمت میں از حد گستاخیاں کیں مگر اس نے جیسا کیا اس کا بیل پایا۔ میں خوش ہوں
کہ اس کی سنی ملید ہوئی مگر سچ یہ ہے کہ میں سزا سے بچ گیا گردن غم ہے جو چاہیں سزا
دے لیجئے آج سے مجھے سراج سے کچھ واسطہ نہیں شوق سے سنگاسن کا زین بڑھائیے میں
بھی خاندان درگاہ کی طرح وفاداری و خدمت گزار میں حاضر ہوں گا آپ کے احسانات کا
کیا کہنا۔ راجہ پچا یا میری آبرورکھی راجکھا کی بہادری کا ڈنکا بجایا میرے قصودوں کی تلافی
کا خیال نہ کیا یہ احسانات کبھی فراموش ہوئیے نہیں میں سب سے سمانی مانگتا ہوں
اور مہارانی دروپدی سے از حد شرمندہ ہوں کہ انہیں یہاں بڑی تکلیف ہوئی۔

اس معاملے کا چرچا تمام رازاسوں میں پھیل گیا رانی سودیشنا دوسری آتی اور دروپدی
کے قدموں پر سر رکھ کر جوی عاجزی اور منت سماجت سے سمانی مانگی دروپدی نے کہا آپ

کا کچھ قصور نہیں۔ سب ہمارے دلوں کی گردش سنی ہم لوگوں کو کسی بات کا کچھ خیال نہیں تھا۔ آپ اطمینان رکھیں۔

اس طرح اور بہت سی باتیں کر کے آخر میں راجہ اور رانی نے ہاتھ جوڑ کر التماس کی کہ اور کماری ارجن کی خدمت میں نذر ہے گر قبول افتد زبے عز و شرف۔

ارجن میں نے راجکماری کو آج تک بیٹی کی طرح سمجھا۔ آپ اس خیال کو دور رکھیں۔ ہاں اگر سری کرشن جی مہاراج کے لائق فائق بھانجے اور مہاراج اومیر راج راجہ جد ہشت کے بیٹے اور میرے نخت جگر ابھمنو کی نسبت بات چیت ہوتی تو میں انکار نہ کرتا۔

راجہ برائ میں آپ کی تجویز پر صاف کرتا ہوں۔ واقعی آپ نے بہت اچھی جوڑی تجویز فرمائی۔ میں ابھمنو کے ساتھ اور راجکماری کی شادی کرنے کو متفقہ کرتا ہوں۔ آپ بھی فوراً اتفاق کریں۔ میں بھی پھول پان کی فکر کرتا ہوں۔

اویسا ۲۹

راجہ برائ کی راجکماری اُترا اور ارجن کے راجکماری ابھمنو کی شادی

ابھمنو اور اتر کماری کی شادی ملے پاگئی راجہ برائ اور مہاراجہ جد ہشت کی طرف سے اعزائے نام دار اور راجگان والا تبار کے نام خطوط لکھ کر روانہ ہوئے۔ برائ نگر میں شادی کی دھوم دھام شروع ہو گئی قاصدان باد رفتار و پیک شہسو اور سب جگہ نامہ و پیغام دے آئے مہمانوں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ خاص انخاص عزیز و اقارب کے نام ذیل میں درج ہیں۔ ہمراہیوں کی تعداد حوالہ قلم ہے۔

(۱) راجہ شیب اور فرما زوئے کاشی ایک ایک اکشونی فوج کے ساتھ تشریف لائے
(۲) سر حلقہ داران روزگار راجہ دروید (پانڈوؤں کے خسر مہارانی درویدی کے والد) برہ گوارم راجکارا پر جت۔ سکندھی۔ ذرشت دمن۔ ایک ایک اکشونی دل کے ساتھ درویدی کے شوبیر بیٹوں کی ہمراہی میں۔ روہنق افروز ہوئے۔

(۳) سری کرشن بدیو جی۔ کرت برہما بدیو دھان۔ ساتھی جی ناو رشت۔ لکرو جی سانہ

اور برٹش راجھنوں۔ سو بھدرارامیشیرہ بہار راج سری کرشن چندرم وغیرہ کے ساتھ معہ قدم و چشم بڑی شان و شوکت سے تشریف لائے آپ کے جلوس سوارسی کو دس ہزار ہاتھیوں ایک لاکھ ریتوں لٹے ہی گھوڑوں سے زینت تھی بھوج بنی اور اندیک بنی پڑے برے ہیرا و نام آدھ کشری بھی ہمراہ رکھا بنے مہالوں کی رونق افز می پر راجہ برٹ اور راجہ جیہتر نے خوب اوالو عزمی و علو بہتی سے خاطر تواضع کی برٹ نگر میں وہ رونق تھی کہ مکیٹھ کی عظمت و شان و شوکت نظروں سے گزرتی تھی۔ سری کرشن جی ابھنوں کے ماموں بنے۔ انہوں نے بڑی دعویم و دھام سے بجات دیا۔ پانچوں کے لئے فردا فردا علیحدہ علیحدہ تحفہ تحائف بنے۔

لوندی غلام زر و جواہر زیور و لباس سب کے زیادہ موجود کر دیے سارے شہر میں رات دن ناچ رنگ سے خاصی چل پل تھی۔ اس پر گھوڑوں کی روشنی طرہ مہالوں کی دعو لوں سے فرصت نہ تھی۔ کھانے تولدیز۔ شہر میں خانہ ساز میوہ۔ دستھائی اعلیٰ سے اعلیٰ۔ راجے تو راجے تھے۔ عزیبوں کے سامنے بھی سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا ڈھیر رہتا تھا خاص محفلوں میں ناچنے گانے والوں کے کمالات دلوں کو مست کر لیتے تھے۔ بھالوں کی خوش لڑائیاں عجیب فرحت بخش تھیں شہر کی عورتیں لباس زرنگار سے آراستہ زیور جواہرات سے پیرستہ۔ رانی سودیشنا کے رنواس میں بدھایاں گاتی اور سری کرشن جی کے جمال جہاں آما کو دیکھتی تھیں۔ ابھنوں کے حسن و لاویہ پر ہر شخص فریاد ہوتا جاتا تھا۔ برات بڑی دعویم و دھام سے گئی۔ منڈوے میں ابھنوں اور راجا جکاری کا گنڈہ بندھن ہوا۔ راجہ برٹ اور مہارانی سودیشنا نے ابھنوں کے قدموں پر سر جھکا کر اوجھ آجھ کی قسمت آپ کے حوالے ہے اسکو اپنی وفادار لوندی سمجھنا کوئی قصور سزا ہو تو تم سے خط بخشی کی در خط است ہے۔

شادی ہو گئی راجہ جیہتر نال لالہ لی بہو کو لیکر گھر گئے۔ سری کرشن جی کی دلی مسرت کی انتہاء تھی دل لہا دلہن کی جڑی کو دیکھ کر سہانے جاتے تھے۔ راجہ برٹ نے دل کھول کر دھیز دیا۔ دھیزوں اور جواہر ہزار ہا قسم کے قیمتی پوشاک و لباس کے علاوہ ہزاروں ہاتھی دے جن پر زربفت کی جھولیں بڑی۔ سونے چاندی کی عماریاں کسی تھیں۔ گھوڑے زرق برق دیورات سے دیانے ٹوہ میں عرق۔ لاکھوں نظروں کے رہنے پاکی نالکی لوندی غلام ان سب کے علاوہ ہے۔

اس شادی کی مصوم و مصام لکھنے کیلئے زبان قلم میں طاقت نہیں۔ تیرہ برس کی
 مصیبتیں جھیلے ہوئے دلوں کو جو آئندہ تھا۔ اسے کون الفاظ میں ظاہر کر سکتا ہے ؟
 راجہ ہراث نے جو وہیر و یادہ شہنشاہی عفت کیلئے کافی سے زیادہ تھا۔ اس پر
 سری کرشن جی نے مصالہن شاہی عطا کئے کہ راجہ جد مشتر کو اپنی اگلی ثروت قبول نہی
 دنیا کا کوئی خزانہ ان کی دولت کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا لفظ

ہما بھارت

حصہ پنجم
 ادیلوگ پرب

ادھیانے

راجہ ہراث اور راجہ دروید وغیرہ کی باہم مشورت۔ راجہ داران
 زمانہ کی دو طرفہ شرکت۔ راجہ جد مشتر کو نصف راجہ دینے کے
 واسطے راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں سفارت کی روانگی

ہراث نگر کے راجہ دربار کی آج عجیب ہی رونق ہے۔ سینکڑوں جواہرات سے جڑے ہوئے
 سنگماں جگمگ کر رہے ہیں کسی پرغز زمانہ سری کرشن چندر کی رونق افزہی کسی پر
 سر حلقہ ہونگاں روزگار راجہ دروید کا اجلاس یہ ہیں راجہ جد مشتر۔ راجہ ہراث۔ راجہ دینو
 پاندو۔ رسائی وغیرہ تمام راجگان ذی اختیار تاجداران عالی وقار کی باقاعدہ نشست سے
 دربار کی رونق ہی کچھ اور چورہی ہے دل میں خوشی ہے کہ راجما را بھنو کا راجکارمی

اس کے ساتھ بیاہ ہو گیا۔ سب کو سرت ہے کہ تیرہ برس کے بعد راجہ جد ہشتر کے آفتاب اقبال کے چمکنے کے دن آگئے دربار کی آراستگی کا کیا کہنا۔ اندر کی سجھامات۔ اگر مشک کا فوریکوڑ سے گلاب کی خوشبو سے دماغ معطر۔ درو دیوار پر بند نوازوں کی سجاوٹ۔ زر بفت واطلس کے پردوں سے آراستگی۔ ریشمی اور اونی فرش کی خوشنماںی سونے میں سہاگا۔
 اور سرے کو روں پر فتح مندی کی خوشی تھی۔ اور شادی کی سرت سب لوگ نایغ البال اور تمام دنیا کی جنجشوں سے بے فکر تھے سب کو یہی پڑی تھی کہ آئندہ پرامند ہونے میں سری کرشن جی بول آئے۔

حضرات۔ آج سب صاحب موجود ہیں دس آدمیوں کی صلح ٹھیک ہوتی ہے پانچ بیج مل کچے کلج۔ ہارے جیت نہ آوے لاج۔ آج یہ فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ راجہ جد ہشتر کے لئے اب کون مصلحت مناسب ہے۔ آپ سب لوگ واقف ہیں کہ بھیم سین کو زہر دیا۔ دریا میں ڈبو یا پانچوں پانڈوؤں کو لاکھ کے سندر میں جلانے کی کوشش کی۔ پھر بے ایمانی سے جوئے میں جیتا۔ درود ہی کی حد درجہ دولت کی تیرہ برس کی زحمیں اگر دوسرا اٹھاتا تو جی کا دودھ یاد آ جاتا۔ ان لوگوں نے سب ذلتیں اور تمام تکلیفیں برداشت کیں اور نہ سے حرف نہ نکالا درود من بدی کرتا تھا یہ نیکی۔ راجہ دھر تراشت برا چیتے تھے یہ بھلا۔ بھیشم پتلمہ۔ درونا چاریہ نے لاکھ سچایا مگر درود من نے ایک نہ سنی۔ آپ لوگوں میں سے جسکو جرات ہو جس کا ایمان ٹھیک ہو راجہ دھر تراشت کے پاس جادے اور سمجھا دے تیرہ برس گزر گئے اب پانڈوؤں کو راج دلوایئے۔ ورنہ وہ خونریزی ہوگی۔ ایسا کشت و خون ہوگا کہ ہاتھی اور گھوڑے خون کے دریا میں غوطے کھاتے نظر آئینگے آدمیوں کی کیا گنتی۔

حاضرین۔ واقعی مہاراج سری کرشن جی کا فانا ماہیت دست ہو کر روؤں کی سختیاں حد سے گزر چکی ہیں پانڈوؤں نے اپنا پرنا بناہ دیا اگر اب درود من کی طرف سے کچھ مین میکھ ہوگی تو ہم سب موجود ہیں دیکھ لیں کہ کوروؤں میں کیا دم ہے۔
 بلدیو جی۔ صاحبو! ہرمانے کی بات ہنیں بات چلنے پر کہتا ہوں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں کسی کا طرفدار ہوں (سب) ہاں ہاں ضرور فرمائیے آپ کا فرمانا سرائے لکھوں پر۔

بلدیو جی۔ راجہ جد ہشتر کو کس نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ جو اکھلیں۔ جب ان کی مرضی ہوئی جو آکھیلے راج پاٹ ہا۔ پھر اس میں تو راجہ جد ہشتر ہی کا خیر قصور

سے نہ خواہیے نہ ہار جیت ہوتی۔ اب راج پاٹ کی بات ہے اسلئے اگر ضرورت ہے
 تو کسی کو بھجوا کر شادریافت کرنا چاہئے۔ یہ کیا کہ سوت نہ پاس کورسی سے ٹھٹھا
 آب ندیدہ موزا زپاکشیدہ ۴

ساتھی جی۔ بلدیو جی مہاراج۔ آپ کی بات کو دیکھ نہیں سکتا۔ مگر صاف کہیے گا آپ
 غلطی پر ہیں۔ راجہ جدہشٹر نے ہرگز ہرگز اپنی مرضی سے جو انہیں کھیلانہ دریلو دھن کی
 تحریک ہوتی۔ نہ راجہ دھر تراشت طلب کرتے نہ راجہ جدہشٹر جو کھیلے راجہ جدہشٹر
 نے البتہ غلطی کی کہ خود رانی سے چوسر کھیلنے بیٹھ گئے۔ نہ بھائیوں سے صلاح نہ مہارانی
 درد پدی سے مشورہ۔ خیر کچھ ہو خواہ راجہ جدہشٹر نے غلطی کی یا راج دھرم کا نباہ کیا
 مگر کوئی یہ ایمان سے کہہ سکتا ہے کہ شکنی نے کلی ڈال کر نہیں لوٹا۔ کیا دھرم سے وہ
 سلطنت وغیرہ جیسے کبھی نہیں ایسی ہٹ دھرمی آج تک کبھی نہیں سنی کیا دھرم
 اور ایمان کا صلہ یہی ہونا چاہئے تھا کہاں ارجن گاندیو دھش کا قلعہ کہاں بھیم سین
 شہر وراں نہانہ کا سرتاج۔ کہاں نکل اور سہادیو ایسے زبردست جنگجو۔ کہاں بھمنو ایسے
 پانڈوؤں کے لائق و قاتل بیٹے۔ ان سب کے جیسے جی پانڈوؤں کی حق تلفی ہو ممکن نہیں ہم
 لوگ کئے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر دیو دھن۔ دوشاسن۔ کرن بیکنی گو نہ مارا تو جو میں نہ ڈالیں
 بیشک کسی کی جان لینا دھرم نہیں مگر دھرمیوں کی جان لینا بھی دھرم ہے۔ کورڈوؤں نے
 پانڈوؤں کیساتھ ایسی ہی دغا بازیاں کیں جیسے کوئی دھوکے سے کسی کو زہر دیدیتا ہے یا فریب
 کسی کی عورت کو اڑا لے جاتا ہے یا بے ہتھیار پر ہتھیار چلاتا ہے ایسے دھرمیوں کے
 مارنے میں کچھ ہرج نہیں۔ خواہ وہ سکتے سوہدرے ہی کیوں نہ ہوں۔ دیو دھن میں اگر تمام
 عیب نہیں تو بھی اس قدر عیب ہیں کہ اسکا مارنا ہی دھرم ہے۔ اگر راجہ دھر تراشت کو
 دھرم کا خیال ہے تو آدھا راج بانٹ دیں ورنہ تلوار سے فیصلہ ہو گا تیرہ برس بہت
 طرح دے چکے۔ اب ہم میں بدداشت باقی نہیں ۵

دروید جی۔ میں پکار کر کہتا ہوں کہ دیو دھن کبھی خوشی سے پانڈوؤں کو راج نہ دیگا۔
 سید می انگلیوں گسی نکلنے والا نہیں راجہ دھر تراشت اپنے بیٹوں کی سی کریں گے۔
 یا غیروں کی سی ضرور فساد رکھا ہوا ہے۔ رہے بھیشم پتاما۔ درونا چاریہ۔ کرپا چاریہ
 ان کا کون ٹھکانا۔ یہ نیک پروردہ ہیں جب کہیں گے دیو دھن ہی کی سی۔

جو کریں گے۔ کوروؤں کی مرضی کے موافق۔ وہ ضرور ادھرم کی طرف ہونگے۔ راجہ جدھشٹر کے جائز حقوق کی مخالفت میں دیدہ دانستہ سہتیار اٹھائیں گے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اپنے مہربان راجاؤں سے ملک حاصل کروں۔ پھر دیودھن کو پیغام دوں کہ دم دا عہد ہے تو آجاؤ سامنے۔ آپ صاحب شل۔ دھرتراشٹ کیت جیت سین۔ راجہ کیکے اور راجہ بھگدنت ایسے بھری دکھی راجاؤں کی طرف سے اطمینان رکھیں۔ یہ سب راجہ جدھشٹر کی رفاقت سے کبھی منہ نہ موڑیں گے شرط یہ ہے کہ دیودھن کے پیغام سے پہلے ہمارا پیغام پہنچ جائے۔ دیودھن عجز و انکسار سے نہ مانینگا وہ بلوں کا بھوت نہیں لاقوں کا بھوت ہے سمری کرشن۔ راجہ جدھشٹر کی باتیں نے پسند کی۔ ان سے بڑھ کر مہاراجہ جدھشٹر کا کون ہمدرد ہو سکتا ہے میں اس وقت ابھمنو کی شادی کے مبارک موقع پر آیا ہوں میری نظریں دینیو رشتے سے کورو اور پانڈو برابر ہیں۔ اسلئے میرا دوار کا واپس جانا مناسب ہے بالفضل آپ سب صاحبان اپنے اپنے دوستوں کو پیغام بھیجیں۔ جب سب طرف سے اطمینان ہو جائے تو راجہ دھرتراشٹ سے گفتگو کرنے میں مضائقہ نہیں مہاراجہ دروید بھی زمانہ دیدہ ہیں۔ غالباً ان کی بات راجہ دھرتراشٹ مان لینگے۔ میں ان کے سامنے کچھ ہوں اور مجھے خیال ہے کہ حتی الامکان باہمی اتفاق ہی پسند کریں گے۔ جہاں تک لڑائی جھگڑے سے نجات ہے وہیں تک عہدگی ہے بگاڑ میں کچھ فائدہ نہیں میں ڈرتا ہوں کہ ارجن کے تیر کوروؤں کا نام و نشان نہ مٹا دیں مگر ہاں کوشش شرط ہے ہم لوگوں کا یہ مصرع نہیں کہ کوروؤں کی ناجائز طرفداری اور راجہ جدھشٹر کا نقصان۔

اتنا فدا کر سمری کرشن جی تو دوار کا تشریف لے گئے یہاں راجہ براٹ اور دروید نے راجاؤں سے ملک کی درخواست کی۔ انہوں نے جس وقت راجہ جدھشٹر کے ظہور کی خبر بہت خوش ہو گئے دیودھن کی ہٹ دھرمی پر اظہار افسوس کیا۔ پانڈوؤں کو دھرم کی پابندی کے لئے سراہا۔ اور فوجیں لئے ہوئے براٹ نگر میں آ موجود ہوئے۔ دیودھن کو خبر مل گئی تو اس نے بھی اپنے موافق راجاؤں سے مدد مانگی تمام تاجداران روئے زمین نے انہیں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا۔ اور پہاڑ اور جنگل میں فوجوں نے تل رکھنے کی جگہ نہ چھوڑی۔ راجہ براٹ نے اپنے عالم و فاضل بہت کو ہستنا پور کی طرف روانہ کیا۔ راجہ دھرتراشٹ سے راجہ جدھشٹر کے حقوق کا تصفیہ کرے۔ نصف راج مانگے مگر

دہ راضی نہ ہوں تو خبردار کرے کہ اب شدنی کچھ اور ہے ۔

ادھیساے ۲

ارجن اور دیو دھن کی دوار کا جی میں سری کرشن جی سے ملاقات ۔ امداد کی درخواست ۔ سری کرشن جی کی مدد دہی

راجہ دروید کا ہمت ہستنا پور پہنچ گیا ۔ دیو دھن کو فہم لگ گئی کہ راجاؤں سے مدد مانگی گئی ہے ۔ سری کرشن جی دوار کا میں ہیں ارجن لکک مانگنے کو جا چکا ۔ وہ فوراً مختصر فوج کے ساتھ دوار کا کوروا نہ ہوا ۔ عجلت منظور تھی ۔ بڑی بڑی تیز رومی سے چلا اور دوار کا جا پہنچا ۔

بہا لاج سری کرشن چندر حسبوقت آرام میں تھے پہلے دیو دھن پہنچا ۔ اور سرہانے بیٹھ گیا ۔ دو چار لمحوں کے بعد ارجن بھی وہیں وارد ہوا اور ہامتی جا بیٹھا کرشن جی نے چادر منہ سے اٹھائی اور آنکھ کھولی تو پہلے ارجن کی صورت نظر آئی پوچھا کہ کہاں تکلیف کی ۔

پھر سرہانے دیکھا تو دیو دھن کو بیٹھے پایا ۔ بڑی خاطر و مدارات کی ۔ خیر و عافیت پوچھی اٹھ کر بغلیگر ہوئے دریافت کیا کہ تکلیف کا باعث ۔

ارجن ابھی جواب دینے نہ پایا تھا کرشن چندر کے سوال پر دیو دھن مسکرایا اور پلو میں اور ارجن دولہ خدمت میں حاضر ہیں ۔ کیا رشتہ دار کیا تعلقات باہمی کی وجہ سے دولہ کو آپ سے استحقاق حاصل ہے پانڈوؤں کا جگہ اٹے ہوتا معلوم نہیں ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ تیر توار کے بغیر تصفیہ نہ ہوگا ۔ اس لئے آپ مدد کیجئے ۔ پہلی درخواست میری ہے ۔

سری کرشن جی ۔ میری آنکھیں برابر ہیں پانچوں انگلیوں کو میں یکساں سمجھتا ہوں مجھے نہ آپ کی امداد سے گریز ہے نہ پانڈوؤں کی کمک سے پرہیز ۔ آپ بیشک پہلے آئے ہونگے شہ نہیں مگر میں نے جب آنکھ کھولی پہلے ارجن ہی سامنے نظر آئے ۔ اس لئے اس منطق کو طاق پر رکھئے ۔ میں آپ اور ارجن دولہ کی خدمت گزار سی سے

باہر نہیں آپ ارجن سے بڑے ہیں آپ کا بھی فرض ہے کہ چھوڑوں کے ساتھ رعایت کریں چنانچہ دید کا بھی یہی منشا ہے میں چاہتا ہوں کہ پہلے ارجن کی بات سنوں پھر آپ کی +

دریودھن - آپکو ارجن کی مدد کا اختیار ہے مجھے آپ فرمائیں کہ کیا کمک کرینگے +
سمری کرشن جی - میرے پاس جو فوج اور خزانہ ہے وہ ایک صاحب کی نذر ہے امد میری ذات ایک صاحب کی نذر آپ دونوں سے جسکی مدد چاہیں وہ بے تکلف نذر ہو سکتی ہے مگر یاد رہے کہ میں کبھی ہتھیار نہ اٹھاؤں گا +
ارجن - آپ بیشک ہتھیار نہ اٹھائیں مگر میرے شریک رہئے +
دریودھن - تو پھر مجھے حکم ہو کہ میں فوج و خزانے لے جاؤں +

سمری کرشن جی نے ارجن اور دریودھن کی استدعا قبول کی - ذات فیض سمات نے بنفس نفیس پانہ دوؤں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا - کرت برمانے منتخب فوج دریودھن کے ہمراہ کر دی - دریودھن بلدیو جی سے ملا سب کیفیت سنائی انہوں نے فرمایا کہ میں نے کرشن جی سے بہت کہا سنا مگر وہ آپ کو اور پانہ دوؤں کو اپنی اپنی قسمت پر چھوڑتے ہیں - اچھا قسمت آزمائی کرو +

جنگ دو سر وارہ - دونوں سے جس کا پانسہ پڑے - بازی اُس کے ہاتھ سمری کرشن جی نے تم دونوں کو مدد دے دی - میں برسی الذمہ - میری تین لوگ سے متھرا نیارمی ہے میں نہ اودھو کے لینے میں ہوں نہ ماودھو کے دینے میں تم جانو اور پانہ دو دریودھن نے جو ت سمری کرشن چندر کی فوج پائی - خوش ہو گیا - دل بھول رہا تھا کہ اب فتح مدھی میں کیا شک ہے پالا اپنے ہاتھ نہ ہو تو دریودھن نام نہیں وہ بغلیں بجاتا رخصت ہو گیا - یہاں سمری کرشن چندر ارجن سے بولے کہ تم نے فوج نہ لی اور اکیلا مجھکو قبول کیا - یہ پہلے سرے کی حماقت نہ تھی تو کیا اور پھر لطف یہ کہ مجھ کو ہتھیار اٹھانے کا اختیار نہیں +

ارجن - میں دریودھن نہیں آپ کسی اور کو بیوقوف بنائیے - یہاں آنکھیں مہمولی نہیں - فوج کس شمار قطار میں ہے - شکر بے گنتی ہو تو بھی اُس کی گنتی کیا - مجھے تو آپ کی ذات پاک سے سروکار تھا - سو آپ میرے حصے میں آ گئے -

اب اگر میں کیلا بھی ہوں تو میں کسی سے ہار نہیں سکتا۔ چاہے ساری دنیا اکٹھی ہو کر دیکھ لے۔

سری کرشن جی میں کسی لائق نہیں تھا۔ فقط خیال ہی خیال ہے۔ اور پیر بن خاں است۔ اعتقاد میں بس است والی کہاوت مانو تو دیو نہیں تو بچتر والی مثل خیر اب تو زبان دیدی تم دوست ہو اسلئے تمہارے کام کے واسطے ذیل سے ذیل کام کرنے میں مضائقہ نہیں۔ تمہارا رتہ میں ہانکنا منظور کرتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر ذیل خدمت کیا ہوگی۔

اچھا اب چلو راجہ جد ہشتر کے پاس چلیں۔ در یو دھن جہاں تمہارے پہنچے تک ہستنا پور میں داخل ہو چکا ہوگا۔

اویسے ۳

پانڈوؤں اور کوروؤں کی مدد کے لئے تاجداران عالم کی آمد۔
اٹھارہ اکشونی فوج کا اجتماع

راجہ براٹ اور راجہ دروید کا پیغام شکر مختلف راجے ہمارے اپنی اپنی فوجیں لیکر براٹ کی طرف عازم ہوئے۔ مدد دیں کا عظیم الشان راجہ شل بھی ایک اکشونی دل لئے ہوئے روانہ ہوا۔ در یو دھن کو خبر لگی۔ تو منتظمان سلطنت کو بھیج کر جگہ آرام گاہیں تعمیر کرا دیں۔ گنوؤں۔ تالابوں۔ باولیوں سے کوئی منزل خالی نہ رہی۔ خاطر تواضع کا یہ عالم کہ راجہ شل خوشش ہو کر بول اٹھا کہ

جس نے میری ایسی قدر و منزلت اور دعوت مدارات کی میں اس کی طرف ہونگا واہرے راجہ جد ہشتر تیرمی اللہ العزیز کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ جیسا سنا تھا اس سے زیادہ پایا۔

در یو دھن کے منکر امروں نے راجہ در یو دھن کو اطلاع دی کہ راجہ شل۔ سنا اطمینان ہے۔ فوراً آئیے آپ کو ایک اکشونی فوج کی مدد ملے گی۔ راجہ شل کی فوج کا شمار ظاہر ہے ایک اکشونی وان کے نصیب ہوتا ہے وہ روزانہ دو کوس کی منزل طے کرتا

تھا اور فوج بلا تکلف پڑاؤ والی ہوئی بڑھی چلی آتی تھی۔ اور سوار گرم رفتار ہوا کے گھوڑوں پر سوار دریلودھن کی خدمت میں پہنچے۔ وہ خود بنفس نفیس آیا۔ راجہ شل سے ملا۔ راجہ نے خاطر مدارات کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ کوئی خدمت سپرد کیجئے یا کچھ طلب کیجئے۔

دریلودھن میں آپ سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ صرف یہ خواہش ہے کہ آپ فوج کی سپہ سالاری منظور فرمائیں۔

راجہ شل میں شوق سے یہ خدمت انجام دوں گا۔ مگر جب تک آپ کچھ اور خواہش ظاہر نہ کریں گے میری دلجمعی نہ ہوگی۔

دریلودھن اگر آپ کی نظر عنایت ایسی ہے تو زبان دیجئے کہ میری حمایت آپ نے اپنے ذمے لے لی۔

راجہ شل آپ اطمینان رکھیں میں آپ کا ہر وقت دست پناہ رہوں گا فرق ہو تو ہنگام میں آپ سے قول ہارچکا میری بات پتھر کی لیک ہے میں تو راجہ جد مشٹر کی کمک کے واسطے آیا تھا آپ نے اپنے اخلاق سے گردیدہ احسان کر لیا اب میں راجہ جد مشٹر سے ملنے کی آرزو رکھتا ہوں آپ خلاف نہ سمجھیں۔ مجھے ملنا لازمی ہے۔

دریلودھن۔ مگر دستگیری کا وعدہ فراموش نہ ہو۔

راجہ شل۔ جو زبان سے کہہ دیا وہ اُمٹ ہے کبھی فرق نہیں ہو سکتا۔

دریلودھن۔ تو پھر مصالحت نہیں مل آئے۔

راجہ شل راجہ جد مشٹر کے پاس آئے اور کہا

کیا کہیں آپ کی مدد کیلئے کھربار چھوڑا تھا۔ راستے میں دریلودھن نے تعظیم و تکریم دعوت و تواضع سے فریفتہ کر لیا۔ کمک کے واسطے زبان لے لی۔ میں جانتا تھا کہ یہ

نسب سامان آسائش آپ نے کئے ہیں۔ لہذا میری زبان سے نکل گیا۔ جس نے یہ

سب ساز و سامان کئے ہیں اُسی طرف ہونگا اتنے میں دریلودھن آگیا۔ اس نے قول

کو اور سختہ کر لیا۔ اب میں چھتری و حرم کو نہیں چھوڑ سکتا قول سے پھر ناشریفوں

کا کام نہیں جو کچھ رنج ہے میان نہیں ہو سکتا۔ مگر مجبوری سے معذوری ہے اب

اس کے علاوہ آپ جو ارشاد فرماویں اس کے لئے سرتک حاضر ہے۔

راجہ جد مرشد مجھے ہنایت خوشی ہوئی کہ آپ قول کی پابندی سے دریودھن کے شریک رنج و راحت ہوئے نیک دلوں کا یہی خاصہ ہے میں آپ کی فوجی امداد نہیں چاہتا آپ کی فوج شوق سے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر ہتھیار اٹھائے میں آپ سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ کرن جسوقت میدان جنگ میں آئے اور آپ اس کا رتھ ہائیکس تو یہی کوئی تدبیر کریں کہ اسکے پیچ کے ساتھ اس کی طاقت کھٹتی رہے +

راجہ شل۔ یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ میں خوشی سے یہ خدمت اپنے ذمے لیتا ہوں جس وقت وہ شیر کی طرح پھرے گا۔ میں اُس کی ہجو شروع کر دوں گا۔ بات بات پر دھڑکاؤں گا۔ اس کا پیچ آپ سے آپ گھٹ جائے گا۔ آپ اطمینان رکھتے کہ ارجن کا رتھ سری کرشن جی ہائیکس گئے تو اُن کے مقابلے میں کرن کے رتھ کی خدمت میرے ہی سپرد ہوگی بس میں کرن کو کبھی سربر نہ ہونے دوں گا۔ فتح آپ ہی کی رہے گی۔
قول مرداں جان وارو +

ان باتوں کے بعد راجہ شل وہاں سے رخصت ہو گیا۔ سارمی فوج ساتھ لگئی اب دو طرفہ دور و قریب کے راجاؤں کی فوجیں جمع ہونا شروع ہوئیں بہو دھامو ساکی ایک ایک اکشونی دل لیکر راجہ جد مرشد سے ملے۔ راجہ چندیری۔ دھرشکت جیت سین فرزند جراسندھو۔ راجہ پانڈیچری۔ سمدریت۔ راجہ سنگدیب اور راجہ دروید کے لشکر جرار نے براٹھ میں ڈیرہ کیا۔ کل فوج کی تعداد سات اکشونی ہو گئی۔ راجہ دریودھن کی طرف ہندوستان تو ہندوستان راجہ کرات تاجدار چین۔ راجہ بھگدنت۔ مسوری سردا۔ راجہ شل۔ کرت برما۔ نیل۔ راجہ اونٹکا پوری وغیرہ اپنی اپنی فوجیں لیکر داروہوئے۔ گیارہ اکشونیاں اکٹھی ہو گئیں جابین کی اٹھارہ اکشونیوں کی رو میں قبض کرنے کے لئے جم لوک میں جدو لوں کا نیا علم بھرتی ہوا +

ادھیائے ۴

راجہ دروید پر ویت کی راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں حاضری پیغام سانی بات
راجہ دروید کا پر ویت دھرتراشٹ کے دربار میں پہنچا۔ راجہ دھرتراشٹ نے بہت کچھ خاطر تواضع

کی اس وقت تمام تاجداران عالم کے سفیر دربار میں حاضر تھے۔ پروہت نے تحفہ تحائف پیش کر کے عرض کی۔

ہمارا راج آپ کے بھتیجے پانڈو تیرہ برس گزار چکے اب وقت ہے کہ آپ ان کا راج واپس فرمادیں گے اور پانڈو ایک ہی باپ یعنی راجہ پنچتر بیرج کا خون میں ایک خون والوں میں پھوٹ ہونا درست نہیں۔ راجہ جد ہشتر کے کرم و دھرم کا امتحان ہو چکا اس سے بڑھ کر اور کیا آزمائش ہوگی کہ وہ تیرہ برس دھرم ہی کا بناہ کرتے رہے گوروں نے شروع سے کیا ظلم و ستم نہیں کئے تفصیل بیان ہے آپ کل معاملات سے واقف ہیں۔

بھیم سین کو مارنے کی کوشش لاکھ کے مندر میں سب بھائیوں کے جلانے کی حکمت عملیاں جوئے کی بے ایمانی۔ درود ہی کی جیوتی سب انہوں نے برداشت کی۔

تیرہ برس تکلیفات اٹھائیں۔ مگر پانڈوؤں نے اُن کی وہ اپنا قول بناہ چکے اب وقت ہے کہ آپ انکو آوجھ راج بانٹ دیجئے اگر آپ لیت و دل کریں گے تو لاکھوں گوروں آدمیوں کا خون آپکے سر ہوگا۔ آپ کو مناسب ہے کہ اب پانڈوؤں کا موروثی راج انکو دیدیں۔

اس میں خیریت ہے ورنہ خون کی ندیاں ہینگلی ارجن کی طاقتیں ظاہر ہیں۔ بھیم سین کے نام سے دنیا کا پختی ہے۔ نکل و سبیدیو سے بڑے بڑے سوریر پناہ مانگتے ہیں اس پر تلو کی مایہ سری کرشن جی کی رفاقت۔ سانکی جی و راجہ درود راجہ براٹ کی حمایت رنگ لائے بغیر نہ رہیں گی آپ شاستر سے واقف ہیں آپ کے دربار میں جگہ جگہ کے راجاؤں کا مجمع بھی ہے اسلئے اونچ نیچ سمجھ لیجئے میری رائے میں راج ویدنا مناسب ہے بنیں تو ایک طرف کی خیریت نہیں۔

بھیشم پتاہم۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ راجہ جد ہشتر اپنے دھرم کو بناہ کر ہیرہ برس کے بعد ظاہر ہوئے انہوں نے اس زمانے میں جو تکلیفیں اٹھائیں۔ جو مصیبتیں جھیلیں وہ انہیں کا حق تھا دوسرے میں کیا طاقت تھی کہ عشر عشر بھی برداشت کر سکتا۔

بیشک پانڈو آدھے راج کے مستحق ہیں ان کو راج دینا ضرور چاہئے۔

کرن بھی دربار میں حاضر تھا۔ اسکو مرہیں سی لگیں اس پر درود و من کے اشارے نے اور اسکا ہٹ دمی وہ بولا کہ

آپ لوگ رجن وغیرہ کی بار بار کیوں تعریف کرتے ہیں پروہت جی ہمارا راج ہمارا نام ہے

پانڈوؤں کی تعریف کرنے آئے ہیں۔ راجہ جدھشٹر نے اپنے کو جوئے میں ہارا۔ اب میعاد کے قبل حاضر ہوا۔ اُس سے جاگر کہئے کہ بارہ برس اور بن باس اختیار کرے ورنہ پٹیاں چور کی جائیگی۔ آپ ارجن کی بہت تعریف کرتے ہیں کیا آپ نے کرن کا نام نہیں سنا۔ ارجن بڑا مرد ہے تو سامنے آجائے۔

بھیشم پتاما۔ راجہ کرن بڑے بول کا سر نیچا راجہ ہراٹ کے مقابلے میں تم نے کیا بنالیا صرف اکیلے ارجن نے ہم تم سب کو بھگا دیا اب میکرومی فضول ہے میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ میل کر لو لڑائی نہ سہیٹو۔ راجہ دھرتراشٹ نے سنجے اپنے وزیر کو بلایا سا کی سرگزشت سنائی کہ روؤں کی بدعتیں اور شرارتیں بیان کر کے کہا کہ

پانڈو برابر ظلم دستم سہتے رہے ہیں اور اُن نہیں کرتے آخر صبر کی کچھ حد ہے مجھے ڈر ہے کہ پانڈوؤں کو جب مجھو رمی سے غصہ چڑھ آیا تو کو روؤں کا زمین آسمان میں کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ یہ لوگ پانڈوؤں کے فیت و نابود کرنے کیلئے سینکڑوں تدبیریں کر چکے اتفاق سے وہ بچ رہے کوئی آفت نہ آئی اب بگاڑ کا موقع نہیں صلح لازم ہے۔ کرن۔ یہ لوگ میعاد سے پہلے ظاہر ہوئے اُن سے کہئے کہ بارہ برس اور جنگوں کی ہوا کمائیں۔ انہیں ابھی صورت دکھانے کا منہ ہی کہاں ہے۔

راجہ دھرتراشٹ۔ کرن۔ ذرا چپ رہو۔ میں بھی کچھ عقل رکھتا ہوں تم لوگوں کے بچپن نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔ مجھے ڈر ہے کہ گھر کا ستیا ناس نہ ہو۔ پروہت بھی آپ یہاں کی باتوں کا کچھ تذکرہ نہ کیجئے لڑکوں کی بیہودگی کا کچھ خیال ہی کیا۔ آپ جائیں اور سری کرشن جی کو لے آئیں اُن کے آنے پر دو ٹوک فیصلہ ہو جائیگا۔ میں لڑائی جھگڑ سے بھاگتا ہوں۔ مجھے کبھی بھی منظور نہیں کہ کسی کی نکسیر بھی پھوٹے۔

اوپھیا ۵

راجہ دھرتراشٹ کی طرف سے سنجے کی راجہ جدھشٹر کی خدمت

میں آمد۔ باہم گفتگو۔ سری کرشن چندرجی کی گورافشانی

سنجے روانہ ہوا اور ہراٹ نگر میں پہنچا۔ راجہ جدھشٹر کی تدبیر سے حاصل کی پانڈوؤں

نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ اپنے چچا راجہ دھرتراشٹ۔ بدرجی اور تمام کوردوں کی خیریت پوچھی اور کہا:

ہم لوگ بڑے خوش نصیب ہیں کہ تیرہ برس بعد ہمارے بزرگ خاندان ہمارے سایہ سر ہمارا راجہ دھرتراشٹ کو آوارگان و شہت اوبار کی یاد آئی۔ ہمارے زبے نصیب کہ انہی صحبت ایک تازہ ہے مگر یہ تو بتائیے کہ ہماری جان کے خواہاں اپنے والد راجہ کے سوا تمہارے اور فرما نہ وار بیٹے راجہ دیودھن کا کیا حال ہے ہمارے کرن جی صاحب کے تو مزاج خیریت سے ہیں مجھے ان کی بڑی فکر رہتی ہے اندر دیودھن میرے عزیز بھائی کے وہی رفیق صادق ہیں ذرا یہ بھی فرمائیں گا کہ جن برہمنوں کو میں نے جاگیریں دیں تھیں۔ وہ بھال میں یا ضبط ہو گئیں ہمارے برابر عزیز راجہ دیودھن کا عام سلوک درست ہے یا تکلیف دہ۔ گرد و درنا چارج جی کا تیرہ برس سے کچھ حال نہ سنا وہ اچھے تو ہیں ان کے فرزند ارجبند اس وقت ماں کا مزاج تو درست ہے۔ پتا نہ جی (بیشیم پتا نہ) کا سن زیادہ ہو گیا ہو گا وہ بھی کبھی ہم لوگوں کو یاد کرتے ہیں۔

سنجے سب شہریت سے میں مہاراج دھرتراشٹ جی جب آپ فلکس لیتے ہیں تو ان کا کچھ تر ہو جاتا ہے قریب قریب ہر وقت آپ ہی لوگوں کا تذکرہ رہتا ہے دیودھن دھرتراشٹ کی خدمت سے مائل نہیں مگر باہیوں کی صحبت زیادہ ہے برہمنوں کی جاگیریں اب تک بھال میں ان کی خدمت گزاری میں بھی فرق نہیں۔ راجہ دھرتراشٹ کو آپ کی جدائی کا سخت رنج رہا ان کی بالکل کمزور گئی کوئی وقت نہیں جب وہ یاد کرتے ہوں جو وقت انہوں نے سنا کہ آپ راجہ براٹ کے یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ان کی آنکھیں آنکھوں میں گویا تڑپ گیا دلی مسرتوں کے اظہار کے لئے لفظ میسر نہیں ہو سکے ہمارا راجہ دھرتراشٹ کو اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ بہت سے راجہ ہمارا راجہ دھرتراشٹ آگے آئے ہیں اس واسطے مجھے عجیب ہے کہ مزاج پرسی کروں مہاراج کی طرف سے اشیر بادوں۔ یہ بھی پیغام ہے کہ اتنے دنوں کے بعد آپ کیجئے کو شہنشاہ کیسپاس تو ہے نصیب انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں غلط نہیں ہمایوں بھائیوں کی لڑائی بھائی جانیں میزاج چلاؤ کا زمانہ ہے جو وقت آنکھیں بند ہو گئیں یہ جوں دل میں لے ہوئے چلا جاؤ گا کہ ہائے لائق و فائق سعادتمند بھائیوں کا دیدار حاصل نہ ہو سکا اگر تم نے تو یہ افسوس اور داغ یاد کا ررہ جائیگا۔ اب تک تم سب

بھائیوں میں بگاڑ کی کوئی صورت باقی نہیں میں چاہتا ہوں کہ میرے جیتے جی آپس میں صفائی ہو جائے۔ مجھے معرکہ آرائی منظور نہیں خون کس کا بیگا؟ بھائیوں بھائیوں کا بالفرض آپ ہی جیتے تو جانیں کس کی جائیگی۔ آپ کے بھائیوں کی۔ وریو دھن آپ کا چھوٹا بھائی ہے اُسکی غلطیوں پر آپ نے اتناک نظر نہ کی اب بھی بزرگانہ توجہ مبذول رکھئے وریو دھن نالائق ہے تو نالائق کا بھی نباہ کر دینا لائقوں کا فرض ہے لائقوں کے واسطے کسی کے کئے نسنے کی ضرورت نہیں اُن کی لیاقت خود بخود ہی نباہ کر دیتی ہے۔ جیٹک وریو دھن کی طرف بھیشم پتار۔ درونا چاریچ وغیرہ میں جن کا آج زمانے میں نظیر نہیں جن کے ہاتھوں سے موت بھی پناہ مانگتی ہے مگر میری عقل کی آنکھوں کو کچھ اور ہی خوریز سماں نظر آتا ہے مجھے اس پھولی پھولی پھولاشمی کی خیریت معلوم نہیں ہوتی۔ تباہی و بربادی میں شک نہیں اتفاق بخیر چیز ہے وراسی دل کی صفائی میں زندگی کا لطف ہو جائیگا بندھی مٹی کھلی تو انگلیوں میں میل جول کی طاقت کہاں؟

راجہ جد حشر۔ چچا صاحب کی بزرگانہ توجہ کا شکریہ۔ وہ میری طرف سے بیکر ہیں میں کوئی کام ایسا نہ کروں گا جو اُن کی طبع نازک کے خلاف ہو جس سے میرے بھائیوں کا دل دکھے آپ کے سامنے راجہ براٹ۔ راجہ دروید راجہ سلانگی جی وغیرہ بہت سے تاجدار رونق افروز ہیں مجھ میں اُن کی سی لیاقت نہیں ان کو سب حالات سے واقفیت بھی ہے ان کے ہوتے میں اپنی عقل آرائی کچھ نہیں کر سکتا ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے چچا صاحب تو برا کے نام ہیں سارا اختیار وریو دھن کا ہے جتنا وہ پانی پلائے اتنا دھر تراشت جی ہیں۔ بھیشم پتار جی نے سمجھایا تو جھڑکیاں کھائیں۔ بد راجی پروٹانٹ ڈپٹ پڑی چچا صاحب کے مزاج سے میں واقف ہو گیا وہ پہلے سٹکھے درخت میں آگ لگاتے ہیں پھر گئی اور تیل ڈال کر بجھانے کی کوشش کرتے ہیں وریو دھن نے شروع سے اب تک ہم لوگوں کی جان لینے میں اپنی طرف سے کیا کسر چھوڑی۔ نہ خود پانی وغیرہ کے سارے محاطات پوشیدہ نہیں۔ بس حد ہے کہ ہم لوگوں نے جان پر کھیل کر گندھربوں کی قید سے نجات دلوائی پھر بھی بدسلوکی سے باز نہ ہے اور اب تک جان کے گامک ہو رہے ہیں راجہ دروید تراشت ہمارے بزرگ ہیں اُن کا فرمانا ہمارے سر آنکھوں پر۔ مگر وریو دھن کی باتیں ناقابل برواشت ہیں اُس نے راجاؤں کو کک کے لئے بلایا ہے معلوم ہو گیا کہ نیت کیا ہے

پس جب وہ ہمارے موردی راج دینے سے گریز کرتا ہے تو فیصلہ تیر و پھر نہ کریں گے تو اور کون
 دیو دھن ایک قدم بھڑ میں چھوڑنے کو راضی نہ ہوگا مگر راجن کا گاندیو و منش راج لئے بغیر دم نہ لیگا
 راجہ دھرتاشٹ بھی مجبور ہیں اور میں بھی معذوریہ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ بگاڑ نہ ہو۔ میں
 جوں سے مطلب نکل جاتے مگر جب شہنی ہی کچھ اور جو تو میرا کیا اختیار دیو دھن
 اور دھرم کی طرف ہے۔ پانڈو دھرم کی طرف۔ پس دیو دھن اور پانڈوؤں کی لڑائی نہیں
 اور دھرم اور دھرم کا مقابلہ ہے۔ جنگ دو سر راہ دی جس کو ایشور فتح دے۔ آپ کو لازم تھا
 کہ دیو دھن کو راضی کرتے ہیں تو ہر بات میں راضی ہوں +

سنجے۔ بیشک آپ کے سامنے کو رو نہیں ٹھیر سکتے میں کیا ہمارا دماغی بھی کہیں گے آپ
 ایسا دھرم اتار دوسرا کون ہوگا۔ اسلئے عرض کرتا ہوں کہ آپ کس سے لڑینگے کس کو ماریں گے
 کس پر فتح پائیگے۔ آپ کی تلوار بھیشم پتاہ پر اٹھ سکیگی۔ دونوں چارج پر تیر سر ہوگا کورو
 آپ کے چھوٹے بھائی میں ان کو مار کر بھلا آپ خوش ہو سکتے ہیں آپ ماتم کرینگے یا راج +
 راجہ جدھشٹر۔ بیشک آپ کا خیال درست ہے مگر مجبور می کے وقت کیا کیا جائے
 شاستر کی ہایت ہے کہ دُشٹ اور ادھرمی اپنے اعمال سے ہار نہ آئے تو ہنانش کے
 بعد اسکو دباؤ سزا سے راہ راست پر لانا ہی دھرم ہے چنانچہ سری کرشن چندر موجود
 ہیں فیصلہ ان کے ہاتھ ہے جو یہ تصفیہ کریں وہی ٹھیک۔ نہ لڑائی نہ جھگڑا۔ اگر راجہ
 دیو دھن پھر بھی راہ راست پر نہ آئے تو میری اور اس کی قسمت +

سری کرشن۔ سنجے۔ دیو دھن اور اس کے بھائی تو ادھرم سے نہ ہینگے۔ اس کا
 نتیجہ یہی ہے کہ دونوں طرف سے خوریزی ہوئیں جیسا پانڈوؤں کو سمجھتا ہوں ویسا
 یہی گوروؤں کو۔ میرے دونوں میٹھے ہیں میں لاکھ چاہتا ہوں کہ آپس میں میل ہو جائے
 مگر دیو دھن کے سر پر خودی کا بھوت سوار ہے میں کیا کر دوں مجبور ہوں میرا فرض دونوں
 کو سمجھانا ہے دیکھ لو راجے فوجیں لئے موجود ہیں۔ لڑائی کا سامان لیس ہے مگر میں
 راجہ جدھشٹر کو یہاں سے قدم اٹھانے نہیں دیتا۔ اب جو کچھ دیو دھن کی مرضی ہوگی
 اس میں اپنا کچھ دخل نہیں اگلی باتوں کا ذکر فضول ہے کون کوروؤں کی بدسلوکی نہیں
 جانتا جوئے کی وقت جو مہارانی دروپدی پر بدعتیں ہوئیں وہ کیا آپ نے نہیں سنیں اگر آپ اپنی عورت
 پر یہ ظلم و ستم دیکھتے تو لاکھ آدمیوں میں بھی تلوار کھسیٹ کر جان تک دیدیتے تم سب لوگ

بیسے دیکھا کئے کسی کے منہ سے نہ نکلا کرو تا لائق درشاں کیا کرتا ہے خیر گذشتہ راصلوہ
 آئندہ را احتیاط۔ بچیل باتیں گویاں ان کا ذکر ہی کیا۔ اب راجہ جد عشر تیرہ برس کا چکے
 ان کو راجہ بنا چاہئے خواہ اتفاق سے خواہ کشت و خون سے۔ راجہ دھر تراشٹ پانڈوؤں کو
 تباہ کر چکے انہوں نے اپنے بیٹوں کی محبت کے جوش میں کوئی بات اٹھانہ رکھی جو کچھ کیا
 اصرام نے ہی کیا ہے اور لوگ رات کو ڈاکا مارتے ہیں راجہ دھر تراشٹ نے دن دھارے
 پانڈوؤں کو لوٹا۔ جہاں چھتریوں کا دھرم ہے کہ برہمنوں کو دید پڑھائیں۔ دان دیں۔ گو
 کی حفاظت کریں وہاں یہ بھی دھرم ہے کہ بد کرداروں کا سر کچلیں راجہ دھر تراشٹ نے
 سعادتمند بھتیجیوں کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا بلکہ بربادی کے خواہاں ہے۔ بس اپ مروت
 کیسی۔ تیرہ برس صغر از دوسی کے گزر چکے۔ پھر بھی حسب قرار و نصحت راجہ نڈارو۔ زبان لاپتہ
 سے چاہتے ہیں کہ پانڈوؤں کو پھر سو کھاڑ کاؤں۔ سواب شننی نہیں راجہ دھر تراشٹ کو لازم تھا
 کہ خود ہلاتے راجہ بیٹے۔ دان پٹن۔ راجہ پاٹ۔ عدل و انصاف۔ دھرم کرم دیکھ کر طبیعت خوش
 کرتے یہ افسانہ بھی کیا خوب کہ مٹیا جد عشر لڑائی بھڑائی نہ کرنا میں ملاپ عجیب چیز ہے +
 وہ زمانہ دیدہ ہو کر پانڈوؤں کو بیوقوف بناتے ہیں بزرگوں کو ایسا جنبہ لازم نہیں اسی
 میں خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں خود راجہ دھر تراشٹ سے ٹوں
 اور کو مہوؤں پانڈوؤں میں صلح کروں۔ مگر ایسی امید نہیں سنت میں مجھے ناکامیابی کا
 رنج ہوگا۔ ندامت گھسٹے میں۔ سنجے۔ تم جاؤ۔ میں بھی آتا ہوں۔ اپنی طرف سے نبھا
 دیتا کہ لڑائی جھگڑا تباہ کن ہے پانڈوؤں کے بگاڑ سے کوروؤں کی بھلائی نہیں ایک دن
 خون غرابہ بکھا ہوا ہے اور راجہ دھر تراشٹ کے لئے قتل +

ادھیائے ۶

سنجے راجہ دھر تراشٹ کے مشیر باتدیر سراجہ جد عشر کی گفتگو

سری کرشن جی سنجے کو فہمائش کر چکے تو سنجے نے اجازت مانگی چلتے وقت راجہ جد عشر نے
 فرمایا۔ آپ مہاراجہ دھر تراشٹ کے مشیر باتدیر ہیں آپ کو کل معاملات سے واقفیت بھی ہے
 پس آپ کسی کے کہنے کا برا نہ مانیں اور وہاں وہ تقریر کریں جس کی مدھی مٹھی نہ کھٹے گنگا جی

کے پتر بھیشم پناہ جی ہمارے دادا میں ورد نا چارج مہاراج ہمارے گرد خطا نہ یہ کہ بہت بڑے
 میں کہن آیا ہے جو میر بزرگ یا خلیفہ میں سب بزرگوں کو دندوت اور سب چھوٹوں سے دُعا
 کہتے تھے جو سب چھوٹے ہوں اُن کو میری طرف سے زیادہ پیار کیجئے گا۔ جو جو راجے مہاراجے
 بدو کیلئے آئے ہوئے میں اُن کو بھی میری طرف سے مزاج پُرسنی کھینچا کوئی عزیز و آشنا دوست
 دشمن باقی نہ رہ جائے جسکو موقعہ شکایت ہو۔ آپ وصرم کے اصولوں سے واقف ہیں۔ کبھی
 راہ راست سے قدم نہیں ڈگمگاتا۔ آپ کے برابر ہم لوگوں کو سمجھ نہیں۔ آپ اپنی طرف
 سے ایسی معقول گفتگو کریں کہ درلودھن آدھا راج بانٹ دے اگر اسے عناد ہو۔ تو
 مہاراجہ دھرتراشت ہم لوگوں کو قصور وار نہ ٹھہرائیں یہاں سب تیر و ترکش ماندھے
 میٹھے ہیں میان سے تلوار اُٹکنے کی دیر ہے اب تک آپ واقف ہیں کہ ہم لوگوں نے کیسا
 ضبط کیا۔ کیسی کچھ سختیاں سہیں ایسی ایسی کرڈیاں جھیلنا پڑیں کہ درلودھن ہوتا تو چن کے
 بھاگ کھڑا ہوتا۔ ہمیں زیادہ نہیں چاہئے صرف پانچ ضلعے گزارے کے لئے بل جائیں
 تو بگاڑ ہونے لگتے دھون۔ اگر درلودھن کو خود غرضی سے سروکار ہے وہ پانچ مقام دیئے
 بھی راضی نہیں تو میں بخیر ہوں۔ اُن لوگوں کی قسمت جنہیں تیر و تفرنگ سے سامنا ہو گا
 زمین کی بھی خوش نصیبی یا بد نصیبی جس پر نیز دس خون بہتا ہو اویکھنا پڑے گا۔ آپ راجہ
 دھرتراشت اور درلودھن کو سمجھائیے کہ

اب تھل کایا رہا نہیں۔ بہت کچھ ہو چکی کسی کو کمزور سمجھ کر دباتے جانا اچھا نہیں
 پاندروں میں ابھی راج لینے کا دم باقی ہے آج تک رُدت ہی اب سیدھی انگلیوں گئی تھلک
 تو میں کشت و خون کا دمہ دار نہیں آپ نے جو کچھ فرمایا میں کان دیکر سنتا ہوں مجھ میں تیرہ برس
 کی مصیبتیں جھیل کر قول پورا کر چکا تو کیا وجہ ہے کہ
 درلودھن راج نہ بانٹے ہیں تو طرح دیئے کو تیار ہوں لیکن جب درلودھن ہی کروڑوں
 جانوں کا گاہک ہو تو مجھے مجبوری ہے بلا سب کے تیر اور تلوار ہی کا سامنا بھی +

اوصاف
 سچے کی برٹ نگر سے والپتی۔ راجہ دھرتراشت کی خدمت میں حاضری
 بدرجی کی طلبی۔ اُن کا راجہ دھرتراشت کی درخواست پر دھرم پدیش

سنجے براٹھ گھر سے واپس آگیا۔ راجہ و سر تراشٹ سے ملاقات کی انہوں نے پوچھا کہ کیا ہستی ہے
سنجے۔ مہاراج پانڈو کے اطاعت گزار ہیں انہیں رہنا جوئی سے مطلق گریز نہیں انہوں نے
فرمایا کہ ہم لوگ کبھی مہاراج کی مرضی کے خلاف نہ چلے نہ چڑیا گیا پی گئے آف دکنی لاکھ کے
مندریں جلائے گئے۔ لب پر حرف شکایت نہ آیا۔ جوئے کے لئے یاد دہانی سر کے بل حاضر
ہو گئے راج پٹ چھن گیا۔ کچھ نہ بولے۔ درویدی پر بدعتیں ہوئیں سب سہیں تیرہ برس کا بن باس
تجویر ہوا بے عذر قبول کیا جو شرط تھی پوری کر دی اب ہماری طرف سے کچھ قصور نہیں لڑائی
جھگڑے کے فساد و دیو دھن اور کرن وغیرہ میں انہوں نے لڑائی کی تیاری کرنی ہے وہ
دبے کو اور دبانا چاہتے ہیں یہ ان کی مرضی۔ مگر مجھے یہ خیال ہے کہ کس سے لڑوں۔ کس کے
سامنے غم ٹھو کوں۔ کس کو امداد۔ کس کے ہاتھ سے مار کھاؤں۔ بزرگ میں سب بھائی
اور عزیز و اقارب ہیں۔ مجھے تو یہ خیال ہے مگر فسوس کہ آپ کے دیو دھن کو کسی کی
موت اور زندگی کا لحاظ و پاس نہیں اتنا تو سرسری طور پر میں نے عرض کر دیا اور باتیں
تہنائی میں عرض کروں گا۔

راجہ و سر تراشٹ نے سنجے کی تقریر گوش ہوش سے سنی۔ اسے فکر پیدا ہوئی کہ رنگ
بیٹھ ہے۔ دونوں طرف تلواریں کھینچ رہی ہیں کہیں زمین خون سے سیراب نہ ہو۔ اس لئے
اس فکر میں بدرجی کو بلا کر سنجے کی تقریر کا لٹے لباب سنایا اور کہا
تم عقلمند ہو و محرم سے بھی تمہیں کما حقہ واقفیت ہے کہو کیا کیا جاسکے۔
بدرجی۔ مہاراج کسی کے گھر میں چودھری ہو جائے اسکو اسی طرح نین نہیں آتی جس
طرح کسی عاشق کو معشوق کے انتظار یا فراق میں۔ راجہ جد جھڑکا طرچ آپ نے چھین
لیا ان کو صبر و آرام کی کون صورت ہے نہ چڑیا گیا مروت بہ سلو گیان ہوئیں۔ راج تک
چھین لیا گیا تیرہ برس کیلئے بن باس کی بھی ٹھہرائی گئی مگر پانڈو کو سننے سے حرف نہ نکالا
اب تو وہ راج کے مستحق میں خواہ خوشی سے دیکھو یا ناراضی سے۔ وہ جیتے جی گوروں کو بھیانہ
پھوڑیں گے۔ دیو دھن نے فوجیں جمع کی ہیں کیا اسباب کی پانڈو کوں کر اٹھیں
میں تو جانتا ہوں کہ خون کا ریا ضرور پہنکا۔ افسوس آپ آنکھوں سے محروم ہیں مگر ظاہر ہی
آنکھیں نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے دل کی آنکھیں تو کھلی ہیں۔ پس آپ پانڈو کوں بہ
نظر عنایت کیجئے دیو دھن اور اس کے کرن ایسے رفیق عقل کے اندھے ہیں یہ ضرور ہے آپ

کے برہا پے میں آپ کو داغ دیجئے ممکن نہیں کہ آپ کو میٹھی نیند سونا بھی نصیب ہو +
 راجہ دھرتراشٹ۔ میری تو عقل چکر میں ہے کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں مر جاتا تو
 اچھا تھا۔ براہو زندگی کی جیانی کا یہ کجنت نہ جانے کیا کچھ دکھائے تم سے بڑھ کر کوئی
 دھرم کے جاننے والا نہیں۔ خدا بتاؤ تو +
 بد رچی۔ جو فرمایئے عرض کروں +

بد رچی

بد رچی کا دھرم پیدائش

راجہ دھرتراشٹ۔ عالی خاندان کی صفت کیا ہے +

بد رچی۔ پوجا پاٹ۔ دھرم کرم۔ چندراشن وغیرہ برت رکھنا۔ وہ گھرانہ با عظمت ہے۔ جس
 میں اہل خاندان نفس کش ہیں یعنی خواہشات نفسانی سے مغلوب نہ ہوں وہ پڑھتے
 ہوں جگہیہ کرنے کا شوق ہو جائزہ اضافے قسم کی شادیاں کرتے ہوں۔ غلہ کا دین جن کے
 یہاں روزانہ ہوتا جو دھرم کی طرف سے بے اعتقاد ہی نہ ہو اس مقدس راہ میں ثابت
 قدم ہوں۔ سچ بولتے ہوں۔ والدین اور بزرگوں کی اطاعت اور فرمانبرداری۔ خاطر وراثت
 تعظیم و تکریم کرتے ہوں۔ جنگی نیک اعمالیوں اور خوش افالیوں سے دنیا میں شہرت
 ہو۔ ذلیل خاندان وہ ہیں جن میں جگہیہ اور پوجا کی رسم ہر طرف ہو جو ذلیل قسم کی شادیاں
 کرتے ہوں اس قسم کی شادیاں وہ ہیں جن میں دکھ اور رنج کے سوائے کچھ حاصل نہیں۔
 نہ برہم بھوج ہوتا ہو۔ نہ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ نہ دین پڑھنے میں دید نہ پڑھا یا پتا
 ہو ایشور بھجن اور گیان و حیلان کے چرچے نہ ہوتے ہوں اور برہمنوں کی خدمت۔ طالبوں
 کی نصیحتوں سے نفرت کی جاتی ہو گرو کی بات پر جہاں کان دئے جاتے ہوں جہاں اچھے
 اہل لائق و فائق آدمیوں کی تعزتی ہو وہ خاندان ذلیل سمجھا جاتا ہے بلکہ اس خاندان کو خاندان
 ہی سمجھا یوقنی ہے جس میں نہ کوئی برت رکھتا ہو۔ نہ دھرم کی کچھ وقعت سمجھتا ہو خاندان
 مفلس ہو گرو پوجا پاٹ۔ سندھیلکوتے میں غفلت ذکر کے تو اس خاندان کا اعزاز تسلیم کیا
 جاتا ہے۔ دولت کو قیام نہیں سکے پر لگے رہتے ہیں ورنہ کی چھاؤں کی طرح ابھی یہاں
 ہے اور غور و زری دیر میں اور کہیں۔ دولت پاس نہ ہونے سے خاندان کی بزرگی میں

فرق نہیں آتا۔ ہاں دولت مند خاندان و حرم سے بے بہرہ ہو تو وہ آندھی آنکھ کے برابر ہے خاندان کی عظمت روپیہ پیسہ۔ ہاتھی۔ گھوڑے شان و شوکت سے نہیں ہوتی۔ سب حصن دولت راج پاٹ ہو۔ اور و حرم نہ ہو۔ تو وہ خاندان رو سیاہ ہے۔ اس کی کچھ وقعت و وقار نہیں۔

راجہ دھر ترانٹھ عالی خاندان کی صفات ذہن نشین ہوئیں۔ واقعی جہاں و حرم نہیں وہ کچھ بھی نہیں۔ اب یہ بھی بتائیے کہ محبت کن لوگوں کے ساتھ کرنی چاہیے۔
بڈر جی جو چھلی ہوں کپٹی ہوں۔ جعلی اور فریبی ہوں۔ پر کیا مال بضم کرنے والے ہوں۔ نیکی کے بدلے بدی کرتے ہوں یعنی محسن کش اور احسان فراموش ہوں۔ ان کی صحبت اور ان سے رسم و راہ کبھی جائز نہیں۔ ہم اور آپ کو الیخیر ان لوگوں کے سائے سے بچائے جو دوسرے کی دولت مار لیتے ہیں۔ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتے ہیں۔ جیسا بھی فریبی اور دوغاباز و دوتاؤں سے منحرف برہمنوں کا مخالف۔ دان پٹن سے متفرق الیخیر سے روگردان ہو۔ تو اس کا ہم لوگوں پر سایہ نہ پڑے۔ جس دربار شاہی میں ایسے شخص کے قدم آئے سمجھ لیجئے کہ سلطنت تباہ ہوئی۔ غصہ در۔ ٹرپوک۔ نیکی خود مطلب۔ خود غرض اور احسان فراموش لوگوں کا دور ہی رہنا اچھا۔ جو خیر خواہ ہے۔ جس کو پرانے نفع و نقصان کا اثر محسوس ہو۔ جو دکھ درد میں شریک ہو مہلائی کی باتیں کرے وہ خواہ فریبی کیوں ہو مگر ہزار عزیز سے بہتر ہے۔

راجہ دھر ترانٹھ۔ پنڈت کسے کہتے ہیں۔

بڈر جی جو نہ اپنی بُرائی سے ناخوش ہو۔ نہ پرانی سے خوش جسکی زبان پر کسی کی شان میں کوئی حرف خلاف نہ آئے۔ جو اچھے لوگوں کے قدروں کو تاج سر سمجھے۔ جو ناستک ہو۔ یعنی جسے و حرم کے معاملات پروری و اقیقت اور و حرم شاستر کی پابندیوں کا لحاظ و پاس نہ ہو شاستر کے مخالف۔ معزور۔ مفلس۔ بد اعمال یعنی قلمباز و غیرہ کو چا پلو سی اور بیجا حمایت بھروسے پر تانے والے اپنے مقصد کو نظر انداز کر کے فضولیات میں پڑنے والے اول درجے کے بیوقوف ہیں خواہ وہ کتنا ہی پڑھ لکھ جائیں۔ پنڈت کہلائیں۔ مگر ان کا شمار عقلمندوں میں نہیں ہو سکتا۔ پنڈت وہ ہے جو عالم با عمل ہو۔ چار پائے بروکتا ہے چند سے کچھ حاصل نہیں۔ جو علم پڑھ کر بیوقوف ہے وہ اس گدھے کے برابر ہے۔ جس پر

چاروں ویجھپوں شاستر اکیسوں سمرتیاں وغیرہ لاد دی گئی ہوں۔ اور وہ نہ جانتا ہو۔ کہ اسٹیل
 لادی میں یا جواہرات۔ لائق و فائق اور واجب التعظیم اشخاص سے نفرت۔ بد معاشرت
 سے صحبت اور صاحب طاقت سے عداوت حماقت کی نشانی ہے۔ جس نے اپنے
 کام نوکروں پر چھوڑے۔ امتحان کے موقع پر لیاقت کے غرور میں اندھا ہوا۔ آج کا
 کام کل پر چھوڑا۔ اُس سے بڑھ کر کوئی بیوقوف نہیں۔ پتروں کا شرادہ۔ دیوتاؤں کی
 پرستش۔ خیر خواہوں کی قدر و منزلت نہ کرنا۔ حماقت کی نشانیاں ہیں۔ بغیر بلائے کسی کے
 یہاں جانا۔ کسی کی باتوں میں دخل و مداخلت دینا۔ غیر معتبر لوگوں کا اعتبار کرنا عزت میں
 فرق ڈالنا ہے اپنی غلطی دوسرے کے متھے منڈھنے اور بار بار کمزور برعصا تاننے والے
 کو بیوقوف سمجھنا چاہیئے۔ دولت ثروت حکومت کا غرور بڑا ہے۔ ہزاروں لاکھوں
 شاہی خاندان بگڑ گئے۔ آج اُن کی اولاد بھیک مانگ رہی ہے بہت سے شہزور
 کتے کی موت مرے خاندان میں کوئی چلو بھر پانی دینے کو باقی نہ رہا۔ نمونہ دیکھ لیجئے
 اک لکھ پوت سوا لکھ ناتی گھراون کے دیا نہ باقی
 جو شخص اپنے ہاتھ چلتے بال بچوں کو کھلا نہیں سکتا وہ بھی پلے سر کا نالائق
 اور صدور بے کا ظالم ہے۔ لذت کھانا خود کھانا دوسروں کو محروم رکھنا حماقت میں شمار
 کرنا ہے نہ تنہا خوری چاہیئے نہ خورائی۔ جو اکیلا راہ چلتا ہے۔ جو بہت آدمیوں میں
 اکیدا جاگتا ہے۔ اُس کے لئے دھوکا رکھا ہوا ہے۔ بیچ کو سب اچھا جانتے ہیں
 مگر عمل نہیں۔ دورانہ نشوں۔ انجام بینوں کی عقل پر ہنسنے والوں کو عقلمند سمجھنے والوں
 کا بھی احمقوں میں شمار ہے عقلمند وہی ہے جو سوچ سمجھے کے ادب بیچ دیکھ کے
 کام کرے برو باری اور تحلل امیر و غریب سب کا زیور اور وقت ضرورت سپر ہے جس
 نے تحلل اختیار کیا۔ اُس کی نظر میں دنیا کی دولتیں مٹی ہیں۔ دل کے بادشاہوں کو سلطنت
 کی کیا پرواہ جس میں لالچ ہے نہ خواہش اُسے دنیا کی کیا پرواہ۔ کوئی راجہ ہو۔ تو کیا ملک
 ہو تو کیا نہ اُسے بد معاشرے بد اعمالوں سے رنج پہنچ سکتا ہے نہ سر جنگوں اور ظلموں
 سے تکلیف۔ جس سے بڑھ کر کوئی دولت اور طاقت۔ دھرم سے بڑھ کر کوئی زندگی
 کا ستر نہیں۔ علم جو تو بھر سلطنت بھی پہنچ ہے ولا رازی اور خونریزی نہ ہو۔ تو
 زندگی کے واسطے سکھ کی کمی نہیں جو راجہ ملک گیری سے دست کش ہو یا جو براہمن وید

نہ جانے کی ضروریات نہ پہچانے وہ مٹی میں دفن کر دئے جائیں تو کچھ باپ نہیں ایسے
نالائقوں کو زمین اس طرح جگہ دے دیتی ہے جس طرح سانپ کو ذرا سے بل میں دل
میں کھٹکنے والے کانٹے دو ہیں ایک مفلس کو الودغری کا خیال دوسرے کمزور کا غصہ +
یہ دونوں ہی دل میں کرٹھ کرٹھ کے رہتے ہیں مجبوری ان کو ادھ مرا کر دیتی اور تھر
درویش برجان و رویش والی مثل صادق آتی ہے +

دو شخص بے تکلف سرگ میں پہنچتے ہیں (۱) صاحب دولت یا صاحب طاقت جو محل
یا بڑباہوں (۲) خود بھوک مار کر دوسروں کو کھلائیں۔ گاڑھے پسینے کی کمائی کو قیام ہے
مفت کی دولت بے طرح لٹتی ہے۔ اس کا ٹھیرنا مشکل ہے۔ ایسی دولت سے مستحق
اشخاص کو فیض نہیں ہاں الفت کھا جاتے ہیں۔ دو قسم کے لوگوں کو تو گلے میں بھاری
تھوڑا ل کر ڈلو بھی دینا چاہیے (۱) ایک امیر جس کے پاس دولت موجود ہو اور پھر بھی دان
کرے (۲) مفلس ہو اور تپ سے غافل ہو

دو شخص ایسے بھی ہیں جو سورج منڈل کو تو پھپھوڑ کر سرگ میں پہنچ سکتے ہیں ایک
جوگی سنیا سی دوسرا میدان جنگ میں کٹ مرنے والا پہلور +

دوسرے کی دولت دابنے والے۔ پرانی عورت سے ناجائز راہ و رسم کو نیلے
خیر خواہ کو بدخواہ سمجھنے والے۔ ان لوگوں کا دنیا میں کبھی بھلا نہیں۔ ان کے لئے ایک
بڑا مصیبت لکھی ہوئی ہے۔ نرک کے تین دروازوں کو کام۔ کرودھ۔ لوبھ کہتے ہیں جس
خاندان کا بزرگ بڑھا اور مفلس ہو مگر وھرم کا پابند اور چھوٹوں کو بھی خاندانی رسم و عراج
کی تعلیم دیتا ہو۔ دوست بھی نالودہ ہوں۔ بہن بے اولادی سے غمناک ہو تو اس خاندان
پر لکشمی کی نظر عنایت سمجھنا چاہیے اس قبضے میں ناموری کی وہ لازوال دولت ہے
جس کے مقابلے میں تمام دنیوی دولتیں بیچ ہیں۔ ایک روز راجہ اندرنے دیوتاؤں
کو برہمپیت جی سے دریافت کیا کہ کس پاپ یا سن کا پھل جلد حاصل ہوتا ہے جواب ملا کہ
دیوتاؤں کے سنگلیپ۔ عقلمندوں کی تعظیم و تکریم یا بیعتی کا۔ عالموں سے مخالفت
اور گناہ و غلط کاری کا

اے راجہ وھتراشٹ یہ باتیں انسان کے لئے مقدم ہیں مانتا پتا۔ اگن دیو گرو
کی خدمت اور اپنے جسم کی حفاظت دیوتاؤں جن۔ تہہ شرادھ عالم ناضل جوگی۔ سنیا سی۔ سلوھو

مسافر اور مہمان کی خاطر تواضع سے انسان کی دور دور تک تعریف ہوتی ہے جس شخص کو اپنے عروج کی خواہش ہو۔ وہ ان پانچوں باتوں سے پرہیز کرے (۱) سستی و کالی (۲) خواب گراں (۳) خوف (۴) غصہ (۵) عجلت کے کام میں عقلیت + رشیوں کا قول ہے کہ ذیل کے اشخاص کو کبھی منہ نہ لگائے نہ ان سے واسطہ رکھے (۱) وہ گرو۔ جو دھرم کے اصول سے ناواقف ہو یا جائز اپدیش نہ کیے (۲) وہ برہمن جو جگہ میں ناخواندہ مہمان ہو (۳) وہ راجہ جو رعیت پرور نہ ہو (۴) زبان دراز عورت پالچی (۵) سیریا گوالا (۶) وہ نامی جسے جنگل کی ہوا پسند ہو۔

یہ چھ خصلتیں انسان کی فضیلت اور دنیوی بہبودی کا باعث ہیں (۱) راست گوئی (۲) دان بن (۳) جستی و چالاکی (۴) غیبت سے نفرت (۵) صبر و تحمل (۶) دھرم کی پابندی جو گنہ گشتی عورت و بیا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس کو نقصان کے سوائے کبھی فائدہ کی امید نہیں۔ - نیچ آدمی سے میل جول رکھنا بھی سخت ضررِ زمان ہے دنیا میں چھ قسم کے آدمی ایسے بھی ہیں جو محسن کی معیشتی کو اپنے فخر سمجھتے ہیں۔ ان سے امید نہیں کہ یہ اپنے آگے و سرور کو کچھ سمجھیں (۱) عالم و فاضل شاگرد کی نظر میں استاد کی وقعت نہیں ہوتی (۲) شادی شدہ بیٹے ماں باپ کو نظر میں نہیں لاتے (۳) عورت کی برحالیے میں لوگ وہ قدر و منزلت نہیں کہتے جو جوانی میں تھی (۴) عالم مبتدیوں کو نظر حقارت ہی سے دیکھتے ہیں یہ خیال نہیں ہوتا کہ کبھی ہم بھی مبتدی تھے (۵) کشتی معیا سے پار ہوئی۔ اور سوار جلدی سے اتر پڑے خیال بھی نہیں کہ اُس نے کیا سلوک کیا تھا۔ کیونکر جان بچائی (۶) جہاں لرغین اچھا ہو گیا۔ پھر معارج کو طاق پر بٹھا دیا۔ اُسکی قدر معیشت تک رہتی ہے۔ جب تک غرض سے نجات نہیں ملتی +

چھ باتیں دنیا میں غنیمت ہیں +
 سندھرتی۔ وطن میں قیام۔ فرض سے سہکدوشی صحبت نیک۔ حسبِ مرضی مددگار۔ سکونت
 حسبِ ذیل آدمیوں کو کبھی چین اور آرام نہیں +
 حاسد رحم دل بے صبر۔ غصہ ور۔ شکی۔ خیر کے وقت نگر +
 چور اور بد معاش کی بود و باش لوگوں میں بیماروں کی حکیموں میں۔ عیاشوں کی فاحشہ
 عورتوں میں جگہ کرنے والوں کو جھانڈوں میں۔ مقدمہ بازوں کی عدالت میں عمر گزرتی ہے

جس کو دولت۔ تندرستی۔ خوبصورت اور اطاعت گزار عورت۔ سعادتمند فرما کر دنیا اور علم حاصل ہو۔ اس سے بڑھ کر کوئی خوش نصیب نہیں۔ عیاشی۔ قمار بازی۔ شکار طلب خوری۔ سخت کلامی ہے۔ انصافی بڑی خراب عادتیں ہیں۔ ان سے اور تو اور بڑے بڑے راجہ تباہ ہو گئے ہیں۔ ان خراب عادتوں سے ہر ایک شخص کو بچنا چاہیے اچھے باتوں سے انسان کی دنیا میں عزت و شہرت ہوتی ہے۔ علم باعمل سے خیرات و زکوٰۃ سے۔ عقلمندی و عالی خانہ سے۔ طاقت و نفس کشی سے شیریں زبانی و سخاوت سے دوسروں کی قدر شناس نہیں کہ شیریں زبان۔ صابر و بلند عزت ہوتے ہیں۔ اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے سکھ کو مقدم نہ سمجھے برا دکھ میں شریک ہو ورنہ کب کے پھر تڑپھٹائے۔ یتیم اور محتاجوں کی دستگیری کرنے جو شخص دان پن۔ پوجا پاٹ۔ منت نیم کرتا ہے۔ اس پر دیوتاؤں کی بھی نظر عنایت رہتی ہے۔ نیک دل۔ قانع۔ راست باز۔ صاف دل۔ نیک طبیعت۔ دوسروں کی بزرگی کے قائل و احب التعظیم سمجھے جاتے ہیں کچھ پھل توڑنے والا نہ کچھ منہ پاتا ہے نہ بیج ہی سے فائدہ اٹھاتا ہے زبان کا ذائقہ بھی نہیں ملتا۔ اُمنہ فائدہ بھی مفقود ہو چکے جو پھل توڑتا ہے اسے ذائقہ بھی ملتا ہے اور بیج بھی ایک وقت بار آور ہوتے ہیں جس مانگ کی خوشی اور ناخوشی کیا ہو۔ اُس سے فائدہ کی تو امید نہیں نقصان ہو جائے۔ تو اس کی مرضی۔ ایسے آقا ہے کوئی ناخوش نہیں رہتا۔ دنیا میں دھرم کو راسخوئی سے علم کو محنت سے حسن کو سنگار اور ارائش سے خاندان کی عزت کو نیک انجالیوں سے ترقی و دنیا لازم ہے تیر کا زخم بھر سکتا ہے تلوار کا گھاؤ مرہم سے درست ہو سکتا ہے سخت کلامی سے اچھے پرچوٹ اگلتی ہے وہ نامور سے بڑھ کر تکلیف ساں رہتی ہے اُس کا اچھا ہونا مشکل ہے سنج زبان کا چر کا سخت جانگداز ہوتا ہے اس کے لئے مرہم ملنا آسان نہیں جس شخص کی دنیا میں نیکیاں ملیں۔ وہ مردہ بدر ہے جو نیک نام ہے وہی زندہ ہے۔ قسم کھانے والے اعتبار کے لائق نہیں۔ کسی کے دوست دشمن یا بدعلاج کی گواہی اعتبار کرنا خود بیوقوف ہے جو کسی گھوس اگ لگائے۔ کسی کو زہر دے ہتھیاروں پر باڈر لگے کچھ کش ہو غیر عورت سے محبت ہی اعتبار بڑھا کر دعاؤں زیادہ غصہ و مرہم ناچیز جانوروں کی خونریزی کرے پناہ گزین پر بیخ بدعت چلائے اُسکو مرہم ہتھیا کے پا پے مفر نہیں جس طرح سینا میں بزرگ جہاندیز ہوں بھی اور اُن کو دھرم کا خیال نہ ہو تو وہ راج کیا جہنم سے بدر ہے جو شخص چھل کپٹ کا عادی ہو وہ لاکھ عالم و فاضل ہو۔ مگر اُس سے دور جگانا

چاہیے۔ جو شخص۔ دولت اور طاقت کے نشے میں چر رہے جس کو اپنی عالی خاندان کا
عز و ہر ہے۔ اُس کو احسن سمجھنا چاہیے۔ جو اپنی تعریف سکر خوش ہو۔ وہ عقلمند نہیں
بیوقوف ہے غریبوں مفلسوں کو دیکھو اچھے کھانے بھجھ کر دیتے ہیں ڈکار نہیں لیتے
ایڑوں سے جب سنے ہاضمے کی شکایت اور کمزوری مددہ کی حکایت ہے *
راجاؤں کا اندریوں کو قابو میں رکھنا لازم ہے بغیر نفس کشی کے سلطنت کے
کلر دیا رہو ہی نہیں سکتے۔ اندریاں منہ زور گھوڑا ہیں۔ منہ زور گھوڑے کو جس نے
قابو میں کر لیا۔ وہی شہسوار ہے باقی گنوار اگر سوار ٹھیک نہیں تو منہ زور گھوڑے
کی پٹھ پر ٹک نہیں سکتا بطریقہ راجہ مغلوب حرص و ہوا ہے تخت سلطنت پر قدم
تھم نہیں جاسکتا خواہشات نفسانی انسان کو خاک میں ملاتی ہیں غور یوں کی حسن پرستی
ہی ہزار عجیب کا ایک عیر ہے اس پر اس کے لوازمے تے نوشی وغیرہ اس پر طرہ ہیں
ان عادات و اوصفتوں سے انسان کا دہی حال ہوتا ہے جو راون کا ہوا۔ راون سے
بڑھکر کوئی زبردست راجہ نہ ہوا نہ ہوگا۔ اس کے علم و فن کی شہرت کبھی ملے نہیں مٹ
سکتی اس کا عقلمند دنیا کے پردہ پر کوئی نہ تھا۔ مگر اسی خواہش نفسانی کے پھیر میں جانی
جی کو کیا ہر لایا۔ گویا کل خاندان کی تباہی کا بیج بویا جو بداندلیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انہیں
کبھی بہبود کی امید نہیں ہو سکتی۔ دیوتا تک جو اس فکر میں ہو جاتے ہیں کہ ایسے نامراد کو
منہ لے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ سب سے پہلے میں نے کہا تھا۔ کہ قمار بازی درست نہیں اس
میں بگاڑ رکھا ہوا ہے۔ جوئے کی جیت بھی ہمارے بڑھکر جیتی ہے آپ نے کچھ نہ سنا
جوئے کا لطف دیکھنا مناسب سمجھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کور و پانڈو کے خون کے پیاسے
ہیں اور پانڈو کور کے دشمن بن گئے۔ آپ پر افسوس ہے کہ گیدڑوں کے طرفدار ہیں شیروں
کی طرف سے اب بھی دل میں میل ہے اس کا نتیجہ اس وقت نظر نہیں آتا۔ مگر ایک وقت دیکھ جائیگا
کہ گیدڑ گیدڑ ہی ہیں اور شیر شیر۔ مہاتماؤں نے نصیحت کی۔ کوئی بات نہیں سمجھوڑی ہے
ان کا قول ہے کہ چھلی اکیٹی۔ بے رحم اور سنگدل۔ شیر خوار۔ بد اعمال۔ دشمن خلق نامت
اندیش انسان اور بد مزاج عورت کو پاسٹ پھٹکنے سے جواری اور فریبی حاکم سے دور
مجاٹھے۔ جس ملک میں عورت یا لڑکے کی حکومت ہو اس راج میں کبھی خیر و عافیت نہیں آئے
یتیم کی ناو سمجھنا چاہیے جو پانی کی تہ میں بیٹھے بغیر رہتی ہی نہیں عقلمندی حصول دولت

کے لئے نہیں بیوقوفی بے دوستی کی نشانی ہے جو عقلمند میں وہی دنیا کے معاملات سے واقف ہیں نہیں
کو ان کا علم کیا۔ جو سا دھو ہیں جنکو شائستہ واقفیت ہے۔ وہ اتفاق کے سوا کبھی نفاق
کا خواب بھی نہیں دیکھتے۔ عداوت میں پاپ کے سوا کچھ نہیں۔ دوستی و محبت میں نیک ہی نیک
کام ہیں جس نے ایک شخص کو بھی نقصان پہنچایا۔ اُس نے لویا ہزاروں کا دل دکھایا۔ اس نے
واجب ہے کہ نہ کسی سے دشمنی کرے نہ کسی کا دل دکھائے ذرا دل میں ضبط پیدا کرے۔ تو اس
سے کبھی کسی کا برا نہیں ہو سکتا +

میں نے دریودھن کی پیدائش کے وقت ہی کہہ دیا تھا۔ کہ اس خاندان کی خیر و عافیت
ہیں۔ چنانچہ اب وہی آثار چشم خیال میں ہیں اب تک کوئی خیال نہیں کیا۔ خیر جو مرضی آپ
راج پاٹ کے مالک ہیں۔ آپ کے سامنے ہم لوگوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر چونکہ رگ رگ
میں خیر اندیشی پیوست ہے اس لئے جو سمجھ میں آتا ہے۔ گوش گزار کر دیتے ہیں۔ ماننے نہ ماننے
کا اختیار آپ کو ہے ہمارا ج جی گھر میں ایک لائق اولاد پیدا ہو جا۔ تو سارے خاندان کو تار
و تپ ہے نالائق اولاد ہوئی۔ تو سمجھ لیجئے کہ خاندان کیا دنیا تباہ ہو گئی۔ ایک ہی پھلی تالاب کو
گندہ کرتی ہے ایک ہی پانی ناؤ ڈوب دیتا ہے یہ کہاؤں میں گھڑت نہیں بڑے تجربہ کاروں کی
تصنیف اور شائستہ روں کا پتھر میں طالب علموں اور راہکاروں کو سات باتوں سے ہمیشہ پرہیز چاہئے
سستی۔ غرور۔ تلون مزاجی۔ غفلت۔ سرکشی۔ خود بینی یا خود رانی۔ صحبت بیگیا +
رشیوں نے انسان کے دس پھل لکھے ہیں +

یعنی اس طاق۔ جن۔ خوش آوازی۔ قوت لاسہ قوت حافظہ قوت شمارہ
(چھوٹے سونگھنے اور یاد رکھنے کی طاقت) صفائی و پاکیزگی جسم۔ نزاکت و صحت خوش و صنفی
کو ترقی ہوتی ہے۔ عمدہ غذا کھانے کا اثر یہ ہے کہ تندرستی قائم ہے۔ عمر و طاقت بڑھے
ول و دماغ قوی ہوں اولاد عمدہ ہو۔ عیش آرام حاصل ہو۔ دنیا و دار دفع مصیبت کے لئے
دولت کی حفاظت کرتے ہیں۔ انسان کی دولت عیال و اطفال کی حفاظت کے لئے ہے
اور دولت و عورت ذاتی آسائش کے واسطے +

حسبِ نیل لوگوں کو کاروبار اور بیوپار میں شریک کرنا خلاف ہے
رحمدل راجہ فاحشہ عورت راجہ کا ملازم۔ بھائی اور بیٹا بیوہ عورت۔ فوجی آدمی۔ جلاست شدہ آدمی
مصیبت کے دنوں میں دھرم۔ صبر و استقامت عورت اور دوست کی شناخت ہوتی ہے

خوشحال ہو مقول پر بہاوری کا امتحان ہوتا ہے۔ بڑا پایا خوبصورتی کا۔ امید صبر کا اور موت زندگی کی دشمن ہے بدگوئی و دھرم کی بڑکائی دیتی ہے۔ غصہ خویوں کو۔ رذیلوں کی صحبت خوش خلقی کو۔ خواہشات نفسانی۔ شرم و غیرت کو اور غرور تمام اوصاف انسانی کو کالعدم کر دیتا ہے دولت اچھے اچھے کاموں سے شہرت پذیر ہوتی ہے۔ راجہ کی خوش اخلاقیال خدا شناسی سے عورتوں کے چرتر اور ریشیوں کا مزاج کوئی جہان یا پہچان نہیں سکتا۔ بد زبان کی نکالیاں خاموشی سے سن لینا چاہیئے۔ جواب دینا حماقت۔ جب مخالف ہنس ہنس کر ٹال لیگا تو گالی دینے والے کی آنکھ آپ ہی سچی ہو جائیگی۔ نہ خود کسی کی مذمت کرے نہ کسی کی زبان سے کسی کی بھجوا بدی سنئے۔ خود چوٹ کھا کر دوسرے کو چوٹ پہنچانا بھی عقلمندی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب عوض ہو چکا تو گلہ کہاں ہا۔ لوگ ہمدردی کے خلاف دونوں کو یکساں سمجھنے لگتے ہیں۔ جو شخص دھٹ سے دھٹ آدمی کو بھی طرح وئے جلئے۔ سزا نہ دے۔ اس کے آگے دیوتا بھی سر جھکا دیتے ہیں وہ حدود رے کا واجب التعظیم مانا جاتا ہے +

راجہ و صہر تر اشٹ انسان کی عمر سب بس مقرر ہوئی ہے پھر اس میعاد سے قبل موت کیوں زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے +

بدرجی۔ مہاراج کوئی بات بے وجہ نہیں ہوتی۔ زندگی کا ناناہ حسب ذیل باتوں سے گھٹ جاتا ہے

زیادہ ہمبستری سے کثرت عیاشی سے۔ بہت شراب نوشی سے۔ دوست صادق اور گرو کی استری کی ناجائز صحبت سے برہمن ہو کر شودر کی عورت کیسا تھنار و تعلق رکھنے سے فکر سے۔ برہمن کے قالب میں غیروں کی فرمانبرداری سے عمر کم ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اور کی روزی چھینتے یا رزق کا دروازہ بند کرتے برہمنوں سے خدمت لیتے یا پناہ گیر کو مارتے ہیں ان کو برہمن مہتیا کا عذاب ملتا ہے۔ عورتوں کے مجھ میں بود و باش۔ بیٹے کی جو رو سے ہنسی۔ دل لگی۔ خالی مکان میں جوان بچو۔ ساتھ سکونت۔ ناقابل حصول چیزوں کی خواہش بے اعتقاد آدمی سے دھرم کی گفتگو۔ اپنے جسم کی آراستگی میں زیادہ توجہ۔ پرانے شاگرد کو بدایت عوام کے رو برو اپنے نیک کاموں کی زیادہ تعریف۔ شریف ہو کر رذیلوں کی رودش۔ ترضہ یا کوئی چیز لیکر انکار۔ حالت علم میں واقفیت کا عذر یہ باتیں منوع و مانعہ ہر گز ہمت کے گھر میں یہ چیزیں موجود رہنی چاہیئے +

بکری۔ کھائے بیل چندان میں۔ باجا۔ آئینہ۔ شہدہ کھی۔ پانی۔ تلبے کے برتن۔ سنگھ
سالگرام جی کی موت۔ خوشبویات یہ وہ چیزیں ہیں جو دیوتاؤں کی پوجا۔ برہمنوں اور ہمالوں کی
خاطر تواضع وغیرہ کیلئے ہمیشہ کارآمد ہوتی ہیں۔ روپے کے لالچ۔ خوف یا کسی خواہش
جس کہ زندگی کیلئے بھی و حرم چھوٹا مناسب نہیں۔ دنیا کی تمام چیزیں تمام عیش سب کو زوال
ہے صرف ایک و حرم ہی ہے جس کو زوال نہیں۔ جسم کو آگ ناک کر دیتی ہے۔ یا پیل
کوئے۔ گیدڑ۔ کیرٹے۔ ٹوٹے مضم کر جانے ہیں۔ بیٹے پوتے بجائی بند
دوست و آشنا اس وقت تک کے ساتھی ہیں۔ جب تک منفصل جلی رہی ہے
سانس نکلتے ہی سب مرگھٹ میں پھینک کر آگ میں جلا کر چھٹی کر دیتے ہیں۔
انسان کی وہی حالت ہوتی ہے جو بے تدبیر رخت کی۔ جب تک درخت پھل دہا۔
تب تک تو چریوں کے جھنڈ پر وقت جت رہتے ہیں جب پھل ختم ہو گئے تب کوئی
پنڈا نکمے اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ انسان کے ساتھ صرف حرم بھلا ہے اسکی رفاقت
سے منہ موڑنا آدمی کو دین و دنیا سے کھو دیتا ہے اسی لئے نصیحت ہے کہ جان بھی
چلی جائے تو کچھ پرواہ نہیں مگر و حرم نہ چھوٹے۔ دنیا میں انسانی زندگی وہی ہے جو
نیک نامی کیساتھ بسر ہو۔ زندہ وہی ہے جسے مرنے کے بعد بھی لوگ یاد رکھیں۔
بہی اسی طرح و حرم کی ضروری ہدایات گوش گزار کر چکے تو انہوں نے آدھن
کر کے سنت کمار جی کو طلب کیا وہ تشریف لائے پوچھا۔
کیوں یاد ہوئی؟

بد راجی۔ راجہ نہ حر تراشٹے کو گیان کی باتیں سننے کا شوق ہے۔ آپ کچھ تکلیف فرمادیں۔
سنت کمار جی نے مختصر الفاظ میں کچھ رمز و مہن نشین کر کے آخر میں فرمایا کہ
راجہ جد و جہد نصف صلح کے مستحق ہیں آپ ان کی حق تلفی نہ کیجئے گا کسی کے
حقوق پر خاک ڈالنا بھی و حرم ہے۔

یہ کہہ کر وہ تشریف لے گئے۔ یہاں راجہ و حمر تراشٹ نے ساری رات آنکھوں میں
کاٹی۔ بد راجی سے مشورہ کرتے اور پچھتاوتے رہے کہ درپردہ میں کو مخفا رکھ بنا کر میں نے
اپنے ہاتھوں اپنے ہاتھوں میں کھپا ڈالی ماری۔ وہ پوچھا جن ادب پر ہمت ہے نہ سمجھائے
سمجھتا ہے نہ کسی کی سنتا ہے۔ میں کہتے کہتے ہار گیا۔ ہمارا ہی گندھاری کی بھی زبان ٹھک

گئی۔ لیکن اپنی ہی ہٹ پر اڑا ہوا ہے کیا کروں۔ کیونکہ اپنا دل اسکے دل میں ڈالوں زندگی
حرام ہو رہی ہے جی چاہتا ہے کہ کچھ کھا کے سو رہوں اپنے جیتے جی تو گشت و خون نہ
دیکھوں۔ جسکے خیال کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

رات انہیں فکر میں گزر گئی۔ صبح کو پدربجی فرائض ضروری سے فراغت کر کے
بھیشم پتہ کو لئے ہوئے دربار میں پہنچے انہیں کے بعد درلودھن بھی سنگھاسن پر
آوٹا۔ دوشاسن۔ کرن اور شکنی اور مددگار راجے بھی طلائی کرسیوں پر ڈٹ گئے اور سٹے
کی آمد آمد کا انتظار شروع ہوا تھوڑی سی دیر میں رتھ دروازے پر اکھڑا ہوا۔ سچے کھٹ
اُتر کر کنڈل اور کوچ پہنچے ہوئے دربار میں حاضر ہوا سر ادب خم کر کے اشارہ پاتے ہی
اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ راجہ دھرتراشٹ بولے

کہو سننے براٹ نگر سے ہو آئے راجہ جدھشٹر سے ملاقات ہو گئی کیا کیا باتیں
ہوئیں ان کے خیالات کیسے ہیں۔
سنئے۔ جی ہاں بہاراج راجہ جدھشٹر سے مل آیا۔ انہوں نے سب بزرگوں کو ٹھکاندہ
اور چھوٹوں کو دعا کہی ہے۔ سری کرشن جی بہاراج بھی تشریف رکھتے تھے انہیں کے
سانے ارجن نے پرجوش ہو کر کہا کہ

جسوقت دربار لگا ہوا ہو۔ سب مددگار راجے ہمارا جے جمع ہوں تب میری طرف
سے ہٹ دھرمی درلودھن۔ کرن اور نالائق شکنی کو سمجھا دینا کہ وہ شوق سے لڑائی کا
سامان کریں یہاں ارجن بھی کر کے خم ٹھونکنے کو تیار ہے درلودھن اپنی طاقت پر مغرور نہ ہو
اکیلا ارجن سے اور اسکی چندال چوکر ڈی کو خاک میں ملا کر اچھا ہی راج کیا بلکہ سارا راج دُب
میں کر لگا۔ راجہ جدھشٹر کو ایسا ویسا نہ سمجھیں اُن کی آتشِ قہر سب کو جلا کر راکھ کر دے گی
درلودھن آمادہ صلح کیونکر ہو سکتا ہے راجہ جدھشٹر کے بن باس کی تکلیفوں کا غمیا زہ
کھینچنا جسکی قسمت میں لکھا ہو اُس سے میل ملاپ کی امید کیا۔ درلودھن کی آنکھیں
اُس وقت کھل گئیں جب اس کی ران ٹوٹی ہوئی۔ اُسکے بھائی بند۔ اس کے حمایتی خاک
خون میں لوٹ رہے ہونگے جب بھیم سین جی بھر سے ہاتھیوں کی ہڈیاں چور کر کے
پیل تنوں کا سر قوڑتے ہوئے کوہ پیکروں کو سڑمہ کر دیں گے۔ جب گاندیو دھنش کے
بتروں سے لاکھوں بہادران شیر افکن تڑپ تڑپ کر جان دیں گے۔ جب نکل سہدیو

بھارتی درویدی کے پانچ میٹوں کے تیر و خیز سے زمین پر خون کا دریا بہہ رہا ہو گا۔ بھیشم پتاما
جی اورو دمن کو بڑا ناز ہے ارجن مہیشنگوی کے دیتا ہے کہ کھنڈی ان کی جان لیگا سر کرشن
جی کی فوج پر دروید دمن کو فخر ہو گا یاد رکھئے کہ سری کرشن جی کی ایک جنبش نظر کو روؤں کی فوج
کے لئے لاکھوں تیر و تنگ سے زیادہ خوزیز ہو گی۔ سر کرشن جی کو دروید دمن ایسے عقل کے
اندھے کیا بچا نہیں ان کی قدرت کاملہ سے میں واقف ہوں یا رشی سنی ۵

بھیشم پتاما۔ ارجن کی باتیں جھوٹ نہیں واقعی سری کرشن جی بکشن بھگوان ہیں۔
ساکشات نارائن اور ارجن نرکا سروپ ان دونوں میں کبھی جدائی نہیں جسم اور سایہ کا سا
تعلق ہے مراد نرکا سر ایسے ایسے لاکھوں راجپس انہوں نے قتل کر ڈھے تینوں لوگ میں کوئی
بھی دیوتا نہیں جو آنکھ بھی ملا سکے۔ لے راجہ دھر تراشٹ آپ دروید دمن۔ کرن اور شکنی کو
بکنے دیجئے یہ حمایت کے پتلے عقل سے خالی ہو گئے ہیں ان کو ادھرم کے سوائے اور
کچھ کام نہیں پانڈوؤں پر آفرین۔ جنہوں نے کبھی دھرم کی راہ سے قدم نہ بٹایا
ان کا دھرم کو روؤں کے خون سے زمین لال کر دے گا۔

کرن۔ پس چپ رہئے جناب۔ آپ جب ہوتا ہے ہم لوگوں کو بڑا بھلا ہی کہتے ہیں ہم
لوگ منکر ام نہیں۔ جب کریں گے راجہ دروید دمن اور راجہ دھر تراشٹ کی خیر خواہی۔
آپ پانڈوؤں کو عرش پر چڑھاتے ہیں واہ کیا ہم لوگ اس سے ڈر گئے۔ جناب ویکھو
لیجئے گا میں اکیلا سب کی ہڈیاں کچلوں گا جاتے کہاں ہیں۔

بھیشم پتاما۔ بس اپنے منہ میاں میٹھو۔ براٹ نگر میں یہ دم داعیہ کیا ہو گیا۔ بھاگتے راستہ
نہ ملا۔ اکیلے ارجن نے سب کی شیخی کر کر سی کر دی۔ بڑھ بڑھ کر باتیں مارتے غیرت
نہیں آتی۔ جیادار ہوتے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرتے۔ ہمارا راجہ دھر تراشٹ آپ کل کے
چھو کرے کرن کی باتوں پر نہ جاتیے گا اسی نے دروید دمن کی عقل پر پردے ڈال کر یہ سب
خرابیاں واقع کی ہیں دو شاہن اور شکنی کا کیا بگڑے گا۔ یہ تو بھائنتوں کے آگے اور
مارتوں کے پیچھے رہے ڈالے ہیں جو کچھ گزرے گی وہ آپ ہی پر ہو گی +

درونا چاریہ۔ بھیشم پتاما جی کا خیال بہت درست ہے کرن پانڈوؤں سے کیا خاک جیتے
گا پر سرام جی اسے سراپ دے چکے ہیں کہ جب موقع جنگ ہو تو اس کے تمام کمالات زائل ہو
جائیں پس ایسے لوگوں سے بہتری کی کیا امید ہے سب سلطنت کو تباہ کر دیں گے۔

اور پھر دیکھیں

راجہ دھرم تریشٹ۔ اچھا ہے اور جن کی بات تو سن لی کچھ بہاراجہ دھرم تریشٹ نے بھی لڑائی یا صلح کے بارے میں کہا

سنجے۔ انہوں نے صاف الفاظ میں تو کچھ نہ فرمایا مگر منہ سے نہ کہیں تو کیا ہوتا ہے آثار تو سب لڑائی ہی کے ہیں سہری کرشن جی موجود۔ بڑے بڑے راجے بہاراجہ اشار کے منتظر۔ بھیم سین وارجن آپ سے باہر۔ نکل دھرم یو خجڑ کھٹ۔ پھر لڑائی میں کسر ہی کیا ہے جس وقت ان کو آپ کی طرف سے سرکھ جواب ملا سمجھ لیجئے کہ تلواریں سیان سے نکل پڑیں ترکشوں نے نیرا کھنے مشورہ کئے

راجہ دھرم تریشٹ کو اس وقت سخت تشویش ہوئی ان کے چشم خیال میں بھیم سین وارجن کی تصویر پھر گئی۔ ملا تلوں کے انداز سے غیجہ دل گیا۔ روج سیم گئی کہ ضروریئے مارے جائینگے لاکھوں کے منہ سے سب کو تلوں لے جانا۔ ہڈیاں اچھیں کو مارنا ہر کس کا کام نہ تھا واقعی بھیم سین وارجن سے کوئی لڑنے والا نہیں ان کے نام ہی سے بڑے بڑے بہادروں کی روح سلب ہوتی ہے جب ہتھیار اٹھائینگے تو کون سے بھرے گا

اوصیاء

سنجے کی ہستنا پور میں واپسی۔ راجہ دھرم تریشٹ کا دوبارہ۔ راجاؤں کی شرکت۔ دیودھن کو سب کی فہمائش۔ اسکی چند۔ راجہ دھرم تریشٹ کا دلی افسوس

راجہ دھرم تریشٹ کو فکر مند دیکھ کر دیودھن بولا

پتا جی آپ کس واسیات تشویش میں ہیں اپنے تو پتھوں کو خدا ہی سمجھ لیا آپ دمجی سے سیرو کیجیں پاند چیز ہی کیا ہیں سہری کرشن جی ان کی کمک پر ہو گئے تو کیا بنائیں گے ہتے کی جرات کہاں جو ہتھیاروں کے سامنے خیر کے اتے راجے بہاراجے جمع ہیں سب کو معلوم ہے کہ اکیلے جھٹو پتا مہ جی کا دم وہ ہے کہ تمام دیوتاؤں اور راجہوں کو مار کر دیوتاؤں پھر

درونا چاریہ۔ گر پانچاریہ جی۔ اس وقت قابل ایسے بہادروں کے مقابلے میں کس کا نسب ہے جو ہتھیار اٹھائے پانڈوؤں کے اگلے دن لڑ گئے وہ بات جاتی رہی جنگوں کی ٹھوکریں کھاتے کچھ مرنگی کیا جنگ میں کیا سرکیزشن جی نے پانڈوؤں کو نہیں اور راجوں ہمارا جو نے کیا اٹلخ نہیں دی مگر پانڈوؤں کی ہمت نہیں پڑی جب میں نے بھیشم پتاہ جی اور آچاری جی سے ذکر کیا تو انہوں نے یہی فرمایا کہ

جنگے بیٹھے رہو جسکی شامتیں گھیرنگی وہ لڑائی سپہیڑ گاپانڈوؤں کو خم ٹھونکنے دو ہم سمجھ لینگے اس وقت اس وقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے گیارہ اکشونی فوج ہمارے جمع ہو گئی پانڈوؤں کی طرف کلہم سات اکشونیاں ہیں اگر ہمارے فوج ٹھٹھی ٹھٹھی بھر خاک ڈال دے تو براٹ ٹکڑا پھو جائے ان کو چاہئے کہ ہماری خوشامد کریں ہمیں کیا غرض ہے کہ اٹے پاؤں پڑیں اور کہیں کہ میل کر لو ان کو سو دفعہ غرض ہو تو ہماری جوتیاں سیدھی کریں ہماری مرضی ہوگی جو جی چاہیگا وہی دینگے نہ خوشی ہوگی تو کچھ نہ دیں گے آپ چاہتے ہیں کہ صلح ہو جائے مگر جب وہ بھی تو ملاپ پیدا ہوا ہوں ان پر وہ چلیپت پڑی ہے کہ سینکے نہیں بن پڑتی ایسا نیچا دیکھو پکے ہیں کہ دل ہی دل میں تاؤ لگا کر رہ جاتے ہونگے تیرہ برس کی مصیبتوں نے مگر توڑ دی ہے انہیں لڑنے بھرنے کا دم ہی کیا ہے آپ اُن سے ڈرتے ہیں تعجب کی بات ہے چھترپوں کا یہ دعوہ نہیں کہ لڑائی سے منہ موڑیں کسی سے دب کر لیج دیدیں ہماری طرف بہادروں کی کمی نہیں ایک ایک ایسا سورہر موجود ہے کہ ایک ایک اور جھڑ میں بھیجیں اور راجن کا کام تمام کر دے +

سنجے۔ میں آپ کی بات نہیں کاٹتا آپ جو فرماتے ہیں درست ہے بیشک آپ کی طرف گیارہ اکشونی نقل ہیں مگر فدا الفدا کی نظر سے دیکھتے بھیم سین اور راجن کی ٹکڑا کا سورہر آپ کے یہاں کون ہے سرکیزشن جی ہتھیار نہ اٹھائیں تب بھی آپ کی ساری فوج کو ایک اشارے میں ہلاک کر سکتے ہیں بھیشم پتاہ جی اور درونا چاریہ کی بات مانئے ان کا خیال آپ کے مفید حال ہے پانڈو آپ کی نظریں حقیر معلوم ہوتے ہیں یہ نگاہ عقل کا فتور ہے آپ کسی حالت میں اُپنر فتح نہیں پاسکتے۔ بارہ برس کے تپ۔ تیرتھو یا ترا اور ریشیوں برن۔ بھم۔ کویر اور لوکیلوں کے درشن کا پھل خالی جانے والا نہیں۔ اسی قالب میں پانچ برس تک اندر سے شہر تو دیا حاصل کرنے کی طاقت اور کس میں شیلو جی کا

سینے سے لگا لینا ترقی اقبال کے لئے کیا کم شگون نیک ہے ؟
 دریودھن ۔ وہ سب آج تو معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی عقل کھو بیٹھے پانڈوؤں طرفدار سی کا خیال
 کس نے دل پر جادو کیا۔ تمکو تو جیسے ارجن کا نام سنتے ہی غش آجاتا ہے بے فنیس چھوٹی جاتی
 میں مذرا یہ تو ہوتا کہ ارجن کا رتھ بھی دیکھا یا خالی خولی تعریف ہی کر رہے ہو ؟
 سبجے ۔ ارجن کے رتھ کی تعریف کرنا میرے اکان سے باہر ہے بسوکرمان کی صناعتی کا اعلا
 نمونہ اور روشنی کے مقابلے کی چمک دمک دیکھنا ہوتا اس رتھ کو دیکھئے سفید گھوڑے
 جتے ہیں دھجما میں مہا بیرجی کا جلوہ ہے کون مہا بیرجن کے آگے سورج کی بھی آنکھ نہیں
 ٹھیر سکتی بھیشم پتہ مہی ہر ایک کی قدرت و طاقت سے واقف ہیں ان کی نصیحتیں
 فائدے سے خالی نہیں درونا چاریہ جو کچھ کہینگے نشیب و فراز سو چکر آپ نے بچپن کی
 ہٹ کر کے راجہ دھرتراشٹ کی جان مفت آفت میں ڈل رکھی ہے میں دیکھتا ہوں کہ
 ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں ان کے بڑھاپے پر رحم کیا جائے اور لڑائی کا خیال
 جانے دیجئے ۔ آپکی سعادتمندی اسی میں ہے ؟

راجہ دھرتراشٹ ۔ کیا کہوں دریودھن نہ جانے کس کے بہکانے میں آگیا ہے یہ اپنی
 عقل سے کچھ کام ہی نہیں لیتا جب سے ہوش سنبھالا ہاتھ پاؤں نکالے اور سبھی بچوں
 کی سی باتیں کرنے لگا بھیشم پتہ مہی ۔ درونا چارج ۔ کہہ چارج ۔ اسو مقام ۔ بدرجی سب
 گواہ ہیں کہ لڑکپن سے دریودھن نے پانڈوؤں سے ہر مول لے کر میرا کھانا پینا
 سونا جاکنا حرام کر رکھا ہے کہاں راجہ جدھشٹر پورا رہی چھیڑی ۔ کہاں خودادھرمیوں
 کا صحبت یافتہ ۔ آفتاب اور ڈرے کا مقابلہ ہی کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ پانڈوؤں سے
 عداوت کہیں دریودھن کی جان لے کر بیچھا نہ چھوڑے ؟

بھیشم پتہ مہی ۔ اکیلے دریودھن ہی کیا موقوف ہے یوں کہئے کہ لاکھوں سوربیروں
 کی جان پر گزرے گی ۔ بیواؤں سے کوئی گھر خالی نہ ہوگا ۔ یتیم ہی یتیم نظر آئیں گے ؟
 بدرجی ۔ میں آپ سے پچاسوں دفعہ کہہ چکا ہوں کہ دریودھن کی بدولت خاندان کے
 خاندان اور لشکر کے لشکر لقمہ اجل ہوں گے اس کی قسمت ہی میں لکھا ہے کہ
 اپنے ساتھ لاکھوں کے خون کرائے ؟

راجہ دھرتراشٹ ۔ پیارے دریودھن کہاں جان جارا انی کا خیال چھوڑ ۔ بیٹھے بھاگ دو دوسرے

مول لینا عقلمند ہی نہیں بہا وراپتی طرف سے یہ نہیں بساتے جسے الارکان لڑائی بچاتے ہیں
ہاں جب سر پر آپڑے تو منہ موڑنا بھی مناسب نہیں۔ تمہارے لئے آدھا راج کیا کم ہے آدھا
راج پانڈوؤں کو دیکر جھگڑا اچھا و۔ پانڈوؤں کو نصف راج کا استحقاق ہے تمام کو روئیں
اور راجے ہمارے بھی یہی پسند کریں گے کہ دھرم پانڈوؤں سے صلہ کر لو۔ وہ تمہارے بھائی
میں تنہا سلوک مانینگے۔ میں جہانت تک دیکھتا ہوں کوئی لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتا۔ بھیشم
پتا سبھی ہمارے بزرگ خاندان۔ درونا چاریہ جی تمہارے گرو۔ راجہ شل۔ سنجے۔ اسوتھما
کسی کو بھی تمہاری رائے سے اتفاق نہیں پھر تم اکیلے کیا کر سکو گے میرے راجت جان
میرے تخت جگڑ سے باز آؤ۔ ہٹ چھوڑو۔ سب کی صلاح مالو خود رانی اچھی نہیں
عقلمند وہی ہے جو دس آدمیوں کی رائے پر چلے دو شاہن کون و شکنی وغیرہ بیوقوف
ہیں ان کو عقل نہیں یہ جو چال چلائی گئی الٹی۔ جو سمجھائی گئی بے ٹکلی ۴

دریودھن کے دماغ کچھ اور تھے وہ بھلائی کی بات پر کب کان دینے والا تھا وہ بڑا
نہیں آپکے برتنے پر لڑنے کو تیار ہوں۔ نہ درونا چاریہ کے بل پر بھیشم پتا سبھی گھر
بھیجیں۔ کرپا چاریہ اور بھورے شرواجی بھگوت کا نام جییں۔ اسوتھما چلن کریں
میں کسی کی مدد چاہتا ہوں اور نہ کسی کو تکلیف دیتا ہوں یہ جگہ میں اور کرن دولملکر
کریں گے ہماری طاقتیں ہوں کدھونگی راجہ جدھشتر قربانی کا بھیرا لینگا۔ بان کشا کا
کام دینگے پانڈوؤں کی فوج آہوتی کے کام آئیگی اس جگہ میں جہراج کی پرستش
کر کے میں بھگورے سے روئے زمین کی حکومت کروں گا اور دو شاہن کے سوائے اس
کام میں مجھے کسی کی مدد و کار نہیں میں نے دولوک فیصلہ کر لیا ہے کہ یا تو میں ہی رہوں گا
یا پانڈو۔ ایک میان میں دو چھریاں نہ رہ سکیں گی اس میں خواہ کچھ ہی ہو مگر مے یا بنے
زندگی ہو یا موت۔ پانڈو سوئی کے ناکے کے برابر زمین پر قناعت کریں۔ تب بھی
مجھ کو گوارا نہیں۔ آدھا راج دینا تو بہت مشکل ہے ۴

راجہ دھرتراشت کو دریودھن کی باتیں تیر و نشتر معلوم ہوئیں ان کو صورت
سے نفرت ہو گئی۔ جی چاہا کہ منہ نوج لیں اہل دربار سے مطالب ہو کر فرمایا کہ
آپ سب لوگ گواہ رہیں میں بھرے دربار میں پکار کر کہتا ہوں کہ اب مجھے کجبت
دریودھن سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں نے اس کو عاق کر دیا۔ بد دماغ بد زبان میرے سامنے ہی

سر ایک بزرگ اور دہانتا کی شان میں گستاخیاں کر کے خود ہی موت کے منہ میں جا پاتا ہے
یہ تکبخت تو کئے کی سزایا گئے گا۔ مجھے افسوس یہ ہے کہ میرے عزیزوں اور اہل خاندان کے
ساتھ مفت لاکھوں کروڑوں ہومیوں کا خون ہو گا۔ بہادر و دینا خالی ہو جائیگی۔

ارجن جو زبان سے کہہ چکا ہے وہ ضرور کرے گا۔ اسکی ذات سے مجھے بہت کچھ یقین ہے
بھیم سین اور ارجن جسوقت سحر کا ندیو دھشت تانینگے گیارہ کیا بائیس کشتیوں کا صفایا ہو جائیگا
اُن پر اپنی طاقت کا بظاہر پادوں کا بھر سا ہے اُن کو سات کشتیوں کی فوج کی بھی ضرورت
نہیں اسکے علاوہ سری کرشن جی کی مدد لاکھ کشتیوں کی دلوں کی کمک سے ہزار گنی زیادہ ہے
پھر نہ منوم یہ حماقت کا پتلا دریودھن کس بات پر ناز کرتا ہے مفت میں سب راجے
مہاراجے مارے جائینگے گیارہ کی گیارہ کشتیاں تلواریں گھاٹ اترینگیں +

سنجے۔ ہمارا ج ایک ماجرا سنا تا ہوں سنئے میں ایک روز تو اس میں جا پہنچا وہاں ابھوجی
کے سوائے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی میں نے دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں ایک بڑا
ہی نفیس شیش محل نظر آیا۔ آراستگی کا کیا کہنا۔ سنگا سن جو اہات سے مرتع۔ گوشہ گوشہ
نصایات زمانہ سے آراستہ۔ جھاڑ فالوں۔ طہن۔ پردے وہ خوشنما کہ عقل کام نہ کرتی
تھی سنگا سن پر سری کرشن جی جلوہ افروز تھے ارجن بھی وہیں نظر آیا دونوں نہایت نفیس
پوشاک۔ قیمتی سے قیمتی زیور پہنے۔ ہتھیرا رے سجے چندن لگائے تشریف رکھتے تھے
سری کرشن جی کے قدم ارجن آغوش میں لئے ہوئے تھا ارجن کا ایک قدم در وید میں اور
دوسرا پاؤں ست بھاماں اپنی گود میں لئے ہوئے یقین جسوقت مجھے دیکھا ارجن نے اشارہ
سے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی مگر جسوقت میں نے چہرے کا غیر معمولی جلال
دیکھا میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور تھر تھرا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ میں ایسا ناگہا ہوں کہ اس
وقت کسی کے چہرے پر نظر نہ جیتی تھی آنکھیں ملا تو بڑا کام ہے دریودھن کرن دو شا سن کی
آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے میں ان کو فر اور نارائن کی شناخت کہاں کرشن جی پورن
برہم ہیں اور ارجن نرکا سروپ۔ پھر اُنکے مقابلے میں کور دیکھے تیر مار سکتے ہیں مفت میں جان
جائیگی۔ جسوقت میں نے سری کرشن جی کے درشن کئے کچھ عجب ہی آندر آیا۔ بال بیکار
ٹھکا کہ بس جہنم پھیل ہو گیا ارجن نے کچھ ادھر ادھر کی باتیں کر کے سر کرشن جی سے کہا
مجھے کچھ پیغام لائے ہیں آپ اُن کو مقبول جواب دیدیں۔ سر کرشن جی میری طرف

مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ میری طرف سے راجہ دھر تر اشت بھیشم پتاماہ۔ درونا چارج کو بہت بہت پوچھ دینا اور کہہ دینا کہ کور و خاندان پر آفت کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے اسلئے چلتے ہاتھ خوب دان پن کر لیجئے پھر وقت فرصت نہ ملیگا پانڈوؤں پر ظلم و ستم کی حد ہو چکی اب وقت ہے کہ کور و دہوں پر بھی فزولہ کرے ظالم لوگ درویدی کو تنگیا تے تھے وہ بھگین روئی پیتی تھی مگر پتھر کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ میں اس وقت ضبط کر گیا نہیں تو شعلہ غضب سب کو پھونک کر دم لیتا۔ اب ارجن کے ہاتھ میں گانڈیو دھنشن ہو گا اور میرے ہاتھ میں راتھ کے گھوڑوں کی باگ۔ دیکھوں کون سا مٹا کرتا ہے براٹ نگر میں ارجن نے بھیشم پتاماہ جی درونا چاریہ کرن وغیرہ سب کو مار بھگایا۔ شکنی دو شاشن سب و دم و بار کھجاگ کھڑے ہوئے ایک پیش نہ گئی ایسی بو دی مار کھا کر بھی دریو دھن کی آنکھیں نہ ہوئیں۔ اب میں رختھاناک کر دکھاؤنگا کہ ارجن میں کیا قدرت ہے کورو ہو شیار ہیں +

راجہ دھر تر اشت۔ دریو دھن پیارے دریو دھن۔ ہائے تجھ کو کیا ہو گیا تیری سمجھ پر کیونکر پتھر پڑ گئے۔ ارے سمجھ لے کہ بربادی کے دن آگئے یاد رکھ کہ جس کی طرف سری کرشن جی ہونگے فتح اسکا پانی بھرے گی ایسے کرشن جی پر کیا فرض ہے جن دیوتاؤں نے ارجن کو استر شستر دئے۔ فون جنگ سکھا سکھا ہے میں سب کو سمجھ لینا کہ پانڈوؤں کی مدد کریں گے +

تو نظر راحت جان فوراً عقل درست کر دینیک و بد سمجھو تم میرے بچنے کے ٹکڑے ہو تم سے زیادہ مجھے دینا میں کس کی محبت ہو سکتی ہے میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بھلے کی تمہارے نفع کی مجھے ڈر ہے کہ سری کرشن جی کا کہنا ٹھیک ہو اور مجھے بڑھاپے میں ممد نہ اٹھانا پڑے۔

ادھیائے ۹

دریو دھن کے پانڈوؤں کے مخالفانہ خیال۔ کرن کا جوش سب کی فہمائش۔ دریو دھن وغیرہ کی خود آرتیاں۔ بیاس جی کی آمد گفٹ و شنو۔ راجہ دھر تر اشت کی گفتگو بے موقع نہ تھی مگر دریو دھن اور اُس کے حواشی ایسی ہی سمجھتے تھے دریو دھن بولا کہ

واہ۔ آپ کے خیالات بھی عجیب غریب ہی میں دیوتاؤں کو کیا آپ نے خالتو سمجھ لیا کہ وہ اپنے پاندوؤں کی مدد کو دورے آئیگی پر سرام جی مجھ سے کہہ چکے ہیں بیاس جی نے بھی ان کے قول کی تصدیق کی ہے دیوتاؤں کو کیا پڑی ہے کہ پرانے پیٹھیں پڑیں دوسرے کی بلا اپنے سر اور حصیں ہم لوگوں کو آپ بالکل بیوقوف ہی سمجھتے ہیں۔ یہ ہم لوگوں کی بدنصیبی۔ آخر ہم نے گھاس نہیں کھو دی ہے۔ لڑکیوں کے ساتھ گھر وندا نہیں کھیلا ہے شتر و دیا ان بزرگوں سے سیکھی ہے جن کے نام سے بڑے بڑے دیوتا ہل کا پتے ہیں پاندوؤں کی طاقت دھول کے اندر پول ہے نام بڑے درشن تھوڑے کی کہاوت انہیں پر صادق آتی ہے فقط و صاک ہی و صاک ہے اور تین کا لڑوں کے سوائے اور کچھ نہیں۔ بھیشم تپامہ۔ درونا چاریہ راجہ شل سے کبھی یہ تو پوچھا ہوتا کہ آخر ہم میں بھی کچھ دم داعیہ ہے کہ نہیں ہے۔

کرن۔ میں اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا نہیں چاہتا یہ ادھوں کم ظفروں کا شیوہ ہے۔ اس سے کوئی مجھے برا بھلا بھی کہہ لیتا ہے تو شربت کے گھونٹ کی طرح پی کر چپ لگا لیتا ہوں اس وقت بات پر بات چل رہی ہے اسلئے کہتا ہوں کہ

جب میں پر سرام جی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے برہمن کے بھیس میں ان سے شستر و دیو کی تعلیم حاصل کی۔ ایک روز یہ بھید کھل گیا مجھے ظاہر کرنا پڑا کہ برہمن نہیں چھتری ہوں اُنکو عفتہ بہت آیا مگر خیریت گزری کہ سراپ نہ دیا صرف یہ کہا کہ تم نے خوب فریب سے برہمن دیا سیکھی اس سے پھل نہ پاؤ گے۔

حالانکہ پر سرام جی کا عتاب ہوا لیکن جو علم سیکھا ہوا ہو وہ کہاں تک بھول گیا میرا ساتھ تھوڑی سی فوج کیجئے پھر میں اکیلا پاندوؤں کو جیت نہ لوں تو کرن نام نہیں۔

بھیشم تپامہ۔ کیسا بیوقوف لڑکا ہے کچھ سمجھ ہی نہیں۔ ارجن نے کسی مرتبہ رک دی بچا دکھایا پھر بھی ہوش نہیں آتی اسکا علاج کیا۔ احمق۔ سرری کرشن جی کو بھی ایسا ویسا سمجھ رہا ہے ارے عقل کے دشمن ابھی تو میں نے سو دشمن چکر کو نہیں جانتا۔ اس کی قدر میں سمجھ

کیا معلوم ان کا علم دیوتاؤں کو ہے تو سمجھتا ہے کہ پر سرام سے برہمن دیا کیا سیکھ لی گویا جنگ جیت لیا یا در کہہ پی برہمن دیا تجھے لے ڈوبے گی کسی کام کا نہ رکھے گی۔ ارجن کو بھی کم نہ سمجھو۔ جو وقت وہ کا ندھو دھنشل لے کر کھڑا ہو جائے گا تم ایسے ہیکڑی باز چٹنی ہو جائیں گے ایک ایک تیر لاکھ لاکھ پاندوؤں پر بھاری ہوگا۔

کرن کو اس تقریر پر غصہ آگیا۔ اسکی آنکھیں خون میں ڈوب گئیں چہرہ لال لال انگارہ ہو گیا
 بلاہت ڈینگ نہ ہانکتے ریٹ ریٹ سے فائدہ نہیں سری کرشن جی دو باسیاں ہونگے تو اپنے
 گھر کے اُن سے جب سامنا ہوگا تو دیکھا جائیگا ابھی تو چوٹ ارجن سے ہے جب وہ مقابل ہوگا
 تب دکھاؤں گا کہ وہ کیا مال ہے آپ نے فور کے وٹھوں سہا فے سمجھ لئے۔ میں تو
 جب جانوں کہ وہ دو ہاتھ آئے سائے ہوں آپ جب ہوتا ہے میری حقارت ہی کرتے
 ہیں یہ بات آپ کی بزرگی کے شایاں نہیں اگر بزرگی کا لحاظ نہ کروں تو آپ کو معلوم ہو جائے
 کہ کرن ولا چنا نہیں جسوقت وحش بان ہاتھ میں لی موت بھی جان چھپاتی پھرے۔ آپ
 نے میرے شان کے خلاف جو منہ میں آیا کہا آپ کی بزرگی آپ کو مبارک آج سے میں
 نے ہتھیہ کیا۔ کہ جس لڑائی میں آپ مقدمہ الجیش ہونگے اس میں ہتھیار چھونا حرام
 دیکھیں آپ کیا کر لیتے ہیں ؟

بھیشم پتاما۔ راجہ مار دیو دھن سن لیا کرن کیا کہتا ہے ابھی تو وہ جیتے تھے کہ اکیلے
 پانڈوؤں کا اپارنگا لونگا۔ یہ کرونگا۔ وہ کروں گا اس وقت دم دبائے جاتا ہے۔ پوچھو
 جہاں میں ہاتھ اٹھاؤں وہاں اس کو ہاتھ پاؤں چھوڑنے سے کیا مطلب۔ کیا ایسے ہی
 لوگوں کے برتے اور بھروسے پر تم چاہتے ہو کہ پانڈوؤں کو زیر کر لوں۔ پیارے دیو دھن
 کرن کا سارا کس بل اسی دن نکل گیا۔ جب پرہرام جی نے برہم دیا کے کمالات چھین کر
 جعل کپٹ کی سزا دی اس وقت جو چاہے بھان مٹی کے سے تماشے دکھاوے مگر
 میدان جنگ میں اس سے شکا بھی نہ ہلایا جائے گا۔

دیو دھن۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ ہم لوگوں کے سر پرست ہو کر ہمیشہ یہی
 چاہتے ہیں کہ پانڈوؤں کی فتح ہو اور انہیں کو راج ملے میری جیت نہ ہو یہ بات ہی کیا
 آخر ہم لوگوں کا قصور کیا۔ خد متکڑاریوں کا صلہ یہی ہے ؟

بھیشم پتاما۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم بھی بھلو پھو لو اور پانڈو بھی خوش و خرم رہیں مگر میرے
 چاہنے سے کیا ہوتا ہے تمہارے کان میں ادھر م پھونک رہا ہے کہ ذرہ برابر زمین پانڈوؤں
 کو نہ دینا میرا دل بول رہا ہے کہ پانڈو آدھا راج کیا سارا راج لینگے اور لاکھوں جانیں گھاتے میں
 بدرجی۔ راجہ دیو دھن تم لاکھ جوان ہو عزم مند ہو پھر بھی ہم لوگوں کے سامنے بچے ہی ہو ہم نے
 جو کچھ دینا کے نتیجہ و فراز دیکھے انہیں تم کیا جانوں بھیشم پتاما جی نے دھوپ میں بال

سفید نہیں کئے ایک زمانہ دیکھے ہوئے ہیں ان کی پتھر کی لیک ہے جو سمجھ لو کہ دھرم کی فتح ہے اور ادرہم کی ہمیشہ شکست ہے۔

راجہ دھرتراشٹ سب گنگو گوکشنس ہوش سے سُن رہے تھے انہوں نے دیر دھن کو بہت ہمت کی مگر اسکے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ تیوری پر بل ڈالکر وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا نگاہ کے اشارے سے اور راجہ بھی اسکے پیچھے پیچھے چل دئے۔

اسوقت دبار میں سناٹا ہو گیا ساری صفیں خالی رہ گئیں راجہ دھرتراشٹ سب سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ سری کرشن جی نے اور بھی کچھ کہا

سنجے۔ ہاں مہاراج مگر یوں نہ کہو نگاہ باتیں مہارانی گاندھاری اور بیاس جی کے سامنے عرض کرنے کی ہیں راجہ دھرتراشٹ نے مہارانی گاندھاری کو بگایا اور بیاس جی کا دھیان کیا تو مہارانی جی بھی آگئیں اور بیاس جی بھی اُسی وقت موجود ہوئے راجہ دھرتراشٹ نے بیاس جی کے قدم چھوئے۔ خاطرہ رات کی اور پوچھا۔

مہاراج کورؤوں پانڈؤوں کے جھگڑے کا تصفیہ کیونکر کیا جائے؟

بیاس جی۔ سنجے سے سری کرشن جی سب کچھ کہہ چکے اب میں کیا رائے دوں؟

راجہ دھرتراشٹ۔ سنجے ہاں سناؤ سری کرشن جی نے کیا کہا

سنجے۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا وہ تو میں سرور بارگوش گزار کر چکا جو بات رہ گئی وہ صرف یہ ہے کہ اُن کے آخری الفاظ یہ تھے۔

راجہ دھرتراشٹ۔ بھیشم پتارہ، ورونا چاریہ جی بزرگ اور جہاندیدہ ہیں اُن کی موجودگی میں بیوقوف دیرومن کو جتا دینا کہ اب خیریت نہیں راجہ جدھشٹر کا تپ ان کو پھیل گیا۔ کورو کیا تمام دنیا کو سر کے تمام رُوسے زمین پر حکومت کا ڈنکا بجائیے انہوں نے مجھ کو بھی اپنی منہی میں کر لیا ہے میں اُن سے کسی بات سے کم نہیں ہو سکتا افسوس کہ میری آنکھوں کے سامنے کورؤوں کی جانیں نکلیں گی میری عاقبت وینڈلٹ پلٹ کر دیگی کورؤوں کی حکومت کیا چیز ہے؟

راجہ دھرتراشٹ۔ سنجے مجھے پہلے ہی سے یقین ہے کہ سری کرشن چندر جی کورؤوں کے طرفدار نہیں مگر میری سمجھ میں اب تک نہ آیا کہ تم ایسے عقلمند انہیں کیونکر لبشہن کا اوتار مانتے ہو۔ قادر مطلق سمجھ رہے ہو؟

سنجے۔ آپ کے دل کی آنکھیں کھلی ہوتیں تو آپ یہ سوال نہ کرتے میں جہاں تک دیکھتا ہوں
 بڑے بڑے جوگی اعلیٰ سے اعلیٰ رشی منی اور جد ہے کہ دیو رشی ناراد اور مہاراج وید ہیا س
 تک انکو ایشور ہی سمجھتے ہیں میں بھی ان کی بزرگیوں اور قدرتوں کا قائل ہوں جو شخص
 کام کر دہ۔ لو بھو۔ موہ کو دوسرے پھٹکا رہے اسکی آنکھیں سری کرشن جی کی
 ذات بابرکات کو پہچان سکتی ہیں جن کو ایشور کی بھگتی ہی نہیں وہ ان کی حقیقتِ فیضیت
 کو کیا جانیں آپ کے چشم دل میں نور ہے آپ ان کو بھی پہچان سکتے ہیں مگر جب موہ کا
 پردہ اٹھا ڈالے۔ جو وقت موہ جاتا رہا اس وقت آپ کو ایک ایسا جلوہ نور نظر آئے گا۔ کہ
 آپ دنیا کو بھول جائینگے اور یہی جی چاہے گا کہ سر رہے تو انہیں قدموں پر اور دل
 رہے تو اسی کریشٹ مکٹ پر قربان ہو۔

دریودھن۔ سنے صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ سری کرشن جی ترلوکی ناتھ ہیں۔
 جگت کرتا میں ہمہ اوست ہیں ہمہ ازوست ہیں ہمہ دروست ہیں آپ انکو ایسا ہی
 سمجھتے آپ ان کی پناہ لیجئے ہم ان کو اپنا دشمن۔ اپنی سلطنت کا دشمن اور اپنے خاندان
 کا دشمن سمجھتے ہیں وہ تو وہ جسے ہم سچ مچ ایشور سمجھتے ہیں اگر چارے دشمنوں کی حمایت کریں
 ہم اسے بھی اپنا دشمن ہی سمجھینگے۔ اس میں چاہے جان رہے یا جائے ہو۔

راجہ دھرتراشٹ۔ بہارانی گاندھارمی۔ دریودھن کی باتیں سنتی ہو نہ جانے اس کی عقل
 کس نے کھو دی جسے سب رشی منی ایشور مان رہے ہیں اس سے بھی یہ عداوت مول
 لیتا ہے۔ لاکھ سمجھتا ہوں اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

گاندھارمی۔ او مغرور دریودھن۔ تو بزرگوں کا کہنا نہیں ماننا کیا تو نے سنا نہیں ہو۔
 جن نہ لئی بدن کی سیکھ لئی گھیر یا مائی بھیک

جس نے بزرگوں کی نصیحتوں پر کچھ عمل نہیں کیا اسکی تباہی میں شک نہیں مہاراج فہمائش کرتے
 ہیں بھیشم پنہامجی سمجھاتے ہیں درونا چارہ جی ہدایت کرتے ہیں مگر تیرے دل پر کچھ اثر نہیں
 ہوتا آخر سوچا کیا ہے کیا اس وقت تجھے پوش آئے گی جب بھیم سین کے بھر سے تیری
 ران ٹوٹی ہوگی لاکھوں سر کچلے ہوئے نظر آئینگے جن سری کرشن جی کو وید ہیا س جی ساکشات
 ایشور سمجھتے ہیں ان کو بھی تو نظر میں نہیں آتا۔ اس سے بڑھ کر مرث کی نشانی کیا ہوگی بس
 معلوم ہو گیا کہ تیرے کھیل رہی ہے تو ضرور ہم لوگوں کے کھیلے کو داغ دے گا۔

وید بیاس۔ مہاراجہ دھرتراشٹ یہ دیکھ کر نہیں خوش ہوا کہ آپ کے وزیر سنجے بڑے گیانی اور کرشن جی کے بھگت ہیں آپ ان کے کہنے میں رہے گا تو اچھا پہلے اس میں شک نہیں جو شخص کرشن جی کا بھگت ہو دھرم کی راہوں سے واقفیت رکھتا ہو وہ ایک پاپی کو بھی تار سکتا ہے دیریو دمن مال و دولت پر مغزور ہے اس نے پانڈوؤں کا راج کیا چھینا سمجھ لیا کہ بس ہجو ما دیگرے نیست مگر جو شخص بدیہتی کرتا ہے اسکا کہیں بھلا نہیں اس کے واسطے ہمیشہ ناک ہی ناک ہے آپ سب جھنجھٹوں کو چھوڑ کر سری کرشن جی سے دل لگائیے سب بیڑا پار ہو جائے گا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ (سنجے سے) وزیر باتدہر و شنفصیر بتاؤ میں کیونکر سری کرشن جی کی محبت کو دل پر نقش کروں کیونکر ان کے چرنوں میں دیمان لگا رہے۔
سنجے۔ بہت آسان بات ہے بشرطیکہ بن پڑے۔
راجہ دھرتراشٹ۔ پھر اس سے بڑھ کر کیا بات ہے کہ تو
سنجے۔ دل قابو میں کیجئے، اندریوں کو آزاد نہ ہونے دیجئے صرف اتنی احتیاط اور نفس کشی سے سری کرشن کو اپنے دل ہی میں پائے گا۔

ادھیاء ۱۰

سری کرشن جی کی روانگی ہستناپور میں آمد کا شور۔ راجہ دھرتراشٹ کی طرف سے خاطر تواضع کا انتظام۔ دیریو دمن کی حماقت

جب سنجے براٹ نگر سے رخصت ہو چکا تو راجہ جہویشتر اور سری کرشن جی سے یوں باتیں بریں راجہ جہویشتر اپنے دیکھا کہ راجہ دھرتراشٹ ہم لوگوں کو کیسا بیوقوف بنانا چاہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں میں آکر اپنے حق سے دست بردار ہو جائیں اور دیریو دمن سارے راج پات کا ایک رہے ہم کو اپنی طرف سے شرائط منظور نہیں اگر ہمیں پانچ گاؤں بھی مل جائیں تو ہم قنات کر لیں مگر راجہ دھرتراشٹ جبہ بھر زمین تک دینے پر راضی نہیں ہوتے آپ جانتے ہیں کہ دینا میں مقلس کی کچھ عزت نہیں چار پیسے والوں کو سب لو جھتے ہیں بے زر آدمی کا مر جانا اچھا نہ لگی خراب پس ایسی زندگی کو میں کیونکر پسند کروں خصوصاً جبکہ آدھے راج کا پورا استحقاق

ہے اب آپ فرمائیے کہ میں کیا کروں۔ درلودھن سے کیونکر فیصلہ کیا جائے؟

سری کرشن جی، آپ بیفکر رہیں میں تو آپ کے ساتھ ہوں آپ حق سے محروم نہیں رہ سکتے میرا ارادہ ہے کہ میں خود جا کر راجہ دھرتراشت کو سمجھاؤں اگر وہ مان گئے تب تو بات ہی کیا۔ بالفرض میری بات پر کان نہ دئے میری بات نہ مان کر حقائق کی توہیں تمام راجاؤں کے ست اڑا دوں گا۔
بھیم سین۔ واقعی تجویز معقول ہے مگر تھے لامکان سختی کرنا ضروری نہیں نرمی سے راجہ دھرتراشت اور درلودھن راہ راست پر آجائیں تو آپ کو اٹھارہ غصب کی کیا ضرورت ہے ہاں کوئی گستاخی کرے کھوئی بولے تو طع بھی نہ دیجئے گا۔ ہم سب لوگ اپنی طرف سے بگاڑ نہیں چاہتے جو بات جو ان کی طرف سے ہو تو مناسب ہے؟

سری کرشن جی گوروں کی کامشورہ ملے پائیا سا کی جی نے رتھ تیار کر لیا رکھ کیا تھا۔ ایک تصویر نور تھا جو اہرات ہی جو اہرات سے جگمگ جگمگ کرتا تھا دھجائیں آسمان سے باتیں کرتی تھیں چار سفید گھوڑے بچتے ہوئے تھے سری کرشن نے سا کی جی سے کہا
سب ہتھیار اور چکر سنگھ گدا پدم رتھ پر رکھ دو۔ شاید درلودھن اور کرن بدھماشی کریں تو انہیں سے گوشمالی کی جائے گی؟

قیمل ارشاد ہوئی خود بدولت نے سفید بیلوں کی دُم ہاتھ میں لیکر آگ کی پوجا اور پر کرما پھر رتھ پر سوار ہو کر ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے گھوڑوں کے ہوا سے باتیں کیں تو آکا شہ جاپنچے وہاں پر سرام جی اور سپت رشی وغیرہ بہت سے سدھو بزرگ خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشامی
اجازت ہو تو ہم بھی ہستنا پور میں چلیں گفتگو کے صلح سننے کا اشتیاق ہے؟

کرشن جی نے فرمایا
چلئے کیا مضائقہ ہے

سری کرشن جی آگے بڑھے تو برکستھل نگر میں اشنان سندھیا سے فراغت حاصل کر کے راجہ دھرتراشت کو اطلاع کرائی کہ کل میں حاضر خدمت ہوں گا قاصد پہنچا تو ہستنا پور میں آمد آمد کی دعوت ملگئی راجہ دھرتراشت نے بھیشم تپا مہ ورونا چاریہ وغیرہ سے کہا
بڑی خوشی کی بات ہے کہ مہاراج سری کرشن جی تشریف لائے ہیں ذات مقدس پڑاں میں راجہ القظیم ہیں جو انکی پرستش کرتے ہیں ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی خوش نصیب نہیں جس نے ان سے بگاڑی اسکا پھر پتہ نہ لگا فوراً ان کے قیام اور خاطر تواضع کا انتظام معقول

کیا جائے دو شاہن کے شیش محل سے موزوں کوئی مکان نہیں جو ان کی بود و باش کی واسطے کافی ہو سڑکوں پر کیڑے گلاب کا چھڑکاؤ ہو شہر آراستہ کیا جائے تحفہ تحائف تیار رکھے جائیں۔
 و حند و رہ ہے کہ تمام ساکنان ہستنا پور زن و مرد طفل و جوان خورد و کلاں و رشن اور استقبال کیلئے تیار رہیں درلودن کو عمدہ سنگھاسن کی تیار کی حکم دیکر فرمایا کہ دیکھو کیسی لیاقت ہے سری کرشن جی کی خاطر مدارات کرتے ہو بات تب ہے کہ تم انہیں خوش کرلو بحیثیت پتاہ اور دروہا پتاہ نے راجہ و صہر تراشت کی سمجھ پر آفرین کی اور بولے کہ واقعی سری کرشن جی لائق پرستش ہیں آپ کا یہی فرض ہے کہ ان کو غلات عالم سمجھ کر مہربان بنا لیجئے۔
 راجہ و صہر تراشت۔ خالی خاطر و تواضع ہی نہیں میں انہیں حسب ذیل تحائف بھی دوں گا۔

چار چار کاہلی گھوڑوں کے ۱۶ رتھ۔

سوئے کے منڈھے ہوئے دانتوں کے آٹھ ہاتھی۔

ٹیکل و جیل نو جوان چھوکیاں۔ زیور لباس سے آراستہ۔

سو سولونڈی و غلام۔

اُردنی فرش مرگ پچالے ۸ ہزار۔

چراغ الماس کشتی لعل و جواہر۔

کچھ انہیں پیشکشوں پر فرض نہیں جو چیز اور پسند خاطر ہوگی بے تکلف نذر کر کے خوشنودی حاصل کروں گا۔

بدراجی۔ سر کرشن جی آپ کے تحفہ تحائف کے محتاج یا بھوکے نہیں ان کے یہاں جو چیزیں موجود ہیں وہ آج تک کسی نے دیکھی بھی نہ ہوگی ان کو نقطہ اطمینان نہ ہوگا کہ یہ بس پھر وہ آپ کی سوغات کیوں قبول کرنے لگے وہ سوچے کہ کس عرض سے آئے ہیں آپ نے ساری دولت انفرادی اور کہا نہ مانا تو سب کردہ و ناکردہ برابر ہے آپ پاندوؤں کو آدھا راج دیدیجئے بس اور نہ کسی پیشکش کی ضرورت ہے نہ سوغات کی۔

درلودن۔ اگر دولت کے بھوکے نہیں تو ہم بھی انکے وہیل نہیں انہوں نے کچھ جین چپڑ کی تو ہم اُسی وقت قید خانہ میں نہ جھونک دیں گے جب بیڑیاں کھٹکھٹانا پڑیں گی۔ نوبانی کپانی نکل جائیگی پاندو خود ڈیڑھ سی پر ماتھار گڑیں گے۔

راجہ و صہر تراشت۔ ۱۰۔ ارے ارے درلودن تو کیسا نالائق ہے سری کرشن جی کی شان

میں ایسے گستاخانہ کلمات۔ رشتے کو جانے دے تب بھی اپنی کیسا تہ بدلو کی جائے نہیں سرکیشن
 جی نے بتا تو دے کہ آج تک تیرسا تہ کیا برائی کی کیا کہوں جانے تیری عقل کو کیا ہو گیا ہے
 بھیشم پتاما۔ مہاراج۔ دیو دھن بڑا ہی چوتون ہے اسے نہ دوست کی پہچان نہ دشمن کی شناخت
 جو سوچتا ہے الوجہی۔ جو ٹھاننا ہے بے مکی۔ اسکی عقل کا اندھا پن اس سے بڑھ کر اور کیا
 ہو گا کہ سری کرشن جی کو آدمی ہی سمجھے جاتا ہے۔ او در جو دھن تیری شامت تو نہیں
 آئی ان حرکتوں سے ایک دن تیری موت رکھی ہوئی ہے اٹھ جا سامنے سے نابکار
 سری کرشن جی کو قید خانے میں جھونکے گا۔ گستاخ بے ادب ۛ

ادھیانے ۱۱

سرکیشن جی کا ہستنا پور میں استقبال یلا قاتیں

سرکیشن جی برکس تھل سے علی الصباح روانہ ہوئے ہستنا پور پہنچے باشندگان ہنہار
 مہمان راجاؤں نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا جدھر سے رتھ گزرا ہجوم عام نے بے جے
 کاشور بند کیا کوٹھے عورتوں سے پے پڑے تھے رستوں میں جگہ نہ ملتی تھی سرکیشن جی سب سے
 مزاج پرسی کرتے ہوئے راج محل میں رونق افروز ہوئے تین پھاٹکوں سے گزر کر جو تھے پھاٹک
 پر پہنچے تو راجہ دھر تراشت بھیشم پتاما۔ درونا چاریہ وکر پا چاریہ وغیرہ نے سرورق تعظیم کی
 ہاتھوں ہاتھ دربار میں لے گئے مرصع جواہرات پر بھجایا۔ عطر پان لالچی وغیرہ سے تواضع کی
 تمام راجے ہمارے اور اراکین دولت اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ ادب بڑی محبت آمیز باتیں
 شروع ہوئیں۔ سرکیشن جی کی شیریں زبانی نے ہر ایک کے دل پر مہر بنی ڈال دی جسوقت
 بات کرتے مٹے سے پھول جھڑتے تھے تھوڑی دیر خوش کن باتیں ہوتی رہیں۔ پھر آپ بھیشم پتاما
 راجہ ہالینگ اور کوروؤں سے فزا فزا مزاج پرسی کرتے ہوئے بدرجی کے گھر چلے گئے
 بدرجی نے بڑی خاطر تواضع کی ذرہ لازمی کا شکر ادا کر کے کہا ۛ

آج میرا جنم سچل ہوا جس گھر میں گھٹ گھٹ باسی انتریا می بنفس نفیس رونق
 افروز ہوں اس گھر کی خوش قسمتی کا کیا کہنا ۛ

وہاں سے فراغت پا کر سرکیشن جی اپنی پھوپھی مہارانی گنتی کے قدموں میں ہوئے

مہارانی نے وہ ذکر گلے سے لگا لیا آنکھوں میں آنسو بھر لائیں چہرہ فکر و الم سے اترتا ہوا تھا
رونی آواز سے بولیں کہ

آپنے درشن دئے کس زبان سے شکر یہ ادا کروں میرے کلیجے کے ٹکڑوں کی غیریت
تو کہتے ابھی راجہ برٹ ہی کے یہاں ہیں یا بد قسمتی کہیں اور ہے گئی افسوس میرے بیٹوں
بر کسی کسی مصیبتیں گزر گئیں میں جیتی بیٹھی رہی راجہ دھر ترانٹ کے یہاں میری جان
پر جو کچھ گزری میں ہی جانتی ہوں ارجن کی پیدائش کے وقت آکاش بانی ہوئی تھی کہ
یہ ساری دنیا فتح کرے گا

مگر اب تک کچھ ظہور نہیں۔ اُلٹے مصیبتوں ہی سے سامنا رہا آپ اُنکے مرنے ہیں
اسے امید ہوتی ہے کہ شاید پھر دن پھر قسمت جیسے اب ان بچاروں کی بھلائی تہا رہا ہے
سری کرشن جی۔ بواجی۔ آپ اب رنج و افسوس نہ کریں۔ آپ سا خوش قسمت دنیا کے پردے
پر نہیں۔ مہاراج سورسین ایسے تاجدار آپکے والد۔ سسرال راجہ اجمید ایسے فخر زمانہ تاجدار
کے خاندان کی بہو۔ راجہ پنڈو کی مہارانی۔ راجہ جد عشر ایسے دھرماتما۔ بھیم سین ایسے
ذہرست ارجن ایسے تیر انداز۔ نکل دسہدیو ایسے سورجیروں کی ماں۔ پنج کیناؤں میں
سرتاج اُنکے اعزاز و وقار کسی اور کو کہاں نفیب۔ آپ دل کو ڈھارس دیکھئے۔
اب عنقریب پانڈوؤں کا آفتاب اقبال مشرقِ تقدیر سے طلوع ہوگا۔
کنتی۔ میری تو ایسی تقدیر نہیں مگر ہاں آپ کی توجہ ہے تو کوئی بات دشوار نہیں۔ آپ
جو چاہیں گے۔ کریں گے۔

ادھیان ۱۲

سری کرشن جی کی درپودھن سے ناراضگی۔ قبول

دعوت سے انکار۔ بڈرجی کے یہاں مہمانی

سری کرشن جی رانی کنتی کو شفیقے کر دیو دھن کے محل میں تشریف لے گئے۔ محل بہانیت
عالیشان تمام اسباب آرائش سے آراستہ ہو کر مخزنِ گوہر و جواہر تھا۔ چونکہ ڈیوڑھی
پر دیو دھن اور ملت تمام راتوں نے پیشانی کی نشہ گاہ شاہی میں لے گئے سنگھاسن پر بٹھا
کر مزاج پستی تو اضع و تکریم کے بعد دیو دھن نے بڑی عاجزی سے کہا۔

یہی مکان آپ کی بود و باش کے لئے آراستہ کیا گیا ہے یہیں قیام فرمائیے، حاضر بھی تیار ہے جو پوشاک چاہئے بدلئے جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلف طلب فرمائیے خانہ و احمد کا معاملہ ہے بے تکلفی میں تکلیف نہیں ہوتی۔

سرمی کرشن جی۔ آپ نے محل کو ڈور کی تصویر بنا دیا۔ واہ واہ کیا آراستگی کیا رونق ہے دعوت تواضع کی تکلیف گزارا نہ کریں۔ جب ضرورت ہوگی کہہ دوں گا۔ رہنے کے لئے بھی آپ کے اقبال سے بہت ٹھکانے ہیں جہاں چاہوں ٹھک سکتا ہوں۔

دریودھن۔ یہ بات کبھی ممکن نہیں۔ آپ گھر چھوڑ کر اور کہاں رہ سکتے ہیں۔ گھر کے ہوتے دوسری جگہ کھانے کی کیا ضرورت۔

سرمی کرشن جی۔ میں آپ کو کسی بات کی تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ سب عزیزوں کو دیکھ لیا۔ طبیعت خوش ہوگئی کیا کھانے پینے ہی پر محبت و الفت کا دار و مدار ہے زیادہ اصرار کی ضرورت نہیں جب آپ اپنے گھر کو میرا گھر سمجھتے ہیں تو پھر اصرار کیسا۔ دریودھن۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں غیریت کا خیال ہے آخر وجہ۔ کیوں آپ کو میزبان لازمی سے عار ہے؟

سرمی کرشن جی۔ راجہ دریودھن صاف کرنا۔ مجھے لگی لپٹی نہیں آتی دو ٹوک بات کہتا ہوں میں کھانے پینے اور چھنے پہننے کیلئے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے آنے کی غرض اور ہے میں اس وقت سفیر ہوں۔ ایلچی جب کام پورا کر لیتے ہیں تب کہیں کھانا کھاتے ہیں۔ میرے آنے کی غرض بھی پوری ہو جائے تو دعوت قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں جو کھلائے پلائے گا بے تکلف کھاؤں پیوں گا جو دیکھے گا خوشی سے لوں گا۔

دریودھن۔ ہمارا جی۔ رو دعوت کسی مذہب میں جائز نہیں خواہ کچھ ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کا فرض ہے کہ خدمتگاری کریں آپ جس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔ مگر افسوس کہ میں سجدور ہوں تعمیل ارشاد نہ کر سکتا تھا۔ ادروں کے جھگڑوں سے آپ کو کیا مطلب آپ کسی کے پٹھے میں کیوں پاؤں دیں ہمارے آپ کے مراسم کو غیروں کے معاملات سے کیا تعلق۔ آپ کو دعوت قبول کرنی ہوگی ورنہ سب بتائیے۔

سرمی کرشن جی۔ صاف صاف تو یوں ہے کہ میں خواہش نفسانی دولت کی طمع یا کسی اور وجہ سے دعوت چھوڑنا پسند نہیں کرتا میں تو یہی بات کہہ دوں گا دھرم ہی دعوت محبت کی جانی ہے نہ کہ

عداوت کے خیال سے آپ کے دل میں کچھ اور بے ظاہر میں کچھ اور اس نگہ میں رام بھل میں اینٹوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر کیا آپ کے یہاں کھاؤں۔ دوسرے میں بھوکا نہیں آچکے اقبال سے سب کچھ موجود ہے۔ ہاں فاقہ مست ہوتا تو آپ کے یہاں کھانا۔ نہ آپ محبت سے کھلاتے ہیں نہ مجھے رویوں کے لانے ہیں پھر دنیا سازی و ظاہر و باطن سے مطلب کیا اور کچھ باتیں کیجئے۔
دریودھن - تو ہم لوگ دشمن ہوئے اور پانڈو دوست۔

سری کرشن جی - میں آپ کو دشمن تو نہیں سمجھتا۔ مگر ہاں پانڈوؤں کی دوستی میں فرق نہیں وہ دھرم اتا ہیں ان سے کبھی کوئی فعل دھرم کے خلاف سرزد نہیں ہوا ان سے میری دوستی جائز ہے خلاف نہیں آپ ان کی دوستی ہی کو بہت سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک میرا کوئی خاص عزیز بھی ان سے دشمنی رکھے تو وہ بلا واسطہ میرا دشمن ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور میری نہیں راجہ دریودھن جس شخص نے اپنے رفیق دوست اپنے دھرم اتا بھائیوں اور کسی لائق و فائق اور واجب التعظیم انسان سے عداوت پیدا کی وہ نہایت نالائق اور بدکردار ہے آپ نے جس عداوتانہ خیال کو مد نظر رکھ کر میری دعوت کا سامان کیا وہ آپ لاکھ چھپائے یہاں دل آئینہ ہے اسلئے دعوت سے صاف رکھے اچھا میں رخصت۔

یہ کہہ بہاراج سرکرشن چندر وہاں سے اٹھ گئے اور پدرجی کے خانہ بے تکلف کو رونق بخشی جسوقت راجہ دھرتراشٹ کو خبر لگی۔ بے عیشم پتامہ۔ درونا چاریہ۔ کرپا چاریہ راجہ باللیک وغیرہ کے ساتھ سرکرشن جی کی خدمت میں پہنچے معافی مانگی اور بڑی مہنت و سماجت سے کہا بہاراج شیش محل آراستہ ہے۔ محل سجے ہوئے ہیں ہر قسم اور ہرگز کا کھانا موجود ہے۔ تشریف لے چلے۔

سری کرشن جی - آپ سب بزرگوں کی عنایت بہت ہے میں سب صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہو چکا اب مجھے یہ آزادی دیجئے کہ جہاں مرضی ہو رات کو سو رہا کروں جب جی چاہے گا آپ کے شیش محلوں میں آرام کروں گا آپ کو میری اتنی خوشی منظور کرنا پڑے گی اصرار کا کچھ اثر نہ ہوگا سب لوگ یاورس واپس ہوئے بے عیشم پتامہ جی نے راجہ دھرتراشٹ سے فرمایا کیوں راجہ صاحب میں نہ کہتا تھا کہ دریودھن کی حرکتیں بہت رنگ لائیں گی۔ سری کرشن چندر انگریزی عالم الغیب ان سے کوئی اڑکے کہاں جائے گا وہ پہلے ہی دریودھن کی بدعتی جان گئے اسی سبب سے کھانا نہ کھایا نہ راج محلوں میں ٹکے پدرجی کی نیت صاف تھی دل میں چھل

لپٹ کا نشان نہ تھا ان کے گھر خود ہی چلے گئے اس سے بڑھ کر دل کی ناراضگی کا ثبوت اور کیا ہو گا۔ ان کی ناراضگی کسی حال میں اچھی نہیں ہے۔

راجہ دھرتراشٹ ہی کو نہیں بالیک و غیرہ سب نیک نفس راجوں کو سہی کرشن جی کی رنجش کا افسوس ہوا اور سب دریودھن کو نام رکھنے لگے مگر مجبور چارہ ہی کیا تھا۔ بد رچی نے ذات مقدس کی جلوہ افروزی دیکھی تو بیکس فروش کر دیں پانگ پر نرم لبستر بچھا دیا سرائیوں پر بٹھایا اور دل بول اٹھا کہ

بہارِ کرشن چندر آپ کی لیدا اہم پار ہے راجہ دریودھن کیونکہ ان پر لٹ کر کے غریب بد کے ساگ پات قبول کرنا اعلیٰ درجہ کی فترہ نوازی ہے ناچیز بد کس زبان اپنی خوش نصیبی کو سرا ہے۔ کرشن جی نے بڑے شوق سے بد کے یہاں کچھ ساگ اور کند مول پھل فوش کئے اور طلائی پنگڑی پر آرام کیا بد رچی بھی قریب بیٹھ گئے اور کچھ ادھر ادھر کا ذکر پانڈوؤں کی تکالیف اور دریودھن کی عداوتوں پر افسوس کر کے کہا کہ

بہارِ اپنے نائق تکلیف کی آپ کا یہاں آنا مناسب تھا ہستناپور اب ادھر میوں کا گھر ہو رہا ہے۔ دریودھن کرن۔ دو شناس وغیرہ جو چاہتے ہیں ادھر م کرتے ہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ بیوقوف مغلوب الغضب۔ خود پسند سیاہ قلب دریودھن عقل سے تو خالی ہے مگر سمجھتا ہے۔ کہ بچو ما دیگرے نیست۔ دوست کو دشمن۔ شریف کو رذیل۔

واجب التعظیم کو حقیر سمجھتا کچھ بات ہی نہیں زبان میں لگام نہ بات کو قیام شکنی دو شناس وغیرہ نے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنا رکھا ہے جس طرح چاہتے ہیں بچاتے ہیں دریودھن سے صلہ کی امید دہر رکھتے اب میں اسکی سب باتیں جان گیا وہ قسم تھا چکا ہے کہ پانڈوؤں کو تل برابر زمین نہ دوں گا۔ ادھر ہارِ تو بڑی چیز ہے وہ پانڈوؤں کے سب سے آپ کی طرف سے بھی صاف نہیں کرن اور شکنی وغیرہ کی ادھر منڈی آپ کی دشمن ہو رہی ہے آپ بہتری کی بات بھی کہیں تو کوئی سننے والا نہیں آپ اب اکیلے کبھی ان کے پاس نہ باتیں اس میں رک رکھی ہوتی ہے۔

سہی کرشن جی۔ آپ کا فرمانا بہت درست۔ میں دریودھن اور اسکے مددگار راجوں کو بخوبی جانتا ہوں وہ ہمیشہ سے خار کھاتے چلے آتے ہیں ضرور میری حقارت کرنے پر آمادہ ہونگے مگر یاد رکھئے کہ دل کے باپ کا پھل اچھا نہیں ہوتا راجہ دھرتراشٹ کے بیٹے اور کچھ دونوں کے ہمان ہیں ان پر آفت کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے کہ سر ہو جاتیں گے۔ میں ان کی بہتری کا

خواباں ہوں بڑائی کا ذرا بھی خیال نہیں میرا فرض ہے اس کو سمجھا دوں کہ
میں ان کی تباہی دیکھنا نہیں چاہتا میں پانڈوؤں اور کوروؤں کا خیر خواہ ہوں اگر
وہ میری بات نہ مانیں تو آپ نتیجہ بھگتیئے یہ کہہ لو کہ نہ ہوگا کرشن سیر دیکھتا رہا اور کوروؤں
پانڈوؤں کو نیکی بدی نہ سمجھائی خوزیزی سے باز نہ رکھا میری سفارت کا منشا کچھ ہی سمجھے
مگر اصل غرض یہ ہے کہ میرا چچا جھوٹ جائے کوئی مجھ کو نہ ستائے یہ فرما کر سری کرشن
جی نے فرمایا کہ

بدی جی ہمارا رات زیادہ آگئی اب آپ بھی آرام کیجئے میں بھی سوتا ہوں نیند سے
آنکھیں بند ہوتی جاتی ہیں۔ محفل برخاست :-

ادھیان ۱۳

راجہ دھرتراشٹ کا دربار۔ سری کرشن جی سے
شرکت کی درخواست۔ اُن کی رونق افروزی
پیت رشی اور ناروجی وغیرہ کی آمد

سپیدنی صبح اور شفق کی ہلکی ہلکی سُرخی نے گوشہ مشرق کی تاریکی مٹانا شروع کی
سری کرشن جی کی خواب گاہ میں طرح طرح کے خوش آواز باجے بجنے لگے گریوں کے میٹھے میٹھے
سُروں سے دونوں پر جادو کا اثر ہوا۔ سری کرشن جی کی آنکھ کھل گئی۔ بسترِ راحت سے اُٹھے۔
اشنان ترپن ہونے آہوتی وغیرہ سے فراغت پا کر برہمنوں کو دان دکشنا بھوجن کپڑے اور
زیور وغیرہ عطا کئے۔ ابھی برہمنوں اور ساکنوں کا مجمع لگا ہوا تھا کہ راجہ درلودھن لکھنی اور
اور مشیروں اور رفیقوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ڈنڈوت کر کے عرض کی کہ
پتا جی اور پتا مہ جی (راجہ دھرتراشٹ) ہمیشہ تپا مہ آپ کے انتظار میں ہیں۔
دربار لگا ہوا ہے تشریف لے چلتے :-

سری کرشن جی نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ یاد آوری کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا :-

آپ تشریف لے چلے ہیں خدا اور میں حاضر ہوتا ہوں

وہ چلے گئے اور مکان کے باہر ایک جگہ ٹھہر کر انتظار کرنے لگے یہاں سری کرشن جی

نے برہمنوں کو مال مال کر کے رخصت کیا اور پُرجی دھانکی وغیرہ کے ساتھ رتھ پر سوار ہو کر چلے قیاسگاہ سے آگے بڑھتے ہی دریودھن دشکھی نظر آئے کرشن جی نے پوچھا ابھی آپ یہیں ہیں ؟

دریودھن - آپ ہی کے انتظار میں کھڑا تھا آپ کو لے جائے بغیر وہاں کیونکر جاتا ؟
سری کرشن جی نے ہنس کر شکر یہ ادا کیا اور رتھ بڑھایا۔ رتھ کی چمک دمک آنکھوں میں چکا چوندھ پیدا کرتی تھی موہنی صورت پر مرد وزن شخص اور جوئے جاتے تھے اردلی کے سوہیر بہادروں کے تیوروں سے بڑے بڑے جیالوں کا کلیجہ دھلتا تھا جلوس میں رینگتے اور سنگھ بچ رہے تھے۔ ترہی - نفیری - بین وغیرہ باجوں کی آوازوں سے دل بہر کا جاتا تھا۔ جس وقت سواری بادپہارمی کی طرح راج سبھاس پہنچی - راجہ دھرتراشٹ وغیرہ استقبال کو اٹھ دوڑے اس وقت خود بدولت کا ایک ہاتھ بڈرجی کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا ہاتھ ساکلی جی کے ہاتھ میں۔ دریودھن اور دشکھی آگے آگے آپ پیچھے اور جلوس میں فیقان خاص - دیوان اسوت راجوں سے بھرا ہوا تھا۔ دربار میں پہنچتے ہی سب راجاؤں نے سراوب خم کیا۔ راجہ دھرتراشٹ نے ہاتھ پکڑ کر اس سنگھاسن پر بٹھایا جو خاص ذات باریجات کے لئے بڑی خوبی سے تیار کیا گیا تھا اس وقت تمام رشی منی نادر وغیرہ چشم خیال میں آتے ہوئے نظر آئے بھیشم پتارہ کے کان میں کرشن جی نے کہا۔

بڑے بڑے رشی منی تشریف لارہے ہیں نشست کا انتظام فرمائیے۔
بھیشم جی نے حکم دیا فوراً عمدہ عمدہ آسن بچھ گئے رشی آئے تعظیم و تکریم ہوئی سب نے یکے بعد دیگرے پاؤں چومے قدموں پر سر جھکا یا سری کرشن جی اسی سنگھاسن پر رونق افروز ہوئے ساکلی جی نے بھی دائیں طرف ڈالوے ادب تہ کیا۔ بائیں طرف پُرجی مرگ چھالے پر بیٹھ گئے اس وقت سری کرشن جی کی موہنی صورت کا رنگ کچھ اور ہی تھا۔ نگاہیں چہرے سے نہ ہٹتی تھیں سب رشی مینیوں بھیشم پتارہ اور درونا چاکر وغیرہ کی ٹکلی لگ گئی در دیوار پر چہرہ عالم افروز کا نور برس رہا تھا۔

اوصیا کے ۱۴

سری کرشن جی کی گفتگو سے صلح - اتفاق باہمی کی ہدایت - سری کرشن جی سے عام اتفاق رائے - دریودھن کو ہمسائش

جب سب طرف سے یکسوئی ہو گئی باجوں نے خاموشی اختیار کی تو سری کرشن جی
 نے راجہ دھرتراشٹ سے متوجہ ہو کر فرمایا
 اسوقت میری حاضری کی غرض آپ کی خیر اندیشی کے سوا اور کچھ نہیں میری خواہش ہے
 کہ آپ کو دونوں پانڈوؤں سے یل چل کر ادیں بھائیوں بھائیوں کا بگاڑ درست نہیں آپ کا
 خاندان تمام دنیا میں واجب التحکم ہے دھرم کی بدولت آج وہ ارج اقبال حاصل ہے کہ
 اندر بھی آپ کی خوش نصیبی کو پہچانے ہیں۔ مجھے مانگی فساد سے سخت نفرت ہے جب
 میں نتیجہ سوچتا ہوں تو میرے رونگھے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ کو دونوں کے والد ماجد ہیں
 آپ کو فرغ ہے کہ نصیحت کریں فائدے کی بات سمجھائیں راجہ درپودھن وغیرہ کو پانڈوؤں سے جیسی
 دشمنی ہے وہ آپ کے پوشیدہ نہیں اگر یہ دشمنی رفع نہ کی گئی تو کورو کیا تمام دنیا غارت ہو جائے گی
 آپ اپنے فرزند ان نامدار کو فحاش کریں میں پانڈوؤں کے دل سے مخالفانہ خیال نکال دوں گا
 لاکھ دھرتراشٹ قدرت و طاقت میں فروز گاہ میں پھر بھی نہیں جو کھدوں اس سے کبھی
 انحراف نہیں کر سکتے آپ ان کی طرف سے اطمینان رکھیں صرون بیٹوں کو سمجھانے
 کی ضرورت ہے بندھی ٹھکی کا کھلنا آسان نہیں جہاں کھلی پھر زور ٹوٹا کر کورو اور پانڈو
 گھلے ل گئے راجہ اندر تک سامنا نہیں کر سکتے۔ اور بھیشم پتا مہ جی۔ درونا چاریہ جی۔
 اسوتھاماں۔ کرپا چاریہ۔ بالملیک وغیرہ کا زور ہو گا۔ اور جہد حشر۔ بھیم سین۔ ارجن
 سہدو۔ نکل کی طاقت ذرا سے اتفاق میں دو گنی چو گنی طاقت حاصل ہو جائے گی دیوتاؤں
 سے بھی کسی قسم کا ٹھکانہ رہیگا اگر دو دھڑے رہے راونی چھڑی تو یاور کھٹے کہ دنیا نیست و
 نابود ہو جائیگی کچھ راجے اور صہرہ گئے اور کچھ اور صہرہ کر دھڑوں جانوں کے نقصان میں شک
 ہی کیا ہے میں آپ سے منت سماجت کر کے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس آگ کو جلد گل کر دیجئے
 نہیں تو جسوقت شعلہ بھڑکا دینا کو خاک و سیاہ کر کے بھجیگا پانڈو آپ کو باپ زیادہ سمجھتے
 ہیں۔ آپ کی نظر میں چلنے سے کبھی گریز نہیں وہ اتناک برابر خاموش چلے آتے ہیں کبھی صرون
 زبان پر نہ لائے اب راجہ درپودھن نے راجاؤں کو اکٹھا کیا تو انہیں بھی تشویش دھمک ہوئی
 وہ بھی کمر باندھنے لگے مجھے باہمی خویشی میں سراسر نقصان ہی نظر آتا ہے اسلئے میری رائے
 ہے کہ آپ سب راجاؤں کو تھوڑے متاع دیکر رخصت کر دیں اور پانڈوؤں کو ان کا حق دے کر
 راونی جھگڑے پر خاک ڈال دیں آپ کی بزرگانہ عنایتوں کا کہا سنگ شکریہ ادا کیا جائے راجہ پنڈو

کے بعد آپ نے پرورش کی پڑھایا لکھایا بیٹوں سے زیادہ سمجھا وہ بھی ہمیشہ مطیع رہے اور اس وقت بھی الماحت کے لئے حاضر ہیں جو حکم ہوا انکی تعمیل کریں آپ پانچ گاؤں عطا فرمائیں تو راجہ جد ہشتر لینے سے عذر نہ کرے جد ہشتر نے آپ کو دوند ڈوت کہی ہے ہاتھ جوڑ کر عرض کی ہے کہ

میں آپ کا شروع سے فرمانبردار ہوں ہم لوگوں نے بن باس سے بڑی مصیبتیں اٹھائیں اب مشکلوں سے نجات ملی ہے زیر خورانی۔ لاکھ کے مندر میں جلانے کی کوشش قرار بازی کی بے ایمانیاں۔ دروہدی پر ظلم و ستم سب آپکی آنکھوں کی دیکھی ہوئی باتیں ہیں مگر پھر بھی ہم آپکی ہدایت کے موافق جنگوں کی ٹھوکریں کھاتے پھرے۔ اُن کی ۴
اب ہم نصف راج کے سستی میں بھائی درپودھن۔ شکنی اور دوشاسن وغیرہ کو اب بھی ہمارے حال پر رحم نہیں ان کی دشمنی کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا ۴

یہ تو راجہ جد ہشتر کی التجا سنانی اب آپکا فرض ہے کہ ان پر نظر عنایت فرمائیں اور کوروؤں پانڈوؤں میں اصلاح کرا دیں آتش فساد کا سلسلہ اچھا نہیں مجھے ان دونوں کے اتفاق سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں صرف آپ ہی کی بہتری منظور ہے ۴

تمام حاضرین نے سری کرشن چندر جی کی رائے پسند کی ہر طرف سے یہ صدا آئی کہ واقعی سری کرشن جی کا فرمانا بہت صحیح ہے اگر ان کی مصلحت پر عمل نہ ہوتا تو خرابی میں شک نہیں پر سرام جی بول اٹھے۔

مجھے سری کرشن چندر جی کے لفظ لفظ سے اتفاق ہے کوروؤں کا غرور انہیں خواب کر گیا جس نے دشمن کو کروڑ سمجھا وہ کہیں کا نہ رہا۔ اسکا زعم خود تباہی کا باعث ہوتا ہے بڑے بول کا سر نیچا! کہاوت غلط نہیں میں آپ کو حکایت سناتا ہوں۔ روایت نہ سمجھتے بالکل سچا واقعہ ہے ۴

راجہ سمبھو کا نام کون ہے جس نے نہیں سنا۔ یہ راجہ ہنایت ہی معذور تھا زعم کی یہ کیفیت کہ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا کیسا ہی سوریہ کیوں نہ لڑنے کے لئے تیار۔ نہ کسی سے دہک نہ کسی کا رعب جس سے دیکھتے لڑنے جھگڑنے کو موجود ہے۔ ہر ایک سے دیکر۔ ایک ایک سے عداوت ہر وقت میان سے باہر۔ جب دیکھو برہنہ شمشیر ایک برہمن کو رحم آیا۔ اُسکی ہمدردی کو خود بھی حرکت ہوئی۔ سمجھایا کہ ۴

راجہ صاحب دنیا بوجو اگر ہے اس میں ایک سے ایک زبردست پڑے ہیں خودی کا
بھوت سر سے اتاریے غرور اچھا نہیں اسکا نتیجہ بڑا ہے آپ اپنے سوا کسی کو کچھ نہیں سمجھتے
یہ زعم کہیں بچاؤ دکھائے ؟
راجہ بولا۔

واہیات نہ بکو۔ کان نہ کرو۔ تم میرے کاموں میں دخل در معقولات دینے والے
کون۔ اس وقت کس میں طاقت ہے کہ میری تلوار کے سامنے ٹھیرے آج تک جس نے
فدا سرا اٹھایا۔ میں نے اسکی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ لگنے دیا ہے
برہمن۔ بیشک آپ سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا مگر بعض موقعہ پر زبردست ہی پھڑکاتا
ہے۔ اگر آپ کو جنگ جمل کی سمائی ہے تو بہت اچھا۔ آپ کا جوشش آپ کو مبارک
آپ خونریزی کے مشورے سے خوش ہوتے ہیں تو میں رائے دیتا ہوں کہ آپ نارائن
سے مقابلہ کیجئے۔ وہ گندادون پر بت پیشیا کر رہے ہیں ان سے لڑیے تو مزہ بھی آئے
وہ بے کمزور رشیدیوں اور چھوٹے چھوٹے راجوں کو دبانے سے نامور می نہیں راجہ اسی
وقت جل کھڑا ہوا۔ تنہا کرتا تیر تلوار ناک بھجیوں چڑھائے تیروں پر پل ڈالے ہوئے
گندادون پر بت پر پہنچا دیکھا کہ دو شخص پیشیا میں مشغول ہیں۔ ہاتھ پاؤں سینک۔ بدن
اگنی پر ڈالنے کے قابل۔ نارائن نے راجہ کو بڑی خاطر سے بٹھلایا اور پوچھا کہ
کہاں تکلیف کی کچھ ارشاد ؟

راجہ۔ دنیا کی کوئی غرض خواہش نہیں صرف آپ لڑائی کیلئے یہاں آیا ہوں ؟
نارائن جی۔ یہاں آپ سے لڑنے والا کون ہے یہ کوئی میدان جنگ نہیں پیشیا کرنا
منظور ہو تو آئیے دھوئی رمائیے ؟

راجہ۔ میں بیوقوف نہیں جو دنیا کے سکے چھوڑ کر جنگل میں آ بیٹھوں۔ یہاں تو یہ سمائی
ہے کہ جس کو پاؤں لڑ پھڑکے نیچا دکھاؤں ؟

نرجی۔ اگر یہی مرضی ہے تو خیر آئیے دودھ ہاتھ ہو جائیں فوج بلائے متھیا اٹھائیے میں کوئی
ہتھیار نہ چھوؤنگا صرف سر دگھاسا کے تیروں سے دکھاؤنگا کہ لڑائی اس طرح کیجاتی ہے ؟
راجہ نے فوج جمع کی لڑائی شروع ہوئی نرجی نے ایسی برومی مدد دی کہ تمام فوج کٹ کے رہ
گئی اور راجہ قدموں پر گر پڑا نارائن جی نے سمانی دی اور سمجھایا کہ خبردار اب کبھی غرور کا کلمہ زبان سے

نہ لکھے خود ہی کا بھوت سر پر سوار نہ ہو۔ راجہ اپنا سہ لے کر وہاں سے پھرا اور کسی سے سرسٹنی نہ کی لے راجہ دھرتراشٹ ارجن انہیں رنجی کا اوتار ہے جنہوں نے ایک گھاس کے تیر سے راجہ وسمبھو کا سارا نشہ اتار دیا۔ سری کرشن جی نارائن ہی ہیں ان سے بڑھ کر کس کو قدرت ہے ان دونوں سے کون خود سری کا دعویٰ کر سکتا ہے آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کی بہبودی کے خیال سے خود بشن بھگوان نے تکلیف گوارا کی آپ کو ان کی مرضی کے خلاف تنکا بھی نہ ملانا چاہئے۔

کنورشی۔ راجہ دھرتراشٹ جی۔ آپ اس وہم میں نہ رہئے کہ ارجن اور سری کرشن جی نارائن نہیں پر سرام جی نے آپ کو اصلی حقیقت سے آگاہ کیا۔ اسمیں سالنہ نہ سمجھئے اور جو سر بکرشن جی کی ہدایت ہے اسی پر عمل کیجئے اسی میں بہتری ہے ورنہ ابتری۔

ناروجی۔ راجہ دیودھن۔ عقلمند غور نہیں کرتے خودی کو باس پھٹکنے نہیں دیتے پاندو بھٹے دھرماتا میں۔ وان۔ پن۔ تیرتھ۔ برت۔ جب تپ سے انہوں نے فنی طاقتیں حاصل کر لی ہیں ان سے لگاڑنے میں جان جو کھوں ہی نہیں بلکہ تباہی کا اندیشہ ہے سری کرشن جی اصلاح چاہتے ہیں انہوں نے صرف ہتھاری بھلائی کے لئے پاؤں توڑے ہیں ورنہ آگ جانے لو ہار جانے دھونکھنے والے کی بلا جانے۔ ان کو کیا پڑی تھی کہ مفت کسی کے معاملے میں ٹانگ اڑانے پھرے۔

ہمارا ج کرشن چندر ترلوک کے مالک ہیں جو کچھ انتظام قدرت دیکھ رہے ہو انہیں کی جنبش نظر کا کرشمہ ہے دنیاوی آنکھیں ان کو نہیں پہچان سکتیں۔ یہ فخر ہم ایسے رشیوں میں یا دیوتاؤں کے چشم دل کی نظر لو حاصل ہے۔

دھرتراشٹ۔ سری پر سرام جی۔ ناروجی اور کنورشی۔ ہمارا ج کرشن بھگوان نے مجھ پر بڑی بہرانی فرمائی ان کو میری بہبود کا جب قدر خیال ہے وہ آپ سن چکے ہیں کہا نیک شکر یہ ادا کروں مگر افسوس بڑھا ہے نے بے دست دپا کر دیالو کے ہاتھ سے بے ہاتھ ہو گئے ہیں میرا فرد اختیار اور کچھ قابو نہیں رہا جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں میری کوئی نہیں سقتا۔ سب شتر بے ہمار ہو گئے ہیں کاش کرشن دیو دیودھن کا قالب پھیریں سٹا ستر کی باتیں سمجھا کر عقل درست کریں یوں تو یہ نہ میرا کہنا مانتا ہے نہ ہمارا فی کا مذمعی کا۔ سادھو لوگ اسکی نظر میں بیوقوف ہیں بھیشم پتا مدھار بے زرگ خاندان۔ درو ناچار ج وکر پاچار ج گرد۔ بد رنجی ایسے گیانی سمجھاتے سمجھاتے ہار گئے مگر پتھر میں جو نلک نہ لگی دیکھ لیجئے کہ خود تخت و تاج کا مالک بن

بیٹھا ہے مجھے گویا حکومت سے کچھ واسطہ ہی نہیں ہے۔

سری کرشن چندرجی اب راجہ دیودھن سے مخاطب ہوئے اور بڑی شیریں زبانی سے فرمایا کہ روخان دان کے آفتاب و راگوش ہوش سے سنو میں کیا کہنا چاہتا ہوں تم کیسے عالی خاندان راجگان زمانہ کے سر تاج عقلمند بہرشیار عالم و فاضل۔ وراسو چو ایسے شخص کو وہ کام نہ کرنا چاہئے جو بے شرم، بیجیا، سنگدل، بدنیت و بے ایمان لوگ کرتے رہتے ہیں نہیں وہ باتیں زیبا ہیں جو تمہارے معزز خاندان کے شان کے موزوں ہوں دیکھو تمہارے بزرگوں کا کیسا نام ہو رہا ہے بھیشم پتاہ۔ درونا چارج وغیرہ کیسے عقلمند مشہور ہیں۔ تم ان کے برخلاف ہو کر خاندانی اعزاز قائم نہ کر سکو تو حیرت انگیز بات ہے پانڈو تمہارا بھائی کیسے دھرم اتا ہیں ان کی اعلیٰ لیافتوں کا دنیا میں شہرہ ہو رہا ہے تم کو انہیں سے عداوت انہیں سے دشمنی۔ آپس کے نفاق سے خاندان نیست و نابود ہو جاتے ہیں باہمی اتفاق سے باریک سے باریک سوت وہ رسی بنا دیتے ہیں جنکو بڑے بڑے ہاتھی بھی توڑ نہیں سکتے تم نفاق کی آگ بھرد کا ناجائز ہو یہ تمہاری غلطی ہے اگر اتفاق سے رہو گے تو دنیا میں لیافتوں کی تعریف ہوگی ایک نہا رخصت واکٹ قائل رہیگا بزرگوں کی مرضی کے خلاف چلنا سخت ادھر م ہے جس نے بڑوں کی بات نہ مانی اُس نے اپنی عزت کھو دی دیکھو لو میں ہی نہیں بھیشم پتاہ۔ درونا چارج۔

بدرجی کرپا چارج۔ سودت۔ راجہ بالیک۔ اسو تھاواں۔ سب کی رائے ہے کہ پانڈوؤں سے ملاپ کر لینا اچھا ہے۔ پرسرام جی اور سیت رشی تو کسی کے طرفدار نہیں ان کو تو کسی کی دھن دولت کا لالچ نہیں یہ بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ لڑائی کا خیال چھوڑ دو۔ ہم لوگوں کا کام سمجھنا تھا ماننے نہ ماننے کا اختیار تم کو ہے ایسا نہ ہو کہ

آنچہ وانا کند کند ناداں لیک بعد از خوابی بیا ر

سب رشیوں نے تائید کلام کی اور باہمی اتفاق کے لئے زور دیا۔ بھیشم جی نے بھی یہی ہمائش کی ورونا چارج نے تو یہاں تک سمجھایا کہ

لڑائی کے لئے برتا کس کا ہے ادھر ہم سب کیلئے بھیم سین اور ارجن کافی ہیں پانڈوؤں کی طرف سے دل اور بھر کے سامنے ٹھہر سکے یہاں کس میں دم ہے راجہ دیودھن اب پانڈوؤں کی طرف سے دل صاف کر لو بغض عناد بھارت میں ڈالو اگر ہٹ پراڑے رہو گے تو سمجھ لو ہم سب کا خون تمہارے سر ہوگا اور راجہ دھرتراشٹ کی بڑھاپے میں اور کمر ٹوٹ جائے گی اس سے بہتر ہے کہ

دو لڑتی آپس میں گٹھ ل جاؤ۔ بھنگ پینا آسان ہوتا ہے مگر جب موہیں خبر
 لیتی ہیں تو پھر موہش ٹھکانے ہو جاتے ہیں۔

اویسیاے ۱۵

سری کرشن جی کی خدمت میں مغزور دیودھن کا گستاخانہ جواب

پہلے تو دیودھن منہ میں گنگنکیاں بھرے سب کی باتیں سنا کیا کچھ نہ بولا۔ جب
 سری کرشن جی نے جواب مانگا تو آنکھیں لال پھلی کر کے بولا
 آپ پیغام صلح لائے ہیں یا ہمارے منہ پر ہماری بُرائی کرنے کے لئے تکلیف کی ہے
 اپنے میری ہتک کیواسطے کوئی بات اٹھانہ رکھی۔ زبان سنبھال کر تقریر نہیں کرتے۔
 بھیشم پیامہ۔ درونا چاریہ۔ بدرجی کو تو دیکھئے ہمارا ہی نمک کھائیں اور ہماری ہی سچو کریں
 رشی لوگ بڑے دھرم تباہ کرنے چلے ہیں ان کے منہ میں بھی لگام نہیں۔ آپ ہی کی سی
 ہانگ لگانے لگے۔ آپ بڑے منصف مزاج بنے ہیں ذرا فرمائیے کہ ہم نے کیا قصور کیا۔
 راجہ جدوہش کو ہم نے مار مار کر جوا نہیں کھلایا ان کی مرضی تھی سلطنت۔ دولت۔
 جو دسب ہار گئے۔ اس میں ہماری کیا خطا کیا ہم نے ان کو اپنی طرف دیکھ کر ساری جیتی
 ہوئی دولت واپس کر دی تھی؟ پھر ان کے سر پر جوئے کا بھوت کیوں سوار ہوا۔ ایک
 دفعہ کھو کر نہ سیکھتے تو انہیں کی حماقت۔

ہم نے ان کو بن میں نہیں دھکیلا۔ انہوں نے اپنی زبان کی پابندی کی تکلیفیں اٹھائیں
 تو اپنی بیوقوفی سے۔ جب آپ بار بار یہی کہتے ہیں کہ ان کو کوئی جیت نہیں سکتا۔ تو پھر
 وہ سلطنت ہارے تو انہیں کی غلطی۔ پانڈو چاہتے ہیں کہ گیدڑ بھکیوں سے کام
 لکال لیں تو یہ اس خیال است محال است وجوہ۔

ہم عزے دالوں سے دیکھنے والے نہیں آپ تو کشتریوں کی رگ رگ سے واقف ہیں
 بھلا کشتریوں کا یہ دھرم ہے کہ کسی کے سامنے موہیں بچی کر لیں آپ کو چاہے جو خیال ہو میں
 تو دیوتاؤں میں بھی کسی کو نہیں جانتا۔ جو بھیشم۔ درونا چاریہ اور کرشن وغیرہ کی چوٹ سہارے کے ہتھکڑی

موت سے خوف نہیں چھڑی میدان جنگ میں جان دینا تو اسکے واسطے مرگ موجود پانڈوؤں نے حمایتی راجے بٹائے ہیں تو کچھ پرداہ نہیں جیتک ہم لوگوں کے دم میں دم ہے پانڈوؤں کو کچھ خاک نہیں مل سکتا آپ خود عقل سے سمجھئے کہ راج کے مالک ہم میں یا راجہ دھرتراشت پانڈو ہم لوگوں کو ماتم سیٹھے ہیں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اپنے چچا کا راج چھیننے کے لئے ہم لوگوں کی آڑ لے رکھی ہے جیتک ہمارا پتہ ناجی سلامت میں کسی کو راج کا استحقاق نہیں اگر کچھ حق ہے تو یہ کر سویوں میں جو کچھ موجود ہے کھائیں اور اطاعت کریں پس سر دست تو پتہ ناجی کی طرف سے ہم لوگ کار پر دہل میں کار پر دہل کو ملک سلطنت بخشنے کا اختیار کہاں مگر اتنی بدنامی ہو چکی تو راج لینے پر بھی ہم سے پانڈو صوفی کے ناک کے برابر زمین کی اُیں نہ رکھیں۔ در یودھن کی گستاخانہ اور غرور آمیز تقریر سنکر سرکشن جی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں خون آلودہ ہو گئیں جوش غضب کے فرمایا۔

در یودھن اسوقت کی بات یاد رکھنا کہے دیتا ہوں کہ بانوں پر بیٹھتے ہو گے تم اپنے منہ سے موت مانگ رہے ہو تو خواہش پوری ہوگی۔ خبردار ہو جاؤ لڑائی شدنی ہے پرے کا نظارہ پیش نظر ہو گا جو اکیلنا جبلی فریب کرنا۔ سیدھے سادے پانڈوؤں کو کلی ڈالکر لڑنا۔ در یودھی پر سرور بارہ چٹیں کرنا یہ سب باتیں تیری نیکیاں ہی تو تھیں۔ پانڈوؤں کی تمہیں زہر دیا۔ سانپ سے ڈسایا۔ دریا میں ڈبوایا۔ لاکھ کے مندر میں جلانے کا فریب کھیلایا۔ ہتھارہی طرف سے کوئی بدسلوکی نہیں ہوئی۔ خیر گڑے مزدے اکھاڑنے سے کیا مطلب۔ گزشتہ رات صلوٰۃ۔ پانڈوؤں ہی جڑائی کی۔ تھے جو کیا اچھا کیا۔ اب آدھا راج باٹھے ہو کہ نہیں کہے دیتا ہوں کہ دینا الٹ پلٹ ہو جائے گی۔

دوشاسن۔ راجہ در یودھن جی۔ تم غلطی میں کیا پڑے ہو سب کے تیور دیکھو کیا کہہ رہے ہیں۔ بھاگو بیاں سے۔ جھکے ڈر رہے کہ قید نہ ہو جاؤ۔

در یودھن بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ سب اہل دربار کی طرف گستاخانہ ڈالکر دہا کے اٹھ بھاگا اسکے بھائی اور رفیق راجے بھی نیچھے چل دیے۔ بھیشم پتہ نامہ نے در یودھن کی نالائقیوں پر افسوس کیا۔ سرکشن جی سب کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔

کہ ابھی تک غیریت، در یودھن کو مخالفت سے باز رکھتے ورنہ آپ ہی سب کا نام بدنام ہو گا راجہ دھرتراشت۔ لڑنا نالائق ہو جانے کو طرح دینے میں خرابیاں ہوئی ہیں آپ کو لازم ہے کہ محبت پیار و باؤ سے جہنم نہائی سے در یودھن کے مزاج کی اصلاح کھیئے ورنہ آپ کو اختیار ہے۔

اویسہ ۱۶

راجہ درلودھن کی حماقت آمیز کارروائیوں اور سرکشیوں
جی کی بدخواہیوں پر سرکشیوں جی اور راجہ دھرتراشٹ
کا عتاب۔ درلودھن کو بدرجی کی ہمائش

درلودھن راج سبھاسے جا چکا سب بزرگوں کی دلکشی ہو چکی راجہ دھرتراشٹ کو
تازہ کوفت پیدا ہوئی۔ بدرجی سے فرمایا کہ

رانی گاندھاری کو جلدی لاؤ۔ اب سر سے پانی گزرا جاتا ہے درلودھن کسی کی
نہیں سنتا شاید انہیں کی کچھ نصیحت کارگر ہو۔
بدرجی فوراً اٹھے پاؤں گئے مہارانی کو ساتھ لئے ہوئے انہیں پیروں آگے راجہ دھرتراشٹ
نے مہارانی گاندھاری سے فرمایا :-

جان نکالنے سے نہیں نکلتی کیوں سر جھوڑوں۔ تمہارے کل کلنگی درلودھن کے سر کا
بھوت نہیں اترتا ساکشات بھگوان کرشن چند نے خود سمجھایا مگر اُس نے اُن کی ہمائش کو بھی
اس کان سے سنا اُس کان سے آزاد دیا۔ مجھ کو تو اندھا سمجھتا ہی ہے مگر اُس کو درونا چار یہ امرت
پلانے ہیں تو سمجھتا ہے کہ زہر دیتے ہیں۔ پر سرالم جی اور ناراجی وغیرہ سب خیر میں ہیں کہ اس
کی عقل کو کیا ہو گیا نہ الٹی مانتا ہے نہ سیدھی۔ اگر تمہیں خاندان کی خیر و عافیت منظور
ہے تو بھکت کو سمجھاؤ کہ کیوں لاکھ لاکھ خاک کر رہا ہے ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ سری کرشن جی یہیں
ہیں۔ جسوقت وہ یلوس پھرے پھر کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گا۔ وہ گھسان بکلا دانی ہوئی
کہ خون کی ندیاں بہ جائیگی۔ تمہارے سب بیٹے سب بھائی بند سب راجہ ہمارے
چٹنی ہو جائیں گے۔

مہارانی گاندھاری۔ سارا معاملہ آپ ہی کا بگاڑا ہوا ہے نہ آپ درلودھن کو اتنا سر
چڑھاتے نہ اُس میں یہ خودی ساقی۔ آپ تو راج پاٹ دیکر ہاتھ بھڑا بیٹھے مست کے
ہاتھ میں تلوار دے کر بچھتا نا کیا جیسا کیا دیا بھگتو۔ میں اُس کی ماں ہوں۔ مگر مجھے

منظور نہ تھا کہ آپ اسے مختار کل کرتے ہیں۔

آپ کا بھی کچھ تصور نہیں۔ ایشور کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اب سمجھتاؤ وفضل ہے مگر میں در یودھن کو بلا کر سمجھاتی ہوں جب وہ آپ کی نہیں سناتا تو میری کب سننے لگا ہے خیر کچھ جھڑائے لیتی ہوں۔

رانی نے اشارہ کیا۔ بددجی گئے۔ در یودھن کو مکمل سنایا۔ در یودھن جبراً و قہراً آیا اور بولا کیا ارشاد ہے۔

رانی کا مذہبی۔ مینا جتنی محبت تہلری مجھ سے ہو سکتی ہے دوسرے کو ممکن نہیں۔ مینا بڑھا بھی ہو جائے تو ماں کے سامنے وہی بچہ ہے جو دودھ پینے کے لئے گود میں چلتا تھا۔

اب تم سمجھا رہے ہو سب اونچ نیچ سمجھنے لگے ایشور نے اس لائق کیا کہ تمہارے پتا جی نے نہیں راج پاٹ کا مالک کر دیا۔ تمہیں مناسب ہے کہ بڑوں کا کہنا مانو۔ بزرگوں کی رائے پر چلو خود رانی اچھی نہیں۔ شکی۔ دوشاسن اور کرن ابھی نا سمجھ ہیں۔ یہ کیا جانیں کہ حکومت کے معاملات کیسے نازک ہیں۔ دنیا میں کن نشیب و فراز سے سابقہ ہوتا ہے ان لوگوں کا کچھ نہ

بڑے گا اگر نقصان ہو گا تو تمہارا دیکھو سری کرشن جی ساکشات بھگوان تم سے درخواست کرتے ہیں۔ پر سرام اور ناروالیے رشی ہرشی کی تم سے التجا ہے کہ پانڈوؤں سے میل کر لو میری بھی

سچے دل سے یہی آرزو ہے کہ تم اور راجہ بدھنٹر ایک دل ہو جاؤ۔ راجہ لوگ جب اندریوں کے بس اور غرور کے قابو میں ہوئے تو راج پاٹ سب خاک میں مل گیا۔

ایشور نے مسکو بہت کچھ دیا ہے تمہیں کسی بات کی کمی نہیں۔ آدھا راج بانٹ کر ملاپ کر لو۔ پانڈو کبھی عداوت نہ کریں گے بلکہ تمہارا احسان مانینگے اگر دلوں میں گرہ پڑی رہی تو پھر

آفت سر پر سمجھو پانڈو سارا زعم دم بھر میں دماغ سے نکال دیں گے۔ دنیا بھر کا راج کیا مرنے پر بھی دگر زمین چتے کیلئے نصیب نہ ہوگی پانڈوؤں کے کاہائے دیکھتے جاتے ہو پھر بھی تمہاری آنکھیں

نہیں ہوتیں اب تک جتنا چاہا تم نے انہیں تنگ کر لیا اب وہ دھرم کی پھانسی سے چھوٹ گئے وہ اگلی ولازاریوں کا بدلہ لیں تو آدھا راج لئے بغیر نہ رہیں گے ابھی آدھے راج ہی پر سب باتوں کا توڑ ہے کہیں ان کو بھی ضد چڑھی اور صاف نے طول پکڑنا تو مجھے ڈر ہے کہ

آدھی چھوڑ ساری کو دھاوے ایسا ڈوبے تھا نہ پاوے

کی کہاوت سچ نہ ہو سوچ لو تم نے من پر کیا کیا بدعتیں نہ کیں مگر انہوں نے اُن نہ کی۔ عداوت

کا خیال ہی دل میں نہ لائے جب گندھرب تم سب کو عورتوں سمیت قید کر چکے تھے تب انہیں نے سچا یا کہ تمہارے شکنی اور دوشاسن نے وہ تمہارے ساتھ نیکی کرتے ہیں تم احسانندی کے عوض ناشکر می کیا بلکہ چوری دشمنی کرتے ہو۔ یہ تمہیں زیبا نہیں۔ کرشن جی موجود ہیں اور نہ کچھ کہو یہی کہہ دو کہ

آپ کے کہنے پر یہ کیا جاتا ہے نیکی بدی۔ نفع نقصان کے آپ و مہ دار۔

پھر پانڈوؤں کی طرف سے کچھ بات ہو تو بیشک جو تمہارے دل میں آئے اسوقت میرے کہنے سے غفہ تنوک ڈالو۔ عقل سے کام لو۔ چھوٹے بڑوں کا کہنا مانتے ہیں ہ درلودھن غفے سے آگ بگولا ہو رہا تھا۔ اُسکی آنکھوں سے چنگاڑیاں اُڑتی تھیں مہارانی گاندھاری کے محبت آمیز اور نصیحت خیز کلمے زہر معلوم ہوتے تھے لفظ لفظ نیچے میں نشتر چبھوتا تھا اُس نے جب وہی رگڑا سنا تو منہ پھیلائے تیوریاں چرٹھائے اٹھ کھڑا ہوا۔ مہارانی نے روکنا بھی چاہا مگر وہ کسی کی کب سنتا تھا چل کھڑا ہوا مہارانی قسمت کو جھینکنے لگیں سر پیٹ لیا اور رو پڑیں کہ

بس اب بنانا یا گھر شا۔ درلودھن یہ ہاجر باغ اُجاڑ کر دم لیگا ہ

درلودھن اپنی سبھا میں آیا تو شیطانی فوج پائی سب حواسی ایک آواز سے بولے کہ راجہ صاحب آپ بہت آتے جاتے ہیں کہیں دھرم لے جائیے سری کرشن جی کا سانٹھ گانٹھ اور ملی بھگت ظاہر ہے جو ہے انہیں کی آواز کے ساتھ فٹ فٹ بولتا ہے ہماری آپ کی سی کوئی نہیں کہتا ہم کو یقین ہو گیا کہ اگر یہی لیل و نہار ہے تو قید خانہ ہوگا اور آپ اوروں کا کیا ذکر خود آپ کے چار راجہ دھر تراشٹ کی نیت خراب معلوم ہوتی ہے۔ وہ بھی جب بولتے ہیں تب اوکھی ہ

درلودھن۔ پھر علاج۔ تدبیر ہ

دوشاسن۔ کچھ نہیں۔ بنیاد فساد اُڑا دیجئے جب اڈانہ ہوگا تو مکھی کس پر مچھی گی ہ

درلودھن۔ تو آخر مٹا ہ

شکنی۔ بس سری کرشن جی کو ہتھکڑی بیڑی پہناویں اور بے فکر بیٹھیں پھر کس کا ڈر ہے کس سے وعدہ ہ

پانڈو انہیں کے بل پر کھمٹے ہیں جسوقت یہ قید میں پھنسے سب کے رخ ڈھیلے ہو جائینگے

پھر بھیم ارجن وغیرہ کو مار لینا کون بڑی بات ہے سر نہ ہو گا تو دھرم کیا کرے گا جڑ نہ ہو گی
تو درخت کیا کھڑا رہے گا۔

چندال چوڑی نے یہ تجویز بہت پسند کی۔ حکمت عملیاں بھی شروع ہو گئیں مگر مثل مشہور ہے
دیوار ہم آغوشش وارو
سائے کے بھی کان ہوتے ہیں اتفاق سے ساکی جی کو بھی خبر لگ گئی۔ سوڑے
ہوئے کرت برما کے پاس پہنچے جھدیا کہ

جھٹ پٹ ساری فوج ارد گرد کھڑی کرو۔ دیر نہ ہونے پائے کرت برما اور پکا اصرار
جھپٹے ہوئے آئے اور سری کرشن جی سے عرض کی۔

خواب خرگوش میں نہ رہتے دیودھن وغیرہ آپ کی گرفتاری کی فکر کر رہے ہیں۔
(راجہ دھرتراشٹ اور بدرجی سے) ذرا سسٹے گا آپ کے راجہ دیودھن جی کپڑے
میں آگ باندھیں اور شیر کو کڑی کے جالے میں پھنسانا چاہتے ہیں یہ یوقوف اپنے کو
سمجھا ہی کیا ہے کہیں الٹی منہ کی نہ کھائے۔

سری کرشن جی۔ راجہ دھرتراشٹ تمہارے بیٹوں کی حالت پر مجھے رحم آتا ہے ان کی
حاکمیت نہ جانے کیا کریں گی۔ احمق مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اچھا جران کی مرضی ہو گی
تو کہتے ہیں۔ سچ کہتا ہوں اگر نگاہ بھر کر دیکھ لوں تو دیودھن۔ دو شاسن۔ شکنی۔ کرن چاروں
جل کر خاک ہو جائیں مگر مجھے کسی سے عداوت نہیں۔ بیر نہیں۔ ورنہ ابھی ان مفردوں
کی مشکیں کسے ہوئے باندھ دوں کے پاس پکڑ لے جاتا۔ اچھا میں بیٹھا ہوں۔ دیکھوں
کس کس میں کتنی کتنی طاقت ہے۔

راجہ دھرتراشٹ کو دیودھن کی نالائقی پر غصہ آیا۔ بدرجی سے بولے کہ۔

بلاؤ نالائق کو۔

بدرجی گئے راجہ دھرتراشٹ کا ارشاد سنایا دو شاسن وغیرہ بہت سے کور دیودھن
کو حلقے میں لے کر پہنچے۔ راجہ دھرتراشٹ نے کہا۔

او یوقوف۔ بے عقل دیودھن تجھے کیا ہو گیا ہے تو اور تیرے حاشی بگوان سری
کرشن چندر کو قید کر لینی فکر میں ہیں کیوں شامت سوار ہے جسکی طرف راجہ اندر آنکھ نہیں
اٹھا سکتے۔ اسکی شان میں گستاخیاں ان سے بیوجہ دشمنی مجھے ڈر ہے کہ ان کی آتش غصہ

ایک ایک کو پھونک نہ ڈالے

پدرجی۔ راجکاراجہ درلودھن۔ بدھ بندر نے پتھر پڑائے۔ بہت کچھ زور آزمائی کی مگر سرکیشن جی نے مسل کے سامنے رکھ دیا۔ زکاسر کی سی طاقتیں آج کس کوروں میں راجاؤں کو ۱۶ ہزار راجکاریاں قید مصیبت میں ڈال رکھی تھیں۔ جسوقت کرشن جی سے چھیڑ چھاڑ کی مارا گیا۔ سب راجکاریوں کو محبس سے نجات دی۔

نرموگن نگر کے چھ ہزار مہادوتوں نے سری کرشن جی کا کیا بنا لیا یہی ہوا کہ مارے گئے۔ بچپن میں تو پوتا۔ کھنسا۔ بکا سر کی معلوم ہے کہ کیا درگت ہوئی۔ کیشی۔ لیکھ۔ چڑ اور کبھن دنت۔ شمشال۔ ہانٹر۔ ایسوں کی حالت سب جانتے ہیں۔ کیسی مٹی خراب ہوئی۔ لکن دیوتا کی انہوں نے کورنہ دبا دی۔ راجہ اندر کا سر بچا۔ مدھو کیٹب۔ ہرناکش رادن کبھوکر۔ کھروکھن۔ یسے زبردست اور کال کو جیتنے والے راجپس انہیں کی تیخ غضب کی نذر ہو چکا۔ کوروں میں کس کی مجال ہے کہ انکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

ادھیائے ۱۷

راجہ دھرتراشٹ کے دربار میں سرکیشن جی کی اعجاز نمائی و اظہار قدرت

درلودھن پدرجی کی تقریر ابھی سن ہی رہا تھا کہ سری کرشن جی بول اُٹے۔ راجہ درلودھن تم مجھے سمجھتے ہو کہ بیک جینی خود گوش ہوں ابھی کہو تو تمہاری آنکھیں کھول دوں تمام مہاتما رشی منی۔ اندھ مکھ تپسی۔ پانڈو۔ ۱۲ سورج۔ ۱۱ رور۔ مہادیو جی۔ سوام کاوتک۔ بسواسنٹی کمار۔ تمام رشی اسیوقت آنکھوں کے سامنے موجود ہو جائیں یہ فرما کر ایک قہقہہ لگایا تو عجیب ہی اعجاز قدرت نظر آیا۔ چٹم اقدس سے لاکھوں سجلیاں چکنے لگیں۔ مہادیو۔ اندر۔ جم۔ کوہیر۔ برن۔ ۸ بسو ۱۱ رور۔ پت رشی۔ سورج۔ چاند۔ گندھرب کہنہ روہی۔ روہی میں جلوة اوار دکھانے لگے۔ پیشانی سے برہما۔ سینے سے مہادیو۔ بازوؤں سے لوکیال یعنی اندر۔ برن۔ جم۔ کوہیر ۱ منہ سے الہی کا ظہور ہوا۔ اویہ سادہ۔ بسو۔ اشونی کمار۔ بسوئے دیوتا جلش۔ گندھرب کہنہ عضو عضو سے نمایاں ہو گئے۔

ارجن دائیں طرف۔ سری بلدیوجی بائیں طرف کھڑے ہو گئے اُن کے ہاتھ میں گاندیو مصل
تھا اُن کے ہاتھ میں بل۔ موسل۔ پیچو سے جدو شتر۔ بحیم سین۔ نیگل۔ سہدیو۔ پروں۔ اندھ
بہنی اور برشن بہنی ظاہر ہو گئے۔ سنکو چکر۔ گہا پدم نے اپنی روتی دکھائی اس وقت سری کرشن
جی کے جمال عالم افزو پر نظر نہ ٹھیرتی تھی ہزاروں بازوؤں سے پیکر بڑا کا وہ رعب و
واب تھا کہ حاضرین محفل کو تاب نہ رہی سب آنکھیں بند کئے ہوئے ہوئے کے عالم
میں کھڑے ہو گئے۔ رشیوں مینیوں اور بحیم پتامہ وغیرہ کی تو آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔
راجہ دھرتراشٹ اندھے تھے اُن کی آنکھوں میں لوزا کیا وہ جلوہ الزار کو دیکھ کر ڈنڈوت کرنے
لگے۔ درودھن وغیرہ کی روح قبض ہو گئی مارے ڈر کے اُٹھ بھاگے۔ راجہ دھرتراشٹ نے
بڑے اوجے اسکت کی تسلیم کیا کہ واقعی یہی ذات مقدس۔ خلائق عالم اور مجبور حقیقی ہے
میں خاک قدم سے بھی بڑے ہوں۔ مگر اُن کی نظر عاطفت کا کہا ننگا شکر ہے جو زندگی بھر
آنکھوں کا محتاج رہا۔ اُسے مینار آنکھیں عطا فرادیں۔ مگر جن آنکھوں سے آپ کو دیکھ چکا۔
اُن آنکھوں سے اور کسی کو دیکھنا منظور نہیں یہ آنکھیں واپس لے لیجئے۔

سری کرشن جی نے دو آنکھیں رہنے دیں اور آنکھیں غائب کر لیں تمام لوگ اس
اعجاز قدرت اور کرم وحدت و کثرت سے حیران ہو رہے تھے کہ رفتہ سری کرشن جی نے
وہ جلوہ قدرت نظروں سے غائب کر دیا پھر وہی کرشن چندر نظر آنے لگے جو راجہ جدو شتر
کا پیغام لائے تھے۔ سر کرشن جی نے راجہ دھرتراشٹ سے رخصت مانگی۔ راجہ دھرتراشٹ
نے دست بستہ گزارش کی کہ

مہاراج آپ کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی میں سچے دل سے چاہتا ہوں کہ پاندوؤں کو راج
بل جائے سب بھائی اتفاق کریں مگر بڑھاپے نے مجبور کر رکھا ہے میں خود ڈرتا رہتا ہوں کہ
کسی وقت یہ سب شریر النفس۔ تنگ خاندان مجھ ہی کو قید میں بندال دیں۔

سری کرشن جی میں تمام اہل دربار سے اپنا فرض ادا کر چکا آج سے میں بری الذمہ اب جاتا
ہوں۔ راجہ جدو شتر سے آپ کی معذوری اور درودھن کی شرانگیزی کا ذکر کرنا گا۔ پھر جو کچھ نصرت
ہوگی وہ کی جائیگی مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ کورو خاندان کا ستارہ برج نوال میں آگیا۔
یہ ذرا کرشن جی رتھ پر سوار ہوئے اور مہارانی کنتی کی قدم بوسی کا عزم
کیا۔

ادھیائے ۱۸

سری کرشن جی کی مہارانی گنتی کی قدم بوسی گنتی جی کی
پانڈوؤں کو حصول تخت کے لئے جنگ و جدل کی تحریک
بھیشم پتاماہ وغیرہ کی دیو دھن کو نصیحت

سری کرشن جی مہارانی گنتی کی خدمت میں گئے یعنی راجہ دھرتراشت کی معذوری اور
دیو دھن کے زعم فاسد و حماقت بیجا کی ساری سرگزشت سن کر پوچھا کہ
آپ کا کچھ پیغام ہے جو فرمائیے پانڈوؤں سے کہہ دوں گا۔

مہارانی گنتی۔ بس یہی کہ حد ہو چکی اب طرح وہی فضل ہے بلا سے لڑائی میں جان چلی جائے مگر
کورودوں کی بیڈیاں ایک دفعہ ضرور چور چور کئے بغیر نہیں لڑ سکتے نہ ہولیاقت نہ ہوتب تو دیو دیو
نہیں جب باقہ پاؤں میں جان ہے تو پھر رہنے کی کیا وجہ ہے ہتھیار اٹھائیں اور راج چھین لیں
کسی کے سامنے لگیانے کی کیا ضرورت ہے مانگے جانے تو وہ جس کے ناخن گر گئے ہوں راجن
کیلئے آکاش بانی ہے کہ یہ دنیا کے سرکشوں کا سر کھلیکا تمام تاجدارانِ عالم اسکے تیروں کالو ہانینگے
جب یہ ہے تو پھر وہ کب کیا۔ جھجک کیسی۔ ختم ٹوٹیں اور اکھاڑے میں اتریں۔

آپ مدد کو موجود ہی ہیں آپ جسکی طرف ہوں اسکو کون جیت سکتا ہے پس میں پیغام
اور کچھ نہیں وہ راج کی فکر کریں اور میری آنکھوں کو شربت دیدار پلائیں۔

بھیشم پتاماہ اور درو ناچار یہ وہاں پر موجود تھے انہوں نے گنتی مہارانی کی تقریر سن کر
دیو دھن سے کہا کہ معاملہ نازک ہے بہتر ہے کہ صلح کر لو۔ براٹ نگر میں اکیلے راجن نے ہم سب کو
ڈھیر کر دیا تھا کسی کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی اب ہم بھی وہی ہیں اور راجن بھی وہی۔ اس پر
سر کرشن جی کی حمایت کا طرہ۔ پھر بھلا پانڈوؤں سے سر رہنے کی کون امید ہے ہم لوگ بیت
دلوں اور بھر چکے۔ بڑھاپے میں منہ پر سیاہی لگنا باقی رہ گئی تھی اسکے لئے نئے سامان کر دئے ہم
لوگوں کو حیرت ہے کہ اس قدر فائق راجن سے کیونکر لڑ سکیں گے جو ہم لوگوں کی تم سے ہزار درجہ زیادہ

عزت کرتا اور بزرگی تسلیم کرتا ہے معلوم ہو گیا کہ تم ہم لوگوں کی جان کے پیچھے پڑ گئے ہو لاکھوں
آدمیوں کا خون مفت ہو گا۔ اور ہاتھ نہیں بھی آئیگی۔

ادب و کرم ۱۹۔ سری کرشن جی کی کرن کو تحریک جوش خون۔ کرن کا دریودھن کی ترک رفاقت سے انکار

جس وقت مہاراج کرشن چندر مستنا پور سے چلے تمام کور و دوس کو رخصت کر دیا۔ صرف
کرن کو زانو پر بجالایا۔ اور بہت سی ہمائشیں کیں راجہ حیران شد نے سچے سے دریافت
کیا کہ کرن کو ساتھ لے جانے سے سری کرشن جی کی کیا غرض تھی؟
سنجھے۔ آپ جانتے اُن سے بڑھ کر عقل کس میں ہے انہوں نے معلوم کیا کہ کرن کو ساتھ لے لیا
جو کچھ گفتگو ہوئی وہ حرف بحرف نہ سہی تو کم و بیش مجھے معلوم ہے۔ آپ اس سے نتیجہ نکال
لیں سری کرشن جی نے کرن سے فرمایا۔

تم مہارانی گنتی کے فرزند اکبر ہو جب گنتی کنواری تھیں تب سورج بھگوان کی فیض نظر
سے تمہارا جنم ہوا تمہارے بعد پانچوں پانڈو عالم وجود میں آئے بس تمہارے بڑے بھائی ہونے
میں کس کو شک ہو سکتا ہے تم پانڈوؤں کے بزرگ ہو چلو میں تمہیں لے چلوں۔ جدو جہد کو
فخر ہو گا کہ ان کے بڑے بھائی نے کرشن سے وہ ہر وقت خدمتگاری کر نیکی نگاہ دیکھتے
رہیں گے راج سنگھاسن پر بٹھا بیٹے رانی دروپدی شریک جلوت و خلوت رہی ان کے مددگار
راجہ تمہارے سامنے میرا بھم کر نیکی بھیجیں سپن وارجن وغیرہ کو پاؤں دبانے تک سے گذر
نہ ہو گا اگر تم چلو تو میں پیچھے ہی راج سنگھاسن پر بٹھا دوں گا۔

کرن۔ اکیلی اندوخت کا شکر یہ۔ گردیکھے تو وہ رشتہ کہاں رہا۔ ماما گنتی نے سورج بھگوان کے
اشارے مجھے دریا میں پھینک دیا وہ مجھ سے ہاتھ دھو مکھیں میرے ماں باپ تو وہی سوت ہیں
جنہوں نے دریا سے موت سے نکال کر جان بچائی۔ پالا۔ پردوش کی سوت کی استری باجھنے نہیں لے
معلوم ہی تھا کہ لڑکا کسے کہتے ہیں مگر میری صورت دیکھتے ہی جو شش ماورسی کے دوسو اتر
آپا پر جو کچھ گویا وہ موت کیا وہ اسی نے۔ وہ میری ماں نہیں تو اور کون میرا فرض ہے کہ اپنے دھرم کے

اماں باپ کی خدمتگاری سے گھر میں بھر غافل نہ ہوں، مجھے جو سوت پتر کہلانے سے فخر حاصل ہو رہا ہے وہ کتنی پتر کہلانے جانے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایشور کی کرپا سے میری کمی شادی ہوئیں بیٹے بھی موجود ہیں پوتوں سے بھی گھر کی رونق ہے اگر کتنی جی میری مانا ہوتیں تو آتما کی آج اور کلچے کی مانتا کبھی دریا میں ڈوبنے کی روداد نہ ہوتی آپنے اسوقت یہ بات چھڑی جب میں دریو دھن سے قول ہار چکا اب میں زبان کی پابندی نہ کروں تو زندگی پر زدن ہے آپکے اقبال سے مجھے دولت سلطنت کی پروا نہیں کو ردوں کا سارا راج میری سی سمجھی میں ہے۔ مالک ہوں سفید کروں یا سیاہ بہت سے ملک فتح کر کے دریو دھن کی مذکر دے ہزاروں راجے ہمارا جے قدموں پر سر جھکا کر اپنا فخر سمجھتے ہیں کسی بات کی کمی نہیں ایسی حالت میں دریو دھن کی رفاقت سے منہ موڑنا اور عرصہ ہے مجھے ایسی چو فانی اور دغا بازی پسند نہیں ہے۔

ارجن کو مجھ سے خاص دشمنی ہے میری ہی عداوت سے اُسے سُرگ میں شستر دیا گئی
ہاؤلیجی سے مقابلہ کیا میں نے بھی اُسکے زیر کرنے کیلئے بہت پارٹر بیلے تمام دُنیا جان گئی کہ
ایک روز ارجن افندہ کرن خیم بٹھو نکلینگے۔ سب کو دونوں کے جوہر مروجی دیکھنے کا اشتیاق ہے اس
بیلے میں ارجن سے میں کر کے دُنیا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ سب سمجھینگے کہ کرن وہاں گیا۔ آپ تو سب
دیدوں اور شاستروں کے پیر ملکہ صاف تو یہ ہے کہ مصنف بھی ہیں آپ ہی فرمائیے کہ دیودھن کو بلا
میں بھنسا کر خود حرلیت سے میں جوں کرنے کا اشارہ کس قانون اخلاق میں لکھا ہے آپ کی قدرت کا
جہاں اندازہ نہیں وہاں ارجن کی بھی طاقت کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ بیشک وہ لاکھوں
پر بھار می ہے مگر مہاراج خواہ کچھ ہی ہو ایک مرتبہ تھپٹی کا دودھ یاد نہ کرادوں تو کرن نام
نہیں یہ بات اور ہے کہ میں نشانہ تیرا مل ہوں یادہ۔ لیکن میں مروں گا بھی آپ اور ارجن کے
مقابلے میں نام کر کے سُرخ و چوک پانڈوؤں کا سر نیچا کر کے۔ زمانہ کو جو ہر شجاعت دکھا کر

راجہ جدھشٹر کو مطلق خبر نہیں کہ انکا بڑا بھائی ہوں یا دشمن ان کو یہی خیال ہے کہ کرن
 دشمن جانی ہے بڑا بھائی نہیں یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے آپکو میری قسم اس راز کو کبھی زبان
 پر نہ لائیے گا اگر آپ نے بھید کھول دیا تو میرے واسطے بڑی خرابی ہوگی راجہ جدھشٹر دھڑکتا ہے
 بڑا بھائی سمجھ کر ہتھیار ڈال دیگا اور میں خوزیر جلیہ کے پھل سے محروم رہ جاؤں گا۔ میں
 بیوقوف نہیں مجھے سب معلوم ہے کہ کیا شدنی ہے۔ ارجن کی جے ہوگی اور ہم سب باری باری
 مارے جائینگے پچھینگے صرف آپ۔ پانڈو اور ساتگی جی۔ بھیشم ستامہ سے سری گنیشا ستہ

ہوئی۔ درودنا چارج کا دوسرا نمبر ہو گا۔ ارجن کے ہاتھ سے میری موت ہے بھیم سین دوشاکن کا خون چوسکر دریودھن کی ران توڑے گا دیکھ لیجئے گا یہی سب باتیں ہونگی مگر میں ہاتھ جوڑتا ہوں کہ اس گفتگو کو اپنے ہی تک رکھئے گا۔ میں نے آپکی بات نہ مانی۔ ضرور قصور وار ہوں صاف جواب دیکر کستاخی کی میں معافی مانگتا ہوں۔ آپ تو عالم الغیب ہیں مہاشی حال مستقبل کی کوئی بات آپ کے چشم خیال سے پوشیدہ ہے ورا فرمائیے روتے زمین کی مخلوق میں براہوی نہیں لکھی ہے کیا میں دریودھن، دوشاکن اور شکنی چاروں کی قسمت میں دینا کی تباہی کا کلنگ نہیں +

کر و کشیتر کی سرزمین کو پرسلم جی نے ۲۱ مرتبہ خون سے سیراب کیا اب وہ پھر مہاشی اگر وہاں خون کی ندیاں نہ بہیں گی تو بے زبان زمین کی پیاس کیونکر بجھے گی تمام پنڈتوں، تمام تجربہ کاروں کو یقین ہے کہ دریودھن کے دل پورے ہو گئے بدشگونیاں بھی کوڑوں کو پیغام موت سنارہی ہیں ہرگز کی قطاروں کی بائیں طرف دوڑ دھوپ، گھوڑوں کے تعاقب میں چیل، بگلوں کی پرداز، آسمان سے خون اور گوشت کی بارش بھی خبر دیتی ہے کہ کورو مے اور راجہ جدھشٹر کا اوج اقبال ہوا ایک ایسا خواب سناتا ہوں سنئے +

سوئے سوئے کیا دیکھتا ہوں کہ سفید ہاتھی پر زرد کار جھول پڑی ہے۔ جو اس رنگار عمارتی پر آپ اور ارجن رونق افروز ہیں۔ قریب ہی ہڈیوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ جس پر راجہ جدھشٹر سوئے کے تھال میں کھیر اور گھی بڑے بڑے سے لوش جان کر رہے ہیں + جو میں آٹکے کھٹی میں سمجھ گیا کہ خواب نہیں راجہ جدھشٹر کی فتح اور ترقی اقبال کے واسطے الہام ہے ان باتوں سے آپ میرا خیال سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہے میں شدنی پر نظر کر رہا ہوں جانتا ہوں کہ دنیا بہا وروں کے خالی ہونیوالی ہے پس ہونہار کو نالسا میرے اختیار میں کہاں سب کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیجئے +

اوصاف ۲۰

مہارانی کنتی اور کرن کی گفتگو۔ ادھر سے پانڈو
کی حمایت کا اصرار۔ ادھر سے انکار

سرکیشن جی کی روانگی کے بعد پیر جی کنتی مہارانی کی خدمت میں گئے سرکیشن جی اور دیو دھن وغیرہ کی ساری گفتگو سنائی۔ ماما کنتی نے کرن کی پیدائش اور بچہ پتی کا ذکر چھیڑا ہی تھا کہ کرن آج موجود ہوا اور عرض کی کہ

مہارانی کنتی جی۔ یاد صا کا بیٹا اور رتھی کے کلبجے کا نکرہ حاضر ہے کرن آپکو دندوت کرتا ہے آپ ارشاد فرمائیے آپ پہلے کہاں۔ آپ کو تو میں نے آپ کے رفا اس کے سوا اور کسی جگہ نہیں دیکھا۔ جو کچھ کام ہو بے تکلف ارشاد فرمائیے۔

کنتی۔ پیارے کرن تم نے اپنے کو سوت پتر کیسے کہا تم میرے کلبجے کے نکرے ہو سورج کی مایا سے کچھ ایسے معاملات پیش ہوئے کہ تم مجھ کو اب نہیں پہچان سکتے تم پانچوں پاندوؤں سے بڑے ہو بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے مگر افسوس کہ تم مخالطے سے انہیں بھائیوں کے عداوت کے برتاؤ کرتے ہو جو تمہاری بزرگی معلوم ہونے پر پاؤں دھوؤں کو اپنے لئے امرت سمجھیں جو گئے بھائی خدمت گزار سی کیلئے موجود۔ اطاعت کو حاضر۔ ان سے عداوت اور دیو دھن سے محبت۔ یہ عجیب الشواسی ہے یا تو تم راج کے مالک بنو یا جد حشر کے ہیل میل سے

راج کرو بات ایک ہی ہے۔ مگر اپنے بھائیوں کے دشمنوں کا ساتھ دینا جو رش خون کے خلاف ہے تم سے کون بات چھپی ہے راجہ جد حشر کا سارا راج پاٹ دیو دھن نے چین لیا پاندوؤں نے سانس نہ لی۔ تم بڑے بھائی تھے۔ بڑے بھائی کی بزرگی ایسی نہیں جو حاضر و غائب نظر انداز ہو سکے کو رہا ایک بچہ رہے تو سمجھو کہ تمہارا ہی لحاظ تھا۔ لحاظ سے یہ مطلب نہیں کہ وہ تمہیں اپنا بزرگ سمجھتے تھے بلکہ بزرگوں کا اقبال ہی ایسا ہوتا ہے جس سے چھوٹوں کو خود بخود ادب ملحوظ ہوتا ہے تم جانتے ہو کہ دوشاسن وغیرہ نے سانٹھ کاٹ کر کے پاندوؤں سے راج پاٹ چین لیا جو ان کو کلیفیں اٹھانا پڑیں وہ خیال کرتے ہوئے رو گئے ٹھکڑے ہوتے ہیں تم بھی دیو دھن وغیرہ کے کہنے میں آ گئے۔ اپنے بھائیوں سے دشمنی پر اپنے پیٹ کے خود غصوں سے دوستی کرنا تم ایسے سورج کمار اور کنتی پتر کو زیبا نہیں۔

کنتی۔ باتیں ہی کر رہی تھی کہ آکاش سے ایک آواز سنائی دی۔
کرن۔ کنتی کی بات نہ دہکنا انہیں کی فرمانبرداری درغا جوئی سے تمہارا بھلا ہے۔

کرن سورج کی آکاش بانی سننے پر بھی اپنے مستقل ارادوں سے نہ ہٹا رہا۔
لے کشری رانی پاندوؤں کی سرتاج۔ آپ کو کچھ فرمایا۔ سب خلاف ہے تم نے لڑکپن

میں جو کچھ کیا۔ اُسے میں کیا جانوں اُسکا لطف یا تو سورج دیوتا نے اُنھیں یا ہر گایا آپ میں تو اُس کو دکھ کو جانتا ہوں جو آپ نے دریا میں ڈبو کر مجھ کو دیا تھا اگر آپ میری ماں ہوتیں تو کبھی ایسی ہر جی نہ فرمائیں جو اپنے بچے کے ساتھ ناگن بھی گوارا نہیں کرتی اب تک آپ نے یہ بھید مخفی رکھا اب آپ ڈھنڈور اچھینا چاہتی ہیں۔ یہ بعد از وقت ہے میں اب دریودھن کی رفاقت نہیں چھوڑ سکتا جب تک زندہ ہوں اسی کی جان نثاری کروں گا۔ جب لائی کی ٹھن گئی تو ایسے بھڑوں میں آکر ایک غریب کا گلا کٹوانا میں اپنے جیتے جی پسند نہیں اگر اب میں پانڈوؤں کی طرف ہو جاؤں تو زمانہ ہنسینگا۔ بھوکے گا کہ پانڈوؤں کو زبردست جانکر دریودھن کی رفاقت چھوڑ دی۔ میں ضرور لڑونگا مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جدھشٹر۔ بھیم سین۔ نکل۔ سہدیو پر میری ذات سے آنچ نہ آئے گی۔ رہ گیا ارجن اُس سے اور مجھ سے مقابلہ ضرور ہوگا۔ خواہ وہ مجھے مارے یا میں اُسے بہر حال آپ کو پانچ بیٹوں سے مطلب میں مارا گیا تب بھی آپ کے پانچوں کے پانچوں کیجے کو سکھ دیں ارجن کو موت آئی تو بھی آپ کے پانچ بیٹے کہیں گئے ہیں۔ چار پانڈو ہوں گے اور ایک میں +

اوپیا سے ۲۱

سری کرشن جی کی پانڈوؤں سے ملاقات صلح سے بابوسی۔ تیاری جنگ

سر کرشن جی براٹ نگر میں پہنچے پانڈوؤں سے ملے ساری گفتگو بیان کی اور کہا کہ راجہ دریودھن کے سر پر موت سوار ہے اُس نے گیارہ اکشونی دل اکٹھے کئے ہیں اُس کو راج کا غور ہے پس مجھت کرو کہ سر نیچا کینا جاوے +

راجہ جدھشٹر نے بھائیوں کو حکم دیا کہ ساتوں اکشونیاں تیار رہیں جس وقت اشارہ ہو اُسی وقت کوچ کریں +

ان ساتوں اکشونیوں کے سپہ سالار حسب ذیل مقرر ہوئے +

راجہ وردپدہ۔ راجہ بواٹ۔ دھرشٹ۔ من سکھنڈی۔ ساکی۔ چھکیٹاں۔ بھیم سین۔

اب یہ بات چھڑی کہ سپہ سالار اعظم کون ہو جو بھیم ایسے سوربیر سے ٹکر لے سکے۔ ب

اپنی اپنی رائے دینے لگے۔ سہیلو بولا

راجہ براٹ سے بڑھکر ہمارا ہمدرد کوئی نہیں۔ نہ اُن کے مقابلے کا کوئی راجہ ہے۔
 نکل۔ میری رائے ناقص میں یہ اعزاز ہمارا راجہ وروپد کو ملنا چاہئے۔ اُن کا راج بھی پشت با
 پشت سے واجب التعلیم ہے زمانہ دیدہ بھی ہیں اور ہمیشہ پتامہ کے قیروں کا منہ اُن کے
 سامنے نہ ہو سکے گا جو بان آئے گا ادب و لحاظ کو ملحوظ رکھنے کا ہے۔

ارجن۔ میری رائے میں بزرگوں کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ دھرشٹ دمن سے زیادہ
 سوزن میری نظر میں کوئی نہیں یہی وہ فات ہے جو درونا چارج ایسے سوہیروں کو خاک
 پر ملائے گی۔ اُن کو قالبِ انسانی اسی واسطے ملا ہے کہ اپنے انوں سے درونا چاریہ کی
 سیکڑی گروڑ کر دے۔

بھیم سین۔ میں کسی کی رائے سے مخالفت نہیں کرتا مگر مناسب سمجھتا ہوں کہ سکھندی کو
 یہ اعزاز حاصل ہو۔ وجہ یہ کہ ہمیشہ پتامہ کو روڑوں کے ڈرہ ہیں ان کی موت سکھندی
 ہی کے ہاتھ سے ممکن ہے۔

راجہ جدوہش۔ جتنے منہ اتنی باتیں ہیں میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میں اس جھنجھٹ
 کو سری کرشن جی کی رائے پر چھوڑتا ہوں جو وہ کہیں وہ پتھر کی لیک ہے۔

سری کرشن جی۔ میں سب کی تقریریں پکا اب شام ہو گئی سندھیا وغیرہ کا وقت ہے رات
 بھر کے لئے یہ بکھیرا موقع نہ رکھو جب سویرا ہو گا دیکھا جائیگا تم کچھ نہ کرنا کرو راج تمہیں ملے گا۔
 تیار رہو بھائی صحیح و سلامت رہیں گے درلودھن منہ فوج قتل ہو گا دیکھنا۔ اور راجہ وروپد
 دھرشٹ دمن۔ بھیم سین۔ ارجن کے سامنے کون ٹک سکتا ہے مگر محبت کیا ہے راجہ بڑھ کر دیا
 سب کو دیکھیں ہو گئی ہر ایک نے سندھیا وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے تھوڑی
 دیر اور دھڑلے کی باتیں کہیں پھر بال استراحت ہوئے۔

۲۲۔ اویسیا

کور وکر کشیتیر میں پانڈوؤں اور کوروؤں کی اٹھارہ
 اکٹونی فوج کا اجتماع

صبح ہوئی آفتاب کی شعاعیں تینے آبدار کی طرح چمکنے لگیں۔ شہری کرشن جی کے مشورے سے پانڈوؤں نے فوج کو آراستہ ہونے کا حکم دیا۔ رابل لشکر پہلے ہی ایس تھے حکم پاتے ہی میدان کر دکشیر کی طرف فوج روانہ ہوئی۔

ریٹھوں اور گاڑیوں کا تانتا لگ گیا ہزاروں فوجی نشان ہوا میں اترتے ہوئے نظر آئے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں دلاوران جنگ آزمائے تھے پنج میں راجہ جدھشتر کا رتھ۔ رتھ بھی کون۔ سورج کے رتھ کی طرح ذوق برق۔ باربرواری سے جالوروں اور چکڑوں کا شمار تھا تو پچانہ ساتھ۔ گولہ بارود کی افراط۔ زرہ پوشن۔ بکتر۔ چلتے۔ خود۔ چار آئینے بکتر تیز و کمان۔ برچھے۔ بھالے۔ ڈھال۔ تلوار۔ گد۔ مگدر بجد۔ فوج سات اکشونی ہمراہ تاجداران موافق ہمرکاب۔

جب کر دکشیر میں پہنچے۔ صاف ستھری زمین پر لاکھوں ڈیرے۔ خیمے۔ شایاں ٹکیے کھڑے ہو گئے۔ کوسوں تک تل رکھنے کو جگہ نہ رہی اسباب رسد اور سامان جنگ سب ڈھیر ہو گئے پانڈوؤں کا لشکر غزنی حصے میں فراہم ہوا جہاں سرد پانی کے چشتے کروڑھا فیروحوں کی آسائش کے لئے قدرت کی طرف سے موجود تھے درلودھن بھی مقابلے کے لئے مشرقی حصے میں جاؤں مگر دماغ عقل سے خالی تھا۔ اُس جگہ پڑاؤ الا جہاں پانی کھاری اور بد مزہ تھا۔

فریقین نے اپنی اپنی حفاظت کے لئے خندقیں کھدوائیں پتے باندھے۔ مورچے قائم کر دیو دھن جب خیمہ زرکار میں تخت جو اہرنکار پر رون افروز ہوا۔ تمام اہل خاندان۔ ارکان دولت۔ سرداران لشکر اور راجگان عالی شان صفت بصف آئی تھے۔ درلودھن سب کو صلاح جنگ سے آراستہ دیکھ کر از حد خوش ہوا اور بحیشیم پتہ جی سے بولا اس وقت بزرگوں میں آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کا سایہ ہمارے لئے مبارک ہے آپ ہی کے برتنے پہ پانڈوؤں سے جنگ آزمائی کی ٹھانی ہے بس شہری گنیشا سئمہ کہتے اور مقدمہ الجیش بنکر جو حکم فرمائے اسکی سب تعمیل کریں۔

سب راجاؤں نے بھی درلودھن کے الفاظ دہرائے جن پر بحیشیم پتہ جی رضامند ظاہر کی۔ اٹھے غسل کیا۔ پوشاک بدلی۔ ہتھیار سجے اور درلودھن کے خیمے میں تشریف لائے تو ہر طرف سے جے بحیشیم پتہ جی صدا بلند ہوئی جو تھا یہی کپتا تھا کہ بعد ان سے مقابلہ کرے

کس کی مجال ہے واقعی گیارھوں اکٹھنیوں کی افسری کا اگر کوئی مستحق ہے تو یہی دلاور ہے
بھیشم تیارہ۔ راجہ دریودھن بھٹے اس خدمت سے معاف رکھو۔ کرن کو بہت کچھ زخم
ہے وہ میری کچھ حقیقت نہیں سمجھتا۔ اگر وہ میدان جنگ میں جائے گا تو میں تیر و کمان سے
دست بردار ہوں۔

کون۔ آپ شوق سے جیسے لڑتے ہیں پہلے ہی قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک آپ ہار نہ مانینگے
تب تک ہتھیار کو ہاتھ نہ لگاؤں گا جب آپ ہار مان جائینگے تب میں دکھاؤنگا کہ کرن
میں بھی کچھ طاقت ہے یا تو میں ارجن کو نشانہ تیر بناؤنگا یا وہ مجھے خاک پر ٹٹلائے گا۔
دو لوطن جنگ کی تیاریاں ہو گئیں سب سامان لیس ہو گیا جو پانڈوؤں کے
مددگار راجے بھولے بھٹکے ادھر سے گزرے انہیں دو ناشن ٹوکنی نے اپنے یہاں روک لیا
ایسے فقرے چلے کہ وہ بھی چپ غٹ ہو گئے مگر پانڈوؤں کو غافل رہے کچھ سروکار نہ تھا۔ وہ صرف
کرشن چندرجی کے بھروسے پر کسی کی پردہ نہ کرتے تھے۔ مددگار راجاؤں کی ایسی خاطر تواضع
تھی کہ سب کا دل خوش ہو جاتا تھا۔ جانین کے فوجی پڑاؤ منزلوں تک تھے وسط میں ایک
ایسا وسیع میدان خالی تھا جس میں ایک دم سے لاکھوں فوج تیر و خیر کے جوہر دکھائے
پانڈوؤں کی طرف ۷۔ اکٹھنی فوج بھی اور دریودھن کے زیر علم گیارہ۔ اس اٹھارہ اکٹھنی
دل کے علاوہ نہ جانے کتنے فیلبان۔ سائیس۔ شتر بان۔ گھسیارے۔ بھاکش۔ خدمتگار۔
گوہندے۔ فخر پیما بھرتش۔ بردار۔ گورکن وغیرہ تھے۔ گیارہ اکٹھنی دل کی تعداد حسب ذیل تھی:

تفصیل شکر	پانڈو رسات اکٹھنی ۱	کور و گیارہ اکٹھنی	میزان (اٹھارہ اکٹھنی)
دلاور ان فیل نشین	۱۵۳۰۹۰	۲۲۰۵۶۰	۳۹۳۶۶۰
اسب سوار	۴۵۹۲۶۰	۷۴۱۷۱۰	۱۱۸۰۹۸۰
رکھو سوار	۱۵۳۰۹۰	۲۲۰۵۶۰	۳۹۳۶۶۰
فوج پیادہ	۷۵۲۵۰	۱۲۰۲۸۵۰	۱۹۶۸۳۰
میزان	۱۵۳۰۹۰۰	۱۲۰۵۷۰۰	۳۹۳۶۶۰۰

واضح ہو کہ ایک اکٹونی میں فوج کی تعداد حسب ذیل ہوتی ہے

اکٹونی	پہلی	دوسری	تیسری	چوتھی	پنجمی	ششمی	ہفتمی	اٹھویں	نواں
۲۱۸۶۰	۲۱۸۶	۶۲۵	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱	۱
۶۵۶۱۰	۶۵۶۱	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱
۲۱۸۶۰	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱	۱
۱۰۹۳۵۰	۱۰۹۳۵	۳۶۴۵	۱۲۱۵	۴۰۵	۱۳۵	۴۵	۱۵	۵	۵
۲۱۸۶۰۰	۲۱۸۶۰	۶۲۹۰	۲۴۳۰	۸۱۱	۲۷۰	۹۰	۳۰	۱۰	۱۰
اکٹونی کا سارا	پہلی	دوسری	تیسری	چوتھی	پنجمی	ششمی	ہفتمی	اٹھویں	نواں
۲۱۸۶۰	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱	۱
۶۵۶۱۰	۶۵۶۱	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱
۲۱۸۶۰	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱	۱
۱۰۹۳۵۰	۱۰۹۳۵	۳۶۴۵	۱۲۱۵	۴۰۵	۱۳۵	۴۵	۱۵	۵	۵
۲۱۸۶۰۰	۲۱۸۶۰	۶۲۹۰	۲۴۳۰	۸۱۱	۲۷۰	۹۰	۳۰	۱۰	۱۰
اکٹونی کا ایک سو	پہلی	دوسری	تیسری	چوتھی	پنجمی	ششمی	ہفتمی	اٹھویں	نواں
۲۱۸۶۰	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱	۱
۶۵۶۱۰	۶۵۶۱	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱
۲۱۸۶۰	۲۱۸۶	۶۲۹	۲۴۳	۸۱	۲۷	۹	۳	۱	۱
۱۰۹۳۵۰	۱۰۹۳۵	۳۶۴۵	۱۲۱۵	۴۰۵	۱۳۵	۴۵	۱۵	۵	۵
۲۱۸۶۰۰	۲۱۸۶۰	۶۲۹۰	۲۴۳۰	۸۱۱	۲۷۰	۹۰	۳۰	۱۰	۱۰

ادھیائے ۲۳

الوک براہوشکئی کی راجہ جد عشر کی خدمت میں آمد
دریودھن کی طرف سے پیغام رسانی۔ موافقین
راجہ جد عشر کی برہمچی۔ جواب ترکی بہ ترکی۔

کرشنیت کے میدان میں کوروں اور پانڈوؤں کا ٹڈی دل چھا گیا فوج آراستگیاں
اچھی طرح سے ہو گئیں۔ شکئی دوشا سن اور کرن نے دریودھن کو مشورہ دیا کہ
پہلے ایک سفارت بھیجے جب پانڈو تھے ہی رہیں تو پھل جنگ بجائے کہ آئین جنگ کا
دنیا کے دکھاوے کیلئے بنا ہوا ہے دریودھن نے شکئی کے بھائی الوک کو حکم دیا کہ
جائے سری کرشن جی کی موجودگی میں حرف بحرف میرا یہ پیغام سناے
پانچو پانڈو اہم نے اپنی ہی حماقت سے قہار بازی میں دولت و سلطنت ہاری جنگوں

میں مارے مارے پھرے۔ تم کو تہارسی حاققوں کی سزائی۔ تم نے کشتری دھرم کا کبھی پاس نہ کیا اسلئے حکومت کے مستحق نہیں۔ تم کشتری ہوتے تو اسی وقت تلواریں چمکائیے جب درویدی کی راج بھما میں ڈرگت ہوئی تھی۔ تہارسی شرم جاتی رہی۔ تم نے عزت کھو دی۔ ہیز سے ہیز۔ نامرد سے نامرد۔ بیکس سے بیکس۔ بے بس سے بے بس اپنی آنکھوں سے مجبور و لٹوا کی بیڑتی دیکھنا گوارا نہ کر لیا مگر تم بھیا تھے کہ چپ لگائے بیٹھے رہے اور کشتریوں کے دھرم کو داغ لگا دیا۔ اگر تم پھرتی ہوتے تو کان دبائے ہوئے جنگل کی راہ نہ لیتے۔ نامرد بھی وہ بھیتیاں۔ وہ ادکھیاں سکر چپ نہ رہ سکتے تھے جو بن میں رکالتے وقت و شاس وغیرہ کی زبان سے جیسا ختہ نکلی تھیں۔ تم نے راجہ براٹ کی غلامی کا طوق پہنا۔ بھیم سین نے توے کی چاند تھونک کر پرانے ٹکڑوں سے پیٹ پالا۔ ارجن پو قوف۔ بھیا دون کی زندگی کے واسطے مرد سے ہیچر دا بنا۔ ناچا۔ گایا۔ ہاتھ ٹکائے خڑے دکھائے۔ چوڑیاں پہنیں ناک چھدائی۔ اسی طرح تم پانچوں بھائیوں نے راجہ براٹ کے خدمتگاروں میں اپنا نام لکھوایا۔ وراشم نہ آئی۔ خاندان کی عظمت پر دھبہ لگایا۔ کنبہ بھر کی ناک کٹائی۔ آج تک تم سانگ خاندان۔ تنگ قوم چندر منس میں پیدا ہی نہ ہو اتھا۔ ایسے کل کلنوں کو کشتریوں کا راج کبھی نہیں مل سکتا۔ سری کرشن جی نہ دپر ہیں تو کسی کا کیا بنا لینگے انہوں نے بھی بہادروں کا ساتھ نہ دے کر ہیچروں کی رفاقت میں بٹ لگا دیا وہ کچھ کیوں نہ ہوں گور و اب شمشیر برہنہ ہیں ان کا جی چاہے تو وہ بھی آجائیں۔ کرن موجود ہے ارجن میں جان ہے تو گر جنے والوں کا برسناد کھاوے۔ بھیم سین گدا کو سنبھالے دیکھیں وہ دوشاسن کا خون پی کر میری ران توڑتا ہے۔ یائیں اس کا سر۔

برسنے والے بادل گر جتے نہیں۔ بہادر زبانی جمع خرچ نہیں کرتے۔ جو کہتے ہیں کر کے دکھا دیتے ہیں اب ہم لوگ چٹ لنگوٹ کس چکے جسکو ڈنڈلوں کا زعم ہو اکھاڑے میں اتر آئے۔ بھیشم پتاماہ اور ورونا چارج کے تیروں کا مزہ اب تک نہیں چکھا ہے جسوقت ان کے دھنش بان تیر برسا لینگے بدلی سے چھینٹ جائے گی۔

نامردی و مردی قدے فاصلہ وارو

شیروں کے سامنے لومڑیوں کا ٹھیرنا محال۔ بازوں کے آگے کبوتروں کی جانبری ناممکن ہے۔ پس کہتا ہوں کہ بھاگ جاؤ۔ سمجھ لینا کہ جلن بچی لاکھوں پائے تہارے واسطے یہی بہت ہے۔

اگر روٹیوں کے لئے ہیں تو میں پردوش کی سبیل کہہ سکتا ہوں جس طرح راجہ برات کے یہاں رہے
 اسی طرح ہسٹنا پور میں بھی پیٹ پالو بہت بگڑا گھر ہے اگر گیدڑ بھکیوں سے چاہو کہ شیر و بک
 جائیں زندگی بھر ممکن نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ جس حالت میں ہو بہت اچھے ہو۔ زیادہ کی
 ہوس کرو گے تو موجودہ حالت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے میں نے بہت سی بھائی کی باتیں سمجھا دیں
 اب نہ مانو تو اپنا سر کھاؤ جو جیسا کرے گا ویسا پائیگا۔ جو بولے گا کائے گا اگل کھائے گا اپنی
 ہی منہ جلاتا ہے لوگ پیغام لے کر پانڈوؤں کے پاس گیا نکل پیغام سنایا ان کی
 زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تیر و دشتر سے زیادہ نئے تمام راجے ہمارے ملواری
 گھسیٹ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بھیم سین کو خوش ہوا کہ اسی وقت منہ توڑ کر
 رکھ دیں۔ سری کرشن جی نے فرمایا ہے

الوک چلے جاؤ۔ درلودھن عقل کے دشمن سے کہہ دینا کہ

بہت بڑے بڑے کے باتیں نہ کر تیری موت سر پر کھیل رہی ہے تجھے تیری گیا رہ
 اکشونیاں اندھا کر رہی ہیں گا ندیو دشتر تیری آنکھیں کھول دیا ارجن اور بھیم سین۔ اس بات کا
 بیڑا اٹھا چکے ہیں کو کے چھوڑیں گے تیری ران تو ٹیگی۔ دشتر کا خون چوسے گا۔ بدھرم
 کہیں کا ادمرم لاؤا جاتا ہے اور پھر بھی یہ جیسے یہ دم داسے ہے

بھیم سین۔ او لوک۔ اس اٹھ سے کہہ دینا کہ بھیم سین کو وہ اپنا ہی سا بیڑا سمجھتا ہے اس
 کی نگاہ سے گیاروں اکشونیاں سرور ہو جائیں گی یاد رکھو۔

ارجن۔ دریا میری طرف سے بھی ذہن نشین کر او دینا کہ باتیں کیا بنانا ہے کیوں موت کے منہ
 میں آتا ہے جن سورماؤں جن بہادر دل پر فے مارے ہیں ان کے سر تلواروں کی طرح اڑنے نہ دکھائے
 تو ارجن نہیں کرو کشنیر کے میدان میں خون کا دریا نہ بہاؤ تو کچھ بات نہ کی ہے

بھیم سین۔ درلودھن ران مضبوط رکھے دوچار دوس پانچ دن کی ٹہلت ہے زیادہ نہیں
 گیارہ اکشونیاں دیدیا کے خون میں تیرنے کے لئے تیار رہیں شیر ابھی تک سو رہے تھے
 ان کو تو مڑی نے جگا دیا اچھا کیا۔ اب بھڑکے جھنے کو چھیڑنے کا مزہ بھی دیکھو۔ جو ناخلف
 بزرگوں کا کہنا۔ بڑوں کی نصیحت نہ مانے جو بھگوان۔ سری کرشن جی سے بیڑمول
 لے لے اس کا شور مچا کر ناگیاں۔ او سر لاؤا پی چھڑی اور آدھر کو روٹوں کے۔ تو اس
 میں نہیں پڑی ہے

نکل۔ کورو نام دہم سے کیا کھا کر لڑینگے۔ ایک جھڑپ میں تو کام تمام ہو جائے گا۔
 وریو دمن کی بساط ہی کیا ہے دوشاسن ریشکشی مکھی مچھر سے زیادہ نہیں کرن منہ
 کا جھڑبھریا لڑائی جاتے ہی کیا۔ بھیشم پتاماہ اور ورونا چارج بڈھے جیل۔ کوئی پھونک مار
 دے تو اُٹجائیں انہیں کے ہونے پر یہ زعم ہے۔

اے لوگ کوروؤں کو سمجھا دو کہ زندگی کے دن پورے ہو گئے اب تک عمر بھر ادھر م
 کیا اب جو دن باقی رہ گئے ہیں ان میں تو کچھ دان پُن کر لیں کہ جدوتوں کے دھکے گھور زک
 میں تو نہ ڈال سکیں دھرم کی لڑائی لڑنے والوں کے لئے بکینٹھ میں جگہ ہے ادھر میوں کو
 زک بھی وکیل کر کسی اپنے سے بڑھیا جگہ میں پھینکے گا۔

راجہ براٹ۔ بھیا دو الفاظ میری طرف سے بھی سنا دینا میں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں
 کہ وریو دمن بہت دمن کی نہ لے زبانی جمع خرچ سے کچھ حاصل نہیں جدھر اس کی
 نظر میں کچھ مال نہیں تو اُسے مبارک۔ مائی مائی بال کتنے؟ جھمان آگے بھاٹینگے کل آپ سے
 آپ معلوم ہو جائے گا۔ کہ کون کیا ہے۔ وریو دمن یلور کھے کہ جن بھیشم پتاماہ کے زعم پر
 زمین پر پاؤں نہیں رکھتا اُن کے لئے ایشور نے مہاراجہ دروید کو پہلے ہی پیدا کر چھوڑا ہے۔
 رہے ورونا چارج جی وہ دھرتراشٹ دمن کے حصے میں ہیں۔

راجہ دروید۔ سکندر شمی۔ دھرتراشٹ دمن وغیرہ سب نے لوگ کو بلو کھلا دیا۔ وہ کس
 کس کی سُنے کہ کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ وہ بدحواس سب کے رعب و داب سے خوف
 زدہ وہاں سے اُٹھا وریو دمن کے پاس آیا اور سب کی تقریریں سُنائیں۔

اویلوگ ۲
 معاملات جنگ کے متعلق بھیشم پتاماہ و
 ورونا چارج کی تقریریں۔ کرن کی ناراضگی

راجہ دھرتراشٹ کو خبر لگ چکی تھی۔ کہ لوگ براہر شکنی پانڈوؤں کی خدمت
 میں گیا ہے انہوں نے سُنچے سے دریافت کیا۔
 کہو لوگ آگیا؟ صلح ہوئی یا کیا؟ پانڈوؤں کا خیال کیا ہے؟

کانپ اٹھتے ہیں کرن کی زبانی ریٹ ریٹ کے سوا آج تک میں نے کبھی نہ سنا کہ کوئی کارنایا کیا ہو۔ ہاں صرف یہ کیا کہ پانڈوؤں سے لڑا دیا، کوچ اور کنڈل کھودے اپنے زعم کی بدولت پر سرام جی سے سیکھی ہوئی شستر دو یا بھیٹی میں ملا دی۔ ڈینگ مارنے کو کیئے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دے مذمت کرنے بیٹھے۔ تو شیر کو لوٹری کوٹری کو شیر منلو سے میں نے کبھی اسکی زبان سے اپنی تعریف کے سوا دوسرے کی بڑائی سنی ہی نہیں۔ تنہا اڑنے کو بہت کرنے دھرنے کو کچھ بھی نہیں۔ دھول کے اندر پول ہی پول ہے۔ یقین جانئے کہ جس وقت ارجن سے مقابلہ ہوا۔ ایکس بیش نہ جانے گی۔ ارجن مار کے ڈال دیگا۔
 درونا چارج۔ واقعی اس میں شک نہیں کرن فقط کھاوے کا ٹو ہے نہ اس میں رتھی بننے کی لیاقت نہ سار رتھی کہلانے کا مادہ صرف گال بجانا جانتا ہے۔
 کرن کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اُس نے قبر بھری نظر سے بھیشم پتا سہ جی کی طرف دیکھا اور بھڑکیں چڑھا کر بولا۔

آپ جب دیکھتے میرے ہی ٹیچے پڑے رہتے ہیں آپ کی باتوں نے میرا کلیجہ پکا دیا۔ میں دیو دھن کا لحاظ کرتا ہوں۔ کچھ نہیں بولتا۔ جو آپ کہتے ہیں شربت کے گھونٹ کی طرح پی جایا کرتا ہوں نہ آپ کو یہ خیال کہ کسی کی لاکھ آدمیوں میں حقارت ہوتی ہے نہ یہ دھیان کہ چھوٹا گستاخ ہو جائے تو کس کی موتی کی سی آب اتر جائے درونا چارج جو کچھ بولنا سکتے ہیں۔ وہ فقط آپ کی ہاں میں ہاں ملانے کو۔ میں رتھی نہیں ہمارا رتھی نہیں۔ اور رتھی نہیں کچھ بھی نہیں تو آپ کی بلا سے یہ عہدوں کا دمچھلا آپ سب کو مبارک۔ میں ایسی جھنجھل سے باز آیا۔ ہمارتھی کی دم نہ لگی نہ ہسی مگر وہ ہوں کہ جب آپ جی چھوڑیں گے تو دکھا دوں گا کہ ہمارتھیوں میں کوئسا سرخاب کا پر لگا ہوتا ہے۔ راجہ دیو دھن بھیشم جی کو سمجھا دیجئے۔ یہ میری مذمت کر کے میرا قبائل کم کرتے ہیں بزرگ وہی ہے جو بزرگی کی باتیں کرے۔ سفید بال اور پو پلا منہ بزرگی کے نشان نہیں۔

بھیشم پتا سہ کو اپنے دھنش بان کا غور ہے پس سپہ سالاری انہیں کو دیجئے۔ میں اس کے زیر علم جا بنائی کر کے اپنا وقار کھونا اور ان کا سر اڈیوگا کرنا منظور نہیں کرتا چاہے تو باز رہ اور تلوار کا نام ہو میں ایسا بیوقوف نہیں۔

ادھیائے ۲۵

بھیشم پتاما کا تنہا میدان جنگ میں جان بازی کا تہیہ۔
پانڈوؤں کے سپہ سالاروں کی تعریف سکندھی کے مقابلے
سے گریز۔ دیودھن کی حیرت۔ دریافت حال۔ سکندھی
کی گزشتہ موجودہ کیفیت۔ بھیشم پتاما کی زبانی۔

بھیشم جی کو کرنا کا زعم بجا اور اچھا نہ معلوم ہوتا تھا جب اُس نے پھر ہیکڑی کی تو بولے جو
شخص کسی کی بیٹی بیٹھے برائی کرے یا اچھوں کو بُرا بتائے میں اُس کی صورت سے چڑھتا ہوں
کرنا ہمیشہ ہر ایک کی بدگوئی ہی کیا کرتا ہے۔ پانڈو بھی آخر آدمی ہی ہیں۔ وہ اگر زعم بھی کریں تو بجا
ہے مگر نہیں کبھی بچاروں نے کوئی بری بات نہیں کی۔ جوئے میں جرم سب نے جمل فریب کیا وہ
درگزر کر گئے وہ دیودھی کے معاملے کو خاموشی سے ٹال دیا وہ سر کوئی ہوتا تو اُسی وقت خون میں
ہنلا دیتا اور تب کرنا وغیرہ کو معلوم ہوتا کچھ جان رکھتے ہیں مگر وہ نیک نیت تھے طرح
دے گئے۔ اس چشم پوشی کو تم سب نے انکی بزدلی مان لیا۔ وہ بری عقل۔ براٹنگر میں تم
سب کو کیا بھلو بھی مار ہٹا یا پھر بھی اُن کی طاقتوں کو نظر میں نہ لانا غلطی نہیں تو اور کیا ہے
پانڈوؤں کی طرف کون شخص کمزور ہے۔ پانچوں پانڈو واولاکھ ہمارے تئیں میں فوجا فوجا
ایک ہیں۔ پھر سکندھی۔ دھرشٹ دمن۔ راجہ براٹ۔ راجہ دروپد۔ ساتکی جی کو دیکھو کس ہمارے
سے کم ہیں۔ چکیتان۔ بیروہامو۔ ابھمنو۔ دروپد کے پانچوں جیسے بھیم سین کا بیٹا ہڈمبا۔
راکشی کے کلبے کا مگڑا گھوٹ کچ کیا ہمارے تئیں اور رات رات تئیں نہیں دھرشٹ کیتو فزڈ پشپال
کتنی بھوج ہمارے تئیں نہیں تو کون ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ راجہ جد دھرشٹ کے دھرم کا خیال کر کے
جیتے چیدہ چیدہ بہادر راجے ہمارے تھے سب پانڈوؤں کی طرف ہو گئے ہیں بس پر
سرکیشن جی بھگوان کی مدد پر پڑو۔ میری مرضی نہ تھی کہ ان کے مقابلے میں ہتھیار اٹھا کر اہلار

شجاعت کروں۔ مگر تم چھپر چھاڑ کر بیٹھے اب میرا دھرم یہ نہیں کہ تنگو وقت پر وغادوں اور لوگوں کو کہنے کا موقع نہ ملے کہ بھیشم پتاما بڑھاپے میں لڑائی سے منہ موڑ گیا میں جنگ کے موقع پر کبھی نہیں کچیا یا لاکھوں سوریروں میں میری دھاک بندھی رہی کاشی کے سوئمبر میں راجہ کی تینوں بیٹیاں ہزار ہا راجوں کے سامنے لے اڑا جس نے روک ٹوک کی اس نے اپنی کرنی بھگتی وہ بدوی مار کی کہ زندگی بھر یاد رہی ہزار ہا راجہ روک پھر روک کر مر گئے پانی بھی نہ مانگ سکے اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا ٹھیک نہیں کرن کی بات پر بات چل گئی اس سے چند الفاظ منہ سے نکل گئے راجہ درلودھن کوئی نہ لڑے میں سب کو چیت کروں گا۔

کرن۔ میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ جس وقت تک تیرا کمان ہاتھ سے نہ رکھینگے میں بیٹھے بیٹھے نہ کیونگا جس وقت آپ تنگے یا ہارے۔ تب التبتہ دکھا دوں گا کہ بہادر ایسے ہوتے ہیں۔
بھیشم جی۔ کچھ مفائق نہیں میں بھی نہیں چاہتا کہ جیتوں میں اور ڈینگ مارو تم۔ میں تہنا تمام فریقوں سے مقابلہ کروں گا صرف سکھنڈی سے جسکا جی چاہے لڑے۔

درلودھن۔ سکھنڈی سے نہ لڑنے کی وجہ۔ کیا وہ سر بندھی باندھے ہے۔
بھیشم پتاما جی۔ نہیں یہ بات نہیں۔ میں مرد ہو کر عورت پر ہاتھ نہیں چلا سکتا میں قسم کھا چکا ہوں کہ جیتے جی شادی نہ کروں گا۔ پھر کیا عورت کا سامنا کروں عورت کو دیکھ کر دل قابو میں رہے یا نہ رہے۔

درلودھن۔ میں اس رمز کو کچھ نہ سمجھا دتا تشریح کیجئے۔
بھیشم پتاما جی۔ راجہ کاشی کی جو تین لڑکیاں میں چھین لایا تھا ان میں سے ایک اپنا نام سے مشہور تھی اس نے مجھ سے کہا:-

ہمارا ج میری شادی راجہ شالو کے ساتھ ٹھہر چکی ہے اب میں دوسرے کا منہ دیکھنے کی مستحق نہیں رہی میں نے فوراً اسے راجہ کاشی کے یہاں پہنچا دیا۔ راجہ شالو کی خدمت میں گئی اور کہا:-

خدمت میں قبول کیجئے۔ بڑی مشکل سے آنے پائی ہوں۔
راجہ شالو۔ تمہارا یہاں کام نہیں تم بھیشم پتاما کا مال ہو چکیں۔ غیر کی عیبتی ہوئی عورت سے مجھے کیا سروکار۔
اپنا سخت پریشان ہوئی۔ نہ اُدھر کی رہی نہ اُدھر کی اس نے قسمت کو بے فاش شروع کیا

باپ سے جوش محبت میں گریہ و زاری دیکھی نہ گئی مری پر سرام جی سے روے پیٹے بیٹی کا
 درد دکھ کہا پر سرام جی میرے گرو ہیں۔ انہیں نے کرکشیتر میں ۳۱ دفعہ چھترلوں کا قتل عام کر کے
 ان کے خون سے اپنے پتا کا ترپن کیا تھا۔ وہ مجھے ملے اور ارشاد فرمایا کہ
 انہا کی مٹی کیوں خراب کر رکھی ہے اسے رنواس کی زینت بناؤ۔
 میرا جواب تھا کہ مجھ کو عورت سے کیا واسطہ ہے۔ میں تو قسم کھا چکا ہوں کہ شادی نہ کروں گا۔
 پر سرام جی۔ اگر میرا حکم مانو گے تو بچھتاؤ گے میں تیر و خجڑ سے سیدھا کروں گا۔
 نہیں آپ کو اختیار ہے مگر میں انہا کو قبول نہیں کر سکتا مجھے اپنا دھرم کھانا منظور نہیں خواہ کچھ ہی ہو
 پر سرام جی۔ تو پھر تیار ہو جاؤ۔ کل کرکشیتر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہو گا۔
 میں نے دوسرے دن نور کے تڑکے بدن پر ہتھیار سجے۔ رتھ پر سوار ہو کر کرکشیتر
 میں پہنچا۔ پر سرام جی پیدل تھے۔ میرے پاس آئے۔ میں رتھ سے کود کر قدموں پر گر پڑا پر نام
 کی اور کہا یو محض بے ادبی ہے میں رتھ پر سوار ہوں اور آپ پاپیلوہ رہیں۔
 پر سرام جی۔ مجھے پیدل نہ سمجھو۔ میں جب تپ کے رتھ پر سوار ہوں۔
 میں۔ آپ مجھے فتح کا بروان دیں۔
 پر سرام جی۔ یہ بات ممکن نہیں میں اسیر باد کے عوض تم کو شکست دوں گا۔ میں تمہارے
 لحاظ و ادب سے بہت خوش ہوا تمہارا دھرم اور کچر انہیں۔ دھرم کے مقابلے میں تمہیں
 بروان کی کیا ضرورت ہے۔
 اچھا تیار ہو جاؤ۔ دیکھوں تم میں کیا دم ہے۔
 لڑائی چھڑ گئی پہلے میں نے وار کیا ایسے تیر مارے کہ پر سرام جی خون میں نہانے لگے پر سرام
 جی کو ان زخموں کی پرواہ ہی کیا تھی انہوں نے پتر برسائے تو میں ہیو ش ہو گیا سار تھی
 (رتھ بھان) رتھ پھیر کر بھاگا۔ رتھوڑے فاصلے پر میری مرہم پٹی کی۔ ہوش میں لایا گو د میں بٹھا
 لیا دو چار گھونٹ پانی پلا یا۔ جب میرے ہاتھ پاؤں کی سنسناہٹ مٹی۔ رگوں میں تازہ
 خون دوڑا۔ میں پھر تازہ دم ہو گیا اور کئی روز تک لڑائی جاری رہی۔ معرکہ اس قدر سخت
 تھا کہ وائنوں پسینہ آ رہا تھا۔ اسی عرصے میں میری ماما سری گنگا جی تشریف لائیں۔
 اور آٹھ بسو بھی برہمنوں کے بھیس میں مائل سیر ہوئے جس جس وقت میں پر سرام جی
 کے بالوں سے تنگ آیا۔ انہوں نے حمایت کی اور دھارم دہی کے

جی نہ چھوڑنا۔ پر سرلم جی تم سے زیر ہوں گے ۛ

چار پانچ روز محاربہ عظیم پیش رہا۔ دونوں طرف سے برہماستر اور دب استر چلے
ہے مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا آخر آٹھ بسوں نے جے کہا کہ

پر سو پا ستر چلاؤ۔ ابھی ابھی پر سرلم جی جی چھوڑ دینے میں ۛ

پر سو پا ستر ابھی چلے ہی پر تھا کہ دیوتا چلا آئے ۛ

خبردار استر جلی سے نہ نکلے ۛ

میں نے اوپر نظر کی تو وہی آٹھ بسو سامنے تھے ناروجی نے بھی ان کی طرح مجھ
اس ارادے سے باز رکھا اور میں نے پھر برہماستر چلانا شروع کئے۔

پر سرلم جی نے فرمایا خوب برہماستر چلاؤ کچھ نہ ہو گا۔ اب اتنی خیریت مناؤ فتح ہتھاری
طرف سے دھڑا گئی پر سرلم جی کا جوش دیکھ کر دیوتا آئے ہما کش کی کہ

اب لڑائی موقوف کیجئے آپ برہمن ہیں۔ آپ کو غصہ متھو کہ دینا ہی اچھا ہے ۛ

پر سرلم جی۔ میں لڑائی سے منہ موڑوں نہ ممکن ۛ

دیوتا۔ (مجھ سے) اجماع تم ہی اپنی طرف دیکھو ۛ

میں۔ اور جو کہنے مان جاؤں مگر لڑائی سے ہٹنا کشتریوں کا کام نہیں ۛ

جب میں نے بھی نہ مانا تو دیوتاؤں نے پھر پر سرلم جی سے منت سماجت کی انہوں نے

ابنا کو باتوں میں بھلا دیا اور خود تپیشیا میں مشغول ہو گئے انہا کے دل پر چوٹ تھی اُس نے

میرے خلاف تپ کیا ابنا تھی اور جتنا جی کا کنارہ۔ بارہ برس بڑے درویش سے تپیشیا کی

میری مانگ لگا جی نے ابنا کو سمجھایا کہ بعیشم جی کی جان لینے کو تپیشیا کرنا فضول ہے دیکھو کہ

پر سرلم جی اُس سے بچا کر گئے انہوں نے بھی مخالفت کا خیال چھوڑ دیا۔ اب تم بھی اس

کی طرف سے صاف ہو جاؤ۔ وہ وہاں سے چلی گئی اور اس سوسن جنگل میں آوارہ گردی

اختیار کی۔ جہاں چین اور کوسک ایسے ایسے مقدس رشیدیوں کا آشرم تھا ابنا کا جب

تپ ایسا دیکھا تھا اس نے صدق دل سے شیو جی میں دھیان رکھا تھا۔ اس نے

شیو جی نے درشن دے کر فرمایا:۔

المیان رکھو۔ میں تیری خواہش پوری کر دوں گا۔ پہلے تو قعودت ہوئی۔ پھر عورت سے

مرد اگلے جنم میں تیرے ہی سر بعیشم پتا مہ کے مارنے کا سہرا بندھ گیا خواہ آڑ ارجن کی ہو

اپنا کئے تن بدن سے آگ لگی تھی اُس نے موت کا انتظار کر کے آگ میں جسم بھونک دیا۔ اور راجہ ورپد کے جگہ میں لڑکی کا قالب پا کر ایک زمانہ میں مزدب لگی چٹا پنہ وہی انبایہ سکنڈمی ہے جسکے مقابلے سے میں کٹائی کاٹنا چاہتا ہوں کیونکہ عورت پر میرا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا خواہ وہ ہزاروں میں ایک ہی مرد کیوں نہ ہو۔

ادھیائے ۲۶

وریو دھن وغیرہ کا زعم۔ خود سرائی اور جوش جنگ

راجہ دھرتراشت کو چین نہ پڑتا تھا وہ ذرا دیر میں بننے سے پرچھتے تھے کہ سناؤ کیا حال گزرا کیا واقعہ ہوا بننے ٹھڑی ٹھڑی کی خبر سناؤ اور مبارج کا دل بھٹاتا تھا۔ جب پھر استفسار کیا تو عرض کی کہ

ہمارا ج جب جنگ کی ٹھن لگی پانڈو چاق چوبند ہو گئے تو وریو دھن نے بھیشم پتا پر خوب روغن قازلا۔ بڑھاوے دے دے کر کہا کہ

پرسرام جی کو آپ نے مار بٹایا یہ کیا وہ کیا آپ ایسے آپ ویسے آپ کا بہادری میں یوں نام ہے زمانے میں ایسی دھماکے خور فرمائے کہ آپ پانڈو کو کئے روز میں تحس کر سکیں گے!

بھیشم پتا مہ۔ کل دو ہتر تک تو دس ہزار فاشیں مجھ سے گنوالو۔ رہی فتح۔ اُس کے لئے ایک مہینہ بہت ہے۔

وریو دھن۔ (درونا چارج سے) آپ اپنی فرمائیے۔

درونا چارج۔ بڑھا پاسبے۔ ہاتھ پاؤں جراب دے چکے ہیں۔ اگلا سادوم کہاں ایک مہینہ میرے لئے بھی سمجھ لو۔

وریو دھن۔ (دکریا چارج سے) آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پراس لڑائی کا دار و مدار ہی نہیں آپ کے روز کا اندازہ لگاتے ہیں۔

کرپا چارج۔ دو مہینوں سے کم کیا کہوں۔

اسو کھمال۔ آف اوہ وہ مہینے میں تو دس دن کافی سمجھتا ہوں۔

کران۔ اسی دس دن تم بھی کہو گے کہ ہم بہادر ہیں۔ پانچ دن بھی پانڈوؤں کی ہڈیاں
کچلنے کے لئے بہت ہیں جو ہم

بھیشم پتاما۔ اسو نظاماں خصوصاً کران کی تقریر پر ہنس پڑے اور بولے :-
جیالی پلاؤ لکھو جو سوت ارجن گاندیو دھنیش کو تان کر میدان جنگ میں کھڑا
ہوا تو دل گول پھٹ جائیں گے۔ سری کرشن جی کی صورت دیکھتے ہی رُوح
قبض ہو جائے گی +

سننے نے راجہ دھرتراشٹ سے جو کچھ کہا۔ گوہندوں نے راجہ جدھشٹر کو فوراً
جا کر خبر پہنچائی۔ سر کرشن جی نے فرمایا۔

سب کو خواب دیکھ لینے دو۔ بھیشم پتاما کو اسوقت قدر مافیت معلوم ہوگی
جب سکندھی سے سامنے ہو گا ان کا کیا منہ ہے کہ دس ہزار فوج روز قتل کریں۔ پہلے
پہلے اپنی خیر تو رکھیں۔ خیر کل دیکھا جائے گا +

ارجن۔ کوروؤں کو اپنے یہاں کچھ مٹی پکا لینے دیجئے جب گاندیو دھنیش اچار کا لیکا
چٹنی کرے گا تو سارے پہلے ہوئے پاؤں چوڑھو رہو جائیں گے۔ ساری بہادری کٹے
کے کھائے ہوئے گھی کی طرح نکل جائے گی +

ادھیائے ۲۷

کوروؤں اور پانڈوؤں کی فوجوں کا کرشیر

میں آمناسامنا

آغاز جنگ کا دن آیا ایک رات پہلے سے بہادران خیر گزار کوہند نہ پڑی تھی سب
اندھیرے منہ ہی سے سلاح جنگ پہنکر جست و چاق ہو گئے۔ بھیشم پتاما اور دونا چارن
جی کی سج و سج کچھ اور ہی تھی کٹے میں پھولنگی مالائیس۔ پوشاک سفید وودھ سے دھوئی ہوئی
ہاتھ پر چندن کا تلک۔ پڈمی میں سیر پر مرصع جیفہ و سر پر تاج تیرتھ

بے شمار۔ ہاتھی قطار در قطار۔ سوار بر ہنہ شمشیر۔ پیادے بسینہ سپر۔ گوروں کی پیش قدمی
شکر و مرثیہ و من راجہ جدہ شیر کی خدمت میں آئے دگر گت فوج نے مختلف کو خیر
کی پہنچ

راجہ جدہ شیر سری کرشن جی کے پیچھے پیچھے چلے۔ رتھوں پر سب ہتھیار
رکھے ہزار ہا گائیں دان دیں برہمنوں کو دکشائیں دے کر مال مال کیا۔ اور میدان جنگ
کی طرف فوج کا کوچ ہوا۔ کوکشمیر کا میدان گرد و غبار سے چھا گیا۔ مورچے جم گئے
دو سمندر وں کا آنے سامنے جزر و مد۔ انسان کیا۔ دیوتاؤں کا بھی دل مہلا مہلا

ایو لوک پر پ ختم

ہر قسم کی کتب دھارک اہل ہنود سکھ مذہب کی سوانح عمریاں با کفایت
ملنے کا پتہ لالہ رام دتہ تل اینڈ سنز تاجران کتب

لاہور

